وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

نعم الباری
فی
شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

جلد خامس عشر (۱۵)

الاحادیث: ۶۷۷۲ــــ۷۱۳۶

کتاب الحدود، کتاب المحاربین من اھل الکفر والردۃ، کتاب الدیات،

کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم، کتاب الاکراہ، کتاب الحیل،

کتاب التعبیر، کتاب الفتن

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

نام کتاب	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد خامس عشر (۱۵)
تصنیف	علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ، کراچی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی
سال اشاعت	باراول مئی 2014ء بار دوم مئی 2015ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	HS28

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:۔ 32630411-32212011-021۔فیکس:۔ 32210212-021
e-mail:- info@zia-ul-quran.com
ziaulquranpublications@gmail.com
Website:- www.ziaulquran.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری (خامس عشر)

افتتاحیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، الذى جعلنا من المسلمين، ووصفنا بخير امة من الأمم الماضين، و انعم علينا بتنزيل القرآن الكريم و هدانا به الى الصراط المستقيم، و الصلوٰة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين، الذى شرح الفرقان باحاديثه و بيانه القويم، و كشف عن اسراره و غوامضه لهداية الناس اجمعين، و انقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين، و على اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم، و على ازواجه الطاهرات امهات المؤمنين، و على جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين۔

و بعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدى انى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فى شرح الصحيح للامام البخارى (عليه نعم البارى) توكلا على رحمة الله و فضله العميم۔ ولا يكون تحريره و تقريره و تكميله الا نعمته العظمىٰ۔ فلذا سميته بنعمة البارى فى شرح الصحيح للبخارى۔ (تقبله الله بلطفه و تغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

اشهدان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا و مولانا محمدا عبده و رسوله۔ اعوذ بالله من شرور نفسى و من سيئات اعمالى۔ من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له۔ اللهم ارنى الحق حقاً وارزقنى اتباعه۔ اللهم ارنى الباطل باطلاً وارزقنى اجتنابه۔ اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقاً باسمه واحفظه من شرور الاشرار و الحاسدين۔ اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم و مقبولاً عندك و عند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعاً و مستفيضاً و مفيضاً و مرغوباً فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبى الكريم ﷺ فى الدنيا و شفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة و امتنى على الايمان بالكرامة۔ اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت۔ اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت۔ رب اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت على و على والدى وان اعمل صالحاً ترضه۔ آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ۔

ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن کریم نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں تفسیر تبیان القرآن سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے صحیح بخاری کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعم الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے)۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراط مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے، اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول، مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے، اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندوں ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے، پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم
نحمده و نصلی و نسلم علیٰ رسوله الکریم

۸۶۔ کِتَابُ الْحُدُوْدِ

حدود کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کتاب میں الحدود کے احکام کا بیان کیا گیا ہے۔ الحدود، الحد کی جمع ہے اور اس کا لغوی معنی ہے: روکنا اور منع کرنا۔ اسی وجہ سے دربان کو حداد کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ لوگوں کو داخل ہونے سے روکتا ہے اور منع کرتا ہے۔

اور اس کا شرعی معنی ہے: ایسی سزا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی گئی ہے۔ اور اس کو جمع کے صیغہ کے ساتھ لائے ہیں کیونکہ حد کئی اقسام پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) حد الزنا

(۲) حد القذف: (کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا)

(۳) حد الشراب: (انگور کے کچے شیرہ سے بنی ہوئی شراب پینے کی سزا)

(۴) حد السرقه: (چوری کرنے کے جرم پر ہاتھ کاٹنے کی سزا)

(علامہ عینی نے صرف یہ چار حدود ذکر کی ہیں اور ارتداد کی سزا کا ذکر نہیں کیا اور ارتداد کی سزا یہ ہے کہ جو مرد اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دیا جائے اور اگر عورت اپنا دین تبدیل کرے تو اس کو قید کر دیا جائے، تو اس طرح یہ پانچ حدود ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: کبھی لفظِ حدود کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے مراد نفسِ معاصی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ کیا جاتا ہے جیسا کہ درج ذیل آیت میں ذکر ہے:

وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِی الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۸۷)

اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے عمل زوجیت نہ کرو، یہ اللہ کی حدود ہیں، سو تم ان کے قریب نہ جاؤ، اللہ اسی طرح اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ متقی بن جائیں ○

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ

اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① (الطلاق:۱)

خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں، اور یہ اللہ کی حدود ہیں، اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے O

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

حد کی متفق علیہ اقسام

حدود کا لفظ حد کی جمع ہے اور یہاں پر جو حدود ذکر کی گئی ہیں وہ حد زنا، حد خمر اور حد سرقہ ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جن کاموں پر حد لگانا واجب ہے وہ سترہ کام ہیں، ان میں سے جن پر اتفاق ہے وہ یہ ہیں:

(۱) ارتداد (۲) حرابہ (ڈاکہ ڈالنا، جب کہ اس نے گرفتار ہونے سے پہلے توبہ نہ کی ہو)، (۳) زنا (۴) زنا کی تہمت لگانا (۵) خمر (انگور کے کچے شیرہ کی شراب) پینا، خواہ اس سے نشہ ہو یا نہ ہو۔ (۶) چوری کرنا۔

حد کی مختلف فیہ اقسام

اور جن کاموں پر حد کے وجوب میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں:

(۱) عاریۃً لی ہوئی چیز کا انکار کرنا (۲) خمر کے علاوہ ایسے مشروب کو پینا جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو (۳) زنا کے علاوہ تہمت لگانا (۴) تعریضاً زنا کی تہمت لگانا (۵) لواطت کرنا، خواہ اس کے ساتھ لواطت کی جائے جس کے ساتھ نکاح کرنا حلال ہو (۶) جانور سے بدفعلی کرنا (۷) سحاق (عورت کا عورت سے جسمانی لذت حاصل کرنا)، (۸) عورت کا بندر یا کسی اور جانور کو وطی کا موقع دینا (۹) جادو کرنا (۱۰) سستی اور کاہلی سے نماز کو ترک کرنا (۱۱) رمضان کے مہینہ میں روزہ نہ رکھنا۔

یہ وہ کام ہیں جن میں ان کے مرتکبین سے جنگ کرنا مشروع نہیں ہے جیسا کہ ان لوگوں سے جنگ کرنا مشروع ہے جو زکوٰۃ کی ادائیگی کا انکار کر دیں اور جنگ کے لیے تیار ہوں۔

حد کا لغوی اور شرعی معنی

لغت میں حد اس چیز کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو اور ان دو چیزوں کو ملنے سے روکتی ہو، حد الدار اس کو کہتے ہیں جو ایک گھر کو دوسرے گھر سے متمیز کرے۔ اور کسی چیز کی حد اسے کہتے ہیں جو اس چیز کا احاطہ کر لے اور زانی کی سزا کو حد اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ سزا اس کو دوبارہ زنا کے فعل سے روکتی ہے یا اس لیے کہ زنا کی سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ اور دربان کو بھی حداد اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ دوسروں کو داخل کرنے سے منع کرتا ہے اور روکتا ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

کبھی حدود کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس سے مراد نفسِ معاصی ہوتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا۔۔۔ الآیہ (البقرہ:۱۸۷)'' ''وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ۔۔۔ (الطلاق:۱)''۔

اور جب کہ یہ سزائیں حلال اور حرام میں فرق کرتی ہیں اسی وجہ سے ان کو حدود کہا گیا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۲۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدود کی متعدد تعریفات ہیں:

حدود وہ ہیں جن کی شرع نے حد قائم کردی ہے واجبات میں سے، محرمات میں سے اور عقوبات وغیرہا میں سے۔

پس واجبات میں سے جو حدود ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ (البقرہ: ۲۲۹)

یہ اللہ کی حدود ہیں، سو تم اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرو اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں O

اور محرمات کی جو حدود ہیں ان کے متعلق فرمایا "تم ان کے قریب نہ جاؤ"۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ (بنی اسرائیل: ۳۲)

اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے O

حدود کی حکمت

حدود کی حکمت یہ ہے کہ بندہ دوبارہ اس معصیت کا ارتکاب نہ کرے جس پر حد واجب ہوتی ہو۔ اور دوسرے لوگ بھی اس حد سے عبرت پکڑ کر معصیت کے ارتکاب کی جرأت نہ کریں۔ نیز حد جاری کرنے سے اس بندہ کا گناہ مٹ جاتا ہے سوا ڈاکوؤں کے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ (المائدہ: ۳۳)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے O

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۱۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۔ بَابُ: مَا يُحْذَرُ مِنَ الْحُدُوْدِ

حدود کے ارتکاب سے ڈرانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ان کا ذکر کیا گیا ہے جن سے حدود کے ارتکاب سے ڈرایا جاتا ہے۔ صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں یہ علیحدہ باب

نہیں ہے بلکہ کتاب الحدود کے ساتھ متصل ہے یعنی یہ حدود کے بیان میں ہے اور جن چیزوں سے ارتکابِ حدود سے ڈرایا جاتا ہے ان کے بیان میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابُ: لَا يُشْرَبُ الْخَمْرُ
اس کا بیان کہ خمر نہ پی جائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يُنْزَعُ مِنْهُ نُورُ الْإِيمَانِ فِي الزِّنَا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص زنا کرے اس سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ مسلمان خمر کو نہ پیئے۔ اور المستملی کی روایت میں ہے کہ یہ باب زنا اور خمر کے پینے کے بیان میں ہے یعنی زنا کے حکم اور خمر پینے کے حکم کے بیان میں ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ”زنا کرنے والے سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے“۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ نے اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے لڑکوں کو ایک ایک کر کے بلاتے تھے، پھر فرماتے: کیا ہم تمہارا نکاح نہ کر دیں؟ جو بندہ بھی زنا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کا نور نکال لیتا ہے۔ اس حدیث کو امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ نے مرفوعاً روایت کیا ہے از مجاہد، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو مرد زنا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لیتا ہے، پس اگر اس نور کو اس کی طرف لوٹانا چاہے تو لوٹا دیتا ہے۔ (تہذیب الآثار، مسند ابن عباس ج ۲ ص ۶۲۱، رقم: ۹۲۶)

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۰۔۴۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۷۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِمِثْلِهِ إِلَّا النُّهْبَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابوبکر بن عبد الرحمٰن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا، اور جس وقت کوئی مرد خمر پیتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا، اور جس وقت کوئی شخص چوری کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شخص لوٹ مار کرتا ہے اور لوگ اپنی آنکھیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے ہیں تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

از ابن شہاب از سعید بن المسیب اور ابوسلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی مثل مروی ہے سوائے نھبۃ کے لفظ کے۔ (جس کا معنی ہے: لوٹ مار کرنا)

(صحیح البخاری: ۲۴۷۵، ۵۵۷۸، ۶۷۷۲، ۶۸۱۰، صحیح مسلم: ۵۷، سنن ترمذی: ۲۶۲۵، سنن نسائی: ۵۶۵۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۸۹، سنن ابن ماجہ ۳۹۳۶، مسند احمد: ۷۳۱۹، سنن دارمی: ۲۱۰۶)

صحیح البخاری: ۶۷۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے "خمر نہ پی جائے" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جس وقت کوئی شخص خمر پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عُقیل، یہ ابن خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوبکر، یہ ابن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام المخزومی ہیں۔

امام مسلم کی روایت میں یہ سند اس طرح مذکور ہے از شعیب بن اللیث از والد خود از جد خود، وہ بیان کرتے ہیں: مجھے عُقیل بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ابن شہاب نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام نے خبر دی۔

حدیث مذکور کے معانی

آیا حدیث مذکور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کے اقوال

امام ابو جعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ ہم سے پہلے علماء نے اس حدیث میں اختلاف کیا، پس بعض علماء نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے اور اس کے حدیث ہونے کا انکار کیا، عطاء نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ کی ادائیگی میں راویوں کا اختلاف ہے۔ پس محمد بن زید بن واقد بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے اس وقت کہا جب ان سے اس حدیث کی تفسیر کے متعلق سوال کیا گیا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا تھا کہ "کوئی مومن ہرگز زنا نہ کرے اور کوئی مومن ہرگز چوری نہ کرے"۔۔۔

انہوں نے کہا: اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ کوئی زانی اس حال میں زنا نہ کرے کہ وہ زنا کو حلال سمجھتا ہو سوا اس کے جس کا اس پر ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو اس پر حرام کر دیا ہے، پس یا تو وہ زنا کرے گا اور اس کے حرام ہونے کا اعتقاد کرتا ہوگا تو وہ مومن ہوگا، اس کی روایت عکرمہ نے اپنے مولیٰ سے کی ہے اور ان کی دلیل اس میں یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا خواہ اس نے زنا کیا

ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو"۔ اور دوسرے علماء نے کہا: اس شخص سے ایمان نکال لیا جائے گا اور اس کو مومن نہیں کہا جائے گا، بلکہ اس کو منافق اور فاسق کہا جائے گا۔

حدیث مذکور کی مختلف علماء کی طرف سے تاویلات اور توجیہات

حسن بصری سے مروی ہے: نفاق کی دو قسمیں ہیں: ایک نفاق یہ ہے جس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی جائے، سو اس کی مغفرت نہیں ہوگی۔ اور دوسرا وہ نفاق ہے جس میں خطائیں اور گناہ ہوں اور اس کے مرتکب کے لیے مغفرت کی امید ہے۔

اور الاوزاعی نے کہا کہ صحابہ کسی شخص کو گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر نہیں قرار دیتے تھے اور نہ کسی شخص کے اوپر کفر کی شہادت دیتے اور وہ اپنے اوپر بھی نفاقِ اعمال کا خوف رکھتے تھے۔

اور دوسرے علماء نے کہا کہ جب مومن کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے تو اس سے ایمان کو نکال لیا جاتا ہے اور جب وہ گناہِ کبیرہ سے علیحدہ ہو تو اس کی طرف ایمان لوٹ آتا ہے۔

حدیث مذکور کی روشنی میں بعض خوارج کا نظریہ

اور بعض خوارج اور رافضہ اور الاباضیہ نے کہا: جس نے ان میں سے کوئی کام بھی کیا تو وہ کافر ہے ایمان سے خارج ہے، کیونکہ یہ لوگ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے مومن کو کافر قرار دیتے تھے اور معاصی کی وجہ سے ان کے اوپر دائمی دوزخ کے عذاب کو واجب کرتے تھے اور ان کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے۔

ارتکابِ زنا کے وقت ایمان کے نکال لیے جانے کی متعدد توجیہات

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اس سے ایمان کا نور نکال لیا جائے گا" یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جو نورِ بصیرت ہے وہ نکال لیا جائے گا کیونکہ اس پر شہوت کا غلبہ ہے۔ پس اس بصیرت کے نور کو اس کے دل کی شہوت نے بجھا دیا۔ اور اس معنی کی شہادت اللہ عزوجل کے درج ذیل ارشاد سے ہوتی ہے:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (المطففین: ۱۴) ہرگز نہیں! بلکہ ان کے (برے) کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ۝

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بابِ تغلیظ سے ہے یعنی "جس وقت زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا" تو اس حدیث میں ایمان کی نفی سے مراد یہ ہے کہ وہ اس وقت سخت گناہ یا بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، اور یا اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ اس وقت کامل مومن نہیں ہوتا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ زوالِ ایمان سے مراد اس شخص کو اس سے ڈرانا ہے کہ اس کو زنا کی عادت نہ پڑ جائے، کیونکہ جو شخص کسی چراگاہ کے گرد جانور چراتا ہے تو یہ خطرہ ہے کہ وہ جانور اس چراگاہ میں چرنے لگیں گے۔

حدیثِ مذکور میں "جس وقت وہ زنا کرتا ہے" کی قید کا فائدہ

اس حدیث میں ارشاد ہے "جس وقت وہ زنا کرتا ہے"۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ حِیْنَ کا لفظ ماقبل یا مابعد کے ساتھ متعلق ہے،

پھر علامہ کرمانی نے کہا: یعنی زانی جس وقت بھی زنا کرے وہ اس وقت مومن نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں تمام قسم کے معاصی پر تنبیہ ہے، کیونکہ نافرمانیاں یا تو بدنی ہوں گی جیسے زنا، یا مالی ہوں گی خواہ رازداری سے ہو جیسے چوری یا کھلم کھلا علی الاعلان ہو جیسے لوٹ مار، یا نافرمانی عقلی ہوگی جیسے خمر کو پینا کیونکہ یہ عقل کو زائل کر دیتی ہے۔

علی الاعلان لوٹ مار کرنے کا سنگین گناہ ہونا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "نھبۃ"، یہ وہ مال ہے جس کو لوٹا گیا ہو۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: "نھبۃ" زبر کے ساتھ ہو یا پیش کے ساتھ اس سے مراد لوٹا ہوا مال ہے یعنی جو شخص بھی دوسرے کا مال قہراً اور ظلماً لے گا اس حال میں کہ لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوں اور فریاد کر رہے ہوں اور رو رہے ہوں اور وہ اس لوٹ مار کرنے والے کو دفع کرنے پر قادر نہ ہوں۔ پھر علامہ کرمانی نے کہا: اس حدیث میں جو کہا ہے کہ لوگ دیکھ رہے ہوں گے، اس کا کیا فائدہ ہے؟ پھر انہوں نے جواب دیا کہ جو مال مفادِ عامہ کے لیے ہو اس مال کو عادتاً اسی وقت اٹھایا جاتا ہے جب کہ صراحۃً ظلم کے ساتھ لوٹ مار کی جائے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوں، یہ اس سے کنایہ ہو کہ وہ شخص چھپ کر مال نہ لے رہا ہو بلکہ کھلم کھلا اور علی الاعلان مال لے رہا ہو۔ اور یہ لوٹ مار کی اور نھبۃ کی صفت لازمہ ہے، اس کے برخلاف چوری لوگوں سے چھپ کر کی جاتی ہے اور لوٹ مار کرنا اور انتہاب شدید گناہ ہے، کیونکہ اس میں حرام کام کے اوپر زیادہ جرأت ہے اور بے پرواہی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۱۔ ۴۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۷۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زانی سے ارتکابِ زنا کے وقت ایمان کی نفی کے محامل

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ "جس وقت زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا"۔

اس حدیث میں ایمان کی نفی سے مراد ہے: ایمانِ کامل کی نفی جیسے کہا جاتا ہے کہ علم وہی ہے جو نفع دے اور زندگی وہی ہے جو آخرت کی زندگی ہے۔ اور ہم اس حدیث کی تاویل اس لیے کرتے ہیں کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ ارتکابِ معصیت سے ایمان زائل نہیں ہوتا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو۔

حدیث "من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ" کی تحقیق اور تخریج

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی جو روایت ذکر کی ہے وہ دراصل ایک طویل حدیث ہے، اس حدیث کے آخر میں ہے:

"حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اپنی امت کو یہ بشارت دیجئے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا: اے جبریل! خواہ اس نے چوری کی ہو خواہ اس نے زنا کیا ہو؟ تو حضرت جبریل نے کہا: جی ہاں!، میں نے کہا: خواہ اس نے چوری کی ہو، خواہ اس نے زنا کیا ہو؟ تو حضرت جبریل نے کہا: جی ہاں، خواہ اس نے شراب پی ہو"۔ (صحیح البخاری: ۶۴۴۳)

نیز امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس میرے رب کے پاس سے ایک آنے والا آیا، اس نے مجھے خبر دی یا مجھے بشارت دی کہ جو شخص میری امت میں سے اس حال میں مر گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو، اس نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو۔

(صحیح البخاری: ۱۲۳۷، ۱۴۰۸، ۲۳۸۸، ۳۲۲۲، ۵۸۲۷، ۶۲۶۸، ۶۴۴۳، ۶۴۴۴، ۷۴۸۷، صحیح مسلم: ۹۴، سنن ترمذی: ۲۶۴۴، مسند احمد: ۲۰۹۰۵)

نیز امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے اوپر سفید کپڑا تھا اور آپ سوئے ہوئے تھے، میں پھر آپ کے پاس آیا، اس وقت آپ بیدار ہو چکے تھے تو آپ نے فرمایا: جو بندہ بھی کہے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) پھر اسی قول پر مر جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا، میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو، میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو۔ میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو، وہ ابوذر کی ناک کو خاک میں رگڑتا ہوا (جنت میں داخل ہوگا)۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو کہتے: خواہ وہ ابوذر کی ناک کو خاک آلود کرتے ہوئے"۔ امام بخاری نے کہا: یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب وہ موت کے وقت "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہے، یا موت سے پہلے جب وہ توبہ کرے اور نادم ہو اور کہے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲۵)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے عمرہ کرتے ہوئے فرمایا: جب تم عمرہ کے لیے آؤ تو پہلے تین چکروں میں رمل کرو حتیٰ کہ مشرکین تمہاری قوت کو دیکھیں اور اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: لوگوں کو بشارت دو کہ جس نے بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ (المعجم الکبیر: ۵۵۵۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ)

نیز یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی مذکور ہے:

(صحیح ابن حبان: ۱۳، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸، المستدرک ج ۴ ص ۲۵۱، الترغیب ج ۲ ص ۴۲۲، کامل بن عدی ج ۷ ص ۲۶۳۹، اتحاف السادة المتقین ج ۵ ص ۲۵، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۷۴)

اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث مشہور ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر بیعت کی کہ وہ چوری نہیں کریں گے اور زنا نہیں کریں گے۔۔۔ الحدیث۔ اور اس حدیث کے آخر میں ہے "جس نے یہ کام کئے اور اس کو دنیا میں سزا دے دی گئی تو یہ اس

کے کاموں کا کفارہ ہے اور جس کو سزا نہیں دی گئی تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اگر وہ چاہے تو اس کو معاف فرمادے اور اگر چاہے تو اس کو عذاب دے"۔

(صحیح البخاری: ۱۸، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹، ۴۸۹۴، ۶۷۸۴، ۶۸۰۱، ۶۸۷۳، ۷۰۵۵، ۷۱۹۹، ۷۲۱۳، ۷۴۶۸، صحیح مسلم: ۱۷۰۹، سنن ترمذی: ۱۴۳۹، سنن نسائی: ۴۱۶۱، سنن دارمی: ۲۴۵۳)

اور اسی طرح اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔

علاوہ ازیں اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو کافر نہیں قرار دیا جاتا جب کہ اس نے شرک نہ کیا ہو۔ سو ان احادیث اور اس آیت مبارکہ اور اہل سنت کے اجماع کی وجہ سے ہم اس حدیث کی تاویل کرنے پر مجبور ہوئے، اور وہ تاویلات درج ذیل ہیں:

(۱) بعض علماء نے کہا: زنا کے مرتکب سے ارتکابِ زنا کے وقت ایمان اس صورت میں نکال لیا جاتا ہے جب کہ اسے علم ہو کہ زنا حرام ہے اور پھر وہ زنا کو حلال قرار دے کر زنا کرے۔

(۲) الحسن البصری اور محمد بن جریر الطبری نے کہا ہے کہ اس سے ایمان نکال لیے جانے کا محمل یہ ہے کہ اس پر کسی مدح کے اسم کا اطلاق نہیں کیا جاتا جن مدح کے اسماء کا اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء پر اطلاق فرماتا ہے، پس اس کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ مومن ہے۔ اور وہ مذمت کے اسم کا مستحق ہوگا، پس کہا جائے گا: یہ چور ہے اور زانی ہے اور فاجر ہے اور فاسق ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس شخص سے ایمان کا نور نکال لیا جائے گا اور اس سلسلہ میں حدیثِ مرفوع بھی ہے۔

(۴) علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: اس سے ایمان نکالنے کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بصیرت کو اس سے نکال لیا جاتا ہے۔

(۵) محمد بن زید بن واقد بن عبد اللہ بن عمر نے کہا: اس حدیث میں نفی بمعنی نہی ہے یعنی مومن ہرگز زنا نہ کرے اور ہرگز چوری نہ کرے۔

(۶) علامہ خطابی نے کہا: اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ مومن کو یہ کام نہیں کرنا چاہیے۔

(۷) علامہ ابن بطال نے کہا کہ مرتکبِ زنا اس حال میں نفاقِ معصیت کا مرتکب ہوتا ہے نفاقِ کفر کا مرتکب نہیں ہوتا۔

(۸) اور الاوزاعی نے کہا ہے کہ مرتکبِ زنا اس حال میں کافر کے عمل کے مشابہ ہوتا ہے اور تشبیہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس حال میں مومن سے قتال کرنا جائز ہے تا کہ اس کو معصیت کے ارتکاب سے روکا جائے خواہ یہ قتال اس کے قتل کا سبب بن جائے۔ اور اگر وہ اس حال میں قتل کیا گیا تو اس کا خون ضائع ہوگا۔ اور ایمان کی نفی کا محمل یہ ہے کہ چونکہ مومن کی جان اور مال محفوظ ہوتی ہے اور اس بدکاری کی حالت میں اس کی جان محفوظ نہیں ہے۔

(۹) مرتکب زنا اس معصیت کے ارتکاب کے وقت اپنے دل میں جو اللہ تعالیٰ کی تصدیق ہوتی ہے اس سے غافل ہو جاتا ہے اور یہی اس سے مراد ہے کہ اس کے دل سے ایمان کا نور نکل جاتا ہے اور شاید علامہ المہلب کی بھی یہی مراد ہے۔

(۱۰) اس حال میں ایمان کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس حال میں اسے اللہ کے عذاب سے امان نہیں ہوتی کیونکہ ایمان، امن سے ماخوذ ہے۔

(۱۱) اس حال میں ایمان کی نفی زجر و توبیخ کے لیے ہے اور تغلیظ اور تہدید کے لیے ہے، جیسے ارشاد ہے:

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۞ اور جس نے کفر (انکار) کیا تو بے شک اللہ سارے جہانوں سے بے پرواہ ہے O (آل عمران: ۹۷)

یعنی یہ افعال مومن کی صفات سے نہیں ہیں کہ مومن کو ان صفات سے متصف نہیں ہونا چاہیے۔

(۱۲) جس حال میں کوئی شخص گناہِ کبیرہ سے متصف ہوتا ہے اس حال میں اس سے ایمان کو سلب کر لیا جاتا ہے اور جب وہ کبیرہ کو ترک کر دیتا ہے تو پھر ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اور یہ امام بخاری کی اس حدیث کے ظاہر کے مطابق ہے جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب المحاربین کے باب اسم الزنا میں ذکر کیا ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ایمان کس طریقہ سے نکال لیا جاتا ہے، انہوں نے کہا: اس طرح اور اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا اور پھر انگلیوں کو نکال لیا۔ پھر جب وہ توبہ کرتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے اور انہوں نے انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔

اور اس کی مثل امام ابوداؤد نے اور امام حاکم نے سندِ صحیح کے ساتھ از سعید المقبری روایت کی ہے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مرد زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے اور وہ اس کے سر پر ایک سائبان کی طرح ہوتا ہے، پھر جب وہ اس گناہ کو چھوڑ دیتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

اور حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں: جس نے زنا کیا یا خمر پی تو اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کو نکال لیتا ہے جس طرح انسان اپنے سر سے قمیص کو نکال لیتا ہے۔

اور امام طبرانی نے سندِ جید کے ساتھ مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس شخص نے زنا کیا اس سے ایمان نکل جاتا ہے، پس اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

(۱۳) علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس کا بیان یہ ہے کہ ایمان تصدیق ہے لیکن تصدیق کے دو معنی ہیں، ان میں سے ایک معنی قول ہے اور دوسرا معنی عمل ہے، پس جب تصدیق کرنے والا کسی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سے ایمان کا اسم الگ ہو جاتا ہے اور جب وہ اس گناہِ کبیرہ کو ترک کر دیتا ہے تو پھر ایمان کا اسم اس کی طرف لوٹ آتا ہے، کیونکہ جس حال میں وہ گناہِ کبیرہ کو ترک کرتا ہے تو زبان سے کبیرہ سے اجتناب کرتا ہے اور اس کی زبان اس کے دل کے عقیدہ کی مصدق ہوتی ہے اور یہی ایمان کا معنی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس کے مطابق ہے جس کی طرف ثوری نے اشارہ کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس شخص سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے۔ اور یہ اس پر محمول ہے کہ ان احادیث میں ایمان نکالنے سے

مراد یہ ہے کہ ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے اور ایمان کے نور سے مراد ہے تصدیق کا فائدہ اور اس کا ثمرہ۔ اور اس سے مراد تصدیق کے تقاضا پر عمل کرنا ہے۔

(۱۴) علامہ طیبی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان احادیث میں مراد یہ ہو کہ جو شخص جس حال میں زنا کرتا ہے اس حال میں اس میں حیاء نہیں ہوتی، اور اسی حیاء کو دوسری حدیث میں نور کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔ اور یہ گزر چکا ہے کہ حیاء ایمان سے ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴، صحیح مسلم: ۳۶، سنن ترمذی: ۲۶۱۵، سنن ابوداؤد: ۴۷۹۵، مسند احمد: ۵۱۶۱، موطا امام مالک: ۱۶۷۹)

پس اصل معنی یوں ہوگا کہ جس وقت کوئی زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے حیاء نہیں کرتا، کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا اور اسے اس کی معرفت ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے حال کا مشاہدہ فرما رہا ہے تو وہ زنا کا ارتکاب نہ کرتا، اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: ”جو اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کرے جو حیاء کرنے کا حق ہے تو وہ اپنے سر کی حفاظت کرے اور سر جن چیزوں کو محیط ہے ان کی حفاظت کرے اور پیٹ کی حفاظت کرے اور پیٹ جن چیزوں کو محیط ہے ان کی حفاظت کرے“۔

علامہ المازری نے کہا ہے: یہ تاویلات خوارج اور رافضیوں میں سے جو ان کے موافق ہیں ان کے اس قول کا رد کرتی ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا جب کہ وہ بغیر توبہ کے مر جائے، اسی طرح معتزلہ کا قول ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور ان گمراہ فرقوں نے اس باب کی حدیث سے اور اس کی مشابہ احادیث سے استدلال کیا اور جب اس حدیث کی وہ توجیہ کی جائے جو ہم نے بیان کی ہے تو ان کے دلائل ساقط ہو جاتے ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے: بعض علماء نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث میں معاصی اور نافرمانیوں کی تمام اقسام پر تنبیہ کی ہے اور ان سے ڈرایا ہے، پس زنا کے ساتھ تمام شہوات پر تنبیہ کی ہے اور چوری کے ساتھ دنیا میں رغبت اور حرام کاموں کی حرص پر تنبیہ کی ہے اور خمر پینے سے ان تمام چیزوں پر تنبیہ کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے روکتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی سے غفلت کو واجب کرتی ہیں اور کھلے عام لوٹ مار کرنے سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کے استخفاف پر تنبیہ کی ہے اور ان کی تعظیم اور توقیر کے ترک کرنے پر تنبیہ کی ہے اور ان سے حیاء کرنے پر تنبیہ کی ہے، اور دنیا کو ناحق جمع کرنے پر تنبیہ کی ہے۔

اور علامہ القرطبی نے کہا ہے: اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ یہ حدیث تین امور کو متضمن ہے جو خرابیوں کی سب سے بڑی اصل ہیں اور نیکیوں کی ضدوں کی اصل ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ جن شرمگاہوں کو حرام قرار دیا گیا ہے ان کے ساتھ مباح کا معاملہ کیا جائے اور بعض وہ چیزیں ہیں جو عقل میں خلل پیدا کرتی ہیں اور ان میں خمر کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کیونکہ عقل کو زائل کرنے میں خمر سب سے قوی سبب ہے۔ اور چوری کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کیونکہ یہ دوسرے کا مال ناحق طریقہ سے لینے کا غالب سبب ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) جس شخص نے بھی زنا کیا وہ اس وعید میں داخل ہو جائے گا عام ازیں کہ وہ شخص کنوارا ہو یا شادی شدہ ہو۔ اور عام ازیں کہ جس سے اس نے زنا کیا ہے وہ اجنبی عورت ہو یا محرم ہو۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ محرم کے ساتھ زنا کرنا انتہائی سنگین بے حیائی ہے اور شادی شدہ کا زنا کرنا یہ بھی سنگین جرم ہے۔ بعض کاموں پر شریعت میں زنا کا اطلاق کیا گیا ہے، مثلاً کسی اجنبی عورت کو چھونا اور مس کرنا یا اس سے لپٹنا، اسی طرح اس کو بوسہ دینا اور اس کو دیکھنا، اگرچہ عرف شرع میں ان کاموں پر زنا کا اطلاق کیا گیا ہے

لیکن وہ اس حدیث میں داخل نہیں ہیں کیونکہ یہ ان صغیرہ گناہوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہ سے اجتناب کرنے کے سبب سے معاف فرما دیتا ہے یا دیگر نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِیْمًا ﴿۳۱﴾ (النساء: ۳۱) اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر دیں گے، اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کر دیں گے ○

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ (ہود: ۱۱۴) بے شک نیکیاں، گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے چوری کی خواہ کم کی ہو یا زیادہ کی ہو اور اسی طرح جس نے لوٹ مار کی خواہ کم کی ہو یا زیادہ، وہ اس حدیث کی وعید میں داخل ہو جائے گا، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ بعض شافعی علماء نے غصب کے گناہِ کبیرہ ہونے میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ نصاب کے مطابق مال کو غصب کرے۔ اسی طرح چوری پر ہاتھ کاٹنے کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ اس نے نصاب کے مطابق مال کی چوری کی ہو، تب اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور دس درہم سے کم کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا اور دس درہم کی مالیت ۲۰۱۳ء میں پاکستانی کرنسی کے مطابق دو ہزار ترانوے (۲۰۹۳) روپے ہے، اگرچہ نصاب سے کم چوری کرنا بھی حرام ہے۔

(۳) اور اس حدیث میں کسی کا مال ناحق لینے پر سخت وعید ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قسم کھائی ہے اور قسم اسی پر کھائی جاتی ہے جس کی تاکید کا ارادہ کیا جائے۔

(۴) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے خمر کو پیا وہ اس حدیث کی وعید میں داخل ہو جائے گا عام ازیں کہ وہ مشروب قلیل ہو یا کثیر ہو، کیونکہ خمر کو قلیل مقدار میں پینا بھی گناہِ کبیرہ ہے، اگرچہ خمر پینے سے جو عقل فاسد ہو جاتی ہے وہ اس سے بہت سخت گناہ ہے جب خمر پینے سے عقل زائل نہ ہو۔

(۵) اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ لوٹ مار کرنے کی تمام قسمیں حرام ہیں حتیٰ کہ اگر مالک کی طرف سے لوٹ مار کی اجازت دی گئی ہو پھر بھی حرام ہے، جیسا کہ شادی کے موقع پر متمول لوگ سونا چاندی کے سکوں کو نچھاور کرتے ہیں اور لوگ ان کو لوٹتے ہیں۔

(میں کہتا ہوں: اسی طرح نکاح کے مواقع پر چھواروں کو اچھالتے ہیں اور شرکاءِ نکاح ان کو لوٹتے ہیں اور بعض میلاد النبی کے جلوسوں میں پلاسٹک کی تھیلیوں میں مٹھائی اور حلوہ وغیرہ پیک کر کے شرکاءِ جلوس کے اوپر اچھالتے ہیں اور وہ ان کو لوٹتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

لیکن حسن بصری اور ابراہیم نخعی اور قتادہ نے تصریح کی ہے کہ تحریم کی شرط یہ ہے کہ یہ لوٹ مار مالک کی اجازت کے بغیر ہو۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۲۹۔۸۳۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳- بَابُ: مَا جَاءَ فِي ضَرْبِ شَارِبِ الْخَمْرِ — خمر پینے والے کو مارنے کے متعلق احادیث کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس حدیث کا ذکر کیا جائے گا جس میں خمر پینے والے کو مارنے کا بیان ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۷۳- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم ح حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم ضَرَبَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيدِ وَالنِّعَالِ وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم ح اور ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے والے کو درخت کی چھلی ہوئی شاخوں اور جوتوں سے مارا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۷۶، صحیح مسلم: ۱۷۰۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۳، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۰، مسند احمد: ۱۱۷۲۹، سنن دارمی: ۲۳۱۱)

صحیح البخاری: ۶۷۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں خمر پینے والے کو مارنے کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی یہی بیان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

امام بخاری نے اس حدیث کی دو سندوں سے روایت کی ہے۔

الاول: از حفص بن عمر از ہشام الدستوائی از قتادہ۔

الثانی: از آدم بن ابی ایاس از شعبہ الخ۔

امام مسلم نے بھی اس حدیث کی کتاب الحدود میں روایت کی ہے از ابوموسیٰ و بندار۔ اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کی کتاب الحدود میں از مسلم بن ابراہیم روایت کی ہے۔ اور امام ترمذی نے اس حدیث کی از بندار روایت کی ہے۔ اور امام ابن ماجہ نے کتاب الحدود میں اس حدیث کی از علی بن محمد اختصار سے روایت کی ہے اور اس حدیث میں اس جملہ کا ذکر نہیں ہے کہ ”حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے"۔

خمر پینے والے کی حد کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور اہل الظاہر نے کہا ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو اس کی حد چالیس کوڑے ہے۔

اور شیخ ابن حزم نے کہا: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت الحسن بن علی اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے، اور امام شافعی، ابوسلیمان اور ہمارے اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

اور فقہاء تابعین میں سے حسن بصری، شعبی، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام ابویوسف، امام محمد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد نے یہ کہا ہے کہ اس کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہے۔ یہ مذہب حضرت علی، حضرت خالد بن ولید اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

حافظ ابوعمر بن عبدالبر مالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے: جمہور متقدمین اور متاخرین علماء کا یہ موقف ہے کہ شراب نوشی کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہے اور یہی امام مالک، ثوری، الاوزاعی، عبیداللہ بن الحسن، حسن بن حیی، اسحاق اور احمد کا مذہب ہے۔ اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ اور حافظ ابن عبدالبر نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تمام صحابہ کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ خمر کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہے اور ان کا اس میں کوئی مخالف نہیں تھا۔ اور فقہاء تابعین کی جماعت اور جمہور فقہاء مسلمین کا یہی مذہب ہے۔ اور جو اس میں اختلاف ہے وہ شاذ ہے اور جمہور کا قول اس کے خلاف ہے۔

امام ابوعبداللہ المعروف بالحاکم المتوفی ۴۰۵ھ اپنی سند کے ساتھ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: انہوں نے فرمایا: جس کام کو مسلمان اچھا قرار دیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے، اور جس کام کو مسلمان برا جانیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے اور تمام صحابہ نے یہ سمجھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے مستحق ہیں۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔ (المستدرک ج ۳ ص ۷۸)

امام حاکم فرماتے ہیں: اس حدیث کی شاہد درج ذیل حدیث ہے:

امام حاکم اپنی سند کے ساتھ از شعبی از ابووائل روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ ہمارے اوپر کوئی خلیفہ مقرر نہیں کرتے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا، پس میں کیسے کسی کو خلیفہ بناؤں؟ لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تو عنقریب ان کو میرے بعد مسلمانوں میں سے سب سے بہتر پر جمع کر دے گا جیسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے نبی کے بعد جو مسلمانوں میں سب سے بہتر تھا اس پر مسلمانوں کو جمع کر دیا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔ (المستدرک ج ۳ ص ۷۸-۷۹، دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میری سنت کو لازم کر لو اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو لازم کر لو۔

(سنن ترمذی: ۲۶۷۶، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶)

اور امام الدارقطنی نے از یحییٰ بن فلیح از محمد بن یزید از عکرمہ از ان کے مولیٰ روایت کی ہے کہ شراب پینے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ہاتھوں سے اور جوتوں سے اور لاٹھیوں سے مارا جاتا تھا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ اور حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شراب پینے والوں کو چالیس کوڑے مارے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے مارے۔۔۔۔الحدیث۔۔۔۔یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگوں کا اس میں کیا مشورہ ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو اس کو نشہ چڑھتا ہے اور جب اس کو نشہ چڑھتا ہے تو وہ ہذیان بکتا ہے اور جب وہ ہذیان بکتا ہے تو لوگوں پر تہمت باندھتا ہے اور تہمت باندھنے والے کی سزا اسّی (۸۰) کوڑے ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ شراب پینے والے کو اسّی (۸۰) کوڑے مارے جائیں۔

(سنن دار قطنی: ۳۲۷۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۲ھ، سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۲۰، باب ماجاء فی عدد حد الخمر، مسند احمد ج ۴ ص ۸۸، ۳۵۰، ۳۵۱)

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۲۔ ۴۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: امام ترمذی نے اس حدیث کی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ حدیث درج ذیل ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس نے خمر پی تھی، پس اس کو چھلی ہوئی شاخوں سے چالیس شاخیں ماری گئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو انہوں نے لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سب سے کم درجہ کی حد اسّی (۸۰) کوڑے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی (۸۰) کا حکم دیا۔ (سنن ترمذی: ۱۴۴۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۵)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے اہلِ علم کا اس پر عمل ہے اور دوسروں کا بھی کہ جو شخص نشہ میں ہو تو اس کی حد اسّی (۸۰) کوڑے ہے۔ (سنن ترمذی: ص ۶۰۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

شراب نوشی کی حد کے متعلق دیگر احادیث

امام مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس نے خمر پی تھی، پس آپ نے اس کو دو شاخیں چالیس مرتبہ ماریں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو انہوں نے لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: سب سے کم حد اسّی (۸۰) کوڑے ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی (۸۰) کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری: ۶۷۷۳، صحیح مسلم: ۱۷۰۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۳، مسند احمد: ۱۲۸۰۵، ۱۳۸۸۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمر نوشی کے سبب سے درخت کی شاخیں اور جوتے مارے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جب دورِ خلافت آیا اور لوگ سرسبز زمینوں سے اور دیہاتوں سے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم لوگ خمر میں کتنے کوڑے مارنے کی رائے دیتے ہو؟ تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میری رائے ہے کہ آپ اس میں سب سے کم حد کی مثل رکھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی (۸۰) کوڑے مارے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۷۳، صحیح مسلم: ۱۷۰۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۰، مسند احمد: ۱۲۱۴۰)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ ابوساسان سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا، اس وقت ولید کو لایا گیا، اس نے صبح کی نماز دو رکعت پڑھائی، پھر کہا: کیا میں تم کو اور زیادہ رکعات پڑھاؤں؟ پھر اس کے خلاف دو مردوں نے شہادت دی، ان میں سے ایک حمران تھے، انہوں نے کہا کہ اس نے خمر پی ہے، اور دوسرے نے شہادت دی کہ انہوں نے اس کو دیکھا تھا کہ وہ قے کر رہا تھا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے اسی وقت قے کی جب شراب پی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے علی! آپ اٹھیے پس اس کو کوڑے ماریے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے حسن تم اٹھو اور اس کو کوڑے مارو، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی گرمی اس کے سپرد کیجئے جس نے اس کی ٹھنڈک کو حاصل کیا ہے، گویا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس پر ترس آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبداللہ بن جعفر! تم اٹھو اور اس کو کوڑے مارو۔ پس انہوں نے کوڑے مارے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گن رہے تھے حتیٰ کہ جب چالیس کوڑے ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب اٹھ جاؤ، پھر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی (۸۰) کوڑے مارے، اور ان میں سے ہر حد سنت ہے اور میرے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۰۷، سنن ابوداؤد: ۴۴۸۰، ۴۴۸۱، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۱)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جس کسی پر حد قائم کروں اور وہ اس حد سے مر جائے تو مجھے اس سے دل میں رنج نہیں ہوگا سوائے خمر پینے والے کے، کیونکہ اگر وہ مر گیا تو میں اس کی دیت ادا کروں گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حد کی تعداد مقرر نہیں کی۔ (صحیح البخاری: ۶۷۷۸، سنن ابوداؤد: ۴۴۸۶، سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۹) (صحیح مسلم، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خمر پی اس کو کوڑے مارو، اگر وہ چوتھی مرتبہ خمر پیئے تو اس کو قتل کر دو۔ (سنن ترمذی: ۱۴۴۴، مسند احمد ج ۴ ص ۹۵)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا، وہ کہتے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح ہے مگر یہ حکم شروع میں تھا، پھر بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(اسی طرح محمد بن اسحاق نے از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خمر پی اس کو کوڑے مارو، اگر وہ چوتھی بار پھر خمر پیئے تو اس کو قتل کر دو، پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی، آپ نے اس کو کوڑے مارے اور اس کو قتل نہیں کیا، اور اسی طرح زہری نے از قبیصہ از ذؤیب از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی، انہوں نے کہا کہ پس قتل کا حکم منسوخ کر دیا گیا ہے اور پہلے یہ رخصت تھی، اور اس حدیث کے اوپر عام اہل علم کا عمل ہے، ہمیں ان کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں ہے خواہ وہ علماء متقدمین ہوں یا متاخرین ہوں۔ اور اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے، آپ نے فرمایا: کسی مسلمان مرد کا خون کرنا جائز نہیں ہے جو اس کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور جو یہ گواہی دیتا ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے تین

خصلتوں کے: جان کا بدلہ جان ہے، شادی شدہ زانی، اور اپنے دین کو ترک کرنے والا)۔

(سنن ترمذی: ص ۶۰۸۔ ۶۰۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام ترمذی نے اپنی کتاب میں احادیث وارد کرنے کا جو اصول مقرر کیا ہے کہ وہ اسی حدیث کی روایت کریں گے جو کسی نہ کسی امام کا مذہب ہوگا، اور چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کی سزا کسی امام کا مذہب نہیں ہے، تو امام ترمذی نے اس حدیث کو کیسے روایت کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چوتھی بار شراب پینے پر بطور حد قتل کرنا کسی امام کا مذہب نہیں ہے، لیکن اگر اس کو بطور تعزیر قتل کیا جائے تو یہ ائمہ مذاہب کے خلاف نہیں ہے۔ یعنی اس حدیث کو تعزیر پر محمول کیا جائے نہ کہ حد پر۔

۴۔ بَابُ: مَنْ أَمَرَ بِضَرْبِ الْحَدِّ فِي الْبَيْتِ — گھر میں حد مارنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جس شخص نے گھر میں حد مارنے کا حکم دیا، گویا کہ امام بخاری نے اس باب سے ان لوگوں کے رد کا ارادہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ حد خفیہ طریقہ سے نہ ماری جائے۔

اور امام محمد بن سعد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب ان کے بیٹے ابو شحمہ نے مصر میں شراب پی تو حضرت عمرو بن العاص نے ان کو گھر میں حد ماری تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا اور اپنے بیٹے ابو شحمہ کو مدینہ میں حاضر کیا اور ان پر علی الاعلان حد ماری۔ اور علماء نے اس قصہ کو اپنے بیٹے کی تادیب کے مبالغہ پر محمول کیا ہے، نہ اس وجہ سے کہ حد اسی وقت صحیح ہوگی جب وہ کھلم کھلا اور علی الاعلان ماری جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۷۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ جِيءَ بِالنُّعَيْمَانِ أَوْ بِابْنِ النُّعَيْمَانِ شَارِبًا فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ كَانَ بِالْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوهُ قَالَ فَضَرَبُوهُ فَكُنْتُ أَنَا فِيمَنْ ضَرَبَهُ بِالنِّعَالِ۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۶، ۶۷۷۴، ۶۷۷۵، مسند احمد: ۱۸۹۳۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن ابی مُلیکہ از عقبہ بن الحارث، وہ بیان کرتے ہیں کہ نُعیمان یا ابن نُعیمان کو لایا گیا اس حال میں کہ وہ شراب پینے والے تھے، سو نبی ﷺ نے جو لوگ گھر میں تھے ان کو حکم دیا کہ وہ ان کو ماریں، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس گھر والوں نے ان کو مارا اور میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ان کو جوتوں سے مارا۔

صحیح البخاری: ۶۷۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان ہے "گھر میں حد مارنا" اور اس حدیث میں بھی گھر میں حد مارنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوہاب، یہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، یہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی ملیکہ، یہ عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ ہیں، ان کا نام زہیر بن عبداللہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ بن عامر بن نوفل بن عبد مناف ابوسروعہ القرشی المکی، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سنی ہیں، اور اس حدیث کی روایت میں امام بخاری متفرد ہیں۔

یہ حدیث کتاب الوکالت میں از محمد بن سلام گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نُعیمان کو لایا گیا" نُعیمان میں نون پر پیش ہے اور عین پر زبر ہے اور یہ ابن عمرو الانصاری ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یا ابن النُعَیمان کو لایا گیا" یہ راوی کا شک ہے، اور الزبیر بن بکار اور ابن مندہ نے اس حدیث کی دو سندوں سے روایت کی ہے اور اس میں نُعیمان کا بغیر کسی شک کے ذکر ہے۔

حضرت النعیمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اور الزبیر کی روایت میں ہے کہ حضرت نُعیمان رضی اللہ عنہ شراب پیا کرتے تھے، اور حافظ ابن عبدالبر نے ایک جگہ کہا کہ بیشک حضرت نُعیمان رضی اللہ عنہ کو خمر پینے کے سبب سے پچاس مرتبہ سے زیادہ کوڑے مارے گئے اور دوسری جگہ حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ نیک مرد تھے اور ان کا ایک بیٹا تھا جو خمر پینے کا عادی تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوڑے مارے۔ اور حضرت النعیمان رضی اللہ عنہ بہت مذاق کرنے والے تھے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے۔

اور ابن الکلبی نے کہا ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعیمان کو دیکھتے تو اپنے آپ کو ہنسنے سے نہیں روک سکتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا تو حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کاش! تم اس اونٹنی کو نحر کر دیتے (یعنی ذبح کر دیتے) تو ہم اس کا گوشت کھاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قیمت کا تاوان ادا کر دیتے، پس حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ نے اس اونٹنی کو نحر کر دیا، پھر وہ اعرابی نکلا اور اس نے چیخ ماری اور کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) افسوس اونٹنی کو کاٹ ڈالا گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت نُعیمان رضی اللہ عنہ نے کیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور اس اونٹنی کی قیمت کا تاوان ادا کر دیا۔

اور امام محمد بن سعد نے بیان کیا کہ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہے، اور وہ بیت العقبہ میں ستر صحابہ کے ساتھ حاضر تھے اور وہ بدری صحابی تھے۔ اور وہ غزوہ احد، غزوہ خندق اور تمام غزوات میں شریک رہے۔

کثرت شراب نوشی کی وجہ سے حضرت النعیمان رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے کی ممانعت

التوضیح میں علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے لکھا ہے: پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چار یا پانچ مرتبہ کوڑے مارے، تو ایک مرد نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما، یہ کتنی زیادہ مرتبہ شراب پیتا ہے اور اس کو کتنے زیادہ مرتبہ کوڑے لگائے جاتے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ نعیمان کے لیے سوائے خیر کے اور کچھ نہ کہو، کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''شاربا'' اور وہیب کی روایت میں ہے کہ وہ نشہ میں تھے۔

پس اگر تم سوال کرو کہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو اس پر نشہ کی حالت میں حد قائم کی جائے اور یہ ظاہر یہ یعنی غیر مقلدین کا مذہب ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ جمہور کا مذہب اس کے برخلاف ہے اور انہوں نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ اس حدیث سے مراد ان کو مارنے کا سبب بیان کرنا ہے اور جس حال میں ان پر ضرب لگائی گئی اس حال میں بھی ان کا نشہ موجود تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۳۔ ۴۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے اس باب کی جو شرح کی ہے، وہ من وعن فتح الباری ج ۷ ص ۸۳۲ میں مذکور ہے۔ اور علامہ عینی نے اپنی شرح میں اسی سے استفادہ کیا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

فسق کا ارتکاب اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے مانع نہیں ہے

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہو وہ ان کی نافرمانی نہیں کرتا، اور جو نافرمانی کرے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محب نہیں ہوتا۔ اور اللہ اور رسول سے محبت کا معیار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے اور جو ان کی نافرمانی کرے وہ ان کا محب نہیں ہوتا۔ لیکن اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے، کیونکہ حضرت النعیمان رضی اللہ عنہ بار بار شراب پیتے تھے اور ان پر حد لگائی جاتی تھی، اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان پر لعنت نہ کرو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نافرمانی کے ارتکاب کی وجہ سے کسی پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۔ بَابُ: الضَّرْبِ بِالْجَرِيدِ وَالنِّعَالِ شراب پینے والوں کو درخت کی چھلی ہوئی شاخوں اور جوتوں سے مارنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خمر پینے کی حد میں درخت کی چھلی ہوئی شاخوں اور جوتوں سے مارنا جائز ہے۔ امام بخاری نے اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ خمر پینے کی سزا میں درخت کی شاخوں اور جوتوں سے مارنا جائز ہے اور کافی ہے۔ اور علامہ النووی نے

لکھا ہے: اس پر اجماع ہے کہ خمر پینے کی سزا میں درخت کی شاخوں اور جوتوں سے مارنا کافی ہے اور کپڑوں کے اطراف سے مارنا بھی کافی ہے۔ پھر کہا: اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ چابک سے مارنا جائز ہے۔ اور اس کا قول شاذ ہے جس نے کہا ہے کہ چابک سے مارنا شرط ہے، یہ قول غلط ہے اور اس سے احادیث صحیحہ کو ترک کرنا لازم آتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: بعض شافعی ائمہ کا اس میں اختلاف ہے، پس علامہ ابو الطیب اور ان کے موافقین نے اس کی تصریح کی ہے کہ چابک سے مارنا جائز نہیں ہے۔ اور قاضی حسین شافعی نے چابک سے مارنے کو معین کیا اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۷۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِنُعَيْمَانَ أَوْ بِابْنِ نُعَيْمَانَ وَهُوَ سَكْرَانُ فَشَقَّ عَلَيْهِ وَأَمَرَ مَنْ فِي الْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوهُ فَضَرَبُوهُ بِالْجَرِيدِ وَالنِّعَالِ وَكُنْتُ فِيمَنْ ضَرَبَهُ۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۶، ۶۷۷۴، ۶۷۷۵، مسند احمد: ۱۸۹۳۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب بن خالد نے حدیث بیان کی از ایوب از عبد اللہ بن ابی مُلیکہ از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس نُعیمان کو یا ابن نُعیمان کو لایا گیا اور وہ اس وقت نشہ میں تھے، تو نبی ﷺ پر یہ معاملہ دشوار ہوا اور جو لوگ گھر میں تھے آپ نے ان کو حکم دیا کہ اس کو ماریں، سو انہوں نے ان کو درخت کی شاخوں اور جوتوں سے مارا، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے ان کو مارا تھا۔

صحیح البخاری: ۶۷۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ وہی حدیث ہے جو اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے اور وہاں ہم نے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت بیان کر دی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۷۶۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَلَدَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيدِ وَالنِّعَالِ وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خمر پینے کے سبب سے درخت کی شاخوں اور جوتوں سے مارا۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۷۶، صحیح مسلم: ۱۷۰۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۳، سنن ابو داؤد: ۴۴۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۰، مسند احمد: ۱۱۷۲۹، سنن دارمی: ۲۳۱۱)

صحیح البخاری: ۶۷۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بھی اسی طرح ہے جس طرح اس سے پہلے دو بابوں میں گزر چکی ہے۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ اس سے پہلی حدیث میں گزرا ہے کہ نبی ﷺ نے خمر پینے کے سبب سے مارا، اور یہاں پر فرمایا ہے: ''جلد''۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ یہاں پر مراد یہ ہے کہ اس مار کا اثر اس کی جلد یعنی کھال پر پہنچا اور یہ مراد نہیں ہے کہ اس کو کوڑے مارے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مسلم، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور یہ ابن ابراہیم البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، وہ الدستوائی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

۶۷۷۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ قَالَ اضْرِبُوهُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ أَخْزَاكَ اللهُ قَالَ لَا تَقُولُوا هٰكَذَا لَا تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ۔

(صحیح البخاری: ۶۷۸۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۷، مسند احمد: ۷۹۲۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ انس نے حدیث بیان کی از یزید بن الہاد از محمد بن ابراہیم از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی، آپ نے فرمایا: اس کو مارو، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: پس ہم میں سے بعض وہ تھے جو اس کو ہاتھوں سے مارنے والے تھے اور بعض وہ تھے جو اس کو جوتے سے مارنے والے تھے اور بعض وہ تھے جو اس کو کپڑے سے مارنے والے تھے (یعنی کپڑے کا کوڑا بنا کر)، جب وہ واپس ہوئے تو لوگوں میں سے کسی نے کہا: اللہ تجھے رسوا کرے، آپ نے فرمایا: تم اس طرح نہ کہو اور اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔

صحیح البخاری: ۶۷۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اسی طرح مطابقت ہے جس طرح اس سے پہلے احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوضمرہ، ان کا نام انس بن عیاض ہے۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید بن الہاد، اور یہ یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن عبداللہ بن شداد بن الہاد ہیں، حدیث کی سند میں ان کی نسبت ان کے جد اعلیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد بن ابراہیم کا ذکر ہے، یہ ابن الحارث بن خالد التیمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ کا ذکر ہے، ابوسلمہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ اور یزید اور ان کے شیخ اور ان کے شیخ کے شیخ سب مدنی ہیں اور تابعی ہیں۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے بھی کتاب الحدود میں از قتیبہ روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد کو لایا گیا''۔ ایک قول یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ مرد وہ ہو جن کا نام عبداللہ ہے اور ان کا لقب حمار ہے، اور عنقریب اس باب کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان کا ذکر آئے گا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس مرد سے مراد نُعیمان ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی تیسرا شخص مراد ہو۔

اس حدیث میں مارنے کا عدد ذکر نہ کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''اضربوہ'' یعنی اس کو مارو، اس حدیث میں مارنے کا عدد معین نہیں کیا گیا، کیونکہ اس وقت تک شراب نوشی کی حد میں مارنے کی حد معین نہیں ہوئی تھی۔ اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے کے سبب سے کسی حد کو مقرر نہیں فرمایا تھا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد کی کوئی مقدار معین نہیں فرمائی تھی اور کسی عدد مخصوص کے ساتھ اس کو خاص نہیں کیا تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''کسی شخص نے ان کے متعلق کہا: اخزاك الله'' یعنی اللہ تمہیں ذلیل کرے اور رسوا کرے۔ اگر ''خَزِیَ'' کا لفظ ''عَلِمَ یَعلَمُ'' کے باب سے ہو یعنی ''خَزِیَ یَخزیٰ'' تو اس کا معنی ذلیل کرنا اور رسوا کرنا ہے اور اگر یہ ''فَتَحَ یَفتَحُ'' کے باب سے ہو یعنی ''خَزیٰ یَخزیٰ'' تو اس کا معنی ہے: حیاء کرنا۔

بددعا سے منع کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''تم اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو'' یعنی جب تم اس کے خلاف یہ دعا کرو گے کہ اللہ اس کو ذلیل اور رسوا کرے تو تم شیطان کی مدد کرو گے، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کے خلاف بددعا کی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع نہ فرمائیں تو لوگ اس سے متنفر ہوں گے یا اس لئے آپ نے فرمایا کہ پھر یہ وہم ہوگا کہ یہ اس بددعا کا مستحق ہے، پھر شیطان اس کے دل میں وسوسے ڈالے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۵۔۴۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٧٧٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ سَمِعْتُ عُمَيْرَ بْنَ سَعِيدٍ النَّخَعِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه قَالَ مَا كُنْتُ لِأُقِيمَ حَدًّا عَلَى أَحَدٍ فَيَمُوتَ فَأَجِدَ فِي نَفْسِي إِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ فَإِنَّهُ لَوْ مَاتَ وَدَيْتُهُ وَذَلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَسُنَّهُ۔

(صحیح مسلم:١٧٠٧، سنن ابوداؤد:٤٤٨٦، مسند احمد:١٠٢٧)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوحصین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عمیر بن سعید النخعی سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا: میں کسی پر اتنی حد نہیں ماروں گا جس سے وہ مرجائے اور پھر مجھے اپنے دل میں افسوس ہو سوائے خمر پینے والے کے، کیونکہ اگر وہ مر گیا تو میں اس کی دیت ادا کروں گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے کی حد مقرر نہیں فرمائی۔

صحیح البخاری:٦٧٧٨، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے آخری الفاظ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے پر کسی حد کو مقدر اور منضبط نہیں فرمایا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: آپ نے کوڑے مارنے کی تعداد کو معین نہیں فرمایا۔ اور یہ عنوان کے مطابق ہے، کیونکہ اس میں کوئی حد معلوم نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحَصِین (حاء پر زبر اور صاد کے نیچے زیر) ان کا نام عثمان بن عاصم الاسدی الکوفی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عُمیر (عین پر پیش اور میم پر زبر) یہ ابن سعید ہیں اور یہ نخعی ہیں، اسی طرح علامہ کرمانی نے کہا ہے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ ان کا پہلے ذکر نہیں آیا، اور ان کے نام میں ایک روایت سعد کی ہے بغیر یاء اور یہ سہو ہے، اس کو الغسانی نے کہا ہے۔

اور علامہ النووی نے کہا ہے: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے تمام نسخوں میں اسی طرح ہے، اور حمیدی نے کہا ہے: تمام نسخوں میں سعد ہے اور یہ غلط ہے۔ اور "المهذب" میں لکھا ہے عمر بن سعد، یہ سخت غلط ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ امام نسائی اور امام طحاوی نے کہا ہے عُمر (عین پر پیش اور میم پر زبر)۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ عینی فرماتے ہیں: حافظ ابن حجر نے امام طحاوی کی طرف جو منسوب کیا ہے تو انہوں نے ذکر نہیں کیا، کیونکہ میں نے "معانی

الآثار" کی شرح کی ہے اور اس میں عُمیر بن سعید لکھا ہوا ہے جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے اور وہ بہت بڑے تابعی ہیں، ثقہ ہیں اور ۱۱۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

امام طحاوی کے نسخے اتنے منضبط نہیں ہیں اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ ان کے نسخوں میں اختلاف ہو۔ اور اس سے پہلے یہ نہیں گزرا کہ انہوں نے عُمیر کے نام میں حصر کا دعویٰ کیا۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۴۴، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از محمد بن المنہال وغیرہ روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کو از اسماعیل بن موسیٰ روایت کیا ہے اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو از اسماعیل روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ما کنت لاقیم" اس میں لام کے نیچے زیر ہے اور یہ نفی کی تاکید کے لیے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشاد میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ۔ (البقرہ: ۱۴۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاجد" جب کوئی شخص غمگین ہو تو کہا جاتا ہے "وجد الرجل یجد"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الّا صاحب الخمر" یہ استثنیٰ منقطع ہے، یعنی لیکن میں خمر پینے والے پر حد لگانے اور پھر اس کے مرجانے سے غمزدہ ہوتا ہوں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اصل عبارت یوں ہو کہ "میں کسی ایک پر حد قائم کیے جانے سے اس کے مرنے پر ذرہ بھی افسوس نہیں کرتا سوائے اس کے جس نے خمر پی ہو اور وہ حد قائم ہونے سے مرجائے"۔ اس صورت میں یہ استثنیٰ متصل ہوجائے گا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ودیتہ" یعنی میں اس کی دیت ادا کروں گا اور اس کا تاوان دوں گا۔ یہ "ودی یدی دیۃ" سے ماخوذ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لم یسنہ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد کی مقدار کو سنت سے بیان نہیں فرمایا۔ اور سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر کی حد میں کسی چیز کو مقرر نہیں فرمایا، یہ وہ چیز ہے جس کو ہم نے مقرر کیا۔

خمر کی حد کے عدم تعین پر ایک اعتراض

پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ از داناج از حصین بن المنذر از الرقاشی از ابی ساسان از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر میں چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے مارے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اسی (۸۰) کوڑوں کے ساتھ مکمل کیا، اور ان میں سے ہر مقدار سنت ہے، اس حدیث کی امام ابوداؤد نے

بھی از مسدد اسی طرح روایت کی ہے۔ اور اس میں جو مذکور ہے "اور ہر ایک سنت ہے" اس کا معنی یہ ہے کہ چالیس کوڑوں اور اسی کوڑوں میں سے ہر مقدار سنت ہے۔ اور علامہ خطابی نے کہا ہے: تم کہو کہ چالیس کوڑے مارنا سنت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں اس پر عمل کیا ہے، اور اسی (۸۰) کوڑے مارنا بھی سنت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اس پر عمل کیا ہے۔

اعتراضِ مذکور کا علامہ عینی کی طرف سے جواب

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: جب امام طحاوی نے اس حدیث کی روایت کی تو کہا: ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ خمر پینے والے کی حد صرف چالیس کوڑے ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے۔ پھر کہا: اور دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے اس حدیث کا فساد بیان کیا ہے اور انہوں نے اس کا انکار کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے الفاظ میں سے کچھ بھی کہا ہو، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف مروی ہے۔

اس کے بعد امام طحاوی نے عُمیر بن سعید کی حدیث کی روایت کی جو ابھی گزری ہے اور حدیثِ سابق جو کہ داناج از حضین مروی ہے اس کو رد کرنے میں طویل گفتگو کی۔

اور امام طحاوی کے علاوہ دوسرے علماء نے کہا کہ داناج کی حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ صحیح البخاری کی حدیث جو اس باب میں ذکر کی گئی ہے وہ اس کا رد کرتی ہے اور اس کے خلاف ہے۔

خمر پینے والا اگر حد جاری کرنے سے مرجائے تو اس کی دیت اور تاوان میں فقہاء کا اختلاف

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو ارشاد ہے "میں کسی پر حد قائم نہیں کرتا، جو اس سے مرجائے تو مجھے اس پر افسوس ہو سوائے خمر پینے والے پر" اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص حد جاری کرنے سے مرجائے اس کا قصاص نہیں لیا جائے گا۔

اور ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اس کے مرجانے کی وجہ سے امام کے اوپر دیت لازم نہیں ہے اور اس پر کفارہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بیت المال پر کفارہ ہے، لیکن جو شخص تعزیر جاری کرنے کی وجہ سے مرجائے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ پس امام شافعی نے کہا: اس کی دیت امام کی عاقلہ (یعنی اس کے عصبات) پر ہے اور اس پر (یعنی امام پر) کفارہ ہے، اور دوسرا قول ہے کہ بیت المال پر کفارہ ہے، اور جمہور علماء کا قول ہے کہ اس میں کسی پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں):

جب خمر پینے والے پر حد جاری کرنے سے وہ مرجائے تو اس کے متعلق کئی اقوال ہیں:

امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے: امام کے اوپر کوئی ضمان نہیں ہے اور اس کو قتل کرنا حق ہے۔

اور امام شافعی نے کہا ہے: اگر کپڑے کی اطراف سے یا جوتوں سے خمر پینے والے کو مارا جائے اور وہ مرجائے تو امام ضامن نہیں ہوگا، یہ امام شافعی کا قولِ واحد ہے۔ اور اگر اس کو کوڑوں سے مارا ہے تو پھر امام ضامن ہوگا، اور ضمانت کی صفت میں دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ وہ مکمل دیت کا ضامن ہوگا، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ صرف اس صورت میں ضامن ہوگا جب کہ اس

کے مارنے کا درد جوتوں کے ساتھ مارنے سے زیادہ ہو۔

اور امام شافعی سے یہ بھی روایت ہے: اگر اس کو جوتوں سے مارا اور کپڑوں کی اطراف سے مارا جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ یہ چالیس کوڑوں کو نہیں پہنچتا یا پہنچتا ہے یا اس سے متجاوز نہیں ہوتا، پھر وہ مر گیا تو اس کو قتل کرنا برحق ہے۔ پس اگر اس طرح سے ہو تو نہ اس کا قصاص ہے اور نہ دیت ہے اور نہ امام پر کفارہ ہے۔ اور اگر اس کو چالیس کوڑے مارے، پھر وہ مر گیا تو اس کی دیت امام کے عاقلہ پر ہے بیت المال پر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۶۔۴۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۷۹۔ حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُعَيْدِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنَّا نُؤْتَى بِالشَّارِبِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَإِمْرَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ فَنَقُومُ إِلَيْهِ بِأَيْدِينَا وَنِعَالِنَا وَأَرْدِيَتِنَا حَتَّى كَانَ آخِرُ إِمْرَةِ عُمَرَ فَجَلَدَ أَرْبَعِينَ حَتَّى إِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوا جَلَدَ ثَمَانِينَ۔

(مسند احمد: ۱۵۲۹۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از الجعید از یزید بن خصیفہ از حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتداء میں ہمارے پاس شراب پینے والے کو لایا جاتا تو ہم اس کو اپنے ہاتھوں سے اور اپنے جوتوں سے اور اپنی چادروں سے مارتے، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں انہوں نے (شراب پینے والے کو) چالیس کوڑے مارے یہاں تک کہ جب شراب پینے والوں نے سرکشی کی اور فسق کیا تو انہوں نے اسّی کوڑے مارے۔

صحیح البخاری: ۶۷۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیثِ مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حسبِ سابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں الجُعَید کا ذکر ہے (جیم پر پیش ہے اور عین پر زبر ہے اور یہ جعد کی تصغیر ہے)، یہ ابن عبدالرحمٰن التابعی ہیں اور یہ صغار تابعین میں سے ہیں۔ اور امام بخاری کی یہ سند انتہائی عالی سند ہے کیونکہ امام بخاری اور اس تابعی کے درمیان صرف ایک راوی ہے (اور وہ مکی بن ابراہیم ہیں) سو یہ حدیث ثلاثیات کے حکم میں ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں یزید بن خُصَیفہ کا ذکر ہے (خاء پر پیش ہے اور صاد پر زبر ہے) یہ کوفی ہیں، اور سائب بن یزید بھی کوفی ہیں اور کندی ہیں۔ اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کنا نؤتی" یہ مجہول کا صیغہ ہے۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت سائب بن یزید نبی ﷺ کے عہد میں بہت چھوٹے تھے اور ان کی عمر اس وقت چھ سال تھی، تو انہوں نے کس طرح اپنے آپ کو ان حاضرین کی جماعت میں داخل کیا جب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خمر پینے والے کو لایا گیا تھا؟

علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت سائب رضی اللہ عنہ نے جو کہا کہ "ہمارے پاس شراب پینے والے کو لایا جاتا تھا" اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ صحابہ کے پاس لایا جاتا تھا، تاہم یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اس وقت اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوں یا کسی اور کے ساتھ حاضر ہوں، پس ان صحابہ کے شریک ہوں اور یہ اسناد بر بنائے حقیقت ہو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وامرة ابی بکر" (امرة میں ہمزہ کے نیچے زیر ہے اور میم ساکن ہے) یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارت اور ان کی خلافت میں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وصدرًا من خلافة عمر" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واردیتنا" یہ رداء کی جمع ہے، یعنی ہم اپنی چادروں کا کوڑا بنا کر اس سے مارتے تھے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "حتٰی اذا عتوا" یعنی جب خمر پینے والوں نے خمر پینے میں بہت زیادتی اور سرکشی کی اور فساد کی انتہاء کو پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر ہو گئے اور خمر پینے سے باز نہ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارے۔

اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس زمانہ کو پالیتے تو ان کو اسی (۸۰) سے دگنے کوڑے مارتے۔

امام عبدالرزاق نے سندِ صحیح کے ساتھ بزرگ تابعی عبید بن عُمیر سے جو حضرت سائب رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مثل ہے روایت کی ہے اور اس میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو چالیس کوڑے مارے، پھر جب دیکھا کہ وہ باز نہیں آرہے تو ان کو ساٹھ (۶۰) کوڑے مارے، پس جب دیکھا کہ وہ اب بھی باز نہیں آرہے تو ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارے اور فرمایا: یہ کم سے کم حد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۷۹۔ ۶۷۷۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خمر پینے کی حد کے متعلق متعدد روایات

امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو لوگ سبزہ زاروں اور بستیوں سے قریب آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے کہا: آپ لوگ خمر کی حد میں کتنے کوڑے لگانے کی رائے دیتے ہیں؟ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ اس کو سب سے کم حد کی مثل کوڑے مارے جائیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی (۸۰) کوڑے مارے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۰۶، کتاب الحدود، باب حد الخمر)

اور امام مسلم کی دوسری روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمر پینے کے سبب سے درخت کی چھلی ہوئی شاخوں اور جوتوں کو چالیس بار مارتے تھے۔(صحیح مسلم:۱۷۰۶)

اور امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جو نشہ میں تھا تو آپ نے بیس مردوں کو حکم دیا، پس ہر مرد نے اس کو جوتوں سے اور درخت کی شاخوں سے دو دو مرتبہ مارا۔(السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۱۷، رقم:۱۷۵۲۲)

امام ابوداؤد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تلقین کرو اور کچھ لوگ آگے بڑھ کر اسے کہہ رہے تھے: کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے، کیا تمہیں اللہ کا خوف نہیں ہے، کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیاء نہیں کرتے اور ایک روایت میں ہے، آپ نے فرمایا: لیکن تم کہو: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔(سنن ابوداؤد:۴۴۷۸)

اور امام بخاری نے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس پر اسی (۸۰) کوڑے ماریں۔(صحیح البخاری:۳۶۹۶، کتاب فضائل الصحابہ، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)

اور امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے الولید بن عقبہ کو کوڑے مارے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گن رہے تھے حتیٰ کہ جب چالیس تک تعداد پہنچی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رُک جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے مارے اور ان میں سے ہر ایک سنت ہے اور یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔(صحیح مسلم:۱۷۰۷، کتاب الحدود، باب حد الخمر)

اور امام بیہقی روایت کرتے ہیں: جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ لوگ شراب پینے میں بہت غلو کر رہے ہیں اور سزا کو کم سمجھ رہے ہیں، تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جب آدمی کو نشہ ہوتا ہے تو وہ ہذیان بکتا ہے اور جب وہ ہذیان بکتا ہے تو تہمت لگاتا ہے اور تہمت لگانے والے کی حد اسی کوڑے ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کسی کمزور مرد کو لایا جاتا جس میں لغزش ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر چالیس کوڑے مارتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی کوڑے بھی مارے ہیں اور چالیس کوڑے بھی مارے ہیں۔

(السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۲۰، رقم:۱۷۵۳۹)

امام شافعی نے از معمر از الزہری از عبدالرحمٰن بن ازہر روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شراب پینے والے کو لایا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کو مارو، تو صحابہ نے اس کو ہاتھوں اور جوتوں اور کپڑوں کی اطراف سے مارا اور اس پر مٹی ڈالی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تلقین کرو، سو انہوں نے تلقین کی اور اس کو چھوڑ دیا۔ پھر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے حاضرین سے کوڑے مارنے کی تعداد کے متعلق سوال کیا تو چالیس کوڑے بتائے، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات میں شراب پینے والے کو چالیس کوڑے مارے حتیٰ کہ لوگ پے در پے خمر پینے لگے تو اسی کوڑے مارے۔

(مسند الشافعی بترتیب السندی ج ۲ ص ۹۰، رقم الحدیث:۲۹۲)

انس بن عیاض نے کہا کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اس میں اختلاف ہے اور ازہر کی حدیث میری رائے میں محفوظ نہیں ہے۔ اور اس باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور ابو حاتم اور ابو زرعہ نے کہا:

اس حدیث کو الزہری نے ابن الازہر سے نہیں سنا۔ (علل الترمذی الکبیر ج ۲ ص ۶۰۶۔ ۶۰۴ علل ابن ابی حاتم ج ۱ ص ۴۴۷۔ ۴۴۶)

میں کہتا ہوں: خلاصہ یہ ہے کہ مسند الشافعی کی حدیث ضعیف ہے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسی (۸۰) کوڑے نہیں مارے تھے، اسی (۸۰) کوڑے مارنے کی ابتداء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے ہوئی ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)۔

امام الدارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ عکرمہ کے مولیٰ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں شراب پینے والوں کو ہاتھوں سے، جوتوں سے اور لاٹھیوں سے مارا جاتا تھا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت آئی، انہوں نے چالیس (۴۰) کوڑے مارے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا یہاں تک کہ ان کے پاس مہاجرین میں سے ایک مرد آیا اور اس نے اس آیت سے استدلال کیا:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْۤا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۟ (المائدہ: ۹۳)

ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی بشرطیکہ وہ اللہ سے ڈرتے رہے اور ایمان پر برقرار رہے اور نیک عمل کرتے رہے، پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور بدستور ایمان پر قائم رہے پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور اچھے کام کرتے رہے اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے O

وہ مہاجر مرد غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں حاضر ہوا تھا۔

(خلاصہ یہ ہے کہ اس مہاجر نے یہ استدلال کیا تھا کہ اگر کوئی مومن شراب پی لے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ کھا پی چکے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی)۔

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیات ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں جو دنیا سے جا چکے تھے اور انہوں نے شراب کی تحریم سے پہلے شراب پی تھی اور پھر فوت ہو گئے تھے۔

اور اب لوگوں پر خمر کی تحریم میں حجت یہ آیت ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (المائدہ: ۹۰)

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں، شیطانی کاموں سے ہیں، سو تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم کامیاب ہو O

پس اگر وہ شخص ایمان والوں میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شراب پینے سے منع کر دیا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے سچ کہا، اب آپ کی کیا رائے ہے؟ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب وہ شراب پیتا ہے تو اس کو نشہ ہوتا ہے اور جب نشہ ہوتا ہے تو وہ ہذیان بکتا ہے اور جب وہ ہذیان بکتا ہے تو جھوٹی تہمت لگاتا ہے اور جھوٹی تہمت لگانے والوں کی سزا اسی (۸۰) کوڑے ہے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس کو اسی (۸۰) کوڑے لگائے گئے۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۶۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور صحابہ کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خمر پی اس کو کوڑے

مارو، پھر اگر اس نے خمر پی تو اس کو کوڑے مارو، پھر اگر اس نے خمر پی تو اس کو کوڑے مارو، پھر اگر اس نے خمر پی تو اس کو قتل کردو۔ (سنن نسائی ج ۸ ص ۳۱۳)

امام ابوداؤد کی روایت میں پانچویں بار خمر پینے پر قتل کرنے کا حکم ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۸۳)

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ امام ابوداؤد کی روایت صحیح نہیں ہے، صحیح صرف چوتھی بار خمر پینے پر قتل کرنے کا حکم ہے۔ اور پانچویں بار قتل کرنے کا حکم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے جس کو حمید بن یزید نے روایت کیا ہے۔ (المحلیٰ ج ۱۱ ص ۳۶۷۔۳۶۶)

امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سندِ جید کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ آپ نے چوتھی بار خمر پینے پر فرمایا: اگر وہ دوبارہ پیئے تو اس کی گردن ماردو۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۲)

خمر کی حد میں اختلافِ فقہاء

امام مالک اور ان کے اصحاب، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، ثوری، فقہاء کوفہ اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ خمر کی حد اسّی (۸۰) کوڑے ہے۔

اور امام شافعی، ابوثور اور اہل الظاہر نے کہا ہے کہ خمر کی حد چالیس کوڑے ہے۔ اور امام احمد سے خمر کی حد کے متعلق دو روایتیں ہیں۔

اور ہم نے جو جمہور کا مذہب بیان کیا ہے، یہ اس کے مطابق ہے جو علامہ ابن بطال اور علامہ ابن التین نے ذکر کیا ہے۔ اور حافظ ابوعمر نے بھی یہی کہا ہے کہ متقدمین اور متاخرین علماء میں سے جمہور کا یہی قول ہے۔

اور حافظ ابوعمر نے نیز کہا کہ یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور یہی الاوزاعی، عبید اللہ بن حسن، حسن بن حی، اسحاق اور امام احمد کا قول ہے۔ (الاستذکار ج ۲۴ ص ۲۶۹)

اور مسدد نے بیان کیا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عروبہ نے حدیث بیان کی از الداناج از حضین بن المنذر الرقاشی ابی ساسان از حضرت علی رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے پر چالیس کوڑے مارے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی (۸۰) کوڑے مکمل کر دیئے اور ان میں سے ہر ایک سنت ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۸۱)

اور عبدالعزیز بن المختار نے الداناج سے روایت کی ہے از حضین بن المنذر، انہوں نے بیان کیا: میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا تو ولید بن عتبہ کو لایا گیا اور اس نے اہلِ کوفہ کو نماز پڑھائی، تو حمران نے اس کے خلاف شہادت دی اور ایک اور مرد نے۔ ان میں سے ایک نے شہادت دی کہ اس نے ولید کو شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے اور دوسرے نے شہادت دی کہ اس نے ولید کو قے کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اس نے قے اس وقت کی جب اس نے شراب کو پیا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اس پر آپ حد قائم کریں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے ولید کو کوڑے مارے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گن رہے تھے حتیٰ کہ جب چالیس کوڑے ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب رک جاؤ، پھر فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی (۸۰) کوڑے مارے اور ان میں سے ہر ایک سنت ہے اور یہی مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۰۷، کتاب الحدود، باب حد الخمر)

دوسرے علماء نے کہا ہے کہ داناج کی حدیث صحیح نہیں ہے اور انہوں نے اس کا انکار کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کوئی بات فرمائی ہو، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف حدیث مروی ہے۔ اور اس باب میں جو صحیح البخاری کی حدیث ہے وہ بھی داناج کی حدیث کا رد کرتی ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔

اور سفیان نے عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس نجاشی کو لایا گیا جس نے رمضان میں شراب پی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو اسی (۸۰) کوڑے مارے اور پھر اس کو قید میں ڈالنے کا حکم دیا، پھر دوسرے دن اس کو مزید بیس (۲۰) کوڑے مارے اور کہا کہ یہ بیس کوڑے اس وجہ سے ہیں کہ اس نے رمضان کی حرمت کو پامال کیا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۸۲)

اور ابن شہاب سے روایت ہے از حُمید بن عبدالرحمٰن کہ بنو کلب کا ایک مرد تھا جس کو ابن وبرہ کہا جاتا تھا، اس کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، پس ان کے پاس حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کو پایا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ خمر پینے میں مستغرق ہو گئے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اردگرد صحابہ سے پوچھا: آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! جب اس شخص کو نشہ آتا ہے تو وہ ہذیان بکتا ہے اور جب وہ ہذیان بکتا ہے تو وہ تہمت لگاتا ہے اور تہمت لگانے کی حد اسی کوڑے ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے بھی اسی کی موافقت کی۔ (المستدرک ج ۴ ص ۳۷۵)

پس کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب خمر کی حد کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اپنی رائے سے اس کی حد کا استنباط کیا اور اس کی حد تہمت لگانے والے کی حد کی مثل قرار دی۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسی حدیث ہوتی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر کی حد کو بیان فرمایا ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے وہ کافی تھی اور وہ اپنا اجتہاد نہ کرتے اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے پاس اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صریح حدیث ہوتی تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر انکار کرتے، لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف داناج کی اس حدیث کی نسبت کیسے صحیح ہوگی جس میں یہ ذکر ہے کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے مارے اور ان میں سے ہر ایک سنت ہے اور یہ مجھے زیادہ پسندیدہ ہے“۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر میں کسی حد کو مقرر نہیں کیا۔ اور حضرت عقبہ بن حارث، حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے پر ضرب کی کسی حد کو مقرر نہیں فرمایا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ اس کو مارو۔ اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے غور وفکر کر کے مارے۔

پس ان تمام دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خمر کی حد کو اسی کوڑے مقرر کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھا۔ اور صحابہ کا اس پر اجماع منعقد ہو گیا، ان میں حضرت عثمان، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم تھے۔ اور اس موقع پر حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم بھی حاضر تھے۔ اور چونکہ صحابہ کرام کا اجماع خطاء سے معصوم ہے اس لیے خمر کی حد اسی کوڑے ہونے پر اجماع ہو گیا، جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ مصحف پر اجماع ہو

گیا تھا اور اس کے ماسوا مصاحف کو منع کر دیا تھا۔ پس خمر کی حد اسی کوڑے ہونے پر اجماع ہو گیا اور اس کی حجت لازم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۟ (النساء:۱۱۵)

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور (تمام) مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے O

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جس کام کو مسلمان اچھا قرار دیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(مسند احمد ج ا ص ۳۷۹، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۷۹۔۷۸)

اور اس لیے بھی کہ صحابہ کرام کا اجماع خطاء سے معصوم ہے۔

اسی طرح حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا کہ خمر کی حد اسی کوڑے ہے اور ان کا اس مسئلہ میں کوئی مخالف نہیں تھا۔ اور تابعین کی ایک جماعت اور جمہور فقہاء مسلمین کا یہی مذہب ہے۔ اور انہوں نے کہا: جو اس میں اختلاف کرے گا اس کا اختلاف شاذ قرار دیا جائے گا اور جمہور کے دلائل سے وہ مردود ہو گا۔ (الاستذکار ج ۲۴ ص ۲۷۷)

امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ ھ نے بھی اسی کی مثل لکھا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۵۸)

حالتِ نشہ میں حد قائم کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

حضرت النعیمان رضی اللہ عنہ کو حالتِ نشہ میں حد ماری گئی تھی اور ان کے نشہ اترنے تک حد کو موخر نہیں کیا گیا تھا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ جو بھی گھر میں ہیں وہ ان کو ماریں اور اس کو موخر نہیں کیا کہ ان کا نشہ اتر جائے۔

اور جمہور علماء کا اس میں اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ حد کو موخر کیا جائے حتیٰ کہ شراب پینے والے کا نشہ اتر جائے اور یہ امام مالک، امام شافعی، ثوری اور فقہاء کوفہ کا مذہب ہے۔ انہوں نے کہا کہ حد کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے تا کہ دوسروں کو عبرت ہو اور جس پر حد جاری کی جائے اس کو درد اور اذیت ہو اور وہ دوبارہ اس کے ارتکاب سے باز آ جائے اور جو شخص نشہ میں ہو اس کو تو اس کی عقل نہیں ہوتی، پس یہ جائز نہیں ہے کہ جس شخص کو درد کا احساس نہ ہو اور درد کا ادراک نہ ہو اس پر حد قائم کی جائے۔

(الاشراف ج ۳ ص ۶۰، المغنی ج ۱۲ ص ۵۰۶۔۵۰۵)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت النعیمان رضی اللہ عنہ کو حالتِ نشہ میں مارنے کا حکم دیا تھا تو ان فقہاء کے نزدیک آپ کا یہ حکم خصوصیت پر محمول ہے۔

چوتھی بار خمر پینے پر قتل کے حکم کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ الحازمی نے اپنی ناسخ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ چوتھی بار خمر پینے پر قتل کر دیا جائے، انہوں نے کہا: میں نے یہ حدیث ابن المنکدر کو بیان کی تو انہوں نے کہا: اس حکم پر عمل کو ترک کر دیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ابن النعیمان کو لایا گیا، اس کو تین مرتبہ کوڑے مارے گئے، پھر چوتھی مرتبہ ان کو شراب پینے پر لایا گیا تو آپ نے ان کو کوڑے مارے

اور اس پر اضافہ نہیں کیا۔ (الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ ص ۱۵۵۔۱۵۶)

اور امام نسائی نے از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مرد خمر پیئے تو اس کو کوڑے مارو، پس اگر دوبارہ پیئے تو پھر اس کو کوڑے مارو، پس اگر چوتھی مرتبہ پیئے تو اس کو قتل کر دو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم میں سے ایک مرد کو لایا گیا تو آپ نے اس کو قتل نہیں کیا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۲۸۳، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، تحفۃ الاشراف: ۳۰۷۳)

نیز امام نسائی نے از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خمر پی اس کو مارو، پس اگر اس نے دوبارہ پی تو پھر اس کو مارو، پھر اگر اس نے سہ بارہ پی تو پھر اس کو مارو، پھر اگر اس نے چوتھی بار پی تو اس کی گردن اڑا دو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نُعیمان رضی اللہ عنہ کو چار مرتبہ مارا، تو مسلمانوں نے اس سے یہ سمجھا کہ حد واقع ہو گئی اور قتل کا حکم اٹھا لیا گیا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۲۸۴، موسسۃ الرسالہ، بیروت)

امام شافعی نے کہا کہ اس حدیث اور دوسری حدیث سے قتل کا حکم منسوخ کر دیا گیا ہے اور یہ وہ حکم ہے کہ اہلِ علم میں سے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔ (الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ ص ۱۵۶)

امام طحاوی نے کہا: اس سے ثابت ہو گیا کہ چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۶۱)

علامہ حمد بن محمد الخطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ، نے کہا ہے: کبھی کسی وعید کا حکم وارد ہوتا ہے اور اس سے فعل کے وقوع کا ارادہ نہیں کیا جاتا اور اس سے صرف یہ قصد کیا جاتا ہے کہ لوگوں کو ڈرایا جائے اور اس فعل سے باز رکھا جائے جیسا کہ درج ذیل حدیث ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اس کو قتل کر دیں گے اور جس نے اپنے غلام کی ناک کاٹی ہم اس کی ناک کاٹ دیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۵، سنن ترمذی: ۱۴۱۴، سنن نسائی: ۴۷۵۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۳)

اور اگر کوئی شخص اپنے غلام کو قتل کر دے یا اس کی ناک کاٹ دے تو نہ اس کو قتل کیا جائے گا اور نہ اس کی ناک کاٹی جائے گی اور اس پر اتفاق ہے۔ (معالم السنن ج ۳ ص ۲۹۳)

نیز امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ از قبیصہ بن ذؤیب روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے خمر کو پیا اس کو کوڑے مارو، پس اگر دوبارہ پیئے تو پھر کوڑے مارو، پس اگر سہ بارہ پیئے یا چوتھی بار پیئے تو اس کو قتل کر دو، پھر آپ کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس نے خمر پی تھی تو آپ نے اس کو کوڑے مارے، پھر دوبارہ لایا گیا تو پھر کوڑے مارے، پھر سہ بارہ لایا گیا تو پھر آپ نے اس کو کوڑے مارے، پھر چوتھی بار لایا گیا تو پھر آپ نے اس کو کوڑے مارے اور قتل کا حکم اٹھا دیا، پس یہ رخصت تھی۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۸۵، سنن ترمذی: ۱۴۴۴)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

عام اہلِ علم کا اس حدیث پر عمل ہے اور ہمیں ان کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں ہے نہ متقدمین میں اور نہ متاخرین میں، اور جو چیز اس کی تقویت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد اسانید کے ساتھ روایت ہے کہ کسی مسلمان مرد کو جو اس بات کی گواہی

دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اس کو قتل کرنا تین خصلتوں کے سوا جائز نہیں ہے، جان کا بدلہ جان، شادی شدہ زنا کرنے والا اور دین کو ترک کرنے والا۔ (سنن ترمذی: ۶۰۷۔۶۰۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

امام ترمذی نے اپنی جامع کے اخیر میں لکھا ہے: اس کتاب میں جتنی بھی احادیث روایت کی گئی ہیں ان سب پر کسی نہ کسی امام کا عمل ہے سوا دو حدیثوں کے۔ ایک حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کو مدینہ میں جمع کر کے پڑھا اور دوسری یہ حدیث ہے کہ جب کوئی شخص خمر کو پیئے تو اس کو کوڑے مارو، پس اگر وہ چوتھی بار دوبارہ پیئے تو اس کو قتل کر دو، یہ حکم ابتداء میں تھا، پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا، اسی طرح امام اسحاق نے از ابن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے اور اس میں اہلِ علم کا اختلاف نہیں ہے نہ متقدمین کا اور نہ متاخرین کا۔ اور اس حدیث کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ صحیح حدیث میں ہے:

کسی مسلمان مرد کو قتل کرنا صرف تین خصلتوں میں سے ایک خصلت کی وجہ سے جائز ہے۔ الحدیث

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی وجہ سے زائل کر دیا گیا ہے اور عام اہلِ علم کے اجماع کی وجہ سے۔ اہلِ حجاز اور عراق اور شام اور تمام اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

اگر امام کے حد جاری کرنے سے کوئی شخص مر جائے تو اس کے متعلق فقہاء کے اقوال

امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے کہ امام کے اوپر اس کی ضمانت نہیں ہے اور اس کو قتل کرنا برحق ہے۔ اور امام شافعی سے منقول ہے کہ اس پر بالکل ضمان نہیں ہے اور اگر امام نے اس کو کوڑے مارے ہوں اور پھر مر جائے تو وہ ضامن ہوگا۔

اور ضمانت کی تفصیل میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس کی پوری دیت دینی ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ امام صرف اس صورت میں ضامن ہوگا جب اس کی ضرب جوتوں کے مارنے سے زیادہ ہو۔

نیز امام شافعی سے روایت ہے کہ اگر اس کو جوتوں سے مارا یا کپڑوں کے اطراف سے مارا اور یہ معلوم تھا کہ یہ مارنا چالیس کے عدد کو نہیں پہنچا یا چالیس سے متجاوز نہیں ہوا، پھر وہ مر گیا تو اس کا قتل برحق ہے اور اگر اس طرح ہوا تو امام کے اوپر نہ دیت ہے نہ قصاص ہے اور نہ کفارہ ہے۔ اور اگر امام نے اس کو چالیس کوڑے مارے اور پھر وہ مر گیا تو اس کی دیت امام کے عاقلہ پر ہے بیت المال پر نہیں ہے۔ (المغنی ج ۱۲ ص ۵۰۵۔۵۰۳، الاشراف ج ۳ ص ۵۹)

اگر کسی شخص نے خمر پینے کا اقرار کیا اور اس سے بدبو نہیں پائی گئی تو امام ابوحنیفہ نے کہا: اس پر حد نہیں لگائی جائے گی اور دوسرے فقہاء نے کہا: اس پر حد لگائی جائے گی۔ اور اگر اس سے بدبو پائی گئی اور اس نے اقرار نہیں کیا تو اس پر حد نہیں ہوگی، امام مالک کا اس میں اختلاف ہے۔ (المغنی ج ۱۲ ص ۵۰۲۔۵۰۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۸۔۳۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

٦- بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنْ لَعْنِ شَارِبِ الْخَمْرِ وَإِنَّهُ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنَ الْمِلَّةِ

خمر پینے والے پر لعنت کرنے کا مکروہ ہونا اور یہ کہ وہ ملتِ اسلام سے خارج نہیں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خمر پینے والے پر لعنت کرنا مکروہ ہے اور گویا کہ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ ارادہ کیا ہے کہ ان دو حدیثوں میں موافقت بیان کی جائے۔ ان میں سے ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص خمر پیتا ہے وہ اس حال میں مومن نہیں ہوتا اور یہاں اس حدیث میں ہے کہ جو شخص خمر پیئے اس پر لعنت نہ کی جائے۔ اس وجہ سے اس پہلی حدیث میں یہ ارادہ کیا جائے گا کہ وہ شخص جو شراب پیتا ہے وہ اس وقت کامل مومن نہیں ہوتا اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، اور یہی اس عنوان کا معنی ہے کہ خمر پینے والا ملتِ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، پس جب وہ ملتِ اسلام سے خارج نہیں ہوتا تو اس کا مستحق نہیں ہوتا کہ اس پر لعنت کی جائے۔

اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے معصیت کے مرتکبین پر لعنت فرمائی ہے

ان میں سے مصورون (یعنی تصویریں بنانے والوں) پر آپ نے لعنت فرمائی ہے اور ان پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کریں اور ان کے علاوہ اور بھی ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارتکابِ معصیت کی وجہ سے لعنت فرمائی ہے۔

علامہ عینی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت کرنے کا ارادہ فرمایا جو معصیت کے فعل پر لازم ہوں اور اس سے توبہ نہ کرتے ہوں تاکہ اس کے فعل سے باز آئیں۔ اور یہاں جس پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی حد جاری کر دی گئی تھی اور حد اس کو گناہوں سے پاک کر دیتی ہے اس لیے آپ نے اس پر لعنت کرنے سے منع فرمایا کہ کہیں شیطان اس کے دل میں یہ وسوسہ نہ ڈالے کہ جس پر آپ کے سامنے لعنت کی گئی اور آپ نے اس لعنت کو متغیر نہیں کیا اور نہ اسے منع کیا تو وہ آخرت میں اس کی سزا کا مستحق ہوگا۔ اور چونکہ آپ نے منع نہیں کیا تو گویا آپ نے اس لعنت کو برقرار رکھا اور اس کی تقویت کی۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن بعض معاصی پر لعنت فرمائی ہے تو وہ ان معاصی کی جنس پر لعنت فرمائی ہے تاکہ لوگ اس کو ترک کریں اور کسی شخصِ معین پر لعنت نہیں فرمائی۔ اور بعض علماء نے معین شخص پر لعنت کرنے سے مطلقاً منع کیا ہے اور غیر معین پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس پر لعنت کی وجہ سے لوگ اس فعل کے ارتکاب سے دور رہیں گے۔ اور اگر معین شخص پر لعنت کی جائے تو اس میں اس کو ایذاء پہنچانا ہے اور اس کو گالی دینا ہے اور مسلمان کو اذیت پہنچانے سے ممانعت ثابت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۱۸۔ ۲۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۸۰۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ حَدَّثَنِی اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِی خَالِدُ بْنُ یَزِیدَ عَنْ سَعِیدِ بْنِ أَبِی هِلَالٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِیهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا عَلَی عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ کَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللهِ وَکَانَ یُلَقَّبُ حِمَارًا وَکَانَ یُضْحِكُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ قَدْ جَلَدَهُ فِی الشَّرَابِ فَأُتِیَ بِهِ یَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اللَّهُمَّ الْعَنْهُ مَا أَکْثَرَ مَا یُؤْتَی بِهِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا تَلْعَنُوهُ فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ إِنَّهُ یُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ۔

(تحفۃ الاشراف: ۱۰۳۹۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے خالد بن یزید نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی ہلال از زید بن اسلم از والد خود از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے عہد میں ایک مرد کا نام عبداللہ تھا اور اس کو حمار (گدھا) کا لقب دیا جاتا تھا، اور وہ رسول اللہ ﷺ کو ہنساتا تھا، اور جب وہ شراب پیتا تو نبی ﷺ اس کو کوڑے مارتے تھے، پس ایک دن اس کو لایا گیا تو آپ کے حکم سے اس کو کوڑے مارے گئے، تو صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما، اس کو کتنی زیادہ مرتبہ لایا جاتا ہے! پس نبی ﷺ نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو، پس اللہ کی قسم! مجھے صرف یہی علم ہے کہ یہ مرد اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۷۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے "شراب پینے والے پر لعنت کرنے کی ممانعت" اور اس باب کی حدیث میں بھی یہی ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن بکیر کا ذکر ہے، بُکَیر بکر کی تصغیر ہے اور وہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر ابوزکریا المخزومی المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد بن یزید، یہ الجملی الفقیہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن ابی ہلال، یہ اللیثی المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زید بن اسلم، یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، یہ اپنے باپ اسلم سے روایت کرتے ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، حبشی اور بخاری تھے اور عین التمر کے قیدیوں میں تھے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو گیارہ ہجری (۱۱ھ) میں مکہ میں خرید لیا تھا، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اس لیے مکہ بھیجا تھا کہ وہ لوگوں کو حج کرائیں۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وکان یلقب حمارا" شاید کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس لقب کو مکروہ نہیں جانتے تھے اور وہ اس لقب

کے ساتھ مشہور ہو گئے تھے۔اور حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے: کہ یہ وہی ہیں جو ابن النعیمان ہیں جن کا ذکر حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھی کی کپی اور شہد کی کپی ہدیہ میں بھیجتے تھے، پھر جب وہ شہد والا اور گھی والا آتا اور ان سے شہد اور گھی کا تقاضا کرتا تو یہ کہتے: یارسول اللہ! اس کے سامان کی قیمت عطا کیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے پر اضافہ نہیں فرماتے تھے اور اس کی قیمت عطا کرنے کا حکم دیتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی روایت امام ابویعلی الموصلی نے از ہشام بن سعد از زید بن اسلم کی سند سے کی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنساتے تھے''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام اور عالم کو کبھی کبھی کسی حق بات پر ہنسانا جائز ہے اور کسی باطل بات پر ہنسانا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''قوم میں سے ایک مرد نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما، اسے کتنی زیادہ دفعہ شراب نوشی کی بناء پر لایا جاتا ہے!'' اس مرد سے مراد کون ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے، کیونکہ الواقدی کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اسی طرح اس روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ایسا نہ کہو کیونکہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فواللہ ما علمت الا انہ یحب اللہ و رسولہ'' یعنی جس مرد کا لقب حمار ہے پس وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

شارحین نے اس پر بحث کی ہے کہ اس حدیث میں ''ما'' نافیہ ہے یا موصولہ ہے یا زائدہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۹۔ ۴۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٧٨١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِسَكْرَانَ فَأَمَرَ بِضَرْبِهِ فَمِنَّا مَنْ يَضْرِبُهُ بِيَدِهِ وَمِنَّا مَنْ يَضْرِبُهُ بِنَعْلِهِ وَمِنَّا مَنْ يَضْرِبُهُ بِثَوْبِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ رَجُلٌ مَا لَهُ أَخْزَاهُ اللهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَكُونُوا عَوْنَ الشَّيْطَانِ عَلَى أَخِيكُمْ۔

(صحیح البخاری: ۶۷۷۷، ۶۷۸۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۷، مسند احمد: ۷۹۲۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن الہاد نے حدیث بیان کی از محمد بن ابراہیم از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو نشہ کی حالت میں لایا گیا، آپ نے اس کو مارنے کا حکم دیا، پس ہم میں سے بعض نے اس کو اپنے ہاتھوں سے مارا اور بعض نے اس کو اپنے جوتے سے مارا اور بعض نے اس کو اپنے کپڑے سے مارا، جب وہ شخص واپس چلا گیا تو ایک مرد نے کہا: اسے کیا ہے اللہ اس کو رسوا کرے! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو۔

صحیح البخاری: ٦٧٨١، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن الهاد، یہ عبداللہ بن شداد بن الهاد ہیں اور ہاد کا نام اسامہ اللیثی الکوفی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد بن ابراہیم کا ذکر ہے، یہ ابن الحارث التیمی ہیں اور اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ کا ذکر ہے، یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

یہ حدیث عنقریب "باب الضرب بالجرید والنعال" میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح ہو چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢٣ ص ٤٢٠، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

ظالموں اور فاسقوں کے خلاف بددعا کرنے کے جواز کے متعلق بحث ونظر

صحیح البخاری: ٦٧٨٠ میں مذکور ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عبداللہ نام کے ایک صحابی تھے جن کا لقب حمار تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شراب پینے پر کوڑے لگائے تھے، پھر ایک دن ان کو لایا گیا تو آپ کے حکم سے انہیں کوڑے لگائے گئے تو صحابہ میں سے ایک مرد نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما، اسے کتنی مرتبہ شراب پینے کے جرم میں لایا جاتا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو، پس اللہ کی قسم! مجھے صرف یہی علم ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے"۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک صحابی کے خلاف بار بار شراب پینے کی وجہ سے کسی نے بددعا کی اور اس پر لعنت کی۔

قرآن مجید میں متعدد انبیاء علیہم السلام کے متعلق بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے ظالموں اور کافروں کے خلاف دعائے ضرر کی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ (نوح: ٢٦)

اور نوح (علیہ السلام) نے دعا کی: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَالَ مُوْسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾ (یونس: ٨٨)

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے درباریوں کو دنیا کی زندگی میں زینت کا سامان اور مال دیا ہے، اے ہمارے رب! تاکہ وہ انجام کار لوگوں کو تیرے راستہ سے بھٹکا دیں، اے ہمارے رب! ان کے مال و دولت کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں O

ظالموں اور فاسقوں کے خلاف دعائے ضرر کرنے کے جواز کے متعلق احادیث

(۱) امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ، اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: جب غزوۂ خندق کا دن تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے انہوں نے ہم کو عصر کی نماز پڑھنے سے مشغول کر دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۹۳۱، صحیح مسلم: ۶۲۷، سنن ترمذی: ۲۹۸۴، سنن نسائی: ۴۷۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۹، سنن ابن ماجہ: ۶۸۴، مسند احمد: ۱۲۲۵، سنن دارمی: ۱۲۳۲)

(۲) امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس روز تک ان لوگوں کے خلاف دعائے ضرر فرماتے رہے جنہوں نے اصحاب بئر معونہ کو شہید کر دیا تھا، پس آپ نے رعل اور ذکوان اور عصیۃ کے خلاف دعائے ضرر کی جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی۔ (صحیح البخاری: ۲۸۱۴، صحیح مسلم: ۶۷۷، مسند احمد: ۱۲۸۴۳)

(۳) دوسری روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رعل اور ذکوان اور عصیۃ اور بنولحیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد طلب کی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر انصار کے ساتھ ان کی مدد کی جن کو ہم ان کے زمانہ میں قراء (یعنی قرآن پڑھنے والے) کہتے تھے۔ یہ دن میں جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ جب یہ بئر معونہ پر پہنچے تو ان لوگوں نے ان کو شہید کر دیا اور ان کے ساتھ عہد شکنی کی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ ایک مہینہ تک ان کے خلاف صبح کی نماز میں دعائے ضرر فرماتے رہے عرب کے متعدد قبائل پر، رعل پر، ذکوان پر، عصیۃ پر اور بنو لحیان پر۔۔۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری: ۴۰۹۰، صحیح مسلم: ۶۷۷، سنن نسائی: ۱۰۷۰، مسند احمد: ۱۲۲۷۱)

(۴) امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور قریش کی ایک جماعت اپنی مجالس میں بیٹھی ہوئی تھی، ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم اس دکھاوا کرنے والے کو نہیں دیکھ رہے، تم میں سے کون آلِ فلاں کی اونٹنی کی طرف جائے گا اور اس کی اوجھڑی جس میں گوبر اور خون ہے اور بچہ دان کی جھلی ہے وہ لے کر آئے اور پھر جب یہ سجدہ میں جائیں تو ان کے دونوں کندھوں کے درمیان اس کو رکھ دے، پس قوم میں سب سے بدبخت شخص اٹھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو آپ کے دو کندھوں کے درمیان اس اوجھڑی اور جھلّی کو رکھ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں رہے اور وہ دیکھ کر ہنستے تھے اور ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے تھے، پھر کوئی جانے والا گیا اور اس نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو خبر دی، وہ اس وقت کم سن لڑکی تھیں، وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سجدہ میں تھے حتیٰ کہ وہ اوجھڑی آپ سے اٹھا کر پھینکی اور ان کافروں کو ڈانٹا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی تو ان کافروں کے خلاف دعائے ضرر کی، اے اللہ! قریش کو پکڑ لے، اے اللہ! قریش کو پکڑے لے، اے اللہ! قریش کو پکڑ لے، پھر آپ نے نام لیے، اے اللہ! عمرو بن ہشام کو پکڑ لے، اور عتبہ بن ربیعہ کو پکڑ لے، اور شیبہ بن ربیعہ کو پکڑ لے، اور ولید بن عتبہ کو پکڑ لے، اور امیہ بن خلف کو پکڑ لے اور عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے اور عمارہ بن الولید کو پکڑ لے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں نے ان کافروں کو غزوۂ بدر کے دن دیکھا، ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر بدر کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کنوئیں والوں پر مسلسل لعنت ہوتی رہے گی۔ (صحیح البخاری: ۲۴۰، ۵۲۰، صحیح مسلم: ۱۷۹۴، سنن نسائی: ۳۰۷، مسند احمد: ۳۷۲۴)

(۵) امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اٹھا اٹھاتے تو پڑھتے "سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا ولك الحمد" اور آپ چند لوگوں کا نام لے کر ان کے حق میں دعا فرماتے: اے اللہ! الولید بن الولید کو نجات دے، اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ابی ربیعہ کو اور کمزور مومنین کو، اے اللہ! مضر کے خلاف اپنی گرفت کو شدید کر اور اے اللہ! ان پر ایسے قحط کے سال مسلط کر دے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے اور اہل مشرق ان دنوں مضر تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے۔

(صحیح البخاری: ۸۰۴، صحیح مسلم: ۶۷۵، سنن نسائی: ۱۰۷۴، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۴، مسند احمد: ۷۲۱۹، سنن دارمی: ۱۵۹۵)

(۶) امام مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ ھ، اپنی سند کے ساتھ ایاس بن سلمہ بن الاکوع سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو آپ نے فرمایا: تم دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا: میں طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا: تم طاقت نہیں رکھو گے۔ اس کو دائیں ہاتھ سے کھانے سے صرف تکبر نے منع کیا تھا۔ راوی نے کہا: پھر وہ اپنے ہاتھ کو اپنے منہ تک نہ لے جاسکا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۲۱، مسند احمد: ۱۶۴۹۳، ۱۶۴۹۹)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ نے لکھا ہے: اس مرد کا نام بُسر بن راعی تھا اور اس حدیث میں اس شخص کے خلاف دعائے ضرر کا ثبوت ہے جو بغیر عذر شرعی کے کسی حکم شرعی کے خلاف کرے۔

(کتاب الاذکار، ج ۲ ص ۳۶۲، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

(۷) امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہلِ کوفہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر دیا اور اہلِ کوفہ پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو گورنر بنا دیا، اہلِ کوفہ نے ان کی شکایت کی حتیٰ کہ یہ ذکر کیا کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بلایا، پس فرمایا: اے ابواسحاق! یہ لوگ یہ زعم کرتے ہیں کہ آپ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: رہا میں تو اللہ کی قسم! میں اسی طرح ان کو نماز پڑھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھاتے تھے اور میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا، میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں تو پہلی دو رکعتوں میں لمبی قراءت کرتا ہوں اور دوسری دو رکعتوں میں کم قراءت کرتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابواسحاق! (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) ہمیں آپ کے متعلق یہی گمان تھا، پھر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مرد یا کئی مردوں کو کوفہ بھیجا اور ان کے متعلق اہلِ کوفہ سے سوال کیا، انہوں نے ہر مسجد میں ان کے متعلق سوال کیا، سب ان کی تعریف کرتے تھے حتیٰ کہ وہ بنی عبس کی مسجد میں گئے، پس ان میں سے ایک مرد کھڑا ہوا جس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا اور اس کی کنیت ابا سعدہ تھی، اس نے کہا: جب تم ہمیں قسم دیتے ہو تو بے شک سعد کسی لشکر کے ساتھ خود نہیں جاتے اور نہ مالِ غنیمت برابر برابر تقسیم کرتے ہیں اور نہ مقدمات کا فیصلہ عدل سے کرتے ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: سنو! اللہ کی قسم میں تین دعائیں کرتا ہوں، اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور دکھاوے اور سنانے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کے فقر کو زیادہ کر اور اس کو فتنوں میں مبتلاء کر، بعد میں جب اس شخص سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا: میں بوڑھا فتنہ میں مبتلاء ہوں، مجھے سعد بن ابی وقاص کی بددعا لگ گئی ہے۔ عبدالملک نے کہا: پس میں نے اس کو بعد میں دیکھا بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھنویں اس کی آنکھوں پر گر گئی تھی اور وہ

راستہ میں جاتی ہوئی لڑکیوں کو چھیڑا کرتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۷۵، صحیح مسلم: ۵۳۰۴، سنن نسائی: ۱۰۰۳، سنن ابوداؤد: ۸۰۳، مسند احمد: ۱۵۵۱)

(۸) امام مسلم بن حجاج القشیری التوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ از عُروہ روایت کرتے ہیں کہ اروٰی بنت اویس نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف دعویٰ کیا کہ انہوں نے اروٰی کی زمین کا کچھ حصہ غصب کر لیا ہے، پس اروٰی نے مروان بن الحکم کے پاس ان کے خلاف مقدمہ کیا، پس حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کی زمین سے کچھ حصہ غصب کروں گا جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے! مروان نے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "جس نے ایک بالشت کے برابر بھی زمین کو ظلماً غصب کیا تو وہ زمین سات زمینوں تک طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی" پس مروان نے کہا: اس حدیث کے بعد میں آپ سے کسی گواہ کا سوال نہیں کروں گا۔ پھر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھوں کو اندھا کر دے اور اس کو اسی کی زمین میں ہلاک کر دے۔ عروہ نے بیان کیا: وہ عورت اس وقت تک نہیں مری جب تک کہ اس کی بینائی نہیں چلی گئی، پھر جس وقت وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی، اچانک کسی گڑھے میں گری اور مر گئی۔ (صحیح مسلم: ۱۶۱۰، الرقم المسلسل: ۴۰۲۵، مسند احمد: ۱۶۳۳)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے احادیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ جو شخص مسلمانوں پر ظلم کرے یا کسی ایک مسلمان پر ظلم کرے اس کے خلاف دعائے ضرر کرنا جائز ہے۔

(کتاب الاذکار ج ۲ ص ۳۶۳۔ ۳۶۱، مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

مسلمان پر لعنت کرنے کی تحقیق

صحیح البخاری: ۶۷۸۰ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عبد اللہ نام کے ایک صحابی تھے جن کا لقب حمار تھا، انہوں نے بار بار شراب پی تو ایک دن ان کو لایا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوڑے مارے، تو صحابہ میں سے ایک مرد نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت کر، اسے کتنی مرتبہ لایا جاتا ہے! پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو لعنت نہ کرو، پس اللہ کی قسم! مجھے یہی علم ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں ہم پہلے مسلمان کو لعنت کرنے کی ممانعت میں دیگر احادیث بیان کریں گے اور پھر اس سلسلہ میں علماء کی آراء کو بیان کریں گے۔

مسلمان پر لعنت کرنے کی ممانعت میں دیگر احادیث

امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری التوفی ۲۶۱ھ، اپنی سند کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں جا رہے تھے اور انصار کی ایک عورت ایک اونٹنی پر سوار تھی، پس وہ (کسی بات پر) بے صبر اور بے قرار ہوئی تو اس نے اس اونٹنی پر لعنت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لعنت کو سن لیا، آپ نے فرمایا: اس اونٹنی پر جو سامان ہے اس کو اتار لو اور اس اونٹنی کو چھوڑ دو، کیونکہ اس پر لعنت کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۵۹۵، الرقم المسلسل: ۶۴۹۹، سنن ابوداؤد: ۲۵۶۱، مسند احمد: ۱۹۸۹۱)

امام مسلم کی دوسری روایت میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ ایسی اونٹنی نہ ہو جس پر لعنت کی گئی ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۵۹۶، الرقم المسلسل: ۶۵۰۱، مسند احمد: ۱۹۱۸)

نیز امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدیق کو بہت لعنت کرنے والا نہیں ہونا چاہیے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۹۷، الرقم المسلسل: ۶۵۰۳، مسند احمد: ۸۴۵۵)

نیز امام مسلم زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کی طرف اپنے پاس سے کچھ زینت کا سامان بھیجا، پھر ایک رات عبدالملک رات کے وقت کھڑے ہوئے اور اپنے خادم کو بلایا، اس نے آنے میں دیر کر دی، تو عبدالملک نے اس خادم پر لعنت کی، پس جب صبح ہوئی تو ان سے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رات کو تمہاری لعنت سنی تھی، تم نے اپنے خادم پر لعنت کی جب تم نے اس کو بلایا، پھر انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ شفاعت کرنے والے ہوں گے اور نہ گواہ ہوں گے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۹۸، الرقم المسلسل: ۶۵۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۹۰۷)

نیز امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ مشرکین کے خلاف دعا کیجئے، آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۵۹۹، الرقم المسلسل: ۶۵۰۸)

امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک بندہ جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے، پس اس کے سامنے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ لعنت زمین کی طرف اترتی ہے تو وہاں بھی اس کے سامنے دروازے بند ہوتے ہیں، پھر وہ دائیں طرف جاتی ہے اور بائیں طرف جاتی ہے، پس جب اسے کوئی جگہ نہیں ملتی تو اس جگہ لوٹ آتی ہے جہاں لعنت کی گئی تھی، اگر جس پر لعنت کی گئی وہ لعنت کا اہل ہو تو فبہا اور نہ وہ لعنت کہنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۵)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی لعنت کے ساتھ کسی پر لعنت نہ کرو، اور نہ اللہ کے غضب کی کسی پر دعا کرو اور نہ دوزخ کے عذاب کی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۶، سنن ترمذی: ۱۹۷۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ایک مرد کی چادر کو آندھی نے اڑایا تو اس نے آندھی پر لعنت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو، کیونکہ یہ اللہ کے حکم کے تابع ہے اور جس نے کسی چیز پر لعنت کی اور وہ اس لعنت کی اہل نہیں تھی تو لعنت کہنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۸، سنن ترمذی: ۱۹۷۸)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ، اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن بہت طعنہ دینے والا نہیں ہوتا اور نہ بہت

لعنت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ بے حیائی کی باتیں کرنے والا ہوتا ہے اور نہ بدزبانی کرنے والا ہوتا ہے۔

(سنن الترمذی:۱۹۷۷،مسند احمد:ج ۱ ص ۴۰۴،سنن ابوداؤد:۴۹۰۸)

لعنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری المتوفی ۷۱۱ھ، لکھتے ہیں:

لعن کا معنی ہے: خیر سے دور کرنا اور دھتکارنا۔ دوسرا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دھتکارنا اور دور کرنا، اور مخلوق جب لعنت کرے تو یہ گالی ہے اور بد دعا ہے۔ اور لعنت اسم ہے اور اس کی جمع لعان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۞ (النساء:۴۶)

اور اگر وہ کہتے: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور آپ ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے لیے بہتر اور درست ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت فرمائی ہے، سوان میں سے کم لوگ ہی ایمان لائیں گے O

اور لعن کا معنی ہے: عذاب، اور جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کر دے اس کے ساتھ رحمت نہیں ملتی اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہتا ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو لعنت کرنے والے جب ایک دوسرے پر لعنت کریں تو لعنت اس سے مل جاتی ہے جو ان دونوں میں سے لعنت کا مستحق ہو، اور اگر ان میں سے کوئی بھی لعنت کا مستحق نہ ہو تو لعنت یہود کی طرف لوٹتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۞ (البقرہ:۱۵۹)

یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں O

(لسان العرب ج ۱۳،ص ۲۰۹۔۲۰۸،دار صادر، بیروت، ۲۰۰۳ء)

علامہ مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جب لعنت کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو تو اس کا معنی ہے: دھتکارنا اور دور کرنا، اور جب مخلوق لعنت کرے تو اس کا معنی ہے: کسی کو برا کہنا اور بد دعا دینا۔ (النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، ج ۴ ص ۲۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ تفتازانی کا یزید پر لعنت کرنے کو جائز قرار دینا

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ، لکھتے ہیں:

یزید بن معاویہ پر لعنت کرنے میں اختلاف کیا گیا ہے حتیٰ کہ خلاصہ وغیرہا میں مذکور ہے کہ اس پر لعنت نہیں کرنی چاہیے اور نہ حجاج پر، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے والوں پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان پر جو اہلِ قبلہ سے ہوں، اور وہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے بعض اہل قبلہ پر لعنت فرمائی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کے ان احوال کو جانتے تھے جن کو دوسرے نہیں جانتے تھے۔ اور بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے، کیونکہ جب اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے

کا حکم دیا تو وہ کافر ہو گیا۔ اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا قتل کرنے کا حکم دیا یا اس کی اجازت دی یا اس پر راضی ہوا تو اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔ اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی ہونا اور ان کے قتل پر خوش ہونا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کی اہانت کرنا ان چیزوں میں سے ہے جن کا معنی متواتر ہے اگرچہ ان کی تفاصیل اخبار احاد ہیں لہٰذا ہم یزید کے معاملہ میں کوئی توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں، اس پر اللہ کی لعنت ہو اس کے انصار پر اور اس کے مددگار اور اعوان پر۔ (شرح عقائد نسفی ص ۱۱۶۔۱۱۷، مطبوعہ سکندر علی، بہادر علی تاجران کتب، کراچی)

امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

لعن کا معنی ہے: دھتکارنا اور اللہ تعالیٰ سے دور کرنا، اور لعنت کرنا صرف اسی پر جائز ہے جو ایسی صفت کے ساتھ موصوف ہو جو اس کو اللہ عزوجل سے دور کر دے اور وہ صفت کفر ہے اور ظلم ہے بایں طور کہ کوئی شخص کہے: ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو اور کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور مناسب یہ ہے کہ اس میں شریعت کے الفاظ کی اتباع کی جائے، کیونکہ لعنت کرنے میں خطرہ ہے، کیونکہ جس نے لعنت کی اس نے اللہ عزوجل پر یہ حکم لگایا کہ اللہ تعالیٰ نے ملعون کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور یہ چیز غیب ہے، اس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی مطلع نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس پر اس وقت مطلع ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر مطلع فرمائے۔

اور وہ صفات جو لعنت کرنے کا تقاضا کرتی ہیں، وہ تین ہیں: (۱) کفر (۲) بدعت (۳) فسق۔ اور ان میں سے ہر ایک کے لعنت میں تین مرتبے ہیں:

پہلا مرتبہ: وصفِ عام کے ساتھ لعنت کرنا جیسا کہ تم کہو "لعنة الله على الكافرين والمبتدعين والفسقين"۔

دوسرا مرتبہ: یہ پہلے مرتبہ کی بہ نسبت خاص اوصاف پر لعنت کرنا ہے جیسا کہ تم کہو "یہود پر اللہ کی لعنت ہو اور نصاریٰ پر اور مجوس پر اور قدریہ پر اور خوارج پر اور روافض پر، یا زنا کرنے والوں پر اور ظلم کرنے والوں پر اور سود خوروں پر" اور ان میں سے ہر ایک پر لعنت کرنا جائز ہے، لیکن مبتدعین پر لعنت کرنے کا خطرہ ہے، کیونکہ بدعت بہت باریک لفظ ہے اور اس کے متعلق کوئی لفظ منقول نہیں ہے۔ پس چاہیے کہ عام لوگوں کو مبتدعین کے اوپر لعنت کرنے سے منع کیا جائے، کیونکہ یہ معارضہ کا تقاضا کرتا ہے اور اس سے لوگوں کے درمیان فساد کا خطرہ ہے۔

تیسرا مرتبہ: شخصِ معین پر لعنت کرنا، اور اس میں خطرہ ہے جیسا کہ تم کہو "زید پر اللہ کی لعنت ہو، یا زید کافر ہے، یا وہ فاسق ہے، یا وہ مبتدع ہے"۔ اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ ہر جس شخص پر لعنت کرنا شریعت میں ثابت ہو، اس پر لعنت کرنا جائز ہے جیسا کہ تم کہو "فرعون پر اللہ کی لعنت ہو، اور ابو جہل پر اللہ کی لعنت ہو" کیونکہ یہ ثابت ہے کہ یہ لوگ کفر پر مر گئے اور یہ چیز شریعت میں معلوم ہے لیکن ہمارے زمانہ میں کسی شخصِ معین پر لعنت کرنا جیسا کہ تم کہو کہ زید پر اللہ کی لعنت ہو یا زید مثلاً یہودی ہے تو اس میں خطرہ ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو یا مسلمان ہو جائے اور اس حال میں مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار کرتا ہو تو اس کے اوپر ملعون کا حکم لگانا کس طرح درست ہوگا؟

اور حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کو شراب پینے کی وجہ سے کئی مرتبہ حد لگائی گئی تو بعض صحابہ نے کہا: اس پر اللہ کی لعنت ہو، اسے کتنی مرتبہ حد کے لئے لایا جاتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو" اور ایک روایت میں

ارشاد ہے کہ "یہ نہ کہو، کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے"۔
اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فاسق معین کے اوپر لعنت کرنا جائز نہیں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اشخاص معینہ پر لعنت کرنے میں خطرہ ہے، سو اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور سکوت کرنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے حتیٰ کہ اگر ابلیس پر لعنت کرنے سے بھی سکوت کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام غزالی کا یزید پر لعنت کرنے کو ناجائز قرار دینا

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے، کیونکہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والا تھا یا قتل کا حکم دینے والا تھا؟ تو ہم کہیں گے کہ یہ بالکل ثابت نہیں ہے، پس یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا اس کا حکم دیا، چہ جائیکہ اس پر لعنت کرنا جائز ہو۔ نیز اس لئے کہ کسی مسلمان کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت کرنا بغیر تحقیق کے جائز نہیں ہے۔ ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابنِ ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے، پس کسی مسلمان کے اوپر فسق کی نسبت کرنا یا کفر کی نسبت کرنا بغیر تحقیق کے جائز نہیں ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرد دوسرے مرد کے اوپر فسق کی تہمت نہ لگائے اور نہ کفر کی تہمت لگائے ورنہ اگر وہ شخص اس طرح نہ ہوا تو وہ وصف اس کی طرف لوٹ آئے گا۔ (صحیح البخاری: ۶۰۴۵)
نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مومن پر لعنت کی تو وہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو وہ بھی اس کو قتل کرنے کی مثل ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مُردوں کو برا نہ کہو، کیونکہ انہوں نے جو اعمال بھیجے ہیں (وہ ان کی جزا یا سزا تک) پہنچ چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۶۵۱۶، سنن نسائی: ۱۹۳۶، مسند احمد: ۲۴۹۴۲، سنن دارمی: ۲۵۱۱)
پس اگر کہا جائے کیا: یہ کہنا جائز ہے کہ قاتلِ حسین پر اللہ لعنت فرمائے، یا جس نے حضرت حسین کو قتل کرنے کا حکم دیا اس پر اللہ لعنت فرمائے۔

تو ہم کہیں گے: صحیح یہ ہے کہ کہا جائے کہ اگر قاتلِ حسین توبہ سے پہلے مر گیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ توبہ کے بعد مرا ہو، کیونکہ وحشی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا تھے اور انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کفر کی حالت میں قتل کیا تھا، پھر انہوں نے کفر اور قتل دونوں سے توبہ کر لی اور ان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور قتل کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور یہ کفر کے درجہ کو نہیں پہنچتا۔ پس اگر توبہ کے ساتھ مقید نہ کیا جائے اور مطلقاً لعنت کی جائے تو اس میں خطرہ ہے اور لعنت سے سکوت کرنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے بلکہ یہ زیادہ لائق ہے۔

اور ہم نے یہ بحث اس لئے وارد کی ہے کہ لوگ لعنت کرنے میں سستی کرتے ہیں اور زبان سے لعنت کا اطلاق کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، حالانکہ مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا، پس مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی زبان سے اسی پر لعنت کرے جس کی کفر پر موت کا یقین ہو یا اوصافِ معروفہ پر لعنت کرے اور اشخاصِ معینہ پر لعنت نہ کرے، پس اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا زیادہ لائق ہے، اور اگر یہ نہ کرے تو سکوت میں سلامتی ہے۔

ایک مرد (حضرت جرموز الھجیمی رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے وصیت کیجئے! آپ نے فرمایا: میں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم بہت لعنت کرنے والے نہ بنو۔

(مسند احمد: ۲۱۲۲۰، التاریخ الکبیر: ۲۳۵۲، المعجم الطبرانی: ۲۱۸۰، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۷۱،۷۲)

(احیاء علوم الدین، ج ۳ ص ۱۱۲۔ ۱۱۳، ملخصاً وملتقطاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

یزید پر لعنت کرنے کے جواز کے متعلق متقدمین اور متاخرین علماء اور فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبل، علامہ ابن الجوزی، علامہ تفتازانی اور علامہ آلوسی یزید پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور دیگر محققین علماء یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں۔ متاخرین فقہاء احناف میں سے علامہ شامی، امام احمد رضا اور مصنف کا یہی نظریہ ہے۔

اس موضوع پر ہم نے تفصیلی گفتگو تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۱۶۰۔ ۱۶۸ میں کی ہے، جو حضرات اس موضوع پر زیادہ تفصیل کو جاننا چاہتے ہوں تو وہ تبیان القرآن کا مطالعہ کریں۔

۷۔ بَابُ: السَّارِقِ حِينَ يَسْرِقُ — چور جس حالت میں چوری کرے، اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ چور جس حالت میں چوری کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس سے پہلے حدیث میں یہ گذر چکا ہے کہ جس حال میں چور، چوری کرتا ہے اس حال میں وہ مومن نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۸۲۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن غزوان نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: زانی جس وقت زنا کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا اور چور جس وقت چوری کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۷۵، ۵۵۷۸، ۶۷۷۲، ۶۸۱۰، صحیح مسلم: ۵۷، سنن ترمذی: ۲۶۲۵، سنن نسائی: ۵۶۵۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۸۹، سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۶، مسند احمد: ۲۷۴۱۹، سنن دارمی: ۲۱۰۶)

صحیح البخاری: ۶۷۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں فقط اتنا مذکور ہے ''چور جس وقت چوری کرتا ہے'' اور اس کی وضاحت نہیں ہے اور اس حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ چور جس وقت چوری کرتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا، یعنی مومن کامل نہیں ہوتا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن علی، یہ ابن بحر الصیر فی ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن داؤد، یہ ابن عامر الکوفی ہیں، یہ بصرہ کے ویرانوں میں رہتے تھے، امام بخاری ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے فُضیل (فاء پر پیش ہے اور ضاد پر زبر ہے) یہ ابن غزوان الکوفی ہیں۔

اس حدیث کی شرح کتاب الحدود کے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابُ: لَعْنِ السَّارِقِ إِذَا لَمْ يُسَمَّ — جب چور کا نام نہ لیا جائے تو اس پر لعنت کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب چور کو معین نہ کیا جائے تو اس پر لعنت کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور گویا کہ امام بخاری نے اس عنوان سے ان دو حدیثوں میں تطبیق کی طرف اشارہ کیا ہے، ایک حدیث میں معین شراب پینے والے پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس باب کی حدیث میں چور پر لعنت فرمائی ہے۔

صاحب التلویح (علامہ مغلطائی حنفی متوفی ۷۶۲ھ) نے اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھا ہے کہ جو اہلِ معاصی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرنے والے ہوں، ان کے سامنے ان پر لعنت نہیں کرنی چاہیے، البتہ فی الجملہ ایسا کام کرنے والوں پر لعنت کی جائے تا کہ ان لوگوں پر زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرنے سے باز رہیں۔ اور جب کسی معین شخص پر لعنت کی جائے تو ہوسکتا ہے کہ وہ نا امید ہو اور مایوس ہو جائے۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت النُعَیمان رضی اللہ عنہ کے بار بار شراب پینے پر ان کو لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی المتوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے:

اگر امام بخاری نے اسی طرف اشارہ کیا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے شراب پینے والے پر حد قائم کرنے کے بعد لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے، پس اس میں یہ دلیل ہے کہ کس پر لعنت کرنا واجب ہے اور کس پر لعنت کرنا واجب نہیں ہے، ان دونوں میں فرق ہے۔ اور یہ ظاہر ہو گیا کہ جس کے اوپر حد قائم کر دی گئی، اس پر لعنت نہیں کرنی چاہیے۔ اور جس پر حد قائم نہیں کی گئی، اس پر لعنت متوجہ ہوگی خواہ اس کو معین کر کے لعنت کی جائے یا غیر معین طور پر لعنت کی جائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر لعنت کرتے تھے جس پر لعنت واجب ہو جاتی تھی جب تک کہ وہ معصیت کے اسی حال میں مبتلاء ہوتے جو حالت لعنت کی موجب ہوتی۔ پس

جب وہ اس سے توبہ کرلے اور حد اس کو پاک کردے تو پھر لعنت اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۸۳۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَعَنَ اللهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ قَالَ الْأَعْمَشُ كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ بَيْضُ الْحَدِيدِ وَالْحَبْلُ كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْهَا مَا يَسْوَى دَرَاهِمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح سے سنا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چور پر لعنت فرماتا ہے وہ ''بیضۃ'' (انڈا یا لوہے کا خود) چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور وہ رسّی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔
الاعمش نے کہا: محدثین یہ سمجھتے تھے کہ بیضۃ سے مراد لوہے کا خود ہے اور رسی سے مراد وہ رسی ہے جس کی قیمت کئی دراہم کے برابر ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۸۷، سنن نسائی: ۴۸۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۳، مسند احمد: ۷۴۳۸)

صحیح البخاری: ۶۷۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ حدیث میں چور پر لعنت فرمائی ہے اور اس کا نام ذکر نہیں کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمر بن حفص کا ذکر ہے، یہ اپنے والد حفص بن غیاث بن طلق النخعی الکوفی سے روایت کرتے ہیں جو کوفہ کے قاضی تھے۔ نیز اس حدیث کی سند میں الاعمش کا ذکر ہے، یہ سلیمان الاعمش ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں ابوصالح کا ذکر ہے، یہ ذکوان الزیات ہیں اور یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جو صحابی ہیں۔
اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں روایت کی ہے اور امام نسائی نے ''قطع الید'' کے باب میں روایت کی ہے اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی کتاب الحدود میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''کانوا یرون'' یعنی جن لوگوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے ان کی رائے یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ

''بیضة'' سے مراد بیض الحدید ہے اور یہ لوہے کی ٹوپی ہوتی ہے جو جنگ کرنے والا اپنے سر پر پہنتا ہے تا کہ دشمن کے ہتھیاروں کے حملہ سے محفوظ رہے۔ (میں کہتا ہوں: آج کل کے دور میں اس کی نظیر ہیلمٹ ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور رسّی سے مراد ایسی رسی ہے جس کی قیمت کئی دراہم کے برابر ہو۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس سے مراد تین دراہم ہیں۔

علامہ کرمانی کے اس قول کا رد کہ بیضة سے مراد تین دراہم کی چوری ہے

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی کے قول پر اعتراض ہے، کیونکہ کم سے کم جمع کے افراد تین ہیں۔ نیز علامہ کرمانی نے اپنے مذہب کی طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ امام شافعی کے نزدیک چور کا ہاتھ چوتھائی دینار میں کاٹ دیا جاتا ہے اور وہ تین درہم ہے۔ پھر علامہ کرمانی نے کہا کہ اس سے غرض یہ ہے کہ تھوڑی چیز کے اندر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اتنی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا جس میں چوری کی مالیت نصاب کو پہنچ جائے مثلاً چوتھائی دینار کو۔ اور ہمارے احناف کے نزدیک دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا جیسا کہ عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا بیان آئے گا۔

التوضیح میں مذکور ہے (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے کہا ہے:) اعمش کا قول یہ ہے کہ بیضة سے یہاں پر لوہے کا بیضة مراد ہے جس سے جنگ کے دوران سر کو ڈھانپا جاتا ہے اور رسیوں سے یہاں پر مراد بحری جہازوں کی رسیاں ہیں۔ یہ ایسی تاویل ہے جو اس کے نزدیک جائز نہیں ہے جو کلام عرب کی صحت کو پہچانتا ہو، کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی قیمت کثیر دینار ہیں۔

امام دار قطنی نے ابوخباب الدلال کی حدیث روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے کے بیضة کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا اور اس بیضة کی قیمت اکیس (۲۱) درہم تھی۔ (سنن الدار قطنی ج ۳ ص ۱۹۵، رقم الحدیث: ۳۳۸۷)

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے وہ بیضة کو چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور رسی کو چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے''۔

اور عرب اور عجم کی یہ عادت نہیں ہے کہ وہ یوں کہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کا چہرہ قبیح کر دے جس نے اپنے آپ کو کسی جوہر کی چوری کی وجہ سے مار کے لیے پیش کیا اور مشک کی ایک تھیلی میں خیانت کرنے کی وجہ سے اس نے اپنے آپ کو سزا کے لیے پیش کیا۔ ایسی مثالوں میں عادت یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے وہ ایک رسی کی چوری کی وجہ سے اپنے آپ کو ہاتھ کاٹنے کے لیے پیش کرتا ہے، یا پرانی چادر کی چوری کی وجہ سے اپنے آپ کو ہاتھ کاٹنے کے لیے پیش کرتا ہے۔ اور اس باب میں جتنی حقیر چیز ہوگی اس میں اتنی زیادہ بلاغت ہوگی۔

حدیث مذکور میں بیضة کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی علامہ خطابی کی طرف سے توجیہ

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث میں چوری کا بتدریج بیان ہے، اس لئے کہ جو شخص انڈا چرائے اور ہمیشہ یہ چوری کرتا رہے تو وہ اس سے محفوظ نہیں ہوگا کہ وہ اس سے بڑی مالیت کے مال کی چوری کرے حتیٰ کہ بڑی مالیت کی چوری کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، پس اس کام سے باز رہنا چاہیے اور اس کو چھوڑ دینا چاہیے اس سے پہلے کہ اس کی یہ عادت پڑ جائے اور وہ اسی عادت پر مر جائے تا کہ وہ برے انجام سے محفوظ رہے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ علامہ خطابی نے اس حدیث میں بیضة کو انڈا پر محمول کیا ہے)۔

اور علامہ داؤدی نے کہا ہے: الاعمش نے جو بیضۃ کی تفسیر کی ہے اس کا بھی احتمال ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث اس وقت کی ہو جب شارع علیہ السلام نے اس مال کی مقدار نہ بیان فرمائی ہو جس کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حدیث مبالغہ پر محمول ہے تاکہ اس پر تنبیہ کی جائے کہ انڈا چرانے سے بھی کتنا بڑا نقصان ہوتا ہے۔

اس حدیث میں بیضۃ سے مراد انڈا لینے کی متعدد نظائر

علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس حدیث میں جو انڈے کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے، یہ مبالغہ پر محمول ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے "جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی خواہ وہ مسجد اتنی ہو جتنی جگہ سنگ خوار کے انڈے دینے کے گڑھے جتنی ہوتی ہے"۔ اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ آپ نے اس حدیث میں مبالغہ کا ارادہ فرمایا ہے، ورنہ یہ معلوم ہے کہ انڈا دینے کے لیے جو گڑھا ہوتا ہے اس جگہ میں مسجد ہونے کا تصور نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح حدیث میں ہے "تم ضرور صدقہ کرو خواہ بکری کے جلے ہوئے کھر کا صدقہ کرو"۔ اور یہ معلوم ہے کہ جلے ہوئے کھر کا صدقہ نہیں کیا جاتا اور عرب میں اس قسم کے کلام کی مثالیں بہت ہیں۔

خوارج کا مذہب ہے کہ مطلقاً چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور ان کا رد

اور خوارج نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ چوری خواہ کم چیز کی، کی جائے یا زیادہ چیز کی، اس پر ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔ اور خوارج کا یہ قول باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (المائدہ:۳۸)

اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں) ہاتھ کو کاٹ دو، یہ ان کے کیے ہوئے کی سزا ہے (اور) اللہ کی طرف سے عبرت ناک تعزیر ہے، اور اللہ بہت غالب نہایت حکمت والا ہے O

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر قرآن کے مطابق یہ ارشاد فرمایا، پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ ہاتھ صرف مقدارِ معلوم کی چوری پر کاٹا جائے گا، پس وہ اس مجمل حدیث کا بیان ہو گیا۔ لہٰذا اس بیان کی طرف اس حدیث کو لوٹانا واجب ہے۔ اور اس مقدار کے بیان میں علماء کے درمیان اختلاف ہے جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۲۔ ۴۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۸۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پہلے امام بخاری نے یہ باب قائم کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے والے پر کرنے سے منع فرمایا ہے اور اب چور پر لعنت کرنے کے متعلق باب قائم کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عام لعنت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً کوئی شخص یہ کہے: اللہ تعالیٰ چوروں پر لعنت فرمائے اور اللہ تعالیٰ زانیوں پر لعنت فرمائے اور اس کی مثل۔

پس عام لعنت وہ ہے جو اوصاف مخصوصہ پر معلق ہو، اور خاص لعنت وہ ہے جو کسی خاص شخص پر لعنت کی جائے۔ اور عام لعنت

کرنا جائز ہے جب کہ وہ وصف لعنت کا مستحق ہو جیسے یوں کہا جائے ''اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾''(ہود:۱۸)۔

اور دوسری قسم یعنی مخصوص شخص پر لعنت، یہ ممنوع ہے، حتیٰ کہ اگر وہ خاص شخص کافر ہو تو اس پر بھی معین لعنت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جب نبی ﷺ نے معین لوگوں پر ان کا نام لے کر لعنت کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ (آل عمران:۱۲۸)

آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں، اللہ (چاہے تو) ان (کافروں) کی توبہ قبول فرمائے یا وہ ان کو عذاب دے کیوں کہ بے شک وہ ظلم کرنے والے ہیں O

آل عمران:۱۲۸ کی تفسیر از مصنف

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی نماز کی دوسری رکعت سے سر اٹھاتے تو آپ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ فلاں اور فلاں پر لعنت کر، اور فلاں پر، یہ آپ سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا ولک الحمد پڑھنے کے بعد دعا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ۔۔۔ الی قولہ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾''۔(آل عمران:۱۲۸)(صحیح البخاری:۴۰۶۹،۴۰۷۰،۴۵۵۹، صحیح مسلم:۱۰۷۸، مسند احمد:۶۳۱۳)

امام مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی نماز میں قراءت سے فارغ ہو جاتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور اپنا سر بلند کرتے اور پھر پڑھتے ''سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا ولک الحمد'' پھر آپ کھڑے ہو کر دعا کرتے: اے اللہ! الولید بن ولید کو نجات دے اور سلمہ بن ہشام کو نجات دے اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے اور کمزور مومنین کو نجات دے، اے اللہ! اپنی گرفت کو مضر کے اوپر سخت فرما اور ان کے اوپر ایسے قحط کے سال مسلط کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، اے اللہ! لحیان اور رعل اور ذکوان اور عصیۃ پر لعنت فرما جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے، پھر ہم کو یہ خبر پہنچی کہ نبی ﷺ نے اس دعا کو اس وقت ترک فرما دیا جب یہ آیت نازل ہوئی: ''لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾''۔(آل عمران:۱۲۸)(صحیح مسلم:۶۷۵، الرقم المسلسل:۱۴۲۵، مسند احمد:۷۴۶۹)

نیز میں کہتا ہوں: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ شروع میں معین کافروں پر نام لے کر لعنت کرنا جائز تھا، پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرما دیا۔ اور چونکہ پہلے اللہ تعالیٰ نے معین کافروں پر نام لے کر لعنت کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ جو ایک ماہ تک ان معین کافروں پر نام لے کر لعنت فرماتے رہے جنہوں نے بئر معونہ میں ستر قاریوں کو دھوکہ سے تبلیغ کے لئے بلا کر ان کو قتل کر دیا تھا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ جو ایک ماہ تک ان معین کافروں پر لعنت فرماتے رہے وہ نہ آپ کی عصمت کے خلاف ہے اور نہ اس وجہ سے آپ کے اوپر کوئی اعتراض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان معین کافروں پر نام لے کر لعنت کرنے سے اس لئے منع فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کفار پر احسان فرمائے، سو یہ اسلام لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بن جائیں، جیسا کہ حسب ذیل حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ کے اوپر کوئی ایسا دن بھی آیا جو آپ کے نزدیک غزوۂ احد کے دن سے بھی زیادہ شدید تھا؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم سے مجھے جو مصائب پہنچے سو پہنچے اور ان تمام مصائب میں سے سب سے زیادہ سخت مصیبت وہ تھی جو مجھے عقبہ کے دن پہنچی، جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یا لیل بن عبد کلال پر پیش کیا، اس نے میرے ارادہ کے مطابق میری دعوت کو قبول نہیں کیا، میں وہاں سے بہت دلبرداشتہ ہو کر چل پڑا، پھر جب میں قرن الثعالب پر پہنچا تو میری حالت سنبھلی، پس میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھ پر ایک بادل نے سایا کیا ہوا ہے، پھر میں نے غور کیا تو اس میں (حضرت) جبرائیل (علیہ السلام) تھے، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: بے شک اللہ نے آپ کی قوم کی باتیں سن لی ہیں اور انہوں نے آپ کو جو جواب دیا ہے وہ بھی سن لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تا کہ آپ اس کو ان لوگوں کے متعلق جو چاہیں حکم دیں، پھر مجھ کو پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی، پس اس نے مجھ کو سلام کیا، پھر اس نے کہا: اے محمد! اس نے بھی یہی کہا، آپ جو چاہیں، اگر آپ چاہیں تو جن دو پہاڑوں کے درمیان یہ لوگ ہیں، ان دو پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں (جس سے یہ ان کے درمیان پس جائیں)، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۳۱، صحیح مسلم: ۱۷۹۵، الرقم المسلسل: ۴۵۴۵)

جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ستر قراء صحابہ کے قاتلوں پر لعنت کرنے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ ہو سکتا ہے ان کافروں میں سے کوئی اسلام قبول کر لے اور نیک مسلمان بن جائے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام اور اس پہاڑوں کے فرشتہ کو اس بستی کے لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیسنے سے منع فرمایا، اس توقع پر کہ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ اسلام قبول کر لیں یا ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا ہو جو اسلام قبول کر لے۔

شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں:

جب کوئی کافر حالتِ کفر میں مر جائے تو پھر اس کو لعنت کرنا جائز ہے، لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ خلافِ اولیٰ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''مُردوں کو برا نہ کہو کیونکہ انہوں نے جو اعمال بھیجے ہیں وہ ان کے انجام تک پہنچ چکے ہیں''۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۳)

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ چور پر لعنت فرمائے'' کیا یہ دعا ہے یا خبر ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خبر ہے دعا کے معنی میں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۳۲-۱۳۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۹- بَابٌ: اَلْحُدُوْدُ كَفَّارَةٌ

حدود کے کفارہ ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ حدود کے کفارہ ہونے کا کیا معنی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٧٨٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی الله عنه قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَجْلِسٍ فَقَالَ بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَقَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ كُلَّهَا فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَتُهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از ابوادریس الخولانی از حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور نہ تم چوری کرو گے اور نہ تم زنا کرو گے اور آپ نے یہ پوری آیت پڑھی، اور جس نے تم میں سے اس کو پورا کر لیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، اور جس نے ان میں سے کسی کام کو کر لیا پھر اس کو سزا دی گئی تو یہ اس کا کفارہ ہے، اور جس نے ان میں سے کوئی کام کر لیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ رکھا تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو بخش دے گا اور اگر چاہے گا تو اس کو عذاب دے گا۔

(صحیح مسلم: ١٧٠٩، سنن ترمذی: ١٤٣٩، سنن نسائی: ٤١٦١، مسند احمد: ٢٢١٦٠، سنن دارمی: ٢٤٥٣)

صحیح البخاری: ٦٧٨٤، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے ماخوذ ہے "پس اس کو سزا دی گئی تو وہ اس کا کفارہ ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن یوسف، ابونُعیم نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ الفریابی ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ البیکندی ہو۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عُیینہ، یہ سفیان ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزہری، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوادریس الخولانی، ان کا نام عائذ اللہ ہے۔ اس کے بعد حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ صحابی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور یہ لیلۃ العقبہ کے نقباء میں سے ایک ہیں، رسول اللہ ﷺ نے جب یہ فرمایا تھا تو آپ کے گرد آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی تو آپ نے فرمایا: مجھ سے بیعت کرو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وقرأ هذه الآية"۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: وہ آیت یہ ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ (الممتحنہ:۱۲)

اے نبی (مکرم)! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں تو وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی، اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی، اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کوئی بہتان گھڑیں گی اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کریں، اور آپ ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ کتاب الایمان میں گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور نہ تم چوری کرو گے اور نہ تم زنا کرو گے اور نہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کسی بے قصور پر افتراء باندھو گے اور نہ کسی نیک کام میں حکم عدولی کرو گے، پھر تم میں سے جس نے اپنی بیعت (کے عہد) کو پورا کر دیا، اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں نہیں جانتا کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں یا نہیں" اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں یا نہیں؟

میں کہتا ہوں: علامہ ابن بطال نے کہا ہے: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند سے زیادہ صحیح ہے۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پہلے کی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی کہ حدود پاک کرنے والی ہوتی ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متاخر ہونے پر اعتراض کا جواب

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بعد کی ہے کیونکہ وہ بیعت العقبہ کے بعد اسلام لائے ہیں، بیعت العقبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے چھ سال پہلے ہوئی تھی۔

میں کہتا ہوں: علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس باب میں جس بیعت کا ذکر کیا گیا ہے، یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد واقع ہوئی، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں جس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے "وقرأ الآیۃ۔۔۔" اور وہ آیت یہ ہے "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا" اور اس آیت کا نزول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے دو سال بعد ہوا ہے، اور یہاں پر اشکال اس وجہ سے ہوا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ لیلۃ العقبہ کے نقباء میں سے ایک تھے، انہوں نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم لوگ اللہ کے سوا کسی کو اس کا شریک نہیں بناؤ گے۔۔الحدیث، اس سے یہ وہم ہوا کہ یہ واقعہ لیلۃ العقبہ کا ہے اور اس طرح نہیں ہے، بلکہ وہ بیعت جو لیلۃ العقبہ میں ہوئی تھی، وہ اس پر ہوئی تھی کہ تم اللہ تعالیٰ کے احکام کو سنو گے اور ان کی اطاعت کرو گے تنگی میں اور فراخی میں اور خوشی اور ناخوشی میں۔۔۔الحدیث۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تقاضا ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں اور آیتِ محاربہ کا تقاضا ہے کہ حدود کفارہ نہیں ہوتیں، اس اعتراض کا جواب

اس اعتراض اور جواب کی تفہیم کے لیے ہم آیتِ محاربہ کا ذکر کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ (المائدہ:۳۳)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا اُن کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے O

پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ محاربہ کی آیت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کے معارض ہے، کیونکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں اور آیتِ محاربہ میں ذکر ہے "ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا" یعنی ڈاکہ ڈالنے پر جو حدود جاری کی جاتی ہیں وہ دنیا میں رسوائی ہیں، پھر فرمایا: "وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝" اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ (المائدہ:۳۳)، اس سے معلوم ہوا کہ حدود کفارہ نہیں ہوتیں، کیونکہ ڈاکہ ڈالنے پر دنیا میں بھی سزا دی جائے گی ہاتھ پیر کاٹے جائیں گے یا انہیں قتل کیا جائے گا یا سولی دی جائے گی اور آخرت میں بھی ان کو بڑا عذاب ہوگا۔ پس واضح ہوا کہ حدود کفارہ نہیں ہوتیں اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: تمام مومنین کے نزدیک آیتِ محاربہ میں جو وعید ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر مترتب ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ (النساء:۴۸)

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔

پس آیت کی تاویل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ جن کو یہ سزا دینا چاہے گا ان کو دے گا، پس یہ آیت غیر مشرکین پر حدود کے نفاذ کو باطل کرتی ہے کیونکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں باقی نافرمانیوں کے ساتھ شرک کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور یہ اس کو واجب نہیں کرتا کہ جس پر حالتِ شرک میں ان جرائم پر سزا دی گئی تو یہ سزا اس کے لیے کفارہ ہو جائے گی، کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ کفار ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کتاب وسنت میں اسی کی تصریح ہے، پس حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث عام نہیں ہے بلکہ یہ خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں پر محمول ہے کہ مسلمانوں میں سے جس پر ان جرائم کی حد جاری کی گئی تو ان کے لیے وہ حدود کفارہ ہو جائیں گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ مطلقاً حدود کفارہ نہیں ہوتیں ورنہ لازم آئے گا کہ اگر مشرک پر حد جاری کی جائے تو اس کے لیے بھی حد کفارہ ہو جائے، حالانکہ کتاب وسنت کی تصریح اور اجماع مسلمین سے ثابت ہے کہ مشرک کے لیے حد کفارہ نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۳۔ ۴۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کا بیان

یہ عقبہ وہ گھاٹی ہے جو منیٰ کے اندر ہے اور اسی کی طرف جمرۃ العقبہ منسوب کیا جاتا ہے۔ اور اس عقبہ (گھاٹی) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بیعتیں لی تھیں، آپ نے انصار سے اسلام کے اوپر بیعت لی اور اس کو عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے۔ عقبہ اولیٰ وہ تھی جس میں اسلام پر عقد لیا گیا تھا۔ عقبہ اولیٰ میں انصار کے بارہ مرد تھے، پھر اس کے بعد عقبہ ثانیہ ہوئی جو اس کے بعد متصل دوسرے سال ہوئی تھی اور عقبہ ثانیہ میں ستر انصار مرد تھے۔

اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو قبائل پر پیش کرتے تھے، پس آپ خزرج کے چھ افراد سے حج کے موسم میں اس گھاٹی میں ملے، آپ نے فرمایا: کیا تم بیٹھتے نہیں ہو میں تم سے گفتگو کروں؟ پھر آپ نے ان کے اوپر اسلام کو پیش کیا، اور یہود اہلِ کتاب تھے اور اصحابِ علم تھے اور خزرج اہلِ شرک تھے اور بت پرست تھے، اور یہود کی خزرج سے لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں، پھر جب ان کے درمیان کوئی لڑائی ہوتی تو یہود خزرج سے کہتے کہ ایک نبی عنقریب مبعوث ہونے والا ہے تو ہم اس کی اتباع کریں گے اور وہ تم کو قتل کرے گا جس طرح عاد اور ارم کو قتل کیا گیا تھا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو فرمائی تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: جان لو اللہ کی قسم! یہ وہی نبی ہیں جن سے یہود تم کو ڈراتے تھے، پس یہود تم پر سبقت نہ کریں، تو خزرج نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کی اور آپ کی تصدیق کر دی۔ اور خزرج نے کہا: ہم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے اور ان کے درمیان لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں، پس ہم واپس جاتے ہیں اور اپنی قوم کے لوگوں کو آپ کے دین کی دعوت دیتے ہیں، پس امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے ساتھ جمع کرے گا، پس اگر اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے ساتھ جمع کر دے تو کوئی مرد آپ سے زیادہ معزز نہیں ہوگا، پس وہ مدینہ کی طرف چلے گئے اور انہوں نے اسلام کی دعوت دی حتیٰ کہ اسلام شائع ہو گیا اور انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر نہ رہا مگر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا تھا، اور وہ چھ خزرج یہ ہیں:

عقبۂ اولیٰ کی بیعت میں شریک انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسماء

(۱) حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ، (۲) حضرت عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ، اور وہی ابن عفراء ہیں، (۳) اور حضرت رافع بن مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ، (۴) اور حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، (۵) اور حضرت عقبہ بن نابی رضی اللہ عنہ، (۶) اور حضرت جابر بن عبداللہ بن رئاب رضی اللہ عنہ، اور بعض علماء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔

عقبۂ ثانیہ کی بیعت کے وقت بعض انصار کے اسماء

پھر اگلے سال مکہ میں انصار میں سے بارہ مرد آئے، ان میں سے پانچ تو وہی تھے جن کا ان چھ میں ذکر کیا گیا ہے جن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نہیں تھے اور سات باقی تھے اور وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت معاذ بن الحارث رضی اللہ عنہ، اور وہ ابن عفراء ہیں عوف کے بھائی، (۲) اور حضرت ذکوان بن قیس رضی اللہ عنہ جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے، (۳) اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، (۴) اور حضرت یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ (۵) اور حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ، (۶) اور اوس میں سے حضرت ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ (۷) اور حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ۔ پس ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھاٹی پر بیعت لی، اور اس وقت تک جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، پس جب بیعت سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت ابن ام مکتوم اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا، جو ان کو تعلیم دیتے تھے اور اسلام کے احکام کی تبلیغ کرتے تھے، پس حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو قاری کہا جاتا تھا جو ان کی نمازوں میں امامت کرتے تھے، اور حرہ بنی بیاضہ میں ان کو جمعہ کی نماز پڑھائی اور وہ اس وقت چالیس مرد تھے اور یہ پہلے جمعہ کی نماز تھی جو اسلام میں پڑھی گئی۔

مدینہ منورہ میں پہلی نمازِ جمعہ کا بیان

اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ، حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ ان کو امامت کراتے تھے کیونکہ اوس اور خزرج اس کو ناپسند کرتے تھے کہ ان میں سے کوئی دوسرے کی امامت کرائے۔ اور امام ابنِ اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ پہلی جمعہ کی نماز جنہوں نے پڑھائی وہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ تھے، اس حدیث کی امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۶۹، سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۲، صحیح ابن حبان: ۷۰۱۳، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۸۱)

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بہت سارے لوگوں نے اسلام قبول کیا، ان میں حضرت سعد بن معاذ، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما ہیں۔

پھر جب یہ لوگ حج سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے ملاقات کی اور آپ کے ہاتھ پر یہ بیعت کی کہ وہ آپ کی ان سے حفاظت کریں گے جن سے وہ اپنی حفاظت کرتے ہیں اور اپنی عورتوں کی اور اپنے بیٹوں کی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو کی اور قرآن مجید کی تلاوت کی اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی، پھر فرمایا: میں تم سے اس پر بیعت لیتا ہوں کہ تم میری ان سے مدافعت کرو گے جن سے تم اپنی عورتوں اور بیٹوں کی مدافعت کرتے ہو۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۲۔۴۶۰، صحیح ابن حبان: ۷۰۱۱، المعجم الطبرانی: ۱۷۴، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۴۱، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۴۵)

بارہ نقباء کے اسماء

یہ بیعتِ ثانیہ اس پر منعقد کی گئی تھی کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں ہر کالے اور گورے سے جنگ کریں گے اور آپ نے ان کا ثواب جنت کو قرار دیا، پھر حضرت البراء بن معرور رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: ہاں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! ہم ضرور آپ سے ان چیزوں کی مدافعت کریں گے جن سے ہم اپنی مدافعت کرتے ہیں۔ پس ہم نے بیعت کی یا رسول اللہ! پس ہم اللہ کی قسم! جنگ کے بیٹے ہیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میری طرف اپنے لوگوں میں سے بارہ نقیب نکالو اور وہ یہ تھے:

(۱) حضرت اسعد بن زرارہ (۲) حضرت سعد بن الربیع (۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۴) حضرت رافع بن مالک بن عجلان (۵) حضرت البراء بن معرور (۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہرام (۷) حضرت سعد بن عبادہ (۸) حضرت منذر بن عمرو بن ہرام، (۹) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہم، سو یہ خزرج سے تھے، اور تین اوس سے تھے: (۱۰) حضرت اسید بن حضیر، (۱۱) حضرت سعد بن خیثمہ (۱۲) حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر، رضی اللہ عنہم۔

پہلی بار عقبہ اولیٰ میں بارہ انصار نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اس کے اگلے سال دوسری بار ستر انصار نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ان دو بیعتوں کے بعد جو تیسری بیعت ہوئی ہے وہ بیعتِ رضوان ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۵۴۳۔۵۴۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدود کے کفارہ ہونے کی تحقیق

جو شخص شرک پر مر گیا اس کو دنیا میں جو عذاب دیا گیا وہ اس کے لیے کفارہ نہیں ہوگا، کیونکہ نصوصِ صریحہ سے ثابت ہے کہ مشرک کو آخرت میں دائمی عذاب ہوگا۔ سو شرک کا ذکر ان حدود سے مستثنیٰ ہے، اور رہا قتل تو اس کا معاملہ مقتول کے ولی کی طرف مفوض ہے، کیونکہ قصاص اس کا حق نہیں ہے بلکہ مقتول کے حق میں باقی رہے گا، پس اس کا آخرت میں مطالبہ کیا جائے گا جس طرح باقی حقوق کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اور رہی چوری تو اس میں چور کی براءت اس پر موقوف ہے کہ وہ چوری کا مال اس کے مستحق کو واپس کر دے۔ اور رہا زنا تو جمہور نے یہ اطلاق کیا ہے کہ یہ اللہ کا حق ہے اور یہ غفلت ہے، کیونکہ جس عورت کے ساتھ زنا کیا گیا ہے اس کی آل کا اس میں حق ہے، کیونکہ اس سے اس کے باپ پر اور اس کے شوہر پر اور خاندان کے دیگر افراد پر عار لاحق ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی کی جائے تو اس کا کفارہ اللہ کا حق ہے اور آدمی کا حق نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۰۔ بَابٌ: ظَهْرُ الْمُؤْمِنِ حِمًى إِلَّا فِي حَدٍّ أَوْ حَقٍّ

مومن کی پیٹھ محفوظ ہے، ہاں جب وہ کوئی ایسا کام کرے جس پر حد واجب ہو یا کسی آدمی کا حق ہو تو اس کی پیٹھ پر کوڑے لگائے جا سکتے ہیں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مومن کی پیٹھ ایذاء سے محفوظ ہے۔ اور حمیٰ کا معنی ہے: ایذاء سے محفوظ ہونا۔
علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ جب تم کسی جگہ کو دوسروں کے تصرف سے ممنوع اور محفوظ کر دو تو کہا جاتا ہے "احمیت المکان"۔
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حمیٰ کا معنی یہ ہے کہ کسی مومن کو ضرب نہیں لگائی جائے گی سوا اس صورت کے کہ اس پر حد واجب ہو یا کسی بندہ کا کوئی حق واجب ہو۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ مومن کی پیٹھ ممنوع ہے یا محفوظ ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی پیٹھ کو مباح قرار دے اور اگر اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان کوئی عداوت ہو تو اس کے خلاف جنگ پر نہ ابھارے، جس طرح زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح کرتے تھے اور ایک آدمی کی عزت اور اس کی جان کو مباح قرار دیتے تھے۔ اس کو صرف اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے یا بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے یا اگر دین میں وہ کوتاہی کرے تو اس کو ادب سکھانے کے لیے اس کی پیٹھ پر مارنا جائز ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ادب سکھانے کے لیے درّے سے مارتے تھے۔ اور یہ عنوان ایک حدیث کے الفاظ سے ماخوذ ہے جس کو امام ابوالشیخ نے کتاب السرقہ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود کے سوا مسلمانوں کی پیٹھیں محفوظ ہیں، اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن عبدالعزیز ہے اور یہ ضعیف ہے۔ امام طبرانی نے اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ مومن کی پیٹھ محفوظ ہے سوا اللہ تعالیٰ کے حق کے، اور اس کی سند میں الفضل بن مختار ہے اور یہ ضعیف راوی ہے۔ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: "جس نے مسلمان کی پیٹھ کو ناحق برہنہ کیا تو وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا" اور اس کی سند میں بھی اعتراض ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۴۔ ۴۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۸۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ أَلَا أَيُّ شَهْرٍ تَعْلَمُونَهُ أَعْظَمُ حُرْمَةً قَالُوا أَلَا شَهْرُنَا هَذَا قَالَ أَلَا أَيُّ بَلَدٍ تَعْلَمُونَهُ أَعْظَمُ حُرْمَةً قَالُوا أَلَا بَلَدُنَا هَذَا قَالَ أَلَا أَيُّ يَوْمٍ تَعْلَمُونَهُ أَعْظَمُ حُرْمَةً قَالُوا أَلَا يَوْمُنَا هَذَا قَالَ فَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدْ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا كُلُّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی از واقد بن محمد، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا: سنو! وہ کونسا مہینہ ہے جس کو تم جانتے ہو کہ اس کی حرمت سب سے زیادہ عظیم ہے؟ صحابہ نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ مہینہ نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کونسا شہر ہے جس کو تم جانتے ہو کہ اس کی حرمت سب سے زیادہ عظیم ہے؟ صحابہ نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ شہر نہیں ہے، آپ نے فرمایا: سنو! کیا تم

ذٰلِكَ يُجِيبُونَهُ أَلَا نَعَمْ قَالَ وَيْحَكُمْ أَوْ وَيْلَكُمْ لَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

جانتے ہو وہ کونسا دن ہے جس کی حرمت سب سے زیادہ ہے؟ صحابہ نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ دن نہیں ہے، آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر تمہاری جانوں کو حرام کر دیا ہے اور تمہارے مالوں اور تمہاری عزتوں کو، سوا اس کے حق کے، جس طرح تمہارے اس دن کی تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں حرمت ہے، سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا، اور ہر مرتبہ صحابہ کرام جواب میں کہتے تھے: جی ہاں، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، یا فرمایا: تمہارے لیے ہلاکت ہو تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم میں سے بعض، بعض کی گردنیں ماریں۔

(صحیح البخاری: ۱۷۴۲، ۴۴۰۳، ۶۰۴۳، ۶۱۶۶، ۶۷۸۵، ۶۸۶۸، ۷۰۷۷، سنن ابوداؤد: ۱۹۴۵، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۸، مسند احمد: ۵۶۰۹)

صحیح البخاری: ۶۷۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے اخذ کی جا سکتی ہے "بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو حرام کر دیا ہے"۔ اس کا بیان یہ ہے کہ مومن کی جان اور اس کا مال اور اس کی عزت دوسرے مومن کی حفاظت میں ہے۔ اور کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ان میں سے کسی چیز کو بغیر حق کے مباح قرار دے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عبداللہ، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور امام حاکم نے کہا ہے: محمد بن عبداللہ، یہ وہی ہیں جو الزہلی النیشاپوری ہیں۔ امام بخاری نے ان سے کتاب الصوم میں، کتاب الطب میں، کتاب الجنائز میں اور کتاب العتق وغیرہا میں تقریباً تیس جگہ احادیث روایت کی ہے اور کہیں تصریح سے یہ نہیں کہا: محمد بن یحییٰ الزہلی اور وہ کہتے ہیں: حدثنا محمد اور اس پر اضافہ نہیں کرتے۔ اور بعض اوقات کہتے ہیں: محمد بن عبداللہ اور ان کو ان کے دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: محمد بن خالد، انہیں ان کے دادا کے باپ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، اسی طرح اکثرین کی روایت میں ہے۔ اور ابوذر کی روایت میں ہے: حدثنا، یعنی جمع کے صیغہ کے ساتھ۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عاصم بن علی، یہ ابن عاصم بن صہیب ابوالحسین ہیں جو قریبہ بنت محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے مولیٰ ہیں، یہ القرشی ہیں اور اہلِ واسط سے ہیں۔ اور یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں۔ امام بخاری نے ان سے

کتاب الصلوٰۃ میں کئی جگہ پر بلا واسطہ حدیث روایت کی ہے، ۲۲۱ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔

نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عاصم بن محمد، یہ ابن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب العدوی القرشی رضی اللہ عنہما ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے واقد بن محمد، یہ ابن زید ہیں اور اپنے باپ محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو اس حدیث کے راوی کے دادا ہیں۔

یہ حدیث کتاب الحج میں 'باب الخطبة ایام منٰی' میں گزر چکی ہے اور وہاں پر امام بخاری نے اس حدیث کو از محمد بن المثنیٰ از یزید بن ہارون از عاصم بن محمد بن زید از والد خود از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے۔ اور امام بخاری نے اس حدیث کو متعدد مقامات پر روایت کیا ہے جن کا ہم نے وہاں ذکر کیا ہے اور اس حدیث کی شرح بھی وہاں ذکر کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے 'الا' ہمزہ پر زبر ہے اور لام مخفف ہے، اس لفظ سے کلام میں تنبیہ پر اضافہ کیا جاتا ہے، یعنی جو بات کہی جائے گی اس پر تنبیہ کی جائے گی اور یہاں پر سوال اور جواب کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے 'ای شهر' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ لفظ ای پر یہاں پیش ہے اور اس پر زبر بھی جائز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے 'صحابہ نے کہا: کیا یہ ہمارا دن نہیں ہے؟' یعنی یوم نحر۔ کہا گیا ہے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ افضل الایام یومِ عرفہ ہے۔ اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یوم سے مراد حج کے افعال کی ادائیگی کا وقت ہے۔ اور یہ وقت ایک چیز کے حکم میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے 'ثلاثا' یعنی آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔

اس حدیث میں مذکور ہے 'ویحکم او ویلکم' اس میں راوی کو شک ہے اور 'ویحکم' رحمت کا کلمہ ہے اور 'ویلکم' عذاب کا کلمہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے 'ولا ترجعن بعدی' امام طبری نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ میرے اس موقف سے فراق کے بعد، اور وہ حجۃ الوداع کا دن یوم نحر تھا۔ یا 'بعدی' کا معنی ہے: میرے خلاف، یعنی میں نے جو تم کو حکم دیا ہے تم اپنے دلوں میں اس کے خلاف نہ کرنا۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ ثابت ہو چکا تھا کہ یہ چیز آپ کی حیات مبارکہ میں نہیں ہوگی تو آپ نے صحابہ کو منع کیا کہ آپ کی وفات کے بعد بھی تم ایسا نہ کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے 'کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض' اس کے معنی میں سات اقوال

(۱) یعنی میرے بعد تم کسی کو ناحق کافر نہ قرار دینا، کیونکہ یہ بھی کفر ہے (۲) یعنی میرے بعد تم نعمت کی ناشکری نہ کرنا اور اسلام کے حق کی ناشکری نہ کرنا (۳) میرے بعد تم کفر کے قریب نہ ہو جانا جو تمہیں کفر تک پہنچا دے (۴) تم میرے بعد ایسا فعل نہ کرنا جیسے کفار کے افعال ہیں (۵) اس سے مراد حقیقتِ کفر ہے، یعنی میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا بلکہ ہمیشہ اسلام پر قائم رہنا (۶) اس کی علامہ خطابی وغیرہ نے حکایت کی ہے، یعنی میرے بعد تم ہتھیاروں سے مسلح نہ ہو جانا۔ الازہری نے کہا ہے: جو ہتھیاروں سے مسلح ہو اس کو

کافر کہا جاتا ہے (۷) اس کا معنی ہے: تم ایک دوسرے کو کافر نہ قرار دینا، پھر تم ایک دوسرے کے ساتھ قتال کو حلال قرار دو گے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: زیادہ ظاہر چوتھا قول ہے یعنی تم کافروں کے فعل کی مثل نہ کرنا۔ یہ علامہ نووی نے کہا ہے اور قاضی عیاض نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یضرب بعضکم رقاب بعض" (باء کے پیش کے ساتھ) اسی طرح متقدمین اور متاخرین نے روایت کیا ہے اور اسی سے مقصود یہاں واضح ہوتا ہے۔ اور ابوالبقاء العکبری نے کہا ہے: یہاں پر فعلِ شرط مقدر ہے، یعنی اگر تم ایک دوسرے کو مارنے کے ساتھ لوٹو، یعنی ایسا نہ کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۵۔۴۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۱۔ بَابُ: إِقَامَةِ الْحُدُودِ وَالِانْتِقَامِ لِحُرُمَاتِ اللهِ — حدود کو قائم کرنا اور اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کا انتقام لینا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حدود کو قائم کرنا واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کا انتقام لینا واجب ہے۔ اور حرمات کا لفظ حرمة کی جمع ہے جیسے ظلمات کا لفظ ظلمة کی جمع ہے۔ اور حرمت کا معنی ہے: وہ چیز جس کی بے عزتی اور آبروریزی کرنا جائز نہ ہو۔ اور انتقام، نَقَمَ یَنْقِمُ سے بابِ افتعال ہے۔ اور "نَقَمَ مِن فلان الاحسان" اس کا معنی ہے: جب ایسا کام کیا جائے جو نعمت کے انکار تک پہنچائے۔ اور "حرمات اللہ" کے انتقام کا معنی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حرمات کی بے عزتی کرے اس کو سخت سزا دینا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۶۔۴۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۸۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ مَا خُيِّرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَأْثَمْ فَإِذَا كَانَ الْإِثْمُ كَانَ أَبْعَدَهُمَا مِنْهُ وَاللهِ مَا انْتَقَمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ يُؤْتَى إِلَيْهِ قَطُّ حَتَّى تُنْتَهَكَ حُرُمَاتُ اللهِ فَيَنْتَقِمُ لِلَّهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حضرت عروہ رضی اللہ عنہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ان میں سے اس کام کو اختیار کرتے جو آسان ہوتا جب تک کہ وہ کام گناہ نہ ہو، پس جب کہ وہ کام گناہ ہوتا تو آپ اس کام سے سب سے زیادہ دور ہونے والے تھے۔ اور اللہ کی قسم! جو چیز بھی آپ کی طرف لائی جاتی آپ نے کبھی اس میں اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی حرمات کی بے عزتی کی جاتی، سو آپ اللہ کے لیے اس کا انتقام لیتے۔

(صحیح البخاری: ۳۵۶۰، ۶۱۲۶، ۶۷۸۶، ۶۸۵۳، صحیح مسلم: ۲۳۲۷، سنن ابوداؤد: ۴۷۸۵، مسند احمد: ۲۵۷۳۰، موطا امام مالک: ۱۶۷۱)

صحیح البخاری: ۶۷۸۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث مذکور کے اس جملہ سے حاصل ہوتی ہے کہ "اور اللہ کی قسم! آپ نے اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا"۔ یعنی جس شخص نے بھی کوئی ایسا کام کیا جو آپ کے نزدیک مکروہ ہوتا تو آپ نے اس کا تعاقب کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحیٰی بن بکیر، یہ یحیٰی بن عبداللہ بن بکیر المصری ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اللیث، یہ لیث بن سعد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عُقیل، یہ عُقیل بن خالد ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، ان کا نام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عروہ، یہ عروہ بن زُبیر ہیں۔

یہ حدیث "باب صفة النبی ﷺ" میں گزر چکی ہے اور وہاں اس حدیث کی از عبداللہ بن یوسف از مالک از ابن شہاب از عروہ روایت کی گئی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا"۔

رسول اللہ ﷺ کو کس کی جانب سے اختیار دیا گیا تھا، اس میں فقہاء کے اقوال

علامہ ابن بطال مالکی المتوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: یہ اختیار دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ کو ایسے دو کاموں کے درمیان اختیار نہیں دیتا جن میں سے ایک کام گناہ ہو، مگر یہ ہو سکتا ہے کہ دین میں ایک کام ایسا ہو جس کا مآل گناہ ہو جیسے کسی نیک کام میں غلو کرنا، کیونکہ یہ مذموم ہے۔ پس جب کوئی شخص اپنے اوپر کوئی مشکل اور دشوار عبادت کو واجب کر لے گا تو وہ اس کو ادا کرنے سے عاجز ہو جائے گا، اسی وجہ سے نبی ﷺ نے رہبانیت سے منع فرمایا ہے۔

اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: تخییر سے مراد ہے: دنیا کے معاملات میں اختیار دینا۔ اور رہا آخرت کا معاملہ، تو وہ جتنا سخت ہوگا اس کا اتنا زیادہ ثواب ہوگا۔

اور علامہ محمد یوسف کرمانی شافعی المتوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: اگر یہ اختیار دینا کفار کی طرف سے ہو تو پھر ظاہر ہے اور اگر یہ اختیار دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور مسلمانوں کی طرف سے ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اس چیز کو اس وقت اختیار کرتے جب وہ کسی گناہ کی طرف نہ پہنچائے، جیسے مجاہدہ کرنے اور میانہ روی کے اندر اختیار دینا۔ پس اتنا مجاہدہ کرنا جو بندہ کو ہلاکت کی طرف پہنچا دے، جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۸۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن دو کاموں کے درمیان آپ کو اختیار دیا گیا، اس سے مراد دنیاوی امور ہیں یا اخروی امور ہیں؟

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: اس باب کی حدیث میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کے امور سے دو امروں کے درمیان مشورہ دینے کا بیان ہے وہ بطورِ مشورہ ہے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے لیے دو کاموں میں سے آسان کام کو اختیار فرماتے تھے جب تک آسان کام کرنے میں کوئی گناہ نہ ہو، کیونکہ بندے گناہ کے ارتکاب سے معصوم نہیں ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد دین کے دو امر ہوں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دین میں غلو کرنا مذموم ہے اور دین میں شدت کو اختیار کرنا مستحسن نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دین میں غُلو کرنے سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ (سنن نسائی، ج ۵ ص ۲۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۵۹)

پس جب کوئی انسان اپنے نفس پر کسی دشوار عبادت کو واجب کر لے گا اور اس کو ادا کرنے پر قادر نہیں ہو گا تو یہ اس کا گناہ ہو گا، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو رہبانیت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ابو قلابہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگوں نے اپنے اوپر اچھی چیزوں کو اور گوشت کو حرام کر لیا، ان میں حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما تھے اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ خصی ہو جائیں، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے، پھر آپ نے ان کو اس کام پر سخت وعید سنائی۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے رہبانیت کے ساتھ نہیں بھیجا گیا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین دین وہ ہے جو ادیانِ باطلہ سے اعراض کرنے والا ہو اور آسان ہو۔ اور بے شک اہلِ کتاب شدت اختیار کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، انہوں نے شدت اختیار کی، پس ان پر شدت کی گئی، پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور بیت اللہ کا حج کرو اور صراطِ مستقیم پر قائم رہو تو تمہارے لیے استقامت کی جائے گی۔ (الطبقات الکبریٰ لمحمد بن سعد ج ۳ ص ۳۹۵، طبقات المحدثین باصبہان: ۶۵۷)

ان امور کا بیان جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے

شارح بخاری علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: یعنی جب آپ کو کسی ایسے سبب سے ایذاء پہنچائی جائے جو سبب کفر تک نہ پہنچتا ہو مثلاً مال کے معاملہ میں آپ کو اذیت دی جائے یا آپ کی آواز پر آواز بلند کر کے بے ادبی کی جائے یا جیسے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے آپ کے خلاف باہم مشورہ کیا، یا جیسے ایک اعرابی نے آپ کے کندھے پر چادر ڈال کر کھینچا جس سے آپ کی گردن پر نشان پڑ گئے تو اس قسم کے معاملات میں آپ نے اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا اور درجِ ذیل آیت کے مطابق عمل فرمایا:

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ (الشوریٰ:۴۱)

اور جس نے اپنے اوپر ظلم کیے جانے کا بدلہ لے لیا تو اب اس سے مواخذہ کرنے کا کوئی جواز نہیں O

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (الشوریٰ:۴۳)

اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے O

ان امور کا بیان جن میں انتقام لینا آپ پر واجب تھا

جب آپ کو کسی ایسے امر کی وجہ سے اذیت پہنچائی جاتی جو کفر ہوتا جس امر میں اللہ تعالیٰ کی حرمت کو پامال کیا جاتا تو اس میں آپ پر واجب تھا کہ آپ انتقام لیں، جیسے فتح مکہ کے دن جب ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپ گیا تو آپ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا نہ کہ دوسرے کافروں کو، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ سب و شتم کرتا تھا، اسی طرح آپ نے ان دو باندیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جو آپ پر سب و شتم کرتی تھیں اور آپ نے اپنی ذات کا انتقام لیا، اس لیے کہ جس نے آپ پر سب و شتم کیا اس نے کفر کیا اور جس نے کفر کیا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائی، اسی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ ”کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائی ہے“۔ (صحیح البخاری:۲۵۱۰)

اور اسی طرح غزوۂ بدر کے دن آپ نے عقبہ بن ابی معیط کو قیدیوں کے درمیان سے قتل کرا دیا تھا اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے کہ آپ اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتے تھے، اس کا معنی ہے کہ اکثر اور غالباً آپ انتقام نہیں لیتے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۵۰۔ ۵۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۸۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دنیاوی معاملات میں مسلمانوں کے لیے اختیار ہونا اور شرعی امور میں اختیار کا نہ ہونا

اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو جب کسی کام کا حکم دے دیں تو پھر ان کے لیے اس کام کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ (الاحزاب:۳۶)

اور نہ کسی مومن مرد اور نہ کسی مومن عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرما دیں تو ان کے لیے اپنے اس کام میں کوئی اختیار ہو، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو بے شک وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہو گیا O

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۴۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۲۔ بَابُ: إِقَامَةِ الْحُدُودِ عَلَى الشَّرِيفِ وَالْوَضِيعِ

معزز اور پسماندہ پر حدود کو قائم کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ معزز ہو یا پسماندہ، اس پر حد کو قائم کرنا واجب ہے۔ اس عنوان میں شریف کا لفظ ہے، اس سے مراد وہ وجیہہ مرد ہے جو لوگوں کے نزدیک محترم ہو، اور عنوان میں الوضیع کا لفظ ہے اس سے مراد وہ حقیر مرد ہے جس کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اور باب کا معنی یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان فرق نہ کیا جائے، پس معزز پر حد نہ لگائی جائے اور اس کو چھوڑ دیا جائے اور جو پسماندہ اور حقیر سمجھا جاتا ہے اس پر حد لگائی جائے (ایسا نہ کیا جائے)۔

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: ائمہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حدود کو معزز پر ترک کر دیں اور ائمہ میں سے جس نے ایسا کیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کی اور آپ کے طریقہ کی اتباع سے اعراض کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُسَامَةَ كَلَّمَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي امْرَأَةٍ فَقَالَ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يُقِيمُونَ الْحَدَّ عَلَى الْوَضِيعِ وَيَتْرُكُونَ الشَّرِيفَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ فَعَلَتْ ذَلِكَ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت کے متعلق گفتگو کی، آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہو گئے کہ وہ لوگ کسی حقیر اور پسماندہ مرد پر تو حد قائم کرتے تھے اور معزز اور وجیہہ آدمی کو چھوڑ دیتے تھے، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی ایسا کرتیں تو میں ان کا ہاتھ کاٹ ڈالتا۔

(صحیح البخاری: ۳۴۷۵، صحیح مسلم: ۱۶۸۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۰، سنن نسائی: ۴۸۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۳۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۷، مسند احمد: ۲۴۷۶۹، سنن دارمی: ۲۳۰۲)

صحیح البخاری: ۶۷۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے معنی سے حاصل کی جا سکتی ہے، کیونکہ اس حدیث کا بھی یہی معنی ہے کہ حد قائم کرنے میں معزز اور غیر معزز کا فرق نہیں کرنا چاہیے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک الطیالسی ہیں۔
یہ حدیث ذکرِ بنی اسرائیل کے باب میں گزر چکی ہے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بھی گزر چکی ہے۔ اور حضرت اسامہ، وہ ابن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما ہیں، اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

شریف اور وضیع کے معنی اور جس عورت کی سفارش کی گئی تھی اس کا نام

اس حدیث میں مذکور ہے "کلّم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی امرأة" یعنی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے ایک عورت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی، وہ عورت فاطمہ مخزومیہ تھی۔
اس حدیث میں مذکور ہے "والوضیع" یعنی جو شخص معاشرہ میں پسماندہ اور ضعیف ہو اور کم حیثیت ہو۔
اس حدیث میں مذکور ہے "ویترکون الشریف" یعنی وہ لوگ کسی معزز اور وجیہہ آدمی پر حد جاری کرنے کو چھوڑ دیتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "لو ان فاطمة فعلت ذلك" اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ "اگر فاطمہ بھی چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ کاٹ ڈالتا" اور یہ فاطمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۸۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

معزز اور غیر معزز پر حد جاری کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ (النساء:۱۳۵)

اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ، خواہ (یہ گواہی) تمہارے خلاف ہو یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے، (فریقِ معاملہ) خواہ امیر ہو یا غریب، اللہ ان کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے، لہٰذا تم خواہش کی پیروی کر کے عدل سے روگردانی نہ کرو، اگر تم نے اس گواہی میں ہیر پھیر کیا یا اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ○

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے اس حکم پر عمل کیا اور آپ کے بعد ائمہ راشدین نے اپنے رشتہ داروں پر حد قائم کرنے کے معاملہ میں اس حکم پر عمل کیا۔

اپنے رشتہ داروں پر حدود قائم کرنے کے متعلق آثار

حدیث میں ہے:

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ نے از معمر، از الزہری، از سالم از والد خود روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب لوگوں کو کسی چیز سے منع کرتے تو اپنے گھر والوں کو جمع فرماتے، پھر فرماتے: میں نے لوگوں کو فلاں اور فلاں کام سے منع کیا ہے اور لوگ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں جیسا کہ پرندے گوشت کی طرف دیکھتے ہیں، اگر تم ان ممنوعہ کاموں میں واقع ہوگئے تو لوگ بھی واقع ہوں گے اور اگر تم ان کاموں کے کرنے سے ڈرو گے تو لوگ بھی ڈریں گے۔ اور بے شک اللہ کی قسم! میرے پاس جب بھی تم میں سے کوئی ایسا مرد لایا گیا جس نے یہ ممنوعہ کام کیا جس سے میں منع کر چکا ہوں تو میں اس کو دگنی سزا دوں گا، کیونکہ اس شخص کا مجھ سے قرب ہے، پس جو چاہے آگے بڑھے اور جو چاہے پیچھے ہو۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۴۴۔ ۳۴۳)

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ماں شریک بھائی الولید بن عقبہ پر خمر پینے کی وجہ سے حد جاری کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن کو خمر پینے کی وجہ سے مارا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ بن مظعون پر بھی شراب نوشی کی وجہ سے حد جاری کی حالانکہ وہ بدری صحابی تھے اور وہ ان کی اولاد میں سے حضرت عبداللہ، حضرت حفصہ اور حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہم کے ماموں تھے۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مارا تو انہوں نے خمر پینے کا انکار کیا اور جارود نے ان کے خلاف شہادت دی، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مارنے کا حکم دیا تو حضرت قدامہ بن مظعون نے اپنے دفاع میں یہ آیت پیش کی:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٣﴾

(المائدہ: ۹۳)

ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی بشرطیکہ وہ اللہ سے ڈرتے رہے اور ایمان پر برقرار رہے اور نیک عمل کرتے رہے، پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور بدستور ایمان پر قائم رہے پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور اچھے کام کرتے رہے اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے O

حضرت قدامہ رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا تھا کہ اس آیت کا تعلق مستقبل کے ساتھ بھی ہے حالانکہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب کچھ اصحاب تحریم خمر سے پہلے شراب پی چکے تھے اور پھر وہ شہید ہوگئے، اور لوگوں کو پتا نہیں تھا کہ ان کے متعلق کیا کہا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بہرحال حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کی یہ تاویل غلط تھی، کیونکہ اس آیت کا تعلق ماضی کے ساتھ ہے نہ کہ مستقبل کے ساتھ، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کے اوپر اسّی (۸۰) کوڑے خمر پینے کی وجہ سے مارے اور پچاس (۵۰) کوڑے غلط تاویل کی وجہ سے مارے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۴۰، الطبقات الکبریٰ لمحمد بن سعد: ج ۵ ص ۵۶۱، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۱۶۔ ۳۱۵)

اور عبید اللہ بن ابی رافع بیت المال کے محافظ مقرر تھے اور بیت المال میں جواہر نفیسہ تھے تو عبید اللہ نے حضرت ام کلثوم بن علی و فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ اس میں سے جواہر دے دیئے کہ وہ ان سے زینت اختیار کریں اور واپس کر دیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر

وہ جواہر دیکھے، پس پوچھا: کیا تم نے یہ چوری کی ہے، اللہ کی قسم! میں ضرور تمہارے ہاتھ کاٹ دوں گا، تو عبید اللہ بن ابی رافع نے کہا کہ میں نے ان کو یہ جواہر عاریۃً دیئے تھے کہ وہ ان سے زینت اختیار کریں اور پھر واپس کر دیں۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۵۴۔۵۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۱۳۔ بَابُ: كَرَاهِيَةِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحَدِّ إِذَا رُفِعَ إِلَى السُّلْطَانِ
جب سلطان کے پاس مقدمہ پیش کر دیا جائے تو پھر حد کے متعلق سفارش کا مکروہ ہونا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حاکم یا سلطان کے پاس مقدمہ پیش کر دیا جائے پھر حد کے متعلق کسی کی سفارش کرنا مکروہ ہے اور عنوان میں یہ قید لگائی ہے کہ جب سلطان کے پاس مقدمہ پیش کر دیا جائے، اس میں یہ دلیل ہے کہ حدود میں سفارش کرنا اس وقت تک جائز ہے جب تک سلطان یا حاکم کے پاس مقدمہ نہ پیش ہو، اور اکثر اہلِ علم سے اسی طرح منقول ہے۔ حضرت زبیر بن العوام، حضرت ابن عباس اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔ اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن جبیر، الزہری اور الاوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک امام کے پاس مقدمہ نہ پیش کیا جائے، امام پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس معاملہ میں تفتیش کرے۔ اور فقہاء کی ایک جماعت نے اس کو مکروہ کہا ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد میں جس کی سفارش حائل ہو گئی تو اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام احمد نے روایت کی ہے اور امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۹۷، سنن ابن ماجہ: ۲۴۱۴، مسند احمد: ۵۶۷۳، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۱۸)
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۸۸۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّتْهُمُ الْمَرْأَةُ الْمَخْزُومِيَّةُ الَّتِي سَرَقَتْ فَقَالُوا مَنْ يُكَلِّمُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَكَلَّمَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ الضَّعِيفُ فِيهِمْ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش کے لئے یہ معاملہ اہمیت اختیار کر گیا کہ مخزومیہ کی ایک عورت نے چوری کی، پس انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سفارش کرے گا؟ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے سوا اور کون اس پر جرأت کر سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں؟ پس حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی، تو آپ نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد میں

اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ يَدَهَا

سفارش کر رہے ہو؟ پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ صرف اس وجہ سے گمراہ ہو گئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتیں تو ضرور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا ہاتھ کاٹ دیتے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۴۳، صحیح مسلم: ۱۶۸۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۰، سنن نسائی: ۴۸۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۳۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۷، مسند احمد: ۲۴۷۶۹، سنن دارمی: ۲۳۰۲)

صحیح البخاری: ۶۷۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس سے پہلے باب میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی گئی تھی، یہ اسی حدیث کی دوسری سند ہے اور یہ حدیث اس حدیث سے زیادہ مکمل ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سعید بن سلیمان کا ذکر ہے، یہ بزاز بغدادی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں لیث کا ذکر ہے، یہ ابن سعد ہیں۔

یہ حدیث ابن شہاب زہری کے حفاظ اصحاب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح مروی ہے اور عمر بن قیس المعاصر کا قول شاذ ہے، انہوں نے کہا از ابن شہاب از عروہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، پھر انہوں نے اسی باب کی طرح حدیث کی روایت کی۔ اور امام ابوالشیخ نے کتاب السرقہ میں اور طبرانی نے اس حدیث کی روایت کی اور کہا: اس حدیث کی روایت میں عمر بن قیس متفرد ہے، یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے میں وہ منفرد ہیں۔ اور امام الدارقطنی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس حدیث کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس سے کون سی چیز مانع ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہو اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان قریشا" یہ قبیلہ مشہورہ ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے مکہ میں اس قصہ کو پایا تھا۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اھتمھم" یعنی اس واقعہ نے قریش کو پریشانی میں مبتلاء کر دیا کہ ایک عورت نے چوری کی۔

چوری کرنے والی عورت کا نام

اور اس کا نام فاطمہ بنت الاسود بن عبد الاسد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ اور یہ جلیل القدر صحابی حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد کی بھتیجی تھی جو کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے شوہر تھے۔ فاطمہ بنت اسد کے باپ کو غزوہ بدر میں حالتِ کفر میں قتل کیا گیا تھا، اس کو حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ اور بعض لوگوں کا یہ وہم ہے کہ وہ صحابی تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ چوری کرنے والی عورت ام عمرو بنت سفیان بن عبد الاسد تھی اور اس پر اعتراض ہے۔

جس چیز کو چرایا تھا اس کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "التی سرقت" یونس نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں غزوۂ فتح مکہ کے موقع پر چوری کی تھی۔ اور امام ابن ماجہ نے اپنی روایت میں یہ بیان کیا ہے کہ جس چیز کو چرایا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے ایک چادر کو چرایا گیا تھا۔ اور حبیب بن ابی ثابت کی مرسل حدیث میں مذکور ہے کہ اس نے زیور چرائے تھے۔ اور ان میں تطبیق ممکن ہے کہ وہ زیور چادر کے اندر تھے۔

عاریۃً لی ہوئی چیز کے انکار پر ہاتھ کاٹنے میں فقہاء کا اختلاف

اور معمر نے زہری سے اس حدیث میں روایت کی ہے کہ یہ عورت سامان عاریۃً طلب کرتی تھی اور اس کا انکار کر دیتی تھی۔ اور اس حدیث کی امام مسلم نے اور امام ابوداؤد نے روایت کی ہے۔ اور ایک قوم نے اس سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ جس نے ایسی چیز کو عاریۃً طلب کیا جس میں ہاتھ کاٹنا واجب ہوتا ہے اور پھر اس کا انکار کر دیا تو اس کا ہاتھ کاٹنا لازم ہے اور امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ اور امام احمد نے کہا: میں کسی ایسی چیز کو نہیں جانتا جو اس کے معارض ہے اور فقہاء مدینہ اور کوفہ اور جمہور علماء نے ان کی مخالفت کی ہے اور امام شافعی نے اور انہوں نے کہا: عاریۃً چیز کے انکار کرنے پر ہاتھ کو نہیں کاٹا جائے گا اور ان کی دلیل اس باب کی حدیث ہے۔ اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص کوئی سامان عاریۃً طلب کرے اور اس کا انکار کرے، پھر وہ سامان چوری ہو جائے تو چوری کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بات کرے گا؟"۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ میں کون سفارش کرے گا کہ اس عورت کا ہاتھ نہ کاٹا جائے، یا تو اس کو معاف کر دیا جائے یا اس سے فدیہ لے کر اسے چھوڑ دیا جائے۔ اور فدیہ کا ذکر حضرت مسعود بن الاسود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، اس میں ان کا یہ قول ہے "ہمارے نزدیک یہ معاملہ بہت سنگین تھا، سو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے کہا: ہم اس عورت کا فدیہ چالیس اوقیہ دیتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: یہ عورت پاک کر دی جائے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے" اور گویا کہ ان لوگوں کا یہ گمان تھا کہ فدیہ دینے سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: حضرت مسعود بن الاسود بن حارثہ القرشی العدوی اصحاب الشجرہ میں سے تھے اور جنگِ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ومن یجتری علیہ" یہ لفظ الاجتراء سے ماخوذ ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا: یجتری، جرأت سے ماخوذ ہے اور وہ باب افتعال سے ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۵۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بلکہ یہ الاجتراء سے ماخوذ ہے جیسا کہ ہم نے کہا۔ اور جرأت کا معنی ہے: کسی چیز کا اقدام کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ الاجتراء مصدر ہے اور علامہ عینی نے کئی بار مصدر سے اشتقاق کا انکار کیا ہے، پس اب وہ یہاں کیسے یجتری کو الاجتراء سے ماخوذ قرار دے رہے ہیں۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۴۵، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "حِبّ رسول اللہ ﷺ" حاء کے نیچے زیر ہے اور باء پر تشدید ہے اور حِبّ کا معنی ہے: محبوب۔
امام محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جب کسی کی سفارش کرتے تو نبی ﷺ ان کی سفارش کو قبول فرماتے تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتیں تو ضرور محمد (ﷺ) اس کا ہاتھ کاٹ دیتے"۔
حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی صاحبزادی تھیں اور ان کا خصوصیت سے ذکر اس لئے کیا کہ آپ کو اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ وہی محبوب تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۹۔۴۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں جو مباحث ذکر کئے ہیں یہ سب فتح الباری میں مذکور ہیں جن کا ہم عنقریب تفصیل سے ذکر کریں گے۔

صحیح البخاری: ۶۷۸۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب امام تک کسی حد کا مقدمہ پہنچ جائے تو اس کی شفاعت کے متعلق فقہاء کے اقوال

فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ جب امام کے پاس حد کا مقدمہ پہنچ جائے تو اس پر حد کو قائم کرنا واجب ہے، کیونکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حق متعلق ہو گیا۔ پس اس میں شفاعت جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر انکار کیا جب انہوں نے حد میں شفاعت کی، اور یہ بہت بلیغ ممانعت ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اپنی امت کو حدود میں شفاعت کرنے سے ڈرایا جب وہ مقدمہ امام تک پہنچ جائے۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ امام مالک، امام ابو یوسف اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جب قذف (پاک دامن پر تہمت لگانا) کا

معاملہ امام تک پہنچ جائے تو جس پر قذف یا تہمت لگائی گئی ہے اس کے لئے جائز ہے کہ وہ تہمت لگانے والے کو معاف کر دے جب کہ وہ اس کا پردہ رکھنے کا ارادہ کرے۔

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ یہ ایسا شبہ ہے جس کی وجہ سے حد کو ساقط کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اگر امام قاذف کو حد لگانے کے لئے جائے حتیٰ کہ قاذف کے صدق کے اوپر گواہ قائم ہو جائے تو اس سے حد کو ساقط کر دیا جائے گا اور بسا اوقات مقذوف کے اوپر حد واجب ہوگی۔

اور امام مالک نے کہا ہے کہ جب امام تک شفاعت پہنچ جائے اور وہ پردہ رکھنے کا ارادہ نہ کرے تو اس کے لئے ہاتھ کاٹنا جائز ہے۔اور ایک مرتبہ امام مالک نے کہا کہ امام اور حاکم کا حد کو معاف کرنا جائز نہیں ہے جب اس کے پاس مقدمہ پہنچ جائے۔
(المدوّنہ ج ۴ ص ۴۱۴)

اور یہی امام ابوحنیفہ، ثوری اور الاوزاعی کا قول ہے اور یہی قول ظاہر حدیث کے زیادہ مشابہ ہے۔

اور اکثر اہلِ علم نے کہا ہے کہ امام کے پاس مقدمہ پہنچنے سے پہلے حدود میں شفاعت کرنا جائز ہے۔

صحابہ میں سے حضرت زبیر بن العوام، حضرت ابن عباس اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے۔اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن جبیر اور زہری کا بھی یہی قول ہے۔اور یہی امام الاوزاعی کا بھی قول ہے۔

اور امام مالک نے فرق کیا ہے کہ جس شخص سے لوگوں کی ایذاء معروف نہ ہو تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اس کی شفاعت قبول کی جائے جب تک امام کے پاس مقدمہ نہیں پہنچے۔لیکن جس شخص کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ زمین میں شر اور فساد کرتا ہے تو میں نہیں پسند کرتا کہ کسی کے حق میں بھی اس کی شفاعت قبول کی جائے اور اس کی شفاعت کو ترک کر دیا جائے حتیٰ کہ اس پر حد قائم ہو جائے۔(الاشراف ج ۲ ص ۳۱۶)

اور مدوّنہ میں مذکور ہے کہ یہ مسئلہ تعزیر میں ہے جب کہ وہ شخص ذوالوجاہت ہو اور پاک دامن ہو۔اور جب کہ شفاعت کرنے والا اس کی سزا کو معاف کرنے کا مطالبہ کرے۔اور اگر اس شخص کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ لوگوں کو ایذاء پہنچاتا ہے تو اس پر تعزیر لگائی جائے اور حدود اس کے خلاف ہے۔(المدوّنہ ج ۴ ص ۳۸۷)

الشیخ ابواسحاق نے کہا ہے: یہ معاملہ اس وقت ہے جب کہ وہ مقدمہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے کسی حق کے متعلق ہو، لیکن جب وہ مقدمہ آدمیوں کے حقوق کے متعلق ہو تو وہ ساقط نہیں ہوگا جب تک کہ صاحبِ حق راضی نہ ہو جائے، لیکن المدوّنہ میں مذکور ہے کہ کبھی کسی شخص سے لغزش ہو جاتی ہے حالانکہ وہ آدمی نیکی اور فضل اور احسان میں معروف ہو اور امام غور کرے اگر وہ بہت بوڑھا ہو تو اس کو تادیباً اتنی سزا دے جتنی اس جیسے شخص کو سزا دی جا سکتی ہے۔اور اگر وہ کم بوڑھا ہو تو سلطان کو چاہیے کہ اس کی لغزش کے معاملہ میں درگزر کرے جیسا کہ اصحابِ وجاہت سے درگزر کی جاتی ہے اور اس میں الشیخ ابواسحاق کا رد ہے۔

اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ حاکم تک مقدمہ پہنچنے سے پہلے شفاعت کرنا مباح ہے وہ اس باب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی شفاعت کا انکار اس وقت فرمایا جب آپ کے پاس چوری کا مقدمہ پہنچ چکا تھا۔(الاشراف ج ۲ ص ۳۱۶)

عاریۃً لی ہوئی چیز کا انکار کرنے پر حد قائم کرنے میں اختلافِ فقہاء

معمر نے زہری سے اس حدیث میں یہ روایت کی ہے کہ ایک مخزومیہ عورت سامان عاریۃً لیتی تھی اور اس کا انکار کرتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۰۱)

اور ایک قوم نے اس سے استدلال کیا ہے، انہوں نے کہا: جو شخص عاریۃً ایسی چیز لے جس میں ہاتھ کاٹنا واجب ہے اور پھر وہ انکار کردے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، یہ امام احمد اور اسحاق کا قول ہے۔

امام احمد نے کہا: میرے علم میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی مخالف ہو۔

اور فقہاء مدینہ، فقہاء کوفہ، امام شافعی اور جمہور علماء نے ان کی مخالفت کی ہے، پس انہوں نے کہا کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور ان کی دلیل اس باب کی حدیث ہے کہ جس نے چوری کی تھی اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، پس اس میں یہ دلیل ہے کہ عاریۃً پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی چوری کرتیں تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتا۔ (الاستذکار ج ۲۴ ص ۲۴۴۔۲۴۸)

اور اس مسئلہ میں آثار مختلف ہیں، پس اس میں غور کرنا ضروری ہے اور جس چیز میں اختلاف ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف لوٹانا واجب ہے اور اللہ تعالیٰ نے چور پر ہاتھ کاٹنے کو واجب کیا ہے عاریۃً چیز لینے والے پر ہاتھ کاٹنے کو واجب نہیں کیا۔

امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اس عورت کا ہاتھ پکڑا اور اس کو کاٹ دیا، وہ عورت لوگوں سے عاریۃً سامان لیتی تھی اور اس کا انکار کرتی تھی۔

(سنن نسائی ج ۸ ص ۷۱۔۷۰، رقم الحدیث: ۴۸۸۸)

اور دوسری روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے، آپ نے فرمایا: اس عورت کو چاہیے کہ وہ اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرے اور اس نے قوم سے جو سامان لیا ہے اس کو واپس کردے۔ (سنن نسائی ج ۸ ص ۷۱، رقم الحدیث: ۴۸۸۹)

سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ وہ عورت لوگوں سے سامان عاریۃً لیتی تھی اور اس کو زیور کی پہچان نہیں تھی، پس اس نے اس کو بیچ دیا اور اس کی قیمت لے لی۔ (سنن نسائی ج ۸ ص ۷۱، رقم الحدیث: ۴۸۹۲)

عائشہ بنت مسعود بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتی ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ جب اس قرشیہ عورت نے اس چادر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے چرایا تو ہم کو یہ معاملہ بہت سنگین معلوم ہوا، پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے اس معاملہ میں گفتگو کی، ہم نے کہا: ہم اس عورت کا چالیس اوقیہ فدیہ دیتے ہیں، آپ نے فرمایا: وہ عورت پاک ہوجائے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے، جب ہم نے یہ سنا تو ہم حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، پس ہم نے کہا: آپ ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کیجئے۔۔ الحدیث (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۷۱۔۴۷۰)

اور امام نسائی نے ابوالزبیر سے روایت کی ہے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ ایک عورت نے چوری کی، پس لوگوں نے کہا: اس عورت کے معاملہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرے گا؟

(سنن نسائی ج ۸ ص ۷۱، رقم الحدیث: ۴۸۹۷)

ابوقرۃ نے اپنی سنن میں از سفیان از ابی اسحاق از حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے زیور چوری کیا تھا تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔

اور ابوشیخ نے ''کتاب القطعة والسرقة'' میں زہری سے روایت کی ہے از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور مرد یا چور عورت کو لایا گیا تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور آپ نے فرمایا: اگر فاطمہ بھی ہوتیں تو میں ان پر حد قائم کر دیتا۔

اور اس کی زیادہ وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے فرمایا: کیا تم اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش کرتے ہو؟ اور کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں عاریۃً لی ہوئی چیز کے انکار کے اوپر حد نہیں ہے۔

چوری کرنے والی عورت کا نام

اور یہ عورت فاطمہ بنت ابی الاسد ہے یا ابی الاسود ہے، اور ابوالاسود حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد سے پہلے خاوند کے بھتیجے ہیں، ان کا نام عبداللہ بن عبدالاسد ہے۔ (الاستیعاب: ۳۴۸۷، اسد الغابہ: ۷۱۶۹)

ابوزکریا یحییٰ بن عبدالرحیم نے از عبدالغنی بن سعید الحافظ روایت کی ہے کہ جس عورت نے چوری کی تھی اس کا نام فاطمہ بنت ابی الاسد تھا جو حضرت ابوسلمہ کی بھتیجی تھی، وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح سے پہلے۔ پس قریش ڈرے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ہاتھ کاٹ دیں، تو انہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ الحدیث (اسد الغابہ: ۷۱۶۹)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۵۷۔۶۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۸۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں چوری کے جرم پر ہاتھ کاٹنے کا دستور

مسعود بن الاسود کی روایت میں ہے: جب اس عورت نے چوری کی تو ہم کو یہ معاملہ بہت سنگین لگا، پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ الحدیث۔ اور وہ اس کو اس لئے سنگین قرار دیتے تھے کہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ اس عورت کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدود نافذ کرنے میں کوئی رخصت نہیں دیتے، اور چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ان کو اسلام سے پہلے معلوم تھا، اور قرآن مجید میں بھی حکم نازل ہوا کہ چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں اور اسی پر حال برقرار رہا، اور ابن الکلبی نے ایک باب قائم کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں چوری کے سبب سے جس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پس ان لوگوں کا قصہ ذکر کیا ہے جنہوں نے کعبہ کے ہرن چوری کئے تھے، پھر حضرت عبدالمطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد کے عہد میں ان کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔ اور یہ ذکر کیا ہے کہ عوف بن عبد بن عمر بن مخزوم اور مقیس بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم وغیرہما نے ہاتھ کاٹے تھے۔

المخزومیہ کی چوری کے متعلق متعدد روایات اور ان میں تطبیق

امام نسائی کی روایت میں ہے کہ قریش کے بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی اور صحیح قول کی بناء پر اس عورت کا نام فاطمہ

بنت الاسود بن عبد الاسد بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم ہے، اور یہ ابو سلمہ بن عبد الاسد الصحابی کی بھتیجی تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔

حافظ ابن عبد البر نے ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ فاطمہ بنت الاسود بن عبد الاسد ہی وہ عورت ہے کہ جس کے ہاتھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹ دیا تھا کیونکہ اس نے زیور کی چوری کی تھی، پس قریش نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے گفتگو کی کہ وہ اس عورت کی سفارش کریں اور وہ اس وقت کم عمر لڑکے تھے۔۔۔ الحدیث

اور امام محمد بن سعد نے از حبیب بن ابی ثابت روایت کی ہے کہ فاطمہ بنت الاسود بن عبد الاسد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں زیور چوری کیے تھے تو پھر لوگوں نے سفارش طلب کی۔۔ الحدیث

اور ابن الکلبی نے روایت کی ہے کہ وہ عورت ایک رات نکلی تو اس جگہ کچھ سوار اترے تو اس نے ان کا چمڑے کا تھیلا لے لیا تو لوگوں نے اس کو پکڑ لیا، پھر اس کو باندھ دیا، پھر جب صبح ہوئی تو اسے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ الحدیث۔

امام ابن ماجہ نے اور امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے چادر کو چوری کیا تو یہ بات ہمیں بہت سنگین معلوم ہوئی، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم آپ سے اس کی سفارش کرتے تھے۔ الحدیث۔

بعض روایات میں ہے کہ اس عورت نے زیور چوری کیے تھے اور اس روایت میں ہے کہ اس نے چمڑے کا تھیلا یا چادر چوری کی تھی۔ ان میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ وہ زیور چمڑے کے تھیلے یا چادر میں تھے تو اس عورت نے اس چادر کو چوری کیا جس میں زیور تھے تو بعض راویوں نے صرف ظرف کا ذکر کیا اور بعض راویوں نے مظروف کا ذکر کیا، ظرف وہ چادر یا تھیلا ہے اور مظروف وہ زیور ہیں۔

اور امام عبد الرزاق نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ فلاں عورت تم سے عاریۃً زیور طلب کرتی ہے تو میں نے اس کو وہ زیور دے دیئے، وہ کچھ دن ٹھہری رہی، پھر اس عورت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ نے اس سے اس کے متعلق سوال کیا، اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے ان سے کوئی چیز عاریۃً نہیں طلب کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے گھر جاؤ، اس کے بستر کے نیچے تم کو وہ زیور مل جائیں گے، پھر لوگ گئے تو وہاں سے وہ زیور لے لیے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس عورت کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔۔۔ الحدیث۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس عورت نے چادر چوری کی تھی اور زیور چوری کرنے کا انکار کیا تھا، اس کا محمل یہ ہے کہ اس نے ان زیورات کو عاریۃً طلب کیا تھا اور جس روایت میں ان پر چوری کا اطلاق ہے وہ مجاز ہے۔

امام اور حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے سے پہلے شفاعت کرنے کا ثبوت

حبیب بن ابی ثابت کی مرسل روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب انہوں نے اس عورت کی

شفاعت کی کہ تم اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش نہ کرو، کیونکہ جب یہ مقدمہ میری طرف پہنچ گیا تو پھر اس کو نہیں چھوڑا جائے گا۔

عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود کی روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم آپس میں حدود کو معاف کر دو، پس جو حد مجھ تک پہنچ گئی تو پھر وہ واجب ہو جائے گی۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو اس عنوان کے تحت لکھا ہے کہ جب تک سلطان کے پاس حد نہ پہنچے اسے معاف کرنے کی گنجائش ہے۔

نیز امام ابوداؤد، امام حاکم اور امام احمد نے یحییٰ بن راشد سے روایت کی ہے کہ ہمارے پاس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آئے، پس انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کی سفارش اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد میں حائل ہوگئی اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی۔ اور امام ابویعلی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا، پس انہوں نے اس قصہ کا ذکر کیا، اس میں یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور کو لایا گیا تو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس کو معاف کیوں نہیں کر دیتے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ برا سلطان ہے جو تمہارے درمیان حدود کو معاف کر دے۔

عروہ بن الزبیر نے کہا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ایک چور سے ملاقات ہوئی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کی سفارش کی تو ان سے کہا گیا: حتیٰ کہ امام تک یہ معاملہ پہنچ جائے، انہوں نے کہا: جب امام تک یہ مقدمہ پہنچ جائے اور پھر کوئی سفارش کرے تو سفارش کرنے والے پر بھی اللہ کی لعنت ہو اور جس کی سفارش کی گئی ہے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔

امام دارقطنی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک سفارش کرو جب تک حاکم تک مقدمہ نہ پہنچ جائے، پس جب حاکم تک مقدمہ پہنچ جائے، پھر حاکم اس کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہ کرے۔

امام احمد اور امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے: جو لوگ معزز ہوں، ان کی لغزشوں کو معاف کرو سوائے حدود کے۔

اور حافظ ابن عبد البر وغیرہ نے کہا ہے: اس میں اتفاق ہے کہ جن احادیث میں یہ حکم ہے کہ مسلمان کے عیوب پر پردہ رکھنا مستحب ہے، وہ اس پر محمول ہے جب تک ان کا معاملہ حاکم تک نہ پہنچا ہو۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کی تخصیص کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتیں تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا"۔ لیث نے اس حدیث کے بعد لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس بات سے اپنی پناہ میں رکھا کہ وہ چوری کریں اور ہر مسلمان کو اسی طرح کہنا چاہیے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خصوصیت سے ذکر کیا، اس لئے کہ آپ کو آپ کے گھر والوں میں سب سے زیادہ وہی عزیز تھیں اور اس لئے بھی کہ اس وقت آپ کی صاحبزادیوں میں سے صرف وہی باقی تھیں۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۴۹۔ ۸۵۸، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۴۔ بَابٌ: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدہ: ۳۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں) ہاتھ کو کاٹ دو

وَفِي كَمْ يُقْطَعُ ؟ اور کتنے مال کی مقدار میں ہاتھ کاٹا جائے گا؟

وَقَطَعَ عَلِيٌّ مِنَ الْكَفِّ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہتھیلی سے کاٹا۔

وَقَالَ قَتَادَةُ فِي امْرَأَةٍ سَرَقَتْ فَقُطِعَتْ شِمَالُهَا لَيْسَ إِلَّا ذَلِكَ۔ اور قتادہ نے کہا جس عورت نے چوری کی ہے اس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا، اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر کی گئی ہے جس میں فرمایا ہے:

''چور مرد اور چور عورت کے ہاتھوں کو کاٹ دو''۔ (المائدہ:۳۸)

امام بخاری نے باب کا عنوان اس آیت کریمہ کو قرار دیا ہے تا کہ یہ بیان کیا جائے کہ چور کا ہاتھ کاٹنا قرآن مجید سے ثابت ہے اور احادیث سے بھی ثابت ہے۔ اس آیت میں ''يد'' کے لفظ کا ذکر کیا گیا ہے یعنی ہاتھ اور اس سے مراد دایاں ہاتھ ہے، اور اس پر دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ قراءت ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْمَانَهُمَا چور مرد اور چور عورت دونوں کے دائیں ہاتھ کو کاٹ دو۔

اس کی روایت ثوری نے از جابر بن یزید از عامر بن شراحیل الشعبی از ابن مسعود از حضرت مسعود کی ہے۔ اور ''سارق'' فعل کے وزن پر ہے۔ اور لغت میں ''سارق'' کا معنی ہے: کسی چیز کو خفیہ طریقہ سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لینا خواہ وہ مال ہو یا کوئی اور چیز ہو۔ اور شریعت میں اس کا معنی ہے: مکلف کا خفیہ طریقہ سے دس دراہم (یعنی 2093.6، یہ مقدار 2013ء بینک ریٹ کے مطابق ہے) کی مقدار کو لینا اور یہ مقدار کسی محفوظ جگہ پر رکھی ہوئی ہو یا وہاں پر اس مقدار کی کوئی حفاظت کرنے والا ہو۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے ''کتنی مقدار میں ہاتھ کاٹا جائے گا؟'' یعنی مال کی کتنی مقدار میں ہاتھ کاٹا جائے گا، اور اس مسئلہ میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ پس ظاہریہ (غیر مقلدین) نے کہا ہے: خواہ قلیل مال کی چوری ہو یا کثیر مال کی چوری ہو اس میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اس میں کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ اور فقہاء احناف کے نزدیک دس دراہم کی مالیت کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور امام شافعی کے نزدیک چوتھائی دینار کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، اور امام مالک کے نزدیک تین دراہم کی مالیت میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ نے از حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما روایت کی ہے، ان دونوں نے کہا: ہاتھ کو صرف چار دراہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں کاٹا جائے گا۔

اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے دو جوتوں کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا، اور ابن معمر نے کہا: لوگ کوڑوں کی چوری کرتے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم نے دوبارہ ان کو چرایا تو میں اس کی چوری میں تمہارے ہاتھ کاٹ دوں گا۔

اور عروہ بن زبیر، زہری اور سلیمان بن یسار کہتے تھے کہ ڈھال کی قیمت پانچ دراہم ہے، اور حافظ ابوعمر نے الاستذکار میں از عثمان البتی روایت کی ہے کہ ایک درہم میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور منصور نے از حسن بصری روایت کی ہے کہ چوری میں کوئی چیز متعین نہیں ہے اور وہ یہ آیت پڑھتے تھے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (المائدہ:۳۸)

اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں) ہاتھ کو کاٹ دو، یہ ان کے کیے ہوئے کی سزا ہے (اور) اللہ کی طرف سے عبرت ناک تعزیر ہے، اور اللہ بہت غالب نہایت حکمت والا ہے O

اور قتادہ نے ان سے روایت کی ہے کہ دو درہموں پر اجماع ہے، اور ابراہیم سے چالیس درہم کی روایت ہے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نصف درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا۔ اور زیاد سے دو درہموں کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی روایت ہے۔ اور حضرت ابوسعید سے چار درہموں کی روایت ہے، ایک قول یہ ہے کہ ہر اس چیز کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا جس کی قیمت ہو خواہ کم ہو یا زیادہ۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہتھیلی سے ہاتھ کاٹ دیا۔ یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے چور کا ہاتھ ہتھیلی سے کاٹ دیا۔ اس اثر کی روایت ابوبکر نے کی ہے از وکیع از سمرہ بن معبد ابی عبدالرحمن، انہوں نے کہا: میں نے ابوخیرہ کو دیکھا ان کا ہاتھ جوڑ سے کٹا ہوا تھا، میں نے پوچھا: آپ کا ہاتھ کس نے کاٹا؟ انہوں نے کہا: ایک نیک مرد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے، لیکن انہوں نے مجھ پر ظلم نہیں کیا۔

اور علامہ ابن التین نے بعض راویوں سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بغل سے ہاتھ کاٹ دیا تھا اور یہ بہت بعید اور عجیب ہے۔

اور امام سعید بن منصور نے از حماد بن زید از عمرو بن دینار روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جوڑ سے ہاتھ کاٹتے تھے۔
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پیر کی پشت سے کاٹتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے از ابی خیرۃ روایت کی ہے کہ حضرت علی نے ان کا ہاتھ جوڑ سے کاٹ دیا۔

اور امام شافعی نے ''کتاب اختلاف علی وابن مسعود'' میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چور کے ہاتھ کی صرف خنصر، بنصر اور وسطیٰ کو کاٹتے تھے۔ (یعنی درمیانی انگلی اور اس کے ساتھ کی دو چھوٹی انگلیاں) اور فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا ہوں کہ میں اس شخص کو بغیر عمل کے چھوڑ دوں (یعنی وہ کوئی کام نہ کر سکے)۔

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ایک عورت نے چوری کی تو قتادہ نے کہا: اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا اور اس کے سوا اور نہیں کاٹا گیا۔
امام احمد نے اپنی تاریخ میں اس تعلیق کو سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے: از محمد بن الحسن الواسطی از عوف الاعرابی اسی

طرح، اور قتادہ نے بیان کیا کہ امام مالک اور ابن ماجیشون نے کہا: یہ کافی نہیں ہے۔ اور جب ہاتھ کاٹنے والا عمداً کاٹے تو اس کے بائیں ہاتھ کو کاٹے۔ اور علامہ الابہری نے کہا: اس پر اعتراض ہے اور یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ اس پر قصاص ہے۔ اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے: جب ہاتھ کاٹنے والا مستحق سے کاٹے اور بایاں ہاتھ کاٹ دے تو یہ دایاں ہاتھ کاٹنے سے کافی ہے اور اس پر اعادہ نہیں ہے۔ اور امام شافعی اور امام احمد سے روایت ہے: اگر کاٹنے والا خطا کرے تو اس پر دیت ہے اور دوبارہ ہاتھ کاٹنے کے متعلق امام شافعی کے نزدیک دو قول ہیں۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۰۔۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۸۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ تُقْطَعُ الْيَدُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔
ابراہیم بن سعد کی عبدالرحمٰن بن خالد اور زہری کے بھتیجے اور معمر نے متابعت کی ہے از الزہری۔

(صحیح البخاری: ۶۷۹۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۴، سنن ترمذی: ۱۴۴۵، سنن نسائی: ۴۹۱۹، سنن ابوداؤد: ۴۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۵، مسند احمد: ۲۴۷۷۶، موطا امام مالک: ۱۵۷۵، سنن دارمی: ۲۳۰۰)

صحیح البخاری: ۶۷۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "کتنے مال کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے؟" اور اس باب کی حدیث اس کی وضاحت کرتی ہے کہ چوتھائی درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف نے از ابن شہاب از عمرہ بنت عبدالرحمٰن الانصاری روایت کی ہے۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں روایت کی ہے از یحییٰ بن یحییٰ، اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کی امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے، اور امام ترمذی نے کتاب الحدود میں اس حدیث کی از علی بن حجر روایت کی ہے اور امام نسائی نے قطع الید کے باب میں اس حدیث کی از اسحاق بن ابراہیم روایت کی ہے اور امام ابن ماجہ نے کتاب الحدود میں اس حدیث کی از ابی مروان

محمد بن عثمان روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

چوتھائی درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: چوتھائی درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا"، فقہاء شافعیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ چوتھائی دینار ہاتھ کاٹنے میں اصل ہے اور اس میں نصِ صریح ہے اور اس کے سوا میں نصِ صریح نہیں ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ جس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اس ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیئے تھے جس کی قیمت تین دراہم تھی، اس کے منافی نہیں ہے، کیونکہ اس وقت دینار بارہ درہم کا تھا۔

اور یہ مذہب حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور فقہاء تابعین میں سے عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، اللیث بن سعد، الاوزاعی اور ایک روایت کے مطابق اسحاق اور ابو ثور اور داؤد بن علی الظاہری کا بھی یہی قول ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے کہا: جب اس نے سونے کے دینار کا چوتھائی حصہ چرایا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور جب اس نے دراہم میں سے تین درہم کی چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور امام احمد سے یہ بھی روایت ہے کہ چوری میں ہاتھ کاٹنے کا نصاب چوتھائی دینار ہے یا تین درہم ہے یا جس سامان کی مالیت تین درہم ہے اور دراہم کے ساتھ قیمت ڈالنا خصوصیت ہے۔ اور امام احمد سے یہ بھی روایت ہے کہ چوری میں ہاتھ کاٹنے کا نصاب تین دراہم ہے یا سونے اور سامان میں سے جس کی قیمت تین دراہم ہو۔

دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

عطاء بن ابی رباح، ابراہیم النخعی، سفیان ثوری، ایمن الحبشی، حماد بن ابی سلیمان، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور زفر نے کہا: چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا حتیٰ کہ وہ ایسے دس درہم کی چوری کرے جو مروج ہوں۔ اور الکاسانی نے کہا: حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی ہمارے مذہب کی مثل منقول ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جس کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے۔

دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کے متعلق احادیث

امام طحاوی نے کہا: ہمیں محمد بن اسحاق نے حدیث بیان کی از ایوب بن موسیٰ از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ جس ڈھال کی چوری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹے تھے اس کی قیمت دس دراہم تھی۔

اور امام نسائی نے روایت کی ہے: ہمیں عبیداللہ بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے چچا نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از ابن اسحاق، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن شعیب نے حدیث بیان کی کہ عطاء بن ابی رباح نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اس ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔

اورامام نسائی نے بھی از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ اس ڈھال کی قیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دس دراہم تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۱۔ ۴۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۹۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِي رُبُعِ دِينَارٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی از ابن وہب از یونس ابن شہاب از عروہ بن الزبیر اور عمرۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چور کا ہاتھ چوتھائی دینار (کی چوری) میں کاٹ دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۶۷۸۹، ۶۷۹۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۴، سنن ترمذی: ۱۴۴۵، سنن نسائی: ۴۹۱۹، سنن ابوداؤد: ۴۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۵، مسند احمد: ۲۴۷۷۶، موطا امام مالک: ۱۵۷۵، سنن دارمی: ۲۳۰۰)

صحیح البخاری: ۶۷۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور سے فقہاء شافعیہ کا استدلال

اس سے پہلے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی گئی ہے، یہ اس حدیث کی دوسری سند ہے۔ یہ سند از ابن شہاب از عروہ بن زبیر اور عمرۃ بنت عبدالرحمٰن دونوں کی روایت از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے، اس کے برخلاف جو حدیث پہلے گزری ہے اس کی سند میں عمرۃ پر اقتصار تھا۔

یہ حدیث بھی ان دلائل سے ہے جن سے فقہاء شافعیہ نے چوتھائی دینار کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹنے پر استدلال کیا ہے۔ اور انہوں نے کہا: اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی خبر دی ہے، پس یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے پہلی حدیث میں جو ذکر کیا گیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں ہاتھ کاٹا، تو اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے مستنبط کیا ہے۔

فقہاء شافعیہ کی دلیل پر امام طحاوی کا اعتراض

امام طحاوی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ہم تمہاری دلیل کو مان لیتے اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس سلسلہ میں مختلف روایات نہ ہوتیں، کیونکہ ابن عیینہ نے از الزہری از عمرۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چوتھائی دینار یا اس سے زائد میں ہاتھ کاٹتے تھے۔ یہ حدیث از سفیان بن عیینہ از زہری از عمرۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے، اور جس حدیث سے فقہاء شافعیہ نے استدلال کیا ہے وہ یونس سے مروی ہے۔ اور تمہارے نزدیک اور تمہارے علاوہ دوسروں کے نزدیک یونس، سفیان بن عیینہ کے مرتبہ کا نہیں ہے۔ پس تم کیسے یونس کے قول سے استدلال کرو گے اور سفیان کے قول کو ترک کرو گے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے محدثین سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ زہری کی روایت میں سفیان بن عیینہ کو یونس پر مقدم رکھتے ہیں، یہ تمام محدثین کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے بلکہ اکثر نے اس کے خلاف کہا ہے، اور جنہوں نے وثوق سے کہا ہے کہ یونس، زہری کی روایت میں سفیان پر مقدم ہے وہ یحییٰ بن معین اور احمد بن صالح المصری ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۶۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی عبارت کو رد کرنا

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: سفیان بن عیینہ امام، عالم، متقی، زاہد، حجت، ثبت ہیں اور ان کی حدیث کی صحت پر اجماع ہے، پس یونس بن یزید ان کے مقارن کیسے ہوگا؟ جب کہ محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یونس کی حدیث میٹھی ہوتی تھی اور ان کی اکثر احادیث حجت نہیں ہوتیں، اور بسا اوقات وہ منکر روایات لاتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ عینی کی یہ عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی کی دلیل کا رد نہیں کرتی، کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام طحاوی کے اس قول کا رد کیا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ یونس کے سفیان بن عیینہ پر مقدم ہونے پر اتفاق نہیں ہے، کیونکہ یحییٰ بن معین اور احمد بن صالح نے ان پر اقتصار نہیں کیا۔

امام عبد الرزاق نے از عبد اللہ بن المبارک روایت کی ہے کہ زہری کی جو از معمر حدیث ہے اس کا میں نے یونس سے زیادہ حافظ کسی کو نہیں پایا۔

اور ابن مہدی نے کہا کہ ابن المبارک یہ کہتے تھے کہ ابن مہدی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

اور حنبل بن اسحاق از امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ زہری کی جو حدیث از معمر ہے میرے علم میں یونس سے زیادہ اس کا کوئی عالم نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے اس کی ہر چیز لکھ لی ہے۔

اور علامہ عینی نے جو محمد بن سعد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یونس حلو الحدیث ہے اور اس کی احادیث اکثر حجت نہیں ہیں اور بسا اوقات وہ منکر روایات کو لاتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ محمد بن سعد اور امام احمد فردِ مطلق پر منکر کا اطلاق کرتے ہیں۔ اور رہے جمہور تو وہ فردِ مطلق پر منکر کا اطلاق نہیں کرتے، سوا اس صورت کے جب کہ منفرد اپنے سے زیادہ قوی کی مخالفت کرے۔ اور امام مسلم نے اپنے مقدمہ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۴۸، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

۶۷۹۱۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها حَدَّثَتْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ تُقْطَعُ الْيَدُ فِي رُبْعِ دِينَارٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الحسین نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از محمد بن عبدالرحمٰن الانصاری از عمرۃ بن عبدالرحمٰن، ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چوتھائی دینار (کی چوری) میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۶۷۸۹، ۶۷۹۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۴، سنن ترمذی: ۱۴۴۵، سنن نسائی: ۴۹۱۹، سنن ابوداؤد: ۴۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۵، مسند احمد: ۲۴۷۷۶، موطا امام مالک: ۱۵۷۵، سنن دارمی: ۲۳۰۰)

صحیح البخاری: ۶۷۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس کی امام بخاری نے عمران بن میسرۃ سے روایت کی ہے، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سابق کی ایک اور سند ہے۔

فقہاء احناف کا حدیث مذکور سے استدلال کا جواب

فقہاء احناف نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہے۔ اس حدیث کی ایوب نے از عبدالرحمٰن بن القاسم از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے۔

نیز فقہاء احناف نے کہا: اس حدیث کے معارض وہ احادیث ہیں جس میں دس درہم سے کم میں ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے اور یہ حدیث ہاتھ کاٹنے کو مباح قرار دیتی ہے اور دوسری حدیث منع کرتی ہے اور ممانعت کی حدیث اباحت کی حدیث سے زیادہ اولیٰ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۹۲۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ يَدَ السَّارِقِ لَمْ تُقْطَعْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَّا فِي ثَمَنِ مِجَنٍّ حَجَفَةٍ أَوْ تُرْسٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ۔

(صحیح البخاری: ۶۷۹۳، ۶۷۹۴، صحیح مسلم: ۱۶۸۵، سنن نسائی: ۴۹۳۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چور کا ہاتھ صرف چمڑے کی ڈھال کی قیمت یا عام ڈھال کی قیمت کی چوری میں کاٹا گیا۔

ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن

عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی حدیث کی مثل۔

صحیح البخاری: ۶۷۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی ایک اور سند ہے جس کی روایت از عثمان بن ابی شیبہ ہے اور یہ عثمان بن محمد بن ابی شیبہ ہیں اور ان کا نام ابراہیم العبسی الکوفی ہے، یہ ابوبکر بن ابی شیبہ کے بھائی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے از عبدۃ، یہ ابن سلیمان ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از ہشام، یہ ابن عروہ ہیں۔ یہ اپنے والد عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے بھی عثمان سے کتاب الحدود میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مِجَن'' میم کے نیچے زیر ہے اور جیم پر زبر ہے، اور اس کا معنی ہے: استتار، ڈھانپنا۔ اور صاحب المغرب نے کہا: مجن ڈھال کو کہتے ہیں کیونکہ ڈھال والا ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے۔ اور التوضیح میں مذکور ہے کہ المِجَن اور الجحفة اور الترس، تینوں کا ایک معنی ہے۔

حدیث کے الفاظ جس پر دلالت کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ المِجَن اور الجَحفة دونوں کا معنی ایک ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک تنوین کے ساتھ ہے، پس الجحفة اس کا بیان ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''او تُرس'' أو کا لفظ شک کے لئے ہے، کیونکہ تُرس دو چمڑوں سے بنائی جاتی ہے اور جحفة کبھی لکڑی کی ہوتی ہے یا ہڈی کی ہوتی ہے اور اس کے اوپر چمڑا چڑھا ہوا ہوتا ہے۔

اس حدیث میں ان چیزوں کی مقدار کا بیان نہیں کیا گیا۔ پس ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی قیمت چوتھائی دینار ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی قیمت دس درا ہم ہو، پس اس حدیث میں کسی فریق کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے اور وہ یہ ہے:

''ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی حدیث کی مثل''۔

یہ اس حدیثِ سابق کی ایک اور سند ہے جو عثمان بن ابی شیبہ سے مروی ہے اور امام مسلم نے بھی عثمان سے اس کی مثل روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۴۔۴۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٧٩٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ تَكُنْ تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِي أَدْنَى مِنْ حَجَفَةٍ أَوْ تُرْسٍ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ذُو ثَمَنٍ رَوَاهُ وَكِيعٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ مُرْسَلًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ چور کا ہاتھ جحفة یا ترس (ڈھال) سے کم میں نہیں کاٹا جاتا تھا اور ان میں سے ہر ایک قیمت والی چیز ہے۔
اس حدیث کی وکیع نے اور ابنِ ادریس نے از ہشام از والد خود مرسلاً روایت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ٦٧٩٢، ٦٧٩٣، ٦٧٩٤، صحیح مسلم: ١٦٨٥، سنن نسائی: ٤٩٣١)

صحیح البخاری: ٦٧٩٣، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی ایک اور سند ہے اور یہ حدیثِ موقوف ہے۔ اس حدیث کی از محمد بن مقاتل المروزی اَز عبداللہ بن المبارک المروزی روایت کی گئی ہے۔ اور امام نسائی نے اس حدیث کی قطع ید کے باب میں سوید بن نصر کی از ابن المبارک روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''چور کا ہاتھ حجفة یا ترس سے کم میں نہیں کاٹا جاتا تھا اور ان میں سے ہر ایک قیمت والی چیز ہے''۔ اور ''کل واحد'' کلامِ اضافی ہے اور مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے کہا ہے: ''وکان کل واحد منھما ذا ثمن'' (یعنی ان میں سے ہر ایک قیمت والی چیز تھی) اور انہوں نے کانَ کے لفظ کا اضافہ کیا ہے اور ذا ثمن کو منصوب قرار دیا ہے، پھر لکھا ہے کہ اسی طرح اصول میں ثابت ہے، پھر کہا: علامہ کرمانی نے یہ افادہ کیا ہے کہ بعض نسخوں میں اس طرح مذکور ہے ''وکان کل واحد منھما ذو ثمن'' اور ''ذُو ثمن'' پر رفع پڑھی ہے اور ضمیرِ شان کو مقدر مانا ہے۔ (فتح الباری ج ٧ ص ٨٦٣، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ، حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت کے رد میں لکھتے ہیں:

حافظ ابنِ حجر عسقلانی اور علامہ کرمانی کا یہ تصرف بہت بعید ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو یہ کہا ہے کہ ''اصول میں اسی طرح ثابت ہے'' اس کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا، بلکہ جو چیز اصول میں ثابت ہے، یہ وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا تھا یعنی ''کل واحد''

کلام میں اضافی ہے اور مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہے، کیونکہ یہ عبارت اس قاعدہ کی بناء پر مبنی ہے جس میں نہ کوئی اضافہ ہے اور نہ کسی چیز کو مقدر رمانا ہے۔ اور رہا علامہ کرمانی کا یہ کہنا کہ بعض نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے، اس کو بھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس عبارت کی مثل تاویل کی محتاج ہوتی ہے۔ نیز علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ''ذو ثمن'' میں یہ اشارہ ہے کہ کم قیمت کی چیز میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا بلکہ یہ اس کے ساتھ مخصوص ہے جس کی کوئی قیمت ہو۔

علامہ عینی علامہ کرمانی کے رد میں فرماتے ہیں: علامہ کرمانی کی شرح سے حدیث میں جو ابہام تھا، اس پر مزید ابہام میں اضافہ ہو گیا، کیونکہ جو ڈھال چرائی گئی ہے جب اس کی قیمت چوتھائی دینار سے کم ہو گی تو اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے کیونکہ یہ بھی ظاہر قیمت ہے خواہ وہ ایک درہم ہو، حالانکہ علامہ کرمانی کے امام یعنی امام شافعی اس کے قائل نہیں ہیں۔

اس کے بعد امام بخاری نے لکھا ہے کہ ''اس حدیث کی وکیع نے اور ابن ادریس نے از ہشام از والد خود مرسلاً روایت کی ہے''۔ یعنی وکیع بن الجراح الکوفی نے اور عبداللہ بن ادریس الاودی الکوفی نے اس حدیث کی از ہشام از والد خود مرسلاً روایت کی ہے، کیونکہ انہوں نے اس کی سند نہیں بیان کی۔

اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس عبارت میں جو مرسلاً کا لفظ ہے یہ مرسلات کی مشہور اصطلاح کے خلاف ہے، کیونکہ وکیع کی روایت کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اس کی عبارت اس طرح ہے از ہشام از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ڈھال کی قیمت کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا۔ اور ان ایام میں ڈھال کی قیمت ہوتی تھی۔ اور جو چیز عیب والی ہو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔ اور عبداللہ بن ادریس کی جو روایت ہے اس کو امام دارقطنی نے کتاب العلل میں اور امام بیہقی نے اس سند کے ساتھ بیان کیا ہے: از یوسف بن موسیٰ از جریر و وکیع و عبداللہ بن ادریس، یہ تینوں اس حدیث کی از ہشام از والد خود روایت کرتے ہیں، پھر اس حدیث کا ذکر کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۵-۴۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۹۴۔ حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَمْ تُقْطَعْ يَدُ سَارِقٍ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي أَدْنَى مِنْ ثَمَنِ الْمِجَنِّ تُرْسٍ أَوْ حَجَفَةٍ وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ذَا ثَمَنٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہشام بن عروہ نے کہا: ہمیں خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چور کا ہاتھ مِجَن تُرس یا حجفة (ڈھال) سے کم میں نہیں کاٹا جاتا تھا اور ان میں سے ہر ایک کی قیمت ہوتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۶۷۹۲، ۶۷۹۳، ۶۷۹۴، صحیح مسلم: ۱۶۸۵، سنن نسائی: ۴۹۳۱)

صحیح البخاری: ۶۷۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکور کی ایک اور سند ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یوسف بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ ابن راشد بن بلال القطان الکوفی ہیں، یہ بغداد میں رہتے تھے۔
نیز اس حدیث کی سند میں ابواسامہ کا ذکر ہے، ان کا نام حماد بن اسامہ ہے وہ ہشام بن عروہ سے روایت کرتے ہیں۔
باقی حدیث کی شرح وہی ہے جو اس سے پہلے بیان کی جا چکی ہے۔
اس حدیث کی امام مسلم نے از ابوکریب از ابواسامہ روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۹۵۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَطَعَ فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قِيمَتُهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از نافع مولیٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹا جس کی قیمت تین دراہم تھی، نافع کی متابعت محمد بن اسحاق نے کی ہے۔ اور اللیث نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی اس کی قیمت۔

(صحیح البخاری: ۶۷۹۶، ۶۷۹۷، ۶۷۹۸، صحیح مسلم: ۱۶۸۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۶، سنن نسائی: ۴۹۰۷، سنن ابوداؤد: ۴۳۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۴، مسند احمد: ۴۴۸۹، موطا امام مالک: ۱۵۷۳، سنن دارمی: ۱۳۰۱)

صحیح البخاری: ۶۷۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن ابی اویس ہیں اور ان کا نام عبداللہ ہے، وہ امام مالک کے بھانجے ہیں۔
اس حدیث کی امام مسلم نے از یحییٰ بن یحییٰ از امام مالک روایت کی ہے۔ اور امام طحاوی نے اس حدیث کی پانچ صحیح سندوں کے ساتھ روایت کی ہے جن کو میں نے شرح معانی الآثار میں بیان کیا ہے۔
شیخ ابن حزم نے کہا ہے: اس حدیث کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صرف نافع نے روایت کی ہے۔ اور حافظ ابوعمر نے کہا: یہ سب سے صحیح حدیث ہے جو اس باب میں روایت کی گئی ہے۔ اور امام طحاوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ ڈھال جس کی چوری میں رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کاٹا تھا، وہ دس درہم کی تھی۔ اور از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود اسی کی مثل ہے۔ اور امام نسائی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے بھی اس کی مثل روایت کی گئی ہے۔ اور جب کہ اس ڈھال کی قیمت کی مقدار میں اختلاف ہو گیا تو اس میں خبط واقع ہو گیا، پس اسی مقدار کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا جس پر اجماع ہو اور وہ دس دراہم ہیں یا ایک دینار ہے۔

اس حدیث کی متابعت محمد بن اسحاق نے کی ہے یعنی از نافع، اور اس کو الاسماعیلی نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے از عبداللہ بن المبارک از امام مالک اور محمد بن اسحاق اور عبیداللہ بن عمر، اور ان تینوں نے نافع سے روایت کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹا جس کی قیمت تین دراہم تھی۔

اور اللیث نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی اس کی قیمت۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بخاری کا یہ ارادہ ہے کہ لیث بن سعد نے اس حدیث کو از نافع جماعت کی مثل روایت کیا ہے، لیکن ثمن کے بجائے قیمت کا ذکر کیا ہے۔ اور امام مسلم نے از قتیبہ روایت کی ہے اور محمد بن رمح سے از لیث از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹا، اس ڈھال کی قیمت تین دراہم تھی۔ اور آپ نے ہاتھ کاٹا، اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہاتھ نہیں کاٹا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخزومیہ عورت کا ہاتھ خود کاٹا تھا، پس یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو وکیل بنایا ہو۔ اور قیمت اور ثمن دونوں کا ایک معنی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۶-۳۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۹۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹا، اس کی قیمت تین دراہم تھی۔

(صحیح البخاری: ۶۷۹۵، ۶۷۹۶، ۶۷۹۷، ۶۷۹۸، صحیح مسلم: ۱۶۸۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۶، سنن نسائی: ۴۹۰۷، سنن ابوداؤد: ۴۳۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۴، مسند احمد: ۴۴۸۹، موطا امام مالک: ۱۵۷۳، سنن دارمی: ۱۳۰۱)

صحیح البخاری: ۶۷۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے پہلے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی گئی تھی، یہ اسی حدیث کی ایک اور سند ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن اسماعیل کا ذکر ہے، یہ التبوذکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں جویریہ کا ذکر ہے، یہ ابنِ اسماء الضبعی ہیں جو نافع سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۹۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے نافع نے حدیث بیان کی از

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹا، اس کی قیمت تین دراہم تھی۔

(صحیح البخاری: ۶۷۹۵، ۶۷۹۶، ۶۷۹۷، ۶۷۹۸، صحیح مسلم: ۱۶۸۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۶، سنن نسائی: ۴۹۰۷، سنن ابوداؤد: ۴۳۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۴، مسند احمد: ۴۴۸۹، موطا امام مالک: ۱۵۷۳، سنن دارمی: ۱۳۰۱)

صحیح البخاری: ۶۷۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی ایک اور سند ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از عبیداللہ، یہ عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ نافع سے روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

۶۷۹۸۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَطَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَدَ سَارِقٍ فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قِيمَتُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھال کی چوری میں ایک چور کا ہاتھ کاٹا جس کی ثمن تین دراہم تھی۔

اس حدیث کی متابعت محمد بن اسحاق نے کی ہے اور اللیث نے کہا ہے: مجھے نافع نے حدیث بیان کی اس کی قیمت۔

(صحیح البخاری: ۶۷۹۵، ۶۷۹۶، ۶۷۹۷، ۶۷۹۸، صحیح مسلم: ۱۶۸۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۶، سنن نسائی: ۴۹۰۷، سنن ابوداؤد: ۴۳۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۴، مسند احمد: ۴۴۸۹، موطا امام مالک: ۱۵۷۳، سنن دارمی: ۱۳۰۱)

صحیح البخاری: ۶۷۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن المنذر کا ذکر ہے، یہ الحزامی المدینی ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں ابوضمرہ کا ذکر ہے، ان کا نام انس بن عیاض ہے۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۸۔ ۴۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۹۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَعَنَ اللهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چور پر لعنت فرمائے، وہ بیضۃ (خود) چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور (جہاز کی) رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۸۳، ۶۷۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۸۷، سنن نسائی: ۴۸۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۳، مسند احمد: ۷۴۳۸)

صحیح البخاری: ۶۷۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

یہ حدیث عنقریب باب "لعن السارق" میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کی روایت از عمر بن حفص از والد خود از الاعمش از ابی صالح از حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تھی۔ اور یہاں اس کی روایت از موسیٰ بن اسماعیل المنقری البصری کی ہے جن کو التبوذکی کہا جاتا ہے۔ نیز اس حدیث کی سند میں عبدالواحد کا ذکر ہے جو ابن زیاد ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں ذکر ہے از الاعمش، یہ سلیمان الاعمش ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں ذکر ہے از ابوصالح، یہ ذکوان الزیات ہیں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے اس باب میں اعادہ کی توجیہ

حدیثِ مذکور کے اس باب میں اعادہ کی توجیہ ہوسکتا ہے یہ ہو کہ اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ بیضۃ (خود) اور (جہاز کی) رسی جس کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان میں ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے، یہ اس قبیل سے ہے کہ اس کی قیمت چوتھائی دینار ہو یا دس دراہم ہو جیسا کہ فقہاء کا اختلاف ہے، اور اس کا قرینہ اس باب میں ذکر کی ہوئی احادیث ہیں، اسی لیے امام بخاری نے اس باب کو اس حدیث پر ختم کیا ہے۔ اور بعض شارحین نے یہاں پر ایسا کلام ذکر کیا ہے جس سے سننے والا خوش نہیں ہوتا، پس اسی لیے میں نے اس کلام کو ترک کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

چوری پر چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم محکم ہے اور اس کی مقدار مجمل ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ جس آیت میں چوری پر چور کے ہاتھ کاٹنے کو واجب قرار دیا ہے، وہ آیت محکمہ ہے۔ اور اس آیت میں اس مال کی مقدار کی چوری کا بیان نہیں ہے جس پر چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے اور مال کی مقدار کے حق میں یہ آیت مجمل ہے۔ اگر ہم اس آیت کو اس کے ظاہر پر چھوڑ دیں تو واجب ہوگا کہ کم چیز کی چوری ہو یا زیادہ چیز کی چوری ہو اس میں ہاتھ کاٹ دیا جائے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے بیان فرمایا ہے کہ کتنے مال کی مقدار کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے، اور اس سلسلہ میں ہم وہ احادیث ذکر کر چکے ہیں جن میں چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۸۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

بابِ مذکور کی احادیث کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کتنے مال کی چوری پر ہاتھ کاٹنا واجب ہے، اس کے متعلق فقہاء کے مذاہب

جس مقدار کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے اس میں بیس (۲۰) کے قریب مذاہب ہیں:

(۱) ہر قلیل یا کثیر چیز میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا خواہ وہ چیز بے کار ہو یا کار آمد ہو۔ یہ اہل الظاہر اور خوارج کا مذہب ہے۔ اور حسن بصری سے منقول ہے کہ ابو عبد الرحمٰن ابن بنت الشافعی کا بھی یہی قول ہے۔

(۲) اور اس کے مقابل ایک شاذ قول وہ ہے جس کو قاضی عیاض اور ان کے موافقین نے نقل کیا ہے از ابراہیم النخعی کہ ہاتھ کاٹنا صرف چالیس درہم یا چار دینار کی چوری میں واجب ہے۔

(۳) اگر چور نے کسی بے کار چیز کو چرایا ہو تو اس پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر معمولی قیمت کی چیز کو چرایا ہو تو اس پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک حقیر ٹھیکرے کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا۔ اور جو شخص کوڑوں کی چوری کرتا تھا اس سے فرمایا: اگر تم نے دوبارہ چوری کی تو اس چوری میں، میں تمہارے ہاتھ کاٹ دوں گا۔ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے دو جوتوں کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا، اس حدیث کی امام ابن ابی شیبہ نے از عمر بن عبد العزیز روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک مد یا دو مد کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا۔

(۴) ایک درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور یہ عثمان البتی کا قول ہے جو فقہاءِ بصرہ میں سے ہیں اور ربیعہ کا قول ہے جو فقہاءِ مدینہ سے ہیں۔ علامہ قرطبی نے اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے، ان کا گمان یہ تھا کہ عثمان سے مراد خلیفہ عثمان ہیں، حالانکہ اس طرح نہیں ہے۔

(۵) دو درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، اور یہ حسن بصری کا قول ہے۔ علامہ ابن المنذر نے اس کو وثوق سے کہا ہے۔

(۶) دو درہم سے زیادہ کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا خواہ وہ تین درہم تک نہ پہنچے ہوں، امام ابن ابی شیبہ نے اس کی سندِ قوی کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس چیز کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جو دو درہم کے برابر

تھی۔اور ایک روایت کے الفاظ ہیں ''جس کی قیمت تین دراہم کے برابر نہیں تھی''۔

(۷) تین دراہم یا اس کی قیمت کے برابر خواہ سونا ہو، کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ یہ امام احمد کی ایک روایت ہے اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ امام مالک سے بھی یہی روایت ہے۔

(۸) جس چیز کو چرایا گیا ہے اگر وہ سونا ہے تو اس کا نصاب چوتھائی دینار ہے، اور اگر سونا نہیں ہے تو اگر اس کی قیمت تین دراہم کو پہنچتی ہے تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر اس کی قیمت تین دراہم کو نہیں پہنچتی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ اس کی قیمت نصف دینار کو پہنچتی ہو۔ اور یہ امام مالک کا معروف قول ہے اور امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ از محمد بن راشد از یحییٰ بن یحییٰ الغسانی از ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم از عمرۃ روایت کی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چوتھائی دینار کی چوری میں ہاتھ کاٹ دو اور اس سے کم دینار کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹو۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اور ان دنوں میں چوتھائی دینار کی قیمت تین دراہم کے برابر تھی۔ حدیثِ مرفوع سے یہ ثابت ہے کہ اس باب میں معتبر سونے کا نصاب ہے اور حدیثِ موقوف سے یہ ثابت ہے کہ سونے کے قائم مقام چاندی ہے۔

(۹) جس چیز کو چرایا گیا ہے اگر اس کی قیمت چوتھائی دینار یا تین درہم کو پہنچ گئی تو اس پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور یہ امام احمد کا مشہور مذہب ہے اور اسحاق سے بھی یہی روایت ہے۔

(۱۰،۱۱) سونے یا چاندی میں سے جو غالب ہو اس کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۱۲) چوتھائی دینار کی چوری پر یا چاندی یا سامان کی قیمت چوتھائی دینار کو پہنچ جائے تو اس کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، عمرۃ، ابوبکر بن حزم، عمر بن عبدالعزیز، الاوزاعی اور اللیث کا مذہب ہے۔ امام اسحاق سے بھی ایک روایت یہی ہے اور داؤد ظاہری سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور علامہ ابن المنذر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سندِ منقطع کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب چور چوتھائی دینار کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور عمرۃ کی سند سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا جس نے سنگترے چرائے تھے، ان کی قیمت ڈالی گئی تو دینار کے حساب سے تین درہم تھی، تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اور جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چوتھائی دینار کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت دو درہم اور نصف تھی۔

(۱۳) چار دراہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ قاضی عیاض نے اس کو بعض صحابہ سے نقل کیا ہے اور علامہ ابن المنذر نے اس کو حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

(۱۴) تین دینار کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ علامہ ابن المنذر نے اس قول کو ابوجعفر الباقر سے روایت کیا ہے۔

(۱۵) پانچ دراہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ یہ فقہاء کوفہ میں سے ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے۔ اور حسن بصری اور سلیمان بن یسار سے منقول ہے کہ امام نسائی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صرف پانچ دراہم کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۱۶) دس دراہم یا جو اس کی قیمت کو پہنچ جائے خواہ سونا ہو یا چاندی ہو اس کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور یہ امام ابوحنیفہ، ثوری اور ان کے اصحاب کا قول ہے۔

(۱۷) ایک دینار یا جو اس کی قیمت کو پہنچ جائے خواہ چاندی ہو یا سونا ہو، اس کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اس قول کو ابنِ حزم نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے اور علامہ ابن المنذر نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے۔

(۱۸) ایک دینار یا دس دراہم یا جو ان میں سے کسی ایک کے مساوی ہو، اس قول کی بھی ابنِ حزم نے حکایت کی ہے۔ اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سندِ ضعیف کے ساتھ ثابت ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سندِ منقطع کے ساتھ ثابت ہے اور یہی عطاء بن ابی رباح کا قول ہے۔

(۱۹) چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ سونے کی مقدار ہو تو اس کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس پر دلیل ہے۔ اور چاندی کا سامان خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو، اس پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور یہ ابنِ حزم کا قول ہے۔ اور حافظ ابنِ عبدالبر نے اس کی مثل داؤد ظاہری سے بھی نقل کی ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ سونے کی حد تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں صراحۃً ثابت ہے اور دوسروں کی احادیث میں حد ثابت نہیں ہے، لہٰذا آیت اپنے عموم پر باقی رہے گی۔ پس قلیل کی چوری ہو یا کثیر کی چوری ہو اس میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا سوا اس کے کہ وہ چیز بے کار ہو، اور یہ امام شافعی کے قول کے موافق ہے۔ اور اس پر استدلال کیا ہے کہ سونے والوں کی دیت ایک ہزار دینار ہے اور چاندی والوں کی دیت بارہ ہزار درہم ہے۔ اور مالکیہ کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ شہر میں جس چیز کا رواج ہو اس کا اعتبار ہوگا، اگر سونے کا رواج ہے تو سونے کی چوری کے مطابق نصاب ہوگا اور اگر چاندی کا رواج ہے تو چاندی کی چوری کے مطابق نصاب ہوگا۔ اور یہ بیس مذاہب ہیں۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ انہوں نے ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیئے جس کی قیمت تین دراہم تھی اور یہ ثابت ہے کہ ڈھال کی قیمت سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنا واجب نہیں ہے۔ اور کم سے کم جو ڈھال کی قیمت ہے وہ تین دراہم ہے۔ اور یہ ان نصوص کے موافق ہے جس میں تصریح ہے کہ چوتھائی دینار کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور ہم نے اس قول کو ترک کر دیا کہ تین دراہم کی چوری نصاب ہے اور اس میں مطلقاً ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، کیونکہ چاندی کی قیمت سونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ پس باقی رہا سونے کا اعتبار کرنا اور وہ چوتھائی دینار ہے۔ واللہ اعلم (فتح الباری ج ۷ ص ۸۶۴-۸۶۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بابِ مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دس درہم اور تین درہم کی چوری کی مالیت پر ہاتھ کاٹنے کی حدیثوں میں تطبیق

فقہاءِ احناف کا درجِ ذیل حدیث سے استدلال ہے:

از ابن اسحاق از ایوب بن موسیٰ از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: جس ڈھال کی چوری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹا تھا، اس کی قیمت دس دراہم تھی۔

(سنن نسائی ج ۸ ص ۸۳، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۷۹-۳۸۷، امام حاکم نے کہا: یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔)

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا جس نے ایک ڈھال کی چوری کی تھی، اس کی قیمت ایک دینار یا دس دراہم تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۸۷)

امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کی محمد بن سلمہ نے اور سعدان بن یحییٰ نے از ابن اسحاق اسی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

فقہاء احناف کے خلاف حجت یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو مختلف ڈھالوں کی چوری پر ہاتھ کاٹا گیا ہو، ان میں سے ایک ڈھال کی قیمت تین دراہم تھی اور دوسری ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی، کیونکہ جب کسی نقل کی وجہ سے ہاتھ کاٹنا صحیح ہے تو ثقہ راویوں کا نقل کرنا تین دراہم کی چوری پر اس میں دس دراہم کی چوری بھی داخل ہے۔

یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ ان احادیث کو تضاد پر محمول کیا جائے۔ اور ائمہ اربعہ راشدین کے ساتھ حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۹۳، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

ہاتھ کاٹنے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ مال محفوظ جگہ پر ہو

اس پر اجماع ہے کہ حرز یعنی مال کا محفوظ جگہ پر ہونا یہ ہاتھ کاٹنے کے وجوب میں معتبر ہے، اور حرز کی صفت میں اختلاف ہے، کیا یہ اموال کے اختلاف سے مختلف ہوجاتی ہے؟ پس امام ابوحنیفہ نے کہا کہ ہر وہ چیز جو کسی چیز کے اموال کے لیے حرز ہو، وہ تمام اموال کے لیے حرز ہوگی۔ اور دوسرے فقہاء نے کہا: یہ مال کے اموال سے مختلف ہے اور اس میں عرف معتبر ہوتا ہے۔

شیخ ابن حزم نے ایک جماعت سے نقل کر کے کہا ہے: جس شخص نے کسی سامان کو اس کی حرز سے نکالا، اس وقت اس کے ہاتھ کو کاٹنا واجب ہوگا، لیکن اگر اس نے اس مال کو وہاں سے نکالا جہاں وہ مال محفوظ نہیں تھا اور وہ اس مال کو لے گیا تو اس کے ہاتھ کو نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے حرز سے مال کو نکالا، پھر اس کو وہ مال حرز سے نکال کر لے جانے سے پہلے پکڑ لیا گیا تو اس کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث ہیں:

امام ابن ابی شیبہ از عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کسی چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا حتیٰ کہ وہ سامان کو نکال کر لے جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۷۴)

اور امام عبدالرزاق از سلیمان بن موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ اس نے سامان اکٹھا کر لیا ہو اور ارادہ کیا ہو کہ چرائے حتیٰ کہ اس مال کو اٹھائے اور نکلے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۹۶)

نیز امام عبدالرزاق از عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں کہ ایک چور المطلب بن ابی وداعہ کے خزانے میں داخل ہوا، انہوں نے دیکھا کہ اس نے سامان اکٹھا کر لیا ہے اور اس کو نکالا نہیں، وہ اس کو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس لے کر آئے، انہوں نے اس کو کوڑے لگائے اور اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا ہاتھ اس وقت تک نہیں کاٹا جائے گا حتیٰ کہ یہ اس مال کو گھر سے نکال کر باہر لے جاتا، انہوں نے کہا: یہ بتاؤ اگر تم ایک مرد کو دیکھو وہ کسی عورت کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھا ہے اور اس نے اس میں دخول نہیں کیا تو کیا تم اس پر حد لگاؤ گے؟ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: نہیں، انہوں نے کہا: اسی طرح کبھی کوئی شخص مال نکالتا ہے اور تائب ہوتا ہے یا مال چھوڑنے والا ہوتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۹۷-۱۹۶)

نیز امام عبدالرزاق الشہیر بن نمیر از الحسین بن عبداللہ بن ضمیرہ از والد خود از جدِ خود از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد گھر میں پایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ گھر کا سامان ہوتا ہے تو انہوں نے کہا: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا حتیٰ کہ وہ سامان کو اٹھائے اور گھر کے دروازہ سے نکل جائے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۹۷۔۱۹۸)

ابن حزم نے کہا: اور یہی ثوری اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد اور ان کے اصحاب اور اسحاق بن ابراہیم کا قول ہے اور ایک جماعت نے کہا: اس کا ہاتھ کاٹنا لازم ہے، خواہ اس نے حرز سے یعنی محفوظ جگہ سے چرایا ہو یا کسی اور جگہ سے جیسا کہ عبدالرحمٰن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ حدیث پہنچی کہ لوگ کہتے ہیں کہ جب چور سامان کو لے کر باہر نہ نکلے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر مجھے چھری کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۷۴)

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ درخت میں لٹکے ہوئے پھل اور کھجور کے درخت کے گوند کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۸۸، سنن نسائی: ۴۹۷۶، ۴۹۷۷)

مُختلِس (جھپٹ کر کوئی چیز چھیننے والا) کے ہاتھ کاٹنے میں فقہاء کا اختلاف

مُختلس کے متعلق اختلاف ہے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹتے تھے۔ اسی طرح حضرت زید بن ثابت، شعبی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم، عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے۔ اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور ان کے اصحاب اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، ان میں سے علی بن رباح ہیں اور عطاء بن ابی رباح ہیں۔

شیخ ابن حزم نے کہا: جب مختلس کے ہاتھ کاٹنے میں اختلاف ہو گیا تو واجب ہے کہ ہم دیکھیں کہ اس مسئلہ میں حدیث کس قول کی تائید کرتی ہے۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوٹ مار کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور جو لوٹ مار کرنے میں مشہور ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۴۸، سنن ابن ماجہ: ۲۵۹۱)

اور اسی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خیانت کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۹۲، سنن نسائی: ۴۹۸۹، مسند احمد: ۱۵۰۷۴)

نیز امام ابوداؤد نصر بن علی سے روایت کرتے ہیں: ہمیں خبر دی عیسٰی بن یونس نے از ابن جریج از ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کی مثل فرمایا اور یہ اضافہ فرمایا کہ اور مختلس کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۹۳، سنن ترمذی: ۱۴۴۸، سنن نسائی: ۴۹۸۸، سنن ابن ماجہ: ۲۵۹۲)

جن لوگوں کی چوری پر ان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

کسی آزاد لڑکے نے جو سمجھدار نہیں ہے اس نے چوری کی تو امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور امام مالک کے نزدیک اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور امام احمد کی اس کے متعلق دو روایتیں ہیں: ایک روایت ہمارے مذہب کی مثل ہے اور دوسری روایت امام مالک کے مذہب کی مثل ہے۔

اگر کسی شخص نے مُصحف (یعنی قرآن مجید کا نسخہ) کی چوری کی تو امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے کہا: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس میں امام شافعی اور امام مالک کا اختلاف ہے۔

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور دوسرے ائمہ نے اس کی مخالفت کی ہے۔

اور جس شخص نے کعبہ کے پردہ میں سے اتنی مقدار کی چوری کر لی جو نصاب کو پہنچتی ہے تو امام شافعی اور امام احمد نے کہا: اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے کہا: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اگر میاں بیوی میں سے کسی ایک نے دوسرے کے مال کی چوری کر لی جب کہ وہ مال محفوظ جگہ پر تھا تو امام ابوحنیفہ نے کہا: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ اس نے کسی ایسی خاص جگہ سے چوری کی ہو جو ان میں سے کسی ایک کے ساتھ مخصوص تھا، یا عام گھر سے چوری کی ہو۔ اور امام مالک نے کہا: اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا جب کہ اس نے محفوظ جگہ سے چوری کی ہو۔ اور اگر وہ ایسا گھر ہے جس میں وہ دونوں رہتے ہیں تو پھر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اگر کسی شخص نے اپنے ذی رحم محرم کی چوری کی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور دوسرے ائمہ نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اور بیٹا باپ کے مال کو چرا لے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس میں امام مالک کا اختلاف ہے۔

اور اس پر اجماع ہے کہ اگر والدین اپنی اولاد کا مال چرا لیں تو ان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اور اگر کسی نے سونے کا بُت چرا لیا تو امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس میں امام شافعی اور امام مالک کا اختلاف ہے۔

اور اگر کوئی شخص حمام سے کپڑے چرا لے اور ان کا محافظ بھی ہو تو امام ابوحنیفہ نے کہا: اگر یہ واقعہ رات کا ہے تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر دن کا ہے تو نہیں کاٹا جائے گا۔

ہاتھ اور پیر کو کاٹنے کی صفت میں اختلاف

اس میں اختلاف ہے کہ چور کے ہاتھ اور پیر کو کہاں سے کاٹا جائے گا۔ پس حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ جوڑ سے کاٹا جائے گا اور اکثر فقہاء کا اسی پر اتفاق ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ ہاتھ کو انگلیوں سے کاٹا جائے گا، اور پیر کو نصفِ قدم سے کاٹا جائے گا اور اس کی ایڑھی کو چھوڑ دیا جائے گا۔

اور ابوثور نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل مناسب ہے اور مجھے زیادہ محبوب ہے اور پہلا قول قرآن مجید کی آیت ''فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا'' (المائدہ:۳۸) کے زیادہ قریب ہے۔

اور علامہ ابن التین نے بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ ہاتھ بغل سے کاٹے جائیں اور یہ بہت بعید اور عجیب ہے۔ اور جس کا ہاتھ کلائی کے جوڑ سے کاٹا گیا اس کو مقطوع الید کہا جاتا ہے یعنی اس کا ہاتھ کاٹا ہوا ہے۔ اور جس کی انگلیاں کاٹی گئیں تو اس کو مقطوع الید نہیں کہا جاتا۔ اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا ہے اور علامہ داؤدی نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

تیسری بار چوری کرنے پر ہاتھ اور پیر کاٹنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

اس میں اختلاف ہے کہ جب کسی شخص نے تیسری مرتبہ چوری کی جب کہ پہلی چوری پر اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا اور دوسری چوری پر اس کا بایاں پیر کاٹ دیا گیا تھا۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے ایک روایت کے مطابق کہا کہ اس کے ایک ہاتھ اور ایک پیر سے زیادہ کو نہیں کاٹا جائے گا، لیکن اس کو قید کر دیا جائے گا اور چوری کا تاوان لیا جائے گا۔ اور امام احمد کی دوسری روایت یہ ہے کہ تیسری بار چوری پر بھی اس کے ہاتھ اور پیر کو کاٹا جائے گا اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے۔ تیسری بار چوری پر اس کا الٹا ہاتھ کاٹا جائے گا اور چوتھی بار چوری پر اس کا دایاں پیر کاٹا جائے گا، پھر اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹے ہوئے ہوں گے۔ اور یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور تابعین میں سے عروہ، قتادہ، سعید بن المسیب اور ربیعہ کا یہی قول ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت ہے اور یہی قول نخعی، شعبی اور الزہری کا ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ اسماعیل بن جعفر نے از والدِ خود روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ ارادہ نہیں کرتے تھے کہ چور کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹے جائیں۔ اور جب ان کے پاس تیسری بار چوری کے بعد لایا جاتا تو فرماتے کہ میں اس سے حیاء کرتا ہوں کہ یہ آدمی نماز کے لئے وضو نہ کر سکے لیکن اس کو مسلمانوں کے قید خانہ میں چھوڑ دو اور اس پر بیت المال سے خرچ کرو۔

اور امام مالک اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا'' (المائدہ:۳۸) انہوں نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، پھر اگر اس نے اس کے بعد چوری کی تو پھر اس کا پیر کاٹا جائے گا۔ پھر اگر چوری کی تو اس کے ہاتھ کو کاٹا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ جب وہ چوری کرے گا تو اس کے اوپر ہاتھ کاٹنے کے حکم کو جاری کیا جائے گا جیسا کہ کوئی کنوارا زنا کرے تو اسے کوڑے مارے جاتے ہیں، پھر اگر وہ دوبارہ زنا کرے تو پھر اس پر حد لوٹائی جائے گی، پس جب یہ صحیح ہے تو واجب ہے کہ چور کے ہاتھ پیروں کو ہمیشہ کاٹا جاتا رہے حتیٰ کہ نہ اس کا کوئی ہاتھ باقی رہے اور نہ پیر باقی رہے، جیسا کہ کنوارے زانی کو بار بار زنا کرنے پر بار بار کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ اور بعض فقہاء نے کہا کہ متقدمین نے چوروں کے ہاتھوں اور پیروں کے کاٹنے کو محاربین کی آیت سے اخذ کیا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۹۶۔ ۱۱۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

چوری پر ہاتھ کاٹنے کے نصاب کے متعلق فقہاء احناف کے موقف پر دلائل

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب ہے کہ دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور امام شافعی کے نزدیک چوتھائی دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین دراہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

امام مالک اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ڈھال کی قیمت پر ہاتھ کاٹا جاتا تھا اور ڈھال کی قیمت میں کم سے کم اندازہ تین دراہم ہے اور کم مقدار کو مقرر کرنا یقینی ہے، لہٰذا وہ اولیٰ ہے۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اس باب میں اولیٰ یہ ہے کہ اکثر مقدار پر عمل کیا جائے تا کہ حد ساقط کرنے کا حیلہ ہو جائے۔ اور یہ اس لئے کہ کم از کم مقدار میں یہ شبہ رہے گا کہ ہو سکتا ہے اس نے جرم نہ کیا ہو اور جرم نہ کرنے کے شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہاتھ صرف ایک دینار کی چوری میں کاٹا جائے گا یا دس دراہم کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور دراہم کا لفظ اس پر بولا جاتا ہے جو عرف میں رائج سکہ ہو اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے تا کہ مکمل جرم پر ہاتھ کاٹا جائے، حتیٰ کہ اگر اس نے سونے کے دس ٹکڑے چرائے اور ان کی قیمت دس دراہم سے کم ہے تو اس پر ہاتھ کاٹنا واجب نہیں ہوگا۔ (ہدایہ اولین ج ۲ ص ۵۲۴، کتاب السرقۃ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

کم از کم دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام محمد بن الحسن الشیبانی الحنفی المتوفی ۱۸۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

امام محمد نے کہا: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں القاسم بن عبد الرحمٰن نے خبر دی از والد خود از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، انہوں نے فرمایا: دس دراہم سے کم کی چوری میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ امام محمد نے کہا: ہم اسی حدیث پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار، رقم الحدیث: ۶۲۸، ص ۱۳۷، ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۰۷ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ، لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک دینار یا دس دراہم سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور یہ حدیث مرسل ہے، اس کی القاسم بن عبد الرحمٰن نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اور قاسم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔

اور اس حدیث پر بعض اہل علم کا عمل ہے اور یہی سفیان ثوری کا قول ہے اور اہل کوفہ کا، انہوں نے کہا: دس دراہم سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ دس دراہم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ص ۷۰۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

نیز امام محمد المتوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

امام محمد نے کہا: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی از حماد از ابراہیم نخعی، انہوں نے کہا: چور کا ہاتھ ڈھال کی قیمت سے کم کی چوری میں نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اس وقت ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔ اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ چور کا ہاتھ ڈھال کی قیمت کی چوری سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا اور ڈھال کی قیمت ان دنوں دس دراہم تھی اور اس سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(کتاب الآثار، رقم الحدیث: ۶۲۹، ص ۱۳۷، ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۰۷ھ)

میں کہتا ہوں: امام محمد نے امام ابوحنیفہ کی سند سے دو حدیثیں روایت کی ہیں جن میں تصریح ہے کہ دس دراہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور یہ حدیث امام شافعی اور امام مالک دونوں پر حجت ہے جو چوتھائی دینار یا تین درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ رہا امام ترمذی کا یہ اعتراض کہ یہ حدیث متصل نہیں ہے تو امام ترمذی کا سنِ وفات ۲۷۹ھ ہے اور امام ابوحنیفہ کا سنِ وفات ۱۵۰ھ ہے اور امام ابوحنیفہ، امام ترمذی بلکہ صحاح ستہ کے تمام مصنفین پر مقدم ہیں، تو امام ابوحنیفہ تک یہ حدیث جو پہنچی

ہے وہ صحیح متصل تھی اور امام ترمذی بعد کے محدث ہیں ان تک یہ حدیث سندِ متصل سے نہیں پہنچی، لہٰذا امام ابوحنیفہ کی سند کے مقابلہ میں امام ترمذی کے اعتراض کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ المصری الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہمیں ابراہیم بن مرزوق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی از المسعودی از القاسم بن عبدالرحمٰن کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چور کا ہاتھ ایک دینار یا دس دراہم سے کم کی چوری میں نہیں کاٹا جائے گا۔

(شرح معانی الآثار، رقم الحدیث: ۴۸۶۶، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

نیز امام طحاوی روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن مرزوق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابنِ جریج، انہوں نے کہا: عطاء، عمرو بن شعیب کے قول پر کہتے تھے کہ دس دراہم سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(شرح معانی الآثار، رقم الحدیث: ۴۸۶۷، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

از ابن اسحاق از ایوب بن موسیٰ از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: جس ڈھال کی چوری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹا تھا، اس کی قیمت دس دراہم تھی۔

(سنن نسائی ج ۸ ص ۸۳، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۷۹۔۳۸۷، امام حاکم نے کہا: یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔)

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا جس نے ایک ڈھال کی چوری کی تھی، اس کی قیمت ایک دینار یا دس دراہم تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۸۷)

امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کی محمد بن سلمہ نے اور سعدان بن یحییٰ نے از ابنِ اسحاق اسی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی از محمد بن اسحاق، انہوں نے کہا: مجھے ایوب بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا کہ ڈھال کی قیمت سے کم میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۱۷، رقم الحدیث: ۲۸۶۸۷، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

ہمیں عبدالاعلیٰ اور عبدالرحیم بن سلیمان نے حدیث بیان کی از محمد بن اسحاق از عمرو بن شعیب از والد خود از جدِ خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۱۷، رقم الحدیث: ۲۸۶۸۸، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

ہمیں ابنِ مبارک اور وکیع نے حدیث بیان کی از المسعودی از القاسم از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ ایک دینار یا دس دراہم سے کم میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۱۷، رقم الحدیث: ۲۸۶۸۹، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

ہمیں عبدالرحیم بن سلیمان نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن ابی سلیمان از عطاء، انہوں نے کہا: کم سے کم وہ مقدار جس میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا وہ ڈھال کی قیمت ہے اور ان کے زمانہ میں ڈھال کی قیمت ایک دینار تھی یا دس دراہم تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۱۷، رقم الحدیث: ۲۸۶۹۱، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از عطیہ بن عبدالرحمٰن از القاسم، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا

گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی چوری دس دراہم کے برابر نہیں ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس چوری کے مال کی قیمت ڈالنے کا حکم دیا تو وہ آٹھ دراہم تھی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۷۱، رقم الحدیث: ۲۸۶۹۵، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

ہمیں الثقفی نے حدیث بیان کی از المثنیٰ از عمرو بن شعیب، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں سعید بن المسیب کے پاس داخل ہوا، میں نے ان سے کہا: بے شک تمہارے اصحاب عروہ بن الزبیر اور محمد بن مسلم الزہری اور ابن یسار یہ کہتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت پانچ دراہم ہے تو انہوں نے کہا: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس میں جاری ہے کہ دس دراہم کی چوری میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۷۱، رقم الحدیث: ۲۸۶۹۶، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

از عبدالرزاق از ابن جریج، وہ بیان کرتے ہیں کہ عطاء کہتے تھے: چور کا ہاتھ دس دراہم سے کم کی چوری میں نہیں کاٹا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق، ج ۹ ص ۵۲۰، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

از عبدالرزاق از الثوری از ابن ابی نجیح از عطاء، انہوں نے کہا: دس دراہم کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق، ج ۹ ص ۵۲۰، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

از عبدالرزاق از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن شعیب نے خبر دی کہ ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔

(مصنف عبدالرزاق، ج ۹ ص ۵۲۰، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

از عبدالرزاق از ثوری از عبدالرحمٰن بن عبداللہ از القاسم بن عبدالرحمٰن از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ چور کا ہاتھ ایک دینار یا دس دراہم سے کم کی چوری میں نہیں کاٹا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق، ج ۹ ص ۵۲۰، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

از عبدالرزاق از المثنیٰ از عمرو بن شعیب از ابن المسیب، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب چور اتنی چوری کرے جو ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔

(مصنف عبدالرزاق، ج ۹ ص ۵۲۰، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

از عبدالرزاق از الحسن بن عمارہ از الحکم بن عتیبہ از یحییٰ بن الجزار از حضرت علی رضی اللہ عنہ، آپ نے فرمایا: ایک دینار یا دس دراہم سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق، ج ۹ ص ۵۲۰، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

از عبدالرزاق از یحییٰ از یزید وغیرہ از ثوری از عطیہ بن عبدالرحمٰن از القاسم بن عبدالرحمٰن، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس نے کپڑا چرایا تھا، پس انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اس کی قیمت ڈالو، اس کی قیمت ڈالی تو وہ آٹھ دراہم کا کپڑا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۵۲۰، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہر چند کہ ہم نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں بعض احادیث مکرر ہیں لیکن ہمارا مقصود ان احادیث کو درج

کرنے سے یہ بیان کرنا ہے کہ چوری پر ہاتھ کاٹنے کے نصاب میں دس دراہم کی حدیث بہت زیادہ سندوں کے ساتھ مروی ہے اور کسی حدیث کا زیادہ سندوں کے ساتھ مروی ہونا اس حدیث کی قوت کا سبب ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ چوری کے نصاب میں دس دراہم کی حدیث کی سند بہت قوی ہے۔ اگرچہ چوتھائی دینار اور تین دراہم کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹنے کی احادیث ثابت ہیں لیکن احتیاط اس میں ہے کہ دس دراہم کی احادیث پر عمل کیا جائے، کیونکہ شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے، پس تین درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی حدیث میں یہ شبہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ معتبر دس دراہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا ہو اور اس شبہ کی وجہ سے تین درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی حد ساقط ہو جائے گی، لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ چوری پر ہاتھ کاٹنے کے نصاب میں دس دراہم کی حدیث پر عمل کیا جائے، اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا مذہب ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۵۔ بَابُ: تَوْبَةِ السَّارِقِ چور کی توبہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب چور توبہ کر لے تو، توبہ کرنے کی وجہ سے کیا اس سے فاسق کا حکم اٹھ جائے گا حتیٰ کہ اس کی شہادت قبول ہو گی یا نہیں؟ پس اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ چور کی توبہ قبول ہو جائے گی، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک چوری کرنے والی عورت کے متعلق فرمایا: اس نے توبہ کر لی اور اس کی توبہ اچھی تھی۔ اور جب اس طرح ہو گا تو اس کی شہادت سنی جائے گی۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کی شہادت ہر معاملہ میں قبول کی جائے گی جس میں حد لگائی جاتی ہے یا جس میں حد نہیں لگائی جاتی۔ پس امام مالک نے کہا کہ قذف میں، زنا میں اور چوری وغیرہ میں جب چور توبہ کر لیں تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی جب کہ وہ نیک کاموں میں اضافہ کریں۔ اور امام مالک سے ایک یہ بھی روایت ہے کہ ان کی شہادت قذف، زنا اور چوری کے سوا ہر چیز میں قبول کی جائے گی۔

ہمارے اصحاب احناف نے کہا ہے کہ قاذف (کسی بے قصور پر زنا کی تہمت لگانے والے) کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ توبہ کر لے اور اس کی توبہ اچھی ہو اور وہ نیک کام کرتا ہو۔

اور امام بیہقی نے امام شافعی سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ احتمال ہے کہ توبہ کرنے کی وجہ سے اس سے اللہ تعالیٰ کا ہر حق ساقط ہو جائے۔ اور اللیث اور الحسن سے منقول ہے کہ حدود میں سے کوئی چیز ساقط نہیں ہو گی۔ اور امام طحاوی سے منقول ہے کہ ڈاکوؤں کے سوا کسی سے حد ساقط نہیں ہو گی، کیونکہ ڈاکوؤں کے متعلق نصِ صریح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَطَعَ يَدَ امْرَأَةٍ قَالَتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عروہ از حضرت

عَائِشَةُ وَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذٰلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَتَابَتْ وَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا.

عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے ایک عورت کا ہاتھ کاٹ دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ وہ عورت اس کے بعد آتی تھی اور میں اس کی حاجت نبی ﷺ تک پہنچاتی تھی، سو اس نے توبہ کی اور اچھی توبہ کی۔

(صحیح البخاری: ۲۶۴۸، ۲۷۵۴، ۳۴۷۵، ۳۷۳۲، ۳۷۳۳، ۴۳۰۴، ۶۷۸۷، ۶۷۸۸، ۶۸۰۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۸، سنن نسائی: ۴۹۰۳)

صحیح البخاری: ۶۷۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے، کیونکہ باب مذکور کا عنوان ہے "چور کی توبہ" اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت نے اپنے ہاتھ کاٹے جانے کے بعد توبہ کی اور اچھی توبہ کی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ اسماعیل بن ابی اویس ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن وہب، یہ عبداللہ بن وہب المصری ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، یہ یونس بن یزید ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں۔ اور نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عروہ، یہ عروہ بن زبیر ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ کتاب الشہادات میں از اسماعیل بن عبداللہ گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۸۔ ۴۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۱ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضى الله عنه قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فِي رَهْطٍ فَقَالَ أُبَايِعُكُمْ عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُونِي فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَأُخِذَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَطَهُورٌ وَمَنْ سَتَرَهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی ادریس از حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک جماعت میں رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی، آپ نے فرمایا: میں تمہیں اس پر بیعت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ بھی شرک نہیں کرو گے اور نہ تم چوری کرو گے اور نہ زنا کرو گے اور نہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ تم کسی بے قصور کے اوپر اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے جھوٹا بہتان لگاؤ

اللهُ فَذٰلِكَ إِلَى اللهِ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ إِذَا تَابَ السَّارِقُ بَعْدَ مَا قُطِعَ يَدُهُ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ وَكُلُّ مَحْدُودٍ كَذٰلِكَ إِذَا تَابَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ۔

گے اور نہ تم کسی نیکی کے کام میں میری نافرمانی کرو گے، پس تم میں سے جس نے اس عہد کو پورا کرلیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے اور جس نے ان میں سے کوئی کام کرلیا، پس اس کو دنیا میں گرفتار کرلیا گیا تو یہ اس کا کفارہ ہے اور گناہ سے اس کی پاکیزگی اور براءت ہے، اور جس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ رکھا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوّض ہے، اگر وہ چاہے تو اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو اس کی مغفرت فرما دے۔

امام ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: جب چور نے اپنا ہاتھ کاٹے جانے کے بعد توبہ کرلی تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی اور ہر وہ جس پر حد لگائی گئی اس کا معاملہ اسی طرح ہے جب وہ توبہ کرلے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

(صحیح البخاری: ۱۸، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹، ۴۸۹۴، ۶۷۸۴، ۶۸۰۱، ۶۸۷۳، ۷۰۵۵، ۷۱۹۹، ۷۲۱۳، ۷۴۶۸، صحیح مسلم: ۱۷۰۹، سنن ترمذی: ۱۴۳۹، سنن نسائی: ۴۱۶۱، سنن داری: ۲۴۵۳)

صحیح البخاری: ۶۸۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح سے ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس پر حد قائم کی گئی اس کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ پاک ہوجائے گا اور بری ہوجائے گا، پھر جب وہ توبہ کرلے تو وہ اپنے پہلے حال کی طرف لوٹ آئے گا اور اس کی شہادت بھی قبول ہوگی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، یہ ابن الیمان ابوجعفر الجُعفی ہیں، ان کی نسبت جعفر بن سعد کے قبیلہ کی طرف ہے، اور الجوہری نے کہا: یہ یمن کے قبیلہ کے باپ ہیں اور انہی کی طرف نسبت ہے اور یہ المسندی کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معمر کا ذکر ہے، یہ ابن راشد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوادریس کا ذکر ہے، یہ عائذ اللہ ہیں۔

یہ حدیث اس سے پہلے کتاب الایمان میں ''باب علامۃ الایمان'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۸۷۔ كِتَابُ الْمُحَارِبِيْنَ مِنْ أَهْلِ الْكُفْرِ وَالرِّدَّةِ

کفار اور مرتدین میں سے جنگ کرنے والوں کے احکام کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس کتاب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کتاب میں کفار اور مرتدین میں سے جنگ کرنے والوں کے احکام کا بیان ہے۔

علامہ بدرالدین عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: اس عنوان کو اس جگہ پر درج کرنے میں اشکال ہے، اور میرا گمان یہ ہے کہ جن لکھنے والوں نے صحیح البخاری کا نسخہ لکھا ہے، انہوں نے اس عنوان کو اپنی جگہ سے الٹ پلٹ کر دیا ہے۔ اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس عنوان کا محل "کتاب الدیات" اور "استتابة المرتدین" کے درمیان میں ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہاں پر طویل کلام ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی مکمل عبارت

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی جتنی عبارت نقل کی ہے، اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس طرح لکھا ہے:

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب ابواب حدود کے درمیان حائل ہو گئی، کیونکہ امام بخاری نے کتاب الحدود کا عنوان قائم کیا اور اس کو اس حدیث سے شروع کیا کہ "جب کوئی زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا"۔ اور اس میں چوری کا اور خمر پینے کا ذکر کیا، پھر امام بخاری نے کئی ابواب ذکر کیے جو حدِ خمر سے متعلق تھے، پھر اس کے بعد اسی طرح چوری کا ذکر کیا ہے۔ پس لائق یہ تھا کہ اس کے بعد تیسرے مرتبہ میں ابواب زنا کا ذکر کرتے جو کہ اس حدیث کے موافق ہے جس کے ساتھ انہوں نے کتاب الحدود کو شروع کیا ہے۔ پھر اس کے بعد یا تو کتاب المحاربین کو مقدم کرتے یا اس کو موخر کرتے، اولیٰ یہ ہے کہ اس کو موخر کرتے تا کہ اس کے بعد "باب استتابة المرتدین" کا ذکر کرتے، پس یہ اس لائق ہے کہ یہ کتاب الحدود کے جملہ ابواب میں سے ہو۔ اور میں نے علامہ کرمانی کے علاوہ اور کسی کو نہیں دیکھا جو اس پر متنبہ ہوا ہو، کیونکہ وہ ان میں سے کسی چیز کے "باب اثم الزناة" کے در پے ہوئے ہیں اور اس کو انہوں نے پورا نہیں کیا جیسا کہ میں عنقریب اس پر متنبہ کروں گا۔

اور نسفی کی روایت میں کچھ اضافہ ہے جس سے یہ اشکال دور ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے "مِن اهل الكفر والردة" کے بعد "ومن يجب عليه الحد فی الزنا" کا اضافہ کیا، گویا اب عنوان یوں ہو گیا کہ "کفار اور مرتدین میں سے جنگ کرنے والوں اور جن پر زنا کی حد واجب ہے ان کا بیان"۔ پس اگر یہ عنوان محفوظ ہو تو گویا کہ امام بخاری نے زنا کی حد کے ساتھ اہلِ کفر میں سے جنگ کرنے والوں کو ملا دیا کہ بعض صورتوں میں ان کو قتل کیا جاتا ہے، اس کے برخلاف خمر پینے والوں اور چوری کرنے والوں کو قتل نہیں کیا جاتا۔ اور اس تقدیر پر زیادہ بہتر یہ تھا کہ امام بخاری کتاب کے بجائے باب کا لفظ ذکر کرتے، اور یہ تمام باب کتاب الحدود

میں داخل ہو جاتے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۶۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح پر تعاقب

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ قول بہت زیادہ بعید ہے، کیونکہ جب صحیح البخاری کو نقل کیا جا رہا تھا تو امام بخاری کی تصنیف کے زمانہ سے لے کر آج تک صحیح البخاری کے ضبط کے اوپر بہت زیادہ محرکات موجود ہیں، خاص طور پر اس لئے کہ اکابر محدثین اور اکابر شارحین صحیح البخاری کے عنوانات پر مطلع تھے۔

اور اس عنوان کی اس جگہ پر مناسبت موجود ہے، کیونکہ کتاب الحدود اس سے پہلے ان ابواب پر محیط ہے جو خمر پینے، چوری کرنے اور زنا کرنے کی حدود پر مشتمل ہیں، اور یہ معاصی اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرنے اور جنگ کرنے میں داخل ہیں۔ اور نیز صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں نسفی کی روایت سے یہ ثابت ہے کہ "مِن اهل الکفر والردة" کے بعد "ومن یجب علیه الحد" کا اضافہ ہے، اور امام بخاری نے زنا کی حد کو محاربین کے ساتھ ملا دیا۔ پس محاربین کو قتل کرنا بھی اس میں داخل ہے، کیونکہ بعض صورتوں میں محاربین کو قتل کر دیا جاتا ہے۔

نیز اس قائل نے یہ کہا ہے: اس بناء پر اولیٰ یہ ہے کہ کتاب کے بجائے امام بخاری باب کا لفظ لکھتے تا کہ تمام ابواب کتاب الحدود میں داخل ہو جاتے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں، میں کہتا ہوں: اس کتاب میں ایسے ابواب ہیں جن کا تعلق صرف محاربین کے ساتھ ہے۔ پس اب یہاں کتاب کا لفظ ذکر کرنا زیادہ مناسب تھا تا کہ وہ تمام ابواب کو شامل ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کو رد کرنا

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: علامہ عینی کا اعتراض حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت کو رد نہیں کرتا کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی یہ کہتے ہیں کہ تمام ابواب کتاب الحدود میں داخل ہیں، اب اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوگا کہ بعض ابواب حدود میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ محاربین میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدود میں داخل نہ ہوں، پس اللہ تعالیٰ اپنے احسان اور کرم سے ہم پر عافیت کی نعمت کو ہمیشہ برقرار رکھے۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۵۰-۴۴۹، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

۱۶- بَابُ: اَلْمُحَارِبِيْنَ مِنْ أَهْلِ الْكُفْرِ وَالرِّدَّةِ

کفار اور مرتدین سے جنگ کرنے والوں کے احکام کا بیان

وقول الله تعالى: اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا

يُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ (المائدہ: ۳۳)

ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت میں جن لوگوں کا ذکر ہے ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں'' اس سے ان کی مراد کفار ہیں نہ کہ ڈاکو۔ اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت ڈاکوؤں کے حق میں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے ان میں حسن بصری، ضحاک، عطاء اور زہری ہیں۔ اور علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ یہ آیت اہل الذمہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مرتدین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اور یہ تمام اقوال غلط ہیں۔ اور جنھوں نے یہ کہا کہ یہ آیت مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے، یہ معنیٰ اس کے منافی نہیں ہے کہ یہ مرتدین اور مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ یہ آیت اگرچہ خاص مرتدین کے متعلق نازل ہوئی ہے تاہم اس کے الفاظ عام ہیں اور اس کے معنی میں ہر وہ شخص داخل ہے جو ان ڈاکوؤں کے مثل کام کرے اور اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرے اور زمین میں فساد کرے۔

آیت مذکورہ کے متعلق فقہاء کے اقوال کی ترتیب

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت مسلمان ڈاکو کی حد کے بیان میں مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے، ان میں سے امام مالک نے کہا: جب ڈاکو راستہ میں ہتھیار اٹھائے اور لوگوں کو ڈرائے دھمکائے اور نہ قتل کرے اور نہ مال چھینے تو اس کے معاملہ میں امام کو اختیار دیا جائے گا، اگر اس کی رائے یہ ہو کہ اس ڈاکو کو قتل کیا جائے یا اس کو سولی پر چڑھایا جائے یا اس کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا اس کو شہر بدر کیا جائے تو وہ اس طرح کرسکتا ہے۔ اور فقہاء کوفہ اور امام شافعی نے کہا ہے: جب ڈاکو نے کسی کو قتل نہ کیا ہو اور نہ مال چھینا ہو تو اس پر صرف تعزیر ہے، امام اس کو صرف اس وقت قتل کرے گا جب اس نے قتل کیا ہو اور اس کے ہاتھ پیر مخالف جانب سے اس وقت کاٹے گا جب اس نے چوری کی ہو۔ اور اس کو سولی پر اس وقت چڑھائے گا جب اس نے مال چھینا ہو اور قتل بھی کیا ہو۔ اور اس کو شہر بدر اس وقت کرے گا جب اس نے اس میں سے کچھ بھی نہیں کیا ہو، اور امام کو اس میں اختیار نہیں ہوگا۔ اور امام شافعی کے نزدیک شہر بدر کرنا اس کو اس کے شہر سے نکالنے کی تعزیر ہے، اور جمہور مالکیہ نے کہا ہے: شہر بدر کرنا یہ ہے کہ اس کو دوسرے شہر میں قید کر دیا جائے۔

اور ''التلویح'' میں مذکور ہے: امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ قید کرنا شہر بدر کرنے کی ضد ہے اور شہر بدر کرنے کا معنی ہے: اس کو اس کے وطن سے نکال دینا، کیونکہ یہ اس کو ڈاکے سے روکنے میں زیادہ بلیغ ہے۔ پھر اس کو اس جگہ قید کیا جائے جس طرف وہ نکلا ہے حتیٰ کہ

اس کی توبہ ظاہر ہو جائے اور یہ شہر بدر کرنے کی حقیقت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۱۔ ۴۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ الْجَرْمِيُّ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنهُ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ نَفَرٌ مِنْ عُكْلٍ فَأَسْلَمُوا فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَأْتُوا إِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَفَعَلُوا فَصَحُّوا فَارْتَدُّوا وَقَتَلُوا رُعَاتَهَا وَاسْتَاقُوا الْإِبِلَ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَأُتِيَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَلَ أَعْيُنَهُمْ ثُمَّ لَمْ يَحْسِمْهُمْ حَتَّى مَاتُوا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوقلابہ الجرمی نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس قبیلہ عُکل کی ایک جماعت آئی، سو انہوں نے اسلام قبول کر لیا، پھر ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی تو نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ صدقہ کے اونٹوں کے پاس جائیں اور اونٹوں کا پیشاب اور اونٹنیوں کا دودھ پئیں، سو انہوں نے ایسا کیا، پس وہ تندرست ہو گئے اور دینِ اسلام سے مرتد ہو گئے اور اونٹوں کے چرواہوں کو قتل کیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے، نبی ﷺ نے ان کا پیچھا کرنے کے لیے صحابہ کو بھیجا، سو ان کو لایا گیا، پس آپ نے ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ دیا اور ان کی آنکھوں کے ڈھیلے کو نکال لیا اور ان کو اندھا کر دیا اور ان کے زخموں پر داغ نہیں لگایا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۲، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۷، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۶۸۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الولید بن مسلم، یہ اموی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاوزاعی، یہ عبدالرحمٰن بن عمرو ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقلابہ، یہ عبداللہ بن زید الجرمی ہیں، ان کو بصرہ میں قاضی بنانے کا ارادہ کیا گیا تھا، یہ شام کی طرف بھاگ گئے اور وہیں پر ۱۰۴ یا ۱۰۵ھ میں فوت ہو گئے، اس وقت یزید بن عبدالملک کی حکومت تھی۔

یہ حدیث کتاب الوضوء میں "باب ابوال الابل والدواب والغنم" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نفر من العکل" نفر کا معنی ہے انسان کا قبیلہ اور اس کے رشتہ دار اور یہ اسم جمع ہے اور خصوصاً مردوں کی جماعت پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو تین سے لے کر دس تک ہیں اور اس کا کسی لفظ سے واحد نہیں آتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عُکل" (عین پر پیش اور کاف پر جزم) یہ قبیلہ کا نام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاجتووا" یہ الاجتواء سے ماخوذ ہے، یعنی انہوں نے مدینہ میں رہنے کو ناپسند کیا کیونکہ وہاں پر انہیں کوئی بیماری لگ گئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وسمل اعینھم" یعنی ان کی آنکھوں کو نکال کر ان کو اندھا کر دیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولم یحسمھم" اس کا معنی ہے: زخم کے اوپر لوہا گرم کر کے لگانا تا کہ خون رک جائے، سو ان کے زخموں پر لوہا گرم کر کے نہیں لگایا گیا اور ان کے خون کو نہیں روکا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۱-۴۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۰۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس پر دلائل کہ آیتِ محاربہ مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے نہ کہ کفار اور مرتدین کے متعلق

اس حدیث میں امام بخاری کا یہ نظریہ ہے کہ آیت محاربہ اہلِ کفر اور مرتدین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا۔

امام عبدالرزاق نے اپنی روایت میں اس کو بیان کیا ہے۔ امام عبدالرزاق نے اس حدیث کو از معمر از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں مذکور ہے کہ قتادہ نے کہا: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ (المائدہ: ۳۳)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ○

(مصنف عبدالرزاق: ج ۱۰ ص ۱۰۷-۱۰۶، رقم الحدیث: ۱۸۵۳۸)

اور امام عبدالرزاق نے اس حدیث کی مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۰۸-۱۰۷، رقم الحدیث: ۱۸۵۴۱)

اور جن فقہاء نے یہ کہا کہ یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ الحسن البصری اور الضحاک ہیں۔ (تفسیر الطبری ج ۴ ص ۵۴۷)

اور عطاء اور الزہری ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۰۶، رقم الحدیث: ۱۸۵۴۷)

اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو مسلمانوں کے خلاف خروج کریں اور زمین میں فساد کریں اور راستوں میں ڈاکے ڈالیں۔ یہ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور فقہاء کوفہ اور امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے۔ مگر ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ محارب کی حد اس کے جرم اور گناہ کے اعتبار سے ہے جیسا کہ اس کی تفسیر میں آئے گا۔ اور علامہ ابن القصار نے کہا: ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت اہل الذمہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے اپنے عہدِ ذمہ کو توڑ دیا تھا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت مرتدین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ان میں سے ہر قول خطاء ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ یہ آیت مخصوص مرتدین کے متعلق نازل ہوئی ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ یہ آیت عرینیین کے متعلق نازل ہوئی ہے، سو یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ یہ آیت مرتدین اور مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ اس آیت کے الفاظ عام ہیں اور ان الفاظ کے معنی میں ہر وہ شخص داخل ہے جو ان کی مثل ڈاکے ڈالے اور زمین میں فساد کرے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے سفر میں نماز کے قصر کرنے کو خوف کی شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۝ (النساء: ۱۰۱)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو (اس میں) کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرلو، اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے، بے شک کافر تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں ○

پھر یہ ثابت ہے کہ سفر میں مسلمانوں کے لئے نماز کو قصر کرنے کی رخصت ہے خواہ انہیں کفار کے حملہ کا خوف نہ ہو، جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

امام مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم سفر میں قصر کرلو، (النساء: ۱۰۱) اور اب لوگ سفر میں کفار کے حملہ سے مامون ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس وجہ سے تم کو تعجب ہوا ہے اس وجہ سے مجھے بھی تعجب ہوا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (قصر) صدقہ ہے جس کا اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے، تم اس کے صدقہ کو قبول کرلو۔

(صحیح مسلم: ۶۸۶، سنن ابوداؤد: ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۰، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۵، سنن دارمی: ۳۵۴، صحیح ابن خزیمہ: ۹۴۵، مسند احمد: ۱۷۴، سنن کبریٰ للبیہقی: ج ۳ ص ۱۴۰-۱۴۱)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ اللہ کے صدقہ کو قبول کرو اور اصل میں امر وجوب کے لیے آتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے، سو اگر کسی مسلمان نے دانستہ سفر میں پوری نماز پڑھی تو وہ گناہگار ہوگا۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

امیہ بن خالد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ قرآن مجید میں حضر (غیر سفر) میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نمازِ خوف کا بھی قرآن میں ذکر ہے اور سفر میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ہم اس کے سوا کچھ نہیں جانتے کہ ہم نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا ہے ہم وہی کرتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ:۱۰۶۶، سنن نسائی:۱۴۳۳)

خلاصہ یہ ہے کہ حسن بصری، ضحاک، عطاء اور الزہری وغیرہم نے کہا ہے کہ آیت محاربہ (المائدہ:۳۳) مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ یہ آیت اہلِ ذمہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک یہ آیت مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: اور ظاہر القرآن اور مسلمانوں کا عمل جو تواتر سے ثابت ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدود مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں، جیسا کہ قاضی اسماعیل نے کہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ○ (محمد:۴)

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو حتیٰ کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو ان کو مضبوطی سے گرفتار کرلو (پھر تم کو اختیار ہے) خواہ تم ان پر احسان کر کے ان کو (بلامعاوضہ) چھوڑ دو، یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو، حتیٰ کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے، یہی حکم ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو (ازخود) ان سے انتقام لیتا (لیکن وہ یہ چاہتا ہے) کہ وہ تم میں سے ایک فریق کو دوسرے فریق کے ذریعہ آزمائے اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کیے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا ○

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ○ (التوبہ:۳۶)

اور تم تمام مشرکین سے قتال کرو جیسا کہ وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے ○

پس اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو صرف قتل کرنے کا یا ان سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ مسلمانوں سے دین پر جنگ کرتے ہیں اور ان کو چوری اور ڈاکے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاتا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۲۵۔۱۲۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۰۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

محاربین اگر کفار ہوں یا مسلمان ہوں تو ان کے الگ الگ احکام

معتمد یہ ہے کہ آیت محاربہ اولاً مشرکین کے متعلق نازل ہوئی اور یہ اپنے عموم کے اعتبار سے ان مسلمانوں کو بھی شامل ہے جو ڈاکہ ڈالتے ہیں لیکن دونوں فریقوں کی سزا مختلف ہے، پس اگر محاربین کفار ہوں تو جب امام ان کے اوپر غلبہ پالے تو اس کو اختیار دیا جائے گا اور اگر محاربین مسلمان ہوں تو اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے اور وہ امام شافعی اور فقہاء احناف کا قول ہے کہ ان کے جرم میں غور کیا جائے گا جس محارب نے قتل کیا اس کو قتل کیا جائے گا اور جس محارب نے مال چھینا اس کے ہاتھ پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں گے اور جس نے نہ قتل کیا اور نہ مال چھینا تو اس کو شہر بدر کیا جائے گا۔ اور امام مالک نے کہا: بلکہ امام کو محارب مسلم کے متعلق تین چیزوں میں اختیار دیا جائے گا۔

اور اس آیت میں جو نفی یعنی شہر بدر کرنے کا حکم ہے اس میں اختلاف ہے، امام مالک اور شافعی نے کہا: جس شہر میں جرم کیا ہے وہاں سے کسی دوسرے شہر کی طرف نکال دیا جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ سے روایت ہے بلکہ اسے اسی شہر میں قید کیا جائے گا۔ اور اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ اسی شہر میں اس کا مقیم رہنا خواہ قید میں ہو تو یہ شہر بدر کرنے کی ضد ہے، کیونکہ شہر بدر کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ اس کو اس شہر سے نکال دیا جائے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۶۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۷۔ بَابٌ: لَمْ يَحْسِمِ النَّبِيُّ ﷺ الْمُحَارِبِينَ مِنْ أَهْلِ الرِّدَّةِ حَتَّى هَلَكُوا

نبی ﷺ نے مرتدین میں سے محاربین کے زخموں پر (گرم تیل سے) داغ نہیں لگایا حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو گئے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ نبی ﷺ نے مرتدین میں سے محاربین پر حسم نہیں کیا اور حسم کی تفسیر اب بیان کی جا رہی ہے۔

شارح بخاری علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: حسم سے مراد یہاں پر یہ ہے کہ ہاتھ کو کاٹنے کے بعد گرم تیل میں رکھا جائے، یہ حسم کی ایک صورت ہے اور حسم کا اس صورت میں حصر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ أَبُو يَعْلَى حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَطَعَ الْعُرَنِيِّينَ وَلَمْ يَحْسِمْهُمْ حَتَّى مَاتُوا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الصلت ابو یعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے الاوزاعی نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے عرنیین کے ہاتھ کاٹے اور ان پر گرم تیل سے داغ نہیں لگایا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۳۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۲، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۷، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۶۸۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک اور سند ہے اور اس میں اختصار کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن الصلت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں الولید کا ذکر کیا گیا ہے، یہ الولید بن مسلم ہیں اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، یہ ابن ابی کثیر الیمامی الطائی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قطع العرنیین" عُرنیین میں عرینۃ کی طرف نسبت ہے، یہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ یہ لوگ قبیلہ عکل میں سے تھے، اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کا تعلق ان دونوں قبیلوں میں سے تھا۔ اور امام بخاری کی کتاب المغازی میں یہ گزر چکا ہے کہ کچھ لوگ عکل اور عرینۃ میں سے تھے۔

اور امام ابوالشیخ کی "کتاب القطع والسرقۃ" میں مذکور ہے کہ ایک روایت ہے کہ یہ مزینۃ میں سے تھے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ سُلیم اور بنو عرینۃ میں سے تھے جن کا تعلق قبیلہ بجیلۃ سے تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کرنے کے بعد آگ میں جلا دیا۔ اور اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے دو کی آنکھیں پھوڑ دیں، اور دو کے ہاتھ کاٹ دیئے اور دو کو سولی پر چڑھا دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۰۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مجرموں کو مثلہ کرنے کے متعلق روایات اور فقہاء کی آراء

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیین کے ساتھ جو کارروائی کی اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔ سلف صالحین میں سے ایک جماعت نے کہا: یہ واقعہ محاربین کے متعلق آیت نازل ہونے سے پہلے کا ہے، پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حدود کے احکام نازل ہوئے اور آپ کو مثلہ کرنے سے منع فرما دیا، لہٰذا عرنیین کی حدیث منسوخ ہو گئی، یہ ابن سیرین اور سعید بن جبیر اور ابوالزناد سے روایت ہے۔

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا کہ مُثلہ کرنا منسوخ نہیں ہے اور انہی کے متعلق محاربین کی آیت نازل ہوئی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عُرنیین کے ساتھ جو کارروائی کی وہ قصاص تھی، کیونکہ عرنیین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کے ساتھ اسی کی مثل کیا تھا، اس کو اہل السیر نے ذکر کیا ہے۔

محمد بن فلیح نے از موسیٰ بن عقبہ از ابن شہاب روایت کی ہے کہ عرنیین نے یسار کو قتل کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کا

چرواہا تھا، پھر انہوں نے اس کا مُثلہ کیا اور اونٹوں کو چرا کر لے گئے۔

اور امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ مجھے بعض اہل علم نے از محمد بن طلحہ از عثمان بن عبدالرحمٰن روایت کی کہ غزوہ محارب اور بنو ثعلبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک غلام ملا جس کو یسار کہا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اونٹنیوں میں چرواہا مقرر کر دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کی ایک جماعت آئی اور مدینہ میں ٹھہری اور ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی، تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اونٹنیوں کے باڑے میں چلے جائیں اور ان کا پیشاب اور ان کا دودھ پئیں، پس وہ اونٹنیوں کے باڑے میں چلے گئے، جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے یسار پر حملہ کیا، سو اس کو ذبح کر دیا۔ اور اس کی دونوں آنکھوں میں کانٹے ٹھونک دیے۔ (سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۳۱۹۔۳۱۸)

اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیین کی آنکھوں کو پھوڑ ڈالا، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کی آنکھوں کو پھوڑا تھا، پھر کہا: یہ حدیث غریب ہے۔ (سنن ترمذی: ۷۳)

اور امام ابوالشیخ کی "کتاب القطاع والسراقۃ" میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے دو کی آنکھیں پھوڑ دیں اور دو کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور دو کو سولی پر چڑھا دیا۔

اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ یہ لوگ مزینۃ سے تعلق رکھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ سُلیم سے تعلق رکھتے تھے۔ اور بنو عرینۃ بجیلۃ کے قبیلہ سے تھے، اور آپ نے ان کو قتل کرنے کے بعد آگ میں جلا دیا تھا۔ اور آپ نے اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی کو مُثلہ نہیں کیا اور آپ نے مُثلہ سے منع فرمایا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: جب فقہاء کا اس حدیث کی تاویل میں اختلاف ہے، تو ہم نے یہ جاننے کا ارادہ کیا کہ دو تاویلوں میں سے کون سی تاویل اولیٰ ہے، پس ہم نے دیکھا کہ عرنیین کی حدیث کے مطابق صحابہ کا عمل ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ عرنیین کی حدیث میں جو مثلہ کرنے کا ذکر ہے وہ منسوخ نہیں ہے۔ اور روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ایاس کو آگ میں زندہ جلا دیا تھا، کیونکہ وہ مرتد ہو گیا تھا اور اسلام کے خلاف قتال کرتا تھا اور اس کو اس کی زندیقی کی بناء پر جلا دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۴۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

اور "علل ابن ابی حاتم" میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے الزُط کی ایک قوم کو زندہ جلا دیا تھا جنہوں نے بُت بنا لیا تھا۔

اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ دشمن کے جہاز کو جلا دیا جائے خواہ اس میں مسلمان قیدی ہوں اور انہوں نے کہا: قلعوں پر منجنیق سے آگ برسائی جائے اور قلعوں میں جو بچے ہیں ان کو بھی جلا دیا جائے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: یہ تمام روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مُثلہ سے منع فرمایا ہے یہ بطور تحریم منع نہیں فرمایا، بلکہ یہ بطور استحباب منع فرمایا ہے، پس واجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیین کے ساتھ جو کیا وہ اس آیت کے مخالف نہیں ہے۔

علامہ ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیین میں جو حکم دیا تھا وہ ثابت ہے اور کسی چیز نے اس کو منسوخ نہیں کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی احکام دیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احکام کے مطابق

حکم دیا اور اس حکم میں اضافہ کیا اور یہ زائی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر سو کوڑے مارنے کو واجب کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا اضافہ کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے لعان کرنے والوں کے درمیان لعان کو واجب کیا اور شارع علیہ السلام نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی اور یہ کتاب اللہ میں مذکور نہیں ہے۔ اور آپ نے بچے کو ماں کے ساتھ ملا دیا اور شوہر سے اس کی نفی کر دی۔ اور تمام علماء کا اس کے قبول کرنے کے اوپر اجماع ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۴۲۳)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۳۱۔ ۱۳۳ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ۱۴۲۹ھ)

۱۸۔ بَابٌ: لَمْ يُسْقَ الْمُرْتَدُّوْنَ الْمُحَارِبُوْنَ حَتّٰى مَاتُوْا

مرتدین محاربین کو پانی نہیں پلایا گیا حتیٰ کہ وہ مر گئے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ مرتدین محاربین کو پانی نہیں پلایا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ وُهَيْبٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانُوا فِي الصُّفَّةِ فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَبْغِنَا رِسْلًا فَقَالَ مَا أَجِدُ لَكُمْ إِلَّا أَنْ تَلْحَقُوا بِإِبِلِ رَسُولِ اللهِ فَأَتَوْهَا فَشَرِبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا حَتّٰى صَحُّوا وَسَمِنُوا وَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ فَأَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم الصَّرِيخُ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ فَمَا تَرَجَّلَ النَّهَارُ حَتّٰى أُتِيَ بِهِمْ فَأَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ وَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَمَا حَسَمَهُمْ ثُمَّ أُلْقُوا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَمَا سُقُوا حَتّٰى مَاتُوا قَالَ أَبُو قِلَابَةَ سَرَقُوا وَقَتَلُوا وَحَارَبُوا اللهَ وَرَسُولَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از وہیب از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ عکل سے ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور وہ صُفّہ میں تھے، ان کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہیں آئی، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے دودھ تلاش کیجئے، آپ نے فرمایا: میں تمہارے لیے دودھ نہیں پاتا، سوا اس کے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے ساتھ جا کر مل جاؤ، پس یہ وہاں پر گئے، پس انہوں نے اونٹنیوں کا دودھ پیا اور پیشاب پیا حتیٰ کہ تندرست ہو گئے اور فربہ ہو گئے، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک فریاد کرنے والا آیا تو آپ نے ان کی تلاش میں صحابہ کو بھیجا، ابھی دن نہیں چڑھا تھا حتیٰ کہ ان کو لایا گیا، پس آپ کے حکم سے لوہے کی کیلوں کو گرم کیا گیا اور آپ نے انہیں ان کی آنکھوں میں پھیرا اور ان کے ہاتھ اور پیر کاٹے اور ان پر گرم تیل نہیں لگایا، پھر ان کو سیاہ پتھریلی زمین

میں ڈال دیا گیا، وہ پانی طلب کر رہے تھے تو ان کو پانی نہیں پلایا گیا حتی کہ وہ مر گئے۔

ابو قلابہ نے کہا: انہوں نے چوری کی اور قتل کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۲، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۷، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۶۸۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو حدیثِ مذکور ہے یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے۔ امام بخاری نے اس کا یہ عنوان قائم کیا ہے کہ "عرنیین کو پانی نہیں دیا گیا"۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قدم رهط من عكل" رهط کا معنی ہے: کسی مرد کے اہل سے دس سے کم مرد، اور کہا گیا ہے کہ ان کا عدد چالیس تک ہے اور ان میں کوئی عورت نہ ہو، اور اس لفظ سے اس کا واحد اسی لفظ سے نہیں آتا، اس کی جمع ارهط، ارهاط اور اراهط آتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی الصفة" یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک چبوترہ ہے جو غرباء، فقراء اور مہاجرین کا مسکن تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابغنا رِسلا" یعنی آپ ہمارے لیے دودھ منگوائیے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ما اجد لكم الا ان تلحقوا بابل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم" بعض شارحین نے کہا: اس میں تجرید ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: بلکہ یہ التفات ہے جیسے تم کہو کہ "الخلیفة امیر المومنین تمہیں فلاں چیز لکھنے کے لیے کہتے ہیں"۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ تھے"، اور اس سے پہلے گزرا ہے کہ وہ صدقہ کے اونٹ تھے۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ وہ اونٹ ملے جلے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "ان کے زخم پر گرم تیل نہیں لگایا گیا" کیونکہ وہ کفار تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا تھا اور نہ آپ نے ان کو پانی پلانے سے منع فرمایا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی الحرة" یہ سیاہ پتھروں والی زمین کو کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۰۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عرنیین کو پیاس کے وقت پانی نہ پلانے کی توجیہ

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس پر حد واجب ہو، عام ازیں کہ یہ حد اس کے قتل تک پہنچتی ہو یا نہیں، اس سے پانی کو منع نہیں کیا جائے گا، تاکہ اس کے اوپر دو عذاب جمع نہ ہوں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو حکم دیا ہے کہ وہ احسان کے ساتھ قتل کرے اور حیوان کے ذبح کرنے والے کو حکم دیا ہے کہ وہ چھری کو تیز کرلے۔

اور عرنیین کو پانی نہ دینے کی توجیہ یہ ہے حتیٰ کہ وہ مر گئے جیسا کہ ان کے زخموں پر گرم تیل نہ لگانے کی توجیہ ہے۔

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ ان کو پانی نہ دینے کی وجہ یہ ہے اور اللہ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ انہوں نے اس رات اونٹنیاں چرا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنیوں کے دودھ سے پیاسا رکھا تھا حتیٰ کہ انہوں نے ارتداد کے ساتھ سر اٹھایا اور ڈاکہ کے ساتھ اور قتل کے ساتھ تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ ان کو اس کی سزا دیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنیوں کے دودھ سے پیاسا رکھا، پس یہ سزا ان کے جرم کے مطابق تھی۔

اور اس کے قریب توجیہ یہ ہے کہ ابن وہب نے از معاویہ بن صالح اور یحییٰ بن ایوب روایت کی ہے از یحییٰ بن سعید اور از سعید بن المسیب اور اس حدیث کا ذکر کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹنیاں چرا کر لے گئے یا بھگا کر لے گئے، پس انہوں نے زعم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس کو پیاسا رکھے جس نے آج رات آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیاسا رکھا'' پس ان کو پانی پینے کے لیے نہ دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی مقبولیت کی وجہ سے تھا۔

امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی المتوفی ۳۰۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ عرب کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، سو انہوں نے اسلام قبول کیا، پھر وہ بیمار ہو گئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اونٹنیوں کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کا دودھ پئیں، پھر وہ انہیں میں رہے، پھر انہوں نے اس چرواہے کا قصد کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام تھا، سو اس کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو چرا کر اور بھگا کر لے گئے، پس راویوں نے زعم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ان کو پیاسا رکھ جنہوں نے آج رات آلِ محمد کو پیاسا رکھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طلب میں صحابہ کو بھیجا، پس وہ پکڑے گئے اور ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹا گیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں، اور معاویہ بن صالح کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ اونٹنیوں کو مشرکین کی زمین میں چرا کر لے گئے تھے۔

(سنن نسائی: ۴۰۴۲، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ، تحفۃ الاشراف: ۱۸۷۵۲)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں کہا ہے ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ'' اور کتاب المحاربین کے شروع میں کہا ہے ''صدقہ کے اونٹ'' ان میں تطبیق کس طرح ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق اس طرح سے ہے اور اللہ ہی زیادہ بہتر جاننے والا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مالِ غنیمت میں سے اونٹوں کا اپنا حصہ ملا تھا، اور آپ ان اونٹنیوں کا دودھ پیتے تھے اور وہ اونٹنیاں صدقہ کے اونٹوں کے ساتھ چرتی تھیں، تو اس وجہ سے اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا کہ وہ آپ کے اونٹ تھے اور دوسری جگہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ صدقہ کے اونٹ تھے۔ تو یہ اونٹنیاں کثرت کی وجہ سے ایک ساتھ رہتی تھیں اور ایک ساتھ چرتی تھیں۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۰۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابنِ بطال کی عبارت کو ان کے حوالہ کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ توجیہ اس کے منافی نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پانی نہ دے کر ان کو سزا دی، جیسا کہ ثابت ہے کہ آپ نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں، اور آپ نے ان کو چھوڑے رکھا حتیٰ کہ وہ مر گئے، کیونکہ آپ کا ارادہ ان کو ہلاک کرنے کا تھا جیسا کہ ان کے زخموں پر گرم تیل نہ لگانا اس لئے تھا کہ ان کا خون بہتا رہے اور وہ مر جائیں۔ اور جس نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پانی دیے بغیر مرنے دیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم نہیں تھا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۶۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

عرنیین کو سخت سزا دینے اور ان پر رحم نہ فرمانے کی توجیہ از مصنف

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کفار کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرتے تھے تو آپ نے ان کو اتنی سخت سزا کیوں دی؟
اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ان کے ساتھ حسنِ سلوک فرماتے تھے جن کے اسلام لانے کی آپ کو توقع ہوتی تھی اور چونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے مطلع فرما دیا تھا کہ ان لوگوں نے پھر اسلام کو قبول نہیں کرنا تو اس لئے آپ نے ان کو سخت سزا دی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ سراپا رحمت تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی حدود کو جاری کرنے میں آپ کوئی نرمی نہیں کرتے تھے اور چونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کی ناشکری کی، آپ کی اونٹنیوں کے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹنیوں کو بھگا کر مشرکین کی سرزمین تک لے گئے حتیٰ کہ اس رات آپ اور آپ کی آل کو دودھ سے پیاسا رکھا، تو ان کے اس جرم کے بدلہ میں ان کو یہ سخت سزا دی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۹۔ بَابُ: سَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْيُنَ الْمُحَارِبِينَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا محاربین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:
سَمْر (سین پر زبر اور میم پر جزم) کا معنی ہے: لوہے کی کیلوں یا سلائیوں کو گرم کر کے آنکھوں میں اس طرح پھیرنا جس طرح سرمہ لگاتے ہیں۔ اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے کی سلائیوں کو گرم کر کے محاربین کی آنکھوں میں پھیرا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۳۔ ۴۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَهْطًا مِنْ عُكْلٍ أَوْ قَالَ عُرَيْنَةَ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ مِنْ عُكْلٍ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابو قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ عُکل کی ایک جماعت یا کہا عرینۃ کی ایک جماعت

وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فَيَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَشَرِبُوا حَتَّى إِذَا بَرِئُوا قَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم غُدْوَةً فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي إِثْرِهِمْ فَمَا ارْتَفَعَ النَّهَارُ حَتَّى جِيءَ بِهِمْ فَأَمَرَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ فَأُلْقُوا بِالْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَلَا يُسْقَوْنَ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ سَرَقُوا وَقَتَلُوا وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔

اور میرے علم میں صرف یہ ہے کہ انہوں نے کہا: عُکل کی ایک جماعت مدینہ میں آئی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دودھ دینے والی اونٹنیوں کا حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ یہ وہاں جائیں اور ان کے پیشاب اور ان کے دودھ کو پئیں، سوانہوں نے پیا حتیٰ کہ وہ تندرست ہو گئے، پھر انہوں نے اونٹنیوں کے چرواہے کو قتل کیا اور ان اونٹوں کو چرا کر بھگا کر لے گئے، پس صبح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی، آپ نے ان کی تلاش میں صحابہ کو بھیجا، پھر جب دن چڑھ گیا تو ان کو لایا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹا جائے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری جائیں، انہیں حرۃ (سیاہ پتھریلی زمین) میں ڈال دیا گیا، وہ پانی مانگتے تھے تو ان کو پانی نہیں دیا گیا۔

ابوقلابہ نے کہا: ان لوگوں نے چوری کی اور قتل کیا اور ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ یعنی جنگ کی۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۲، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۷، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۶۸۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک اور سند ہے اور اس کا عنوان قائم کیا ہے "آنکھوں میں گرم سلائیاں ڈالنا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حماد کا ذکر ہے، یہ ابن زید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، یہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوقلابہ کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ ہے، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں "لقاح" کا لفظ مذکور ہے اور یہ اللقحۃ کی جمع ہے اور یہ دودھ دینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتیٰ اذا برءوا" یہ لفظ "برأت من المرض" سے ماخوذ ہے یعنی جب کوئی مرد کسی بیماری سے نجات پالے تو کہا جاتا ہے "برأ"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "النعم" (نون اور عین دونوں پر زبر ہے) یہ الانعام کا واحد ہے، اور اس کا معنی ہے: چرنے والے مویشی۔ اور اس کا اکثر اطلاق اونٹوں پر ہوتا ہے۔ الفراء نے کہا: یہ مذکر ہے اور اس کا مؤنث پر اطلاق نہیں ہوتا، عرب کہتے ہیں:

ھذا نعم، اور اس کی جمع نعمان ہے جیسے حمل کی جمع حملان ہے، اور الانعام کا مذکر پر بھی اطلاق ہوتا ہے اور مونث پر بھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قال ابو قلابۃ" ان کا نام عبداللہ ہے اور یہ اس حدیث کے راوی ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ لوگ یعنی عکل کے لوگ یا عرنیون۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

عرنیین کو پیشاب پلانے کا حکم دینے کی توجیہ از مصنف

عرنیین پہلے اونٹوں کے باڑے میں رہتے تھے اور اونٹنیوں کا دودھ پیتے تھے اور ان کا پیشاب بھی پیتے تھے اور جب وہ مدینہ میں آئے اور انہیں پینے کے لیے اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب نہیں ملا تو وہ بیمار پڑ گئے۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ انہیں اونٹنیوں کے پاس رکھا جائے اور انہیں ان کا دودھ اور پیشاب پلایا جائے تا کہ وہ اپنی غذا کی طرف لوٹ آئیں اور تندرست ہو جائیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ پیشاب تو نجس ہے اور نجس چیز میں شفاء نہیں ہوتی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اونٹنیوں کا پیشاب پینے کا حکم کس سبب سے دیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی سے جان لیا تھا کہ ان کا علاج اونٹنیوں کا پیشاب پینے سے ہی ہو سکتا ہے، اس لئے آپ نے ان کو اونٹنیوں کا پیشاب پلانے کا حکم دیا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی حلال چیز سے شفاء ممکن نہ ہو تو علاج کے لیے کسی حرام چیز کو بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کا علاج پیشاب پینے سے ہی ہو سکتا ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے علم کا کوئی ایسا ذریعہ میسر نہیں ہے، اس لیے ان کے علاج میں حتی الامکان حرام چیز سے گریز کرنا لازم ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۸۰۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عرنیین کو محاربین میں شامل کرنے پر ایک اشکال کا جواب

امام بخاری نے عرنیین کو محاربین میں شامل کیا ہے اور محاربین کے متعلق قرآن مجید میں مذکور ہے:

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (المائدہ: ۳۳) یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے O

اس آیت سے معلوم ہوا کہ محاربین پر دنیا میں بھی حد جاری کی جاتی ہے اور آخرت میں بھی ان کو عذاب ہوتا ہے، حالانکہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ گزر چکا ہے کہ جس پر دنیا میں حد قائم کر دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہو جاتی ہے، تو عرنیین کے لیے حد کفارہ کیوں نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث ان کے ساتھ مخصوص ہے جو آخر وقت تک اسلام پر قائم رہے اور انہوں نے حالتِ اسلام میں ڈاکہ ڈالا اور قتل کیا اور ان پر حد جاری کر دی گئی اور حد کے جاری ہونے سے پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر توبہ کر لی تو پھر ان کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا، کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (المائدہ:۳۴)

ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے تمہارے ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی، سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے ۝

اور عرنیین کے لیے حد کفارہ اس لیے نہیں ہوئی کہ وہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو چکے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۔ (النساء:۴۸)

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۶۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۰۔ بَابُ: فَضْلِ مَنْ تَرَكَ الْفَوَاحِشَ

جس نے بے حیائی کے کام ترک کیے، اس کی فضیلت

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس شخص کی فضیلت کا بیان ہے جس نے بے حیائی کے کام ترک کئے۔ فواحش، فاحشۃ کی جمع ہے، اور یہ ہر وہ فعل یا قول ہے جس کا گناہ بہت شدید ہے، اسی طرح الفحشاء اور الفحش کا معنی ہے۔ اور بے حیائی کی باتوں کو الکلام الفاحش کہا جاتا ہے اور غالباً اس کا اطلاق زنا پر ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۳۲)

اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے ۝

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۴۔ ۴۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ فِي خَلَاءٍ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ إِلَى نَفْسِهَا قَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا صَنَعَتْ يَمِينُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی از عبید اللہ بن عمر از خبیب بن عبد الرحمٰن از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سات مردوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا کسی کا سایا نہ ہوگا: (۱) امام عادل (۲) وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پروان چڑھا (۳) وہ مرد جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کو یاد کیا، پھر اس کی آنکھوں نے آنسو بہائے (۴) وہ مرد جس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے (۵) وہ دو مرد جو اللہ کی محبت کے سبب سے آپس میں ملتے ہیں (۶) وہ مرد جس کو کسی اقتدار والی اور خوبصورت عورت نے اپنے نفس کی طرف گناہ کی دعوت دی تو اس

نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۷) وہ مرد جس نے ایک صدقہ دیا پس اس کو چھپا کر دیا حتیٰ کہ بائیں ہاتھ نے نہ جانا کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کیا کیا۔

(صحیح البخاری: ٦٦٠، ١٤٢٣، ٦٤٧٩، ٦٨٠٦، صحیح مسلم: ١٠٣١، سنن ترمذی: ٢٣٩١، سنن نسائی: ٥٣٨٠، مسند احمد: ٧٣٩٣، موطا امام مالک: ١٧٧٧)

صحیح البخاری: ٦٨٠٦، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "بے حیائی کے کام کو ترک کرنے کی فضیلت" اور اس باب میں یہ حدیث ہے کہ "ایک مرد کو کسی اقتدار والی خوبصورت عورت نے اپنے نفس کی طرف گناہ کی دعوت دی اور اس مرد نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں" اور جس کام کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت ہے وہ مخفی نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی" اور یہ بھی روایت ہے "مجھے محمد بن سلام نے روایت بیان کی" اور صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں صرف محمد کا ذکر ہے اور اس کی طرف نسبت کا ذکر نہیں ہے۔ ابوعلی الغسانی نے کہا: الفصلی کی روایت میں مذکور ہے محمد بن مقاتل، اور القابسی کی روایت میں مذکور ہے محمد بن سلام۔ علامہ کرمانی نے کہا: پہلی روایت صحیح ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: کیونکہ امام بخاری نے کہا ہے: ہمیں حدیث بیان کی محمد نے، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی عبداللہ نے اور یہ عبداللہ بن مبارک ہیں، اور محمد بن مقاتل کی روایت ان سے مشہور ہے اور یہ دونوں مروزی ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے عبداللہ، یہ عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے خُبَیب (خاء پر پیش ہے اور باء پر زبر ہے)، یہ ابن عبدالرحمٰن بن خبیب الانصاری المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حفص بن عاصم، یہ ابن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں۔

یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ میں از مسدد اور کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الرقاق میں از محمد بن بشار گزر چکی ہے اور اس کی تشریح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الا ظلہ" یعنی سات مرد قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ظل اور اس کے سائے میں ہوں گے جس دن اس کے ظل کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف ظل کی اضافت تشریف کی اضافت ہے، یعنی اس سائے کی تکریم اور تعظیم کو بیان کرنے کے لیے اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ حقیقی ظل اور سائے سے منزہ ہے، کیونکہ حقیقی ظل اور سایا اجسام کے خواص میں سے ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہاں پر ایک لفظ محذوف ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایا۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ سائے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محشر کی تکلیفوں سے ان لوگوں کو اپنی پناہ میں رکھے گا جب سورج لوگوں کے قریب ہوگا اور گرمی بہت زیادہ ہوگی اور لوگوں پر بہت زیادہ پسینہ ہوگا۔ کہا جاتا ہے "فلاں شخص فلاں کے سائے

میں ہے''یعنی اس کی پناہ اور اس کی حمایت میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''امام عادل'' اس سے مراد وہ امام ہے جو ہر چیز کو اس کی جگہ میں رکھنے والا ہو۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے''شاب'' یعنی جوان، ایک قول یہ ہے کہ مرد نہیں فرمایا، اس لیے کہ جوانی میں عبادت بہت دشوار ہوتی ہے اور نفس پر بہت سخت ہوتی ہے، کیونکہ اس عمر میں انسان پر شہوات کا غلبہ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فی خلاء'' یعنی وہ ایسی جگہ پر اللہ تعالیٰ کو یاد کرے جہاں وہ تنہا ہو، کیونکہ اب اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے میں اور اس کا ذکر کرنے میں دکھاوے کا شائبہ نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ففاضت عیناہ'' یعنی اس کی آنکھیں بہیں، اس پر یہ اعتراض ہے کہ آنکھیں نہیں بہتیں بلکہ آنسو بہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بہنے کا اسناد آنکھوں کی طرف بطور مبالغہ کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

تَرٰۤی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ (المائدہ:۸۳) آپ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتا ہوا دیکھتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فی المسجد'' یعنی اس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسجد کے ساتھ لازم رکھتا ہے تا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''تحابا فی اللہ'' یعنی وہ دو مرد اللہ کی محبت کے سبب سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ یعنی ان کی محبت کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے نہیں ہوتی۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ذات منصب'' یعنی وہ عورت حسب و نسب والی ہو، اور خصوصیت سے اس کا ذکر اس لئے کیا کہ اس کی طرف رغبت زیادہ ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''جس مرد نے صدقہ کیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہیں چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا کیا''۔ یہ بطور مبالغہ فرمایا، یعنی اگر یہ فرض کیا جائے کہ بایاں ہاتھ سمجھدار مرد ہے تو اس کو نہیں پتا چلے گا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے، گویا اس میں صدقہ کو پوشیدہ طور پر کرنے کے مبالغہ کو بیان فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۵۔۴۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ ح وحَدَّثَنِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ تَوَكَّلَ لِي مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ وَمَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ تَوَكَّلْتُ لَهُ بِالْجَنَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن علی نے حدیث بیان کی ح اور مجھے خلیفہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو مرد میرے لئے اپنی دو ٹانگوں کے درمیان اور اپنے دو جبڑوں کے درمیان کا ضامن ہوا، میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۴۷۴، ۶۸۰۷، سنن ترمذی: ۲۴۰۸، مسند احمد: ۲۲۳۱۶)

صحیح البخاری: ۶۸۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جس شخص نے اپنی زبان اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تو اس کے لیے بے حیائی کے ترک کرنے کی فضیلت ہوگی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن ابی بکر کا ذکر ہے، یہ المقدمی ہیں اور مقدمی تقدیم سے اسم مفعول ہے، یہ اپنے چچا عمر بن علی سے روایت کرتے ہیں اور وہ تدلیس کے ساتھ موصوف ہیں، لیکن اس روایت میں امام بخاری نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث بیان کی اور امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الرقاق میں صرف محمد بن ابی بکر سے روایت کیا ہے اور یہاں پر اس کو خلیفہ بن خیاط کے ساتھ مقرون کیا ہے اور حدیث کی سند میں صرف لفظِ خلیفہ کو ذکر کیا ہے، اور یہ بھی امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوحازم کا ذکر ہے، ان کا نام سلمہ بن دینار الاعرج ہے۔

اس حدیث کی امام ترمذی نے کتاب الزہد میں از محمد بن عبدالاعلیٰ روایت کی ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من توکّل" اس کا معنی ہے: "من تکفل" یعنی جو ضامن ہو گیا۔ اور توکیل کا اصل معنی ہے: کسی چیز پر اعتماد اور وثوق کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مابین رِجلیه" یعنی اس کی دو ٹانگوں کے درمیان، اس سے مراد شرمگاہ ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وما بین لحیَیه" یعنی اس کی زبان، اور ایک قول ہے: اس کا نطق اور کلام۔ اور لَحیَیهِ یہ ڈاڑھی اور دانتوں کے اگنے کی جگہ ہے، اور لِحیَیهِ میں لام کے نیچے زیر بھی جائز ہے۔ اور اس کو تثنیہ ذکر کیا کیونکہ ایک جبڑا اوپر ہوتا ہے اور ایک جبڑا نیچے ہوتا ہے۔ اور فرج اور زبان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا، کیونکہ انسان پر اکثر آزمائشیں ان دو عضووں کی وجہ سے آتی ہیں، سو جو شخص ان دو عضووں کے ضرر سے محفوظ رہا تو وہ عذاب سے محفوظ رہے گا۔ (اور اگر اس سے کوئی تقصیر ہوگئی اور وہ اس پر تائب ہوا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے امید ہے کہ وہ بھی عذاب سے محفوظ رہے گا)۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۰۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام عادل کا بیان

اس حدیث میں جن سات مردوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سائے میں رکھنے کی نوید سنائی ہے، ان میں پہلا مرد امامِ

عادل ہے۔

جو مرد دو افراد یا زیادہ کے درمیان فیصلہ کرے اور حق کے ساتھ فیصلہ کرے تو وہ بھی امام عادل کا مصداق ہے، حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر شخص اپنی رعایا کا محافظ ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا، امام محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی محافظہ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا اور خادم اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا اور میں نے گمان کیا کہ آپ نے فرمایا: مرد اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا اور تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۸۹۳، صحیح مسلم: ۱۸۲۹، سنن ترمذی: ۱۷۰۵، سنن ابوداؤد: ۲۹۲۸، مسند احمد: ۵۹۹۰)

امام مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عدل سے فیصلہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے ممبروں پر ہوں گے جو رحمٰن عزوجل کی دائیں جانب ہوں گے اور رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے گھر والوں کے متعلق عدل سے فیصلے کریں گے اور اس سے روگردانی نہیں کریں گے۔

(صحیح مسلم: ۱۸۲۷، سنن نسائی: ۵۳۷۹، مسند احمد: ۱۵۰۲)

جوانی میں عبادت کرنے کی فضیلت

نیز اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے سائے میں جس دوسرے شخص کا بیان فرمایا ہے، یہ وہ نوجوان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پروان چڑھا۔

پس حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس جوان سے خوش ہوتا ہے جس میں بچپن کی خصلتیں نہ ہوں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پروان چڑھا ہو، اس میں اس کی فضیلت ہے جو گناہوں سے بچتا رہا اور اپنی تمام عمر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہا۔

اور اس حدیث میں ان علماء کی فضیلت ہے جو کہتے ہیں کہ ملائکہ (عام) بنوآدم سے افضل ہیں، اس لئے کہ ملائکہ رات اور دن اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے نہیں ہیں۔

تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے رونے کی فضیلت

اس حدیث میں تیسرے شخص کا ذکر کیا گیا ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوگا۔ اور اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ شخص تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے روتا ہے، اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان اپنے اوقات میں سے کوئی وقت اس لئے مخصوص کر لے کہ اس وقت میں وہ اپنے گناہوں پر نادم ہو اور اخلاصِ قلب کے ساتھ اللہ کو یاد کرے اور اس کی مغفرت کے حصول کے لیے گڑگڑائے، کیونکہ جب کوئی بے قرار شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور گڑگڑاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے اور

وہ اپنی تنہائی کو صرف اپنی لذات کے ساتھ مخصوص نہ کرے جیسا کہ جانوروں کا فعل ہوتا ہے جو حساب و کتاب سے مامون ہیں، پس جو شخص حساب و کتاب سے مامون نہیں ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس سے اس کے کاموں کے متعلق پوچھا جائے گا تو وہ تنہائی میں اندر روئے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہرگز دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے رویا ہو حتیٰ کہ دودھ تھن میں واپس چلا جائے۔

اور ابوعمران نے ابوالجلد سے روایت کی ہے کہ میں نے پڑھا: حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا: اے اللہ! اس شخص کی کیا جزا ہوگی جو تیرے خوف سے رویا ہو حتیٰ کہ آنسو اس کے چہرے پر بہہ رہے ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کے چہرے کو آگ کے شعلوں سے مامون رکھوں گا اور جس دن لوگ سخت بے قرار ہوں گے اس دن اس کو امن میں رکھوں گا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت سے لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے کی فضیلت

اس حدیث میں پانچویں نمبر پر ان دو شخصوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب سے ایک دوسرے کے ساتھ ملتے ہیں۔

امام مالک نے کہا: اللہ تعالیٰ سے محبت کے سبب سے ملنا اور اللہ تعالیٰ کے سبب سے اللہ تعالیٰ کے مخالفین سے بغض رکھنا یہ فرائض میں سے ہے۔

حضرت ابومسعود اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایمان کی گرہوں میں سے سب سے مضبوط گرہ ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دو مرد اللہ کی محبت کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں، ان میں سے زیادہ افضل وہ ہوگا جو اپنے صاحب سے زیادہ شدید محبت رکھتا ہوگا۔

اور حضرت ابورزین نے روایت کی ہے کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابورزین! جب تم تنہا بیٹھو تو اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ حرکت دو اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت رکھو اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے بغض رکھو، کیونکہ مسلمان جب اپنے بھائی کی اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے زیارت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں، اے اللہ! یہ تیری وجہ سے لوگوں سے ملتا جلتا ہے تو اس سے ملاپ رکھ۔

اور اللہ کی وجہ سے محبت رکھنے والوں کی فضیلت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک جب اپنے بھائی کے لیے اس کی پشت کے پیچھے دعا کرتا ہے تو فرشتہ اس کی دعا پر آمین کہتا ہے۔ اس حدیث کی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خوف کے سبب سے گناہ ترک کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں چھٹے نمبر پر بیان فرمایا ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوگا جس کو کسی اقتدار والی خوبصورت عورت نے اپنے نفس کی طرف گناہ کی دعوت دی تو اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، پس یہ وہ مرد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے گناہ سے بچایا اور اپنے فضل سے اس پر احسان فرمایا حتیٰ کہ وہ لوگوں کے غیاب میں خواہشِ نفس کو ترک کرتا ہے اور وہ شخص اس آیت کا مصداق ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ (النازعات: ۴۰) اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفسِ امارہ کو اس کی خواہش سے روکا ○

13A

نیز وہ اس آیت کا بھی مصداق ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ (الرحمٰن:۴۶) اور جو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے ڈرتا ہو اس کے لیے دو جنتیں ہیں O

اور کعب احبار نے بیان کیا ہے کہ جنت میں ایک حویلی ہے، اس میں اوپر نیچے موتی ہیں، اور اس میں ستر ہزار محل ہیں، ہر محل میں ستر ہزار گھر ہیں اور ہر گھر میں ستر ہزار حجرے ہیں، اس حویلی میں صرف نبی کی رہائش ہوگی یا صدیق کی یا شہید کی یا اس کی جو اپنے نفس پر حاکم ہو یا امام عادل کی۔ سلمہ نے کہا: میں نے عبید سے پوچھا کہ اس کا کیا معنی ہے ''جو اپنے نفس کا حاکم ہو؟'' تو انہوں نے کہا: یہ وہ مرد ہے جس سے عورتوں یا مال کے متعلق حرام کام کو طلب کیا جائے اور اس پر پیش کیا جائے اور جب وہ اس پر کامیاب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کو چھوڑ دے تو یہ وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر حاکم ہے۔

خفیہ طریقہ سے صدقہ کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں ساتویں نمبر پر اس شخص کو بیان فرمایا ہے جو صدقہ کرے تو اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ اور اس کا مصداق یہ آیت ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَیُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۷۱﴾ (البقرہ:۲۷۱)

اگر تم علانیہ صدقات دو تو وہ کیا ہی خوب ہے اور اگر تم ان کو مخفی رکھو اور فقراء کو دو تو وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اور یہ (صدقہ کرنا) تمہارے کچھ گناہوں کو مٹا دے گا اور تمہارے سب کاموں کی اللہ خبر رکھنے والا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۴۳۔ ۴۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۱۔ بَابُ: اِثْمِ الزُّنَاةِ
زنا کرنے والوں کے گناہ کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: وَلَا یَزْنُوْنَ (الفرقان:۶۸)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور نہ وہ زنا کرتے ہیں''۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾ (بنی اسرائیل:۳۲)

''اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے O''

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں زنا کرنے والوں کے گناہ کا بیان ہے، اور ''زناۃ'' کا لفظ زانی کی جمع ہے جیسا کہ ''عصاۃ'' کا لفظ عاصی کی جمع ہے اور اس باب کے ساتھ متعلق ہے جس نے اس کام کا ارتکاب کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محاربہ اور جنگ کرنے میں داخل ہے الا یہ کہ بندہ اس پر نادم ہو اور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ وہ معاف فرما دے گا۔

امام بخاری نے الفرقان:۶۸ کی آیت کو ذکر کیا ہے: ''وَلَا یَزْنُوْنَ'' یہ پوری آیت اس طرح سے ہے:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ (الفرقان:۶۸)

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا O

الفرقان:۶۸ کی تفسیر از مصنف

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کے شانِ نزول میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ مشرکین نے بہت زیادہ قتل کیے، پھر وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: آپ ہمیں جس دین کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ بہت عمدہ ہے، کاش آپ ہمیں یہ بتادیں کہ ہم نے اس سے پہلے جو برے اعمال کیے ہیں ان کا کچھ کفارہ ہوسکتا ہے، تب یہ آیات نازل ہوئیں۔ (جامع البیان:۲۰۱۲۲)

حضرت وحشی کے اسلام لانے کا واقعہ

حافظ سلیمان احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کو بلایا اور اس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) آپ مجھے اپنے دین کی کس طرح دعوت دے رہے ہیں حالانکہ آپ نے یہ کہا ہے کہ جس نے شرک کیا یا ناحق قتل کیا یا زنا کیا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا، قیامت کے دن اس کے عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔ (الفرقان:۶۸۔۶۹)، اور میں یہ تمام کام کر چکا ہوں، کیا آپ میرے لیے کوئی رخصت پاتے ہیں؟ تو آپ نے یہ آیت پڑھی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۷۰﴾ (الفرقان:۷۰)

سوا اس کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور اس نے نیک اعمال کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

وحشی نے کہا: یا محمد یہ بہت سخت شرط ہے، شاید میں اس توبہ پر قائم نہ رہ سکوں اور مجھ سے پھر کوئی گناہ ہو جائے، تب آپ نے یہ آیت پڑھی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔ (النساء:۴۸)

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔

پھر وحشی نے کہا: یا محمد! اس میں فرمایا ہے "جس کے لیے اللہ چاہے گا" سو میں نہیں جانتا کہ میری مغفرت ہو جائے گی یا نہیں، کیا اس کے سوا کوئی اور صورت ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ

آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تمام

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ (الزمر: ۵۳) گناہوں کو بخش دے گا، بے شک وہی بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O

تب وحشی نے کہا: یہ وہی ہے جو میں چاہتا تھا، پھر وہ مسلمان ہو گئے۔ اور لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر ہم سے وہ گناہ سرزد ہو جائیں جو وحشی سے سرزد ہوئے ہیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آیت تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱۵۸، الحدیث: ۱۱۴۸۰، تاریخ دمشق الکبیر ج ۳۳ ص ۳۱۶، الحدیث: ۱۴۱۴۸، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۰۱، جامع البیان: ۲۰۱۳۹، تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۵۴۱۷)

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ سب سے بڑا گناہ شرک کرنا ہے، اس کے بعد کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا ہے اور اس کے بعد بڑا گناہ زنا کرنا ہے۔

زنا کے گناہ کے بیان میں ایک اور حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شریک قرار دے کر اس کی عبادت کرو حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا، اس نے پوچھا: پھر کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: تم اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا، اس نے پوچھا: پھر کون سا گناہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو، پھر اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے الفرقان: ۶۸ کو نازل فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۶۷۷۴، صحیح مسلم الحدیث: ۸۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۴۶، صحیح ابن حبان: ۴۴۱۵، مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۴)

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ (بنی اسرائیل: ۳۲) اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے O

زنا کے قریب نہ جانے کا محمل

اس آیت میں زنا کے قریب جانے سے بھی منع فرمایا ہے، زنا کے قریب جانے سے مراد یہ ہے کہ اجنبی عورت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے، اس کو مس نہ کیا جائے، اس کو بوسہ نہ دیا جائے۔ اور اگر مراد یہ ہوتا کہ نفسِ زنا نہ کرو تو اللہ تعالیٰ فرماتا: "ولا تزنوا" (تم زنا نہ کرو)، لیکن فرمایا: تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یعنی ایسے کام نہ کرو جو زنا کا محرک اور اس کا سبب بنتے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۶-۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۸۔ أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ أَخْبَرَنَا أَنَسٌ قَالَ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمُوهُ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ وَإِمَّا قَالَ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں داؤد بن شبیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں تمہیں ضرور ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جس حدیث کو میرے بعد تم میں کوئی بھی بیان نہیں کرے

الْجَهْلُ وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا وَيَقِلَّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِلْخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ۔

گا، میں نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت قائم نہیں ہوگی یا آپ نے فرمایا: قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم کو اٹھا لیا جائے گا، جہل کا غلبہ ہوگا اور خمر پی جائے گی اور زنا کا ظہور ہوگا اور مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی حتیٰ کہ پچاس (۵۰) عورتوں کا ایک منتظم ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۸۰، ۸۱، ۵۲۳۱، ۵۵۷۷، ۶۸۰۸، صحیح مسلم: ۲۶۷۱، سنن ترمذی: ۲۲۰۵، سنن ابن ماجہ: ۴۰۴۵، مسند احمد: ۱۲۱۱۸، ۱۱۷۹۹)

صحیح البخاری: ۶۸۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "زنا کرنے والوں کا گناہ" اور اس حدیث میں بھی زنا کا ذکر ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا کہ: "زنا کا ظہور ہوگا" یعنی زنا کرنا بہت مشہور ہو جائے گا حتیٰ کہ زانیوں کی کثرت کی وجہ سے اس کو چھپایا نہیں جا سکے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے داؤد بن شبیب، شُبَیب عظیم کے وزن پر ہے اور یہ الباہلی ہیں، ان کی کنیت ابو سلیمان البصری ہے، یہ بہت سچے ہیں، یہ ابو حاتم کا قول ہے۔ امام بخاری نے کہا: یہ ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے اور امام بخاری نے ان سے صرف یہی حدیث روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں تمہیں ایسی حدیث بیان کروں گا جس کو میرے بعد تمہیں کوئی اور نہیں بیان کرے گا"۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ میں صحابہ میں سے باقی رہنے والوں میں سے آخری صحابی تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من اشراط الساعة" الاشراط کا معنی ہے: العلامات۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ویشرب الخمر" یعنی بر سرِ عام بغیر کسی روک ٹوک کے شراب پی جائے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتیٰ کہ پچاس عورتوں کے لیے قیم واحد ہوگا" قیم سے مراد ہے: جو شخص عورتوں کے معاملات کا انتظام کرے اور ان کی مصلحتوں کا اہتمام کرے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: بعض روایات میں چالیس عورتوں کا ذکر ہے اور ان میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ قلیل کا ذکر کثیر کی نفی نہیں کرتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن یوسف

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَزْنِی الْعَبْدُ حِیْنَ یَزْنِیْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَشْرَبُ حِیْنَ یَشْرَبُ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَقْتُلُ وَھُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ عِکْرِمَۃُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ کَیْفَ یُنْزَعُ الْاِیْمَانُ مِنْہُ قَالَ ھٰکَذَا وَشَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ ثُمَّ اَخْرَجَھَا فَاِنْ تَابَ عَادَ اِلَیْہِ ھٰکَذَا وَشَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ۔

نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الفضیل بن غزوان نے خبر دی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو بندہ جس وقت زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا، اور جو بندہ جس وقت چوری کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا، اور جو بندہ جس وقت شراب پیتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا، اور جو بندہ جس وقت قتل کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔

عکرمہ نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیسے اس سے ایمان نکالا جائے گا؟ انہوں نے کہا: اس طرح اور اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور پھر ان کو نکال لیا، پھر اگر توبہ کرے تو ایمان اس کی طرف اس طرح لوٹ آئے گا اور انہوں نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں۔

(صحیح البخاری: ۶۷۸۲، ۵۵۷۸، ۲۴۷۵، ۶۷۷۲، ۶۸۱۰، صحیح مسلم: ۵۷، سنن ترمذی: ۲۶۲۵، سنن نسائی: ۵۶۵۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۸۹، سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۶، مسند احمد: ۱۹۴۷۷، سنن دارمی: ۲۱۰۶)

صحیح البخاری: ۶۸۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے جملہ کے پہلے جزو میں ہے جس میں یہ ارشاد ہے: ''جو بندہ جس وقت زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن یوسف، یہ الواسطی ہیں جو اَزرق کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الفضیل، یہ فضل کی تصغیر ہے، یہ ابن غزوان ہیں۔

یہ حدیث کتاب الحدود کے شروع میں گزر چکی ہے، وہاں اس میں لوٹ مار کا ذکر تھا اور یہاں اس کے اخیر میں یہ مذکور ہے کہ جو بندہ جس وقت قتل کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا، اور اس کی شرح گزر چکی ہے۔

بندہ کے دل سے ایمان نکلنے کی تمثیل

عکرمہ نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیسے ایمان نکالا جائے گا؟ انہوں نے کہا: اس طرح اور اپنی

انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور پھر ان کو نکال لیا، پھر اگر توبہ کرے تو ایمان اس کی طرف اس طرح لوٹ آئے گا اور انہوں نے اپنی انگلیاں، انگلیوں میں ڈالیں۔ یعنی عکرمہ نے اسی سند کے ساتھ یہ سوال کیا کہ بندے کا ایمان کیسے نکالا جائے گا، یعنی جب بندہ ان امورِ مذکورہ میں سے کسی امر کا ارتکاب کرے گا زنا کا، چوری کا، شراب نوشی کا اور قتلِ ناحق کا، پھر انہوں نے کہا: پس اگر وہ توبہ کرلے یعنی ان امور کا مرتکب جب توبہ کرلے گا تو ایمان اس کی طرف لوٹ آئے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۱۰۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوضَةٌ بَعْدُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ذکوان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، اور جس وقت چور چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، اور شراب پینے والا جس وقت شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، اور اس کے بعد بھی توبہ کی جاسکتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۷۵، ۵۵۷۸، ۶۷۷۲، ۶۸۱۰، صحیح مسلم: ۵۷، سنن ترمذی: ۲۶۲۵، سنن نسائی: ۵۶۵۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۸۹، سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۶، مسند احمد: ۲۷۴۱۹، سنن دارمی: ۲۱۰۶)

صحیح البخاری: ۶۸۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "جس وقت زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں آدم کا ذکر ہے، یہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الاعمش کا ذکر ہے، یہ سلیمان الاعمش ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ذکوان کا ذکر ہے، وہ ابو صالح الزیات ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الایمان میں روایت کی ہے اور امام نسائی نے باب القطع میں روایت کی ہے اور ان دونوں نے اس حدیث کی روایت محمد بن المثنیٰ سے کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "والتوبۃ معروضۃ بعد" یعنی ان کاموں کے کرنے کے بعد بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٨١١ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ وَسُلَيْمَانُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مِنْ أَجْلِ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ قَالَ يَحْيَى وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي وَاصِلٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مِثْلَهُ قَالَ عَمْرٌو فَذَكَرْتُهُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَانَ حَدَّثَنَا عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ وَمَنْصُورٍ وَوَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ قَالَ دَعْهُ دَعْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے منصور اور سلیمان نے حدیث بیان کی از ابی وائل از ابی میسرہ از حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کے لیے شریک قرار دو حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے، میں نے پوچھا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کو قتل کرو اس خوف سے کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔

یحییٰ نے کہا: اور ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے واصل نے حدیث بیان کی از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ!... اسی حدیث کی مثل۔

عمرو نے کہا: میں نے اس حدیث کا عبدالرحمٰن سے ذکر کیا اور انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی تھی از سفیان از الاعمش اور منصور اور واصل از ابو وائل از ابی میسرہ، انہوں نے کہا: اس کو چھوڑو، اس کو چھوڑو۔

(صحیح البخاری: ٤٤٧٧، ٤٧٦١، ٦٠٠١، ٦٨١١، ٦٨٦١، ٧٥٢٠، ٧٥٣٢، صحیح مسلم: ٨٦، سنن ترمذی: ٣١٨٢، سنن نسائی: ٤٠١٣، سنن ابوداؤد: ٢٣١٠، مسند احمد: ٤١٢٠)

صحیح البخاری: ٦٨١١، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ''اور سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو بن علی کا ذکر ہے اور وہ الفلاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ ابن سعید القطان

ہیں۔اوراس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔اوراس حدیث کی سند میں منصور کا ذکر ہے، وہ ابن المعتمر ہیں۔اور سلیمان کا ذکر ہے، وہ ابن مہران الاعمش ہیں۔اوراس حدیث کی سند میں ابووائل کا ذکر ہے، وہ شقیق بن سلمہ ہیں۔اورابومیسرہ کا ذکر ہے، وہ عمرو بن شرحبیل ہیں۔اوراس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ای الذنب اعظم'' یعنی کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟۔اکثرین کی روایت اسی طرح ہے،اور عاصم نے از ابووائل از عبداللہ روایت کی ہے کہ ''کونسا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے''۔اورابوعبیدہ بن معن کی از الاعمش روایت ہے کہ ''گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ اللہ کے نزدیک کون سا ہے؟'' اور امام احمد کے نزدیک روایت اس طرح ہے ''کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟'' اور حسین بن عبداللہ کی از وائل روایت ہے کہ ''کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ کون سا ہے؟''

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''تم اپنے بیٹے کو اس لیے قتل کردو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا''۔اس حدیث میں کھانے کا ذکر کیا ہے، اس لیے کہ عربوں کے نزدیک غالب حال یہی ہے۔

پڑوسی کی بیوی سے زنا کو زیادہ بڑا گناہ قرار دینے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''حلیلة جارك'' یعنی پڑوسی کی بیوی اور مرد کو حلیل کہا جاتا ہے اوراس کی بیوی کو حلیلة کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہرایک اپنے صاحب کے اوپر حلال ہے۔اور پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے کو بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے، اگرچہ ہرایک کے ساتھ زنا کرنا بڑا گناہ ہے، اس لیے کہ پڑوسی اپنے پڑوسی ہونے کی وجہ سے عزت، حرمت اور حق کا بہت زیادہ مستحق ہے جب کہ دوسروں کو وہ حق حاصل نہیں ہے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جس کا پڑوسی اس کی ہلاکت آفرینیوں سے محفوظ نہ ہو۔

اس حدیث کی دوسری متابعت میں مذکور ہے کہ ''واصل نے از ابووائل از ابومیسرہ یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا: چھوڑو، اس کو چھوڑو''۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابووائل نے اگرچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بہت احادیث روایت کی ہیں مگر یہ حدیث ان سے روایت نہیں کی۔علامہ کرمانی نے کہا: اس سند پر طعن کیسے درست ہے حالانکہ یہ روایت بہ کثرت راویوں سے ثابت ہے۔پھر اس کا یہ جواب دیا کہ انہوں نے اس پر طعن نہیں کیا، لیکن ان کا ارادہ یہ ہے کہ اس سند کو ترجیح دی جائے جس میں ابووائل اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان واسطہ نہیں ہے، کیونکہ اکثر احادیث اسی طرح ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۸۔۴۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

زنا کی مذمت میں احادیث

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اے لوگو! زنا سے بچو، کیونکہ اس میں چھ خصلتیں ہیں، تین دنیا میں ہیں اور تین آخرت میں ہیں۔جو تین خصلتیں دنیا میں ہیں وہ یہ ہیں کہ زنا کرنے سے چہرے کی رونق چلی جاتی ہے (چہرہ بدنما ہوجاتا ہے اوراس پر پھٹکار برسنے لگتی ہے) اور زنا کرنے والا تنگدست ہوجاتا ہے اوراس کی عمر کم ہوجاتی ہے، اور جو تین خصلتیں آخرت میں ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ

تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے اور اس سے سخت حساب لیتا ہے اور اس کو دوزخ میں عذاب دیتا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۵۴۷۵) .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مردوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (لطف سے) کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور نہ ان کی طرف (رحمت سے) نظر فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: بوڑھا زانی، بہت جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷، الرقم المسلسل: ۱۹۷، مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۰، سنن نسائی: ج ۵ ص ۸۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مردوں سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے: بوڑھا زانی، متکبر فقیر اور غنی ظالم۔ (سنن ترمذی: ۲۵۶۸، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اس وقت جمع ہو کر بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے چند احادیث بیان کیں یہاں تک کہ فرمایا: تم لوگ ماں باپ کی نافرمانی کرنے سے اجتناب کرو کیونکہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے سنائی دیتی ہے اور اللہ کی قسم! ماں باپ کا نافرمان جنت کی خوشبو نہیں پائے گا اور نہ رحم کے رشتہ کو قطع کرنے والا اور نہ بوڑھا زانی اور نہ وہ جو تکبر سے اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے گھسیٹتا ہے، بڑائی صرف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۵)

امام احمد سند حسن کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت ہمیشہ خیر پر رہے گی جب تک کہ ان میں زنا عام نہ ہو، پس جب ان میں زنا عام ہوگا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر عام عذاب بھیجے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۳، مسند ابویعلیٰ ج ۱۳، الحدیث: ۷۰۹۱، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۷)

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مرد کو اللہ تعالیٰ نے اس کے دو جبڑوں کے درمیان کے شر سے محفوظ رکھا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے دو ٹانگوں کے درمیان کے شر سے محفوظ رکھا، اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمادے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۴۰۹)

لواطت کی مذمت میں قرآن مجید کی آیات

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِينَ ﴿۱۶۵﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُونَ ﴿۱۶۶﴾ (الشعراء: ۱۶۵۔۱۶۶)

کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو O اور تمہارے رب نے تمہارے لیے تمہاری بیویوں میں جو چیز پیدا کی ہے اس کو چھوڑ دیتے ہو، بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہو O

نیز حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا:

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿۵۴﴾ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿۵۵﴾ (النمل: ۵۴۔۵۵)

اور لوط (کو یاد کیجئے جب انہوں) نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم دیکھنے کے باوجود بے حیائی کرتے ہو! O کیا تم نفسانی خواہش پوری کرنے کے لیے ضرور عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو O

وَ لُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىٕثَؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَۙ (الانبیاء: ۷۴)

اور ہم نے لوط کو حکم (نبوت) اور علم عطا فرمایا اور ان کو اس شہر سے نجات دی جس کے لوگ بے حیائی کے کام کرتے تھے، بے شک وہ نافرمانی کرنے والے بدترین لوگ تھے O

لواطت کی مذمت میں احادیث

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر جس گناہ کا سب سے زیادہ خطرہ ہے وہ قومِ لوط کا عمل ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۴۵۷، سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۳، المستدرک ج ۴ ص ۳۵۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جس شخص کو قومِ لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دو۔ (سنن ترمذی: ۱۴۵۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۹)

امام ترمذی فرماتے ہیں: اسی سند کے ساتھ حضرت عمرو بن ابی عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جو شخص قومِ لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے اور جو شخص جانور کے ساتھ بدفعلی کرے وہ بھی ملعون ہے۔ (سنن ترمذی ص ۶۱۲، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

نیز امام ترمذی لکھتے ہیں: اہلِ علم کا لوطی کی حد میں اختلاف ہے۔ امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق کا قول یہ ہے کہ اس کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو۔ اور فقہاءِ تابعین میں سے بعض اہلِ علم جن میں حسن بصری، ابراہیم النخعی اور عطاء بن ابی رباح ہیں، انہوں نے کہا: لوطی کی وہی حد ہے جو زانی کی حد ہے اور یہ سفیان ثوری اور اہلِ کوفہ کا قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۶۱۲، دارالفکر بیروت، ۱۴۲۳ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل اس مرد کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا جو کسی مرد سے بدفعلی کرتا ہے یا عورت سے اس کی دبر میں کرتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۶۵)

نیز امام ترمذی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورتوں سے ان کی دبر میں خواہش پوری نہ کرو۔ (سنن ترمذی: ۱۱۶۶)

۲۲- بَابُ: رَجْمِ الْمُحْصَنِ

وَقَالَ الْحَسَنُ: مَنْ زَنٰى بِأُخْتِهِ حَدُّهُ حَدُّ الزَّانِي۔

شادی شدہ کو سنگسار کرنے کا بیان

حسن نے کہا: جس نے اپنی بہن کے ساتھ زنا کیا، اس کی وہ حد ہے جو زانی کی حد ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں محصن کو رجم کرنے کے حکم کو بیان کیا گیا ہے۔

علامہ ابن بطال نے اپنی شرح میں اس باب سے پہلے ''کتاب الرجم'' لکھا ہے، پھر اس کے بعد لکھا ہے ''باب الرجم'' اور صحیح البخاری کی روایاتِ معتمدہ میں اس طرح نہیں ہے۔

المُحصَن میں صاد پر زبر ہے اور یہ الاحصان سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، لغت میں اس کا معنی ہے: منع کرنا۔ اور اس کو المحُصِن صاد کے کسرہ کے ساتھ اسم فاعل کے صیغہ پر بھی پڑھا گیا ہے، اس کا معنی یہ ہے: جس شخص نے نکاح کر کے اپنے نفس کو بے حیائی کے کام سے منع کر دیا۔ اور المُحصِن اسم فاعل کا صیغہ قیاس کے مطابق ہے، اور المحصَن اسم مفعول کا صیغہ خلاف قیاس ہے، اور اس کا معنی ہوگا: جس شخص کو اس کے نکاح کرنے کی وجہ سے بے حیائی کے کام سے روکا گیا ہو۔

ہمارے اصحابِ احناف نے کہا ہے: اِحصان کی وجہ سے رجم (سنگسار) کرنے کی سات شرائط ہیں:

(۱) حُریّت (۲) عقل (۳) بلوغت (۴) اسلام (۵) الوطی (۶) نکاح صحیح کے ساتھ وطی (۷) نکاحِ صحیح کے ساتھ دخول ہو۔ یہ سات شرائط پائی جائیں تو وہ مرد مُحصِن ہوتا ہے۔

امام ابو یوسف اور امام شافعی اور امام احمد نے کہا: اسلام شرط نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یہودیوں کو بھی رجم کیا۔

ہم کہتے ہیں: آپ نے رجم کا یہ حکم تورات کے حکم سے دیا تھا، اس سے پہلے کوڑے مارنے کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی، یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ابتداءً داخل ہوئے تھے، پھر جب کوڑے مارنے کی آیت نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ نکاحِ فاسد اور نکاح بالشبہ سے اگر کوئی شخص وطی کرے تو وہ محصن نہیں ہوتا، اور ابوثور نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ وہ مُحصِن ہو جاتا ہے۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی آزاد مرد کسی باندی سے نکاح کرے تو کیا وہ باندی اس مرد کو محصن بنا دے گی؟ اکثر نے کہا: ہاں۔ اور عطاء، حسن بصری اور قتادہ اور ثوری اور فقہاء احناف اور امام احمد اور اسحاق نے کہا: نہیں۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی مسلمان مرد کتابیہ (یعنی یہودی یا عیسائی عورت) سے نکاح کر لے تو ابراہیم نخعی، طاؤس اور شعبی نے کہا: وہ اس کو مُحصِن نہیں بنائے گی۔ اور حسن بصری سے روایت ہے کہ وہ اس کو مُحصِن نہیں بنائے گی حتیٰ کہ وہ حالتِ اسلام میں اس سے وطی کرے۔ اور جابر بن زید اور ابن المسیّب سے مروی ہے کہ وہ اس کو محصن بنا دے گی اور یہی عطاء اور سعید بن جبیر کا قول ہے۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں امام بخاری نے کہا ہے: ''اور حسن نے کہا: جس نے اپنی بہن سے زنا کیا تو اس کی وہی حد ہے جو زانی کی حد ہے''۔ یعنی حسن بصری نے کہا۔ امام بخاری نے کہا: ''زانی کی حد'' یعنی زنا کی حد کی مثل ہے اور وہ کوڑے ہیں اور امام ابن ابی شیبہ نے حفص بن غیاث سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا جو حسن بصری کہتے تھے کہ جس شخص نے کسی محرَم سے نکاح کیا حالانکہ اسے علم تھا تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس پر حد ہوگی اور یہ جابر بن زید سے بھی مروی ہے۔ اور ابوالشعثاء التابعی مشہور ہیں، انہوں نے کہا: جو شخص کسی مَحرَم سے وطی کرے تو اس کی گردن ماری جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

محارم کے ساتھ زنا کی سزا کا بیان

امام ابوبکر بن ابی شیبہ از حفص از عمر روایت کرتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا کہ جو شخص اپنی کسی محرم کے ساتھ زنا کرلے اور اس کو علم ہو کہ وہ اس کی محرم ہے تو اس کی کیا سزا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس پر حد جاری کی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۴۴)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری اپنے ماموں کے ساتھ ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ جھنڈا تھا، میں نے ان سے پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ تو انہوں نے بتایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرد کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا، مجھے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے یا مجھے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا ہے۔

(سنن نسائی ج ٦ ص ۱۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۴، الحدیث: ۲۸۸۵۸)

امام دارقطنی معاویہ بن قرۃ از والد خود روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک ایسے مرد کی طرف بھیجا جس نے اپنے باپ کی بیوی سے شادی کرلی تھی، آپ نے حکم دیا کہ میں اس کی گردن ماردوں۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۰۰)

اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کا مال ضبط کرلیا جائے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲٦۰۸)

اور امام طحاوی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کے مال میں سے خمس بیت المال میں داخل کیا جائے۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۵۰)

اور امام ابن ابی شیبہ نے از جابر بن زید روایت کی ہے کہ جو شخص اپنی محرم کے ساتھ زنا کرے تو اس کی گردن ماردی جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۴۴، الحدیث: ۲۸۸۵۵)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مرد محرم کے ساتھ زنا کرے اس کو قتل کردو۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۵٦۴)

امام طحاوی نے کہا: یہ حدیث ابراہیم بن اسماعیل پر موقوف ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔

(شرح مشکل الآثار ج ۹ ص ۴۴۰۔۴۳۹)

امام ابوبکر بن شیبہ نے از بکر روایت کی ہے کہ حجاج کے پاس ایک ایسے مرد کو لایا گیا جس نے اپنی بہن کے ساتھ زنا کیا تھا، تو انہوں نے کہا: مجھے پتا نہیں چل رہا کہ میں اسے کون سے قتل کے ساتھ قتل کروں اور اس کو وہم تھا کہ اس کو سولی دی جائے تو عبداللہ بن مطرف اور ابو بردہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس امت پر پردہ رکھا ہے، تم اس کو قتل کردو۔ تو حجاج نے کہا: تم دونوں نے سچ کہا، پھر حجاج کے حکم سے اس کو قتل کردیا گیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۵ ص ۵۴۴، الحدیث: ۲۸۸۵۹)

ابن قانع نے اس حدیث کا ذکر کیا اور بیان کیا کہ حجاج کے پاس ایک نابینا مرد کو لایا گیا جس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا اور وہاں پر عبداللہ بن مطرف بن الشخیر اور ابو بردہ تھے، ان میں سے ایک نے حجاج سے کہا کہ اس کی گردن اڑادو، تو انہوں نے اس کی گردن اڑادی۔ (معجم الصحابہ ج ۲ ص ۱۰۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۴۸۔۱۵۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

محارِم کے ساتھ نکاح کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کے موقف کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات اور توجیہات

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے محارِم (یعنی جس کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے) کے ساتھ نکاح کیا، پھر اس عورت سے وطی کر لی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد واجب نہیں ہے، لیکن اس کو تعزیر دی جائے گی جب کہ اس کو اس کی حرمت کا علم ہو، اور امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم نے کہا: اس پر حد واجب ہے جب کہ اس کو اس کی حرمت کا علم ہو، کیونکہ یہ ایسا عقد ہے جو اپنے محل میں نہیں ہوا، پس یہ عقد لغو ہوگا۔ اور تصرف کا محل وہ ہوتا ہے جس کا حکم حلال ہو اور یہ عورت محرمات میں سے ہے اور اس سے وطی کرنا حرام ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایسا عقد ہے جو اپنے محل میں واقع ہوا، کیونکہ تصرف کا محل وہ ہے جو مقصود کو قبول کرے اور تمام عورتیں بنو آدم کی بیٹیاں ہیں جو توالد یعنی بچہ پیدا کرنے کے قابل ہیں اور نکاح سے یہی مقصود ہے۔ پس چاہیے کہ یہ نکاح تمام احکام کے حق میں منعقد ہو جائے مگر چونکہ شریعت نے محارم کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا ہے تو اس کے حلال ہونے میں شبہ ہو گیا اور اس نے ایک جرم کا ارتکاب کیا ہے جس میں کوئی حد مقدر نہیں ہے، لہٰذا اس کو تعزیر دی جائے گی۔

(ہدایہ اولین ج ۲ ص ۵۰۷، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس عورت نے بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، تو اس کا نکاح باطل ہے، پس اگر اس نے اس کے ساتھ دخول کر لیا تو وہ عورت مہر کی مستحق ہے کیونکہ اس کی فرج کے ساتھ حلال کا معاملہ کیا گیا ہے''۔

پس جب کہ اس کے نکاح کے باطل ہونے کا حکم فرمایا ہے، اس کے باوجود اس سے حد کو ساقط کر دیا، یہ اس کی دلیل ہے کہ صورتِ مذکورہ میں عقد کرنا حد کو ساقط کرنے والا ہے، اگرچہ یہ عقد شرعاً باطل ہے۔ (المبسوط جز ۹ ص ۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ نکاح جب اس کے اہل سے پایا جائے اور اس کی نسبت ایسے محل کی طرف ہو جو نکاح کے مقاصد کو قبول کرنے والا ہو تو پھر وہ نکاح حد کے وجوب کو منع کرتا ہے خواہ وہ نکاح حلال ہو یا حرام ہو، خواہ اس نکاح کی تحریم مختلف فیہ ہو یا مجمع علیہ ہو، اور خواہ نکاح کرنے والے نے اس نکاح کے حلال ہونے کا گمان کیا ہو اور اشتباہ کا دعویٰ کیا ہو یا اس کو اس نکاح کے حرام ہونے کا علم ہو۔

اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اصل یہ ہے کہ جب نکاح دائماً حرام ہو یا اس نکاح کی تحریم اجماعی ہو تو اس نکاح کے کرنے سے حد واجب ہوگی۔ اور اگر اس نکاح کی تحریم دائمی نہ ہو یا اس نکاح کی تحریم مختلف فیہ ہو تو پھر حد واجب نہیں ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اس نکاح کی اضافت غیر محل کی طرف کی گئی ہے، پس یہ لغو ہوگا۔ اور غیر محل کی دلیل یہ ہے کہ نکاح کا محل وہ عورت ہے جس سے نکاح کرنا حلال ہے، کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ۔ (النساء: ۲۴) اور ان (محرمات) کے علاوہ سب عورتیں تم پر حلال کی گئی ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ۔ (النساء:۲۳) تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں۔

سوا اس صورت کے کہ نکاح کرنے والا اشتباہ کا دعویٰ کرے اور یہ کہے کہ میں نے یہ گمان کیا تھا کہ میرے لیے یہ نکاح حلال ہے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

اور امام ابوحنیفہ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ لفظِ نکاح اپنے اہل سے صادر ہوا اور اس کی نسبت اپنے محل کی طرف ہے، پس وہ حد کے وجوب سے مانع ہے جیسا کہ بغیر گواہوں کے نکاح کیا جائے اور جیسا کہ نکاح المتعۃ ہو اور اس کی مثل۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ لفظِ نکاح کا اور اس کی اہلیت کا وجود ہے اور اس کے محل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ نکاح کا محل یہ ہے کہ وہ عورت ہو جو سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیوں میں سے ہو، اور نصوص اور عقلی دلائل اس پر شاہد ہیں۔ نصوص یہ ہیں، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ۔ (النساء:۳) تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں، ان سے نکاح کرو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا۔ (الروم:۲۱) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لیے خاص جوڑے پیدا کئے تا کہ تم کو ان سے سکون حاصل ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ (النجم:۴۵) اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کے دو جوڑے پیدا کیے O

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے عورتوں کو علی العموم والاطلاق نکاح کا اور زوجیت کا محل قرار دیا ہے۔

(میں کہتا ہوں: مذکور الصدر آیات سے عورتوں کو بر سبیلِ عموم والاطلاق نکاح اور زوجیت کا محل قرار دینا درست نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید کی دوسری آیات میں ماؤں اور بیٹیوں اور دیگر محرمات کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا ہے، اس لیے ان آیات کو ان عورتوں پر محمول کیا جائے گا جو محرمات کے علاوہ ہوں۔ سعیدی غفرلہٗ)

رہے عقلی دلائل تو وہ یہ ہیں کہ عورتیں سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیوں سے ہیں اور وہ ایسا محل ہیں جو نکاح کے مقاصد کی صلاحیت رکھتا ہے کہ ان سے سکون حاصل ہو اور اولاد حاصل ہو اور ان کے سبب سے انسان پاک دامن رہے، اس کے علاوہ اور بھی مقاصد ہیں۔ پس عورتیں نکاح کے حکم کا محل ہیں اور تصرف کا حکم مقصود میں تصرف کا وسیلہ ہیں، پس اگر مقصود کے محل کو وسیلہ کا محل نہ قرار دیا جائے تو توسل کا معنی ثابت نہیں ہوگا، مگر شریعت نے محرمات کو شرعاً نکاح کا محل ہونے سے نکال دیا باوجود اس کے کہ وہ حقیقۃً نکاح کا محل ہیں، پس محرمات کے ساتھ نکاح میں عقد کی صورت اور محل ہونے کی صورت شبہ پیدا کرتی ہے، یا ہم یہ کہتے ہیں کہ نکاح کا رکن اور اہلیت اور محلیت پائی گئی مگر یہ کہ نکاح کی صحت کی شرط یہاں نہیں پائی گئی (یعنی غیر محرمات کے ساتھ نکاح ہونا)، پس محرمات سے نکاح کرنا، نکاحِ فاسد ہے اور نکاحِ فاسد میں وطی بالا جماع زنا نہیں ہوتی، اس بناء پر کہا جائے گا کہ محرمات کے ساتھ نکاح کر کے کسی نے وطی کی تو یہ زنا نہیں ہے، پس اس کے اوپر زنا کی حد واجب نہیں ہوگی جیسا کہ بغیر گواہوں کے نکاح کیا جائے اور پھر وطی کی جائے

تو اس میں زنا کی حد واجب نہیں ہوتی، اسی طرح باقی فاسد نکاحوں کا حکم ہے۔
(بدائع الصنائع جز ۹ ص ۱۹۰۔ ۱۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ، لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام نے پہلے تو اس مسئلہ میں صاحب ہدایہ کی عبارت لکھی، پھر اس کے بعد یہ لکھا:

محارم کے مسئلہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کی گردن ماردی جائے گی اور امام احمد اور اسحاق اور اہل الظاہر سے بھی یہی منقول ہے۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس کی گردن ماردی جائے گی اور اس کا مال ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا، کیونکہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میری اپنے ماموں سے ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ ایک جھنڈا تھا، میں نے ان سے پوچھا: آپ کہاں جارہے ہیں؟ انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے، مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس کی گردن ماردوں اور اس کا مال ضبط کر دوں۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۵۷، سنن ترمذی: ۱۳۶۲، سنن نسائی ج ۶ ص ۱۰۹، سنن ابن ماجہ: ۲۶۰۷، صحیح ابن حبان: ۴۱۱۲، المستدرک ج ۲ ص ۱۹۱، مصنف عبد الرزاق: ۱۰۸۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۱۰۴، سنن سعید بن منصور: ۹۴۲، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۹۶، شرح السنۃ للبغوی: ۲۵۹۲، مسند احمد: ج ۴ ص ۲۹۵، سنن بیہقی: ج ۷ ص ۱۶۲)

یہ تمام روایات از عدی بن ثابت از یزید بن البراء عن ابیہ ہیں۔

نیز امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے محارم میں سے کسی کے ساتھ وطی کرے تو اس کو قتل کر دو۔

(سنن ترمذی: ۱۴۶۲، سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۴، المستدرک: ج ۴ ص ۳۵۶، سنن الدار قطنی ج ۳ ص ۱۲۶، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۷، مسند احمد: ج ۱ ص ۳۰۰)

یہ تمام روایات از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان روایات کا محمل یہ ہے کہ جو اس عقد کو حلال قرار دے کر نکاح کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ وہ اس عقد کو حلال قرار دینے سے مرتد ہو گیا۔ نیز اس لئے کہ زنا کی حد یہ نہیں ہے کہ گردن ماردی جائے اور اس کا مال ضبط کر لیا جائے بلکہ یہ سزا کفر کو لازم ہے۔ اور ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت معاویہ بن قرۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دادا معاویہ کو ایک مرد کی طرف بھیجا جس نے اپنے باپ کی عورت سے شادی کر لی تھی کہ وہ اس کی گردن ماردیں اور اس کے مال میں سے پانچویں حصہ کو ضبط کر لیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۶۰۸، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۰۸)

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جس نے مَحرم کے ساتھ عقدِ نکاح کیا اس نے مَحرم کے ساتھ عقدِ نکاح کو حلال کر لیا، اس وجہ سے وہ مرتد ہو گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ دو امروں میں سے ایک امر لازم ہے، اگر اس نے محرمات کو حلال قرار دے کر ان سے نکاح کیا تو وہ مرتد ہو گیا اور مرتد پر حد نہیں ہوتی اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور اگر اس نے محرمات سے نکاح کو حرام جانتے ہوئے ان سے نکاح کیا اور وطی کی تو یہ

زنا تو نہیں ہے لیکن اس کو شدید تعزیر دی جائے گی اور تعزیر میں قتل کرنا جائز ہے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۲۴۸۔ ۲۴۷، ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

محارم کے ساتھ نکاح کی بحث میں حرفِ آخر

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی محارم کے ساتھ نکاح کیا تو امام ابو یوسف، امام محمد اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس پر زنا کی حد جاری ہوگی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس کی گردن ماردی جائے گی اور ان کی دلیل حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کو ان کے ماموں ملے جن کے ساتھ جھنڈا تھا، انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی کے ساتھ نکاح کیا ہے، مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کو قتل کروں یا اس کی گردن ماردوں۔ (سنن نسائی ج ۶ ص ۱۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۸۵۸)

اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک جس شخص نے محارم کے ساتھ نکاح کیا اور وطی کی اس پر حد نہیں ہے، کیونکہ یہ نکاحِ فاسد ہے اور نکاحِ فاسد میں وطی کرنے سے حد لازم نہیں ہوتی۔ اور اگر اس نے محارم کے ساتھ نکاح کو حلال جان کر نکاح کیا تو پھر وہ کافر ہو گیا اور کافر پر حد نہیں ہوتی اور کفر اور ارتداد کی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ باحوالہ احادیث میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ جس نے باپ کی بیوی کے ساتھ نکاح کیا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی زنا کی حد نہیں ہے، کیونکہ زنا کی حد یا کوڑے مارنا ہے یا سنگسار کرنا ہے۔ ہاں اگر کسی شخص نے محارم کے ساتھ نکاح نہیں کیا اور خالصۃً زنا کیا تو اس پر زنا کی حد جاری ہوگی جیسا کہ امام بخاری نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جس نے اپنی بہن کے ساتھ زنا کیا اس پر زنا کی حد جاری ہوگی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۸۱۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنهُ حِينَ رَجَمَ الْمَرْأَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَالَ قَدْ رَجَمْتُهَا بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم۔

(مسند احمد: ۷۱۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلمہ بن کُہَیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت علی رضی اللہ عنہ، جب انہوں نے ایک عورت کو جمعہ کے دن رجم کیا اور فرمایا: میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے رجم کیا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۸۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے "مُحصن یعنی شادی شدہ کو رجم کرنا" اور

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو جمعہ کے دن رجم کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، اور وہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلمہ بن کُہَیل، کُہَیل کہل کی تصغیر ہے، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعبی، یہ عامر بن شرحبیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی، اور وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کی امام نسائی نے کتاب الرجم میں روایت کی ہے۔ اور اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعرات کے دن شراحة کو کوڑے مارے اور جمعہ کے دن اس کو رجم کیا، تو ان سے کہا گیا کہ آپ نے دو حدوں کو جمع کر دیا ہے، تو انہوں نے کہا: میں نے کتاب اللہ پر عمل کر کے اسے کوڑے مارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کر کے اس کو رجم کیا۔

شراحة کا نام شراحة بنت مالك ہے۔ اور الحازمی نے کہا: اس کا نام شذاحة ہے۔

شعبی کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کا منقطع ہونا

اس حدیث کی سند میں شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ائمہ نے شعبی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں کیا۔ امام الدارقطنی سے پوچھا گیا: کیا شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حرف کا سماع کیا تھا اس سے زیادہ نہیں کیا۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بخاری نے کتاب الحیض میں لکھا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے، پھر حیض کے متعلق اثرِ صحیح کا ذکر کیا ہے۔ شارحین نے کہا: جب امام بخاری کوئی ایسا اثر ذکر کریں جو تمریض کے صیغہ سے ہو تو وہ امام بخاری کے نزدیک صحیح نہیں ہوتا۔ اور اگر ہم ان کی بات مان لیں تو شعبی کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقطع ہے، کیونکہ امام بخاری نے اس اثر کو صیغہ تمریض سے روایت کیا ہے اور اس میں اس کے سوا اور کوئی علت نہیں ہے کہ یہ شعبی کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: گویا کہ امام بخاری کے نزدیک شعبی کا سماع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح نہیں ہے سوائے اس حدیث کے جیسا کہ امام دارقطنی نے ذکر کیا ہے، کیونکہ امام بخاری اس حدیث کی سند مسند یعنی متصل لائے ہیں اور وہ جو کتاب الحیض میں مذکور ہے اس میں امام بخاری کے نزدیک شعبی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع صحیح نہیں ہے اس لئے انہوں نے اس کو صیغہ تمریض سے روایت کیا ہے۔

کوڑوں اور رجم کو جمع کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

اور فقہاء کی ایک جماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے اس پر استدلال کیا ہے: کوڑے لگانے اور رجم کرنے کو جمع کرنا جائز ہے اور الحازمی نے کہا ہے: یہ امام احمد، اسحاق، داؤد اور ابن المنذر کا قول ہے۔ اور جمہور نے کہا: ان کو جمع نہیں کیا جائے گا اور یہ امام احمد سے بھی ایک روایت ہے۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ ان کو جمع کرنا اس وقت جائز ہے جب کہ زانی شادی شدہ اور بوڑھا ہو نہ کہ جوان اور شادی شدہ ہو اور انہوں نے کہا کہ یہ قول باطل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۱۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کوڑوں اور رجم کو جمع کرنے کی تحقیق

علی بن الجعد نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ میں نے اس عورت کو کتاب اللہ سے کوڑے لگائے۔ اور اسماعیل بن سالم نے اس حدیث کی اول میں شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: آپ نے دو حدوں کو جمع کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر کیا۔ اور امام عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ میں نے اس کو قرآن سے کوڑے مارے اور سنت سے اس کو رجم کیا۔

امام احمد، اسحاق، داؤد اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ جو زانی شادی شدہ ہو، اس کو کوڑے لگائے جائیں اور پھر رجم کیا جائے، اور جمہور نے کہا ہے اور وہ امام احمد سے دوسری روایت ہے کہ ان دو حدوں کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث منسوخ ہے یعنی جس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ شادی شدہ، شادی شدہ سے زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور رجم کرو۔ اور اگر کنوارا، کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور شہر بدر کرو۔ اور اس حکم کا ناسخ وہ ہے جو حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے قصہ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کیا اور کوڑے نہیں مارے۔

امام شافعی نے کہا ہے: سنت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کنوارے کو کوڑے مارنا ثابت ہے اور شادی شدہ سے کوڑے مارنا ساقط ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کا قصہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد کا ہے، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس حکم کی ناسخ ہے جو پہلے مشروع ہوا تھا کہ زانی کو گھروں میں قید کیا جائے، پھر گھروں میں قید کرنے کا حکم کوڑے مارنے سے منسوخ ہو گیا اور شادی شدہ کو رجم کرنے کا اضافہ کیا گیا، اور اس کی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تصریح ہے، پھر کوڑے مارنے کو شادی شدہ کے حق میں منسوخ کیا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے قصہ میں رجم پر اقتصار کیا گیا ہے اور یہ الغامدیہ اور الجہنیہ اور یہودیوں کے قصہ میں بھی مذکور ہے، اور ان میں کوڑے مارنے کو رجم کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا۔

اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: بعض ائمہ نے امام شافعی سے معارضہ کیا ہے، انہوں نے کہا: کوڑے مارنے کا حکم کتاب اللہ میں ثابت ہے اور رجم کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اور ان دونوں کو جمع کرنا حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حکم پر عمل کیا ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ اور حضرت ماعز اور الغامدیہ اور الجہنیہ اور یہودیوں کے قصہ میں صرف رجم کا ذکر ہے اور کوڑے مارنے کا ذکر نہیں ہے، لیکن ان حدیثوں میں یہ تصریح نہیں ہے کہ جس کو رجم کیا گیا اس کو کوڑے مارنے کا حکم ساقط ہو گیا ہے، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ راوی نے کوڑے مارنے کے ذکر کو اس لیے ترک کر دیا کہ یہ حکم واضح تھا اور اس لیے کہ کوڑے مارنا اصل میں ثابت ہے، پس اس حدیث میں جو صراحت سے ثابت ہے کہ کوڑے مارنے اور رجم کو جمع کیا گیا وہ صرف احتمال سے ساقط نہیں ہوگا۔

اور امام شافعی نے اس کی نظیر سے استدلال کیا ہے، جب امام شافعی سے یہ معارضہ کیا گیا کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے حج کرے تو آپ نے اس کو حج کرنے کا حکم دیا اور عمرے کا ذکر نہیں کیا، اور عمرے کا ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ باپ کی طرف سے عمرہ نہیں کیا جا سکتا، تو امام شافعی نے یہ جواب دیا کہ اس سے سکوت کرنا اس کے

سقوط پر دلالت نہیں کرتا تو اسی طرح مناسب یہ ہے کہ حضرت ماعز اسلمی وغیرہ کے قصہ میں جو آپ نے سکوت فرمایا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوڑے مارنے کا حکم ساقط ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اسی دلیل سے امام طحاوی نے بھی امام شافعی پر الزام قائم کیا ہے، لیکن وہ یہ جواب دے سکتے ہیں کہ بعض دوسری حدیثوں میں مذکور ہے: ''تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو'' جیسا کہ کتاب الحج میں گزر چکا ہے، پس بعض راویوں کی طرف سے عمرہ کے ذکر کو ترک کرنا ان کی تقصیر ہے، اور رہا حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کا قصہ، پس وہ متعدد اور مختلف اسانید کے ساتھ مروی ہے اور کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارے گئے، اسی طرح الغامدیہ اور الجہنیہ وغیرہما کے قصہ میں بھی صرف رجم کا ذکر ہے اور کوڑے مارنے کا ذکر نہیں ہے۔ اور حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے قصہ میں آپ کا ارشاد ہے: ''ان کو لے جاؤ اور ان کو رجم کر دو'' اسی طرح دوسروں کے حق میں بھی ارشاد ہے اور اس میں کوڑے مارنے کا ذکر نہیں ہے، پس کوڑے مارنے کا ذکر نہ کرنا اس پر دلیل ہے کہ کوڑے نہیں مارے گئے اور کوڑوں کا نہ مارے جانا ان کے عدم وجوب پر دلیل ہے۔

اور بعض عجیب وغریب مذاہب وہ ہیں جن کی علامہ ابن المنذر اور شیخ ابن حزم نے از ابی بن کعب روایت کی ہے، مسروق سے روایت ہے کہ کوڑے مارنے اور رجم کو جمع کرنا بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے ساتھ خاص ہے، اور رہا جوان تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے اگر وہ شادی شدہ نہ ہو تو، اور اس کو رجم کیا جائے گا اگر وہ فقط شادی شدہ ہو، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب دونوں زنا کریں تو ان دونوں کو رجم کر دو یقینی طور پر جیسا کہ اس کا بیان اس حدیث میں آئے گا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''باب رجم الحبلیٰ من الزنا'' میں۔

اور قاضی عیاض نے کہا ہے: محدثین میں سے ایک فرقہ کا یہ شاذ قول ہے کہ اگر بوڑھا شادی شدہ زنا کرے تو اس کو کوڑے بھی لگائے جائیں اور رجم بھی کیا جائے اور جوان پر ان کو جمع نہ کیا جائے، اس قول کی کوئی اصل نہیں ہے اور علامہ نووی نے کہا ہے: یہ مذہب باطل ہے۔ اور یہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب زنا کریں تو دونوں کو رجم کر دو، اس میں یہ دلیل ہے کہ اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی اور اس کا حکم منسوخ نہیں ہوا، اور بعض معتزلہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۵۷۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۱۳- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى هَلْ رَجَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ قَبْلَ سُورَةِ النُّورِ أَمْ بَعْدُ قَالَ لَا أَدْرِي۔

(صحیح البخاری: ۶۸۴۰، صحیح مسلم: ۱۷۰۲، مسند احمد: ۱۸۶۴۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از الشیبانی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، میں نے پوچھا: سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے یا بعد، انہوں نے کہا: مجھے پتا نہیں۔

صحیح البخاری: ۶۸۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب مذکور کا عنوان محصن کو رجم کرنے کے متعلق ہے اور اس حدیث میں بھی رجم کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسحاق کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ الکلاباذی نے کہا: یہ ابن شاہین الواسطی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں خالد کا ذکر ہے، یہ ابن عبد اللہ الطحان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الشیبانی کا ذکر ہے، یہ سلیمان بن ابی سلیمان ہیں اور ان کا نام فیروز ہے اور یہ اپنی کنیت ابو اسحاق شیبانی سے مشہور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے، ان کا نام علقمہ الاسلمی ہے، یہ بیعت الرضوان کے موقع پر حاضر تھے۔

سورۃ النور کے نازل ہونے کے بعد رجم کرنے پر دلیل

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از ابی کامل اور از ابو بکر بن ابی شیبہ روایت کی ہے۔ اس حدیث میں سورۃ النور کا ذکر ہے، اس سے مراد سورۃ النور کی یہ آیت ہے: ''اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ'' (النور: ۲)۔

کیا یہ حدیث اس آیت کے حکم کے لیے ناسخ ہے یا نہیں؟ اور اس پر دلیل قائم ہے کہ رجم کرنے کا واقعہ سورۃ النور کے بعد ہوا کیونکہ سورۃ النور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگانے کے قصہ میں نازل ہوئی تھی اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ واقعہ چار ہجری کا ہے یا پانچ ہجری کا ہے یا چھ ہجری کا ہے۔ اور رجم اس کے بعد ہوا ہے کیونکہ رجم کے موقع پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حاضر تھے اور وہ سات ہجری میں اسلام لائے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۱۔ ۴۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثَهُ أَنَّهُ قَدْ زَنَى فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ وَكَانَ قَدْ أُحْصِنَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم میں سے ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے یہ بیان کیا کہ وہ زنا کر چکا ہے اور اس نے اپنے نفس کے اوپر چار مرتبہ گواہی دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا، سو اس کو رجم کیا گیا اور وہ محصن یعنی شادی شدہ تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

صحیح البخاری: ۶۸۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں ایک شادی شدہ مرد کو رجم کرنے کا ذکر ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن مقاتل، یہ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ان کے شیخ عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، یہ ابنِ یزید ہیں۔

امام مسلم نے اس حدیث کی کتاب الحدود میں از اسحاق بن ابراہیم روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کی کتاب الحدود میں از محمد بن المتوکل روایت کی ہے اور امام ترمذی نے کتاب الحدود میں از الحسن بن علی روایت کی ہے۔ اور امام نسائی نے کتاب الجنائز میں اس حدیث کی از محمد بن یحییٰ روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ایک مرد'' اور وہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مِن اسلم'' یعنی بنو اسلم سے اور یہ قبیلہ مشہورہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وشهد علی نفسه'' یعنی حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس پر زنا کرنے کا چار مرتبہ اقرار کیا۔

قاضی کے سامنے زنا کا چار مرتبہ اقرار کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے: چار مرتبہ اعتراف کرنا چار مختلف مجالس میں ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اقرار کرنے والا قاضی سے غائب ہو جائے حتیٰ کہ قاضی اس کو نہ دیکھے، پھر دوبارہ اس کی طرف لوٹ کر آئے اور پھر اقرار کرے جیسا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، پس اگر اس نے ایک مجلس میں ہزار مرتبہ بھی اقرار کیا تو وہ ایک اعتراف قرار دیا جائے گا۔

اور ابنِ ابی لیلیٰ، امام احمد، اسحاق، الثوری، الحسن بن یحییٰ اور الحکم بن عُتیبہ نے کہا ہے: اس پر واجب ہے کہ وہ ایک مجلس میں چار مرتبہ اعتراف کرے۔

اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کا ایک مرتبہ اعتراف کرنا کافی ہے۔ اور اس باب کی حدیث ان سب کے خلاف حجت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وكان قد احصن'' یعنی وہ شادی شدہ تھے، لہٰذا وہ مُحصِن تھے۔ اور احصَنَ کو صیغہ معلوم و مجہول

دونوں کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رجم کے ثبوت میں دلائل

رجم سنتِ ثابتہ سے ثابت ہے اور خلفاء راشدین کے فعل سے اور ان کے بعد کے صحابہ کے اجماع سے اور ائمہ اہلِ علم کے اتفاق سے، ان میں سے ثوری ہیں، اہلِ عراق کی جماعت ہے، امام مالک اہلِ مدینہ میں ہیں، اور الاوزاعی اہلِ شام میں ہیں، اور امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور ہیں۔ (امام ابوحنیفہ بھی رجم کے قائل ہیں لیکن علامہ ابنِ ملقن شافعی نے عناداً امام ابوحنیفہ کا نام نہیں لیا)۔

اللہ جل جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں ان کی (اطاعت کرو)۔

نیز اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی تو بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

پس اللہ سبحانہٗ نے اپنی مخلوق کے اوپر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے اور احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کرنے کا حکم دیا اور آپ نے رجم کیا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے رجم کیا ہے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی رجم کیا۔

پس رجم کرنا ثابت ہے جیسا کہ ہم نے اس کی تقریر کی ہے اور خوارج اور معتزلہ جو رجم کا انکار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ رجم کا ذکر اللہ کی کتاب میں نہیں ہے اور جب ان پر کتاب کی اتباع کرنا لازم ہے تو سنت کی اتباع کرنا بھی ان پر لازم ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ (الحشر:۷)

اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو۔

پس اس شخص کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا جس کا قول سنت کے اور صحابہ کے اجماع کے خلاف ہو اور ائمہ امت کے اتفاق کے خلاف ہو، لہٰذا اس کے خلاف کو شمار نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کی طرف التفات کیا جائے گا۔ اور رجم کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ ہے:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (النور:۸)

اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے۔

جیسا کہ اللہ کے رسول نے بیان کیا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت میں ''العذاب'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس عذاب سے مراد حد ہے یعنی رجم۔ اور بعض مفسرین نے کہا: اس سے مراد حبس اور قید ہے۔

(تفسیر طبری: ۷۔ ۱۹۵۴، جز ۱۲ ص ۱۱۲۔ ۱۱۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ میرے علم میں اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح رجم کے متعلق درج ذیل حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ فرمادیں، تو اس کا مخالف کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اس نے سچ کہا ہے، ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ فرمادیں، اعرابی نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا، اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا، سو مجھے لوگوں نے بتایا کہ تمہارے بیٹے کو رجم کیا جائے گا، تو میں نے اپنے بیٹے کی طرف سے ایک سو بکریاں اور ایک باندی فدیہ میں دی، پھر میں نے اہلِ علم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان ضرور کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، رہی باندی اور بکریاں تو وہ تم کو واپس دی جائیں گی اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا۔ اور آپ نے ایک مرد سے فرمایا: اے اُنیس! تم صبح اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ، پس صبح کو حضرت انیس رضی اللہ عنہ گئے اور انہوں نے اس کی بیوی کو رجم کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۳۱۴ میں مذکور ہے کہ اگر وہ عورت اعتراف کرلے تو اس کو رجم کر دو۔)

(صحیح البخاری: ۲۶۹۵، ۲۶۹۶، ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: اے لوگو! رجم کرنا برحق ہے تم اس سے بے قراری نہ کرنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجم کیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ اور عنقریب اس امت میں ایک قوم ہوگی جو رجم کی تکذیب کرے گی اور دجال کی اور مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کا انکار کرے گی اور عذابِ قبر کا اور شفاعت کا انکار کرے گی، اور اس کا انکار کرے گی کہ کچھ لوگوں کو دوزخ سے نکال دیا جائے گا جب کہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ ج ۱ ص ۱۸۲، الحدیث: ۲۲۶)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۵۳۔ ۱۵۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر)

قرآن مجید سے رجم کا ثبوت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (المائدہ: ۴۳)

اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر اس کے باوجود وہ روگردانی کرتے ہیں، اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں O

امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ "تورات میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے" اس حکم سے مراد رجم کرنے کا حکم ہے۔

(جامع البیان جز ٦ ص ٣٣٧، الحدیث: ٩٣٨٤، دارالفکر، بیروت، ١٤١٥ھ)

تورات میں ہر چند کہ بہت زیادہ تحریفات کی گئی ہیں اور کئی ایسی آیات کو نکال دیا گیا ہے جو قرآن مجید کی تصدیق کرتی ہیں، اس کے باوجود یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ موجودہ تورات میں بھی رجم کرنے کی آیت موجود ہے اور وہ یہ ہے:

"اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی ہو اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں، لڑکی کو اس لئے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی، اور مرد کو اس لئے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا، یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرناO"۔

(الاستثناء، باب: ٢٢، آیت: ٢٥، کتاب مقدس ص ١٨٧)

"پر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئےO تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازہ پر نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائیں، کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ پن کیا، یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرناO"۔ (الاستثناء، باب: ٢٢، آیت: ٢١، کتاب مقدس ص ١٨٧)

"اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے ہوئے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی، یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دفع کرناO"

(الاستثناء، باب: ٢٢، آیت: ٢٢، کتاب مقدس ص ١٨٧)

ہماری کتب حدیث میں بھی اس کی تصدیق موجود ہے کہ تورات میں رجم کا حکم ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت دونوں نے زنا کیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم تورات میں رجم کے متعلق کیا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم ان کو رسوا کرتے ہیں اور ان کو کوڑے لگاتے ہیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا، تورات میں رجم کا حکم ہے، پھر وہ تورات کو لائے، اس کو کھولا تو ان میں سے ایک یہودی نے اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کی آیتوں کو پڑھا، تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنا ہاتھ اٹھاؤ، اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اس میں رجم کی آیت تھی، یہودیوں نے کہا: اے محمد! آپ نے سچ کہا، اس میں رجم کی آیت ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا، پس میں نے دیکھا کہ وہ مرد اس عورت کی ڈھال بن رہا تھا اور اس سے پتھروں کو دور کر رہا تھا۔

(صحیح البخاری: ١٨٤١، ٧٥٤٣، ٥٦٣٥، ٣، صحیح مسلم: ١٦٩٩، سنن ابوداؤد: ٤٤٤٦، مسند احمد: ٤٤٨٤، موطا امام مالک: ١٥٥١، سنن دارمی: ٢٣٢١)

رجم کی احادیث متواترہ

رجم کی صحیح مرفوع متصل احادیث ترپن (٥٣) صحابہ سے مروی ہیں جن کو مسلم اور مستند جلیل القدر محدثین نے اپنی تصانیف میں متعدد اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے، ان کے علاوہ ثقہ تابعین کی چودہ (١٤) مرسل روایات ہیں، چودہ (١٤) آثار صحابہ اور پانچ (٥) فتاویٰ تابعین ہیں جن کو کبار محدثین نے اسانید کثیرہ کے ساتھ اپنی مصنفات میں درج کیا ہے، یہ کل چھیاسی (٨٦) احادیث

ہیں، ہم نے جن اعداد و شمار کا ذکر کیا ہے یہ ان کتب احادیث سے حاصل کئے گئے ہیں جو ہمارے پاس موجود اور دستیاب ہیں، ان کے علاوہ بے شمار کتب احادیث ہیں جو ہماری دسترس میں نہیں ہیں، اس لئے حتمی اور قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ رجم کے سلسلہ میں کتنی احادیث مرفوعہ، مرسلہ اور آثارِ صحابہ اور فتاویٰ تابعین موجود ہیں، بہر حال ہم نے جو اعداد و شمار تتبع اور تلاش سے حاصل کئے ہیں ان کی بناء پر یہ اطمینان اور یقین ہو جاتا ہے کہ رجم کا ثبوت جن احادیث سے ہے، وہ معنیً متواتر ہیں۔

ہم نے جن احادیث، آثار اور فتاویٰ تابعین کا ذکر کیا ہے ان کے حوالہ جات کی تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۸۱۶۔ ۸۰۴ میں مذکور ہے، تطویل سے اجتناب کرتے ہوئے ہم نے اس تفصیل کا یہاں ذکر نہیں کیا۔ قارئین کرام اس بحث کو شرح صحیح مسلم میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۳۔ بَابٌ: لَا يُرْجَمُ الْمَجْنُوْنُ وَالْمَجْنُوْنَةُ

دیوانے مرد اور دیوانی عورت کو رجم نہ کرنے کا بیان

وَقَالَ عَلِیٌّ لِعُمَرَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يُفِيْقَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يُدْرِكَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو یہ علم نہیں کہ قلمِ تکلیف دیوانہ سے اٹھالیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے، اور بچے سے اٹھالیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے اور سوئے ہوئے شخص سے اٹھالیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ دیوانے مرد اور دیوانی عورت کو رجم نہیں کیا جائے گا اور یہ حکم اس وقت ہے جب اس نے حالتِ جنون میں زنا کیا ہو، اور اس پر اجماع ہے لیکن جب اس نے تندرستی کی حالت میں زنا کیا پھر بعد میں اس پر جنون طاری ہوا تو کیا اس کے رجم کرنے کو اس کے تندرست ہونے تک مؤخر کیا جائے گا؟ جمہور نے کہا: کیونکہ رجم سے اس کے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے، اس کے برخلاف کوڑے لگانے کا حکم ہے، کیونکہ اس حکم سے اس کو درد پہنچانے کا ارادہ کیا جاتا ہے، پس اس کو مؤخر کر دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے خطاب کا ذکر ہے، اور اس تعلیق کی امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بنو فلاں کی ایک دیوانی عورت کے پاس سے گزرے جس نے زنا کیا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اس حکم کو مسترد کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں سے قلمِ تکلیف کو اٹھالیا گیا ہے: مجنون سے جس کی عقل مغلوب ہو، اور سوئے ہوئے شخص سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے،

اور بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے سچ فرمایا اور اس عورت کو چھوڑ دیا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی ج ۴ ص ۳۲۴۔ ۳۲۳، سنن ابوداؤد: ۴۳۹۹، المستدرک ج ۱ ص ۲۵۸)

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۲۔ ۴۵۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۸۱۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي زَنَيْتُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ حَتَّى رَدَّدَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَبِكَ جُنُونٌ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ أَحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابی سلمہ اور سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مرد آیا اور اس وقت آپ مسجد میں تھے، اس مرد نے آپ کو نداء کی پس کہا: یارسول اللہ! بے شک میں نے زنا کیا، آپ نے اس سے اعراض کیا، حتیٰ کہ چار مرتبہ اس کو رد کر دیا، پس جب اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دی تو نبی ﷺ نے اس کو بلا کر فرمایا: کیا تم کو جنون ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے پوچھا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو لے جاؤ، پس اس کو رجم کر دو۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن داری: ۲۳۱۵)

۶۸۱۶۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ فَكُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلَّى فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ هَرَبَ فَأَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ فَرَجَمْنَاهُ

ابن شہاب نے کہا: مجھے اس نے خبر دی جس نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سماع کیا کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ان کو رجم کیا تھا، پس ہم نے ان کو عیدگاہ میں رجم کیا، پس جب ان کو پتھر لگے تو وہ بھاگے، ہم نے ان کو الحرۃ (سیاہ پتھریلی زمین) میں پکڑ لیا، پس ہم نے ان کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن داری: ۲۳۱۵)

صحیح البخاری: ۶۸۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "کیا تم کو جنون ہے؟" کیونکہ اس کا

مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر زنا کا اقرار کرنے والا مجنون ہو تو اس کو رجم نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از عبد الملک بن شعیب روایت کی ہے اور امام نسائی نے اس حدیث کی کتاب الرجم میں از محمد بن عبداللہ روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اتی رجل" یعنی ایک مرد آیا۔ اور شعیب بن لیث کی روایت میں مذکور ہے "مسلمانوں میں سے ایک مرد آیا"۔ اور ابن مسافر کی روایت میں مذکور ہے "لوگوں میں سے ایک مرد آیا"۔ اور یونس اور معمر کی روایت میں مذکور ہے کہ "بنو اسلم سے ایک مرد آیا" اور صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "میں نے حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔۔۔ الحدیث"۔ اور اس میں مذکور ہے کہ وہ ایک چھوٹے قد کے مرد تھے، اور ان کی پنڈلی کے باطن کے اوپر والے حصہ میں گوشت کی گٹھلیاں تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابك جنون؟" اور شعیب نے از عاصم الطلاق میں روایت کی ہے "هل بك جنون؟" قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: اس سوال کا فائدہ یہ ہے تاکہ ان کے حال کا تتبع کیا جائے، کیونکہ کسی عقل مند آدمی سے یہ بعید ہے کہ وہ ایسی چیز کا سوال کرے جس سے اس کی ہلاکت ہو، یا اس لیے سوال کیا شاید کہ وہ رجوع کر لیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بالمصلی" اس میدان میں نمازِ جنازہ پڑھی جاتی تھی اور یہ بقیع الغرقد میں تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۴ ۴۔ ۴۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۱۵۔ ۶۸۱۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس کو رجم کیا جا رہا ہے، اگر وہ رجم کے دوران بھاگے تو اس پر رجم کو مکمل کیا جائے گا یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جب حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو پتھروں سے چوٹ لگی اور درد ہوا تو وہ بے قرار ہو کر بھاگے"۔

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں: بہ ظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت رجم کو ترک کر دیا جائے گا جیسا کہ ہمارا مذہب ہے، عنقریب تم اس کو جان لو گے اور امام احمد کا بھی مذہب ہے۔ اور فقہاء احناف کا اس میں اختلاف ہے، انہوں نے کہا: اگر وہ بھاگا اور لوگوں نے اس کو فوراً پکڑ لیا تو اس پر بقیہ حد پوری کی جائے گی اور اگر انہوں نے اس کو کئی دنوں کے بعد پکڑا تو اس پر بقیہ حد نہیں مکمل کی جائے گی۔

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم نے اس کو کیوں نہ چھوڑ دیا" اس حدیث کی امام ابوداؤد نے روایت کی ہے اور وہ درج ذیل ہے:

نعیم بن ہزال اپنے والد حضرت ہزال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ میرے

باپ کی گود میں یتیمی میں پرورش پا رہے تھے، انہوں نے قبیلہ کی ایک لڑکی سے زنا کیا تو ان سے میرے والد یعنی حضرت ہزال رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور ان کو اس کام کی خبر دیں جو آپ نے کیا ہے شاید کہ وہ آپ کے لیے استغفار کریں، اور ان کا اس سے ارادہ یہ تھا کہ شاید حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی اس مصیبت سے نکلنے کی جگہ ہو، پس وہ آپ کے پاس آئے، پس کہا: یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر کتاب اللہ کا حکم جاری کر دیجئے، آپ نے ان سے اعراض کیا، پھر دوبارہ وہ لوٹ کر آئے اور کہا: یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر کتاب اللہ کا حکم جاری کر دیجئے، پس آپ نے ان سے اعراض کیا، پھر وہ دوبارہ آئے اور کہا: یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر کتاب اللہ کا حکم جاری کر دیجئے حتیٰ کہ انہوں نے یہ بات چار مرتبہ کہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے چار مرتبہ یہ کہا ہے، تم نے کس کے ساتھ زنا کیا ہے، انہوں نے بتایا کہ فلاں لڑکی کے ساتھ، آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس کو لپٹایا تھا، انہوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے پوچھا: کیا تم نے ان سے مباشرت کی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے پوچھا: کیا تم نے ان سے جماع کیا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، حضرت ہزال رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ نے پھر ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، پھر ان کو الحرۃ کی طرف لے جایا گیا، جب ان پر پتھر مارے گئے تو انہوں نے پتھروں کا درد محسوس کیا، پس وہ بے قرار ہوئے، پس وہ نکل کر بھاگنے لگے، پس حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ ان کو ملے اور ان کے اصحاب انہیں پکڑنے سے عاجز آ گئے، حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی ایک ہڈی لے کر ان کو ماری اور ان کو قتل کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ آئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: تم نے اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیا، شاید کہ وہ توبہ کرتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۱۹، صحیح البخاری: ۶۸۲۶، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن المنذر شافعی نے کہا ہے: اس پر ایک دن کے بعد اور کئی دنوں کے بعد اور سالوں کے بعد حد قائم کی جائے گی، اس لیے کہ جس کے اوپر حد واجب ہے دنوں اور راتوں کے گزرنے سے اس کی حد ساقط نہیں ہوتی۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کو ساقط کرتے ہیں، ان کی اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "پس تم نے اس کو کیوں نہ چھوڑ دیا" کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے حد کو ساقط کرنے کا ارادہ نہیں کیا، جیسا کہ امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے قصہ میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں تمام لوگوں سے زیادہ اس حدیث کو جاننے والا ہوں، میں ان صحابہ میں تھا جنہوں نے ان کو رجم کیا تھا، بے شک جب ہم نے ان کو رجم کیا اور انہوں نے پتھروں کے لگنے کا درد محسوس کیا تو وہ چلائے "اے میری قوم! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ، بے شک میری قوم نے مجھے قتل کر دیا اور مجھے میری جان سے دھوکہ میں رکھا اور مجھے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قتل کرنے والے نہیں ہیں، سو ہم نے ان کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ ہم نے ان کو قتل کر دیا اور جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گئے تو ہم نے آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: تم نے اس مرد کو کیوں نہ چھوڑ دیا اور اس کو میرے پاس کیوں نہ لے کر آئے" تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے استغفار فرماتے۔ رہا یہ کہ آپ حد کو چھوڑ دیتے تو ایسا نہیں ہے"۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۲۰)

اگر زنا کرنے والا زنا کے اقرار کے بعد اپنے اقرار سے رجوع کر لے تو اس کا رجوع قبول کیا جائے گا یا نہیں؟

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب کسی شخص نے زنا کا اقرار کیا، پھر اس نے اپنے اقرار سے رجوع کر لیا تو فقہاء کی ایک

جماعت نے کہا ہے: اس کو چھوڑ دیا جائے گا اور اس پر حد نہیں لگائی جائے گی، یہ عطاء، زہری، ثوری اور فقہاء کوفہ کا قول ہے اور امام شافعی کا، امام احمد کا اور امام اسحاق کا مذہب ہے۔ اور امام مالک کے اقوال مختلف ہیں: القعنبی نے ان سے حکایت کی ہے کہ جب اس نے زنا کا اعتراف کیا اور پھر رجوع کر لیا اور یہ کہا: میں نے تو اس طرح اور اس طرح کیا تھا، تو امام مالک نے کہا: اس کا یہ رجوع قبول کیا جائے گا اور اس پر حد نہیں قائم کی جائے گی۔ اور اشہب مالکی نے کہا: اس کا رجوع قبول کیا جائے گا اگر وہ اس پر کوئی عذر پیش کرے ورنہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور ابن عبد الحکم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ جب اس نے ہوش مندی کی حالت میں زنا کا اعتراف کیا پھر رجوع کیا تو اس کے رجوع کو قبول نہیں کیا جائے گا، یہ اشہب سے منقول ہے اور اہل الظاہر سے منقول ہے۔

اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس کے رجوع کو قبول نہیں کیا جائے گا، ان میں ابن ابی لیلیٰ اور حسن بصری ہیں اور امام شافعی نے جو کہا ہے کہ اس کا رجوع قبول کیا جائے گا، انہوں نے سنن ابوداؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے "تم نے اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیا" (سنن ابوداؤد: ۴۴۲۰)۔ اور شارع علیہ السلام نے ان سے کہا تھا کہ شاید تم نے ان کو بوسا دیا ہو یا ان سے چھیڑ خانی کی ہو، پس شارع علیہ السلام ان کو تلقین کرتے رہے اور ان کے اعتراف کے بعد بھی ان پر رجوع کو پیش کرتے رہے، پس اگر وہ کہتے کہ ہاں میں نے بوسا دیا تھا یا ان کو چھیڑا تھا تو ان سے رجم کی حد ساقط ہو جاتی ورنہ ان پر اس کے پیش کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے ان کو ایک فائدہ کے لیے تلقین کی تھی اور وہ رجوع کرنا تھا۔

اور دوسرے فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ حد گواہوں سے یا اقرار سے لازم ہوتی ہے اور یہ بات مقرر ہے کہ اگر حد گواہوں سے لازم ہو تو اس کا رجوع قبول نہیں کیا جائے گا، اسی طرح اگر اقرار سے لازم ہو تب بھی اس کا رجوع قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ "تم نے اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیا" تو ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا ہو اور اگر ان کے بھاگنے کی وجہ سے ان سے حد ساقط ہو جاتی تو پھر لازم آتا کہ وہ خطاءً مقتول ہوئے، اور اگر وہ خطاءً مقتول ہوتے تو ان کے قاتلین کے اوپر دیت لازم آتی، لیکن جب کہ ان کے قاتلین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت لازم نہیں کی اور انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں نے زنا نہیں کیا تھا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ ان کا دورانِ حد بھاگنا اس کو واجب نہیں کرتا کہ ان سے حد کو چھوڑ دیا جائے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا: یہی قول صحت اور صواب کے مشابہ ہے۔

حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور ان کی مغفرت کی متعلق مختلف روایات

بعض احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کے بعد ان کی نمازِ جنازہ پڑھی:

امام بخاری حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم سے ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس انہوں نے زنا کا اعتراف کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم کو جنون ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، آپ نے پوچھا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، سو ان کو عید گاہ میں رجم کیا گیا۔ پھر جب ان کو پتھر لگنے سے درد ہوا تو وہ بھاگے، پس ان کو پکڑ لیا گیا اور رجم کیا گیا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے کلماتِ خیر فرمائے اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ اور یونس اور ابن جریج نے از زہری یہ نہیں کہا کہ آپ نے ان کی

نمازِ جنازہ پڑھی۔

امام ابوعبداللہ بخاری سے سوال کیا گیا کہ یہ روایت کہ'' آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی'' صحیح ہے کہ نہیں؟ تو انہوں نے کہا: اس کی معمر نے روایت کی ہے، ان سے پوچھا گیا کہ معمر کے علاوہ اور کسی نے نمازِ جنازہ پڑھنے کی روایت کی ہے؟ تو امام بخاری نے کہا: نہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

اور بعض احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ امام بیہقی نے کہا کہ حدیث کے یہ الفاظ کہ'' آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی'' خطاء ہے، کیونکہ امام عبدالرزاق کے اصحاب کا اس کے خلاف پر اجماع ہے، پھر زہری کے اصحاب کا بھی اس کے خلاف پر اجماع ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۱۲ ص ۳۰۲)

اور امام بخاری کے علاوہ دوسروں نے کہا: اس حدیث میں اضطراب ہے، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ان کے لیے استغفار کیا اور نہ ان کو برا کہا، اور اس حدیث میں ہے کہ ہم نے ان کے لیے گڑھا کھودا تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۶۹۴)

اور امام ابوداؤد نے کہا کہ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۲۱)

اور امام مسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار کیا اور اس کے آخر میں مذکور ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو پوری میری امت پر تقسیم کیا جائے تو وہ ان سب کے لیے کافی ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: ۱۶۹۵)

نیز امام مسلم اور امام ابوداؤد نے الغامدیہ کے متعلق روایت کی ہے کہ ان کو رجم کرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ (صحیح مسلم: ۱۶۹۵، الرقم المسلسل: ۴۳۲۳، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۲)

خلاصہ یہ ہے کہ جس کو رجم کیا جائے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے متعلق مختلف روایات ہیں۔

اور حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کے متعلق امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ ان کو خبیث نہ کہو، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳۵)

اور امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے صاحب کی طرف نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت کر دی اور ان کو جنت میں داخل کر دیا۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۷۹)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۶۳۔ ۱۵۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۱۵۔ ۶۸۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے چند اہم فوائد

(۱) جس شخص سے زنا کا فعل سرزد ہو جائے، اس کے لیے اپنا پردہ رکھنے اور تنہائی میں توبہ کرنے کا استحباب

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص سے زنا کا فعل سرزد ہو جائے اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور اپنے نفس پر پردہ رکھے اور اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرے جیسا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ پر یہ اشارہ کیا تھا۔

امام مالک اور امام نسائی نے یحییٰ بن سعید الانصاری سے روایت کی ہے از سعید کہ ایک مرد نے جو قبیلہ اسلم سے تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دوسرے شخص نے زنا کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے پردہ سے پردہ پوشی کرو، پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، انہوں نے بھی اسی طرح کہا، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے تین مرتبہ ان سے اعراض کیا، حتیٰ کہ جب انہوں نے زیادہ بار کہا تو آپ نے ان کو ان کے گھر والوں کی طرف بھیجا۔

اور جو شخص اس فعل پر مطلع ہو جائے، وہ بھی اس کا ستر کرے اور اس کو رسوا نہ کرے اور اس کے معاملہ کو امام کی طرف نہ لے جائے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قصہ میں حضرت ہزال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اگر تم اپنے کپڑے سے اس کا ستر کر لیتے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوتا''۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۷۷) نیز امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے اپنے زنا کا اعتراف کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر پردہ رکھا تھا، کاش! تم بھی اپنے اوپر پردہ رکھتے''۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۶۸)

اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے، پس انہوں نے کہا: جس آدمی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہ پر پردہ رکھے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے نفس کے اوپر پردہ رکھے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور انہوں نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا جو قصہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہوا، اس سے استدلال کیا ہے۔

(۲) جس شخص نے علانیہ اور ظاہراً بدکاری کی ہو، اس کے معاملہ کا قاضی کے پاس پیش کرنے کا استحباب

علامہ ابن العربی المالکی متوفی ۵۴۳ ھ نے لکھا ہے: یہ استحباب اس صورت میں ہے جب اس نے علانیہ زنا نہ کیا ہو، پس جب کہ وہ بے حیائی کے کام کو علانیہ کرنے والا ہو تو میں اس کو مستحب قرار دیتا ہوں کہ اس کا کشف کیا جائے اور اس کے معاملہ کو کھول دیا جائے تا کہ وہ اور دوسرے لوگ عبرت پکڑیں۔

اور ستر کے استحباب پر یہ اشکال ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی تحسین کی گئی اور غامدیہ کی بھی تحسین کی گئی (انہوں نے اپنے زنا کرنے کے قصہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کیا تھا)۔ ہمارے شیخ نے شرح الترمذی میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ غامدیہ کا حمل ظاہر ہو گیا تھا، حالانکہ ان کا نکاح نہیں ہوا تھا، پس ان کا زنا پر پردہ رکھنا مشکل اور دشوار تھا کیونکہ بغیر نکاح کے ان کے حمل کی وجہ سے ان کی بے حیائی ظاہر ہو گئی۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے یہ قید لگائی ہے کہ پردہ رکھنے کو اس وقت ترجیح دی جائے گی جب وہاں پر ایسا قرینہ نہ ہو جو اس کی ضد کی خبر دیتا ہو اور اگر ایسا قرینہ پایا جائے تو پھر اس مقدمہ کو امام کی طرف لے جانا افضل ہے تا کہ وہ

اس پر حد قائم کرے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اور جو چیز ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ پردہ رکھنا مستحب ہے اور قاضی کے پاس یہ معاملہ پیش کرنا تاکہ تطہیر میں مبالغہ ہو جائے یہ زیادہ مستحب ہے اور حقیقت علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(۳) جو شخص زنا کا اعتراف کرے اس کو تلقین کرنے کا استحباب

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے اوپر حد جاری کرنے کے لیے زنا کا اعتراف کرے اس کو تلقین کرنی چاہیے اور یہ سمجھانا چاہیے کہ ہو سکتا ہے کہ اس نے زنا کے معنی میں خطاء کی ہو یا اس نے لپٹایا ہو یا بغل گیر ہوا ہو یا صرف بوسا دیا ہو اور اس کو وہ زنا سمجھا ہو۔

(۴) امام کے سامنے بے حیائی کے فعل کے اقرار کرنے کا استحباب

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ امام کے سامنے اور مسجد میں کسی شخص کے لیے جائز ہے کہ اگر اس نے کوئی بے حیائی کا کام کیا ہے تو وہ اس کا اقرار کرلے اور جن الفاظ کا کنایۃً ذکر کیا جاتا ہے اور ان کا صراحۃً تلفظ کرنے سے حیاء کی جاتی ہے، ان کو صراحت کے ساتھ بیان کرے۔

(۵) امام کے سامنے جب کوئی شخص زنا کا اعتراف کرے تو امام کے اس سے تفتیش کرنے کا بیان

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی بڑی شخصیت کو نداء کرنا جائز ہے اور جو شخص کسی ایسے کام کا اقرار کرے جس میں حد کے قائم کرنے کا احتمال ہو تو امام اس سے اعراض کرے اور اس سے سوال کرے تاکہ تحقیق سے واضح ہو جائے کہ آیا اس نے یہ جرم کیا ہے یا نہیں۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجنون کا اقرار کرنا لغو ہے اور اقرار کرنے والے کو رجوع کی پیش کش کرنی چاہیے اور جب وہ رجوع کرلے تو اس کے رجوع کو قبول کر لیا جائے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: امام مالک سے یہ روایت ہے کہ اس کے رجوع کا کوئی اثر نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس کی زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔

(۶) جس شخص سے کوئی معصیت سرزد ہو جائے تو اس کے نادم ہونے اور توبہ کرنے کا بیان

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس سے کوئی معصیت ہو جائے تو وہ اس پر نادم ہو اور توبہ کی طرف جلدی کرے اور کسی کو اس کی خبر نہ دے اور اپنی معصیت پر پردہ رکھے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ رکھا ہے۔ اور اگر اتفاق سے وہ کسی کو اپنی معصیت کی خبر دے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس کو توبہ کرنے کا حکم دے اور اس کے معاملہ کو لوگوں سے پوشیدہ رکھے جیسا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا واقعہ حضرت ابو بکر اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا۔

(۷) چار مرتبہ اقرار کرنے کے دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے چار مرتبہ زنا کا اقرار کیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو لے جاؤ اور رجم کر دو۔ اور چار مرتبہ اقرار کو اس پر قیاس کیا جاتا ہے کہ زنا میں چار گواہ ہونے ضروری ہیں۔ اور یہ فقہاء احناف کا قول ہے اور

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک بھی یہی راجح ہے۔

(۸) چار مرتبہ اقرار کے لیے مجالس کے متعدد ہونے میں فقہاء کے مذاہب

آیا چار مرتبہ اقرار الگ الگ مجلس میں کیے جائیں یا ایک مجلس میں بھی چار مرتبہ اقرار کرنا کافی ہے؟ اور ظاہر یہ ہے کہ مجالس متعدد ہوں اور اقرار کے عدد سے مجالس کا ہونا ضروری نہیں ہے اور اکثر احادیث میں یہ ہے کہ اس نے دو مرتبہ اقرار کیا ہے، پھر اگلے دن وہ آیا اور پھر اس نے دو مرتبہ اقرار کیا جیسا کہ صحیح مسلم میں اس کا بیان ہے۔ اور جمہور فقہاء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے اور ہوسکتا ہے اس میں زیادہ ثبوت کے حصول کے لیے ایسا کیا گیا ہو۔

(۹) الغامدیہ اور مزدور کے قصہ میں دوبارہ سوال نہ کرنے کی توجیہ

اور صحیح مسلم میں الغامدیہ کے قصہ میں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا: مجھے پاک کر دیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، تم واپس جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، تو اس نے کہا: کیا آپ مجھے اس طرح لوٹانا چاہتے ہیں جس طرح آپ نے ماعز (رضی اللہ عنہ) کو لوٹایا تھا اور وہ زنا سے حاملہ ہو چکی ہیں، تو آپ نے غامدیہ پر حد لگانے کو اس لیے موخر کیا کہ وہ حاملہ تھیں، اور جب ان کا حمل وضع ہو گیا تو آپ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا اور پھر ان سے دوبارہ سوال نہیں کیا۔ اور ان کے اقرار کی تکرار اور تعددِ مجالس کا بھی اعتبار نہیں کیا۔ اسی طرح مزدور کے قصہ میں ہے جب آپ نے فرمایا: اے اُنیس! صبح کو اس عورت کے پاس جاؤ، اگر وہ اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دینا، اس حدیث میں ہے کہ وہ صبح کو اس عورت کے پاس گئے، اس نے اعتراف کیا تو انہوں نے اس کو رجم کر دیا۔ اور اس حدیث میں بھی اعتراف کے تعدد کا ذکر نہیں ہے اور نہ مجالس کے تعدد کا ذکر ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ مزدور اور غامدیہ کے قصہ میں اقرار اور مجالس کے تعدد کا ذکر نہ ہونا اس کے عدمِ وقوع پر دلالت نہیں کرتا، پس جب یہ ثابت ہو کہ یہ عدد شرط ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس پر سکوت اس وجہ سے ہو کہ مامور کا علم ہے۔ اور رہا غامدیہ کا یہ کہنا کہ کیا آپ یہ ارادہ کرتے ہیں کہ آپ مجھے اس طرح واپس کر دیں جس طرح آپ نے ماعز کو واپس کیا تھا، تو اس کا علامہ طیبی نے یہ جواب دیا ہے کہ غامدیہ زنا سے حاملہ تھیں اور ان کا حال ماعز کے حال کے مغایر تھا، اگرچہ وہ دونوں زنا کے فعل میں شریک تھے لیکن علت جامعہ نہیں ہے کیونکہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ رجوع کرنے پر قادر تھے اور غامدیہ رجوع کرنے پر قادر نہیں تھیں کیونکہ وہ حاملہ ہو چکی تھیں۔

(۱۰) رجم کے وقت مرجوم کے لیے گڑھا کھودنے کے متعلق مذاہب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم کیا گیا تو ان کے لیے گڑھا نہیں کھودا گیا بلکہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث جو صحیح مسلم میں ہے، اس میں یہ تصریح ہے کہ ہم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے لیے نہ گڑھا کھودا اور نہ ان کو باندھا، لیکن صحیح مسلم میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہم نے ان کے لیے گڑھا کھودا تھا، پس ان کو اس گڑھے میں کھڑا کیا۔ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ مرد کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے اور اس میں امام کو اختیار ہے۔

اور ان حدیثوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ فی الجملہ مرجوم کے لیے گڑھا کھودنا جائز ہے اور عورت کے لیے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اگر اس کا زنا گواہی سے ثابت ہو تو اس کے لیے گڑھا کھودنا مستحب ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ مرجوم کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے۔ اور امام ابو یوسف نے کہا کہ مرد اور عورت دونوں کے لیے گڑھا کھودا جائے۔

(۱۱) جس نے زنا کا اقرار کیا اس کو قید میں رکھنے کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے زنا کا اقرار کیا اور ان کو رجم کرنے سے پہلے قید میں نہیں رکھا گیا۔ اسی طرح جو عورت حاملہ تھی اس کو بھی قید میں نہیں رکھا گیا حتیٰ کہ اس کا حمل وضع ہو جائے۔

اس کی توجیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ اس وقت مدینہ میں قید خانہ نہیں تھا۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے: آپ نے ان کو قید میں رکھنے کا اس لیے حکم نہیں دیا اور نہ کسی وکیل کے سپرد کرنے کا حکم دیا کہ ان کا رجوع کرنا مقبول تھا، سوان کو قید میں رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۷۹۔ ۸۸۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۴۔ بَابٌ: لِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ — زانی کو پتھر مارنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ زانی کے لیے پتھر ہیں، یعنی اس کے لیے ناکامی اور محرومی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ زانی کو رجم کیا جائے گا یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۸۱۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اخْتَصَمَ سَعْدٌ وَابْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ زَادَ لَنَا قُتَيْبَةُ عَنِ اللَّيْثِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زمعہ رضی اللہ عنہ آپس میں جھگڑے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن زمعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وہ تمہارے لیے ہے اے عبد بن زمعہ! بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور اے سودہ! تم اس سے پردے میں رہا کرو۔ اور قتیبہ نے اللیث سے روایت کرتے ہوئے یہ اضافہ کیا کہ زانی کے لیے پتھر ہیں۔

(صحیح البخاری: ۲۰۵۳، ۲۲۱۸، ۲۴۲۱، ۲۵۳۳، ۲۷۴۵، ۴۳۰۳، ۶۷۴۹، ۶۷۶۵، ۶۸۱۷، ۷۱۸۲، صحیح مسلم: ۱۴۵۷، سنن نسائی: ۳۴۸۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۴، مسند احمد: ۲۵۳۶۶، موطا امام مالک: ۱۴۴۹، سنن دارمی: ۲۲۳۷)

صحیح البخاری: ۶۸۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے "زانی کے لیے پتھر ہیں" اور اس حدیث

میں بھی یہی مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک ہیں۔امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اختصار سے روایت کیا ہے۔یہ مکمل حدیث کتاب الفرائض میں ''باب الولد للفراش حرۃ کانت او امۃ'' میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کی عبداللہ بن یوسف سے روایت کی ہے اور اس کی شرح ہو چکی ہے۔

اس حدیث میں سعد کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔اور اس حدیث میں ابن زمعہ کا ذکر ہے، یہ حضرت عبد بن زمعہ ہیں۔اور اس حدیث میں سودہ کا ذکر ہے، یہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں جو ام المومنین ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۴، دار الکتب العلمیہ ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۱۸۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۴۵۸، سنن ترمذی: ۱۱۵۷، سنن نسائی: ۳۴۸۲، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۶، مسند احمد: ۷۲۲۱، سنن دارمی: ۲۲۳۵)

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۴، دار الکتب العلمیہ ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۱۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

محاوراتِ عرب سے اس حدیث کی توجیہ

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ زانی کا بچہ میں کوئی حصہ نہیں ہے اور زانی کے ساتھ بچہ کا نسب ملایا نہیں جائے گا اور جس شخص کا کسی چیز میں کوئی حق نہ ہو اور وہ اس کو طلب کرے تو عرب کہتے ہیں: تمہارے منہ میں پتھر، اور اس سے ان کی مراد ہوتی ہے کہ تم اس میں ناکام ہو۔اور بعض شارحین نے کہا کہ اس کے لیے پتھر ہیں یعنی اس کو رجم کیا جائے گا، یہ اس وقت ہے جب وہ شادی شدہ ہو یعنی زانی جب شادی شدہ ہو۔اور ابن الاعرابی نے ذکر کیا کہ عرب والوں کے لیے فراش کا لفظ مرد اور عورت دونوں کے لیے کہا جاتا ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کا فراش ہوتا ہے۔اس کی پوری شرح عنقریب کتاب الفرائض میں گزر چکی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۶۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۵۔ بَابٌ: الرَّجْمِ فِي الْبَلَاطِ

البلاط میں رجم کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں البلاط میں رجم کرنے کا بیان ہے۔ لفظِ بلاط کئی معانی میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس سے مراد یہاں پر ایک مشہور جگہ ہے جو مسجدِ نبوی کے دروازہ کے قریب ہے، اس جگہ پر چوکور پتھروں کا چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر اس باب کی حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کلام میں اشارہ ہے۔ اور بعض لوگوں کا یہ زعم ہے کہ البلاط سے مراد وہ پتھر ہے جس کے ساتھ رجم کیا جاتا ہے۔ اور البلاط ان پتھروں کو کہتے ہیں جن سے مکانات بنائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ابوعبید البکری نے کہا ہے کہ البلاط مدینہ منورہ میں مسجد نبوی اور بازار کے درمیان ایک جگہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس عنوان سے یہ مراد ہو کہ جس کو رجم کیا جائے اس کے لیے گڑھا کھودنا شرط نہیں ہے، کیونکہ بلاط تو پتھروں کا پختہ فرش ہوتا ہے جس میں گڑھا نہیں کھودا جاتا۔ اور یہ بھی احتمال بعید ہے، کیونکہ صحیح مسلم میں یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے گڑھا کھودنے کا حکم دیا، پھر اس گڑھے میں ان کو رجم کیا گیا۔

یاقوت الحموی نے کہا ہے کہ البلاط دمشق کی ایک بستی ہے اور بلاط اندلس کے ایک قلعہ کا نام ہے اور بلاط ایک شہر تھا جو حلب کی اطراف میں تھا اور اب وہ ویران ہوگیا ہے اور بلاط القسطنطنیہ میں ایک جگہ ہے، یہ سیف الدولہ بن حمدان کے دورِ حکومت میں قیدیوں کو بٹھانے کی جگہ تھی۔ نیز انہوں نے کہا ہے کہ البلاط مدینہ منورہ میں ایک جگہ ہے، یہ وہ جگہ ہے جو چوکور پتھروں سے فرش بنایا گیا ہے اور یہ فرش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور بازار کے درمیان ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۴۔ ۴۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ كَرَامَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضى الله عنهما قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِيَهُودِيٍّ وَيَهُودِيَّةٍ قَدْ أَحْدَثَا جَمِيعًا فَقَالَ لَهُمْ مَا تَجِدُونَ فِي كِتَابِكُمْ قَالُوا إِنَّ أَحْبَارَنَا أَحْدَثُوا تَحْمِيمَ الْوَجْهِ وَالتَّجْبِيَةَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ ادْعُهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ بِالتَّوْرَاةِ فَأُتِيَ بِهَا فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ وَجَعَلَ يَقْرَأُ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ لَهُ ابْنُ سَلَامٍ ارْفَعْ يَدَكَ فَإِذَا آيَةُ الرَّجْمِ تَحْتَ يَدِهِ فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَرُجِمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَرُجِمَا عِنْدَ الْبَلَاطِ فَرَأَيْتُ الْيَهُودِيَّ أَجْنَأَ عَلَيْهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عثمان بن کرامۃ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی از سلیمان، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور یہودیہ عورت کو لایا گیا، ان دونوں نے ایک جرم کیا تھا (انہوں نے زنا کیا تھا)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم اپنی کتاب میں اس کا کیا حکم پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہمارے علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کا چہرہ کالا کیا جائے اور ان کو ایک دوسرے کے برخلاف سوار کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! انہیں حکم دیں کہ تورات لائیں، پس تورات کو لایا گیا، پس ان میں سے ایک آدمی نے اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ دیا،

اور اس سے پہلے اور بعد کی آیتوں کو پڑھنے لگا تو حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنا ہاتھ اوپر اٹھاؤ، پس وہاں اس کے ہاتھ کے نیچے رجم کی آیت تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا، سوان دونوں کو رجم کیا گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ان دونوں کو البلاط کے پاس رجم کیا گیا، پس میں نے دیکھا کہ یہودی اس عورت کے اوپر جھکا ہوا تھا۔

(صحیح مسلم:۱۶۹۹، سنن ابوداؤد:۴۴۴۶، سنن ابن ماجہ:۲۵۵۶، مسند احمد:۴۴۸۴، موطا امام مالک:۱۵۵۱)

صحیح البخاری:۶۸۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حدیث کے آخری جملہ میں ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن عثمان کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں، ابوذر بن کرامۃ نے اس میں العجلی الکوفی کا اضافہ کیا ہے۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں خالد بن مَخلد کا ذکر ہے، یہ القطوانی الکوفی ہیں اور یہ بھی امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں، امام بخاری نے ان سے کئی مقامات پر بلاواسطہ روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا ذکر ہے، یہ ابنِ بلال ابوایوب ہیں جو عبداللہ بن ابی عتیق کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حدیث مذکور کی دیگر روایات

امام مسلم نے از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک یہودیہ عورت کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے حتیٰ کہ یہود کے پاس آئے، پس آپ نے فرمایا: جس شخص نے زنا کیا ہو تم اس کے متعلق تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم ان دونوں کا منہ کالا کر دیتے ہیں اور ان دونوں کو سواری پر ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے بٹھا دیتے ہیں، پھر ان کو شہر میں پھرایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اچھا تورات کو لاؤ اگر تم سچے ہو، پس وہ تورات کو لے کر آئے، پھر اس کو پڑھا حتیٰ کہ جب رجم کی آیت کے پاس سے گزرے تو ایک نوجوان نے جو تورات کو پڑھ رہا تھا اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ دیا اور اس کے آگے اور پیچھے سے پڑھا، پس حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، انہوں نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ، اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے ہاتھ کے نیچے رجم کی آیت

تھی، پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان دونوں کو رجم کیا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ان دونوں کو رجم کیا تھا، میں نے دیکھا کہ مرد اس عورت کو پتھروں سے اپنے آپ کو ڈھال بنا کر بچا رہا تھا۔

اور امام ابوداؤد نے از زید بن اسلم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ یہود کی ایک جماعت آئی، پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بشپ (بڑا پادری، دینِ عیسوی کا مجتہد) کی طرف بلایا، پس آپ ان کے پاس ان کے مدرسہ میں گئے، ان لوگوں نے کہا: ہم میں سے ایک مرد نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے، آپ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیجئے اور آپ کے لیے ایک گدا بچھا دیا اور آپ اس پر بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا: میرے پاس تورات لاؤ، پس آپ کے پاس تورات لائی گئی، آپ نے گدا اپنے نیچے سے نکالا اور اس پر تورات کو رکھ دیا، پھر آپ نے فرمایا: تم اپنے عالم کو بلاؤ، پھر ایک نوجوان کو لایا گیا، پھر اس کے بعد رجم کے قصہ کا ذکر کیا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: یہودی اور یہودیہ، الزجاج نے کہا: یہ دونوں اہلِ خیبر سے تھے اور ابن الطلاع سے روایت ہے کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ یہ اہلِ ذمہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "احدثا" یعنی ان دونوں نے زنا کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: انہوں نے ایک بے حیائی کا کام کیا اور اس سے زنا مراد ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان احبارنا" یعنی ہمارے علماء اور یہ "حبر" کی جمع ہے اور یہ اس عالم کو کہتے ہیں جو کلام کو مزین کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "احدثوا" یعنی انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ ان کا منہ کالا کر دیا جائے اور ان کو سواری پر ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے بٹھا دیا جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں گدھے پر سوار کر دیا جائے اور ہر ایک کا منہ ایک دوسرے کے مخالف کر دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اجنأ علیھا" اس کا معنی ہے کہ مرد عورت پر جھک گیا اور اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا۔

اہلِ کتاب کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب اہلِ کتاب ہمارے پاس کوئی مقدمہ پیش کریں، کیا ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کے درمیان فیصلہ کریں یا اس میں ہم کو اختیار ہے کہ ہم فیصلہ کریں یا نہ کریں؟

فقہاء حجاز اور فقہاء عراق کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام یا حاکم کو اختیار ہے، اگر چاہے تو ان کے درمیان اسلام کے حکم کے مطابق فیصلہ کر دے اور اگر چاہے تو ان سے اعراض کرے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْكَ شَیْــٴًـا ؕ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ﴿۴۲﴾ (المائدہ: ۴۲)

(یہ) جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں، سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں (تو آپ کو اختیار ہے) خواہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں خواہ ان سے اعراض فرمائیں اور اگر آپ ان سے اعراض کریں گے تو یہ آپ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں

گے، اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے O

امام مالک اور امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے اور اس کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا اور یہی عطاء، شعبی اور نخعی کا قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ المائدہ: ۴۲ بنی قریظہ کے متعلق نازل ہوئی اور یہ آیت محکمہ ہے۔ اور عامر اور ابراہیم نخعی نے کہا: اگر چاہے تو حاکم ان کے درمیان فیصلہ کرے اور اگر چاہے تو فیصلہ نہ کرے۔ اور ابن القاسم سے روایت ہے کہ جب اہلِ ذمہ مسلمانوں کے حاکم کے پاس مقدمہ پیش کریں اور دونوں فریق اس حاکم پر راضی ہو جائیں تو حاکم ان کے درمیان ان کے بشپ کی مرضی کے بغیر فیصلہ نہ کرے، اگر ان کا بشپ ناپسند کرے تو پھر ان کے درمیان فیصلہ نہ کرے، اور اسی طرح اگر بشپ راضی ہو جائے اور فریقین راضی نہ ہوں یا ان میں سے کوئی ایک فریق راضی نہ ہو تب بھی ان کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔

اور الزہری نے کہا: سنت کا حکم اس پر جاری ہے کہ اہلِ ذمہ کو ان کے حقوق اور ان کے معاملات میں اور ان کی وراثت کے احکام میں ان کے دین والوں کی طرف لوٹا یا جائے، سوا اس کے کہ وہ ہماری طرف راغب ہوں تو پھر ان کے درمیان اللہ عزوجل کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ حاکم پر واجب ہے کہ جب اہلِ ذمہ ان کے پاس مقدمہ پیش کریں تو وہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرے، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ المائدہ: ۴۹ جس میں ان کے درمیان فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے وہ المائدہ: ۴۹ سے منسوخ ہوگئی ہے اور وہ یہ آیت ہے:

وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ‌ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّصِيۡبَهُمۡ بِبَعۡضِ ذُنُوۡبِهِمۡ‌ؕ وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَ ۝ (المائدہ: ۴۹)

اور یہ کہ آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں، کہیں یہ آپ کو ان بعض احکام سے ہٹا نہ دیں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کیے ہیں، پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ جان لیں کہ اللہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے سزا دینا چاہتا ہے اور بے شک بہت سے لوگ ضرور فاسق ہیں O

سو یہ آیت المائدہ: ۴۲ کے حکم کے لیے ناسخ ہے جس میں فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اور یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور الزہری، عمر بن عبد العزیز اور السدّی کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے اور یہی امام شافعی کا دوسرا قول ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ جب عورت اور اس کا خاوند دونوں آئیں تو حاکم پر لازم ہے کہ ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کرے اور اگر فقط عورت آئے اور خاوند راضی نہ ہو تو ان کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا کہ فیصلہ کرے، اسی طرح امام مالک کے اصحاب کا اختلاف ہے۔

یہودیوں کو رجم کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

فقہاء نے ان دو یہودیوں کے متعلق بھی اختلاف کیا ہے جو اہلِ ذمہ سے تھے جب انہوں نے زنا کیا، کیا ان دونوں کو رجم کیا

جائے گا؟ اگر ان کے حکام ہماری طرف اس کا فیصلہ کرنے کے لیے کہیں۔

پس امام مالک نے کہا: جب اہلِ ذمہ زنا کریں اور خمر پئیں تو امام ان سے تعرض نہ کرے سوا اس کے کہ وہ ذمی مسلمانوں کے شہروں میں اس کام کو علانیہ کرے جس وجہ سے مسلمانوں کو ضرر ہو، پس سلطان ان کو منع کرے گا کہ اس سے مسلمانوں کو ضرر ہوتا ہے اور امام مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو یہودیوں کو اس لیے رجم کیا کہ اس وقت یہود ذمی نہیں تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا: جب ذمی زنا کریں گے تو ان پر مسلمانوں کی حد لگائی جائے گی اور امام شافعی کا بھی یہی ایک قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۵۔۴۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۱۹، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس یہودی مرد اور یہودیہ عورت نے زنا کیا تھا، آیا وہ اہلِ ذمہ میں سے تھے یا اہلِ حرب میں سے تھے؟

امام محمد بن اسحاق نے از الزہری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ اس حدیث کا واقعہ اس وقت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف آئے تھے۔

امام مالک نے کہا: یہ یہودی اہلِ ذمہ نہیں تھے، یہ اہلِ حرب تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے معاملہ میں حاکم بنایا تھا، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ امام مالک کا یہ قول ہے کہ وہ دونوں یہودی اہلِ ذمہ نہیں تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اہلِ ذمہ ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ نہ پوچھتے کہ ان میں زانیوں کا حکم کیا ہے اور نہ آپ ان کے متعلق بشپ یا مجتہد پادری کے قول سے فیصلہ فرماتے، کیونکہ جب اہل ذمہ کسی معاملہ میں مسلمانوں کو حاکم بنائیں تو وہ ان میں حکم اس طرح کریں جس طرح مسلمانوں کے درمیان حکم کیا جاتا ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بیت المدراس کی طرف تشریف لے گئے تھے اور آپ نے یہود سے زانیوں کے حکم کے متعلق دریافت فرمایا تھا، اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تکذیب کا ارادہ فرمایا اور یہ ظاہر فرمانا چاہا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو تبدیل کردیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ وہ اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاکم بنائیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ خبر دی کہ تورات کے اندر اس کے متعلق حکم موجود ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر اس کے باوجود وہ روگردانی کرتے ہیں، اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں ○ (المائدہ: ۴۳)

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت رجم کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور معمر نے از ابن شہاب روایت کی ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے:

إِنَّآ أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ أَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (المائدہ: ۴۴)

بے شک ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے، اللہ کے نبی جو ہمارے مطیع تھے اس کے مطابق یہود کا فیصلہ کرتے رہے، اور اللہ والے اور علماء (فیصلہ کرتے رہے) کیوں کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت کرائی گئی تھی، اور وہ اس پر گواہ تھے، سو تم لوگوں سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو، اور میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو، اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ کافر ہیں O

اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے نبی تورات کے مطابق فیصلہ کرتے تھے، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار نبی ہیں، سو آپ بھی تورات کے مطابق فیصلہ فرماتے تھے۔

جس کو رجم کیا جائے، اس کے لیے گڑھا کھودا جائے گا یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا جب ان کو رجم کیا جا رہا تھا تو مرد اس عورت پر جھک کر اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ جب کسی کو رجم کیا جائے خواہ مرد ہو یا عورت تو اس کے لیے گڑھا نہیں کھودا جائے گا، کیونکہ اگر وہ دونوں گڑھے میں ہوتے تو مرد اس عورت کے اوپر جھک کر اس کو پتھروں سے نہیں بچا سکتا تھا۔

امام احمد بن حنبل نے کہا ہے: اکثر احادیث اس پر متفق ہیں کہ گڑھا نہیں کھودا جائے گا اور رجم میں یہ واجب ہے کہ اس کے تمام بدن پر پتھر مارے جائیں اور جب وہ کسی گڑھے کے اندر ہو گا تو اس کے بدن کا بعض حصہ گڑھے میں غائب ہو جائے گا۔

فقہاء احناف نے کہا ہے: جس مرد کو یا عورت کو رجم کیا جائے ان کے لیے گڑھا نہیں کھودا جائے گا اور اگر گڑھا کھودا تو مستحسن ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس میں اختیار ہے جو چاہے کرے۔ اور اصبغ مالکی نے کہا ہے کہ مستحب ہے کہ ان کے لیے گڑھا کھودا جائے اور مرد کے دونوں ہاتھ کھول دیے جائیں تا کہ ان ہاتھوں سے وہ اپنے چہرہ سے پتھروں کو ہٹائے۔ امام طحاوی نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے شراحۃ کے لیے گڑھا کھودا۔ اور الجھینیہ کے قصہ میں مذکور ہے کہ ان کے اوپر ان کے کپڑے باندھ دیے گئے، پھر ان کو رجم کرنے کا حکم دیا گیا اور ان کے لیے گڑھا نہیں کھودا گیا۔

رجم کے وقت مرد اور عورت کو کھڑا کر کے رجم کیا جائے گا یا بٹھا کر؟ اس میں فقہاء کے اقوال

اور اس حدیث میں ثوری کی دلیل ہے کہ جس پر حد لگائی جائے اس کو بٹھایا نہیں جائے گا اور اس پر کھڑے ہو کر حد لگائی جائے گی، اور عورت کو بٹھا کر حد جاری کی جائے گی۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کھڑا ہوا تھا جب اس پر حد لگائی گئی اور عورت بیٹھی ہوئی تھی کیونکہ حد کے وقت مرد عورت پر جھکا ہوا تھا۔

اور امام مالک نے کہا ہے کہ مرد اور عورت حدود میں برابر ہیں، ان میں سے کسی کو بھی کھڑا نہیں کیا جائے گا اور ان دونوں کو بٹھا کر ان پر حد جاری کی جائے گی اور مرشد کے کپڑے اتار لیے جائیں گے اور عورت پر اتنے کپڑے باقی رکھے جائیں گے جس پر

اس کا ستر ہو۔ اور امام شافعی، اللیث اور امام ابوحنیفہ نے کہا: تمام حدود میں کھڑا کر کے رجم کیا جائے گا سوائے حد قذف کے، اس میں اس کے کپڑوں کے اوپر کوڑے مارے جائیں گے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۵۴۔۳۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۱۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہلِ کتاب کو ان کی کتاب کی طرف لوٹانا چاہیے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "تم اپنی کتاب میں زنا کی کیا سزا پاتے ہو؟"

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہود حق کو چھپاتے تھے اور اس کو باطل کے لباس پہناتے تھے کہ ان کے ایک مرد نے رجم کی آیت کے اوپر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے چھپایا۔

(۳) اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی برکت ہے کیونکہ انہوں نے حقیقت کو جان لیا اور اس مرد سے کہا کہ "اپنا ہاتھ اوپر اٹھاؤ"۔

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ وہ زانی مزنی بہا کو اپنے نفس پر مقدم کرتا تھا اسی وجہ سے اس کے اوپر جھک کر اس کو پتھروں سے بچاتا تھا۔ اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، وہ یہود یہ اسلام نہیں لائی اور ان دونوں کو رجم کیا گیا۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن کاموں کو اہلِ کتاب حرام سمجھتے ہیں، اگر وہ ان کاموں کا ارتکاب کریں تو ان پر حد قائم کی جائے گی، لیکن جن کاموں کو وہ حلال سمجھتے ہیں تو ان کے ارتکاب پر ان پر حد نہیں قائم کی جائے گی لیکن ان کو اس سے منع کیا جائے گا کہ وہ کھلم کھلا وہ کام کریں مثلاً جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ اس گھر میں ذمی آتے ہیں اور خمر پیتے ہیں تو ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم ان پر ٹوٹ پڑیں اور ان کو ڈانٹیں، کیونکہ وہ خمر پینے کو حلال سمجھتے ہیں، لیکن اگر وہ بازاروں میں خمر پئیں یا محلوں میں خمر پئیں تو ان کو اس سے روکا جائے، لیکن جب وہ اپنے گھروں میں چھپ کر خمر پئیں تو ہمارے لیے ان سے معارضہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ان کے دین کا تقاضا ہے اور ہمارے اور ان کے درمیان عہد ہے۔

(۶) یہودیوں کے دین میں رجم مشروع تھا لیکن جب ان کے اشراف اور معزز لوگوں نے زنا کیا تو انہوں نے کہا: ہم اپنے معزز لوگوں کو رجم کیسے کریں گے، کیونکہ ہم تو ان کی تعریف اور تحسین کرتے ہیں، لیکن یہ ان کی فکر کی غلطی تھی کیونکہ اگر وہ کسی معزز آدمی کو رجم کر دیتے تو تمام لوگ زنا کرنے سے رک جاتے، لیکن شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا تھا کہ اگر تم نے ان پر حدود قائم کی تو تم لوگوں کو ضائع کر دو گے جیسا کہ آج کل مغرب زدہ مسلمان کہتے ہیں کہ اگر تم نے چور کے ہاتھ کاٹے تو آدھی قوم اپاہج ہو جائے گی۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم نے چور کے ہاتھ کاٹے تو پوری قوم چوری سے باز آ جائے گی۔

(۷) یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس لیے آئے تھے کہ شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں زنا کے جرم پر کوئی رخصت ہو، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔

(۸) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی شرعی حکم کے مقابلہ میں رخصت کو طلب کرنا یہ یہود کی خصلت ہے، اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ جس نے رخصتوں کو طلب کیا وہ فاسق ہو جائے گا، کیونکہ وہ اپنی خواہش کے مطابق اللہ کی عبادت کرنا چاہتا ہے، چاہیے یہ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کے احکامِ شرعیہ پر عمل کرے خواہ وہ اس کی خواہش کے موافق ہوں یا نہ ہوں۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۸۰۔ ۱۸۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۶۔ بَابُ: الرَّجْمِ بِالْمُصَلَّى — عید گاہ میں رجم کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے قصہ میں جو رجم کیا گیا وہ عید گاہ میں تھا، یعنی جس جگہ نماز جنازہ پڑھی جاتی تھی اور دوسری روایت میں اس کی وضاحت ہے یعنی بقیع الغرقد میں، وہ عید گاہ بقیع الغرقد میں واقع تھی۔

علامہ ابن بطال اور علامہ ابن التین نے اس باب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ رجم کرنا عید گاہ میں ہو یا کسی اور جگہ پر ہو، برابر ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ عید گاہ کا اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ اس باب کی حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو عید گاہ میں رجم کیا گیا تھا، یعنی جس جگہ رجم کیا گیا تھا وہ جگہ وہ تھی جہاں عید اور جنازہ کی نماز پڑھی جاتی تھی اور یہ بقیع الغرقد کی ایک طرف ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کریں، سو ہم ان کو بقیع الغرقد کی طرف لے گئے۔ اور قاضی عیاض نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ ان کو عید گاہ کے اندر رجم کیا گیا تھا۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جہاں عید کی نماز پڑھی جاتی ہے یا جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ وہ مسجد کے حکم میں ہے، اور دراصل حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو عید گاہ کے قریب ایک جگہ بقیع الغرقد ہے، وہاں پر رجم کیا گیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۷ ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۰۔ حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ جَاءَ النَّبِيَّ ﷺ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَبِكَ جُنُونٌ قَالَ لَا قَالَ آحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ بِالْمُصَلَّى فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّ فَأُدْرِكَ فَرُجِمَ حَتَّى مَاتَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم سے ایک مرد تھے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس انہوں نے زنا کرنے کا اعتراف کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا حتیٰ کہ انہوں نے اپنے نفس کے خلاف چار مرتبہ گواہی دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ خَيْرًا وَصَلَّى عَلَيْهِ لَمْ يَقُلْ يُونُسُ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فَصَلَّى عَلَيْهِ سُئِلَ أَبُو عَبْدِ اللهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ يَصِحُّ قَالَ رَوَاهُ مَعْمَرٌ قِيلَ لَهُ رَوَاهُ غَيْرُ مَعْمَرٍ قَالَ لَا۔

کیا تم کو جنون ہے؟ (یعنی کیا تم دیوانے ہو) انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، پھر آپ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، سو ان کو عید گاہ میں رجم کیا گیا، پھر جب ان کو پتھروں سے درد پہنچا تو وہ بھاگے، پس ان کو پکڑ لیا گیا: پھر ان کو رجم کیا گیا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے، پس نبی ﷺ نے ان کے لیے اچھے کلمات فرمائے اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔
یونس اور ابنِ جریج نے زہری سے روایت کرتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔
اور امام ابوعبداللہ بخاری سے سوال کیا گیا کہ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی، یہ صحیح ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس کی روایت معمر نے کی ہے، ان سے کہا گیا: کیا غیر معمر نے روایت کی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ نہیں پڑھی۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

صحیح البخاری: ۶۸۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "پس حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو عید گاہ میں رجم کیا گیا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمود، یہ ابنِ غیلان المروزی ہیں، اور امام بخاری نے ان سے بہت روایات کی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابنِ راشد ہیں، یہ محمد بن مسلم الزہری سے روایت کرتے ہیں از ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔
اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از اسحاق بن ابراہیم از عبدالرزاق روایت کی ہے اور امام ابنِ ماجہ کے علاوہ باقی محدثین نے ان سے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان رجلا من اسلم" ان کا نام حضرت ماعز بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ ہے اور عنقریب حضرت جابر

رضی اللہ عنہ کی حدیث میں باب رجم المحصن میں اسی طرح مذکور ہے۔

حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق کلماتِ خیر کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیرا" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اچھائی کے ساتھ ذکر کیا۔

امام مسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ لوگوں کے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے متعلق دو فرقے تھے، ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ ماعز ہلاک ہو گیا اور اس کے گناہ نے اس کا احاطہ کر لیا، اور دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ ماعز کی توبہ سے افضل کسی کی توبہ نہیں ہے، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو میری امت پر تقسیم کیا جائے تو وہ ان سب کے لیے کافی ہے۔ اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا وہ جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہے تھے، اور امام ابو عوانہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے ان کو دیکھا وہ جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہے تھے۔ اور امام ابوداؤد اور امام نسائی کی حدیث میں ہے کہ ان کو خبیث نہ کہو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ اور امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا اور ان کو جنت میں داخل کر دیا۔

حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے نمازِ جنازہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کے متعلق دو روایتوں کی تحقیق اور تطبیق

اس حدیث میں مذکور ہے "وصلی علیه"، اسی طرح امام عبدالرزاق نے محمود بن غیلان سے روایت کی ہے۔ اور علامہ المنذری نے کہا ہے کہ آٹھ راویوں نے امام عبدالرزاق سے اس حدیث کی روایت کی ہے اور انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

اور محمد بن یحییٰ الزہلی اور ایک جماعت نے امام عبدالرزاق سے روایت کی ہے، انہوں نے اس حدیث کے آخر میں کہا کہ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ اور ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ اثبات کی روایت نفی کی روایت پر مقدم ہوتی ہے، دوسری توجیہ یہ ہے کہ جس روایت میں مذکور ہے کہ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، یعنی اس وقت نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جب ان کو رجم کیا جا رہا تھا، پھر اس کے بعد ان کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام عبدالرزاق نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے قصہ میں روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نمازِ جنازہ پڑھیں گے، تو آپ نے فرمایا: نہیں! پھر دوسرے دن صبح کے وقت آپ نے فرمایا: تم اپنے صاحب کی نمازِ جنازہ پڑھو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی، اور یہ حدیث اس اختلاف کو اٹھا دیتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "امام بخاری سے سوال کیا گیا: کیا آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی تھی یا نہیں، تو انہوں نے کہا کہ معمر کی روایت یہ ہے کہ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے، اور معمر کے علاوہ دوسروں نے روایت کی ہے کہ نہیں پڑھی"۔

امام بخاری پر اعتراض کیا گیا ہے کہ انہوں نے وثوق سے کہا ہے کہ معمر نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ امام بخاری نے وثوق سے اس لیے کہا ہے کہ معمر ان ثقات راویوں میں سے ہیں جو مامون ہیں اور ان فقہاء میں سے ہیں جو متقین ہیں اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں اور ایسے شخص کے اضافہ اور اس کے انفراد کو قبول کیا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷۵-۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زانی کو توبہ کی تلقین

اس حدیث میں جس مرد کا ذکر کیا ہے جس نے زنا کا اعتراف کیا تھا، وہ حضرت ماعز بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اور سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو خبر دی کہ وہ زنا کر چکے ہیں تو ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے اس بات کا کسی ایک سے ذکر کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اپنا پردہ رکھو، اللہ تعالیٰ تم پر پردہ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، کیونکہ لوگوں کو ان کے گناہوں پر عار دلایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے، لیکن حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے نفس کو قرار نہیں آیا حتیٰ کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے اسی طرح کہا جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا، پھر بھی ان کے نفس کو قرار نہیں آیا حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور پھر اس حدیث کا ذکر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۳۲، از یزید بن ہارون، موطا امام مالک: ۵۱۲)

شادی شدہ شخص کو کوڑے مارے بغیر رجم کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ شادی شدہ کو کوڑے لگائے بغیر رجم کیا جائے اور شہر کے فقہاء کا یہی مذہب ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو کوڑے نہیں لگائے اور رجم کیا۔ اسی طرح اسلمیہ کے قصہ میں ہے۔ اور امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور اہل الظاہر نے اس کی مخالفت کی ہے۔ (المغنی ج ۱۲ ص ۳۰۸، المغنی ج ۱۲ ص ۳۱۳، المحلی ج ۱۱ ص ۲۳۳۔۲۳۴)

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ ھ، لکھتے ہیں:

اہلِ علم کا اس میں اختلاف ہے کہ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے اور اس پر کوڑے بھی لگائے جائیں۔ فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس کو اللہ کی کتاب کے حکم سے کوڑے لگائے جائیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ (النور: ۲) زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو۔

اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے حکم سے رجم کیا جائے۔

جن فقہاء نے یہ کہا ہے ان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور حسن بصری اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔

اور ہم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ دو کنوارے زانیوں کو کوڑے لگائے جائیں گے اور شہر بدر کیا جائے گا اور دو شادی شدہ زانیوں کو رجم کیا جائے گا اور جو بڑی عمر کو پہنچ جائیں انہیں کوڑے لگائے جائیں گے پھر رجم کیا جائے گا۔

امام اسحاق از عبد الرزاق از ثوری از ابی حصین اور اسماعیل، از الشعبی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس شراحۃ کو

لایا گیا، تو انہوں نے اس کو جمعرات کے دن کوڑے مارے اور جمعہ کے دن اس کو رجم کیا، پھر فرمایا: رجم کی دو قسمیں ہیں، ایک خفیہ طور پر رجم کیا جائے اور ایک علانیہ طور پر رجم کیا جائے۔ جو علانیہ طور پر رجم ہے اس میں پہلے گواہ رجم کریں گے پھر امام اور پھر عام لوگ۔ اور جو خفیہ طور پر رجم ہے اس میں زانی اعتراف کرے گا پھر امام اس کو رجم کرے گا پھر لوگ رجم کریں گے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۱۴۱، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۰۵، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج ۴ ص ۳۲۹، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۲۰)

امام عبدالرزاق اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شادی شدہ زنا کرنے والی عورت کے متعلق فرمایا کہ میں اس کو قرآن کے سبب سے کوڑے ماروں گا اور سنت کے سبب سے اس کو رجم کروں گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۳۳۵۶، المحلی ج ۱۱ ص ۲۳۴)

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ از حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جو دو کنوارے زنا کریں انہیں کوڑے مارے جائیں اور شہر بدر کیا جائے اور جو دو شادی شدہ زنا کریں ان کو رجم کیا جائے اور وہ دو زانی جو بڑی عمر کو پہنچ گئے ہیں انہیں کوڑے مارے جائیں اور پھر رجم کیا جائے۔ (سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۲۳)

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا اور کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، یہ قول حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ان سے ثابت نہیں ہے۔

عبداللہ بن شداد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرد کو زنا میں رجم کیا اور اس کو کوڑے نہیں مارے۔

(التمہید لابن عبدالبر ج ۹ ص ۸۰)

ابراہیم النخعی کا بھی یہی قول ہے اور زہری کا اور یہی امام مالک کا اور الاوزاعی، سفیان ثوری اور فقہاء احناف کا قول ہے اور یہی امام شافعی اور امام احمد اور ابوثور کا قول ہے۔

(موطا امام مالک ج ۲ ص ۶۲۹، المبسوط للسرخسی ج ۹ ص ۴۲۔ ۴۱، کتاب الام للامام الشافعی ج ۶ ص ۲۱۶۔ ۲۱۵، مسائل احمد واسحاق: ۲۱۱۶، ۲۱۱۵)

اور امام شافعی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر کہا: جس نے زنا کیا اور وہ شادی شدہ تھا تو اس کو رجم کرنا کتاب اللہ میں برحق ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارنے کا ذکر نہیں کیا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کیا اور ان کو کوڑے نہیں مارے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انیس الاسلمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ایک عورت کے پاس جائیں، اگر وہ زنا کا اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دیں۔ اور یہ تمام تصریحات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ شادی شدہ کو کوڑے مارنے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے اور تمام ائمہ نے شادی شدہ کو بغیر کوڑے مارنے کے رجم کرنے کا حکم دیا۔

زانی کو صرف رجم کرنے اور کوڑے نہ مارنے کے قائلین پر معارضہ

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری لکھتے ہیں:

امام شافعی نے بعض اہل علم پر اس بحث میں معارضہ کیا ہے، پس کہا کہ ہر زانی پر کوڑے مارنا ظاہر قرآن سے ثابت ہے اور وہ یہ آیت ہے:

اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ ۔(النور:۲) زانیہ عورت اور زانی مردان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو۔

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کنوارے اور شادی شدہ کے درمیان فرق نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے کہ شادی شدہ کو رجم کیا جائے، پس کتاب اللہ سے ہر زانی کو کوڑے مارنا ثابت ہے اور ہر شادی شدہ محصن کو رجم کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے، اور اس کی تاکید حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل حدیث سے ہوتی ہے جس میں کوڑے مارنے اور رجم کرنے کو شادی شدہ پر جمع کیا گیا ہے:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے حکم لو، مجھ سے حکم لو، اللہ تعالیٰ نے زانی عورتوں کے لیے طریقہ بیان فرمادیا: کنوارا کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو اس کو ایک سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کردو، اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اسے سو کوڑے مارو اور رجم کرو۔

(صحیح مسلم:۱۶۹۰، سنن ابوداؤد:۴۴۱۵، ۴۴۱۶، سنن ترمذی:۱۴۳۴، سنن ابن ماجہ:۲۵۵۰، مسند احمد:۲۲۷۲۹)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور اگر اس سلسلہ میں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہوتا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اس کو کتاب اللہ کے حکم سے کوڑے ماروں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے رجم کروں گا، تب بھی اس میں کفایت تھی۔ جب کہ ظاہر کتاب ہر زانی پر سو کوڑوں کو واجب کرتی ہے۔

اور حضرت ماعز رضی اللہ عنہ اور اسلمی عورت کے قصہ میں اس کی دلیل نہیں ہے کہ شادی شدہ پر کوڑے مارنے کا حکم منسوخ ہو گیا، اور بغیر دلیل کے نص کو ثابت کرنا جائز نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہم تک یہ حدیث نہیں پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارے تھے اور پھر رجم کیا تھا اور اسی طرح ہم تک یہ حدیث نہیں پہنچی کہ حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ نے پہلے اس عورت کو کوڑے مارے تھے اور پھر رجم کیا۔ اور جو حکم کتاب اللہ سے ثابت ہو اور اس حدیث سے ثابت ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ حکم شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوگا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کوڑے مارنے کا ذکر نہیں ہے، کیونکہ جائز ہے کہ آپ نے اس کو کوڑے مارے ہوں اور ہم تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو، کیونکہ راوی نے یہ سمجھا ہو کہ کتاب اللہ میں جب کوڑے مارنے کا حکم ہے تو اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن مجید کا یہ حکم سنت سے منسوخ ہو گیا۔

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۱۲ ص ۴۳۱۔۴۲۷، دار الفلاح، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور الزہری اور امام مالک اہلِ مدینہ میں، اور الاوزاعی اہلِ شام میں، اور سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ اہلِ کوفہ میں، اور امام شافعی اور ان کے اصحاب سوائے علامہ ابن المنذر کے، ان سب کا مذہب یہ ہے کہ زانی پر کوڑے مارنے کو اور رجم کرنے کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے قصہ سے اور اسلمیہ کے قصہ سے منسوخ ہے، کیونکہ ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کرنے کا حکم دیا اور ان کو کوڑے مارنے کا حکم نہیں دیا، پس ثابت ہو گیا

کہ یہ واقعات اس سے پہلے کے واقعہ کے لیے ناسخ ہیں۔ اسی طرح علامہ ابن بطال نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔
(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۴۴۱۔ ۴۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

زانی کو رجم کرنے کے پتھروں کی مقدار اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا بیان

امام النسائی نے کہا ہے کہ احادیث میں اس پتھر کی مقدار کا بیان نہیں ہے جس کے ساتھ رجم کیا جائے گا۔
علامہ ابن ملقن کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس کو بڑے بڑے پتھروں کے ساتھ رجم کیا جائے گا جن کو جلمود کہتے ہیں۔ اور امام مالک نے کہا ہے: بہت بڑے پتھروں کے ساتھ نہیں مارا جائے گا اور امام پتھر مارنے کا حکم دے گا اور خود نہیں مارے گا اور اس سے پتھر مارنے کو اس وقت تک موقوف نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ مرجائے۔ اور اس کے اور اس کے گھر والوں کے درمیان تخلیہ کیا جائے گا، وہ اس کو غسل دیں گے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور امام اس پر نماز نہیں پڑھے گا، تاکہ اہلِ معاصی کو اس فعل سے دور رکھا جائے اور تاکہ لوگ اس فعل کی مثل پر جرأت نہ کریں، کیونکہ جب وہ دیکھیں گے کہ امام اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتا اس کا اتنا بڑا گناہ ہے تو وہ اس کے ارتکاب سے باز رہیں گے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھی، یہ معمر کی زہری سے روایت ہے اور اس میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ امام اگر چاہے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھے اور اگر چاہے تو نہ پڑھے۔ اور حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الغامدیہ کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے:
امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جہینہ کی ایک عورت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور وہ زنا سے حاملہ تھی، پس اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں نے ایک حد کا ارتکاب کرلیا ہے، آپ مجھ پر حد قائم کیجئے، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ولی کو بلایا، آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، جب اس کا حمل وضع ہو جائے تو مجھے آ کر بتانا، اس نے ایسا کیا، پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اس کے اوپر کپڑے باندھے گئے، پھر آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھ رہے ہیں اے اللہ کے نبی! حالانکہ اس نے زنا کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اہلِ مدینہ کے ستر گناہ گاروں پر یہ توبہ تقسیم کی جائے تو انہیں کافی ہوگی، اور کیا تم نے اس سے افضل توبہ پائی ہے کہ جو اپنی جان کی اللہ کی راہ میں سخاوت کردے۔
(صحیح مسلم: ۱۶۹۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۱، ۴۴۴۰، سنن ترمذی: ۱۴۳۵، سنن نسائی: ۱۹۴۷، مسند احمد: ۱۹۸۸۲، ۱۹۹۲۴)

شادی شدہ زانی کو کوڑے مارنے اور رجم کے جمع کے منسوخ ہونے پر مزید دلائل

امام شافعی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اس پر دلالت کرتی ہے کہ دو آزاد کنواروں کو کوڑے مارنا ثابت ہے اور شادی شدہ سے کوڑے مارنا منسوخ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:
امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے حکم لو، مجھ سے حکم لو، اللہ تعالیٰ نے زانی عورتوں کے لیے طریقہ بیان فرما دیا: کنوارا کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو اس کو ایک سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کردو، اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اسے سو کوڑے مارو اور رجم کرو۔
(صحیح مسلم: ۱۶۹۰، سنن ابوداؤد: ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، سنن ترمذی: ۱۴۳۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۰، مسند احمد: ۲۲۷۲۹)

یہ حکم ابتداءً نازل ہوا تھا، پس اس کے ساتھ زانیوں کو قید کرنا اوران کو ایذاء پہنچانا منسوخ ہو گیا ہے، پھر جب حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو آپ نے رجم کیا اور کوڑے نہیں مارے اور حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسلمی عورت اگر اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دو، تو یہ اس کی دلیل ہے کہ ان دونوں سے کوڑے مارنے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے اور ہر وہ چیز جو پہلے حکم کے بعد ظاہر ہوئی، وہی آخری حکم ہے۔
(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱۲ ص ۲۷۴)

اور حافظ ابن عبد البر نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے رجم کیا اور ان دونوں نے کوڑے نہیں مارے۔ (التمہید ج ۹ ص ۸۰)

اور غامدیہ خاتون کو رجم کرنا اور کوڑے نہ مارنا اس پر واضح دلیل ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث منسوخ ہو گئی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۸۶۔۱۸۷ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ماعز بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ کا شمار مدنی صحابہ میں ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف مکتوب لکھا تھا تا کہ ان کی قوم اسلام لے آئے، یہ وہی ہیں جنہوں نے اپنے نفس پر زنا کا اعتراف کیا اور توبہ کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے اور یہ شادی شدہ تھے، پس ان کو رجم کیا گیا، ان سے ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن ماعز رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث روایت کی ہے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۳ ص ۴۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے کہا ہے کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی ہیں (لیکن ان سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے) اور یہ وہی ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں رجم کیا گیا تھا، اس کا ذکر حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ سے صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت ابوذر، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت بریدہ بن الحصیب، حضرت ابن عباس، حضرت نعیم بن ہزال، حضرت ابو سعید الخدری، حضرت نصر الاسلمی اور حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس سلسلہ میں احادیث مروی ہیں۔ بعض سندوں سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر میری امت میں سے ایک جماعت وہ توبہ کرتی تو ان کے لیے وہ توبہ کافی ہو جاتی۔

صحیح ابو عوانہ اور صحیح ابن حبان اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ابو زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رجم کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ ماعز بن مالک جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہے تھے۔

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا نام غریب ہے اور ماعز، ان کا لقب ہے اور عنقریب ان کا ذکر ابو الفیل کی کنیت میں آئے گا اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماعز کے لیے استغفار کرو۔
(الاصابہ ج ۵ ص ۵۲۱۔۵۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کے بعد ان کی مذمت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک وہ اب جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۲۸)

۲۷۔ بَابٌ: مَنْ أَصَابَ ذَنْبًا دُونَ الْحَدِّ فَأَخْبَرَ الْإِمَامَ فَلَا عُقُوبَةَ عَلَيْهِ بَعْدَ التَّوْبَةِ إِذَا جَاءَ مُسْتَفْتِيًا

جس نے حد سے کم درجہ کا گناہ کیا، پھر امام کو خبر دی گئی کہ جب اس نے اس کے متعلق سوال کیا تو اس کے توبہ کرنے کے بعد اس کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی

قَالَ عَطَاءٌ: لَمْ يُعَاقِبْهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم.

عطاء نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سزا نہیں دی۔

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَلَمْ يُعَاقِبِ الَّذِي جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يُعَاقِبْ عُمَرُ صَاحِبَ الظَّبْيِ

اور ابن جریج نے کہا: آپ نے اس کو سزا نہیں دی جس نے رمضان کے مہینہ میں جماع کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس محرم کو کوئی سزا نہیں دی جس نے ہرن کا شکار کیا تھا۔

وَفِيهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

اور ابوعثمان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مثل روایت کی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کیا جو حد سے کم تھا، یعنی ایسا گناہ کیا جس پر کوئی حد نہیں ہے مثلاً اس نے کسی اجنبی عورت کو بوسا دیا یا اس سے بغل گیر ہوا یا اس سے چھیڑ خوانی کی، پھر اس نے امام یا سربراہِ ملک کو خبر دی تو اس کے توبہ کرنے کے بعد اس کے اوپر کوئی سزا نہیں ہے یعنی اس نے جو ایسا گناہ کیا ہے جس پر کوئی حد نہیں ہے تو توبہ کرنے سے وہ گناہ ساقط ہو جائے گا اور امام کیلئے اس پر اعتراض کرنا جائز نہیں ہے اور امام کو چاہیے کہ وہ اس کو توبہ کی تلقین کرے اور جس نے کوئی ایسا گناہ کیا جس پر حد ہے تو پھر توبہ اس کے گناہ کو نہیں اٹھاتی اور جب امام تک اس کی خبر پہنچ جائے اور ثبوت ہو جائے تو پھر امام کے لیے اس کو معاف کرنا جائز نہیں ہے اور علماء کے نزدیک حد گناہ سے پاک کر دیتی ہے۔ اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جب وہ حد کے قائم ہونے سے پہلے توبہ کر لے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی اور وہ گناہوں سے پاک ہو جائے گا۔

صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ باطن میں پاک ہو جائے گا، اور رہا ظاہر میں پاک ہونا تو ان کے مذہب سے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حد ساقط نہیں ہوگی۔

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے کہ جس شخص نے حد سے کم گناہ کیا ہے تو وہ اپنے متعلق سوال کرتا ہوا آیا، اس عنوان میں "مستفتیاً" کہا ہے یہ استفتاء سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: فتویٰ کو طلب کرنا اور یہ پیش آمدہ مسئلہ کا جواب ہے، اکثرین کے نزدیک یہ لفظ اسی طرح ہے، اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے "مستغیثاً" جو کہ استغاثہ سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے:

غوث، یعنی مدد کو طلب کرنا۔ اور ایک روایت میں ہے "مستعتبا" یہ استعتاب سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: رضا کو طلب کرنا اور عتاب کو زائل کرنا۔ اور بعض نسخوں میں ہے "مستقیلا" یعنی اقالۃ کو طلب کرنا اور "اقالۃ" کا معنی ہے: بیع کو واپس کرنا۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: "عطاء نے کہا: نبی ﷺ نے اس کو سزا نہیں دی" یعنی عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ نبی ﷺ نے اس شخص کو سزا نہیں دی جس نے یہ خبر دی تھی کہ اس سے کوئی معصیت واقع ہوئی ہے یعنی کوئی گناہ ہوا ہے، بلکہ اس کو مہلت دی حتیٰ کہ اس نے آپ کے ساتھ نماز پڑھ لی، پھر آپ نے یہ خبر دی کہ اس کی نماز نے اس کے گناہ کا کفارہ کر دیا ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: آپ نے اس کو سزا نہیں دی، یعنی جس شخص سے ایسا گناہ ہوا جس پر حد نہیں تھی اور اس نے توبہ کر لی تو اس کو کوئی سزا نہیں دی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کر لیا تھا، اور یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے "ابنِ جریج نے کہا: آپ نے اس شخص کو سزا نہیں دی جس نے رمضان کے مہینہ میں دن کو جماع کیا تھا" یعنی عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اس مرد کو سزا نہیں دی جس نے رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کر لیا تھا، بلکہ اس کو اتنی کھجوریں عطا فرمائیں جن سے وہ اس گناہ کا کفارہ دے سکتا تھا، اور یہ اثر اور اس سے پہلے کا اثر باب کے عنوان کی وضاحت کرتا ہے۔

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہرن والے کو سزا نہیں دی" اس تعلیق سے بھی ترجمہ کی وضاحت ہوتی ہے یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ہرن والے کو سزا نہیں دی اور ان کا نام قبیصہ بن جابر ہے اور وہ محرم تھے اور انہوں نے ہرن کا شکار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اس کی جزاء ادا کرے یعنی فدیہ دے اور اس کو سزا نہیں دی۔ اور امام سعید بن منصور نے اس اثر کی از قبیصہ بن جابر سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

بابِ مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں از ابی عثمان از حضرت ابن مسعود از نبی ﷺ اس کی مثل روایت ہے۔ اور یہ تعلیق عنوان میں مذکور حکم کا معنی ہے، از ابی عثمان عبدالرحمٰن بن مل النہدی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت ہے اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے از حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ روایت ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اور یہ وہی حدیث ہے جس کو امام بخاری نے "کتاب مواقیت الصلوٰۃ" کے اوائل میں "باب الصلوٰۃ کفارۃ" میں از سلیمان تیمی از ابی عثمان از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ ایک مرد نے ایک اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا، پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آیا سو آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (ہود: ۱۱۴)

اور دن کی دونوں طرفوں میں اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھئے، بے شک نیکیاں، گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔O

اس مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا یہ حکم خصوصاً میرے لئے ہے؟ (یعنی نماز پڑھنے سے گناہِ صغیرہ کا معاف ہو جانا)، آپ نے فرمایا: یہ حکم میری تمام امت کے لیے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۱ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنهُ أَنَّ رَجُلًا وَقَعَ بِامْرَأَتِهِ فِي رَمَضَانَ فَاسْتَفْتَى رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ هَلْ تَسْتَطِيعُ صِيَامَ شَهْرَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے رمضان کے مہینہ میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا، پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم ایک غلام کو پاتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ دو ماہ کے روزے رکھو؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: پھر تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔

(صحیح البخاری: ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱، صحیح مسلم: ۱۱۱۱، سنن ترمذی: ۷۲۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱، مسند احمد: ۷۲۴۸، موطا امام مالک: ۶۶۰، سنن دارمی: ۱۷۱۶)

صحیح البخاری: ۶۸۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کوئی سزا نہیں دی جس نے رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کر لیا تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حُمید بن عبدالرحمٰن کا ذکر ہے، یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بیٹے ہیں جو الزہری سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الصیام میں از ابوالیمان گزر چکی ہے اور کتاب الادب میں از موسیٰ بن اسماعیل گزر چکی ہے اور کتاب النذر میں از علی بن عبداللہ گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۶۰۔۴۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۲ـ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ

اور اللیث نے کہا از عمرو بن الحارث از عبدالرحمٰن بن القاسم از محمد بن جعفر بن الزبیر از عباد بن عبداللہ بن الزبیر از حضرت عائشہ

الزُّبَيْرِ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ احْتَرَقْتُ قَالَ مِمَّ ذَاكَ قَالَ وَقَعْتُ بِامْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ قَالَ لَهُ تَصَدَّقْ قَالَ مَا عِنْدِي شَيْءٌ فَجَلَسَ وَأَتَاهُ إِنْسَانٌ يَسُوقُ حِمَارًا وَمَعَهُ طَعَامٌ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ مَا أَدْرِي مَا هُوَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَيْنَ الْمُحْتَرِقُ فَقَالَ هَا أَنَا ذَا قَالَ خُذْ هَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ قَالَ عَلَى أَحْوَجَ مِنِّي مَا لِأَهْلِي طَعَامٌ قَالَ فَكُلُوهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَدِيثُ الْأَوَّلُ أَبْيَنُ قَوْلُهُ أَطْعِمْ أَهْلَكَ۔

رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرد نبی ﷺ کے پاس مسجد میں آیا، اس نے کہا: میں دوزخ کا مستحق ہو گیا، آپ نے فرمایا: کس وجہ سے؟ اس نے کہا: میں نے رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کر لیا، آپ نے اس سے فرمایا: تم صدقہ کرو، اس نے کہا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے، پھر وہ بیٹھ گیا، پھر ایک انسان گدھے کو ہنکاتا ہوا لایا اور اس کے ساتھ طعام (کھانا) تھا، عبد الرحمٰن نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیا چیز تھی، وہ اس کھانے کو نبی ﷺ کے پاس لایا، آپ نے پوچھا: وہ جو کہہ رہا تھا کہ میں دوزخ کا مستحق ہوں وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں یہاں ہوں، آپ نے فرمایا: اس کھانے کو لے جاؤ اور اس کو صدقہ کرو، اس نے کہا: کیا مجھ سے بھی زیادہ ضرورت مند پر صدقہ کروں؟ میرے گھر والوں کے لئے کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے، آپ نے فرمایا: تم اس کو کھاؤ۔

امام ابوعبداللہ نے کہا: پہلی حدیث میں اس سے زیادہ بیان ہے اور وہ آپ کا یہ ارشاد ہے کہ تم اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

(صحیح البخاری: ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱، صحیح مسلم: ۱۱۱۱، سنن ترمذی: ۷۲۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱، مسند احمد: ۷۲۸۸، موطا امام مالک: ۶۶۰، سنن دارمی: ۱۷۱۶)

صحیح البخاری: ۶۸۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو صدقہ کرو''۔ اس ارشاد میں اختصار ہے کیونکہ کفارہ ترتیب میں غلام آزاد کرنے اور دو ماہ کے روزوں کے بعد ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''تم لوگ اس کو کھاؤ'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''تم اس کو کھاؤ''۔

امام ابوعبداللہ یعنی امام بخاری نے اس حدیث کی تعلیق میں کہا ہے کہ پہلی حدیث جو ابوعثمان النہدی سے مروی ہے وہ اس باب میں زیادہ واضح ہے اور یہ تعلیق اکثر نسخوں میں نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

توبہ سے حد کے عدم سقوط پر دلائل

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے ایسا گناہ کیا جس پر حد لازم ہو تو توبہ سے وہ حد ساقط نہیں ہوگی۔ اور امام کیلئے اس حد کو معاف کرنا جائز نہیں ہے جب امام کے سامنے مقدمہ پیش ہو جائے۔ اور توبہ سے ان کے نزدیک انسان پاک ہو جاتا ہے اور حد سے اس کا کفارہ ہوتا ہے سوائے امام شافعی کے۔ علامہ ابن المنذر نے امام شافعی سے ذکر کیا ہے کہ جب کوئی شخص حد قائم کیے جانے سے پہلے توبہ کر لے تو اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے لیکن جس نے ایسا گناہ کیا جو حد سے کم ہو پھر وہ توبہ کرتا ہوا آیا تو اس کی توبہ اس سے سزا کو ساقط کر دے گی اور اب سلطان کے لیے اس کے اوپر اعتراض کرنا جائز نہیں ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ ایک شخص نے رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کر لیا اور وہ اس پر نادم ہوا اور گھبرایا اور خوف زدہ ہو کر کہا کہ وہ دوزخ کا مستحق ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سزا نہیں دی بلکہ اس کو ایسی چیز عطاء کی جس سے وہ اپنے اس گناہ کا کفارہ ادا کرے۔

اور جن فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ توبہ سے حد ساقط نہیں ہوتی، ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہینہ کی عورت کے متعلق فرمایا: ”اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو ستر (۷۰) اہلِ مدینہ پر پیش کی جائے تو اس کیا توبہ ان سب کو کافی ہوگی، اور تم نے دیکھا کہ اس نے اپنے نفس سے سخاوت کی“، اور الغامدیہ کے متعلق فرمایا کہ ”انہوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ظلماً ٹیکس وصول کرنے والا بھی یہ توبہ کرتا تو اس کی بخشش ہو جاتی“، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں عورتوں پر حد کو قائم کیا حالانکہ انہوں نے توبہ کر لی تھی، کیونکہ آپ نے فرمایا کہ ”ان کی توبہ ستر (۷۰) اہلِ مدینہ کے لیے کافی ہے اور ظلماً ٹیکس وصول کرنے والے کے لیے کافی ہے“ اور یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ توبہ سے حد ساقط نہیں ہوتی، البتہ یہ حکم ڈاکوؤں کے ساتھ خاص ہے کہ اگر ڈاکو گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لیں تو دنیا میں تو ان کو سزا دی جائے گی لیکن آخرت میں ان کو سزا نہیں ہوگی، کیونکہ قرآن مجید میں ڈاکوؤں کے متعلق یہ آیت ہے:

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ (المائدہ: ۳۳)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے O

إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا۟ عَلَيْهِمْ ۖ فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٤﴾ (المائدہ: ۳۴)

ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے تمہارے ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی، سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۹۔۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہرن کا شکار کرنے والے محرم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سزا نہ دینے کا پس منظر اور پیش منظر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (المائدہ: ۹۴)

اے ایمان والو! اللہ تم کو ضرور ایسے شکار سے آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں تا کہ اللہ یہ ظاہر کردے کہ کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے، سو جس نے اس (تنبیہ) کے بعد حد سے تجاوز کیا اس کے لیے دردناک عذاب ہے O

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌؕ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْیًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِیَامًا لِّیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَؕ وَ مَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ (المائدہ: ۹۵)

اے ایمان والو! حالتِ احرام میں شکار نہ مارو، اور تم میں سے جس نے عمداً شکار مارا تو جس جانور کو اس نے مارا ہے، اس شخص کو مویشیوں میں سے اسی کی مثل قربانی کرنی ہوگی، تم میں سے دو منصف اس (کی مثلیت) کا فیصلہ کریں گے درآں حالیکہ یہ قربانی کعبہ کو پہنچنے والی ہو، یا (اس پر) چند مسکینوں کا کھانا ہے یا ان (کی تعداد) کے برابر روزے رکھنا ہے تا کہ وہ اپنے کرتوت کا مزہ چکھے، جو گزر گیا اس کو اللہ نے معاف کر دیا، اور جو دوبارہ یہ کام کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ بہت غالب منتقم ہے O

شکار کی جزاء میں اس کی مثلِ صوری ضروری ہے یا اس کی قیمت؟

امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ علیہما کے نزدیک محرم کے شکار کو قتل کرنے کی جزاء یہ ہے کہ جس مقام پر شکار کو قتل کیا گیا یا جو جگہ اس کے قریب ترین ہو وہاں اس شکار کی قیمت مقرر کی جائے، اور دو نیک شخص اس کی قیمت مقرر کریں، پھر فدیہ دینے میں مُحرِم کو اختیار ہے، اگر اتنی رقم سے قربانی کا جانور خریدا جاسکتا ہے تو اس رقم سے قربانی کا جانور خرید کر اس کو ذبح کر دے، اور اگر چاہے تو اس رقم سے طعام خرید کر مسکینوں پر صدقہ کرے، ہر مسکین کو دو کلو گرام گندم یا چار کلو گرام کھجوریں یا جو صدقہ کرے، اور اگر چاہے تو جتنے مساکین پر صدقہ لازم آتا ہے اتنے دنوں کے روزے رکھے، مثلاً فدیہ کی رقم سے دس کلو گندم حاصل ہوتی ہے جو پانچ مسکینوں پر صدقہ کی جائے گی، پس اس کو اختیار ہے کہ وہ پانچ مسکینوں پر دس کلو گندم صدقہ کرے یا چاہے تو اس کے بجائے پانچ دنوں کے روزے رکھ دے۔

اور مقتول جانور کی مثل وہ ہوگی جو صورتاً اس کی مثل ہو اور قیمت اس جانور کی مثل نہیں ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی خلقت اور ظاہری صورت کے اعتبار سے مثل کو واجب کیا ہے۔ شتر مرغ، ہرن، جنگلی گدھے اور خرگوش میں انہوں نے انہی جانوروں کو مثل

قرار دیا ہے جو ہم نے بیان کی ہیں۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کیا بجو شکار ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب محرم اس کو شکار کرے تو اس میں ایک مینڈھا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۰۱، سنن ترمذی: ۸۵۱، سنن نسائی: ۲۸۳۶، سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۶، سنن دارمی: ۱۸۷۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۷)

امام بخاری نے اس باب کی تعلیق میں یہ قصہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہرن کا شکار کرنے والے مُحرم کو سزا نہیں دی، یعنی جب انہوں نے قبیصہ بن جابر پر ہرن میں بکری کو واجب کیا کہ وہ بکری کو کعبہ کے پاس ذبح کر دے، یہ فیصلہ انہوں نے اور عبدالرحمٰن بن عوف نے کیا تو قبیصہ نے کہا: میں کہتا ہوں اے امیر المومنین! یہ معاملہ اس سے زیادہ آسان ہے کہ آپ کسی ایک شخص کو بلائیں جو آپ کے ساتھ اس ہرن کی مثل کا فیصلہ کرے، قبیصہ نے کہا: پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو دُرّہ مارا حتیٰ کہ میں ان کے پاس سے بھاگا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے شکار کو قتل کر دیا حالانکہ تم مُحرِم تھے پھر تم فتویٰ سے آنکھ چراتے ہو۔

اور اس کا قصہ وہ ہے جس کی امام مالک نے از عبدالملک بن قریر روایت کی ہے از محمد بن سیرین کہ ایک مرد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اس نے کہا: میں نے اور میرے ایک ساتھی نے دو گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک دوسرے سے سبقت میں مقابلہ کیا حتیٰ کہ ہم ایک گھاٹی پر پہنچے، پس ہم کو ایک ہرن ملا اور ہم دونوں مُحرِم تھے، پس آپ ہمارے متعلق کیا فتویٰ دیتے ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مرد سے کہا جو ان کے پہلو میں تھا: آؤ حتیٰ کہ میں تمہارے متعلق فیصلہ کروں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف ایک بکرے کا فیصلہ کیا، پس اس مرد نے پیٹھ پھیری اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! آپ میرے متعلق ہرن کا فیصلہ نہیں کرتے حتیٰ کہ آپ کسی اور مرد کو بلائیں جو آپ کے ساتھ مل کر فیصلہ کرے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سنی، پھر اس کو بلایا اور پھر اس سے سوال کیا: کیا تم سورۂ مائدہ پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! پھر کہا: تم اس مرد کو پہچانتے ہو جس نے میرے ساتھ مل کر فیصلہ کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم مجھے یہ خبر دیتے کہ تم سورۃ المائدہ کو پڑھتے ہو تو میں تم کو شدید ضرب سے درد انگیز سزا دیتا، پھر فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ۔ تم میں سے دو منصف اس (کی مثلیت) کا فیصلہ کریں گے درآں حالیکہ یہ قربانی کعبہ کو پہنچنے والی ہو۔ (المائدہ: ۹۵)

اور یہ عبدالرحمٰن بن عوف ہیں، یعنی جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر ہرن کی مثل میں بکرے کا فیصلہ کیا تھا۔

اور اس قصہ کی عبدالملک بن عمیر نے از قبیصہ بن جابر روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حج کرنے کے لیے گئے، پس جب ہم نے صبح کی نماز پڑھی تو ہم اپنی سواریوں کی طرف جلد پہنچے، ہم پیدل جا رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے، اسی اثناء میں صبح کے وقت ہمارے سامنے ایک ہرن ظاہر ہوا تو میں نے جھپٹ کر ایک پتھر اٹھایا جو اس ہرن کی انتڑیوں پر جا کر لگا، سو وہ مر گیا۔ پس جب ہم مکہ پہنچے تو ہم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور وہ حج کرنے والے تھے اور بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی ایک جانب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، پس ان سے سوال کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جاؤ اور ایک بکری کی قربانی کرو، تو میں اپنے ساتھی کی طرف گیا، میں نے کہا کہ امیر المومنین کو پتا نہیں چلا کہ وہ کیا جواب دیں حتیٰ کہ انہوں نے دوسرے سے

سوال کیا۔ پھر ہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درّہ نے خوف زدہ کیا، انہوں نے درّہ اوپر اٹھایا اور کہا: کیا حرم میں کسی جانور کو قتل کیا جائے گا اور اس کا خون بہایا جائے گا؟ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''یَحْکُمُ بِہٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ'' (المائدہ:۹۵) اور میں عمر ہوں اور یہ عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔

اس حدیث کی روایت حافظ ابن عبدالبر نے الاستذکار ج ۲۴ ص ۲۸۰۔۲۷۹ میں کی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۹۱۔۱۹۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس تعلیق کی شرح میں اسی روایت کا ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۸۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۸۔ بَابٌ: إِذَا أَقَرَّ بِالْحَدِّ وَلَمْ يُبَيِّنْ هَلْ لِلْإِمَامِ أَنْ يَسْتُرَ عَلَيْهِ؟

جب کوئی شخص حد کا اقرار کرے اور اس جرم کا بیان نہ کرے جس کی وجہ سے حد لازم ہو، تو کیا امام کے لیے اس کا پردہ رکھنا جائز ہے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص امام کے سامنے حد کا اقرار کرے بایں طور کہ وہ کہے کہ میں نے ایسا جرم کیا ہے جو حد کو واجب کرتا ہے تو کیا امام کے لیے جائز ہے کہ اس کا پردہ رکھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں امام کے لیے اس کا پردہ رکھنا جائز ہے۔ اور امام بخاری نے اس کا جواب نہیں ذکر کیا، کیونکہ ان کی عادت ہے کہ عنوان میں جو سوال ذکر کرتے ہیں، اس کا جواب اس لیے ذکر نہیں کرتے کہ باب کی حدیث سے اس کا جواب معلوم ہو جاتا ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد سے فرمایا جس نے کہا تھا کہ میں نے ایسا جرم کیا ہے جس پر حد لازم ہے، آپ مجھ پر حد قائم کیجیے تو آپ نے پوچھا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اور آپ نے اس سے اس کے جرم کی تفصیل معلوم نہیں کی، پس اس سے معلوم ہوا کہ پردہ رکھنا اولیٰ ہے کیونکہ اس پردہ کو کھولنے میں ایک قسم کی نجاست اور بے حیائی کا بیان ہے جس سے ہمیں روکا گیا ہے اور آپ نے اس کو ایسا شبہ قرار دیا جو حد کو ساقط کر دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ الْكِلَابِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَصَبْتُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالقدوس بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن عاصم الکلابی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان

حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ قَالَ وَلَمْ يَسْأَلْهُ عَنْهُ قَالَ وَحَضَرَتُ الصَّلَاةُ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الصَّلَاةَ قَامَ إِلَيْهِ الرَّجُلُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللهِ قَالَ أَلَيْسَ قَدْ صَلَّيْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ ذَنْبَكَ أَوْ قَالَ حَدَّكَ۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۴)

کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، پس آپ کے پاس ایک مرد آیا، سو اس نے کہا: یارسول اللہ! مجھ پر حد واجب ہوگئی، پس آپ مجھ پر حد قائم کیجئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال نہیں کیا، اور نماز کا وقت آیا تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کر لی تو آپ کی طرف وہ مرد کھڑا ہوا، پس کہا: یارسول اللہ! مجھ پر حد واجب ہوگئی ہے، آپ کتاب اللہ کے مطابق مجھ پر حد قائم کیجئے، (آپ نے) فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: پس بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ کو یا تمہاری حد کو معاف فرما دیا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۸۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں عنوان کے حکم کی وضاحت ہے اور عنوان کا حکم بیان کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالقدوس بن محمد، یہ ابن عبدالکبیر بن شعیب بن الحبحاب البصری العطار ہیں اور امام بخاری ان سے روایت میں متفرد ہیں۔ اور امام بخاری نے صحیح البخاری میں صرف اسی ایک حدیث کی روایت کی ہے اور حافظ ابوبکر احمد بن ہارون البرزنجی نے امام بخاری پر اعتراض کیا ہے، انہوں نے کہا: یہ حدیث میرے نزدیک منکر ہے اور اس حدیث میں عمرو بن عاصم نے ہمام کے ساتھ اس میں وہم کیا ہے، یحییٰ بن سعید ان کی حدیث کو پسند نہیں کرتے تھے اور وہ میرے نزدیک بہت سچے ہیں، ان کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اس سے استدلال نہیں کیا جاتا، اور ابان العطار ان سے زیادہ بہتر ہے۔

ان کے اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ انہوں نے وہم کو بیان نہیں کیا ہے۔ اور اس حدیث کو ان کا منکر قرار دینا ان کی اپنی اصطلاح کے اعتبار سے ہے کہ جس حدیث کے راوی کا کوئی متابع نہ ہو، اس کو وہ منکر کہتے ہیں۔

یہ حدیث صحیح ہے، امام مسلم نے اس کی کتاب التوبہ میں از حسن بن علی الحلوانی از عمرو بن عاصم روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انی اصبت حدّا" یعنی میں نے ایسا کام کیا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے نماز ادا فرمائی تو نماز کے بعد آپ نے فرمایا نہ کہ نماز سے پہلے، کیونکہ نماز گناہوں کو مٹا دیتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ (ہود: ۱۱۴) بے شک نیکیاں، گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "او حدّك" یہ راوی کو شک ہے، یعنی جو چیز حد کو واجب کرتی ہے، اس کو معاف فرمادیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۔ ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس شخص نے حد کا اقرار کیا اس پر حد قائم نہ کرنے کی توجیہ

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ وغیرہ نے کہا ہے: جب کہ اس مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ اقرار کیا کہ اس نے ایسا کام کیا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے اور حد کو بیان نہیں کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہیں کھولا اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا، اس سے معلوم ہوا کہ حدود میں جرم کو کھولنا جائز نہیں ہے، کیونکہ پردہ رکھنا اولیٰ ہے اور گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال کیا کہ اس کے جرم کو کھولنا اس تجسس کی قسم ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، پس اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض کیا اور اس کو ایک شبہ قرار دیا جو حد کو ساقط کر دیتا ہے، کیونکہ آپ مومنین کے ساتھ رؤف رحیم تھے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس مرد نے یہ گمان کیا تھا کہ اس نے ایسا کام کیا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے اور واقع میں اس پر حد واجب نہیں ہوتی تھی، اور وہ کام ایسا تھا جس کا وضو سے اور نماز سے کفارہ ہو جاتا، اور جب کہ یہ جائز نہیں ہے کہ بغیر اظہار کے محض کنایہ سے حد کو واجب کیا جائے تو سلطان کو چاہیے کہ اس جرم کو نہ کھولے، کیونکہ حدود شبہات کے ساتھ قائم نہیں ہوتی ہیں بلکہ شبہات کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں اور یہ اس سے اس مرد پر بھی واجب ہے کہ جب اس سے گناہ ہو جائے تو وہ اپنے نفس پر ستر کرے اور کسی کو اس کی خبر نہ دے، شاید اللہ تعالیٰ بھی اس پر ستر کرے۔ اور بے شک ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جس نے کسی مسلمان پر ستر کیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر ستر کرتا ہے، تو مرد کا اپنے اوپر ستر کرنا زیادہ لائق ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی دوسرے پر ستر کرے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۶۰۔ ۳۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں حد قائم نہ کرنے کی توجیہات

علامہ حمد بن محمد الخطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ، نے کہا ہے:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے مطلع ہو چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرد کو معاف فرمادیا ہے کیونکہ یہ ایک مخصوص واقعہ ہے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پوچھتے کہ تم نے کونسا جرم کیا ہے جس کی وجہ سے حد ہوگی اور پھر آپ اس پر حد کو قائم کرتے۔

نیز علامہ خطابی نے کہا: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حدود کو حتی الامکان کھولنا نہیں چاہیے، بلکہ حدود کو جہاں تک ہو سکے ساقط کرنا چاہیے اور اس مرد نے اس فعل کو ظاہر نہیں کیا جس کی وجہ سے اس کے اوپر حد کا قائم کرنا واجب تھا، پس ہو سکتا ہے کہ اس مرد نے کوئی صغیرہ گناہ کیا ہو جس کو اس نے کبیرہ گناہ گمان کیا ہو اور اس پر حد واجب ہوتی ہے۔اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فعل کو نہیں کھولا، کیونکہ حد کا موجب احتمال سے ثابت نہیں ہوتا اور آپ نے اس سے اس لیے سوال نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجسس کرنے سے منع فرمایا ہے، یا اس وجہ سے کہ آپ نے اس پر پردہ رکھنے کو ترجیح دی۔

اور علماء نے اس کو مستحب قرار دیا ہے کہ جب کوئی شخص حد واجب ہونے کا اقرار کرے تو اس کو رجوع کرنے کی تلقین کی جائے تا کہ اس سے حد ساقط ہو جائے۔اور علامہ نووی اور ایک جماعت نے وثوق سے کہا ہے کہ جو گناہ اس نے کیا تھا وہ صغیرہ گناہوں میں سے تھا، کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ "نماز نے اس کا کفارہ ادا کر دیا" کیونکہ نماز گناہِ صغیرہ کا کفارہ کرتی ہے گناہِ کبیرہ کا کفارہ نہیں کرتی اور یہ اکثر اور اغلب ہے۔اور کبھی نماز بعض کبائر کا بھی کفارہ کرتی ہے مثلاً کسی شخص کے گناہِ صغیرہ بہت ہوں تو گناہِ صغیرہ کی کثرت اس کو کبیرہ بنا دیتی ہے اور نماز اس کا کفارہ کر دیتی ہے، یا اس کا کوئی صغیرہ نہ ہو یا معمولی سا گناہ ہو اور اس پر ایک کبیرہ ہو تو نماز اس کا کفارہ کر دیتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ابوبکر الزنجی نے اس باب کی حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، سو آپ مجھ پر حد قائم کیجیے۔۔۔الحدیث، پس بعض علماء نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ اس نے اس کام کو زنا کہا جو زنا نہیں تھا، اس لیے اس نماز نے اس کا کفارہ کر دیا۔اور کبھی اس حدیث سے وہ علماء استدلال کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص توبہ کرتا ہوا آئے تو اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس شخص ہی کے ساتھ خاص ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری حد کو نماز کے سبب سے معاف فرما دیا اور اس چیز کو وحی کے سوا نہیں جانا جا سکتا، لہٰذا یہ حکم عام نہیں ہوگا اور اس شخص کے ساتھ خاص ہوگا۔اور وحی کے منقطع ہونے سے اس حکم کا عموم منقطع ہو گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی تین توجیہات ہیں:

(۱) حد اس وقت واجب ہوتی ہے جب کوئی مرد اپنے جرم کا تعین کرے اور اس کا اصرار کے ساتھ اقرار کرے۔

(۲) اس شخص کے اس جرم کا معاف ہو جانا جو حد کو واجب کرتا تھا، اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۳) حد توبہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور یہ اوضح المسالک ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جس نیک کام کو اس نے خوشی کے ساتھ کیا اور اللہ کے خوف سے اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا تو اس سے اس کا جرم معاف ہو جائے گا، کیونکہ حدود کی حکمت یہ ہے کہ دوبارہ اس کام کا اعادہ نہ کیا جائے اور اس شخص نے جو اپنے گناہ کا اعتراف کیا، یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس کام کو نہیں کرے گا، تو اس لیے اس سے حد کا اٹھنا مناسب ہے۔واللہ اعلم (فتح الباری ج ۷ ص ۸۸۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں اس شخص پر حد قائم نہ کرنے کی توجیہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے یہ بیان نہیں کیا تھا کہ اس نے کونسا ایسا جرم کیا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے۔ رہے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ، تو انہوں نے بیان کیا تھا کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ انہوں نے زنا کیا ہے اور ایسا جرم کیا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے اور اس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دریافت نہیں فرمایا کہ کیا اس نے زنا کیا ہے یا چوری کی ہے یا کوئی اور جرم کیا ہے، اور اس مرد کو ہم نہیں پہچانتے کہ وہ کون تھا۔

جب ہمارے پاس کوئی مرد توبہ کرتا ہوا آئے اور کہے کہ میں نے ایسا کام کیا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے اور بیان نہ کرے تو ہم اس سے اس کے گناہ کے متعلق سوال نہیں کریں گے بلکہ اس پر پردہ رکھیں گے اور جب وہ کوئی نیک کام کرے گا تو ہم کہیں گے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ (ہود: ۱۱۴) بے شک نیکیاں، گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۸۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۹۔ باب: هَلْ يَقُولُ الْإِمَامُ لِلْمُقِرِّ لَعَلَّكَ لَمَسْتَ أَوْ غَمَزْتَ؟

کیا امام زنا کا اقرار کرنے والے سے یہ کہے کہ شاید کہ تم نے چھوا ہو یا اشارہ کیا ہو؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام زنا کا اقرار کرنے والے سے یہ کہے کہ شاید تم نے عورت کو چھوا ہو یا اس کو آنکھ سے اشارہ کیا ہو یا ہاتھوں سے مس کیا ہو؟ اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں لکھا ہے: یا تم نے اس کی طرف دیکھا ہو؟ اور اس استفہام کا جواب مقدر ہے جس کی وضاحت اس باب کی حدیث سے ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ يَعْلَى بْنَ حَكِيمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ لَمَّا أَتَى مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَهُ لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ أَوْ غَمَزْتَ أَوْ نَظَرْتَ قَالَ لَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَنِكْتَهَا لَا يَكْنِي قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ أَمَرَ بِرَجْمِهِ۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۲۷، مسند احمد: ۲۴۲۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے یعلیٰ بن حکیم سے سنا از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ماعز بن مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: شاید کہ تم نے بوسا دیا ہو، یا عورت کی طرف دیکھا ہو، اس نے کہا: نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس سے مجامعت ہی کر لی ہے؟ اس مرتبہ آپ نے کنایہ سے کام نہیں لیا، پھر اس وقت آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا۔

صحیح البخاری: ۶۸۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں وہب بن جریر کا ذکر ہے، یہ اپنے والد جریر بن حازم بن یزید البصری سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یعلیٰ بن حکیم کا ذکر ہے، یہ ثقفی ہیں، ان کے موالی اہلِ بصرہ سے تھے اور یہ شام سے تھے۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے کتاب الحدود میں روایت کی ہے از زہیر بن حرب اور امام نسائی نے اس کی روایت کتاب الرجم میں کی ہے از عمرو بن علی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لعلك قبلت" اس عبارت میں مفعول کو محذوف کر دیا ہے، کیونکہ اس کا مخاطب کو علم تھا یعنی وہ عورت جو معین ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انکتها" یہ نیك سے ماخوذ ہے (لسان العرب ج ۱۴ ص ۳۹۹ میں لکھا ہوا ہے کہ ازہری نے کہا: نَیك کا معنی ہے نکح، یعنی جماع کیا۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث میں مذکور ہے "لایکنی" یعنی آپ نے اس لفظ کے بغیر تصریح نہیں کی، خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے لفظِ نَیك کی تصریح کی، کیونکہ حدود کنایات سے ثابت نہیں ہوتیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدود میں جو شخص زنا کا اقرار کرے اس کو تلقین کرنا جائز ہے، کیونکہ لفظِ زنا کبھی آنکھ سے دیکھنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زنا کا اقرار کرنے والے کو تلقین کرنے کی حکمت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدود میں تلقین کرنا جائز ہے جس سے حد کو ساقط کیا جاسکے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ شاید کہ تم نے اس عورت کو بوسہ دیا ہو یا اس کے جسم کو مَس کیا ہو۔۔۔ الخ، تا کہ اس سے حد ساقط ہو جائے۔

لفظِ زنا کا آنکھ سے دیکھنے پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے اور تمام اعضاء پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے، پس جب وہ لفظِ مشترک کو بولے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی حتیٰ کہ وہ صحیح اور صریح لفظ کو بولے جس میں کوئی اشکال نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت

میں شبہات سے حدود کو ساقط کرنا ہے۔ پس جب اس نے ظاہر لفظ بولا اور اس کا معاملہ واضح ہو گیا تو پھر آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حدود اس وقت تک نہیں قائم کی جائیں گی جب تک کہ وہ صریح لفظ کے ساتھ اقرار نہ کرے۔
کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر چند گواہ کسی مرد کے خلاف زنا کرنے کی شہادت دیں اور یہ نہ کہیں کہ ہم نے اس کو دیکھا کہ اس نے اس عورت کے اندر داخل کر دیا تو ان کا حکم قذف کا حکم ہوگا اور جو اس کی شہادت دے گا اس پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر نرمی ہے اور ان کی پردہ پوشی ہے تا کہ وہ توبہ کریں۔ اور صحابہ کرام نے بھی تلقین کو اشارہ کے ساتھ استعمال کیا ہے، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے۔

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی رجم کرنے سے پہلے تلقین کرنے کے شواہد

اور امام مالک نے از یحییٰ بن سعید روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد آیا اور اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں تھے، اس نے ذکر کیا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پایا ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو واقد کو اس کی بیوی کی طرف بھیجا اور اس سے سوال کیا کہ جو اس کے شوہر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا اور ابو واقد نے اس عورت کو خبر دی کہ اس کے شوہر کے قول سے اس کو گرفتار نہیں کیا جائے گا اور اس کو اس کے مشابہ الفاظ کے ساتھ تلقین کرتے رہے، اس عورت نے رجوع کرنے سے انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رجم کر دیا۔ (الموطا ص ۵۱۴)

امام عبدالرزاق نے معمر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد کو لایا گیا، پس کہا گیا کہ یہ چور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کا ہاتھ چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں ہے، اس مرد نے کہا: اللہ کی قسم! میں چور نہیں ہوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۹۳، الحدیث: ۱۸۷۹۳)

اور شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جس کو شراحہ کہا جاتا تھا، اور یہ زنا سے حاملہ تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے شاید کسی مرد نے تمہارے ساتھ جبراً زنا کیا ہے، اس نے کہا: نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر شاید تم سوئی ہوئی تھیں اور اس نے تمہارے ساتھ زنا کیا، اس عورت نے کہا: نہیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: شاید تمہارا شوہر ہمارے دشمنوں میں سے ہو جو اہل شام میں سے ہیں اور تم اس کی طرف منسوب ہونے کو ناپسند کرتی ہو، اس عورت نے کہا: نہیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اس عورت کو اس قسم کے کلمات سے تلقین کرتے رہے اور وہ عورت کہتی رہی کہ نہیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۲۶، الحدیث: ۱۳۳۵۰)

چور کو تلقین کرنے کے صحابہ کرام سے شواہد

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک چور کو لایا گیا جس نے اونٹ چرایا تھا تو حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم کو وہ اونٹ ملا تھا؟ اس نے کہا: جی ہاں، تو حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۱۵۔ ۵۱۴، الحدیث: ۲۸۵۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

یہ تعریض کے ساتھ تلقین کرنے کا طریقہ ہے جو شخص حد کی معرفت رکھتا ہو۔

از ابن جریج از عطاء، انہوں نے بیان کیا کہ بعض صحابہ کے پاس چور کو لایا جاتا، پس وہ کہتے: کیا تم نے چوری کی ہے؟ تم کہو نہیں، اور عطاء نے کہا: مجھے علم ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا نام لیا، یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چور لایا جاتا تو وہ اس کو تلقین کرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۱۵، الحدیث: ۲۸۵۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام ابوشیبہ روایت کرتے ہیں، ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از سفیان از علی بن الاقمر از یزید بن ابی کبشہ، کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جس نے چوری کی تھی، تو سلامہ نے اس عورت سے کہا: کیا تم نے چوری کی ہے؟ تم کہنا نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۱۴، الحدیث: ۲۸۵۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں، ہمیں شریک نے حدیث بیان کی از جابر از مولیٰ لابی مسعود از حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ، ان کے پاس ایک مرد لایا گیا جس نے چوری کی تھی، تو انہوں نے کہا: کیا تم نے چوری کی ہے؟ تم کہو: مجھے یہ چیز ملی ہے، اس نے کہا: مجھے یہ چیز ملی ہے تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۱۴۔۵۱۵، الحدیث: ۲۸۵۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں، ہمیں محمد بن بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی عروبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان الناجی از ابی المتوکل، کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا، اور اس وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حاکم تھے، تو انہوں نے کہا: کیا تم نے چوری کی ہے، کیا تم نے چوری کی ہے؟ کہو نہیں، کہو نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۱۵، الحدیث: ۲۸۵۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابن عیینہ نے از یزید بن خصیفہ از محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان کہ ایک مرد نے چادر کی چوری کی، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، تو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے چادر کی چوری کی ہے تو آپ نے فرمایا: میں نہیں گمان کرتا کہ اس نے چوری کی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۱۵، الحدیث: ۲۸۵۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حسن بن صالح از غالب ابی الہذیل انہوں نے کہا: میں نے سبیع ابوسالم سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر تھا، ان کے پاس ایک مرد لایا گیا جس نے چوری کا اقرار کیا تھا، پس اس سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: شاید کہ تم نے اس کو چھینا ہے تا کہ وہ کہے نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۱۵، الحدیث: ۲۸۵۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

ابوثور نے کہا: جب کہ چور عورت ہو، یا وہ شخص ہو جو نہیں جانتا ہو کہ اس نے کیا کیا ہے یا وہ کیا کہے، تو اس کو تلقین کی جائے گی۔

المہلب مالکی نے کہا: یہ تلقین مختلف مراتب سے ہے اور یہ سنتِ لازمہ نہیں ہے مگر اس میں امام اور سربراہ کو اختیار ہے اور امام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ تعریض نہ کرے اور نہ تلقین کرے، کیونکہ حدیث میں ہے: ''تم گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں گے''۔

(یہ پوری حدیث اس طرح سے ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شریک بن السحماء کے ساتھ تہمت لگائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں گے، تو حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ہم میں سے کوئی شخص کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈنے جائے گا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے رہے کہ گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں گے، پس حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں ضرور سچا ہوں اور میرے معاملہ میں ضرور ایسی آیات نازل کی جائیں گی جو میری پیٹھ کو کوڑوں سے بری کر دیں گی، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے لعان کی آیات نازل فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پس وہ عورت تردد کا شکار ہوئی اور ہچکچائی حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ اب یہ رجوع کرلے گی مگر اس نے کہا: میں کبھی اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی اور (پانچویں شہادت دے کر) اس نے لعان مکمل کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب دیکھنا اگر یہ عورت ایسا بچہ جنے جس کی آنکھیں بہت سیاہ پلکوں والی ہوں، اس کے سرین موٹے ہوں اور پنڈلیاں بھری ہوئی ہوں تو وہ شریک بن سحماء کا ہے، پس اس عورت نے اس طرح کا بچہ جنا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ کی کتاب کا حکم نہ آچکا ہوتا تو میرا اس عورت کے لیے کچھ اور ہی سلوک ہوتا)۔ (سنن ترمذی: ۳۱۷۹، صحیح البخاری: ۴۷۴۷)

علامہ شمس الدین عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامہ المقدسی المتوفی ۶۸۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا: چور کو تلقین کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ وہ اپنے اقرار سے رجوع کرلے، اور یہ عامۃ الفقہاء کا قول ہے، روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے چوری کی ہے؟ تم کہو: نہیں، اس نے کہا: نہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا، اور یہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابومسعود اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، اور یہی اسحاق کا اور ابوثور کا قول ہے۔

اور ہم نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوامیہ المخزومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا جس نے اعتراف کرلیا تھا اور اس کے پاس سامان نہیں پایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں گمان کرتا کہ تم نے چوری کی ہے، اس نے کہا: کیوں نہیں، آپ نے اس پر دو مرتبہ دہرایا یا تین مرتبہ، پھر آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور اس کو لایا گیا تو آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور توبہ کرو، اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں، اور پھر آپ نے تین مرتبہ دعا کی کہ اے اللہ! اس کی توبہ کو قبول فرما۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۸۰، سنن نسائی: ۴۸۹۲، سنن ابن ماجہ: ۲۵۹۷)

اس روایت میں بھی یہ ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چور کو رجوع کرنے کی تلقین کی تھی مگر اس نے رجوع نہیں کیا۔

اسی طرح آپ نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھی رجوع کرنے کی تلقین کی تھی کہ شاید تم نے بوسا دیا ہو یا مس کیا ہو (مگر انہوں نے رجوع نہیں کیا) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس نے ان کے سامنے چوری کا اقرار کیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈانٹ دیا۔ (المغنی ج ۱۲ ص ۳۳۲، دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

نیز علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:

رہی وہ تلقین جو جائز نہیں ہے، وہ یہ ہے کہ جب دو فریق اپنے حقوق میں جھگڑ رہے ہوں تو اس وقت کسی ایک فریق کو تلقین کی جائے، اسی طرح سے جو شخص لوٹ مار کرنے میں معروف ہو اس کو بھی تلقین کرنا جائز نہیں ہے جب کہ ظاہر ہو جائے کہ اس نے لوٹ

مار کا اعتراف کیا ہے یا اس کے خلاف گواہ قائم ہو جائیں۔ اور امام اس پر حد قائم کرنے کو جائز نہ قرار دے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۹۶۔۱۹۸، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۰۔ بَابُ: سُؤَالِ الْإِمَامِ الْمُقِرَّ هَلْ أَحْصَنْتَ؟

اقرار کرنے والے سے امام کا یہ سوال کرنا کہ کیا تم شادی شدہ ہو؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ امام زنا کا اقرار کرنے والے سے یہ سوال کرے کہ کیا تم شادی شدہ ہو، کیونکہ رجم کرنے کی شرط یہ ہے کہ زنا کرنے والا شادی شدہ ہو، یعنی اس نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کیا ہو اور اس میں دخول بھی کیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۵۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ رَجُلٌ مِنَ النَّاسِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي زَنَيْتُ يُرِيدُ نَفْسَهُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي زَنَيْتُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَجَاءَ لِشِقِّ وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي أَعْرَضَ عَنْهُ فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَبِكَ جُنُونٌ قَالَ لَا يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ أَحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عُفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابن المسیب و ابی سلمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوگوں میں سے ایک مرد آیا اور اس وقت آپ مسجد میں تھے، اس نے نداء کی یا رسول اللہ! بے شک میں نے زنا کیا ہے، وہ اپنی ذات کا ارادہ کرتا تھا، نبی ﷺ نے اس سے اعراض کیا، پس وہ آپ کے چہرہ کی اس جانب آیا جس جانب آپ نے اپنا منہ پھیرا تھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ نے پھر اس سے اعراض کیا اور وہ بھی دوبارہ اس طرف آ گیا جدھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا منہ پھیرا تھا، پس جب اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ شہادت دے دی تو نبی ﷺ نے اس کو بلا کر فرمایا: کیا تم کو جنون ہے؟ اس نے کہا: نہیں یا رسول اللہ! پس فرمایا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس کو لے جاؤ اور اس کو رجم کردو۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابو داؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

صحیح البخاری: ۶۸۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم شادی شدہ ہو؟

رہے اس حدیث کے رجال تو ان کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

یہ حدیث عنقریب اس باب میں گزر چکی ہے "لا یرجم المجنون والمجنونة"۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رجل من الناس" یعنی لوگوں میں سے ایک مرد نے کہا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مرد اکابر صحابہ میں سے نہیں تھا اور نہ مشہور صحابہ میں سے تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یرید نفسه" اس کلام کا فائدہ یہ ہے کہ یہ بیان کیا جائے کہ وہ مرد کسی دوسرے کی طرف سے فتویٰ معلوم نہیں کر رہا تھا اور بطور فرض اپنی طرف نسبت کی تھی جیسا کہ جو شخص غیر کے لیے فتویٰ پوچھے اس کی یہ عادت ہے۔ علامہ کرمانی وغیرہ نے اسی طرح کہا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ وہ تاکید کا ارادہ کرتا تھا کہ وہی زانی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فتنحی" یعنی وہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری جانب آ کر کھڑا ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۔۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۶۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرًا قَالَ فَكُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلَّى فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ جَمَزَ حَتَّى أَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ فَرَجَمْنَاهُ۔

ابن شہاب نے کہا: مجھے اس نے خبر دی جس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا: میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اس کو رجم کیا، ہم نے اس کو عید گاہ میں رجم کیا تھا، پھر جب اس کو پتھروں کی چوٹ لگی تو وہ بھاگا حتیٰ کہ ہم نے اس کو سیاہ پتھریلی زمین میں پکڑ لیا، پھر ہم نے اس کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

صحیح البخاری: ۶۸۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے کہا۔ اور یہ سندِ مذکور کے ساتھ موصول ہے۔ جس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا تھا، اس سے مراد ابوسلمہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جمز'' اس کا معنی ہے: بھاگا، اس کی باقی شرح ''باب لا یرجم المجنون'' میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زنا کا اقرار کرنے والے سے امام کے اس سوال کرنے کی توجیہ کہ کیا تم شادی شدہ ہو؟

ہر امام پر یہ لازم ہے کہ وہ زنا کا اقرار کرنے والے سے پوچھے کہ تم شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے شادی شدہ زانی اور کنوارے زانی کی حد میں فرق کیا ہے۔ پس امام پر لازم ہے کہ وہ اس پر واقف ہو جیسا کہ اس پر واجب ہے کہ وہ اقرار کرنے والے سے یہ سوال کرے کہ کیا تم بالغ ہو؟

پھر اس کے بعد امام پر لازم ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی تصدیق کرنا، کیونکہ حد صرف یقین کے ساتھ جاری کی جاتی ہے اور اس میں تجسس جائز نہیں ہے۔

اور جب کہ اقرار کرنے والے کا قول مَس کرنے میں یا آنکھ سے اشارہ کرنے میں مقبول ہے تو اس کا قول اس کے شادی شدہ ہونے کے متعلق بھی مقبول ہوگا۔ سو باب واحد ہے اور اس میں شک نہیں کہ جب اس کا حال معلوم نہ ہو تو اس کے شادی شدہ ہونے کے متعلق سوال کرنا واجب ہے۔ اور اگر اس سے پہلے اس کے اقرار سے یہ معلوم ہو جائے تو پھر یہ سوال واجب نہیں ہے۔

جب زنا کرنے والے کا نہ اقرار سنا گیا ہو اور نہ انکار تو اس کے متعلق فقہاء مالکیہ کے اقوال

اور اس میں اختلاف ہے کہ جب اس سے نہ اقرار سنا جائے اور نہ انکار تو اس میں فقہاء مالکیہ کے تین اقوال ہیں:

ابن القاسم نے کہا: اس کا قول قبول کیا جائے گا اگرچہ اس کا اپنی بیوی کے ساتھ ٹھہرنا طویل عرصہ پر مشتمل ہو ورنہ اس کا علم حمل کے ظہور سے ہو جائے یا کسی سے سن کر ہو جائے۔

اور المدوّنہ کی نکاحِ ثالث میں بیان کیا ہے کہ جب عورت زنا کا انکار کرے اور وہ اس شخص کے ساتھ بیس سال رہی ہو تو اس کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

اور عبد الملک نے کہا: محمد کے نزدیک زوجین میں سے جو انکار کرے اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا اور رجم قائم رہے گا خواہ وہ اس عورت کے ساتھ صرف ایک رات رہا ہو۔ اور محمد نے کہا: یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے اور ابن القاسم کا قول ہے۔

اور اگر دخول کے بعد دونوں میں اختلاف ہو تو منکر پر حد قائم کی جائے گی اور اگر اقرار کرنے میں اختلاف ہو تو کہا جائے گا: کنوارے کی حد لگائی جائے گی اور دوسرا قول ہے کہ شادی شدہ کی حد لگائی جائے گی، سوا اس کے کہ وہ اس سے رجوع کر لے جس کا اقرار کیا تھا۔ اور اگر شوہر دخول کا دعویٰ کرتا ہو، پھر اب یہ کہے کہ میں نے پہلے یہ اس لیے کہا تھا تا کہ میں رجوع کرنے کا مالک ہوں یا اس کی بیوی دخول کی مدعی ہو اور وہ کہے کہ میں نے یہ کہا تھا تا کہ میں مہر حاصل کر لوں یا کوئی اور عذر بیان کرے تو اس سے حلف لیا جائے گا اور اس پر کنوارے کی حد لگائی جائے گی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۰۱، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۱۔ بَابُ: اِلاعْتِرَافِ بِالزِّنَا

زنا کے اعتراف کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں زنا کے اعتراف کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۷۔۶۸۲۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنْ فِي الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَزَيْدَ بْنَ خَالِدٍ قَالَا كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ أَنْشُدُكَ اللهَ إِلَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ فَقَامَ خَصْمُهُ وَكَانَ أَفْقَهَ مِنْهُ فَقَالَ اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ وَأْذَنْ لِي قَالَ قُلْ قَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَخَادِمٍ ثُمَّ سَأَلْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ وَعَلَى امْرَأَتِهِ الرَّجْمَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ جَلَّ ذِكْرُهُ الْمِائَةُ شَاةٍ وَالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَيْكَ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَغَدَا عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا قُلْتُ لِسُفْيَانَ لَمْ يَقُلْ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَقَالَ الشَّكُّ فِيهَا مِنَ الزُّهْرِيِّ فَرُبَّمَا قُلْتُهَا وَرُبَّمَا سَكَتُّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم نے اس حدیث کو زہری کے منہ سے (سن کر) یاد رکھا، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے سنا، ان دونوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے پاس تھے، پس ایک مرد کھڑا ہوا، سو اس نے کہا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ فرمائیں، تو اس کا فریقِ مخالف کھڑا ہوا اور وہ اس سے زیادہ سمجھدار تھا، اس نے کہا: آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کریں اور مجھے بولنے کی اجازت دیں، آپ نے فرمایا: تم بولو، اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا، اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا تو میں نے اپنے بیٹے کی طرف سے ایک سو بکریاں اور ایک خادم فدیہ میں دے دیے، پھر میں نے اہلِ علم مردوں سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ میرے بیٹے پر سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا اور اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور تمہارے درمیان اللہ جل ذکرہٗ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور خادم تم کو واپس دیے جائیں گے اور تمہارے بیٹے پر ایک سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا، اور اے اُنیس! اس شخص کی بیوی کے پاس

جاؤ، اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو رجم کر دینا، پھر حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ صبح کو اس کے پاس گئے، سو اس نے اعتراف کرلیا، انہوں نے اس کو رجم کر دیا، میں نے سفیان سے کہا: راویوں نے یہ نہیں کہا: پس اہلِ علم لوگوں نے مجھے خبر دی کہ میرے بیٹے پر رجم ہے، تو انہوں نے کہا: مجھے اس میں زہری سے شک ہے، پس بسا اوقات میں نے اس کو بیان کیا اور بسا اوقات میں خاموش رہا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

صحیح البخاری: ۶۸۲۷۔۶۸۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "پس اس عورت نے زنا کا اعتراف کرلیا اور حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کر دیا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبد اللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المَدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عُیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عُبید اللہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبد اللہ بن عتبہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب الوکالت میں از ابو الولید گزر چکی ہے اور کتاب الشروط میں از قتیبہ گزر چکی ہے اور کتاب النذور میں از اسماعیل بن ابی اویس گزر چکی ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی متعدد مقامات پر گزر چکی ہے۔ اور باقی صحاحِ ستہ کے مؤلفین نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مِن فِی الزھری"، یعنی "مِن فِیہِ" اس کا معنی ہے: سفیان بن عیینہ نے زہری کے منہ سے سن کر یہ حدیث بیان کی۔ اور الحُمیدی کی روایت میں ہے: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی، اور الاسماعیلی کی روایت میں ہے: میں نے زہری سے سنا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اور شعیب کی روایت میں ہے: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ اور ابنِ ابی ذئب کی روایت میں ہے: آپ اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقام رجل" کتاب الشروط کی روایت میں ہے کہ اعراب میں سے ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

آیا، اور کتاب الاحکام کی روایت میں ہے کہ اعراب میں سے ایک مرد کھڑا ہوا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''انشدك الله'' یہاں ایک عبارت محذوف ہے اس کا خلاصہ ہے کہ ''میں آپ سے اللہ کے نام سے سوال کرتا ہوں کہ آپ صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کریں''۔

اس سوال کا جواب کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی کتاب سے ہی فیصلہ فرماتے تھے تو ایک فریق نے یہ کیوں کہا کہ آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کیجئے؟

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس کلام کا کیا فائدہ ہے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ کی کتاب کے مطابق ہی فیصلہ فرماتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس اعرابی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا حکم مخفی تھا، کیونکہ اس نے اہل علم سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا، اور یہ ایسا ہے جیسے دو فرشتوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ (ص:۲۲) آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیں اور بے انصافی نہ کریں اور ہمیں سیدھی راہ بتائیں O

اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ مقدمہ کے فریق کے لیے امامِ عادل سے یہ کہنا جائز ہے کہ آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریں۔ علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کے قول پر انکار نہیں فرمایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا قضیت'' اس کا معنی ہے: میں آپ سے صرف یہ طلب کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ فرمائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بکتاب الله'' ہمارے شیخ زین الدین نے کہا ہے کہ کیا اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کریں یا یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء اور اس کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں، اور اس سے مراد قرآن ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس میں دونوں امر جائز ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقام خصمه وكان افقه منه وائذن لی'' یعنی اس شخص کا فریقِ مخالف کھڑا ہوا جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا، اس سے مراد یہ ہے کہ یا تو وہ مطلقاً اس سے زیادہ سمجھدار تھا، یا اس سے مراد یہ ہے کہ اس خاص معاملہ میں وہ اس سے زیادہ سمجھدار تھا۔ اور اس نے کہا ''وائذن لی'' یعنی مجھے بات کرنے کی اجازت دیجئے، اور یہ اس شخص کے زیادہ سمجھدار ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اس نے حسنِ ادب سے بات کرنے کی اجازت طلب کی اور آواز بلند کرنے کو ترک کیا۔ اور ایک حدیث میں وارد ہے خواہ وہ ضعیف ہے کہ ''اچھے طریقہ سے سوال کرنا بھی نصف علم ہے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان ابنی'' اور ایک روایت میں ہے ''ان ابنی هذا'' یعنی میرا یہ بیٹا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''كان عسيفا'' عسیف کا معنی ہے اجیر یعنی اجرت پر کام کرنے والا۔ اور عبد الملک بن حبیب کی ''شرح الموطا'' میں لکھا ہے کہ ''عسیف'' اس لڑکے کو کہتے ہیں جو نابالغ ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وخادم" یہاں اس سے مراد ہے خادمہ، یعنی اس نے سو بکریاں فدیہ میں دیں اور ایک باندی آزاد کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں فتویٰ دینے والے صحابہ کے اسماء

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم سالت رجالا من اهل العلم" اس حدیث میں یہ خبر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں فتویٰ دیتے تھے۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے ذکر کیا ہے: ان صحابہ میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وعلی ابنك جلد مائة وتغريب عام" یعنی تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس شخص کا بیٹا کنوارا تھا اور اس نے زنا کا اعتراف کر لیا تھا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں کچھ عبارت محذوف ہو کہ اگر تمہارے بیٹے نے زنا کا اعتراف کر لیا تو پھر اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے لیکن پہلی بات زیادہ لائق ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیصلہ سنا رہے تھے۔ پس اگر یہ مقامِ افتاء ہوتا تو اس میں اشکال نہ ہوتا، کیونکہ اصل عبارت یوں ہوتی کہ اگر اس نے زنا کیا ہے اور وہ کنوارا ہے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے، اور اس کے اعتراف کا قرینہ یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ حاضر تھا اور اس کی طرف جو فعل منسوب کیا گیا وہ اس پر خاموش رہا۔ رہا یہ کہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ کنوارا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عمرو بن شعیب کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ میرا بیٹا اس عورت کے ہاں مزدوری کرتا تھا اور میرا بیٹا غیر شادی شدہ تھا۔

حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کے نام کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے "واغدیا انیس" "أغد" کا لفظ "غدا اغدوا" سے امر ہے اور اس کا معنی ہے: جانا، اور یہ مراد نہیں ہے کہ صبح صبح جائے۔ قاضی عیاض نے کہا: بعض علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ تنگی وقت کی بناء پر حد کے جاری کرنے کو وقت سے موخر کرنا جائز ہے، لیکن یہ استدلال ضعیف ہے، کیونکہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ انہوں نے دن کے آخری حصہ میں حد جاری کی اور اُنیس کا لفظ "انس" کی تصغیر ہے، اور اس حدیث میں ان کے مصداق کے متعلق اختلاف ہے، پس مشہور یہ ہے کہ یہ انیس بن الضحاک الاسلمی ہیں اور وہ عورت بھی اسلمیہ تھی جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر نے اسی طرح لکھا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اُنیس کا نام، انیس بن مرثد ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ابنِ ابی مرثد ہے اور یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اُنیس بن ابی مرثد مشہور صحابی ہیں۔ اور جنہوں نے کہا: اس سے مراد حضرت انس بن مالک ہیں اور انہوں نے اس کی تصغیر اُنیس کی ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انصاری ہیں، اسلمی نہیں ہیں۔

اس سوال کا جواب کہ زانی کی حد تجسس اور چھان بین سے ثابت نہیں ہوتی، پھر حضرت انیس رضی اللہ عنہ کو اس عورت سے زنا کا سوال کرنے اور پھر حد جاری کرنے کا حکم کیوں دیا؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ زانی کی حد تجسس اور چھان بین سے ثابت نہیں ہوتی، پھر حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کو اس عورت کی طرف بھیجنے

کی کیا وجہ ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس سے مقصود یہ خبر دینا ہے کہ اس مرد نے اس عورت پر تہمت لگائی ہے اور اس عورت سے اس مرد پر حدِ قذف ہے، پس یا تو وہ عورت حدِ قذف کا مطالبہ کرے یا اس کو معاف کردے یا زنا کا اعتراف کرے۔

حدیثِ مذکور کے فوائد

(۱) جس مقدمہ میں سلطانِ اعلیٰ سے کم درجہ کے حاکم نے کوئی فیصلہ کیا ہو اور وہ حق کے موافق نہ ہو تو سلطانِ اعلیٰ کے پاس مقدمہ پیش کرنا۔

(۲) ہر وہ صلح جو خلاف سنت طریقہ پر ہوئی ہو، اس کو فسخ کرنا۔

(۳) جس شخص نے کسی ایسے مال پر قبضہ کیا جو اس کے لیے جائز نہیں تھا تو وہ اس کی مِلک نہیں ہوگا۔

(۴) عالم کے لیے شہر میں فتویٰ دینا جائز ہے اگرچہ شہر میں اس سے بڑا عالم موجود ہو۔

(۵) علماء میں سے کسی ایک کے قول پر اقتصار نہ کرنا جائز ہے۔

(۶) فریقِ مخالف کا امام سے یہ کہنا جائز ہے کہ آپ ہمارے درمیان عدل سے فیصلہ کیجئے۔

(۷) امام شافعی اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اگر کنوارا مرد زنا کرے تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے اور شہر بدر کیا جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ شہر بدر کرنے کے قائل نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حد میں شہر بدر کرنے کا اضافہ کرنا نصِ قرآن پر اضافہ ہے کیونکہ نصِ قرآن میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے اور نصِ قرآن پر خبرِ واحد سے اضافہ کرنا نصِ قرآن کو خبرِ واحد سے منسوخ کرنا ہے اور نصِ قرآن کو خبرِ واحد سے منسوخ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید تواتر سے ثابت ہے اور خبرِ واحد اس کے حکم کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔

(۸) فیصلہ کو جاری کرنے کے لیے کسی ایک شخص کو بھیجنا جائز ہے جیسا کہ آپ نے حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔

(۹) جو عورت پردہ دار ہو اور گھر سے عادتاً باہر نہ نکلتی ہو اس کو حاکم کی مجلس میں حاضر ہونے کا مکلف نہیں کیا جائے گا، بلکہ یہ جائز ہے کہ اس عورت کی طرف ایسے شخص کو بھیج دیا جائے جو اس پر فیصلہ کو جاری کرے اور امام نسائی نے اس حدیث کا یہی عنوان قائم کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۔۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ عُمَرُ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَطُولَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ حَتّٰى يَقُولَ قَائِلٌ لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللّٰهُ أَلَا وَإِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى وَقَدْ أَحْصَنَ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الِاعْتِرَافُ قَالَ سُفْيَانُ كَذَا حَفِظْتُ أَلَا وَقَدْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عبید اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: مجھے یہ خدشہ ہے کہ لوگوں پر زمانہ زیادہ گزر جائے گا حتیٰ کہ کوئی کہنے والا کہے گا: ہم رجم کو اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے، پھر وہ اس فریضہ کو ترک کرنے کے سبب سے گمراہ ہو جائیں گے جس فریضہ کو اللہ تعالیٰ

رَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ.

نے نازل کیا ہے، سنو! رجم اس پر برحق ہے جس نے زنا کیا اور جب وہ شادی شدہ ہو اور جب اس کے زنا پر گواہ قائم ہوں یا عورت حاملہ ہو جائے یا مرد اعتراف کرلے۔
سفیان نے کہا: مجھے اسی طرح یاد ہے کہ انہوں نے کہا: سنو! رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا، اور ہم نے آپ کے بعد رجم کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۳۲، سنن ابوداؤد: ۴۴۱۸، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۳، مسند احمد: ۲۷۸، موطا امام مالک: ۱۵۵۸، سنن دارمی: ۲۲۲۳)

صحیح البخاری: ۶۸۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ ”سنو! رجم کرنا اس شخص پر برحق ہے جس نے زنا کیا اور وہ شادی شدہ ہو“۔

اس حدیث کے رجال وہی ہیں جن کا اس سے پہلی حدیث میں ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ”فیضلوا“ پس وہ اللہ کے فرض کو ترک کرنے کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”انزلها الله“ اس اعتبار سے کہ وہ آیت یہ ہے ”الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما“ (معمر مرد اور معمر عورت جب زنا کریں تو ان دونوں کو رجم کردو)، یہ آیت قرآن سے تھی، پھر اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی، یا اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝“ (النجم: ۳۔۴)، (وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ۝ ان کا کہا ہوا وہی ہے جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے ۝)

اس حدیث میں مذکور ہے ”وقد أحصن“ یہ لفظ احصان سے ماضی ہے اور ترکیب میں حال واقع ہے اور جب ماضی حال ہو تو اس سے پہلے قد لایا جاتا ہے، یعنی وہ شادی شدہ ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”او کان الحمل“ اس کا معنی ہے: یا حمل ثابت ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”او الاعتراف“ یا ان میں سے کوئی فریق زنا کا اعتراف کرلے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) حدیث میں مذکور دونوں فریقوں نے ایک فریق کے بیٹے کے متعلق کہا کہ اس نے دوسرے فریق کی بیوی سے زنا کیا ہے، تو ان دونوں کو قاذف نہ قرار دینے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں فریقوں کو قاذف یعنی تہمت لگانے والا نہیں قرار دیا جب ان دونوں نے یہ ذکر کیا کہ ایک فریق کے بیٹے نے دوسرے فریق کی بیوی سے زنا کیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرد کے بیٹے سے یہ سوال نہیں کیا کہ کیا اس نے زنا کیا ہے اور کیا یہ دونوں فریق سچ کہہ رہے ہیں یا نہیں؟ لیکن حدیث کے مفہوم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے فریق کے بیٹے نے زنا کا اقرار کر لیا تھا، کیونکہ حد قائم کرنا اسی وقت جائز ہے جب یا تو کوئی شخص زنا کا اقرار کرے یا اس کے خلاف گواہ قائم ہوں اور ان کے خلاف گواہ تو نہیں تھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ عورت زنا کا اعتراف کرلے تو تم اس عورت کو رجم کر دینا۔

(۲) کنوارے زانی کو کوڑے مارنے اور شہر بدر کرنے میں فقہاء کا اختلاف

امام ابوحنیفہ کے نزدیک کنوارے زانی کو صرف کوڑے مارے جائیں گے اور شہر بدر نہیں کیا جائے گا اور دوسرے ائمہ کے نزدیک اس کو شہر بدر بھی کیا جائے گا۔

(۳) شادی شدہ زانی کو صرف رجم کرنے کا ثبوت نہ کہ اس کو کوڑے بھی مارے جائیں

شادی شدہ زانی کو صرف رجم کیا جائے گا اس کو کوڑے نہیں مارے جائیں گے جیسا کہ شہر کے ائمہ فتویٰ کا یہی مذہب ہے، کیونکہ اس شادی شدہ عورت کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف رجم کرنے کا حکم دیا اور کوڑے مارنے کا حکم نہیں دیا۔

(۴) حاکم کا دو فریقوں میں سے کسی ایک فریق کے بیان سننے کا جواز

حاکم کا دو فریقوں کے مقدمہ کو سننا جائز ہے جب کہ ان میں سے ایک فریق غائب ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فریق کی عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا حالانکہ اس مجلسِ قضاء میں وہ عورت غائب تھی اور وہ بھی دو فریقوں میں سے ایک فریق تھی۔

(۵) اگر وقت کم ہو تو حد کو مؤخر کرنے کا جواز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگلے دن اس شادی شدہ عورت پر حد جاری کرنے کا حکم دیا، فرمایا کہ اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو رجم کر دینا۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک شخص کو حکم نافذ کرنے کے لیے بھیجنا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کو اس عورت پر حد جاری کرنے کے لیے اور رجم کرنے کے لیے بھیجا۔

(۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو صرف ایک مرتبہ زنا کا اقرار کرے اور چار مرتبہ اقرار نہ کرے اس پر حد جاری کرنا جائز ہے؟ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر یہ عورت زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو رجم کر دینا اور یہ نہیں فرمایا کہ اگر یہ چار مرتبہ اعتراف کرے تو پھر رجم کرنا۔

(۸) اگر امام کے سامنے کسی پر زنا کی تہمت لگائی جائے تو امام اس وقت تک اس پر حدِ قذف جاری نہیں کرے گا جب تک کہ مقذوف اس کا مطالبہ نہ کرے

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام کے سامنے کوئی شخص کسی پر تہمت لگائے تو امام اس وقت تک اس پر حدِ قذف نہیں لگائے گا جب تک کہ مقذوف یعنی جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ حدِ قذف کا مطالبہ نہ کرے، کیونکہ مقذوف کے لیے جائز ہے کہ قاذف کو معاف کردے یا وہ اس کا پردہ رکھنے کا ارادہ کرے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک فریق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا، سو اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا، تو اس فریق نے دوسرے فریق کی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حدِ قذف جاری نہیں کی، کیونکہ جب اس عورت نے زنا کا اعتراف کرلیا تو اس سے قذف یعنی تہمت لگانے کی حد ساقط ہوگئی اور اسی کی مثل حضرت عُویمر العجلانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جب انہوں نے اپنی بیوی پر ایک مرد کے ساتھ تہمت لگائی، پھر انہوں نے لعان کیا یعنی انہوں نے اور ان کی بیوی نے ایک دوسرے پر لعان کیا، کیونکہ جس کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی تھی اس نے حدِ قذف کا مطالبہ نہیں کیا تھا، اگر وہ حدِ قذف کا مطالبہ کرتے تو حضرت عویمر رضی اللہ عنہ پر حدِ قذف لگائی جاتی سوا اس کے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ اپنے قول پر کوئی گواہ پیش کردیتے۔

اور اس مسئلہ میں ابنِ ابی لیلیٰ کا خلاف ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ امام قاذف پر حد جاری کرے گا خواہ مقذوف نے اس کا مطالبہ نہ کیا ہو۔ اور ابنِ ابی لیلیٰ کا یہ قول سنن ثابتہ کے خلاف ہے اور اس حدیث کے باقی معانی کا بیان ان شاء اللہ العزیز عنقریب آئے گا۔

(۹) ایک مرد کسی معین عورت کے ساتھ زنا کا اقرار کرے اور وہ عورت منکر ہو تو آیا اس مرد پر زنا کی حد جاری ہوگی یا اس پر حدِ قذف جاری ہوگی؟ اس میں فقہاء کا اختلاف

امام مالک کا قول یہ ہے کہ اس مرد پر زنا کی حد جاری ہوگی اور اگر عورت اس مرد کے خلاف حدِ قذف کا مطالبہ کرے تو اس پر حدِ قذف بھی جاری کی جائے گی۔ اسی طرح اگر عورت کسی مرد کے ساتھ زنا کا اقرار کرے اور مرد منکر ہو تو عورت پر زنا کی حد لگائی جائے گی اور اگر مرد اس کے خلاف حدِ قذف کا مطالبہ کرے تو اس عورت پر حدِ قذف بھی لگائی جائے گی۔ (التمہید لابن عبدالبر ج۹ ص۹۱)

علامہ اشہب مالکی نے کہا: اس مرد پر حدِ زنا لگائی جائے گی اور حدِ قذف نہیں لگائی جائے گی، کیونکہ وہ مرد یا تو صادق ہوگا یا کاذب ہوگا، پس اگر وہ صادق ہے تو اس پر حدِ قذف نہیں لگائی جائے گی اور اگر وہ کاذب ہے تو اس پر قذف کی حد لگائی جائے گی زنا کی حد نہیں لگائی جائے گی۔ پس جو وجہ بھی ہو اس پر دو حدیں جمع نہیں ہوں گی۔ (النوادر والزیادات ج۱۴ ص۲۵۱)

علامہ ابہری نے کہا: یہاں ایک تیسری قسم ہے اور وہ یہ ہے کہ اس مرد نے اس عورت کے ساتھ جبراً زنا کیا ہو، تو وہ اس عورت کے ساتھ زنا کا اقرار کرنے میں صادق ہے اور تہمت لگانے میں کاذب ہے، لہٰذا اس پر دو حدیں لگائی جائیں گی زنا کی حد بھی لگائی جائے گی اور حدِ قذف بھی لگائی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ اور الاوزاعی نے کہا ہے کہ اس پر حدِ قذف ہوگی اور زنا کی حد نہیں ہوگی۔ اور امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان میں سے جس نے بھی اقرار کیا اس پر فقط حدِ زنا ہوگی۔ (المحیط البرہانی ج۶ ص۴۳۱، شرح المہذب ج۱۲ ص۴۷۳،

کتاب الروضہ ج ۱۰ ص ۹۴)

امام مالک یہ کہتے ہیں کہ مرد پر زنا کی حد لازم ہوگی اور اگر عورت اس کے خلاف حدِ قذف کا مطالبہ کرے تو حدِ قذف بھی لازم ہوگی۔

اور امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ زنا کی حد اس پر اس کے اقرار کی وجہ سے واجب ہوگی، کیونکہ اگر ہمیں مرد کا صِدق گواہی سے معلوم ہو جائے یا عورت کے اقرار سے تو مرد پر حدِ قذف لازم نہیں ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ گواہی یا اقرار کا حدِ قذف میں دخل نہیں ہے، اس لیے اگر عورت نے حدِ قذف کا مطالبہ کیا تو مرد پر حدِ قذف لگائی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ اور اوزاعی یہ کہتے ہیں کہ اس پر فقط حدِ قذف ہوگی اور حدِ زنا نہیں ہوگی۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب مرد نے عورت پر تہمت لگائی اور اس نے چار گواہ نہیں پیش کیے تو اس پر قرآن مجید کی آیت کی وجہ سے حدِ قذف لازم ہوگی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝

(تہمت لگانے والے) اس (تہمت) پر چار گواہ کیوں نہ لائے، پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں ۝

(النور: ۱۳)

پس جب اس عورت کی وجہ سے مرد کے اوپر حدِ قذف لازم ہوگئی تو اب اس مرد کے اوپر زنا کی حد کا لازم ہونا محال ہے۔ پس ہم نے عورت کے لیے پاک دامن ہونے کا حکم لگا دیا۔ اور نیز دو حدوں کا جمع ہونا کبھی بھی جائز نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قذف کی حد، زنا کی حد سے زیادہ لازم ہے، کیونکہ جس شخص نے اپنے نفس پر زنا کا اقرار کیا پھر رجوع کر لیا تو اس کے رجوع کو قبول کر لیا جائے گا اور جس نے کسی پر تہمت لگائی اور رجوع کیا تو اس کو رجوع نفع نہیں دے گا۔

امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ ان میں سے جس نے بھی زنا کا اقرار کیا، اس پر فقط زنا کی حد ہوگی، ان کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے علم کا احاطہ کیا ہے کہ ان میں سے کسی پر بھی دو حدیں اکٹھی نہیں ہوں گی، کیونکہ اگر وہ زانی ہے تو اس پر قذف کی حد نہیں ہوگی اور اگر وہ پاک دامن عورت کو تہمت لگانے والا ہے تو پھر وہ زانی نہیں ہے اور تہمت لگانے والا ہے تو اس پر فقط حدِ قذف ہوگی۔ اور اس پر زنا کی حد اس لیے واجب ہے کہ جس نے اپنے نفس پر زنا کا اقرار کیا اور دوسرے کے متعلق دعویٰ کرتا ہے تو دوسرے کے متعلق اس کے دعویٰ کو قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کے اقرار کی وجہ سے اس کے اوپر زنا کی حد لگائی جائے گی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۰۹۔۲۰۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۲۔ بَابُ: رَجْمِ الْحُبْلٰى مِنَ الزِّنَا إِذَا أَحْصَنَتْ

زنا سے حاملہ عورت کو رجم کرنا جب کہ وہ شادی شدہ ہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس عورت کو رجم کرنے کا بیان ہے جو زنا سے حاملہ ہوئی ہو جب کہ وہ شادی شدہ ہو۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس کو رجم کیا جائے گا لیکن وضع حمل کے بعد فقہاء احناف کے نزدیک، اور دوسرا قول ہے: جب بچہ دودھ چھوڑنے کے بعد روٹی کھانے لگے۔ اور امام مالک نے کہا: جب عورت کا بچہ ہو جائے اور بچے کو دودھ پلانے والی پائی جائے ورنہ اس معاملہ کو مؤخر کر دیا جائے حتیٰ کہ بچہ دودھ پینے کے بعد روٹی کھانے لگے، پھر اس عورت کو رجم کیا جائے اس خدشہ سے کہ بچہ ہلاک نہ ہو جائے۔ اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس عورت کو اس وقت تک رجم نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ بچے کو روٹی کھلانے لگے۔

اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی عورت حاملہ پائی جائے اور اس کا کوئی خاوند نہ ہو تو امام مالک نے کہا: اگر عورت نے یہ کہا کہ اس سے جبراً زنا کیا گیا یا اس نے کہا کہ وہ شادی شدہ تھی تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا اور اس پر حد قائم کی جائے گی سوا اس صورت کے کہ وہ اپنے دعویٰ کے موافق کوئی گواہ قائم کرے۔ اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا: اس پر حد نہیں ہوگی سوا اس کے کہ وہ زنا کا اقرار کرے یا اس کے خلاف گواہ قائم ہو جائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۔۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۳۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أُقْرِءُ رِجَالًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِنْهُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَبَيْنَمَا أَنَا فِي مَنْزِلِهِ بِمِنًى وَهُوَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا إِذْ رَجَعَ إِلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ لَوْ رَأَيْتَ رَجُلًا أَتَى أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ الْيَوْمَ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَلْ لَكَ فِي فُلَانٍ يَقُولُ لَوْ قَدْ مَاتَ عُمَرُ لَقَدْ بَايَعْتُ فُلَانًا فَوَاللهِ مَا كَانَتْ بَيْعَةُ أَبِي بَكْرٍ إِلَّا فَلْتَةً فَتَمَّتْ فَغَضِبَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ إِنِّي إِنْ شَاءَ اللهُ لَقَائِمٌ الْعَشِيَّةَ فِي النَّاسِ فَمُحَذِّرُهُمْ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَغْصِبُوهُمْ أُمُورَهُمْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَفْعَلْ فَإِنَّ الْمَوْسِمَ يَجْمَعُ رَعَاعَ النَّاسِ وَغَوْغَاءَهُمْ فَإِنَّهُمْ هُمُ الَّذِينَ يَغْلِبُونَ عَلَى قُرْبِكَ حِينَ تَقُومُ فِي النَّاسِ وَأَنَا أَخْشَى أَنْ تَقُومَ فَتَقُولَ مَقَالَةً يُطَيِّرُهَا عَنْكَ كُلُّ مُطَيِّرٍ وَأَنْ لَا يَعُوهَا وَأَنْ لَا يَضَعُوهَا عَلَى مَوَاضِعِهَا فَأَمْهِلْ حَتَّى تَقْدَمَ الْمَدِينَةَ فَإِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مہاجرین میں سے چند مردوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا تھا، ان میں سے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے، پس جس وقت میں منیٰ کے اندر ان کے گھر میں تھا اور اس وقت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس حج کے دوران تھے جو انہوں نے آخر عمر میں کیا تھا، تو اچانک حضرت عبد الرحمٰن میرے پاس واپس آئے، انہوں نے کہا: اگر آپ ایک مرد کو دیکھیں جو آج امیر المؤمنین کے پاس آیا ہے، اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کی فلاں شخص کے متعلق کیا رائے ہے؟ جو یہ کہتا ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں فلاں شخص سے بیعت کروں گا، پس اللہ کی قسم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی تھی، پس وہ مکمل ہو گئی، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ میں آئے، پھر کہا: بے شک میں ان شاء اللہ آج شام کو لوگوں میں خطاب کروں گا اور ان کو ڈراؤں گا جو لوگوں میں شر پھیلانا چاہتے ہیں اور ظلم اور غصب کرنا چاہتے ہیں، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پس میں نے

فَتَخْلُصَ بِأَهْلِ الْفِقْهِ وَأَشْرَافِ النَّاسِ فَتَقُولَ مَا قُلْتَ مُتَمَكِّنًا فَيَعِي أَهْلُ الْعِلْمِ مَقَالَتَكَ وَيَضَعُونَهَا عَلَى مَوَاضِعِهَا فَقَالَ عُمَرُ أَمَا وَاللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ لَأَقُومَنَّ بِذَلِكَ أَوَّلَ مَقَامٍ أَقُومُهُ بِالْمَدِينَةِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فِي عُقْبِ ذِي الْحَجَّةِ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ عَجَّلْتُ الرَّوَاحَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ حَتَّى أَجِدَ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ جَالِسًا إِلَى رُكْنِ الْمِنْبَرِ فَجَلَسْتُ حَوْلَهُ تَمَسُّ رُكْبَتِي رُكْبَتَهُ فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ مُقْبِلًا قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ لَيَقُولَنَّ الْعَشِيَّةَ مَقَالَةً لَمْ يَقُلْهَا مُنْذُ اسْتُخْلِفَ فَأَنْكَرَ عَلَيَّ وَقَالَ مَا عَسَيْتَ أَنْ يَقُولَ مَا لَمْ يَقُلْ قَبْلَهُ فَجَلَسَ عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَمَّا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُونَ قَامَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي قَائِلٌ لَكُمْ مَقَالَةً قَدْ قُدِّرَ لِي أَنْ أَقُولَهَا لَا أَدْرِي لَعَلَّهَا بَيْنَ يَدَيْ أَجَلِي فَمَنْ عَقَلَهَا وَوَعَاهَا فَلْيُحَدِّثْ بِهَا حَيْثُ انْتَهَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ وَمَنْ خَشِيَ أَنْ لَا يَعْقِلَهَا فَلَا أُحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَكْذِبَ عَلَيَّ إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا أَنْزَلَ اللهُ آيَةُ الرَّجْمِ فَقَرَأْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا رَجَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ فَأَخْشَى إِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ وَاللهِ مَا نَجِدُ آيَةَ الرَّجْمِ فِي كِتَابِ اللهِ فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللهُ وَالرَّجْمُ فِي كِتَابِ اللهِ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الِاعْتِرَافُ ثُمَّ إِنَّا كُنَّا نَقْرَأُ فِيمَا نَقْرَأُ مِنْ كِتَابِ اللهِ أَنْ لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَإِنَّهُ

کہا: اے امیر المومنین! آپ ایسا نہ کریں، کیونکہ حج کا زمانہ لوگوں کو جمع کر لیتا ہے جن میں کم علم اور کم فہم لوگ ہوتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو آپ کے قرب پر غالب آئیں گے جب آپ لوگوں میں کھڑے ہوں گے اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ آپ کھڑے ہوں گے اور خطبہ دیں گے تو ہر شخص آپ کے خطبہ کو لے کر ہر جگہ اڑے گا اور وہ آپ کے خطبہ کو صحیح طور پر یاد نہیں رکھے گا اور آپ کے خطبہ کے الفاظ کو ان کے محل پر نہیں رکھے گا تو آپ اب خطبہ دینے کو موخر کر دیں حتیٰ کہ آپ مدینہ پہنچ جائیں کیونکہ وہ دار الہجرۃ اور دار السنۃ ہے، وہاں پر سمجھدار لوگ ہوں گے اور معزز لوگ ہوں گے، پھر جو کچھ آپ کہیں گے وہ اس کو محفوظ رکھیں گے اور اہلِ علم آپ کی گفتگو کو یاد رکھیں گے اور آپ کے الفاظ کو ان کی جگہوں پر رکھیں گے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سنو! ان شاء اللہ، اللہ کی قسم! میں ضرور اپنے پہلے مقام میں قیام کروں گا اور مدینہ پہنچوں گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: پس ہم ذوالحجہ کے اخیر میں مدینہ پہنچے، پس جب کہ جمعہ کا دن تھا تو میں نے جلدی سے کوچ کیا جب سورج ڈھل گیا حتیٰ کہ میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا وہ منبر کے ستون کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پس میں ان کے گرد بیٹھ گیا، میرا گھٹنا ان کے گھٹنے کو مس کر رہا تھا، پھر میں زیادہ دیر نہیں بیٹھا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نکل آئے، پس جب میں نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو میں نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے کہا: وہ ضرور آج شام کو ایسی گفتگو کریں گے کہ انہوں نے اس سے پہلے جب سے وہ خلیفہ بنائے گئے ہیں ایسی گفتگو نہیں کی، سو انہوں نے میری بات کا انکار کیا اور کہا: مجھے توقع نہیں ہے کہ وہ ایسی کوئی بات کہیں گے جو اس سے پہلے انہوں نے نہ کہی ہو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے، جب موذنین خاموش ہوئے تو وہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد وثنا کی جو اس کی شان کے لائق ہے، پھر کہا: بہر حال حمد و صلوٰۃ کے

كُفْرٌ بِكُمْ أَنْ تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ أَوْ إِنَّ كُفْرًا بِكُمْ أَنْ تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ أَلَا ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا تُطْرُونِي كَمَا أُطْرِيَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَقُولُوا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ ثُمَّ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ قَائِلًا مِنْكُمْ يَقُولُ وَاللهِ لَوْ قَدْ مَاتَ عُمَرُ بَايَعْتُ فُلَانًا فَلَا يَغْتَرَّنَّ امْرُؤٌ أَنْ يَقُولَ إِنَّمَا كَانَتْ بَيْعَةُ أَبِي بَكْرٍ فَلْتَةً وَتَمَّتْ أَلَا وَإِنَّهَا قَدْ كَانَتْ كَذَلِكَ وَلَكِنَّ اللهَ وَقَى شَرَّهَا وَلَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ تُقْطَعُ الْأَعْنَاقُ إِلَيْهِ مِثْلُ أَبِي بَكْرٍ مَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَلَا يُبَايَعُ هُوَ وَلَا الَّذِي بَايَعَهُ تَغِرَّةً أَنْ يُقْتَلَا وَإِنَّهُ قَدْ كَانَ مِنْ خَبَرِنَا حِينَ تَوَفَّى اللهُ نَبِيَّهُ ﷺ أَنَّ الْأَنْصَارَ خَالَفُونَا وَاجْتَمَعُوا بِأَسْرِهِمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ وَخَالَفَ عَنَّا عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ وَمَنْ مَعَهُمَا وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ يَا أَبَا بَكْرٍ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى إِخْوَانِنَا هَؤُلَاءِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْطَلَقْنَا نُرِيدُهُمْ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْهُمْ لَقِيَنَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ فَذَكَرَا مَا تَمَالَأَ عَلَيْهِ الْقَوْمُ فَقَالَا أَيْنَ تُرِيدُونَ يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ فَقُلْنَا نُرِيدُ إِخْوَانَنَا هَؤُلَاءِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَا لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَقْرَبُوهُمُ اقْضُوا أَمْرَكُمْ فَقُلْتُ وَاللهِ لَنَأْتِيَنَّهُمْ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَاهُمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ فَإِذَا رَجُلٌ مُزَمَّلٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا هَذَا سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقُلْتُ مَا لَهُ قَالُوا يُوعَكُ فَلَمَّا جَلَسْنَا قَلِيلًا تَشَهَّدَ خَطِيبُهُمْ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَنَحْنُ أَنْصَارُ اللهِ وَكَتِيبَةُ الْإِسْلَامِ وَأَنْتُمْ مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ رَهْطٌ وَقَدْ دَفَّتْ دَافَّةٌ مِنْ قَوْمِكُمْ فَإِذَا هُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يَخْتَزِلُونَا مِنْ أَصْلِنَا وَأَنْ يَحْضُنُونَا مِنَ الْأَمْرِ فَلَمَّا سَكَتَ أَرَدْتُ

بعد، میں تم سے ایسی بات کہنے والا ہوں جس کو کہنا میرے لیے مقدر کر دیا گیا ہے، مجھے پتا نہیں شاید کہ اب میرے سامنے میری موت ہے، پس جو شخص عقل والا ہو اور وہ اس بات کو یاد رکھ سکے تو وہ اس بات کو بیان کرے جہاں تک اس کی سواری اسے پہنچائے، اور جس کو یہ خطرہ ہو کہ اس کو اتنی سمجھ نہیں ہے تو میں کسی شخص کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مجھ پر جھوٹ باندھے، بے شک اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (ﷺ) کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی، اور اللہ تعالیٰ نے جو آیات نازل فرمائیں ان میں رجم کی آیت بھی تھی، ہم نے اس کو پڑھا اور اس کو سمجھا اور اس کو یاد رکھا، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا، پس مجھے خطرہ ہے کہ لوگوں پر زیادہ زمانہ گزرے گا تو کوئی کہنے والا کہے گا: اللہ کی قسم! ہم اللہ کی کتاب میں رجم کی آیت نہیں پاتے، پس وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے فریضہ کا انکار کر کے گمراہ ہو جائیں گے، اور جس شخص نے زنا کیا اس پر کتاب اللہ میں رجم کرنے کا حکم برحق ہے، جب کہ وہ مردوں اور عورتوں میں سے شادی شدہ ہو، جب گواہ قائم ہو جائیں یا عورت حاملہ ہو یا ان میں سے کوئی اقرار کر لے، پھر ہم جو اللہ کی کتاب سے قرآن مجید کی آیات پڑھتے تھے، ان میں یہ حکم تھا کہ تم اپنے باپ دادا سے اعراض نہ کرو، یہ تمہارا کفر ہے کہ تم اپنے باپ دادا سے اعراض کرو، یا یہ تمہارا کفرانِ نعمت ہے کہ تم اپنے باپ دادا سے اعراض کرو، سنو! بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرنا جیسا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کی تعریف میں مبالغہ کیا گیا اور تم کہو: کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے کوئی کہنے والا یہ کہتا ہے کہ اللہ کی قسم! اگر عمر فوت ہو گئے تو میں فلاں شخص سے بیعت کر لوں گا، سو کوئی شخص یہ بات کہہ کر دھوکا نہ کھائے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی تھی اور مکمل

أَنْ أَتَكَلَّمَ وَكُنْتُ قَدْ زَوَّرْتُ مَقَالَةً أَعْجَبَتْنِي أُرِيدُ أَنْ أُقَدِّمَهَا بَيْنَ يَدَيْ أَبِي بَكْرٍ وَكُنْتُ أُدَارِي مِنْهُ بَعْضَ الْحَدِّ فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى رِسْلِكَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُغْضِبَهُ فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَكَانَ هُوَ أَحْلَمَ مِنِّي وَأَوْقَرَ وَاللهِ مَا تَرَكَ مِنْ كَلِمَةٍ أَعْجَبَتْنِي فِي تَزْوِيرِي إِلَّا قَالَ فِي بَدِيهَتِهِ مِثْلَهَا أَوْ أَفْضَلَ مِنْهَا حَتَّى سَكَتَ فَقَالَ مَا ذَكَرْتُمْ فِيكُمْ مِنْ خَيْرٍ فَأَنْتُمْ لَهُ أَهْلٌ وَلَنْ يُعْرَفَ هَذَا الْأَمْرُ إِلَّا لِهَذَا الْحَيِّ مِنْ قُرَيْشٍ هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ نَسَبًا وَدَارًا وَقَدْ رَضِيتُ لَكُمْ أَحَدَ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ فَبَايِعُوا أَيَّهُمَا شِئْتُمْ فَأَخَذَ بِيَدِي وَبِيَدِ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَهُوَ جَالِسٌ بَيْنَنَا فَلَمْ أَكْرَهْ مِمَّا قَالَ غَيْرَهَا كَانَ وَاللهِ أَنْ أُقَدَّمَ فَتُضْرَبَ عُنُقِي لَا يُقَرِّبُنِي ذَلِكَ مِنْ إِثْمٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَأَمَّرَ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ اللَّهُمَّ إِلَّا أَنْ تُسَوِّلَ إِلَيَّ نَفْسِي عِنْدَ الْمَوْتِ شَيْئًا لَا أَجِدُهُ الْآنَ فَقَالَ قَائِلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَا جُذَيْلُهَا الْمُحَكَّكُ وَعُذَيْقُهَا الْمُرَجَّبُ مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ فَكَثُرَ اللَّغَطُ وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ حَتَّى فَرِقْتُ مِنَ الِاخْتِلَافِ فَقُلْتُ ابْسُطْ يَدَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ فَبَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعْتُهُ وَبَايَعَهُ الْمُهَاجِرُونَ ثُمَّ بَايَعَتْهُ الْأَنْصَارُ وَنَزَوْنَا عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فَقُلْتُ قَتَلَ اللهُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ قَالَ عُمَرُ وَإِنَّا وَاللهِ مَا وَجَدْنَا فِيمَا حَضَرْنَا مِنْ أَمْرٍ أَقْوَى مِنْ مُبَايَعَةِ أَبِي بَكْرٍ خَشِينَا إِنْ فَارَقْنَا الْقَوْمَ وَلَمْ تَكُنْ بَيْعَةٌ أَنْ يُبَايِعُوا رَجُلًا مِنْهُمْ بَعْدَنَا فَإِمَّا بَايَعْنَاهُمْ عَلَى مَا لَا نَرْضَى وَإِمَّا نُخَالِفُهُمْ فَيَكُونُ فَسَادٌ فَمَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَلَى غَيْرِ مَشُورَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَلَا

ہو گئی، سنو! وہ بیعت اسی طرح تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو شر سے محفوظ رکھا، اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ اس کی طرف اونٹوں کی گردنوں کو قطع کر کے سفر کیا جائے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے سفر کیا جاتا تھا، جس شخص نے مسلمانوں میں سے کسی مرد سے بغیر مشورہ کے بیعت کی، پس وہ اس سے بیعت نہیں کرے گا اور نہ جس شخص سے اس نے بیعت کی ہے ان کو یہ خطرہ ہے کہ ان دونوں کو قتل کر دیا جائے گا، اور بے شک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے بہتر لوگوں میں سے تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دے دی، مگر انصار نے ہماری مخالفت کی اور تمام انصار بنو ساعدہ کے چبوترہ میں جمع ہو گئے اور حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے انہوں نے بھی ہماری مخالفت کی، اور مہاجرین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف جمع ہو گئے، میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوبکر! ہمیں اپنے ان انصار بھائیوں کی طرف لے چلیں، پس ہم گئے اور ہم ان سے گفتگو کا ارادہ کرتے تھے، پس جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ہم ان میں سے دو نیک مردوں سے ملے، پس انہوں نے اس کا ذکر کیا جس پر وہ لوگ متفق ہو چکے تھے، پس ان دونوں نے کہا: اے مہاجرین کی جماعت! تم کہاں کا ارادہ کرتے ہو؟ ہم نے کہا: ہم اپنے ان انصار بھائیوں کا ارادہ کرتے ہیں، ان دونوں نے کہا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم ان کے قریب نہ جاؤ، تم اپنا معاملہ پورا کر لو، میں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے، پس ہم گئے حتیٰ کہ ان کے پاس بنو ساعدہ کے چبوترہ میں پہنچ گئے، پس ایک مرد ان کے درمیان چادر میں لپٹے ہوئے تھا، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں، میں نے پوچھا انہیں کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: ان کو بخار ہے، پس ہم تھوڑی دیر بیٹھے کہ ان کے خطیب نے کلمہ شہادت پڑھا، پھر اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق حمد و ثنا کی، پھر کہا: بہرحال حمد

يُتَابَعُ هُوَ وَلَا الَّذِي بَايَعَهُ تَغِرَّةً أَنْ يُقْتَلَا.

وصلوٰۃ کے بعد! ہم اللہ تعالیٰ کے انصار ہیں اور اسلام کا لشکر ہیں اور تم مہاجرین کی جماعت ایک چھوٹی سی جماعت ہو جو یہاں پر چل کر آئی ہے، جو یہ ارادہ کرتی ہے کہ ہم کو اپنی اصل سے نکال دے اور ہم کو حکومت سے علیحدہ رکھے، پس جب وہ خطیب خاموش ہو گیا تو میں نے ان سے بات کرنے کا ارادہ کیا، اور میں نے اپنے دل میں گفتگو کا ایک خاکہ تیار کر لیا تھا جو مجھے پسند تھا اور میں ارادہ کرتا تھا کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس گفتگو کو پیش کروں گا، اور میرا ارادہ تھا کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بولنے سے پہلے ہی اس کو شروع کر دوں اور انصار کی تقریر سے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غصہ پیدا ہوا ہے اس کو دور کر دوں، پس جب میں نے بات کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھہر جاؤ، اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کو ناپسند کیا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بات شروع کی، وہ مجھ سے زیادہ بردبار اور مجھ سے زیادہ باوقار تھے، اور اللہ کی قسم! انہوں نے اپنی گفتگو میں کسی ایسی بات کو نہیں چھوڑا جس کا میں نے خاکہ تیار کیا تھا مگر انہوں نے فی البدیہہ اس کی مثل کہا یا اس سے افضل کہا حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگوں نے اپنی جس خیر کا ذکر کیا ہے تم اس کے اہل ہو، لیکن یہ حکومت تو صرف قبیلہ قریش کے لیے جائز ہے، وہ نسب اور گھرانے کے اعتبار سے تمام عربوں سے افضل ہیں، اور میں تمہارے لیے ان دو مردوں میں سے کسی ایک مرد پر راضی ہوں، تم ان میں سے جس سے چاہو بیعت کر لو، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ پکڑا اور وہ ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو میں سے اس بات کے سوا اور کسی کو ناپسند نہیں کیا، اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے آگ کر دیا جاتا اور میری گردن ماردی جاتی تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند تھا کہ مجھے کسی ایسی قوم کا سردار بنا دیا جاتا جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خود

موجود ہوں، میرا اب تک یہی خیال ہے، یہ اور بات ہے کہ موت کے وقت میرا نفس مجھے بہکا دے، پس انصار میں سے کہنے والے نے کہا: میں ایک ایسی لکڑی ہوں جس سے اونٹ اپنا بدن رگڑ کر کھجلی کو دور کرتے ہیں، اور میں وہ باڑ ہوں جو درختوں کے اردگرد حفاظت کے لیے لگائی جاتی ہے، ایک امیر ہم میں سے ہو جائے اور ایک امیر تم میں سے ہو جائے اے قریش کی جماعت! پھر بہت زیادہ شور ہو گیا اور آوازیں بلند ہو گئیں حتیٰ کہ میں اختلاف سے ڈرا، پس میں نے کہا: اے ابو بکر! اپنا ہاتھ بڑھایئے، پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا، سو میں نے ان سے بیعت کر لی اور ان سے مہاجرین نے بیعت کر لی، پھر ان سے انصار نے بیعت کر لی، اور ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے تو ایک کہنے والے نے کہا: تم نے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مار ڈالا، میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس وقت جو لوگ ہم میں حاضر تھے انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے کوئی چیز زیادہ قوی نہیں سمجھی، ہمیں یہ ڈر ہوا کہ ہم قوم سے الگ ہو جائیں اور ابھی بیعت نہ ہوئی ہو اور وہ ہمارے بعد کسی اور شخص سے بیعت کر لیں، پس یا تو ہم اس سے بیعت کریں گے جس سے ہم راضی نہیں ہیں یا ہم اس کی مخالفت کریں گے، پس جس شخص نے مسلمانوں میں سے کسی مرد سے بغیر مشورہ کے بیعت کی، پس اس کی پیروی نہ کی جائے اور نہ اس کی پیروی کی جائے جس کی بیعت کی ہے، کیونکہ یہ خطرہ ہے کہ وہ دونوں اپنی جانیں ہلاک کر دیں گے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۶۲، ۳۴۴۵، ۳۹۲۸، ۴۰۲۱، ۶۸۲۹، ۶۸۳۰، ۷۳۲۳، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۳۲، سنن ابو داؤد: ۴۴۱۸، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۳، مسند احمد: ۳۹۳، موطا امام مالک: ۱۵۵۸، سنن دارمی: ۲۷۸۴)

صحیح البخاری: ۶۸۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ ''جب مردوں اور عورتوں میں سے جو شادی شدہ ہوں اور ان کے زنا کرنے پر گواہ قائم ہوں یا عورت کو حمل ہو یا ان میں سے کوئی اعتراف کرے (تو اس کو رجم کیا جائے گا)''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز بن عبداللہ، یہ ابن یحییٰ الاویسی المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن سعد، یہ ابنِ ابراہیم بن عبدالرحمٰن ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صالح، یہ ابن کیسان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''کنت أقرئ''، یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما چند مہاجرین کو قرآن مجید پڑھاتے تھے جن میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بڑی عمر کا آدمی چھوٹی عمر کے آدمی سے علم حاصل کرے، کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بڑی عمر کے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان سے کم عمر تھے۔

صحیح البخاری کے شارح علامہ داؤدی نے اس حدیث کو غریب قرار دیا، انہوں نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے سامنے قرآن پڑھتے تھے اور وہ اکابر صحابہ ان کو قرآن مجید کی تلقین کرتے تھے۔

علامہ ابن التین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی بیان کرنا ظاہر حدیث سے خروج ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''فی آخر حجة حجها''، یعنی یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آخری حج کیا تھا اور یہ تئیس (۲۳) ہجری کا واقعہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لو رأیت رجلا'' اس کی جزا محذوف ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے کہ ''اگر آپ ایک مرد کو دیکھتے تو بہت تعجب کی چیز دیکھتے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''هل لك فی فلان؟'' یعنی فلاں شخص کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ اس شخص کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لو قد مات عمر'' اس جملہ میں ''قد'' کا لفظ زائد ہے، کیونکہ یہ لازم ہے کہ ''لو'' فعل پر داخل ہو، اور اس کا معنی ہے: اگر عمر کی موت متحقق ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لقد بایعت فلانا'' یعنی وہ شخص یہ کہتا تھا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو جائیں تو میں فلاں شخص سے بیعت کر لوں گا۔ یہاں فلاں شخص سے مراد ہے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ۔ اور علامہ کرمانی نے کہا: وہ انصار میں سے ایک مرد تھے، اس کو علامہ ابن بطال نے المهلب سے نقل کیا ہے اور انہوں نے اس کا ماخذ نہیں بیان کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''إلا فلتة'' یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی، اور مسلمانوں نے بغیر پہلے سے غور و فکر

کیے ہوئے اچانک ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان یغصبوھم امرھم" یعنی جو لوگ کچھ معاملات کا ارادہ کریں گے اور یہ ارادہ ان کا طریقہ نہیں ہوگا اور نہ ان کا مرتبہ ہوگا، پس وہ ظلم اور غصب کرنے والوں کو منصب دینے کا ارادہ کریں گے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حکومت پر غالب ہو جائیں گے اور ان کے ضعف کی وجہ سے ان کی حکومت کمزور ہوگی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رَعاع الناس" اس سے مراد ہے جاہل اور رذیل لوگ۔

اور اس حدیث میں "غوغاء" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: چھوٹی ٹڈی جو اڑتے وقت ظاہر ہوتی ہے اور اس کا اطلاق ان لوگوں پر کیا جاتا ہے جو نچلے درجہ کے لوگ ہوتے ہیں اور شر اور فساد کی طرف جلدی بڑھتے ہیں۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اے امیر المومنین! آپ اس موقع پر خطاب نہ کریں کیونکہ یہ حج کا موسم ہے اور اس میں ہر قسم کے لوگ ہوں گے جس میں نچلے درجہ کے لوگ ہوں گے جو آپ کے قریب آ کر شر پھیلائیں گے جب آپ لوگوں میں کھڑے ہو کر خطبہ دیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یغلبون علی قربك" یعنی جس وقت آپ لوگوں کو خطبہ دیں گے تو یہ آپ کے قریب ہوں گے کیونکہ ان کا غلبہ ہوگا اور یہ عقلمند لوگوں کے لیے آپ کے قرب کی جگہ نہیں چھوڑیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وانا اخشی ان تقوم فتقول مقالة یطیرھا عنك کل مطیر وان لا یعوھا ولا یضعوھا علی مواضعھا" یعنی مجھے یہ خوف ہے کہ جب آپ کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیں گے تو یہ لوگ آپ کے خطبہ کی ہر بات کو لے کر پہنچ جائیں گے اور اس کو یاد نہیں رکھیں گے اور آپ کی بات کو اس کے محمل کے مطابق بیان نہیں کریں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فامھل" یہ امھال سے امر ہے، اس کا معنی ہے: آہستگی اور ملائمت۔ "امھلتہ" کا معنی ہے: میں نے اس کو مہلت دی اور اس کے لیے جلدی نہیں کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیعی" یعنی علم کو حفظ کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی عقب ذی الحجة" یعنی ذوالحجہ کے ختم ہونے سے پہلے بدھ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حین زاغت الشمس" جب سورج اپنی جگہ سے زائل ہو گیا اور اس سے مراد ہے جب گرمی زائل ہو گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سعید بن زید" یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلم انشب" یعنی میں نہیں ٹھہرا اور میں کسی چیز کے ساتھ متعلق نہیں ہوا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے منبر کی طرف آئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لعلھا بین یدی اجلی" یعنی میری موت کے قریب۔ یہ ان امور میں سے ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے واقع ہوئے اور اسی طرح واقع ہو گئے جس طرح انہوں نے کہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما" یہ قرآن کی آیت ہے، اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی اور اس کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاخشی ان طال بالناس زمان ان یقول قائل: واللہ ما نجد آیۃ الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ انزلھا اللہ" یعنی مجھے یہ خطرہ ہے کہ اگر زیادہ زمانہ گزر گیا تو کوئی کہنے والا کہے گا: اللہ کی قسم! ہم رجم کی آیت کو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں پاتے، پس جو اللہ تعالیٰ نے فریضہ نازل کیا ہے، اس کے ترک کرنے کی وجہ سے وہ گمراہ ہو جائیں گے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو خطرہ تھا وہ واقع ہوا، کیونکہ خوارج کی ایک جماعت نے رجم کا انکار کیا، اسی طرح بعض معتزلہ نے رجم کا انکار کیا۔ (میں کہتا ہوں: اس دور میں بھی منکرین حدیث رجم کا انکار کرتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث میں مذکور ہے "والرجم فی کتاب اللہ حق" یعنی اللہ کی کتاب میں رجم کا حکم برحق ہے اور وہ حکم اس آیت میں ہے:

أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝ (النساء: ١٥) یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی (اور) راہ پیدا کر دے O

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اس سے مراد شادی شدہ کو رجم کرنا ہے اور کنوارے کو کوڑے لگانا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم انا کنا نقرء فیما نقرء من کتاب اللہ" یعنی ہم اللہ کی کتاب میں سے یہ پڑھتے تھے، اس کی بھی تلاوت منسوخ ہو گئی اور اس کا حکم باقی ہے اور وہ حکم یہ ہے کہ تم اپنے باپ دادا کی طرف نسبت کرنے کو ترک نہ کرو، کیونکہ اگر تم نے اپنے باپ دادا کی طرف نسبت کو ترک کیا اور دوسروں کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا تو یہ حق کا کفر ہے اور کفرانِ نعمت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لاتطرونی" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ میری مدح میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدح میں ان کی امت نے مبالغہ کیا، کیونکہ ان کی امت کے لوگوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور بعض نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اللہ ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "انما کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ" یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی بغیر مشورہ کے ہوئی تھی اور اس وقت وہ سب لوگ جمع تھے جن سے مشورہ کرنا لائق تھا۔ اور "فلتۃ" سے مراد وہ ہے کہ جو انصار کی مخالفت ہوئی اور انہوں نے ارادہ کیا تھا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کا۔ اور التوضیح میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے ان لوگوں میں سے جو حاضرین تھے کوئی ایسا قوی امر نہیں پایا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے متعلق تھا، اور اگر مجھے مقدم کیا جائے تو میرے نزدیک یہ زیادہ محبوب ہے کہ میری گردن مار دی جائے بجائے اس کے کہ مجھے اس قوم کے اوپر امیر بنایا جائے جس میں ابوبکر موجود ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولکن اللہ وقی شرھا" یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے شر کو دور کر دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے میں جلدی کیوں کی تھی، اس لیے کہ جب انہیں خطرہ ہوا کہ انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلیں گے اور ابوعبید نے بیان کیا کہ صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے میں جلدی کی اس خطرہ سے کہ صحابہ کے اندر انتشار نہ ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من تقطع الاعناق" یعنی اگر تم اونٹوں کی گردنوں کو قطع کرو اور بہت زیادہ سفر کرو، اس کا حاصل یہ ہے تم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثل کوئی نہیں ہے جتنی ان کو فضیلت اور بڑائی حاصل ہے، پس جب ان کی بیعت اچانک ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے شر کو دور کر دیا تو کوئی اور اس کی مثل میں طعنہ نہ دے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بنی ثقیفۃ بنی ساعدۃ'' اور یہ چبوترہ ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: صحابہ کا ایک طاق تھا جس میں وہ مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے اور معاملات کی تدبیر کے لیے جمع ہوتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وخالف عنا'' یعنی ہم سے اعراض کرتے ہوئے۔ علامہ المہلب نے کہا: یعنی انہوں نے حاضر ہونے میں اور ہمارے ساتھ جمع ہونے میں ہماری مخالفت کی، رائے اور دل کے ساتھ مخالفت نہیں کی۔ اور امام مالک اور معمر کی روایت میں ہے کہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اور جو، ان کے ساتھ تھے، وہ حضرت فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے موقع پر صحابہ کرام کے ساتھ حاضر نہیں ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لقینا رجلان'' یعنی دو مرد ہم سے ملے اور وہ عویم بن ساعدہ تھے اور معن بن عدی الانصاری تھے۔ یہ دونوں مرد نیک تھے، ابنِ شہاب سے روایت ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: معن بن عدی، العقبہ میں، بدر میں، احد میں، خندق میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مشاہد میں حاضر تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ اور عُویم بن ساعدہ عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ دونوں میں حاضر تھے اور بدر، احد اور خندق میں حاضر تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدینہ میں فوت ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''رجل مزمل'' یعنی ان کے سامنے ایک مرد کپڑا اوڑھے ہوئے تھا اور اس کو بخار تھا۔ یہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تشھّدَ خطیبھم'' یعنی ان کے خطیب نے کلمۂ شہادت پڑھا، کہا گیا ہے کہ یہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے جو انصار کے خطیب تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''رھط'' یعنی تھوڑی سی جماعت، رھط تین سے لے کر دس تک کے لوگوں کو کہتے ہیں، یعنی اس نے کہا کہ مہاجرین! تمہارا عدد انصار کی نسبت سے بہت کم ہے اور تم ایسے لوگ ہو جو مسافر اور اجنبی ہو، تم مکہ سے ہمارے پاس آئے، اب تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ تم ہم سے حکومت کو لے لو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وان یحضنونا'' یعنی تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ ہم کو امارت اور حکومت سے نکال دو اور تم ہم پر غالب آجاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلما سکت اردت ان اتکلم'' یعنی جب انصار کا خطیب اپنی تقریر کر کے خاموش ہو گیا تو میں نے ایک خطبہ کا پلاٹ بنایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ھو احلم منی واوقر'' یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے زیادہ حلم اور برداشت کرنے والے تھے اور بہت زیادہ باوقار اور سنجیدہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ما ذکرتم'' یعنی تم نے جو ذکر کیا کہ تم انصار نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد کی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ عرب اس حکومت اور خلافت کے لیے صرف اسی کو پسند کریں گے جو قریش کے ساتھ تعلق رکھتا ہو، کیونکہ وہ عرب میں سب سے افضل ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''احد هذین الرجلین'' یعنی ان دو مردوں میں سے کسی ایک مرد کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے، یعنی تم عمر اور ابوعبیدہ بن الجراح میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔

علامہ کرمانی نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے کیسے جائز تھا کہ وہ یہ کہیں کہ تم حضرت ابوعبیدہ بن الجراح یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کی بیعت کرلو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز میں امام بنایا تھا اور وہ اسلام میں سب سے افضل ہیں۔ پھر علامہ کرمانی نے اس کا جواب دیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ تواضعاً اور تادباً کہا تھا، اور ان کو یہ علم تھا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے اپنے آپ کو خلافت کا اہل نہیں قرار دے گا اور یہ کہ مسلمانوں کا ایک ہی امیر ہونا چاہیے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقال قائل من الانصار'' سفیان نے اس قائل کا بیان کیا ہے کہ وہ حضرت حباب بن المنذر تھے، یہ بدر اور احد میں حاضر ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مِنّا امیر'' انہوں نے یہ اس لیے کہا کہ عرب امارت کے لفظ سے واقف نہیں تھے وہ سیادت کے لفظ سے واقف تھے، اور ہر قبیلہ کا ایک سید ہوتا تھا اور جب ان کو یہ حدیث پہنچی کہ خلافت تو قریش میں ہے تو پھر وہ اس سے رک گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''انا جذیلها'' یہ جذل کی تصغیر ہے اور یہ درخت کی جڑ ہے، اس سے مراد وہ لکڑی ہے جس سے خارش کی جاتی ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''عذیقها'' یعنی کھجور کا درخت اور اس کا گچھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللغط'' یعنی بلند آواز اور شور۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قتلتم سعد بن عبادة'' یعنی تم نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس جملہ کا کیا معنی ہے جب کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ زندہ تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مجاز ہے، یعنی تم نے ان کو شرمندہ اور رسوا کر دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقلت قتل الله سعد بن عبادة'' یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو شرمندہ کر دیا، یعنی انہوں نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ مقدر کر دیا ہے کہ وہ خلیفہ نہیں بنیں گے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف دعا کی، کیونکہ انہوں نے حق کی مدد نہیں کی، ایک قول یہ ہے کہ وہ شام کے علاقہ میں چلے گئے اور وہاں غسل خانہ کے اندر مردہ پائے گئے، ان کا جسم سبز ہو گیا تھا اور کسی کو ان کی موت کا پتا نہیں چلا حتیٰ کہ انہوں نے یہ شعر سنا:

قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادة ۔ فرمیناه بسهمین فلم نخط فؤاده

یعنی ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا ۔ ہم نے ان کو دو تیر مارے جو ان کے دل پر لگے

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۔۱۷، ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۳۰، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زنا سے حاملہ عورت کو رجم کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو عورت زنا سے حاملہ ہو اس کو اس وقت تک رجم نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ اس کا وضع حمل ہو جائے اور اس میں اختلاف ہے کہ جب اس عورت کا وضع حمل ہو جائے تو اس پر رجم کرنا کب واجب ہے؟ امام مالک نے کہا: جب اس کا حمل وضع ہو جائے تو وہ ٹھہرے حتیٰ کہ نومولود بچہ کو دودھ پلانے کا انتظام ہو جائے، اور اگر ایسی عورت نہ پائی جائے تو اس پر جاری کرنے کو موخر کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ عورت اس کو دودھ پلائے اور وہ بچہ روٹی کھانے لگے اس خوف سے کہ وہ ہلاک نہ ہو جائے۔ امام شافعی نے کہا ہے: اس عورت کو اس وقت تک رجم نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ بچہ روٹی کھانے لگے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے ساتھ یہ معاملہ کیا جس کو رجم کیا گیا تھا جیسا کہ امام مالک نے الموطا میں روایت کی ہے۔

فقہاء احناف نے کہا ہے: اس عورت کو وضع حمل کے بعد رجم کیا جائے گا جیسا کہ حضرت عمران بن حصین نے روایت کی ہے کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی، پس اس نے ذکر کیا کہ اس نے زنا کیا ہے، آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر بیٹھے حتیٰ کہ اس کا حمل وضع ہو جائے، پس جب اس کا حمل وضع ہو گیا تو وہ پھر آئی اور آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس میں اختلاف ہے کہ کوئی عورت حاملہ پائی جائے اور اس کا خاوند نہ ہو تو امام مالک نے کہا: اگر وہ عورت یہ کہتی ہے کہ اس کے ساتھ جبراً زنا کیا گیا ہے یا وہ کہتی ہے کہ اس نے نکاح کیا تھا تو اس کا یہ قول قبول نہیں کیا جائے گا اور اس پر حد قائم کی جائے گی، سوا اس کے کہ وہ عورت اپنے دعویٰ کے مطابق گواہ پیش کر دے۔

مسافرہ حاملہ کے رجم کے متعلق فقہاء کا اختلاف

علامہ ابن القاسم مالکی نے کہا ہے: اگر وہ عورت مسافرہ ہو تو اس پر حد نہیں قائم کی جائے گی اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا کہ جب کوئی عورت حاملہ پائی جائے اور اس کا خاوند نہ ہو تو اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی سوا اس کے کہ وہ زنا کا اقرار کر لے یا اس کے خلاف گواہ قائم ہوں اور انہوں نے اس میں فرق نہیں کیا کہ وہ مسافرہ ہو یا نہ ہو۔ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے کہ حدود کو شبہات سے ساقط کر دو۔

اور امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں فرمایا: اللہ کی کتاب میں رجم کرنا برحق ہے، جس نے زنا کیا ہو یا گواہ قائم ہو گئے ہوں یا وہ عورت حاملہ ہو یا اس نے اعتراف کر لیا ہو، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گواہ کو اور اقرار کو اور حمل کے وجوب کو برابر قرار دیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک رجم کرنے کا موجب ہے۔

اور اس قول کی مثل حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور صحابہ کا ان میں کوئی مخالف نہیں ہے۔

کبیر کے صغیر سے حصولِ علم پر دلیل

اس حدیث میں علم کی کئی اقسام ہیں، ان میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ میں مہاجرین میں سے مردوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا تھا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کبیر صغیر سے اور بڑا چھوٹے سے علم حاصل کر سکتا ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مہاجرین میں سے نہیں تھے کیوں کہ ان کی عمر کم تھی۔

قریش کے لیے خلافت کا استحقاق

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ "کسی کہنے والے نے کہا: اگر عمر فوت ہو جائیں تو میں فلاں شخص سے بیعت کرلوں گا" یعنی انصار میں سے کسی شخص سے بیعت کرلوں گا۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس قسم کی خبر کو سلطان کی طرف پہنچانا واجب ہے، کیونکہ اس میں مسلمانوں کے امور میں فتنہ کا خوف ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا انکار کیا اور فرمایا: یہ خلافت صرف قریش کے لائق ہے، کیونکہ یہ معروف ہے اور معروف وہ چیز ہوتی ہے جس کا خلاف جائز نہ ہو۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور اگر اس میں اختلاف ہوتا تو اس اختلاف کا علم ہو جاتا اور معروف وہ چیز ہوتی ہے جس کو اہل علم جانتے ہوں خواہ دوسرے اس کو نہ جانتے ہوں جیسا کہ منکر وہ چیز ہوتی ہے جس کا اہل علم انکار کریں۔

اور اس پر دلائل بہت زیادہ ہیں کہ خلافت قریش میں رہے گی، ان دلائل میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے لیے وصیت کی کہ جو شخص بھی مسلمانوں کے معاملات کا حاکم ہو وہ انصار میں سے نیک لوگوں کو قبول کرے اور برے لوگوں سے درگزر کرے، پس یہ خبر دی کہ ان کی نیکی کو قبول کیا جائے اور ان کی برائی سے درگزر کیا جائے اور اس میں یہ واضح دلیل ہے کہ انصار کا خلافت میں حق نہیں ہے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آج شام کھڑا ہوں گا اور ان لوگوں کو ڈراؤں گا جو یہ ارادہ کرتے ہیں کہ قریش سے ان کے حق کو غصب کرلیں، اور غصب اسی وقت ہوگا جب اس چیز کو لیا جائے جس کا لینا جائز نہ ہو اور حکومت کا قریش سے لینا یہی غصب تھا۔

سلطان کو مشورہ دینے پر دلیل

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس وقت کہا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ حج کے ایام میں لوگوں سے خطاب کریں گے، تو انہوں نے اس سے منع کیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ سلطان کی رائے پر اعتراض کرنا جائز ہے جب کہ یہ خوف ہو کہ سلطان کی رائے سے فتنہ پیدا ہوگا اور مسلمانوں کا کلمہ مختلف ہو جائے گا۔

نیز انہوں نے کہا: "مجھے یہ خطرہ ہے کہ یہ لوگ آپ کی گفتگو کو یاد نہیں رکھیں گے اور نہ صحیح جگہ پر آپ کی بات کا حوالہ دیں گے"۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ علم کی باریک باتوں کو اہلِ علم اور اہلِ معرفت کے سامنے پیش کرنا چاہیے جو یہ سمجھ سکیں کہ یہ علم کس موقع کے لیے ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "مجھے خطرہ ہے کہ لوگ میری گفتگو کو نہیں سمجھیں گے، پس میں ان کے لیے یہ جائز نہیں قرار دیتا کہ وہ مجھ پر جھوٹ باندھیں"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں کم فہموں اور جاہلوں کے سامنے حدیث بیان کرنے کی ممانعت ہے کہ وہ حدیث کو سمجھ نہیں سکیں گے اور نہ اس کو منضبط کرسکیں گے۔

اور اس حدیث میں رجم کی آیت کا ذکر کرنا اس پر دلیل ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی اور اس پر عمل کیا گیا تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اچانک بیعت ہونے کی توجیہ

امام ابو عبید نے کہا ہے: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک اس لیے ہوئی تھی کہ عوام نے اس کا انتظار نہیں کیا تھا، اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جو مہاجرین میں سے تھے اور عام انصار میں سے تھے، انہوں نے اچانک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، کیونکہ وہ سب اس بات کو جانتے تھے کہ استحقاقِ خلافت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کوئی منازع اور مخالف نہیں ہے اور نہ کوئی فضیلت میں ان کا شریک ہے اور وہ اپنے خلیفہ ہونے میں کسی غور و فکر اور مشاورت کے محتاج نہیں تھے، اس وجہ سے ان کی بیعت اچانک ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کی وجہ سے اسلام اور اہلِ اسلام کو اچانک بیعت کے شر سے محفوظ رکھا۔

علامہ الکرابیسی نے کہا ہے کہ صحابہ انصار کی طرف اچانک گئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر انصار کے سامنے بیعت کرلی، اور انصار میں سے بعض لوگ اس بات کو نہیں جانتے تھے تو ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہو جائے اور ایک امیر تم میں سے ہو جائے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ خلافت قریش میں ہوگی۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! جو معاملات ہمارے سامنے حاضر تھے، ان میں سے سب سے قوی امر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا تھا، اور میرا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر مقدم ہونا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب تھا کہ میری گردن ماردی جائے۔

امام ابو عبید نے کہا ہے: اگر صحابہ کو یہ علم ہوتا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کوئی شبہ ہے اور ان کے خاص اور عام میں اس کے درمیان کوئی اختلاف ہوتا تو وہ سب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر متفق نہ ہوتے اور اگر انہوں نے یہ بیعت کرلی تھی تو دوسرے اس کو جائز نہ قرار دیتے۔

اور امام نسائی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نکلے تو مہاجرین باہم مشورہ کر رہے تھے کہ انہوں نے کہا: چلو ہمارے انصار بھائیوں کی طرف چلو، تو انہوں نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہو جائے اور ایک امیر تم میں سے ہو جائے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: دو تلواریں ایک نیام میں نہیں رہتیں، پھر انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ کون سا ایسا شخص ہے جس میں یہ فضیلتیں ہوں:

(۱) ''اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا'' (۲) ''من صاحبہ اذ ھما فی الغار''۔

پھر تمام لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، اس میں یہ دلیل ہے کہ لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت باہم مشورہ کے بعد کی ہے اور اہلِ حل وعقد کی تمام جماعت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت پر راضی ہوگئی تھی اور ان کے مقدم ہونے پر متفق ہوگئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کئی فساد ظاہر ہوئے۔ بعض لوگ دین سے مرتد ہو گئے، اور بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، اور کئی انصار اس بیعت سے متخلف ہو گئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کی برکت سے ان تمام شرور سے مسلمانوں کو محفوظ رکھا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کیا معنی ہے کہ '' مجھے تمہارا والی بنا دیا گیا ہے اور میں تم سب سے

افضل نہیں ہوں''۔

تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ یہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ وہ تواضع اور انکسار کرتے تھے اور یہ ان لوگوں کی صفت ہے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں، جو کسی عمل کے اوپر فخر نہیں کرتے۔

حسن بصری نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی پیدا نہیں کیا، لوگوں نے کہا: اور نہ آلِ فرعون کا مومن؟ تو انہوں نے کہا: نہ آلِ فرعون کا مومن۔

اور الزہری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو انہوں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملات کو تم میں سب سے بہتر مرد پر جمع کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں، اور ''ثانی اثنین اذ ھما فی الغار'' کے مصداق ہیں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعتِ عامہ ہوگئی۔

نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں تمہارے لیے ان دو مردوں میں سے ایک سے راضی ہوں، یعنی حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما کہ تم ان میں سے کسی ایک سے بیعت کرلو''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کا امام ایک سے زیادہ نہیں ہوگا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث منقول ہے کہ ''اگر دو خلافت کے مدعی ہوں تو ان میں سے دوسرے کو قتل کردو''۔ اور اس کی یہ تاویل کی گئی ہے کہ دوسرے سے بیعت نہ کرو، اور اس کو اس منزلہ میں قرار دو جیسا کہ وہ مرگیا ہے یا قتل ہوگیا ہے، اور اس کا کوئی قول قبول نہ کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو میں سے اسی بات کو ناپسند کیا، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف خلافت کے اشارہ کو، کیونکہ وہ بیان کرچکے تھے کہ ان کی گردن کا اڑادیا جانا انہیں اس سے زیادہ محبوب ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے ان کو خلیفہ بنادیا جائے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے خلاف دعا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ سعد کو قتل کردے'' یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اس کی مثل قرار دو جو قتل ہوگیا اور اس کو مردوں میں شمار کرو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنی قوم کے امیر ہوجائیں، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں عرب کا طریقہ تھا کہ قبیلہ کا سردار اسی قبیلہ سے ہوتا تھا۔ اور اسلام کا حکم اس کے خلاف تھا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لیے سخت الفاظ استعمال کیے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۷۳-۴۷۸، ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۳۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے استحقاقِ خلافت پر مزید دلائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کی موجودگی میں اپنے مصلیٰ پر امامت کے لیے کھڑا کیا۔
اور آپ نے ایک عورت سے فرمایا: "اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آنا"۔ (صحیح البخاری:٣٦٥٩)
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا"۔ (صحیح مسلم:٢٣٨٦)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو خوشی سے ابوبکر کو اس مقام سے موخر کرے جس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کو کھڑا کیا تھا تو تمام انصار نے کہا: نہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٣١ ص ٢٢٨۔ ٢٢٩، ملخصاً ومتلقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ١٤٢٩ھ)

صحیح البخاری: ٦٨٣٠، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ١٤٢١ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی علمی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں مہاجرین کے مردوں کو قرآن کی تعلیم دیتا تھا، ان میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سب سے کم عمر تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی تھی:
"اے اللہ: اس کو دین کی فقہ عطا فرما، اور اس کو تاویل کا علم عطا فرما"۔

(صحیح البخاری: ١٤٣، صحیح مسلم: ٨٦٩، مسند احمد ج ١ ص ٢٢٦)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما علم کے حصول پر بہت حریص تھے اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ذکر کیا جاتا کہ صحابہ میں سے فلاں مرد کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے تو وہ سخت گرمی میں اس کے پاس جاتے اور دیواروں کے سائے میں اپنی چادر سے تکیہ لگاتے حتیٰ کہ نماز پڑھنے کے لیے جاتے، پھر اس صحابی کے پاس جاتے اور اس سے اس حدیث سے متعلق سوال کرتے، وہ صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد! آپ نے مجھے خود کیوں نہ بلالیا حتیٰ کہ میں آپ کے پاس آتا اور آپ کو حدیث سناتا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس سے فرماتے: میں متعلم ہوں اور ضرورت مجھ کو ہے، اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انصاف اور عدل ہے۔

اور ان سے سوال کیا گیا: آپ نے کس طرح علم کو حاصل کیا؟ تو انہوں نے کہا: میں نے سائلانہ زبان سے علم حاصل کیا اور سمجھدار دل سے اور ایسے بدن سے جس کو حصولِ علم میں تھکاوٹ نہ ہو۔

خلیفۂ وقت کا اپنی رعایا کو شر انگیزیوں سے محفوظ رکھنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر آپ اس مرد کو دیکھتے جو آج امیر المومنین کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المومنین! آپ کی فلاں شخص کے متعلق کیا رائے ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اگر عمر فوت

ہو گئے تو میں فلاں سے بیعت کرلوں گا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے اور انہوں نے کہا: میں ان شاء اللہ آج سہ پہر کو لوگوں کو خطبہ دوں گا اور ان لوگوں سے ڈراؤں گا جو یہ ارادہ کرتے ہیں کہ وہ ان کی مملکت اور حکومت کو چھین لیں۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حکمران کو چاہیے خواہ وہ امیر ہو یا وزیر ہو کہ وہ اپنی مملکت کا انتظام کرے، کیونکہ لوگوں میں سے منتظمین کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ لوگ ہیں جو علم اور بیان کے منتظم ہوتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو امورِ سلطنت میں منتظم ہوتے ہیں اور امیر مملکت پر واجب ہے کہ وہ عوام کو اور مسلمانوں کو ان لوگوں سے ڈرائے جو لوگوں میں تفرقہ ڈالتے ہیں اور حکومت کی بیخ کنی کی کوشش کرتے ہیں، اگر چہ یہ لوگ بظاہر نصیحت کرتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ لوگ فساد کرنے والے ہیں، پس واجب ہے کہ ان لوگوں کی شرانگیزیوں سے عوامِ مسلمین کو محفوظ رکھا جائے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ شام کو خطبہ دے کر لوگوں کو ان سے ڈرائیں۔

شادی شدہ کو رجم کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلقین

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب کو نازل فرمایا اور آپ پر جو آیات نازل فرمائیں ان میں رجم کی آیت بھی تھی، ہم نے اس کو سمجھا اور یاد کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ رجم کی آیت نازل ہوئی اور اس کو پڑھا گیا اور سمجھا گیا اور یاد رکھا گیا اور حفظ کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کیا اور غامدیہ عورت کو رجم کیا اور اسلمیہ کو رجم کیا اور ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا) اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک حاملہ عورت کو رجم کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ایک حاملہ عورت کو رجم کیا)۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ رجم کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ثابت تھا تو اب یہ حکم منسوخ نہیں ہو سکتا، رجم کی آیت یہ ہے:

الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة نکالا من الله والله عزیز حکیم ○ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب زنا کریں تو ان کو یقینی طور پر رجم کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت انگیز حکم ہے، اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

لیکن یہ لفظ حکم کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ اس آیت میں رجم کو شیخوخت یعنی بڑھاپے پر معلق کیا ہے اور رجم کا حکم شادی شدہ ہونے پر معلق ہے، خواہ زنا کرنے والا نوجوان ہو، پس شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا خواہ وہ جوان ہو اور کنوارے کو رجم نہیں کیا جائے گا خواہ وہ بوڑھا ہو، لہٰذا اس آیت کے الفاظ حکم کے مطابق نہیں ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ سے حکم لو، مجھ سے حکم لو، اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے ایک راستہ بیان کر دیا''۔ (صحیح مسلم: ۱۶۹۰)

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ۞ (النساء: ۱۵) تو ان (عورتوں) کو گھروں میں مقید رکھو حتیٰ کہ انہیں موت آجائے، یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی (اور) راہ پیدا کر دے ○

اس آیت میں جس سبیل کا ذکر کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بیان فرمایا کہ کنوارا اگر کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کرو، اور شادی شدہ اگر شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو اور رجم کر دو، پس اس حکم کو شادی شدہ ہونے کے ساتھ معلق فرمایا ہے نہ کہ بڑھاپے کے ساتھ، اور ''الشیخ والشیخۃ'' والی آیت خبر واحد سے ثابت ہے اور قرآن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ تواتر سے ثابت ہو۔ علاوہ ازیں یہ آیت احادیثِ صحیحہ سے ثابت شدہ حکم کے خلاف ہے، پس صحیح یہ ہے کہ ''الشیخ والشیخۃ'' کے الفاظ وہ نہیں ہیں جو نازل کیے گئے بلکہ کوئی اور الفاظ نازل کیے گئے ہیں جو حکمِ شرعی کے مطابق ہیں لیکن وہ ابھی تک معلوم نہیں ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے یہ خطرہ ہے کہ جب طویل زمانہ گزر جائے گا تو کوئی کہنے والا کہے گا: اللہ کی قسم! ہم رجم کی آیت کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کے فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہو جائیں گے''۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو خطرہ تھا، وہ واقع ہوا اور کئی لوگ اس فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہو گئے، اور ان لوگوں نے کہا کہ رجم خبر احاد سے ثابت ہے قرآن سے ثابت نہیں ہے، اور قرآن میں تو یہ حکم ہے:

اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ (النور:۲) زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو۔

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو حکم سنت سے ثابت ہو وہ ایسا ہی ہے جیسے حکم قرآن سے ثابت ہو۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رجم کرنا کتاب اللہ میں برحق ہے جب کوئی شادی شدہ شخص زنا کرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کہا کہ ''کتاب اللہ سے ثابت ہے'' اس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح البخاری: ۶۸۲۷ میں مذکور ہے کہ ''جب ایک مزدور کے بیٹے نے اس مزدور کے مالک کی بیوی سے زنا کیا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم دونوں کے متعلق کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا اور آپ نے اپنے فیصلہ میں یہ فرمایا کہ اگر وہ عورت زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو رجم کر دو''۔ اس سے معلوم ہوا کہ رجم کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں غلو کرنے کی ممانعت

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری شان میں مبالغہ نہ کرو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کی شان میں مبالغہ کیا گیا اور کہو کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔

اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہونا یہ دو وصف ہیں جن میں بہت زیادہ شرف اور فضیلت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے باعثِ فضیلت یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے عبادت گزار ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ آپ توحید کو ثابت کرنا چاہتے تھے، کیونکہ سب سے اہم چیز یہ ہے کہ توحید کو ثابت کیا جائے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے توحید کو ثابت کیا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں یہ فرمایا تھا:

سنو! جو محمد کی عبادت کرتا تھا تو بے شک محمد فوت ہو چکے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس پر موت نہیں آئے گی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ إِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾ (الزمر: ۳۰-۳۱)

بے شک آپ پر موت آنی ہے اور بے شک یہ بھی مرنے والے ہیں O پھر بے شک تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے O

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى أَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں، اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے تو جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے گا، سو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا، اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا O

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں غلو کی ممانعت کے متعلق شیخ ابن عثیمین کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد اور اس کے رسول ہیں لیکن صرف عبد اور رسول کہنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام مکارم اور تمام محامد اور آپ کے تمام فضائل حاصل نہیں ہوتے، اب دیکھئے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء بھیجے اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول مبعوث فرمائے، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے O

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٤٠﴾ (الاحزاب: ۴۰)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾ (الاحزاب: ۵۶)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود پڑھتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو، اور بہ کثرت سلام پڑھو O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٤﴾ (الانشراح: ۴)

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا O

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ (الکوثر: ۱)

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے O

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ﴿۱﴾ (الفرقان:۱)

وہ برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندے پر بہ تدریج الفرقان (قرآن مجید) کو نازل فرمایا، تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے (عذاب سے) ڈرانے والے ہوں O

فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰی ﴿۱۳۰﴾ (طٰہٰ:۱۳۰)

اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح پڑھیے تا کہ آپ راضی ہو جائیں O

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ﴿۵﴾ (الضحیٰ:۵)

اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے O

عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (بنی اسرائیل:۷۹)

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا O

فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا (البقرہ:۱۴۴)

سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں O

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (البقرہ:۲۵۳)

اور بعض کو (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو (بے شمار درجوں کی) بلندی عطا فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنے مراتب اور اپنے مقامات کو بیان فرمایا۔

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل میں سے کنانہ کو فضیلت دی ہے، اور کنانہ میں سے قریش کو فضیلت دی ہے اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی ہے اور بنو ہاشم میں سے مجھے فضیلت دی ہے۔ (صحیح مسلم:۲۲۷۶، سنن ترمذی:۳۶۰۵، مسند احمد:۱۲۲۰۱)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا تھا جو میری بعثت سے پہلے مجھ پر سلام پڑھا کرتا تھا، میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم:۲۲۷۷، مسند احمد:۲۰۸۶۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں، اور میں سب سے پہلے قبر سے اٹھوں گا اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں، اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ (صحیح مسلم:۲۲۷۸، سنن ابوداؤد:۴۶۷۳، مسند احمد:۱۰۹۷۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا: اس وقت حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی:۳۶۰۹)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے، اور جو بھی نبی ہوگا وہ حضرت آدم ہو یا ان کے سوا کوئی اور ہو، وہ قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔ اور میں وہ پہلا شخص ہوں جس سے زمین پھٹے گی اور کوئی فخر نہیں ہے۔ (سنن ترمذی:۳۶۱۵، مسند احمد ج ۲ ص ۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر رہے تھے، انہوں نے بیان کیا: آپ آئے اور صحابہ کے قریب ہوئے اور ان کی باتیں سنیں، آپ نے سنا ان میں سے بعض کہہ رہے تھے: تعجب ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں سے خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا، اور دوسروں نے کہا: اور اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اپنا کلیم بنایا اور دوسرے نے کہا: پس حضرت عیسیٰ اللہ کی پسندیدہ روح ہیں اور ایک اور نے کہا: حضرت آدم اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے، آپ نے ان کو سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری باتیں سنی ہیں اور تمہارے تعجب کو سنا ہے، بے شک حضرت ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں، بے شک حضرت موسیٰ اللہ سے سرگوشی کرنے والے ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں، اور بے شک حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں اور اس کا کلمہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں، اور بے شک حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ بنایا اور وہ ایسے ہی ہیں، سنو! اور میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور اس پر فخر نہیں ہے، اور میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور فخر نہیں ہے اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے قیامت کے دن میری شفاعت قبول کی جائے گی اور فخر نہیں ہے، اور میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت کا دروازہ کھلوائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے کھول دے گا اور مجھ کو جنت میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے اور فخر نہیں ہے اور میں تمام اولین اور آخرین سے زیادہ مکرم ہوں اور فخر نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۱۶، سنن دارمی: ۴۸)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے کسی راستہ میں تھا، پس جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے آتا تو وہ کہتا "السلام علیك یا رسول الله"۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور فخر نہیں ہے، اور میں خاتم النبیین ہوں اور فخر نہیں ہے، اور میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور میں وہ ہوں جس کی سب سے پہلے شفاعت قبول کی جائے گی اور فخر نہیں ہے۔ (سنن دارمی: ۵۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میں وہ پہلا شخص ہوں جس سے قیامت کے دن زمین شق ہوگی اور فخر نہیں ہے اور مجھے حمد کا جھنڈا دیا جائے گا اور فخر نہیں ہے اور میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا اور فخر نہیں ہے اور میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور فخر نہیں ہے۔ الحدیث (سنن دارمی: ۵۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قامت متوسط تھی، آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھوڑا سا بُعد تھا، آپ کے بال کانوں کی لو تک آتے تھے، میں نے آپ کو سرخ رنگ کے حُلّہ میں دیکھا اور میں نے آپ سے زیادہ حسین شخص کوئی نہیں دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۳۵۵۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۷، سنن ترمذی: ۱۷۲۴، سنن نسائی: ۵۲۳۲، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۳، مسند احمد: ۱۸۰۰۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار کی مثل تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں چاند کی مثل تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۵۵۲، سنن ترمذی: ۳۶۳۶، مسند احمد: ۱۸۰۱۰)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے بعض صحابہ کے توقف کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک کی گئی تھی، یعنی اس کی پہلے کوئی منصوبہ بندی نہیں کی گئی تھی"۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فطرت میں حسنِ ولایت اور حسنِ رعایت کو رکھا تھا، اسی وجہ سے تمام انصار ان کی بیعت کے لیے جھک گئے، جب کہ وہ پہلے یہ چاہتے تھے کہ ان میں سے کوئی امیر ہو اور وہ کہتے تھے کہ تم لوگ تو ہمارے پاس آئے تھے، سبحان اللہ! جب مہاجرین ابتداءً آئے تو انصار نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا حتیٰ کہ انصار میں سے کوئی ایک یہ کہتا تھا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہوں اور تم اس سے نکاح کرلو، وہ اتنا ایثار کرتے تھے اور مہاجرین کی مدد کرتے تھے، لیکن اخیر میں شیطان نے ان میں سے بعض کے دل میں وسوسہ ڈالا اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ امارت ان کو ملنی چاہیے، انہوں نے کہا: تم ہمارے پاس مسافرت کی حالت میں آئے تھے اور ہم اہلِ مدینہ تھے، ہم نے تمہاری غم گساری اور مدد کی، اور میرا غالب گمان یہ ہے کہ منافقین نے ان کے دل میں وسوسے ڈالے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم اونٹوں پر دور دراز سفر کر کے بھی آؤ، تب بھی تمہیں ابوبکر کی مثل کوئی نہیں ملے گی، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے صحابہ کے دلوں کو جھکا دیا حتیٰ کہ بیعت کا معاملہ مکمل ہو گیا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں صرف حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا شامل نہیں ہوئیں اور ان کی حیات زیادہ طویل نہیں ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ گمان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو ان کو فدک کی وراثت نہیں دی تھی، یہ ان کا اجتہاد تھا حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو ان کو وراثت سے محروم کیا تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح حدیث کی وجہ سے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہم گروہِ انبیاء وارث نہیں بنائے جاتے، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے"۔ (صحیح البخاری: ۶۷۲۷، صحیح مسلم: ۱۷۵۸)

رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ، تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے پوشیدگی میں بیعت کی تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے پہلے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس وقت ناراض ہوئے تھے جب انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کریں اور آپ نے ارشاد فرمایا:

"فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جو چیز اس کو رنجیدہ کرے وہ مجھے رنجیدہ کرتی ہے"۔ (صحیح البخاری: ۳۷۱۴، صحیح مسلم: ۲۴۴۹)

اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوشیدہ طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور یہی بات زیادہ لائق ہے تا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جماعت صحابہ کے موقف سے خارج نہ ہوں۔

بہر حال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امت میں سب سے افضل ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے مسخر کر دیا اور کوئی ان کی بیعت سے الگ نہیں ہوا اور ان کے لیے خلافت مکمل ہو گئی۔ وللہ الحمد (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۹۴۔ ۲۰۲، ملخصاً وملتقطاً، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

اس حدیث میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا ذکر آ گیا ہے، اس لئے ہم ان کا تذکرہ بیان کر رہے ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی سوانح

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ، لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا پورا نام سعد بن دُلیم بن حارثہ بن حزیمہ ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے ابنِ حارثہ بن حرام بن ابی حزیمہ، اور یہ بھی کہا جاتا ہے ابنِ حارثہ بن حزیمہ بن ابی حزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن الخزرج بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج الاکبر الانصاری الخزرجی سید الخزرج ابوثابت، اور کہا جاتا ہے ابوقیس المدنی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

ان کی والدہ کا نام حضرت عمرہ بنت مسعود رضی اللہ عنہا ہے، اور بنتِ سعید بن عمرو بن زید بھی کہا جاتا ہے اور وہ بھی صحابیہ ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فوت ہوگئی تھیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے کے متعلق اختلاف ہے اور وہ العقبہ اور دیگر مشاہد میں حاضر ہوئے ہیں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور ان سے ان کے بیٹے اسحاق بن سعد بن عبادہ اور ابوامامہ اسعد بن سہل بن حُنیف اور الحسن البصری نے سننِ ابوداؤد اور سننِ نسائی میں احادیث روایت کی ہیں۔ اور سعید بن المسیب نے بھی ان سے سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں احادیث روایت کی ہیں۔ اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے سنن ترمذی میں ان سے احادیث روایت کی ہیں اور ان کے علاوہ اور دیگر نے بھی روایت کی ہیں۔

امام محمد بن سعد المتوفی ۲۳۰ھ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا طبقۂ اولیٰ کے ان صحابہ میں ذکر کیا ہے جو بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے اور انہوں نے کہا ہے کہ وہ غزوہ بدر میں نکلنے کے لیے تیار ہوئے تھے، پھر ان کو سانپ نے ڈس لیا، سو وہ ٹھہر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ سعد غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے لیکن وہ غزوۂ بدر میں حاضر ہونے پر بہت حریص تھے اور وہ عقبی اور نقیب، سید اور جواد تھے۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام بخاری اور امام ابوحاتم اور ابواحمد الحاکم اور امام ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور میرا گمان ہے کہ حافظ یوسف المزی نے جو ذکر کیا ہے وہ ان کے قلم کی لغزش ہے۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اور ''الطبقات الکبیر'' میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ زمانہ جاہلیت میں عربی لکھتے تھے اور عربوں میں لکھنے والے بہت کم تھے اور وہ بہت اچھی تیراکی کرتے تھے اور بہت اچھی تیراندازی کرتے تھے اور ان کو تیراکی اور تیراندازی میں الکامل کہا جاتا تھا۔ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور ان سے پہلے کئی آباء زمانہ جاہلیت میں گھروں پر نداء کرتے تھے کہ جو چربی اور گوشت کھانا پسند کرے وہ دُلیم بن حارثہ کے گھر پر آجائے۔

محمد بن عمر نے کہا: کہ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت المنذر بن عمرو اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہم جب اسلام لائے تو وہ بنو ساعدہ کے بتوں کو توڑتے تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ العقبہ میں ستر انصار کے ساتھ حاضر ہوئے اور ان سب کے جھنڈوں کے ساتھ تھے اور یہ بارہ نقباء میں سے ایک تھے، اور یہ سردار تھے اور جواد تھے۔

اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بدر کے مالِ غنیمت میں سے حصہ مقرر کیا تھا اور اس کا اجر عطا

فرمایا تھا۔

اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ احد میں حاضر ہوئے اور خندق میں اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں آئے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ آپ کی طرف ہر روز ثرید اور پکے ہوئے گوشت کو ایک ٹب میں ڈال کر بھیجتے تھے، یا دودھ اور سرکہ اور زیتون اور گھی کو ایک ٹب میں ڈال کر بھیجتے تھے اور گوشت بہت زیادہ بھیجتے تھے۔ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا ٹب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھروں میں گھومتا رہتا تھا، اور ان کی والدہ حضرت عمرہ بنت مسعود رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی، وہ مدینہ میں فوت ہوئیں اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غائب تھے آپ غزوہ دومۃ الجندل میں گئے ہوئے تھے اور یہ پانچ ہجری ربیع الاول کے مہینہ میں فوت ہوئی تھیں اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس غزوہ میں تھے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کی قبر پر گئے اور ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کیا، پس کہا کہ بے شک میری ماں فوت ہوگئی ہے اور ان پر نذر تھی کیا میں ان کی طرف سے ادا کروں؟ تو آپ نے فرمایا: ان کی طرف سے ادا کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۷۶۱، صحیح مسلم: ۱۶۳۸، سنن ترمذی: ۱۵۴۶، سنن نسائی: ۳۸۱۷، سنن ابوداؤد: ۳۳۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۲، مسند احمد: ۳۰۴۰، موطا امام مالک: ۱۰۲۵)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری ماں اچانک فوت ہوگئیں اور میری رائے ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو صدقہ کرتیں، کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف سے صدقہ کیا۔

(صحیح البخاری: ۱۳۸۸، صحیح مسلم: ۱۰۰۴، سنن نسائی: ۳۶۴۹، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۱، سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۷، مسند احمد: ۲۳۰۳۷، موطا امام مالک: ۱۴۹۰)

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! سعد کی ماں فوت ہوگئی، پس کون سا صدقہ کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی کا، تو انہوں نے کنواں کھود دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ سعد کی ماں کا کنواں ہے"۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۸۱)

مِقسم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ تمام مواطن میں مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتا تھا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتا تھا۔

حماد بن سلمہ نے از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ ابوسفیان (حملہ کرنے کے لیے) آرہا ہے تو آپ نے مشورہ کیا: پس ابوبکر نے گفتگو کی تو آپ نے ان سے اعراض کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی تو آپ نے ان سے اعراض کیا، پھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ہمارا ارادہ فرمارہے ہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں سمندر میں چھلانگ مارنے کا حکم دیں تو ہم سمندر میں

چھلانگ ماردیں گے اور اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم برک الغماد تک اپنے کلیجوں کو ماریں (یعنی سفر کر کے وہاں جائیں) تو ہم ضرور جائیں گے۔ (صحیح مسلم:۱۷۷۹، مسند احمد:۱۳۲۹۵)

اور جریر بن حازم نے بیان کیا ہے از محمد بن سیرین کہ رسول اللہ ﷺ جب شام ہوتی تو آپ اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو اہلِ صفہ کی طرف بھیجتے، کوئی مرد اہلِ صفہ میں سے ایک مرد کو لے جاتا، اور کوئی مرد دو مردوں کو لے جاتا، اور کوئی مرد تین مردوں کو لے جاتا حتیٰ کہ دس کا ذکر کیا، اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہر رات آل صفہ میں سے اسّی (۸۰) مردوں کو اپنے ساتھ لے جاتے اور ان کو شام کا کھانا کھلاتے۔

اور ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا منادی ان کے گھر پر نداء کرتا: جو شخص چربی یا گوشت کھانے کا ارادہ کرے وہ سعد کے پاس آ جائے۔

اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مناقب اور فضائل بہت زیادہ ہیں۔

ابو عمرو بن عبدالبر نے بیان کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے الگ رہے، اور مدینہ سے نکل گئے اور پھر مدینہ واپس نہیں آئے یہاں تک کہ شام کی جگہ حوران میں فوت ہو گئے، یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ڈھائی سال بعد کا ہے اور سن ۱۵ ہجری تھا اور دوسرا قول ہے کہ سن ۱۴ ھ تھا اور ایک تیسرا قول ہے: بلکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۱۱ ھ میں فوت ہوئے، اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اپنے غسل خانے میں فوت شدہ پائے گئے، ان کا جسم سبز رنگ کا ہو گیا، اور ان کی موت کا پتا نہ چلا حتیٰ کہ لوگوں نے سنا کہ کوئی کہنے والا شعر پڑھ رہا ہے اور اس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اس شعر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے سید الخزرج سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا اور ان پر دو تیر مارے جنہوں نے ان کے دل سے خطاء نہیں کی، اور کہا جاتا ہے کہ جن نے ان کو قتل کر دیا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا ذکر صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں متعدد مقامات پر ہے، اور سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ نے ان کی روایات ذکر کی ہیں۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۷ ص ۹۵۔ ۹۲ ملخصاً، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ بن دُلیم بن حارثہ الخزرجی رضی اللہ عنہ، خزرج کے سردار تھے اور تمام مشاہد میں انصار کا جھنڈا اٹھانے والے تھے۔ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ وہ بدر میں حاضر تھے، اسی طرح ابن عیینہ نے کہا ہے۔ اور محمد بن سعد نے کہا کہ وہ غزوہ بدر میں نکلنے کے لیے تیار ہوئے تو ان کو سانپ نے ڈس لیا، پھر وہ ٹھہر گئے اور وہ العقبہ کے نقیبوں میں سے تھے، وہ سردار تھے، جواد تھے، عربی لکھتے تھے اور بہترین تیراک اور تیرانداز تھے، اسی وجہ سے انہیں الکامل کہا جاتا تھا۔ ان سے کئی احادیث مروی ہیں، وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے الگ رہے اور مدینہ سے چلے گئے اور مدینہ کی طرف نہیں لوٹے حتیٰ کہ جن نے ان کو قتل کر دیا دمشق کے علاقہ حوران میں ۱۵ ہجری میں، اور الفلاس نے کہا: ۱۴ ہجری میں اور ابو عبید نے کہا: ۱۶ ہجری میں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱ ص ۴۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے متعلق احادیث

علامہ عزالدین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجوزی المتوفی ٦٣٠ ھ لکھتے ہیں:

قیس بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر میں ہم سے ملنے آئے، آپ نے فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ! تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آہستہ آواز سے جواب دیا، قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے؟ تو انہوں نے کہا: آپ کو رہنے دو آپ ہم کو زیادہ سلام کریں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: السلام! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ کر جانے لگے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے گئے اور کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کا سلام سن رہا تھا اور آپ کو آہستہ آواز سے جواب دے رہا تھا تاکہ آپ ہم کو زیادہ مرتبہ سلام کریں، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس آئے، پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل کرنے کے لیے کہا، سو آپ نے غسل کیا، پھر انہوں نے آپ کو زعفران یا سرخ رنگ کی ایک چادر دی جس کو آپ نے لپیٹ لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! اپنی صلوات کو اور اپنی رحمتوں کو سعد بن عبادہ پر نازل فرما!

(مسند احمد ج ٣ ص ٤٢١، المعجم الکبیر للطبرانی ج ١٨ ص ٣٥٤، ابن عساکر ج ٦ ص ٨٩، کنز العمال: ٢٥٩٨٧، ٣٣٣٢٩)

غزوۂ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن (ایک کافر سردار) کو مدینہ کے پھلوں کے تیسرے حصہ کی پیش کش کی تاکہ وہ اپنے ساتھ غطفان کو لے کر مدینہ کا محاصرہ چھوڑ کر واپس چلے جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں کو چھوڑ کر حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے اس پیش کش کے متعلق مشورہ کیا، تو ان دونوں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کام کا حکم دیا گیا ہے تو آپ اس کو کیجئے، اور اگر اس کے سوا کوئی اور حکم دیا گیا ہے تو اللہ کی قسم! ہم ان کو تلوار کے سوا اور کچھ نہیں دیں گے، (یعنی ہم صرف تلوار سے ان پر حملہ کریں گے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کسی چیز کا حکم نہیں دیا گیا، یہ صرف میری رائے ہے جو میں نے تمہارے سامنے پیش کی ہے، تو ان دونوں نے کہا: یا رسول اللہ! ان لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں ہم سے کوئی طمع نہیں رکھی تو آج وہ ہم سے کیسے طمع رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے ہمیں ہدایت دی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی باتوں سے خوش ہوئے۔

اور فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا، پس وہ اس جھنڈے کے ساتھ ابوسفیان کے پاس سے گزرے اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اسلام لا چکے تھے، تو ان سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: آج کا دن الملحمۃ (گھمسان کی جنگ) کا دن ہے، اور آج کے دن اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل کرے گا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے لشکر کے پاس سے گزرے تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے آپ کو نداء کی اور کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنی قوم کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا یہ زعم ہے کہ وہ ہم کو قتل کر دیں گے، اور حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم اس سے محفوظ نہیں ہیں کہ سعد قریش میں للکاریں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوسفیان! آج کا دن مرحمۃ (رحم کا) دن ہے، آج کے دن اللہ تعالیٰ قریش کو عزت دے گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے جھنڈا لے لیا اور ان کے بیٹے قیس بن سعد کو دے دیا اور دوسرا قول ہے کہ جھنڈا حضرت زبیر بن العوام کو دے دیا اور تیسرا قول ہے کہ جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا

اور وہ جھنڈا لے کر مکہ میں داخل ہو گئے ۔ (ابن عساکر ج ٦ ص ۴۰۴، کنز العمال، الحدیث: ۳۰۱۷۳)

اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بہت غیرت دار تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو یہ ارشاد ہے: "بے شک سعد بہت غیرت والے ہیں اور میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ غیرت والا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو اس سے غیرت آتی ہے کہ اس کی حدود کو توڑا جائے"۔ (صحیح مسلم: ۱۴۹۸، الرقم المسلسل: ۳۶۵۴)

ابن سیرین نے کہا: جس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر پیشاب کر رہے تھے اس وقت انہوں نے ٹیک لگائی، پس فوت ہو گئے، ان کو جن نے قتل کر دیا اور ان کے متعلق دو شعر کہے۔

کہا گیا ہے کہ دمشق کی ایک بستی المنیحۃ ہے اور وہاں ان کی قبر ہے اور وہ مشہور ہے اور آج تک اس قبر کی زیارت کی جاتی ہے۔

(اسد الغابہ، ج ۲ ص ۴۴۱۔ ۴۴۳، ملخصاً و ملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے وہ تمام امور لکھے ہیں جن کو ہم نے حافظ یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ سے اور علامہ ابن الاثیر سے نقل کر چکے ہیں، البتہ انہوں نے درج ذیل حدیث کو ذکر کیا ہے:

امام ابو یعلیٰ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے انصار کو جزائے خیر عطا فرمائے خاص طور پر عبد اللہ بن عمرو بن حرام کو اور سعد بن عبادہ کو۔

(الاصابہ ج ۳ ص ۵٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی المتوفی ۴٦۳ھ لکھتے ہیں:

دُلیم جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دادا تھے، وہ مناۃ کے بُت کی طرف ہر سال دس اونٹ بھیجتے تھے، پھر ان کے والد عُبادہ بھی اسی طرح دس اونٹ بھیجتے تھے، پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح دس اونٹ بھیجتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا، پھر ان کے بیٹے قیس نے کعبہ کی طرف اونٹوں کو ہدیہ کیا۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو عُبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، ان دونوں نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ سے کہا: ہم نے عزم کیا ہے کہ تم نحر نہ کرو، تو انہوں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی اور نحر کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: یہ سخاوت کے گھر میں سے ہے۔

حافظ ابو عمر بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو خندق کے دن بلایا اور ان سے مشورہ کیا، کیونکہ آپ نے اس دن ارادہ کیا تھا کہ عیینہ بن حصن کو مدینہ کی کھجوریں عطا فرمائیں، اور اس دن آپ نے ارادہ کیا تھا کہ آپ ان کو مدینہ کے پھلوں کا تیسرا حصہ دیں گے تاکہ وہ اپنے ساتھ غطفان کو لے کر چلے جائیں اور کفار کی جماعتیں رسوا ہو جائیں، (غزوہ خندق میں کفار کی تمام جماعتوں نے مل کر مدینہ پر حملہ کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ عیینہ بن حصن کو مدینہ کی کھجوریں پیش کریں اور وہ اپنے ساتھ غطفان کو لے کر کفار کی جماعتوں سے نکل جائے تاکہ کفار کی جماعتیں کمزور ہو جائیں) تو عیینہ نے کہا: وہ مدینہ کی آدھی کھجوروں سے کم نہیں لیں گے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما

کو بلایا نہ کہ باقی انصار کو، کیونکہ وہ دونوں اپنی قوم کے سردار تھے، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اوس کے سردار تھے اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ خزرج کے سردار تھے، آپ نے ان دونوں سے اس کے متعلق مشورہ کیا، سو ان دونوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ کو کسی چیز کا حکم دیا گیا ہے تو آپ اس کو بجالائیں اور اگر اس کے سوا کوئی بات ہے تو اللہ کی قسم! ہم ان کفار کو تلوار کے سوا اور کوئی چیز نہیں دیں گے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کسی چیز کا حکم نہیں دیا گیا ہے، اور اگر مجھے کسی چیز کا حکم دیا جاتا تو میں تم سے مشورہ نہ کرتا، یہ محض میری رائے ہے جس کو میں نے تم پر پیش کیا ہے، سو ان دونوں نے کہا: اللہ کی قسم یارسول اللہ! ان لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں ہم سے کسی چیز کی طمع نہیں رکھی آج کیسے یہ ہم سے طمع رکھیں گے، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ کے سبب سے ہدایت دی ہے اور آپ کے سبب سے ہمیں وجاہت اور عزت دی ہے اور اللہ کی قسم! ہم ان کو صرف تلوار دیں گے (یعنی تلوار سے ان پر حملہ کریں گے) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوش ہوئے اور ان دونوں کے حق میں دعا کی اور عیینہ بن حصن اور اس کے ساتھیوں سے کہا: واپس جاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف تلوار ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات آواز بلند کر کے فرمائی۔

(الاستیعاب ج ۲ ص ۱۶۲۱۔ ۱۶۳، ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

۳۳۔ بَابٌ: اَلْبِكْرَانِ يُجْلَدَانِ وَيُنْفَيَانِ

دو کنواروں کو کوڑے لگائے جائیں گے اور شہر بدر کیا جائے گا

اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (النور:۲)

زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو، اور ان پر شرعی حکم نافذ کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے، اگر تم اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے ۝

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّ الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (النور:۳)

زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے نکاح کرے گا، اور زانیہ عورت صرف زانی مرد یا مشرک مرد سے نکاح کرے گی اور مومنوں پر اس (نکاح) کو حرام کر دیا گیا ہے ۝

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: رَاْفَةٌ فِيْ اِقَامَةِ الْحَدِّ.

ابن عیینہ نے کہا کہ ''رافۃ'' کا محمل یہ ہے کہ حد قائم کرنے میں ان کے اوپر رحم نہ کیا جائے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ دو کنواروں کو کوڑے مارے جائیں گے اور ان کو شہر بدر کیا جائے گا۔ ''بکران'' بکر کا تثنیہ ہے اور یہ وہ شخص ہے جس نے نکاحِ صحیح کے ساتھ جماع نہ کیا ہو، اور اس کو تثنیہ اس لیے لایا گیا ہے تا کہ یہ مرد اور عورت دونوں کو شامل ہو جائے۔ اور اس عنوان کے مطابق امام ابن ابی شیبہ نے از الشعبی از مسروق از ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حدیث ذکر کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں: ''ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ''یعنی ان پر شرعی حکم نافذ کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے۔ مجاہد نے بیان کیا: یعنی ان پر حد قائم کی جائے اور حد کو معطل نہ کیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۷۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام بخاری نے پہلی آیت یعنی النور: ۲، اس لئے ذکر کی تا کہ یہ ثابت ہو کہ کوڑے مارنے کا حکم اللہ عزوجل کی کتاب سے ثابت ہے، اور دوسری آیت یعنی النور: ۳ کا اس لیے ذکر کیا کہ اس کا ماقبل کے ساتھ تعلق ہے، کیونکہ زانی اور زانیہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ دو جنسیں ہیں جو پاک دامن مرد اور پاک دامن عورت کے مخالف ہیں، پھر اس کی طرف اس سے اشارہ کیا کہ زانی مرد سے صرف زانی عورت نکاح کرے، یعنی زانی مرد نیک اور پاک دامن عورتوں سے نکاح کا ارادہ نہ کرے، اسی طرح زانیہ عورت نیک اور پاک دامن مرد سے نکاح کا ارادہ نہ کرے۔

مجاہد نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں زنا کرتی تھیں، پھر مسلمان مرد ان سے نکاح کا ارادہ کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی، اسی طرح الزہری اور قتادہ نے کہا ہے۔ اور سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ یہ آیت درج ذیل آیت سے منسوخ ہو گئی:

وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْؕ اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۲﴾ (النور: ۳۲)

اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو، اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا، اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اور اللہ وسعت والا بہت جاننے والا ہے O

اس آیت میں عموم اور اطلاق کے ساتھ حکم دیا ہے کہ اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو، اور یہ نہیں فرمایا کہ پاک دامن اور نیک مردوں کا زانی عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ یا زانی عورتوں کا پاک دامن اور نیک مردوں سے نکاح نہ کرو، اس آیت کے عموم اور اطلاق سے یہ النور: ۳ منسوخ ہو گئی ہے۔

النور: ۲ جس میں یہ حکم دیا ہے کہ زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، یہ آیت النساء: ۱۵ کے لیے ناسخ ہے جس میں مذکور ہے:

وَ الّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰى یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ (النساء: ۱۵)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان کے خلاف اپنے چار (مسلمان) مردوں کی گواہی طلب کرو، پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں میں مقید رکھو حتیٰ کہ انہیں موت آ جائے، یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی (اور) راہ پیدا کر دے O

اور النور: ۲ کے اخیر میں فرمایا ہے: ''وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲﴾'' (ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے)، اس آیت میں فرمایا ہے کہ زانیہ عورت اور زانی مرد کو کوڑے مارتے وقت مومنین کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے۔

اس میں اختلاف ہے کہ اس جماعت میں کتنے حاضرین ہونے چاہئیں۔ ابراہیم النخعی اور مجاہد سے روایت ہے کہ ان کا کم سے

کم عدد ایک مرد ہے۔ اور عطاء اور عکرمہ سے روایت ہے دو مرد یا اس سے زیادہ ہوں، اور الزہری سے منقول ہے تین مرد یا اس سے زیادہ ہوں۔ اور ابن زید سے منقول ہے چار مرد ہوں اور اتنا عدد ہو جن کی شہادت زنا میں قبول کی جاتی ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''ابن عیینہ نے کہا کہ حدود قائم کرتے وقت تمہیں ان پر رحم نہ آئے''۔

یعنی سفیان بن عیینہ نے ''وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ'' (النور: ۲) کی تفسیر میں کہا: اس کا معنی ہے: حد قائم کرتے وقت ان پر رحم نہ آئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۔۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۳۱۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَأْمُرُ فِيمَنْ زَنَى وَلَمْ يُحْصَنْ جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از زید بن خالد الجہنی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ یہ حکم دیتے تھے کہ جس نے زنا کیا ہو اور وہ شادی شدہ نہ ہو تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے۔

(صحیح البخاری: ۲۶۴۹، ۲۳۱۵، ۲۳۱۴، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

صحیح البخاری: ۶۸۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے مارنے کا حکم دیا ہے، اور یہی باب کا عنوان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد العزیز کا ذکر ہے، اور وہ ابن ابی سلمہ الماجشون ہیں۔

یہ حدیث کتاب الشہادات میں از یحییٰ بن بکیر گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

ایک سال شہر بدر نہ کرنے پر علامہ ابن الملقن شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

''التوضیح لشرح الجامع الصحیح'' میں علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک کنوارے مرد کو

کوڑے لگائے جائیں اور اس کے ساتھ ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے اور یہ حدیث امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے خلاف حجت ہے، کیونکہ وہ ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا انکار کرتے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ نے ظاہرِ قرآن سے استدلال کیا ہے، کیونکہ ظاہرِ قرآن میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے، شہر بدر کرنے کا حکم نہیں ہے۔

اور امام مالک نے کہا ہے: کنوارے آزاد کو شہر بدر کیا جائے گا اور عورت اور غلام کو شہر بدر نہیں کیا جائے گا۔

اور ثوری اور اوزاعی اور امام شافعی نے کہا ہے کہ عورت اور مرد دونوں کو شہر بدر کیا جائے گا، اور غلام کو شہر بدر کرنے کے متعلق امام شافعی کے قول میں اختلاف ہے۔ اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک فقط عورت کو شہر بدر نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم ہو۔

جس شہر کی طرف نکالا جائے، اس شہر کی مسافت کے متعلق فقہاء کے اقوال

اور اس میں اختلاف ہے کہ کتنی مسافت پر شہر بدر کرنا چاہیے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: فدک کی طرف (یعنی مدینہ سے فدک کی طرف) شہر بدر کرنا چاہیے، اور اسی کی مثل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سے مروی ہے۔ اور عبدالملک کا بھی یہی قول ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ مدینہ کی پڑوس کی مثل۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوفہ سے بصرہ تک کی مسافت، اور الشعبی نے کہا: اس کو شہر بدر کرے اس کے شہر سے دوسرے شہر کی طرف۔

اور امام مالک نے کہا: ایک سال تک دوسرے شہر میں اس کو قید کیا جائے تاکہ وہ اس شہر کی طرف واپس نہ آسکے جس سے اس کو شہر بدر کیا گیا ہے۔ اور امام احمد سے منقول ہے کہ اتنی مسافت کی مقدار میں شہر بدر کیا جائے جتنی مسافت میں نماز کو قصر کیا جاتا ہے، اور ابوثور نے کہا: ایک میل اور اس سے کم کی مسافت میں شہر بدر کیا جائے۔ اور علامہ ابن المنذر نے کہا: اس کے لیے اتنی مسافت کی مقدار کافی ہے جس پر شہر بدر ہونے کا اطلاق ہو جائے خواہ مسافت کم ہو یا زیادہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۳۲۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ غَرَّبَ ثُمَّ لَمْ تَزَلْ تِلْكَ السُّنَّةَ۔

ابن شہاب نے کہا: اور مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شہر بدر کیا، پھر ہمیشہ یہ سنت قائم رہی۔

(سنن الترمذی: ۱۴۳۸، سنن نسائی: ۵۶۷۶)

صحیح البخاری: ۶۸۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق سندِ مذکور کے ساتھ موصول ہے، یعنی محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر بن العوام نے خبر دی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شہر بدر کیا۔

لیکن یہ تعلیق منقطع ہے، کیونکہ عروہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، لیکن یہ تعلیق ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

امام ترمذی نے اس کی روایت کی ہے کہ مجھے ابوکریب اور یحییٰ بن اکثم ان دونوں نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن ادریس نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا۔ اور بے شک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا اور بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا۔ (سنن ترمذی: ۱۴۳۸)

کوڑے مارنے اور شہر بدر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابوعیسیٰ ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث غریب ہے، اس کو متعدد راویوں نے از عبداللہ بن ادریس روایت کیا ہے اور اس کو مرفوع بیان کیا ہے، اور بعض راویوں نے اس حدیث کو از عبداللہ بن ادریس روایت کیا از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا۔

اسی طرح اس حدیث کی محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس طرح کیا، اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شہر بدر کرنا ثابت ہے، اس حدیث کی حضرت ابوہریرہ نے، حضرت خالد نے اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہم اور دیگر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے اہلِ علم کا اس حدیث پر عمل رہا ہے؛ ان میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر اور دیگر ہیں رضی اللہ عنہم۔

اسی طرح متعدد فقہاء تابعین کا بھی اس پر عمل رہا ہے، اور یہی سفیان ثوری کا، امام مالک بن انس کا، عبداللہ بن مبارک کا، امام شافعی کا اور امام احمد کا اور اسحاق کا قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۶۰۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: پھر شہر بدر کرنے کی سنت قائم رہی اور امام عبدالرزاق نے امام مالک سے روایت کی ہے: پھر ہمیشہ یہ سنت رہی حتیٰ کہ مروان نے شہر بدر کیا، پھر لوگوں نے اس کو ترک کر دیا یعنی اہلِ مدینہ نے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۔ ۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۴۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَضَى فِيمَنْ زَنَى وَلَمْ يُحْصَنْ بِنَفْيِ عَامٍ بِإِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فیصلہ کیا جس نے زنا کیا اور وہ غیر شادی شدہ تھا، اس پر حد قائم کر کے اسے ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

صحیح البخاری: ۶۸۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں کنوارے کو کوڑے مارنے اور شہر بدر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عقیل کا ذکر ہے، یہ عقیل بن خالد ہیں۔

اس حدیث کی امام نسائی نے کتاب الرجم میں روایت کی ہے از محمد بن رافع۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۳۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

طائفۃ اور جماعت کے متعلق متعدد اقوال اور روایات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (النور: ۲)

زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو، اور ان پر شرعی حکم نافذ کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے، اگر تم اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے ۝

اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ "ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے"۔

اس جماعت کی مقدار کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ یہ چار افراد ہونے چاہئیں، اور زجاج نے کہا کہ ایک فرد کو الطائفۃ اور جماعت نہیں کہتے، اور دو سے کم نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ اہلِ لغت کے قول کے خلاف نہیں ہے کیونکہ طائفۃ کا معنی ہے "قطعۃ" یعنی ٹکڑا، کہا جاتا ہے "میں نے بکری سے ایک قطعہ کھایا" یعنی گوشت کا ایک ٹکڑا کھایا، اور مجاہد نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہا ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا (الحجرات: ۹)

اور اگر مومنوں کے دو گروہ باہم جنگ کریں۔

مجاہد نے کہا: یہ دو مرد تھے جو لڑ رہے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ دو مردوں پر بھی طائفۃ کا اطلاق آتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۲۳۴ ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

الحجرات: ۹ کی تفسیر از مصنف

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور بعد میں بھی مسلمانوں کے دو فریقوں میں جنگ ہوئی، اور ظاہر ہے کہ ان متحارب فریقوں میں سے ایک حق پر تھا اور دوسرا باطل پر تھا، اس کے باوجود ان دونوں فریقوں کو مسلمان ہی قرار دیا گیا، اور ان کے درمیان صلح کرائی گئی یا صلح کرانے کی کوشش کی گئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا (جب آپ ابتداءً مدینہ منورہ تشریف لائے تھے:) اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں (تو اچھا ہو)، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر سوار ہو کر اس کے پاس گئے، مسلمان بھی آپ کے ہمراہ گئے، وہ بنجر زمین تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: مجھ سے دور ہٹو، تمہاری سواری کی بدبو مجھے ایذاء پہنچا رہی ہے، آپ کے ساتھ جو انصاری مسلمان تھے ان میں سے ایک نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی بو تم سے بہت اچھی ہے، عبداللہ بن ابی کی قوم کا ایک شخص یہ سن کر غصہ میں آ گیا اور اس انصاری کو گالی دی، پھر دونوں طرف سے فریق غضب میں آ گئے اور ایک دوسرے کو ڈنڈوں، ہاتھوں اور جوتوں سے مارنے لگے، پھر ہم کو یہ خبر پہنچی کہ ان دونوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۲۶۹۱)

میں کہتا ہوں: اس روایت پر یہ اعتراض ہوگا کہ یہ جنگ مسلمانوں کے دو فریقوں کے درمیان نہیں تھی بلکہ ایک فریق مسلمانوں کا تھا اور دوسرا فریق منافقوں کا تھا، لہٰذا اس حدیث کو اس آیت کے شانِ نزول میں بیان کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ اس کے متعلق دوسری روایت یہ ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ قباء آپس میں لڑ پڑے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھراؤ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: چلو ہم ان کے درمیان صلح کرا دیں۔ (صحیح البخاری: ۲۶۹۳)

جب اہلِ شام اور اہلِ عراق میں جنگ تیار تھی، ایک طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج تھی اور دوسری طرف حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی فوج تھی، اس وقت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خلافت سے دستبردار ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی اس صلح کی پیشگوئی کر دی تھی۔

امام بخاری حسن بصری سے روایت کرتے ہیں: میں نے سنا ہے اللہ کی قسم! جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں پہاڑوں جیسا لشکر لے کر آئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مخالفین کو مارے بغیر نہیں لوٹے گا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اور اللہ کی قسم! اور وہ دونوں آدمیوں میں زیادہ بہتر تھے اے عمرو! اگر اس لشکر نے اس لشکر کو قتل کر دیا اور اس لشکر نے اس لشکر کو قتل کر دیا تو لوگوں پر حکمرانی کے لیے کون میرا ساتھ دے گا؟ اور لوگوں کی عورتوں کی حفاظت کے معاملہ میں کون میرا ساتھ دے گا، اور لوگوں کے بچوں کے نگہداشت کے لیے کون میرا ساتھ دے گا؟ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس قبیلہ بنو شمس کے دو آدمی بھیجے، عبدالرحمن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز، ان سے

کہا کہ تم دونوں اس شخص (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے (صلح کی) پیشکش کرو، تم دونوں ان سے بات کرو اور فیصلہ ان پر چھوڑ دو، وہ دونوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے گفتگو کی اور فیصلہ ان پر چھوڑ دیا، پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا: ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور ہم کو اس مال سے حصہ ملا ہے اور ہمارے ساتھ جو لشکر ہے یہ خوں ریزی میں طاق ہے، ان دونوں نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اتنے اور اتنے مال کی پیشکش کی ہے، وہ آپ سے صلح کے طلب گار ہیں اور انہوں نے فیصلہ آپ پر چھوڑ دیا ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لیے اس کا کون ضامن ہوگا؟ ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اس کے ضامن ہیں، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جس چیز کا بھی سوال کیا تو ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اس کے ضامن ہیں، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی، پھر حضرت حسن بصری نے کہا: میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو کی طرف تھے، اور آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور آپ فرما رہے تھے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے، اور ہو سکتا ہے کہ اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے۔

(صحیح البخاری: ۲۷۰۴، سنن ابوداؤد: ۴۶۶۲، سنن ترمذی: ۳۷۷۳، المعجم الکبیر: ۲۵۹۰، مسند الحمیدی: ۷۹۳، سنن کبریٰ: ۱۷۱۸۱، المستدرک ج ۳ ص ۱۷۴۔۱۷۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر مسلمان، مسلمانوں سے جنگ کریں تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے جب کہ دونوں فریق تاویل اور اجتہاد سے جنگ کر رہے ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۱)

اس حدیث میں جو وعید ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب وہ تاویل اور اجتہاد کے بغیر جنگ کر رہے ہوں۔

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو اہلِ کوفہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بیعت کر لی اور اہلِ شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی، پھر حضرت معاویہ اہلِ شام کے ساتھ کوفہ کو فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اہلِ عراق کے ساتھ روانہ ہوئے، پھر ارضِ کوفہ کی ایک منزل پر دونوں کا آمنا سامنا ہوا، پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ اہلِ عراق کی کثرت کو دیکھا، پھر انہوں نے نداء کی کہ اے معاویہ! میں نے اللہ کے پاس جو اجر ہے اس کو اختیار کر لیا ہے، پس اگر یہ خلافت تمہارا حق ہے تو مجھے اس میں تم سے نزاع نہیں کرنا چاہیے اور اگر یہ خلافت میرا حق ہے تو میں نے یہ تم کو دے دی۔

۴۳۔ بَابُ: نَفْيِ أَهْلِ الْمَعَاصِي وَالْمُخَنَّثِينَ

نافرمانوں اور ہیجڑوں کو شہر بدر کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اہلِ معاصی کو شہر بدر کرنے کا بیان ہے، اور معاصی، معصیت کی جمع ہے جس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، اور مخنث اس کو کہتے ہیں جو اپنی باتوں میں اور اپنے افعال میں عورتوں کی مشابہت کرتا ہو (بلکہ اپنے لباس میں بھی عورتوں کی مشابہت کرتا ہو)۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس باب کو منعقد کرنے سے غرض یہ ہے کہ اس پر تنبیہ کی جائے کہ جس پر حد نہیں ہے، اس کو بھی شہر بدر کرنا ثابت ہے، تو جس پر حد ہو تو اس کو شہر بدر کرنا بطریقِ اولیٰ ثابت ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس ترکیب سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کسی بھی معصیت کے ارتکاب کی وجہ سے شہر بدر کرنا جائز ہے اور باب کا عنوان بھی اس پر دلالت کرتا ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ شہر بدر کرنا صرف تین کے لیے جائز ہے: کنوارا زنا کرنے والا ہو، اور ہیجڑا اور ڈاکو۔

اور ہیجڑا جب لایا جائے تو اس کو فاعل کے ساتھ رجم کیا جائے۔ امام مالک کے نزدیک خواہ اس کا فاعل شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو، اور امام شافعی کہتے ہیں: اگر وہ غیر شادی شدہ ہے تو اس پر حد ہے، اور اسی طرح امام مالک کے نزدیک ہے جب کہ وہ دونوں کافر ہوں یا دونوں غلام ہوں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جس کو رجم کیا جائے، اس کو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھایا جائے، پھر اس کے اوپر پتھر مارے جائیں اور یہ بھی رجم کی ایک قسم ہے اور اس کا کرنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اس میں حد نہیں ہے، اس میں صرف تعزیر ہے، اور ہمارے بعض اصحابِ احناف سے منقول ہے کہ جب وہ بار بار یہ فعل کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور جس حدیث میں مذکور ہے "فاعل اور مفعول بہ کو رجم کردو" اس میں کلام کیا گیا ہے۔ اور بعض اہلِ ظاہر نے یہ کہا ہے کہ جو شخص یہ برا کام کرے، اس پر کوئی سزا نہیں ہے۔ اور علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ صحت سے بہت دور قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۳۴۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ وَأَخْرَجَ فُلَانًا وَأَخْرَجَ عُمَرُ فُلَانًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو مخنث بنتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مرد بنتی ہیں، آپ نے فرمایا: ان کو اپنے گھروں سے نکال دو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کو نکال دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلاں کو نکال دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۸۵، ۵۸۸۶، ۶۸۳۴، سنن ترمذی: ۲۷۸۴، سنن ابوداؤد: ۴۹۰۷، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۴، مسند احمد: ۳۱۴۱)

صحیح البخاری: ۶۸۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں مخنثین پر لعنت کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، یہ الدستوائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ ابن ابی کثیر ہیں۔

یہ حدیث کتاب اللباس میں گزر چکی ہے۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو کتاب الادب میں از مسلم بن ابراہیم روایت کیا ہے اور امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی کتاب الادب میں روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''والمترجلات'' یعنی جو عورتیں مردوں کے ساتھ تکلف سے مشابہت کرتی ہیں، اور یہ در حقیقت مخنثین کی ضد ہے، کیونکہ مخنثین عورتوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اخرج فلان'' ابوذر کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلاں کو نکالا، اس بناء پر پہلے ''اخرج'' کا فاعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے ''اخرج'' کا فاعل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اور ابوذر کے علاوہ دوسروں کی روایت میں دونوں کا فاعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکالا تھا، اس کا نام ابوذویب تھا۔ اور دوسرا قول ہے اس کا نام جعدہ السلمی تھا۔ اور اسماعیل بن مسلم سے روایت ہے کہ امیہ بن یزید الاسدی کو نکالا تھا، جو مزینہ کا آزاد شدہ غلام تھا اور یہ دونوں (یعنی جعدہ السلمی اور ابوذویب) مدینہ میں کھانے کی ذخیرہ اندوزی کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۳۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نافرمانوں اور قوم لوط کا عمل کرنے والوں پر لعنت اور تعزیر کا بیان

شارع علیہ السلام نے مخنثین پر لعنت فرمائی ہے اور ان کو گھروں سے نکالنے کا حکم دیا ہے، اس میں یہ دلیل ہے کہ جس سے یہ خطرہ ہو کہ اس سے لوگوں کے دین اور دنیا میں کوئی فتنہ پیدا ہوگا، اس پر لعنت کی جائے اور اس کو گھروں سے نکال دیا جائے اور اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پس لکڑیاں جمع کی جائیں، پھر میں نماز کا حکم دوں، سو اس کی اذان دی جائے، پھر میں کسی مرد کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر ان مردوں کے گھروں کو دیکھوں جو نماز پڑھنے کے لیے حاضر نہیں ہوتے تو ان کے گھروں میں آگ لگا دوں، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر ان لوگوں کو یہ پتا ہو کہ انہیں کوئی گوشت والی ہڈی ملے گی یا دو ہڈیاں ملیں گی تو یہ عشاء کی نماز میں حاضر ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ۴۶۴۴، صحیح مسلم: ۱۶۵۱، سنن ترمذی: ۲۷۱۷ـ سنن نسائی: ۸۴۸۸، سنن ابوداؤد: ۵۴۸۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۷۰، مسند احمد: ۸۶۷۳، موطا امام مالک: ۲۹۲، سنن دارمی: ۱۲۷۴)

اس حدیث سے بابِ مذکور کی تائید اس لیے ہوتی ہے کہ اس حدیث میں جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں اور نافرمانوں کے گھروں میں آگ لگانے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا۔

اور مخنثین کے متعلق فقہاء نے کہا ہے کہ اگر وہ بار بار یہ فعل کریں تو ان کو قتل کر دیا جائے، اور اس کی اصل درج ذیل حدیث ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو تم قومِ لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول بہ کو قتل کر دو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۶۲، سنن ترمذی: ۱۴۵۶، سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۱)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر کنوارا لوطیہ پر پکڑا جائے تو اس کو رجم کر دیا جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۶۳، امام ابوداؤد نے کہا: یہ حدیث ضعیف ہے)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۳۸ـ۲۳۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۳۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورتوں کی مشابہت کرنے والے ہیجڑوں کی سزا کا بیان

علامہ ابن بطال مالکی المتوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: امام بخاری نے اس عنوان کو زانی کو شہر بدر کرنے کے عنوان کے بعد قائم کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ جس نافرمانی میں حد نہیں ہے جب اس میں شہر بدر کرنا مشروع ہے تو جس نافرمانی میں حد ہے، اس میں شہر بدر کرنا بطریقِ اولیٰ ہوگا۔ پس سنتِ ثابتہ قیاس سے موکد ہو جائے گی تاکہ اس کے ساتھ ان پر رد کیا جائے جو سنتِ ثابتہ کا قیاس سے معارضہ کرتے ہیں، پس جب دو قیاس متعارض ہوں گے تو سنت بلا معارض باقی رہے گی۔

اگر ہیجڑا فقط عورتوں کی مشابہت کرتا ہو تو اس کو شہر بدر کیا جائے گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس عنوان سے امام بخاری نے اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کو رجم کر دیا جائے، کیونکہ اس حدیثِ صحیح میں صرف شہر بدر کرنے کا حکم ہے۔

اور امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہیجڑے کو لایا گیا جس نے اپنے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی لگائی ہوئی تھی تو آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ تو بتایا گیا کہ یہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے، تو آپ نے اس کو شہر بدر کرنے کا حکم دیا تو اس کو نقیع کی طرف نکال دیا گیا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۹۰۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۳۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہیجڑوں پر وعید کا سبب

مخنث سے مراد وہ ہیجڑے ہیں جو اپنی باتوں میں اور اپنی ہیئات میں اور اپنے لباس میں اور اپنی چال ڈھال میں عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔ اور جو عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں، ان پر بھی لعنت فرمائی ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی خلقت کی ضد کو اختیار کر رہا ہے، پس عورت یہ چاہتی ہے کہ اپنے آپ کو مرد بنائے اور مرد یہ چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو عورت بنائے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جبلی خلقت کو متغیر کرنا ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی عورتوں پر اور گدوانے والی عورتوں پر اور چہرہ کے بال اکھاڑنے والیوں پر اور دانتوں میں جھری کروانے والیوں پر لعنت فرمائی ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی خلقت کو متغیر کرنا ہے۔ اور عورت کا مرد بننا یا مرد کا عورت بننا یہ اس سے زیادہ شدید فساد ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۰۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۳۵۔ بَابٌ: مَنْ أَمَرَ غَيْرَ الْإِمَامِ بِإِقَامَةِ الْحَدِّ غَائِبًا عَنْهُ

جب امام غائب ہو تو اس نے کسی دوسرے کو حد قائم کرنے کا حکم دیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب امام غائب ہو تو وہ کسی دوسرے کو حد قائم کرنے کا حکم دے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۳۵، ۶۸۳۶۔ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ جَالِسٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اقْضِ بِكِتَابِ اللهِ فَقَامَ خَصْمُهُ فَقَالَ صَدَقَ اقْضِ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ بِكِتَابِ اللهِ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ بِمِائَةٍ مِنَ الْغَنَمِ وَوَلِيدَةٍ ثُمَّ سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَزَعَمُوا أَنَّ مَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ أَمَّا الْغَنَمُ وَالْوَلِيدَةُ فَرَدٌّ عَلَيْكَ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَأَمَّا أَنْتَ يَا أُنَيْسُ فَاغْدُ عَلَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عبید اللہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ اعراب میں سے ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے، اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کیجئے، تو اس کا فریق مخالف کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اس نے سچ کہا، یارسول اللہ! اس کے لیے کتاب اللہ سے فیصلہ کیجئے، بے شک میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا، اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا، تو مجھے لوگوں نے خبر دی کہ میرے بیٹے کو رجم کیا جائے گا تو میں نے ایک سو بکریاں اور باندی فدیہ میں دی، پھر میں نے اہل علم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: جو میرے بیٹے کی سزا ہے وہ سو کوڑے

امْرَأَةِ هٰذَا فَارْجُمْهَا فَغَدَا اُنَيْسٌ فَرَجَمَهَا۔

ہے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا ہے۔ پس آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور تم دونوں کے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، رہی بکریاں اور باندی تو وہ تم کو واپس دی جائیں گی اور تمہارے بیٹے پر سو کوڑے ہیں اور ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا ہے۔ اور تم اے اُنیس! صبح کو اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ، سو اس کو رجم کردو۔ پس صبح کو حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ گئے اور انہوں نے اس عورت کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

صحیح البخاری: ۶۸۳۵۔۶۸۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے آخر میں ہے کہ آپ نے حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کی عورت کو رجم کر دیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابی ذئب، یہ ابن عبد الرحمٰن ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، یہ عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہیں۔

یہ حدیث متعدد مقامات پر گزر چکی ہے۔ کتاب النذور میں از اسماعیل بن ابی اویس اور کتاب المحاربین میں از عبد اللہ بن یوسف اور کتاب الصلح اور احکام میں از آدم، اور کتاب الوکالت میں از ابو الولید اور کتاب الشروط میں از قتیبہ گزر چکی ہے اور عنقریب یہ حدیث کتاب الاعتصام اور خبر الواحد میں بھی آئے گی، صحاحِ ستہ کے باقی مؤلفین نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ اور اس کی تفسیر متعدد مرتبہ ہو چکی ہے، اور عنقریب اس کی شرح باب ''الاعتراف بالزنا'' میں ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان ابنی کان عسیفا علی هذا فزنا بامراته ''، یعنی میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا سو اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ یہ اس اعرابی کا کلام ہے اس کے فریقِ مخالف کا کلام نہیں ہے۔ کتاب الصلح میں اسی طرح گزرا ہے کہ اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ فرمایئے، تو اس کے فریقِ مخالف نے کہا: اس نے سچ کہا، پس

اعرابی نے کہا کہ میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا۔ اسی طرح علامہ کرمانی نے اس کی شرح کی ہے۔
اور بعض شارحین نے کہا: بلکہ جس نے یہ کہا کہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں، وہ اس مزدور کا والد ہے۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو رجم کردو'' اس میں اختصار ہے، اور پوری حدیث اس طرح ہے: ''اگر یہ عورت زنا کا اعتراف کرلے تو تم اس کو رجم کردینا'' اس پر باقی روایات شاہد ہیں اور قواعد شرعیہ بھی شاہد ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۳۵۔۶۸۳۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حاکم کے قائم مقام کا مقدمات کے فیصلہ کرنے کا بیان

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے، اور یہ عبدالملک اور سحنون کا مذہب ہے کہ قاضی فیصلہ کی مجلس میں فریقین سے جو سنے اس کے مطابق فیصلہ کرے۔
(القوانین الفقہیہ ص ۲۹۲)

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ قاضی ہر مجلس میں اپنے علم کے تقاضا کے مطابق فیصلہ کرے۔
(کتاب الام ج ۶ ص ۲۱۶، الوسیط ج ۴ ص ۳۰۵)

علامہ ابن الملقن شافعی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کی حدود کے ماسوا میں ہوگا۔
اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ کسی چیز میں بھی اپنے علم کے تقاضا کے مطابق فیصلہ نہ کرے۔
(عیون المجالس ج ۴ ص ۱۵۳۶۔۱۵۳۵، الکافی ص ۵۰۰)

اہل العراق نے فرق کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ آدمیوں کے حقوق میں اس کے مطابق فیصلہ کرے جس کا اسے قضاء کے بعد علم ہوا۔ اور اپنے علم کے مطابق قضاء سے پہلے فیصلہ نہ کرے۔ (مختصر الطحاوی ص ۳۳۲، الاستذکار ج ۲۲ ص ۱۵)

اور جو فقہاء اس قول کو منع کرتے ہیں ان کا استدلال اس سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہلال اور شریک کے قصہ میں فرمایا: ''اگر میں کسی ایک کو بغیر گواہ کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا'' اس کی پوری تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، از یحییٰ بن سعید از عبدالرحمٰن بن القاسم از القاسم بن محمد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعان کرایا، تو عاصم بن عدی نے اس کے متعلق کوئی بات کہی پھر وہ واپس چلے گئے، تو ان کی قوم سے مرد آیا اور اس نے یہ شکایت کی کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پایا، تو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس معاملے میں صرف اپنی بات کی وجہ سے مبتلا ہوا ہوں۔ پھر وہ اس مرد کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور آپ کو بتایا کہ اس مرد نے اپنی بیوی کے پاس ایک مرد کو پایا، اور وہ مرد زرد رو تھا، اس کے جسم پر گوشت کم تھا، اس کے بال سیدھے تھے، اور وہ مرد جس کے خلاف یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ اس نے ان کی بیوی کے پاس ایک گندم گوں رنگ کے آدمی کو پایا جو دبلا پتلا ہے، زیادہ گوشت نہیں ہے، یہ وہ تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے

اللہ! اس کا فیصلہ فرما دے۔ پھر اس مرد کی بیوی کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا جو اس مرد کے مشابہ تھا، جس کے متعلق اس کے خاوند نے کہا کہ اس نے اس مرد کو اپنی بیوی کے پاس پایا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان لعان کرایا، یعنی انہوں نے ایک دوسرے پر لعنت کی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک مرد نے اس مجلس میں پوچھا کیا یہ وہی عورت ہے جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں بغیر کسی گواہ کے کسی کو رجم کرتا یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دیتا تو میں اس عورت کو رجم کر دیتا؟ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: نہیں، یہ وہ عورت تھی جس نے اسلام کا اظہار کیا اور مسلمان ہونے کے بعد برے کام کرتی تھی، ابوصالح اور عبداللہ بن یوسف نے کہا: آدم خدلا، یعنی وہ گندمی چہرے والا دبلا پتلا شخص تھا۔

(صحیح بخاری: ۵۳۱۰، ۵۳۱۶، ۶۸۵۵، ۶۸۵۶، ۷۲۳۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۷، نسائی: ۳۴۷۰، ابن ماجہ: ۲۵۶۰، احمد: ۲۰۱۹)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر یہ عورت اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دینا''۔ اس حدیث میں اس عورت کے متعدد مرتبہ اقرار کا ذکر نہیں ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا اعتراف گواہ کے قائم مقام ہو۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ امام کے لیے یہ جائز ہے کہ کسی ایک مرد کو بھیجے جو حدود کے قائم کرنے میں اور احکام کے نافذ کرنے میں اس کا نائب ہو۔ اور اس کام کے لیے ایک مرد بھی کفایت کر سکتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۴۱۔ ۲۴۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۶۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى:

وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَ اَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النساء: ۲۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمان کی مملوکہ، مسلمان باندیوں سے (نکاح کرے) اور اللہ تمہارے ایمان کو بہت زیادہ جاننے والا ہے، تم باہم ایک دوسرے کی جنس سے ہو، تم ان (باندیوں) سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور دستور کے مطابق ان کے مہر ادا کرو درآں حالیکہ وہ (باندیاں) قلعہ نکاح کی حفاظت میں آنے والی ہوں، بدکار نہ ہوں، نہ غیروں سے آشنائی کرنے والی ہوں، اور جب وہ قلعہ نکاح میں محفوظ ہو جائیں، پھر بے حیائی کا کام کریں تو ان کو آزاد (کنواری) عورت کی آدھی سزا ملے گی (باندیوں سے نکاح کا) یہ حکم تم میں سے اس شخص کے لیے ہے جس کو اپنے نفس پر بدچلنی کا خدشہ ہو، اور تمہارے لیے صبر کرنا بہتر ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں النساء: ۲۵ کا ذکر کیا ہے اور اس باب کے تحت کسی حدیث کا ذکر نہیں کیا۔
اور علامہ ابن بطال مالکی نے اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے جو اس باب کے بعد مذکور ہے۔

النساء: ۲۵ کے بعض مشکل جملوں کی تفسیر از علامہ عینی

اس آیت میں مذکور ہے "من لم یستطع منکم طولا" "طولا" کا معنی ہے: مالی وسعت اور مالی قدرت، یعنی تم میں سے جو شخص اتنی مالی وسعت اور قدرت نہ رکھتا ہو کہ کسی آزاد عورت سے نکاح کرے۔

نیز اس آیت میں مذکور ہے "الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ" یعنی آزاد پاک دامن مومن عورتیں، اس کا معنی ہے: جو مسلمان، آزاد پاک دامن مسلمان عورت سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ باندیوں سے نکاح کرلے۔

اس آیت میں مذکور ہے "فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ" یعنی تم اپنی ان مومنہ باندیوں کے ساتھ نکاح کر لو۔ فتیٰت، فتاۃ کی جمع ہے اور یہ باندی کو کہتے ہیں۔ اس آیت کے مفہوم مخالف کا تقاضا یہ ہے کہ کافرہ باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ذمیہ باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور دوسروں نے ذمیہ باندی سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے، (ذمیہ باندی یہودی عورت ہوگی یا عیسائی عورت ہوگی)۔

نیز اس آیت میں مذکور ہے "اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ" یعنی اللہ تعالیٰ حقائق امور کو اور راز کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ اور اے لوگو! تمہیں ان احکام کا مکلف کیا جاتا ہے جو ظاہر ہیں۔

اس آیت میں مذکور ہے "بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ" اس کی تفسیر میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اے مومنو! تم آپس میں بھائی ہو۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اے مومنو! تم آدم کی اولاد ہو۔ یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں وہ باندی کی اولاد سے عار محسوس کرتے تھے اور باندی سے جو بیٹا پیدا ہوا اس کو "ھجین" یعنی لونڈی زادہ کہتے تھے۔

نیز اس آیت میں مذکور ہے "فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ" اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ باندیوں کے مالک ان باندیوں کا کسی سے نکاح کریں گے اور باندی کے مالک کی اجازت کے بغیر باندی کا کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح جو شخص کسی کا غلام ہو وہ بھی مالک کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح نہیں کرسکتا۔ اور اگر باندی کی مالک عورت ہو تو اس باندی کا نکاح وہ شخص کرے جو اس عورت کا نکاح کرتا ہے اس کی اجازت سے، کیونکہ حدیث میں ہے: "کوئی عورت دوسری عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ عورت خود اپنا نکاح کرے"، کیونکہ زانیہ وہ عورت ہوتی ہے جو اپنا نکاح خود کرتی ہے۔

اس آیت میں مذکور ہے "وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ" یعنی جن باندیوں سے تم نے نکاح کیا ہے، ان کو ان کا مہر ادا کرو۔

اس آیت میں مذکور ہے "بِالْمَعْرُوْفِ" یعنی تم اپنی خوشی سے مہر ادا کرو اور تم اس مہر کی رقم میں کمی نہ کرو، یہ سمجھتے ہوئے کہ تم باندیوں سے نکاح کر رہے ہو تو ان کو کم حیثیت جانتے ہوئے ان کا مہر کم رکھو۔

اس آیت میں مذکور ہے "مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ" "اَلْمُحْصَنٰتِ" کا معنی ہے: وہ عورتیں زنا سے پاک دامن ہوں، زنا کرنے والی نہ ہوں۔ اور اس مفہوم کو واضح کرنے کے لیے فرمایا "غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ" یعنی وہ زنا کرنے والی نہ ہوں جو کسی شخص کو اپنے پاس آنے سے منع نہیں کرتیں، اور فرمایا "وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ" "اَخْدَانٍ" کا معنی ہے: دوست، یہ خدن

کی جمع ہے، یعنی وہ عورتیں اپنے یار بنانے والی نہ ہوں۔

نیز اس آیت میں مذکور ہے "فَاِذَآ اُحْصِنَّ" ایک قول یہ ہے کہ احصان سے مراد یہاں پر اسلام ہے، یعنی وہ باندیاں مسلمان ہوں۔ یہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت اسود بن زید، حضرت ذر بن حبیش رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، ابراہیم النخعی، شعبی اور سدی سے مروی ہے۔ اور یہی امام مالک کا، لیث کا، الاوزاعی کا، فقہاء احناف کا اور امام شافعی کا قول ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ احصان سے مراد ہے: تزوّج اور نکاح، یعنی وہ باندیاں شادی شدہ ہوں، یہ مجاہد، عکرمہ، طاؤس، حسن اور قتادہ کا قول ہے۔

اس آیت میں مذکور ہے "فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَۃٍ" فاحشۃ سے مراد ہے: زنا، یعنی اگر وہ مسلمان باندیاں یا شادی شدہ باندیاں زنا کا ارتکاب کریں۔

اس آیت میں مذکور ہے "فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ" یعنی آزاد عورتوں پر جتنی حد جاری کی جاتی ہے اس کی نصف حد ان پر جاری کی جائے۔ اور وہ پچاس کوڑے ہیں اور چھ ماہ کے لیے شہر بدر کرنا ہے۔ (میں کہتا ہوں: احناف کے ہاں شہر بدر کرنا نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس آیت میں مذکور ہے "ذٰلِكَ" یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص مالی قدرت اور وسعت نہ ہونے کی وجہ سے آزاد عورتوں سے نکاح نہ کر سکے تو وہ مومنہ باندیوں سے نکاح کر لے۔

اس آیت میں مذکور ہے "الْعَنَتَ" اس کا معنی ہے: اثم اور ضرر جو غلبہ شہوت کی بناء پر ہو۔ اسی طرح الثعلبی نے تفسیر کی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ "الْعَنَتَ" کا معنی ہے زنا، اور اصل میں العَنَت کا معنی ہے: مشقت۔

اس آیت میں مذکور ہے "اَنْ تَصْبِرُوْا" یہ اَن مصدریہ ہے، یعنی تمہارا باندیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے صبر کرنا "خَيْرٌ لَّكُمْ" تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۔ ۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

متعہ کے عدم جواز کی دلیل

اس آیت میں غلبہ شہوت رکھنے والے شخص کے لیے صرف دو طریقے تجویز کیے گئے ہیں، ایک یہ کہ وہ باندیوں سے نکاح کرے دوسرا یہ کہ وہ ضبطِ نفس کرے اور تجرّد کی زندگی گزارے، اگر متعہ جائز ہوتا تو باندیوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں اس کو متعہ کی ہدایت دی جاتی، لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ پس معلوم ہوا کہ کوئی شخص متعہ نہیں کر سکتا، اسے نکاح ہی کرنا پڑے گا خواہ باندیوں سے کرے، اور اگر ان سے بھی نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر اسے صبر کرنا پڑے گا، متعہ کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسلمان آزاد مرد کے باندیوں کے ساتھ نکاح کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

باندیوں سے نکاح کے معاملہ میں شدت کی گئی ہے، کیونکہ باندیوں کی اولاد غلام ہوتی ہے اور اس سے خدمت لی جاتی ہے

یہ چیز شوہر کے اوپر دشوار ہوتی ہے۔

امام مالک اور ابن القاسم کا قول اس مسئلہ میں مختلف ہے، کیا آزاد مرد کا باندی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے جب کہ اس مرد کی اولاد غلام ہو جائے گی؟ ایک مرتبہ امام مالک نے اس سے منع کیا مگر دو شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیا، ایک تو یہ کہ وہ آزاد عورت سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، اور دوسری شرط یہ کہ اس کو اپنے نفس پر زنا کا خطرہ ہو۔ اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ آزاد مرد کا باندی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (النساء:۲۵)

اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمان کی مملوکہ، مسلمان باندیوں سے (نکاح کرے)۔

اور امام مالک کا اکثر قول یہ ہے کہ آزاد مرد کا باندی سے نکاح کرنا ممنوع ہے اور علامہ ابن القاسم مالکی کا اکثر قول یہ ہے کہ یہ جائز ہے، جیسا کہ علامہ ابن التین نے اس پر متنبہ کیا ہے۔

(المدونہ ج ۲ ص ۱۶۴۔۱۶۵، النوادر والزیادات ج ۴ ص ۵۱۸، عیون المجالس ج ۳: ۱۰۹۶۔۱۰۹۵، المنتقیٰ ج ۳ ص ۳۲۳)

اور جب کوئی شخص کسی آزاد عورت سے نکاح کر لے تو امام مالک نے کہا کہ یہ اس کی وسعت اور طاقت نہیں ہے اور ابن حبیب نے کہا: یہ وسعت اور طاقت ہے اور اس پر باندی کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ اور مسروق اور المزنی نے کہا: جب وہ آزاد عورت سے نکاح کرنے کی طاقت رکھے تو باندی سے اس کا نکاح منسوخ ہو گا خواہ وہ آزاد عورت سے نکاح نہ کرے۔

النساء:۲۵ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جب کوئی آزاد مرد، آزاد مسلمان عورت سے نکاح کی طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمان باندیوں سے نکاح کر لے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ کافرہ باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام مالک کا معروف مذہب یہ ہے کہ اہلِ کتاب کی باندی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ (المنتقیٰ ج ۳ ص ۳۲۰۔۳۱۹، عیون المجالس ج ۳، ۱۰۹۷۔۱۰۹۶)

اور اشہب نے کہا کہ امام محمد کے نزدیک جو شخص مسلمان ہوا اور اس کے نکاح میں کوئی ایسی باندی تھی جو اہلِ کتاب میں سے تھی تو ان دونوں کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی، تو بعض علماء نے اس سے یہ مستنبط کیا کہ کتابیہ باندی سے نکاح کرنا جائز ہے اور یہ صحیح ہے، کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ نکاح کو باقی رکھنا ابتداءً نکاح کرنے کی مثل ہے اور ابتداءً اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۴۵۔۲۴۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

احصان کے معنی میں قرآن و سنت میں بہ ظاہر تعارض اور ان میں تطبیق

النساء:۲۵ میں فرمایا ہے:

وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ

اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی

الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَیٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (النساء:۲۵) طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمان کی مملوکہ مسلمان باندیوں سے (نکاح کرے)۔

اور اس آیت میں آگے چل کر فرمایا: "فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ" (اور جب وہ قلعہ نکاح میں محفوظ ہو جائیں، پھر بے حیائی کا کام کریں تو ان کو آزاد (کنواری) عورت کی آدھی سزا ملے گی)۔

اس آیت میں باندی کے احصان کے معنی میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ باندی کے احصان کا معنی ہے: اس کا نکاح کرنا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: آزاد کرنا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ایک جماعت سے منقول ہے کہ باندی کا احصان اس کا نکاح کرنا ہے۔ اور ابوعبید اور اسماعیل قاضی نے اس کی تقویت کی ہے اور یہ استدلال کیا ہے کہ اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: "مِّنْ فَتَیٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ" یعنی جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ مومن باندیوں سے نکاح کرلے، پھر اس کے بعد ہے "فَاِذَآ اُحْصِنَّ" اگر اس کا یہ معنی کیا جائے کہ جب وہ اسلام لے آئیں تو یہ بہت بعید ہوگا، اس لیے یہاں پر احصان کا معنی اسلام نہیں ہوگا بلکہ نکاح کرنا ہوگا، یعنی جب وہ باندیاں نکاح کرلیں۔ اور اب اس کا معنی یہ ہوگا کہ جب وہ نکاح کرلیں اور پھر زنا کریں تو ان پر حد واجب ہوگی اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ نکاح سے پہلے اگر وہ زنا کریں تو پھر ان باندیوں پر حد واجب نہیں ہوگی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی پر عمل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نکاح کرنے سے پہلے باندی کے اوپر حد نہیں ہے، اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے اور یہی ابوعبید القاسم بن سلام کا قول ہے۔ اور فقہاء شافعیہ کا بھی ایک یہی قول ہے۔

اور اس پر امام طبرانی کی اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ باندی پر اس وقت تک حد نہیں ہے "حتیٰ تحصن" یعنی حتیٰ کہ وہ نکاح کرلے۔ اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔ اور ابن شاہین نے "الناسخ والمنسوخ" میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس باب کی حدیث سے یہ منسوخ ہے۔ (کیونکہ اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب باندیاں نکاح کرلیں اور پھر زنا کریں تو ان پر حد ہے اور نکاح سے پہلے ان کے زنا پر حد ہونے یا نہ ہونے سے تعرض نہیں فرمایا)۔ اور اس کے معارض حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ "تم اپنے غلاموں پر حد قائم کرو خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ ہوں" اس کا مفاد یہ ہے کہ باندیاں اگر غیر شادی شدہ ہوں تو ان پر بھی حد قائم ہوگی۔ اور اس حدیث کے بھی مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے لیکن صحیح مسلم کا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے، تو اس سے استدلال کرنا زیادہ قوی ہے۔

اور جب حدیث میں احصان کو نکاح کرنے پر محمول کیا جائے اور آیت میں احصان کو اسلام پر محمول کیا جائے تو تطبیق حاصل ہو جاتی ہے، یعنی اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اگر وہ باندیاں مسلمان ہو جائیں اور پھر وہ زنا کریں تو ان کے اوپر اتنی حد ہوگی جو آزاد مسلمان عورتوں کی حد کا نصف ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب باندیاں احصان یعنی نکاح کرنے سے پہلے زنا کریں تو ان کو کوڑے لگائے جائیں گے، اور دوسرے علماء نے کہا: بلفظِ احصان کے ساتھ تقیید اس کا فائدہ دیتی ہے کہ باندیوں کے حق میں حد کوڑے مارنا ہے نہ کہ رجم کرنا، پس کتاب یعنی قرآن سے معلوم ہوا کہ نکاح کے بعد اگر باندیاں زنا کریں تو

ان کو کوڑے لگائے جائیں گے اور سنت سے ثابت ہوا کہ اگر وہ نکاح سے پہلے زنا کریں تو ان کو کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ رجم کا نصف نہیں ہوتا، لہٰذا باندیوں کے حق میں حد کا حکم صرف کوڑے مارنے میں منحصر ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۹۰۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

باب مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ ابن عثیمین کا شیخ ابن تیمیہ حنبلی پر رد کرنا

النساء: ۲۵ سے معلوم ہوا کہ باندیوں سے نکاح کے جواز کی تین شرطیں ہیں: (۱) مسلمان مرد آزاد عورت سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھے (۲) وہ باندی مومنہ ہو (۳) اگر مسلمان مرد باندی سے نکاح نہ کرے تو اسے اپنے نفس پر زنا کا خطرہ ہو۔ پس جب یہ شرائط مکمل ہو جائیں گی تو باندیوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہوگا۔ اور اس ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ جب کوئی آزاد مرد کسی باندی سے نکاح کرے گا تو اس کی اولاد غلام ہوگی اور اس کو فروخت کرنا جائز ہوگا، اور یہ چیز اس مسلمان مرد کے لیے باعثِ عار ہوگی۔

اور شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ باندی سے نکاح کرنا جائز ہے جب نکاح کرنے والا یہ شرط لگالے کہ اس کی اولاد آزاد ہوگی، لیکن شیخ ابن تیمیہ کا یہ قول اس مسئلہ میں ضعیف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نصِ صریح میں باندی سے نکاح کرنے کی تین شرطیں مقرر فرمائی ہیں، لہٰذا ان شرطوں کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ باندی سے نکاح کرنے کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ اس کی اولاد غلام ہوگی، اس کے علاوہ اور علت بھی ہو سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مرد کسی باندی سے نکاح کرے گا تو اس کا مرتبہ اس کی کرامت اور شرافت سے کم ہو جائے گا کہ وہ ایک مسلمان عورت کے بجائے باندی سے نکاح کر رہا ہے اور یہ اس کا اپنے نفس پر ظلم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ان لنفسك عليك حقا" یعنی تمہارے نفس کا تم پر حق ہے (صحیح البخاری: ۱۹۶۸)۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۱۲۔ ۲۱۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۶۔ بَابُ: إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ — جب باندی زنا کرے تو اس کی سزا کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے "جب باندی زنا کرے" لیکن امام بخاری نے اس عنوان کا حکم نہیں بیان کیا جیسا کہ امام بخاری کی عادت ہے، کیونکہ اس کا حکم اس باب کی حدیث سے معلوم ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۳۷، ۶۸۳۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے

عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصَنْ قَالَ إِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ بِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَا أَدْرِي بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ۔

خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابو ہریرہ و زید بن خالد رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ جب باندی زنا کرے اور وہ شادی شدہ نہ ہو؟ (تو اس کی کیا سزا ہے؟) آپ نے فرمایا: جب وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو، پھر اگر وہ زنا کرے تو اس کو پھر کوڑے مارو، پھر اگر وہ زنا کرے تو پھر اس کو کوڑے مارو، پھر اس کو فروخت کر دو خواہ ایک رسی کے عوض۔

ابن شہاب نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے تیسری بار کے بعد فرمایا یا چوتھی بار کے بعد فرمایا (کہ اس کو فروخت کر دو)۔

(صحیح البخاری: ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۲۳۲، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۲۵۵۶، صحیح مسلم: ۱۷۰۳، سنن ترمذی: ۱۴۴۰، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۰، مسند احمد: ۱۰۰۳۳)

صحیح البخاری: ۶۸۳۷۔۶۸۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے اخذ کی جاسکتی ہے "آپ سے اس باندی سے متعلق سوال کیا گیا جس نے زنا کیا تھا" اور اس باب کا عنوان بھی یہی ہے جب باندی زنا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

یہ حدیث کتاب البیوع کے اندر از اسماعیل بن ابی اویس گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

باندیوں کے احصان کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے "آپ سے اس باندی سے متعلق سوال کیا گیا جس نے زنا کیا اور وہ محصنہ نہیں تھی"۔

"لم تحصن" احصان سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: زنا سے پاک دامن ہونا۔

التلویح میں مذکور ہے: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو باندی شادی شدہ نہ ہو، اس کے احصان کا کیا معنی ہے؟

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے: باندی کا احصان یہ ہے کہ وہ شادی شدہ ہو، پس جب باندی زنا کرے اور اس کا شوہر نہ ہو تو اس کو تادیباً سزا دی جائے گی اور اس پر حد نہیں ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور طاؤس اور قتادہ کا قول ہے اور امام ابو عبیدہ کا بھی یہی قول ہے۔

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے: باندی کے احصان کا معنی یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو، پس جب باندی مسلمان ہو اور زنا کرے تو اس پر پچاس کوڑے مارنا واجب ہے خواہ وہ شوہر والی ہو یا نہ ہو، یہ مذہب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت

کے مطابق مروی ہے، اور یہی حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ اور ابراہیم نخعی، امام مالک، اللیث، الاوزاعی اور فقہاء احناف اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

اور فقہاء کی پہلی جماعت نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں امام مالک کے سوا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ وہ محصنة نہ ہو، اور اس طرح نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے زعم کیا ہے، کیونکہ اس حدیث کی یحییٰ بن سعید نے از ابن شہاب اسی طرح روایت کی ہے جس طرح امام مالک نے روایت کی ہے۔ اور اسی طرح اس حدیث کی ایک جماعت نے از ابن عیینہ از الزہری روایت کی ہے۔ اور جب امام مالک، یحییٰ اور سفیان کسی چیز پر متفق ہو جائیں تو وہ ان کے مخالفین کے خلاف حجت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولو بضفیر" (اس میں ضاد پر زبر ہے اور فاء کے نیچے زیر ہے)، اس کا معنی ہے وہ بال جو بٹے ہوئے ہوں اور وہ رسی جو بٹی ہوئی ہو، یہ المضفور کے معنی میں ہے، اور یہ فعیل کا لفظ مفعول کے معنی میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم بیعوھا" یعنی اگر وہ باندی زنا سے باز نہ آئے تو پھر تم اس کو فروخت کر دو خواہ ایک رسی کے عوض فروخت کرنا پڑے۔ یہ امر کا صیغہ استحباب کے لیے ہے اور اس سے اس پر برانگیختہ کیا ہے کہ زانیہ کو دور کرنا چاہیے۔ اور الظاہر یہ یعنی غیر مقلدین نے کہا ہے: ایسی باندی کو فروخت کرنا واجب ہے جب وہ چوتھی مرتبہ زنا کرے اور اس کو کوڑے لگائے جائیں، لیکن سلف صالحین میں سے اور کسی کا یہ قول نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح

اس کی تحقیق کہ باندی کے تین بار زنا کے بعد اس کو فروخت کیا جائے یا اس کے چار بار زنا کرنے کے بعد؟

اس حدیث میں یہ تعلیق ہے کہ ابن شہاب زہری نے کہا: مجھے معلوم نہیں آپ نے تیسری بار باندی کے زنا کے بعد کہا یا چوتھی بار باندی کے زنا کے بعد فرمایا۔ کیا اس کو کوڑے لگائے جائیں گے پھر اس کو بیچا جائے گا خواہ ایک رسی کے عوض بیچا جائے۔ یعنی اس کو کوڑے مارنے اور فروخت کرنے کا حکم اس کے تیسری بار زنا کے بعد ہے یا چوتھی بار زنا کے بعد ہے۔

امام ترمذی نے از ابو صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی ایک کی باندی زنا کرے تو اس کو کتاب اللہ سے تین بار کوڑے مارو، پھر اگر وہ دوبارہ زنا کرے تو اس کو فروخت کر دو خواہ ایک بالوں سے بٹی ہوئی رسی کے عوض فروخت کرنا پڑے"۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس باندی کو چوتھی بار زنا کے بعد فروخت کیا جائے گا۔

اور امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد آیا، سو اس نے کہا: میری باندی نے زنا کیا اور اس کا زنا ظاہر ہو گیا، آپ نے فرمایا: اس کو پچاس کوڑے مارو، پھر وہ شخص آیا اور کہا کہ اس باندی نے دوبارہ زنا کیا ہے اور اس کا زنا ظاہر ہو گیا ہے، تو آپ نے فرمایا: اس کو پچاس کوڑے مارو، وہ پھر آپ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: اس نے دوبارہ زنا کیا ہے اور اس کا زنا ظاہر ہو گیا ہے، تو آپ نے فرمایا: اس کو فروخت کر دو خواہ بالوں کی رسی کے عوض فروخت کرنا پڑے۔

پس یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ باندی کے تین بار زنا کرنے کے بعد اس کو فروخت کر دیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۔۲۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیثِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مالک کی روایت کی تقویت اور تاکید

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: جن فقہاء کا یہ زعم ہے کہ نکاح سے پہلے باندی پر زنا کی وجہ سے کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں "ولم تحصن" یعنی وہ شادی شدہ نہ ہو کے الفاظ امام مالک کے سوا اور کسی نے ذکر نہیں کیے اور ایسا نہیں ہے جیسا انہوں نے زعم کیا کیونکہ اس حدیث کی یحییٰ بن سعید الانصاری نے از ابن شہاب اسی طرح روایت کی ہے جس طرح امام مالک نے ذکر کیا ہے اور اسی طرح محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کی امام ابن عیینہ سے روایت کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یحییٰ بن سعید کی حدیث کی امام نسائی نے روایت کی ہے، اور امام ابن عیینہ کی روایت کتاب البیوع کے شروع میں گزر چکی ہے اور اس میں "ولم تحصن" (یعنی وہ شادی شدہ نہ ہو) کے الفاظ نہیں ہیں، ان الفاظ کا اضافہ امام نسائی نے اپنی روایت میں از الحارث بن مسکین از ابن عیینہ کیا ہے اور اس کی عبارت اس طرح ہے کہ "آپ سے سوال کیا گیا کہ باندی نکاح سے پہلے زنا کرے" اور اسی طرح امام ابن ماجہ نے از ابوبکر بن ابی شیبہ اور محمد بن صباح روایت کی ہے اور یہ دونوں امام ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں، اور اس حدیث کی ابن شہاب نے بھی از صالح بن کیسان اسی طرح روایت کی ہے جس طرح امام مالک نے روایت کی ہے، اور اسی طرح امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کی ہے اور سعید المقبری اپنے والد سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور اس میں "ولم تحصن" کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ امام مالک "ولم تحصن" کے الفاظ کے ساتھ متفرد ہیں تب بھی وہ حفاظ میں سے ہیں اور ان کا کیا ہوا اضافہ مقبول ہے۔

غلام اور باندی پر حد قائم کرنے کا متولی کون ہے؟ اس میں فقہاء کے اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جب باندی زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو" اس سے مراد وہ حد ہے جو اس باندی کے لائق ہے اور جو اس کو النساء: ۲۵ میں بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ آزاد عورت پر جو حد ہے اس کی نصف حد باندی پر لگائی جائے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری حدیث میں مذکور ہے "پس اس باندی کو حد کے کوڑے مارو" اور کوڑے مارنے کا خطاب اس کے لیے ہے جو باندی کا مالک ہے، اور اس سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ مالک اس پر حد قائم کرے گا جس کا وہ مالک ہے خواہ وہ باندی کا مالک ہو یا غلام کا۔ رہا باندی پر حد قائم کرنا تو وہ النساء: ۲۵ کی نص سے ثابت ہے اور رہا غلام پر حد قائم کرنا تو غلام کو باندی کے ساتھ ملا دیا ہے۔

سلف صالحین کا اس میں اختلاف ہے کہ غلاموں اور باندیوں پر حد کون قائم کرے گا؟ پس فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ اس

حد کو صرف امام قائم کرے گا یا جس کو امام حد قائم کرنے کی اجازت دے گا وہ قائم کرے گا۔ اور یہ فقہاء احناف کا قول ہے۔

اور امام اوزاعی اور ثوری سے منقول ہے کہ مالک صرف زنا کی حد کو قائم کرے گا۔

اور امام ابو جعفر الطحاوی نے از مسلم بن یسار روایت کی ہے کہ حضرت ابو عبداللہ صحابہ میں سے ایک مرد تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ زکوۃ اور حدود اور مالِ فئے اور جمعہ قائم کرنا یہ سب سلطان کی طرف مفوض ہیں۔

امام طحاوی کہتے ہیں: ہمارے علم میں کسی صحابی کا اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔

شیخ ابن حزم نے امام طحاوی پر تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے: بلکہ بارہ (۱۲) صحابہ نے اس حکم کی مخالفت کی ہے۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے: باندیوں پر مالک حد قائم کرے گا خواہ امام اور سربراہِ ملک نے اس کو اس کی اجازت نہ دی ہو اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

اور امام عبد الرزاق نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جو باندی زنا کرے اور اس کا شوہر نہ ہو تو اس کا مالک اس پر حد قائم کرے گا، پس اگر اس کا شوہر ہے تو اس کا معاملہ امام اور سربراہِ ملک کی طرف مفوض ہے۔

امام مالک کا بھی یہی قول ہے لیکن اگر اس کا خاوند اس مالک کا غلام ہو تو پھر اس باندی کا معاملہ اس کے مالک کی طرف مفوض ہے اور امام مالک نے چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹنے کے مسئلہ میں استثناء کیا ہے اور وہ بھی فقہاء شافعیہ کا ایک قول ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ شراب کی حد بھی اس سے مستثنیٰ ہے، اور فقہاء مالکیہ نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنے میں اس کو مُثلہ کرنا ہے، پس چوری کرنے والے کا مالک اس سے مامون نہیں ہے کہ وہ ہاتھ کاٹنے کے بہانے اپنے غلام کو مُثلہ کر دے گا، اس لیے اس کو ہاتھ کاٹنے سے منع کیا جائے گا۔

اور بعض مالکیہ نے یہ کہا کہ یہ حکم اس صورت کے ساتھ خاص ہے جب اس کے چوری کرنے کی دلیل اس کے مالک کا علم ہو یا چور کا اقرار ہو، اس کے برخلاف اگر گواہی سے چوری ثابت ہو جائے تو اب مالک کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کا ہاتھ کاٹ دے، کیونکہ اب وہ پہلی علت نہیں ہے۔ اور جمہور کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے کہ "تم اپنے غلاموں پر حد قائم کرو خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ ہوں" اس کا مفاد یہ ہے کہ باندیاں اگر غیر شادی شدہ ہوں تب بھی ان پر حد قائم ہوگی۔ اور اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے لیکن صحیح مسلم کا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا زیادہ قوی ہے۔

اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک مالک کی اہلیت کی شرط میں اختلاف ہے، اور جن فقہاء نے مالک کے لیے اہلیت کی شرط نہیں لگائی تو انہوں نے کہا: مالک کا کام تو صرف اصلاح کرنا ہے اور اصلاح کے لیے اہلیت کی شرط کی ضرورت نہیں ہے۔

اور شیخ ابن حزم نے کہا ہے: مالک اپنے غلاموں اور باندیوں پر حد قائم کرے گا خواہ مالک کافر ہو۔

اور علامہ ابن العربی مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک کے نزدیک اگر باندی کا شوہر ہو تو اس پر امام حد نہیں قائم کرے گا، اس وجہ سے کہ شوہر کا فرج کے ساتھ تعلق ہے تاکہ وہ نسب باطل سے فرج کی حفاظت کرے اور فاسد پانی سے حفاظت کرے، لیکن نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی اتباع کرنا زیادہ لائق ہے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ابھی ذکر کی گئی ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ مالک باندی پر ہاتھ لگائے خواہ وہ اس کا شوہر ہو یا نہ ہو، اور اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ الفاظ ہیں "خواہ ان میں سے کوئی شادی شدہ ہو یا شادی شدہ نہ ہو"۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۱۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا ایسا عیب ہے جس کی وجہ سے غلام کی بیع کو مسترد کر دیا جائے گا، کیونکہ جس غلام میں زنا کرنے کا عیب ہو، اس کی قیمت دوسرے پاک دامن غلام سے کم ہوتی ہے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے زنا کیا، پھر اس پر حد قائم کی گئی، پھر اس نے دوبارہ زنا کیا تو اس پر حد دوبارہ قائم کی جائے گی۔ اس کے برخلاف جس نے متعدد مرتبہ زنا کیا ہو تو اس پر ایک مرتبہ ہی حد قائم کرنا کافی ہے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فساق اور فجار سے مل جل کر نہیں رہنا چاہیے، اور اگر وہ کوئی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کریں تو ان کو ڈانٹ ڈپٹ کرنی چاہیے۔

(۴) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس امر کا تقاضا استحباب ہو، اس امر کا اس پر عطف کرنا جائز ہے جس کا تقاضا وجوب ہو، کیونکہ کوڑے لگانے کا حکم دینا واجب ہے اور جو باندی بار بار زنا کرے اس کو فروخت کرنا جمہور کے نزدیک مستحب ہے۔

(۵) علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ایسی باندی کو فروخت کرنے کا جو حکم دیا ہے جو بار بار زنا کرتی ہو، یہ اس لیے ہے تا کہ اس کے مالک کے متعلق یہ گمان نہ کیا جائے کہ وہ اس فعل پر راضی ہے، اور اس لیے کہ بار بار زنا کرنا اولادِ زنا کی کثرت کا سبب ہے، اور بعض فقہاء نے ایسی باندی کے فروخت کرنے کے حکم کو وجوب پر محمول کیا ہے۔

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے، پس جو باندی قیمت والی ہو اس کو ایسی رسی کے عوض فروخت کرنا کیسے واجب ہوگا جس کی کوئی قیمت نہیں ہے، اس میں یہ دلیل ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو کسی معصیت کو بار بار کرے اس کے ساتھ مل جل کر رہنا نہیں چاہیے۔

(۷) بعض فقہاء نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ کسی قیمتی چیز کو کسی حقیر چیز کے عوض فروخت کرنا جائز ہے۔

(۸) بعض علماء نے یہ کہا: اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ ایسی باندی کو فروخت کر دو خواہ ایک رسی کے عوض فروخت کرو تو یہ مبالغہ کے لیے فرمایا ہے جیسے حدیث میں ہے: "جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی خواہ چڑیا کے گھونسلے جتنی بنائی ہو" حالانکہ چڑیا کے گھونسلے جتنی مسجد تو نہیں ہوتی، لہٰذا اس باندی کا ولی اس کو قیمت کے عوض فروخت کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زنا ایسا عیب ہے جس کی وجہ سے اس کی قیمت ہر ایک کے نزدیک کم ہو جاتی ہے۔

(۹) علامہ ابن العربی نے کہا ہے: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ایسی باندی کو جلدی فروخت کر دیا جائے اور قیمت میں اضافہ کے لیے زیادہ انتظار نہ کرے۔ اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ حقیقتاً ایک رسی کے عوض باندی کو فروخت کر دے۔

(۱۰) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فروخت کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ خریدار کو سودے کے عیب کے بارے میں بتائے، کیونکہ اس باندی کی قیمت تب کم ہوگی جب خریدار کو اس باندی کے عیب کا علم ہو۔

(۱۱) اگر کوئی غلام زنا کرتا ہو تو اس کے فروخت کرنے پر یہ اشکال ہے کہ ہر مومن کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لیے اس چیز کو پسند کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے، تو جو غلام زانی ہو جب مالک اس کو اپنے پاس رکھنا پسند نہیں کرتا تو اس کو فروخت کرنا کس طرح جائز ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جب غلام کو فروخت کر دیا جائے پھر بھی وہ زنا کرے، اس لیے کہ اسے معلوم ہوگا کہ اگر اس نے زنا کیا تو پھر یہ مالک بھی اس کو نکال دے گا، اور کسی آدمی پر یہ بہت شاق گزرتا ہے کہ اس کو اس کے گھر سے نکال دیا گیا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خریدار کے پاس جانے کے پاس وہ غلام عبرت پکڑے اور پاک دامن ہو جائے۔ اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ محل کی تبدیلی سے حال تبدیل ہو جاتا ہے، اور یہ معلوم ہے کہ اطاعت اور معصیت میں کسی کے ساتھ رہنے کی تاثیر ہوتی ہے۔

(۱۲) علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے: جب تعزیراً سزا دینے والے کو یہ یقین ہو کہ اس کی تادیب اور سزا دینے سے اسی وقت فائدہ حاصل ہوگا جب ایسی سخت ضرب لگائی جائے جو بہت شدید ہو، کیونکہ اگر شدید ضرب نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور شدید ضرب میں ہلاکت کا خطرہ ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ درمیانی قسم کی ضرب لگانی چاہیے، نہ اتنی شدید کہ جس سے وہ ہلاک ہو جائے اور نہ اتنی خفیف کہ وہ غیر مؤثر ہو۔

(۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مالک اپنے غلام پر حد جاری کرے گا خواہ اس کو سلطان نے اجازت نہ دی ہو اور عنقریب تین ابواب کے بعد اس پر زیادہ بحث آئے گی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۱۰۔ ۹۱۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۷۔ بَابٌ: لَا يُثَرَّبُ عَلَى الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَا تُنْفَى

اس کا بیان کہ جب باندی زنا کرے تو اس کو نہ ملامت کی جائے اور نہ شہر بدر کیا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ باندی کو ملامت نہ کی جائے یعنی ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے اور اس کو عار نہ دلایا جائے، اور تثریب کا یہی معنی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ (یوسف: ۹۲)

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے کہا: آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے، اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ۝

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے "ولا تنفی" یہ بھی مجہول کا صیغہ ہے یعنی اس باندی کو شہر بدر نہ کیا جائے، اور شہر بدر نہ کرنے کے حکم کو مستنبط کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے، آپ نے فرمایا: "پھر اس باندی کو فروخت کر دو" کیونکہ شہر بدر کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جس کو شہر بدر کیا ہے اس کو اس وطن سے دور کر دیا جائے جس میں نافرمانی واقع ہوئی ہے۔ اور باندی کو فروخت

کرنے سے اس کا حصول لازم نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۳۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ تَابَعَهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب باندی زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو اس کو کوڑے مارے جائیں، اور ملامت نہ کی جائے، پھر اگر وہ زنا کرے پس اس کو کوڑے مارے جائیں اور ملامت نہ کی جائے، پھر جب تیسری مرتبہ وہ زنا کرے تو اس کو فروخت کر دیا جائے خواہ ایک بالوں کی رسی کے عوض۔

لیث کی متابعت اسماعیل بن امیہ نے کی ہے از سعید از ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(صحیح البخاری: ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۲۳۲، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۲۵۵۶، صحیح مسلم: ۱۷۰۳، سنن ترمذی: ۱۴۴۰، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۰، مسند احمد: ۱۰۰۳۳)

صحیح البخاری: ۶۸۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "اس باندی کو ملامت نہ کی جائے"۔ کیونکہ یہی باب کا عنوان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں سعید المقبری کا ذکر ہے جو اپنے والد کیسان سے روایت کرتے ہیں اور وہ بنولیث کے آزاد کردہ غلام ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب البیوع میں از عبد العزیز بن عبد اللہ گزر چکی ہے۔ اور امام مسلم نے اس کی کتاب الحدود میں اور امام نسائی نے اس کی باب الرجم میں روایت کی ہے۔ اور المزی نے کہا ہے: اس حدیث کی متعدد نے روایت کی ہے از سعید از ابی ہریرہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فتبین" اس کا ترجمہ ہے: اس باندی کا زنا ظاہر ہو جائے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا زنا کرنا متحقق اور ثابت ہو جائے۔

مالک کے اپنے غلاموں پر حد قائم کرنے میں فقہاء کے اقوال

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مالک اپنے غلام اور باندی پر حد قائم کرے گا۔

اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام شافعی اور امام احمد، اسحاق اور ابوثور نے کہا ہے: یہ حکم تمام حدود کو شامل ہے، اور یہ صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے جنہوں نے اپنے غلاموں پر حد قائم کی۔ ان صحابہ میں سے حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور فقہاء تابعین میں سے الثوری اور الاوزاعی نے کہا ہے کہ مالک زنا کی حد کو قائم کرے گا اور امام مالک اور اللیث نے کہا ہے کہ مالک زنا اور شراب نوشی میں اور قذف میں حد قائم کرے گا جب کہ مالک کے پاس گواہوں سے یہ ثابت ہو جائے نہ کہ غلام کے اقرار سے سوائے ہاتھ کاٹنے کے معاملہ میں، کیونکہ ہاتھ کو امام کے سوا اور کوئی نہیں کاٹے گا۔

اور فقہاء احناف نے کہا ہے: حدود کو صرف امام قائم کرے گا خصوصیت کے ساتھ، اور ان کا استدلال اس روایت سے ہے جو الحسن اور عبداللہ بن محیریز اور عمر بن عبدالعزیز سے ثابت ہے، انہوں نے کہا کہ جمعہ (قائم کرنا) حدود (نافذ کرنا) اور زکوٰۃ (کو وصول کرنا) اور شہر بدر کرنا خصوصیت کے ساتھ سلطان کی طرف مفوّض ہے۔

بیع التغابن کا حکم

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تغابن کی بیع جائز ہے، یعنی کسی معمولی چیز کو بہت زیادہ قیمت کے عوض فروخت کرنا، کیونکہ جو شخص صحیح مالک ہو اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے مال کو جس کی بہت زیادہ قیمت ہو اس کو معمولی قیمت کے عوض فروخت کر دے یا کسی معمولی چیز کو بہت زیادہ قیمت کے عوض فروخت کر دے، کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”اس باندی کو فروخت کر دو خواہ رسی کے عوض“۔ اور اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف نہیں ہے جب اس چیز کی قدر و قیمت معلوم ہو، اور جب اس چیز کی قدر و قیمت معلوم نہ ہو تو پھر کسی چیز کو زیادہ قیمت کے عوض فروخت کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے اور لوگوں کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے رزق عطا فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۲۲، سنن ابوداؤد: ۳۴۴۲، سنن ترمذی: ۱۲۲۳، سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۷، ۳۸۶، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴۶، ۳۴۷، مسند حمیدی: ۱۲۷۰)

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ از حکیم بن ابی زید از والد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو چھوڑ دو، بعض لوگ دوسرے بعض لوگوں سے (نفع) حاصل کرتے ہیں، پس جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی خیر خواہی طلب کرے تو وہ اس کی خیر خواہی کرے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۹، الحدیث: ۱۵۴۵۵، المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۸۸۹، شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۱، مسند ابوداؤد الطیالسی الحدیث: ۱۳۱۲، الاحاد والمثانی الحدیث: ۲۵۴۵، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۳)

تاجروں کے غبنِ فاحش کے وقت چیزوں کی قیمتیں مقرر کرنے کا جواز

علامہ السید علی بن محمد الجرجانی التوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

الغبن الفاحش: یہ کسی چیز کی اتنی زیادہ قیمت مقرر کرنا ہے جو قیمت لگانے والوں کی قیمت میں داخل نہ ہو۔

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی التوفی ۱۰۸۸ھ، لکھتے ہیں:

حاکم چیزوں کی قیمت مقرر نہ کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیمتیں مقرر نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی قیمتیں مقرر کرنے والا ہے، وہ تنگی کرنے والا ہے اور فراخی کرنے والا ہے اور رزاق ہے، سوا اس کے کہ فروخت کرنے والا قیمت میں تعدی فاحش کرے (بہت زیادہ قیمت وصول کرے) پھر حاکم اہلِ رائے کے مشورہ سے قیمت مقرر کرے۔

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۹ ص ۴۸۸، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الدمشقی الشامی التوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہمارے مشائخ کے شیخ علامہ اسماعیل الجراحی نے ''الاحادیث المشتھرۃ'' میں لکھا ہے کہ نجم نے کہا ہے: حدیث کے یہ الفاظ وارد نہیں ہیں، لیکن امام احمد اور امام البزار اور امام ابویعلیٰ نے اپنی مسانید میں اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں اور اسی طرح امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! قیمتیں بہت مہنگی ہوگئی ہیں، آپ ہمارے لیے اشیاء کی قیمتیں مقرر فرمادیں، تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ہی قیمت مقرر کرنے والا ہے، تنگی کرنے والا ہے، فراخی کرنے والا ہے اور رزاق ہے، اور بے شک میں یہ امید کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ تم میں سے کسی ایک کا مجھ پر کسی زیادتی کے متعلق کوئی حق نہ ہو نہ جان میں اور نہ مال میں۔ اور اس حدیث کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور امام ابن حبان اور امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۶، ۲۸۶، سنن ابوداؤد، الحدیث: ۳۴۵۱، سنن ترمذی الحدیث: ۱۳۱۴، سنن ابن ماجہ الحدیث: ۲۲۰۰، سنن دارمی ج ۲ ص ۲۴۹، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۹)

علامہ شامی نے لکھا ہے: تعدی فاحش کا معنی زیلعی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ کسی چیز کی دگنی قیمت وصول کی جائے، یعنی کسی چیز کی دگنی قیمت وصول کرنا یہ غبنِ فاحش ہے، کیونکہ اشیاء کی قیمتوں کو مقرر کرنا معنیٰ غبن فاحش پر پابندی لگانا ہے، کیونکہ اس سے بیع میں زیادتی فاحشہ سے روکا جاتا ہے۔ (ردالمحتار ج ۹ ص ۴۸۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ خرید و فروخت میں چیزوں کی دگنی قیمت لینا یہ غبنِ فاحش ہے اور اگر تاجر ایسا کریں تو پھر حکومت کو چاہیے کہ وہ قیمتوں پر کنٹرول کرے اور از خود قیمتیں مقرر کردے تاکہ لوگ مشکلات کا شکار نہ ہوں۔

صحیح البخاری: ۶۸۳۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۶۸۳۹ میں مذکور ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب باندی زنا کرے اور اس کا زنا ثابت ہوجائے تو اس کو

کوڑے مارے جائیں اور اس کو ملامت نہ کی جائے"۔ اور اس کو شہر بدر نہیں کیا جائے گا، کیونکہ شہر بدر کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جس جگہ اس نے معصیت کی ہے وہاں سے اس کو دور کر دیا جائے اور یہ معنی اس کو فروخت کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا کہ "اگر تیسری بار وہ زنا کرے تو اس کو فروخت کر دو خواہ ایک رسی کے عوض"۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس دلالت کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: اس کو کوڑے مارو اور فرمایا: اس کو فروخت کر دو، پس اس میں شہر بدر کرنے کے حکم کے ساقط کرنے کی دلیل ہے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: باندی کو مستثنیٰ کیا جائے گا کیونکہ اس کے مالک کا اس پر حق ہے، پس مالک کے حق کو اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم کیا جائے گا اور باندی سے حد کو ساقط نہیں کیا کیونکہ وہ اصل ہے اور شہر بدر کرنا فرع ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس کا تتمہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس حدیث میں مالک کے حق کی بھی رعایت کی گئی ہے کیونکہ اس باندی کے رجم کرنے کو ترک کر دیا گیا ہے، کیونکہ اگر باندی کو رجم کر دیا گیا تو مالک اس سے بالکل منفعت حاصل نہیں کر سکتا، اس کے برخلاف اگر اس کو پچاس کوڑے لگیں (یعنی پچاس چابک مارے یا پچاس جوتے مارے یا پچاس ڈنڈے مارے) تو پھر مالک اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اور غلام کو شہر بدر کرنے کا حکم قائم رہے گا، کیونکہ مالک کا غلام سے نفع حاصل کرنے میں کوئی حق نہیں ہے۔ اور جنہوں نے غلام کے شہر بدر کرنے کا بھی استثنیٰ کیا ہے، انہوں نے اس سے استدلال کیا کہ غلام کا کوئی وطن نہیں ہے اور اس کو شہر بدر کرنے میں مالک کے حق کو منقطع کرنا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس باندی کو کوڑے مارے جائیں گے اور اس کو عار نہیں دلایا جائے گا اور ملامت نہیں کی جائے گی۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس سے یہ حکم اخذ ہوتا ہے کہ ہر وہ شخص جس پر حد قائم کی گئی ہو، اس کو ملامت کر کے اس پر تعزیر نہیں کی جائے گی۔ یہ اس کے لائق ہے کہ امام کے پاس اس کا مقدمہ پیش کرنے سے پہلے اس کو زجر و توبیخ کی جائے اور اس کو ڈرایا جائے، لیکن جب امام کے پاس مقدمہ پیش کر دیا جائے اور اس پر حد قائم کی جائے تو یہ کافی ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۹۱۲، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

(میں کہتا ہوں: یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل ہے کہ باندی کی حد آزاد سے آدھی ہے کیونکہ شہر بدر کرنے کا کوئی آدھا نہیں ہوتا اور امام صاحب کا قول قرآن سے ثابت ہے اور خبر واحد سے نص قرآن کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ سعیدی غفرلہٗ)

۳۸۔ بَابُ: أَحْكَامِ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَإِحْصَانِهِمْ إِذَا زَنَوْا وَرُفِعُوا إِلَى الْإِمَامِ

اہلِ ذمہ کے احکام اور ان کے احصان کا بیان جب وہ زنا کریں اور ان کا مقدمہ امام کے پاس پیش کیا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اہلِ ذمہ کے احکام بیان کیے گئے ہیں، اہلِ ذمہ یہود اور نصاریٰ ہیں اور تمام وہ لوگ ہیں جن سے جزیہ لیا جاتا ہے۔ اور اس عنوان میں مذکور ہے "واحصانھم" یعنی اہلِ ذمہ کے احصان کا بیان، آیا اس میں اسلام کی شرط ہے یا نہیں؟ جیسا کہ

عنقریب اس میں اختلاف کا ذکر آئے گا۔ اور اس عنوان میں ذکر ہے "اذا زنوا" یہ احکامِ اہل ذمہ کا ظرف ہے۔
اور اس عنوان میں مذکور ہے "و رفعوا الی الامام" خواہ وہ خود امام کے سامنے پیش ہوں یا کوئی اور ان کو امام کے سامنے پکڑ کر لے جائے۔

اہلِ ذمہ کے احصان کے متعلق فقہاء کے اقوال

اہلِ ذمہ کے احصان کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، پس فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اہلِ کتاب میں سے شوہر یا بیوی زنا کریں اور ہمارے پاس ان کا مقدمہ پیش کیا جائے۔ (شادی شدہ یہودی یا نصرانی خواہ مرد ہو یا عورت) جب ان کا مقدمہ ہمارے پاس پیش کیا جائے تو ان کو رجم کیا جائے گا اور ان دونوں کو **محصن** قرار دیا جائے گا، یہ الزہری اور امام شافعی کا قول ہے۔
اور امام طحاوی نے کہا کہ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اہلِ کتاب ایک دوسرے سے **محصن** ہو جاتے ہیں اور مسلمان مرد نصرانی عورت کو **محصن** بنا دیتا ہے۔ اور نصرانی عورت مسلمان کو **محصن** نہیں بناتی، اور ابراہیم النخعی نے کہا ہے: وہ دونوں اس وقت تک محصن نہیں ہوتے حتیٰ کہ مرد اپنی بیوی سے اسلام کے بعد جماع کرے، اور یہی امام مالک اور فقہاء احناف کا قول ہے۔ اور انہوں نے کہا: احصان کی شرط اسلام ہے۔

اہلِ ذمہ پر حکم کے وجوب کے متعلق فقہاء کا اختلاف

اہلِ ذمہ کے درمیان حکم کے وجوب میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء، شعبی اور ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ اس میں اختیار ہے اور یہی امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا قول ہے۔ اور دوسرے فقہاء نے کہا: ان پر حکم لگانا واجب ہے، یہ مذہب مجاہد اور عکرمہ سے منقول ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی کے دو قولوں میں زیادہ ظاہر قول یہی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۴۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى عَنِ الرَّجْمِ فَقَالَ رَجَمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ أَقَبْلَ النُّورِ أَمْ بَعْدَهُ قَالَ لَا أَدْرِي تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَالْمُحَارِبِيُّ وَعَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْمَائِدَةِ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ۔

(صحیح البخاری: ۶۸۴۰، صحیح مسلم: ۱۷۰۲، مسند احمد: ۱۸۶۴۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے رجم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے، میں نے پوچھا: سورۂ نور کے نزول سے پہلے یا اس کے بعد؟ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا۔
عبدالواحد کی متابعت علی بن مسہر نے کی ہے اور خالد بن عبداللہ اور محاربی نے اور عبیدہ بن حمید نے از الشیبانی۔
اور بعض تابعین نے کہا: المائدہ، اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

صحیح البخاری: ۶۸۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں رجم کا مطلقاً ذکر ہے، اور اسی سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی عادت کے موافق یہ عنوان لکھا ہے، کیونکہ امام بخاری اس حکم کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کا اس حدیث کی کسی اور سند میں ذکر ہو۔ اور یہ وہ حدیث ہے جس کی امام احمد اور امام الطبرانی اور الاسماعیلی نے از شیبانی روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا: میں نے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: آپ نے یہودی مرد اور یہودی عورت کو رجم کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالواحد کا ذکر ہے، یہ ابن زیاد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں شیبانی کا ذکر ہے، یہ سلیمان بن ابی سلیمان فیروز ابواسحاق الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند حضرت میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے، اور ابواوفیٰ کا نام علقمہ بن خالد الاسلمی ہے۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از ابی کامل از ابن ابی شیبہ روایت کی ہے۔

حدیثِ مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے'' آیا النور سے پہلے یا النور کے بعد؟'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نور کے نزول سے پہلے رجم کیا یا سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کیا، تو حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما نے کہا: میں از خود نہیں جانتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما نے غور کیا اور ان کو پتا نہیں چل سکا، یہ ان کے لیے لائقِ مدح ہے اور اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جلیل القدر صحابی سے بھی بعض امورِ واضحہ مخفی رہ جاتے ہیں اور ان کا ''لا ادری'' (میں نہیں جانتا) کے ساتھ جواب دینا کوئی عیب نہیں ہے بلکہ ان کا یہ جواب لائقِ مدح ہے۔

اس باب کی دوسری تعلیق میں ہے ''بعض تابعین نے کہا: مائدہ اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے''۔

یعنی بعض تابعین نے کہا: کہ آیا آپ نے سورۂ مائدہ سے پہلے رجم کیا یا اس کے بعد رجم کیا، یعنی سورہ نور کی جگہ سورۂ مائدہ کا ذکر کیا۔ اور شاید سورۂ مائدہ کا اس لیے ذکر کیا ہے کیونکہ سورۂ مائدہ میں وہ آیت ہے جو یہود کے اس سوال کے سبب سے نازل ہوئی کہ ان میں سے دو مردوں نے زنا کیا تو انہوں نے اس کا حکم معلوم کیا اور وہ آیت یہ ہے:

وَ كَیْفَ یُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِیْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ یَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓىٕكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (المائدہ: ۴۳)

اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر اس کے باوجود وہ روگردانی کرتے ہیں، اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں O

اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے یعنی سورۂ مائدہ کی جگہ سورۂ نور کا لفظ ہونا چاہیے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶-۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۴۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس یہودی مرد اور یہودیہ عورت کو رجم کیا گیا، ان کا تذکرہ

علامہ سہیلی نے از ابن العربی ذکر کیا ہے کہ اس عورت کا نام بُسرہ تھا اور مرد کا نام نہیں ذکر کیا۔

اور امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ الزہری سے روایت کی ہے کہ میں نے مزینہ کے ایک مرد سے سنا جس نے علم کی پیروی کی تھی اور وہ سعید بن المسیب کے پاس تھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کر رہا تھا کہ ایک یہودی مرد نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا، پس انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ہمیں اس نبی کے پاس لے چلو کیونکہ یہ تخفیف کے ساتھ احکام بیان کرتے ہیں، پس اگر انہوں نے ہم کو ایسا فتویٰ دیا جس میں رجم کا حکم نہ ہو تو ہم اس کو قبول کر لیں گے، اور اس سے ہم اللہ تعالیٰ کے پاس حجت پکڑیں گے اور ہم کہیں گے: یہ آپ کے انبیاء میں سے ایک نبی کا فتویٰ ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ مسجد میں اپنے اصحاب میں بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! آپ اس مرد کے متعلق اور عورت کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں جنہوں نے ایک دوسرے سے زنا کیا؟

اور علامہ ابن العربی نے طبری سے اور ثعلبی سے اور دیگر مفسرین سے نقل کیا ہے کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر میں سے کچھ لوگ کعب بن الاشرف کے پاس اور کعب بن اسد کے پاس اور سعید بن عمرو کے پاس اور مالک بن السیف کے پاس اور کنانہ بن ابی الحقیق کے پاس اور شاس بن قیس اور یوسف بن عازوراء کے پاس گئے، پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور ایک مرد اور ایک عورت اہلِ خیبر کے معزز لوگوں میں سے تھے، ان دونوں نے زنا کیا اور عورت کا نام بُسرہ تھا، اور اس وقت خیبر دارالحرب تھا، پس آپ نے ان سے فرمایا: ان سے سوال کرو، پھر حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے، پس انہوں نے کہا: آپ اپنے اور ان کے درمیان ابن صوریاء کو مقرر کریں، پھر قصہ ذکر کیا جو طویل ہے۔

اور امام طبری کی عبارت یہ ہے کہ یہود کے علماء بیت المدراس میں جمع ہوئے، ان میں سے ایک مرد نے شادی شدہ ہونے کے بعد اپنی ایک عورت کے ساتھ زنا کیا اور وہ عورت بھی شادی شدہ تھی، پھر اس قصہ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: ان کو عبداللہ بن صوریاء کانے کے پاس لے جاؤ۔ اور ابن اسحاق نے کہا کہ ان کو ابو یاسر بن اخطب اور وہب بن یہوداء لے گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں ابن صوریاء سے ملے، پھر اس حدیث کا ذکر کیا۔

اور صحیح مسلم میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے پاس سے گزرے جس کا منہ کالا تھا اور اس کو کوڑے لگائے ہوئے تھے، آپ نے ان کو بلایا، پس پوچھا: کیا تم اسی طرح زنا کی حد اپنی کتاب میں پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! اور یہ حدیث پہلی روایتوں کے خلاف ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ ہے کہ انہوں نے حد قائم کرنے سے پہلے سوال کیا تھا، اور اس حدیث میں یہ ہے کہ انہوں نے سوال کرنے سے پہلے حد قائم کر لی تھی، اور ان میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ یہ متعدد

واقعات ہیں کہ جن یہودیوں نے سوال کیا تھا وہ ان کے غیر تھے جن کو کوڑے مارے گئے تھے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے جلدی کی اور ان زانیوں کو کوڑے مار دیئے، پھر ان کو خیال آیا کہ وہ آپ سے سوال کریں۔

یہودیوں کو رجم کرنے کا واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ ابتداءً مدینہ میں آئے تھے

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم رجم کے متعلق تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟ اور کتاب التوحید میں مذکور ہے کہ ہم ان کا منہ کالا کرتے ہیں اور ان کو رسوا کرتے ہیں، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں مذکور ہے کہ ہم ان کا چہرہ کالا کر دیتے ہیں اور ان کو سواری پر ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے بٹھاتے ہیں اور ان کو شہر میں گھماتے ہیں۔

صحیح البخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا، تورات میں رجم کا حکم ہے۔ الحدیث

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ کافر ذمی پر بھی حد لگانا واجب ہے جب وہ زنا کرے اور یہی جمہور کا قول ہے اور اس میں فقہاء شافعیہ کا اختلاف ہے۔ اور حافظ ابن عبدالبر سے ذہول ہو گیا اور انہوں نے یہ کہا کہ اس پر اتفاق ہے کہ احصان کی شرط جو رجم کی موجب ہے، وہ اسلام ہے اور ان پر فقہاء شافعیہ اور امام احمد نے رد کیا ہے، وہ یہ شرط نہیں لگاتے۔ اور ان کے مذہب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ تصریح ہے کہ دو یہودی جن کو رجم کیا گیا وہ محصَن تھے یعنی شادی شدہ تھے اور مالکیہ اور معظم حنفیہ اور ربیعہ جو امام مالک کے شیخ ہیں انہوں نے کہا ہے: احصان کی شرط اسلام ہے۔ اور اس باب کی حدیث کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تورات کے حکم سے رجم کیا تھا، اور یہ اسلام کا حکم بالکل نہیں تھا، اور آپ نے ان یہودیوں کے اوپر ان کی تورات کا حکم نافذ کیا تھا، کیونکہ تورات میں مذکور ہے کہ محصن اور غیر محصن کو رجم کیا جائے۔ اور انہوں نے کہا ہے: یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً مدینہ میں داخل ہوئے تھے اور آپ کو یہ حکم تھا کہ آپ تورات کے احکام کی اتباع کریں اور اس پر عمل کریں حتیٰ کہ آپ کی شریعت میں وہ حکم منسوخ ہو جائے، تو آپ نے دونوں یہودیوں کو اس حکم کے مطابق رجم کیا۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

نیز اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ کفار کا باہم نکاح صحیح ہے، کیونکہ احصان کا ثبوت صحتِ نکاح کی فرع ہے۔

نیز اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ کفار شریعت کے فروعی احکام کے مخاطب ہیں۔

اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ یہود تورات کی طرف ایسے احکام منسوب کرتے تھے جو تورات میں نہیں تھے۔

اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ تورات کا جو نسخہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا تھا وہ صحیح تھا اور اس میں تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ہم سے پہلی شریعت بھی ہمارے لیے حجت ہے جب کہ قرآن یا حدیثِ صحیح سے اس کا منسوخ ہونا ثابت نہ ہو۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۱۵۔۹۱۷، ملخصاً وملتقطاً، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کرنے پر دلیل

امام عبداللہ حاکم نیشاپوری نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے قصہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جب حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر زنا کا اعتراف کیا تو آپ نے حاضرین سے پوچھا: کیا تمہارا یہ ساتھی پاگل ہے؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حاضرین کی طرف دیکھا۔ الحدیث (المستدرک ج ۴ ص ۳۶۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کرتے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ میں نو (۹) ہجری کو آئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو نو ہجری میں رجم کیا گیا تھا اور یہ سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، کیونکہ سورۂ نور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کے موقع پر نازل ہوئی تھی اور یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق میں ہوا تھا اور وہ چار ہجری، پانچ ہجری یا چھ ہجری میں ہوا ہے اور حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو نو ہجری میں رجم کیا گیا ہے۔

اسی طرح غامدیہ خاتون کو بھی سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کیا گیا ہے، کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث میں مذکور ہے کہ غامدیہ کو رجم کرتے وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو پتھر مارا تھا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ سات ہجری میں مدینہ منورہ آئے تھے، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر کے بعد ے ہجری میں اسلام لائے۔

(الاصابہ ج ۲ ص ۲۱۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اس سے ثابت ہوا کہ غامدیہ کو بھی ۸ ہجری میں یا اس کے بعد رجم کیا گیا ہے اور یہ بھی سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔ نیز صحیح مسلم کی حدیث میں مذکور ہے کہ غامدیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے بھی ماعز کی طرح واپس کرنا چاہتے ہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ غامدیہ کو رجم کرنے کا واقعہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کے بعد پیش آیا اور حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے بارے میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان کو سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کیا گیا ہے اور غامدیہ کو بھی سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد رجم کیا گیا ہے۔

رہا مزدور کی مالکہ کو رجم کرنے کا واقعہ، تو اس کی تفصیل جس طرح کتب حدیث میں ہے کہ اس کے والد نے کہا: میرا لڑکا اس شخص کے ہاں کام کرتا تھا اور اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا، پہلے مجھے بتایا گیا کہ اس کو رجم کیا جائے گا، پھر میں نے اہل علم سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے۔۔۔ الحدیث

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا تو اس وقت سورۂ نور نازل ہو چکی تھی اور زانی کو سو کوڑے مارنے کا حکم نازل ہو چکا تھا، کیونکہ سورۂ نور سے پہلے زنا کی سزا یہ تھی کہ زانیہ عورتوں کو گھروں میں قید کر دیا جائے حتیٰ کہ انہیں موت آ جائے اور اس کے بعد سورۂ نور میں زانیہ اور زانی کو سو کوڑے مارنے کا حکم نازل ہوا، لہٰذا اس حدیث کی داخلی شہادت سے یہ ثابت ہو گیا کہ مزدور کی مالکہ کو رجم کرنے کا واقعہ بھی سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد پیش آیا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے ایک راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور صحیح البخاری میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں تھے کہ ایک شخص نے آ کر اپنا مقدمہ پیش کیا۔۔۔ الحدیث

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت موجود تھے اور وہ سات (۷) ہجری میں اسلام لائے تھے، پس یہ

ہجری کے بعد کا واقعہ ہے اور سورۂ نور اس سے پہلے نازل ہوئی ہے، پس ثابت ہو گیا کہ رجم کے تمام واقعات سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد پیش آئے۔

۶۸۴۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرُوا لَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَأَةً زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ فِي شَأْنِ الرَّجْمِ فَقَالُوا نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُونَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ إِنَّ فِيهَا الرَّجْمَ فَأَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوهَا فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ فَقَرَأَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ ارْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهُ فَإِذَا فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ قَالُوا صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَرُجِمَا فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنِيْ عَلَى الْمَرْأَةِ يَقِيهَا الْحِجَارَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، پس انہوں نے آپ سے یہ ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم تورات کے اندر رجم کے متعلق کیا پاتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم ان کو رسوا کرتے ہیں اور ان کو کوڑے لگائے جاتے ہیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا، تورات میں رجم کا حکم ہے، پس وہ تورات کو لائے، سو اس کو کھولا، پس ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ دیا، پھر اس آیت سے پہلے اور اس کے بعد کی آیتوں کو پڑھا، تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اپنا ہاتھ اٹھاؤ، اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اس میں رجم کی آیت تھی، تو یہودیوں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، اس میں رجم کی آیت ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، سو ان دونوں کو رجم کیا گیا۔ پس میں نے دیکھا کہ مرد اس عورت پر جھک رہا تھا اور اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۳۲۹، ۳۶۳۵، ۴۵۵۶، ۶۸۱۹، ۶۸۴۱، ۷۳۳۲، ۷۵۴۳، صحیح مسلم: ۱۶۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۶، مسند احمد: ۴۴۹۸، موطا امام مالک: ۱۵۵۱، سنن دارمی: ۲۳۲۱)

صحیح البخاری: ۶۸۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان ہے "اہلِ ذمہ کے احکام اور ان کے محصن ہونے کا بیان جب وہ زنا کریں اور ان کا مقدمہ امام کے پاس پیش کیا جائے"۔

یہ حدیث عنقریب باب ''الرجم فی البلاط'' میں گزر چکی ہے اور وہ عبداللہ بن دینار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی تھی۔ اور یہ حدیث علامات نبوت میں بھی از عبداللہ بن یوسف از مالک از نافع گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''نفضحهم'' یہ لفظ فضیحت سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: ہم ان کی برائیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے ''فضحه فافتضح'' (اس نے اس کو رسوا کیا تو وہ رسوا ہو گیا)۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یحنی'' اس کا معنی ہے: وہ مرد اس عورت کے اوپر جھک رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یقیها'' یہ الوقایة سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: وہ اس کو بچا رہا تھا اور اس کی حفاظت کر رہا تھا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی جب زنا کرے تو اس پر بھی حد واجب ہے۔ اور یہ جمہور کا قول ہے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہلِ ذمہ کی ایک دوسرے کے حق میں شہادت کو قبول کرنا جائز ہے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کا ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کرنا صحیح ہے۔

(۴) یہود تورات میں ایسی باتوں کو منسوب کر دیتے تھے جو تورات میں نہیں ہیں۔

(۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت بھی ہم پر لازم ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا انکار نہ کیا ہو۔

(۶) فقہاء شافعیہ اور امام احمد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ احصان کے لیے اسلام شرط نہیں ہے، اور فقہاء مالکیہ اور اکثر احناف نے یہ کہا ہے کہ احصان کے لیے اسلام شرط ہے، اور اس حدیث کا انہوں نے یہ محمل بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی مرد اور یہودیہ عورت کو تورات کے حکم سے رجم کیا اور یہ اسلام کا حکم نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہلِ ذمہ کی تعریف

الذمة کا لغت میں معنی ہے العهد، اور اہل ذمہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہمارے شہروں میں رہتے ہیں اس شرط پر کہ وہ ہم کو جزیہ ادا کریں، پس ان لوگوں کے لیے یہ عہد ہے کہ ہم ان پر زیادتی نہیں کریں گے اور ان سے ان لوگوں کو دور کریں گے جو ان پر زیادتی کرے۔ اور ہمارا ان کے اوپر حق یہ ہے کہ وہ جزیہ ادا کریں اور ظاہراً اسلام کے احکام کی اطاعت کریں، اور باطن میں ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے دین کے مطابق اپنے گھروں میں عمل کریں لیکن ظاہر میں اسلام کے احکام کی اطاعت کریں۔ اور وہ مسلمانوں میں سے کسی ایک کے اوپر زیادتی نہ کریں، پھر اگر ان میں سے کوئی اس عہد کی خلاف ورزی کرے تو اس کا ذمہ ٹوٹ جائے گا اور پھر وہ محاربین ہو جائیں گے، سو یہ اہلِ ذمہ کی تعریف ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا اہلِ ذمہ اہلِ کتاب سے ہیں؟
تو صحیح جواب یہ ہے کہ بے شک اہلِ ذمہ اہلِ کتاب ہیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۱۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۴۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہلِ ذمہ کے احصان کے متعلق فقہاء کے اقوال

اہلِ ذمہ کے احصان کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب شوہر اور بیوی اہلِ کتاب سے ہوں اور وہ دونوں زنا کریں اور ہمارے پاس مقدمہ پیش کریں تو ان پر رجم ہے اور وہ دونوں محصن ہیں، یہ الزہری اور امام شافعی کا قول ہے۔
(البیان ج ۱۲ ص ۳۵۴، الشرح الکبیر للرافعی ج ۱۱ ص ۱۳۹۔ ۱۳۸، المغنی ج ۱۲ ص ۳۱۷)

امام ابوجعفر طحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اہلِ کتاب میں سے بعض، بعض کو محصن بنا دیتے ہیں اور مسلمان نصرانی عورت کو محصنہ بنا دیتا ہے، اور نصرانی عورت مسلمان مرد کو محصن نہیں بناتی۔ (مختصر الطحاوی ص ۲۶۲)

امام شافعی نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اس لیے رجم کیا کہ وہ دونوں محصن تھے، اور ابراہیم النخعی نے کہا ہے: وہ دونوں اس وقت تک محصن نہیں ہوں گے حتیٰ کہ مرد اس عورت سے اس کے مسلمان ہونے کے بعد جماع کرے اور یہ امام مالک اور فقہاء احناف کا قول ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ اسلام احصان کی شرط ہے۔
(الاستذکار ج ۲۴ ص ۱۲۔ ۱۳)

اور ان فقہاء نے کہا ہے: اس باب میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہودی مرد اور یہودی عورت کو رجم کرنے کا ذکر ہے تو آپ نے ان کو تورات کے حکم سے رجم کیا تھا جب علماء یہود نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ابتداءً مدینہ میں تشریف لائے تو آپ یہودیوں پر ان کی کتاب کے مطابق احکام نافذ کرتے تھے، پھر آپ کے اوپر قرآن مجید میں اس کے متعلق حکم نازل ہوا، پس آپ کا ان کو رجم کرنا اسلام کے احصان میں سے نہیں تھا اور یہ صرف ان کے اوپر تورات کے احکام نافذ کرنے کی وجہ سے تھا اور تورات میں یہ حکم تھا کہ جو محصن ہو اور جو محصن نہ ہو اس کو زنا کرنے پر رجم کیا جائے۔ اور شارع علیہ السلام پر اس حکم کی اتباع لازم تھی اور اس کے مطابق عمل کرنا لازم تھا، کیونکہ ہر نبی کے اوپر اس نبی کی شریعت کی اتباع کرنا لازم تھی جو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے شریعت نازل فرمائی تھی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ایسے احکام نازل فرمادے جو اس شریعت کو منسوخ کر دے، تو آپ نے ان کو جو رجم کیا تھا، وہ تورات کے حکم کے مطابق رجم کیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰى یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۞ (النساء: ۱۵)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان کے خلاف اپنے چار (مسلمان) مردوں کی گواہی طلب کرو، پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں میں مقید رکھو حتیٰ کہ انہیں موت آجائے، یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی (اور) راہ پیدا کر دے ۞

پس یہ آیت اس سے پہلے کے حکم کے لیے ناسخ ہے اور اس آیت میں محصن اور غیر محصن کا فرق نہیں ہے، پھر اس حکم کو اس کے بعد کی آیت سے منسوخ کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے زنا کرنے والی عورتوں کے لیے ایک سبیل مقرر کر دی یعنی ان کے لیے ایک حکم مقرر کر دیا۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے حکم لو، مجھ سے حکم لو، اللہ تعالیٰ نے زانی عورتوں کے لیے طریقہ بیان فرمادیا: کنوارا کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو اس کو ایک سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو، اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اسے سو کوڑے مارو اور رجم کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۰، سنن ابوداؤد: ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، سنن ترمذی: ۱۴۳۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۰، مسند احمد: ۲۲۷۲۹)

پھر محصن اور غیر محصن کی حد میں فرق کیا گیا، اور یہ امام طحاوی کا قول ہے۔ (مختصر الطحاوی ص ۲۶۲)

اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درج ذیل آیت نازل ہوئی:

اَوَ لَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ (العنکبوت: ۵۱)

کیا ان کے لیے یہ (معجزہ) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر الکتاب نازل کی ہے جس کی ان پر تلاوت کی جاتی ہے، بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے ضرور رحمت اور نصیحت ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جب یہودیوں نے آپ کی طرف کوئی مقدمہ پیش کیا تو آپ نے صرف قرآن سے فیصلہ کیا، مگر علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا اہلِ ذمہ پر حکم لگانا واجب ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء سے اور الشعبی سے اور النخعی سے مروی ہے کہ اس میں اختیار ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ کریں یا نہ کریں، اور یہی امام مالک کا قول ہے اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْكَ شَیْـًٔا ؕ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ﴿۴۲﴾ (المائدہ: ۴۲)

(یہ) جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں، سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں (تو آپ کو اختیار ہے) خواہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں خواہ ان سے اعراض فرمائیں اور اگر آپ ان سے اعراض کریں گے تو یہ آپ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے O

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اہلِ کتاب اگر ہم سے فیصلہ طلب کریں تو ان کے متعلق فیصلہ کرنا واجب ہے، اور ان کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے:

وَ اَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّصِیْبَهُمْ

اور یہ کہ آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں، کہیں یہ آپ کو ان بعض احکام سے ہٹا نہ دیں

بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُونَ ﴿٤٩﴾ (المائدہ:۴۹)

جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کیے ہیں، پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ جان لیں کہ اللہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے سزا دینا چاہتا ہے اور بے شک بہت سے لوگ ضرور فاسق ہیں O

انہوں نے کہا کہ المائدہ:۴۹، المائدہ: ۴۲ کے لیے ناسخ ہے جس میں اختیار کا حکم ہے اور یہ مذہب مجاہد اور عکرمہ سے منقول ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے، اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے زیادہ ظاہر قول یہی ہے۔ اور کتبِ سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ چار ہجری کا ہے۔

اس دور میں اہلِ کتاب کے زانیوں کی سزا کا بیان

علامہ ابن التین نے کہا ہے: جب آج کل اہل ذمہ میں سے کوئی شخص زنا کرے تو اسے اہلِ ذمہ کے حوالے کیا جائے گا، اگر وہ اس کو رجم کرنا چاہیں تو رجم کر دیں، جب کہ وہ کسی مسلمان کا غلام یا مسلمان کی باندی نہ ہو، اور جب کوئی مسلمان کسی ذمیہ عورت سے زنا کرے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، علامہ ابن القاسم نے کہا: اس ذمیہ عورت کو اہلِ ذمہ کے حوالہ کیا جائے گا اور علامہ اشہب مالکی نے کہا: ان کو اسے رجم کرنے کا حق نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی مرد اور یہودیہ عورت کو اس وقت رجم فرمایا تھا جب وہ اہل ذمہ نہیں تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۵۶۔ ۲۵۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۹۔ باب: إِذَا رَمَى امْرَأَتَهُ أَوِ امْرَأَةَ غَيْرِهِ بِالزِّنَا عِنْدَ الْحَاكِمِ وَالنَّاسِ هَلْ عَلَى الْحَاكِمِ أَنْ يَبْعَثَ إِلَيْهَا فَيَسْأَلَهَا عَمَّا رُمِيَتْ بِهِ؟

اس کا بیان کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی پر یا دوسرے کی بیوی پر حاکم کے سامنے اور لوگوں کے سامنے زنا کی تہمت لگائے، تو کیا حاکم پر واجب ہے کہ وہ اس عورت کی طرف کسی ایسے شخص کو بھیجے جو اس عورت سے اس کے متعلق سوال کرے جس کی اس عورت پر تہمت لگائی گئی ہے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میری بیوی نے زنا کیا ہے یا یہ کہے کہ فلاں کی بیوی نے زنا کیا ہے تو کیا حاکم پر واجب ہے کہ اس تہمت زدہ عورت کے پاس تفتیش کے لیے کسی کو بھیجے اور اس سے یہ سوال کرے کہ کیا واقعی تم نے زنا کیا ہے؟

امام بخاری نے اس عنوان کا جواب نہیں لکھا، اور وہ جواب یہ ہے کہ ہاں! حاکم پر واجب ہے کہ اس کی تحقیق اور تفتیش کرے، اور امام بخاری نے اس کا ذکر نہیں کیا، انہوں نے اس حدیث کے اوپر اکتفاء کی۔ اور اس پر اجماع ہے کہ تہمت لگانے والا جب کوئی

گواہ نہ لائے تو اس پر حدِ قذف لازم ہوگی، سوا اس صورت کے کہ جس عورت پر تہمت لگائی گئی ہے وہ زنا کا اقرار کر لے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۴۲، ۶۸۴۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَحَدُهُمَا اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَقَالَ الْآخَرُ وَهُوَ أَفْقَهُهُمَا أَجَلْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأْذَنْ لِي أَنْ أَتَكَلَّمَ قَالَ تَكَلَّمْ قَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هٰذَا قَالَ مَالِكٌ وَالْعَسِيفُ الْأَجِيرُ فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَبِجَارِيَةٍ لِي ثُمَّ إِنِّي سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ مَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَإِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى امْرَأَتِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ أَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ عَلَيْكَ وَجَلَدَ ابْنَهُ مِائَةً وَغَرَّبَهُ عَامًا وَأَمَرَ أُنَيْسًا الْأَسْلَمِيَّ أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَةَ الْآخَرِ فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما، وہ دونوں یہ خبر دیتے ہیں کہ دو مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھگڑا کیا، پس ان میں سے ایک نے کہا: ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کر دیجئے، اور دوسرے نے کہا جو ان دونوں سے زیادہ سمجھدار تھا: ہاں یا رسول اللہ! ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کر دیجئے، اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیجئے، آپ نے فرمایا: تم بات کرو، اس نے کہا کہ بے شک میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا، امام مالک نے کہا: العسیف کا معنی ہے الاجیر یعنی مزدور، پس میرے بیٹے نے اس کی بیوی سے زنا کیا، پھر لوگوں نے مجھے خبر دی کہ بے شک میرے بیٹے پر رجم ہے، تو میں نے اپنے بیٹے کی طرف سے ایک سو بکریاں اور اپنی ایک باندی فدیہ میں دی، پھر میں نے اہلِ علم سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ جو چیز میرے بیٹے پر لازم ہے وہ سو کوڑے ہیں اور ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا ہے، اور اس کی بیوی پر رجم ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور تم دونوں کے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، رہیں تمہاری بکریاں اور تمہاری باندی تو وہ تم پر واپس کی جائیں گی، اور آپ نے اس کے بیٹے کو سو کوڑے مارے اور اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کیا، اور حضرت اُنیس اسلمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس دوسرے شخص کی بیوی کے پاس جائیں، اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو رجم کر دیں، سو اس عورت نے اعتراف کرلیا، پس انہوں نے اس کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۶۹۵، ۲۶۹۶، ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

صحیح البخاری: ۶۸۴۲، ۶۸۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔ اور یہ حدیث کئی مرتبہ گزر چکی ہے اور اس کا آخری حصہ عنقریب اس باب میں گزرا ہے "باب من امر غیر الامام باقامة الحد" اور اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ دوسرے فریق نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر کے کلام کیا، یہ اس کے زیادہ سمجھدار ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۔ ۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۴۲، ۶۸۴۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائی جائے تو حاکم پر اس کی تحقیق کا وجوب

اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی یا دوسرے کی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی یا کسی مرد پر زنا کی تہمت لگائی اور وہ اس تہمت کے ثبوت میں کوئی گواہ پیش نہیں کر سکا تو اس پر حدِ قذف لازم ہو گی، سوا اس کے کہ جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ زنا کا اعتراف کر لے، اس لیے حاکم پر واجب ہے کہ جس عورت پر تہمت لگائی گئی وہ اس کے پاس کسی شخص کو بھیجے جو اس سے اس کے متعلق سوال کرے جس کی اس پر تہمت لگائی گئی ہے، کیونکہ بغیر گواہ کے اور بغیر اقرار کے حد لازم نہیں ہوتی، اور اس حدیث میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اگر اس واقعہ میں وہ عورت زنا کا اعتراف نہ کرتی تو مزدور کے والد کے اوپر حدِ قذف لازم ہوتی، کیونکہ اس نے تہمت لگائی تھی کہ اس کے بیٹے نے اس کے مالک کی بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے، خواہ اس کا بیٹا زنا کا اعتراف نہ کرتا، کیونکہ اس کے بیٹے کے اعتراف کی وجہ سے اس سے حدِ قذف ساقط ہو گئی اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف گزر چکا ہے کہ جو شخص کسی معین عورت کے ساتھ زنا کا اقرار کر لے اور وہ عورت انکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے، یہ "الاعتراف بالزنا" کے باب میں گزر چکا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۵۹۔ ۲۶۰، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۴۰۔ بَابُ: مَنْ أَدَّبَ أَهْلَهُ أَوْ غَيْرَهُ دُونَ السُّلْطَانِ

حاکم کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اپنے گھر والوں یا کسی اور کو تادیباً سزا دے یا تنبیہ کرے

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: إِذَا صَلَّى فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ، وَفَعَلَهُ أَبُو سَعِيدٍ۔

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور پھر کوئی شخص اس کے آگے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو روکے اور اگر وہ انکار کرے

تو اس سے لڑے، اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اپنے گھر والوں کو اور اپنے نوکروں کو تادیباً سزا دینے کا بیان ہے، اس باب کے عنوان میں مذکور ہے "دون السلطان" یعنی سلطان سے اجازت لیے بغیر۔

علامہ کرمانی نے "دون السلطان" کی شرح میں لکھا ہے: اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ سلطان کے پاس ہو یا نہ ہو۔

علامہ بدرالدین عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: اس عنوان کو اس لیے قائم کیا گیا ہے تاکہ اس مسئلہ میں فقہاء کے اختلاف کو بیان کیا جائے کہ جس شخص کے نوکروں پر حد واجب ہو تو کیا اس کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے نوکروں پر حد قائم کرنے کے لیے امام اور سربراہ سے اجازت طلب کرے، یا مالک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے نوکروں اور غلاموں پر بغیر مشورہ کے حد قائم کرے اور اس کا بیان "باب اذا زنت الامة" میں گزر چکا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۱۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان میں اختلاف کو بالکل بیان نہیں کیا، اور رہی اختلاف کی کیفیت تو امام مالک نے کہا ہے کہ مالک اپنے غلام اور باندی پر زنا کرنے کے سبب سے اور خمر پینے کے سبب سے اور قذف (تہمت) لگانے کے سبب سے حد قائم کرے گا جب اس کے نزدیک یہ جرم گواہوں سے ثابت ہو جائے نہ کہ اقرار سے، اور چوری کے سبب سے وہ اپنے غلام یا باندی کا ہاتھ نہیں کاٹے گا بلکہ اس کا ہاتھ امام کاٹے گا اور یہی اللیث نے کہا ہے، اور صحابہ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے غلاموں پر حد قائم کی، ان صحابہ میں سے حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور فقیہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا: میں نے انصار کے باقی لوگوں کو اس حال پر پایا کہ وہ اپنی باندیوں کو مارتے تھے جب وہ اپنی مجالس میں زنا کرتی تھیں۔ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ غلاموں اور باندیوں پر صرف سلطان حد قائم کرے گا اور غلام اور باندیوں کا مالک زنا میں اور باقی حدود میں حد قائم نہیں کرے گا۔ اور حسن بن حیی، الثوری اور الاوزاعی زنا میں غلاموں اور باندیوں پر حد جاری کرتے تھے۔ اور امام شافعی نے کہا کہ مالک ہر حد کو جاری کرے گا اور ہاتھ کو بھی کاٹے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ میں نے فتح الباری میں یہ تنبیہ کر دی تھی کہ اس کی تفصیل "باب اذا زنة الامة" میں آ چکی ہے، اور اس باب کی حدیث درج ذیل ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک

نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابو ہریرہ وزید بن خالد رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ جب باندی زنا کرے اور وہ شادی شدہ نہ ہو؟ (تو اس کی کیا سزا ہے؟) آپ نے فرمایا: جب وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو، پھر اگر وہ زنا کرے تو اس کو پھر کوڑے مارو، پھر اگر وہ زنا کرے تو پھر اس کو کوڑے مارو، پھر اس کو فروخت کردو خواہ ایک رسی کے عوض۔ ابن شہاب نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے تیسری بار کے بعد فرمایا یا چوتھی بار کے بعد فرمایا (کہ اس کو فروخت کردو)۔

(صحیح البخاری: ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۲۳۲، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۲۵۵۶، صحیح مسلم: ۱۷۰۳، سنن ترمذی: ۱۴۴۰، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۰، مسند احمد: ۱۰۰۳۳)

اور ہم نے اس حدیث کی شرح میں اس مسئلہ میں فقہاء کے اختلاف کو بیان کر دیا ہے۔

(دیکھئے: فتح الباری ج ۷ ص ۹۱۰، دار المعرفہ، بیروت)

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۵۱، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے "حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور پھر کوئی دوسرا شخص اس کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو روکے، اگر وہ نہ رکے تو اس سے قتال (جھگڑا) کرے اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا"۔

یہ تعلیق حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور ان کا نام سعد بن مالک ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مرد کا اپنے گھر والوں کے علاوہ کو بھی ادباً سزا دینا واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے والے کو یہ اجازت دی ہے کہ جب کوئی شخص اس کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو روکے اور یہ اس کے لیے تادیب ہے۔ اور یہ تعلیق کتاب الصلوٰۃ کے اندر سندِ موصول کے ساتھ اس باب "یرد المصلی من مربین یدیه" میں گزر چکی ہے۔ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو دھکا دیا، اور اس کا بھی ذکر اس باب میں ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۔ ۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۴۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ أَبُو بَكْرٍ رضی الله عنه وَرَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ فَعَاتَبَنِي وَجَعَلَ يَطْعُنُ بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي وَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میرے زانو پر رکھے ہوئے تھے، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا اور لوگوں کو بھی، اور لوگوں کے پاس پانی نہیں ہے، پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں چٹکیاں لیتے رہے اور مجھے

ملنے سے کوئی چیز منع نہیں کرتی تھی سوائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میرے زانو پر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمادی۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴، ۳۳۶، ۳۶۷۲، ۳۶۷۳، ۴۵۸۳، ۴۶۰۷، ۴۶۰۸، ۵۱۶۴، ۵۲۵۰، ۵۸۸۲، ۶۸۴۴، ۶۸۴۵، صحیح مسلم: ۳۶۷، سنن نسائی: ۳۱۰، مسند احمد: ۲۴۹۲۷، موطا امام مالک: ۱۲۲)

صحیح البخاری: ۶۸۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں مذکور ہے ''مرد کا اپنے گھر والوں کو تادیباً سزا دینا'' اور اس حدیث میں بھی ایسا ہی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جوان کی بیٹی تھیں ڈانٹا اور ان کی کوکھ میں چٹکی لی۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ تادیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کئے بغیر کی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، اور یہ ابن ابی اویس ہیں اور ان کا نام عبداللہ ہے، یہ امام مالک کے بھانجے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن القاسم، یہ اپنے والد القاسم بن محمد بن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

اور یہ حدیث کافی طویل ہے اور کتاب الطہارۃ اور کتاب النکاح میں از عبداللہ بن یوسف گزر چکی ہے۔ اور امام مسلم نے اس حدیث کو کتاب الطہارۃ میں از یحییٰ بن یحییٰ از امام مالک روایت کیا ہے، اور امام مسلم نے اس حدیث کی روایت کتاب الطہارۃ میں بھی کی ہے اور کتاب التفسیر میں بھی کی ہے اور اس کی شرح کتاب الطہارۃ میں کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو روک لیا ہے اور ان کے پاس پانی نہیں ہے''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے اس وقت تھا جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تھا، پس تمام صحابہ ٹھہر گئے اور وہ ہار ڈھونڈنے لگے اور پانی کو طلب کرنے سے رک گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا مکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' یعنی چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میرے زانو پر تھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تھے، اس لیے میں ہل بھی نہیں سکتی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۴۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن

أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ فَلَكَزَنِي لَكْزَةً شَدِيدَةً وَقَالَ حَبَسْتِ النَّاسَ فِي قِلَادَةٍ فَبِي الْمَوْتُ لِمَكَانِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَقَدْ أَوْجَعَنِي نَحْوَهُ لَكَزَ وَوَكَزَ وَاحِدٌ

سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن القاسم نے ان کو حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھے سخت گھونسا مارا اور کہا: تم نے لوگوں کو اپنے ہار کے سبب سے روک لیا ہے، اس گھونسے کی ضرب سے مجھے موت کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی وجہ سے اور انہوں نے مجھے سخت درد پہنچایا۔۔۔ یہ حدیث سابق کی مثل ہے۔
ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا کہ "لکز اور وکز" کا ایک معنی ہے، یعنی گھونسا مارا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴، ۳۳۶، ۳۶۷۲، ۳۵۸۳، ۴۶۰۷، ۴۶۰۸، ۵۱۶۴، ۵۲۵۰، ۵۸۸۲، ۶۸۴۴، ۶۸۴۵، صحیح مسلم: ۳۶۷، سنن نسائی: ۳۱۰، مسند احمد: ۲۴۹۲۷، موطا امام مالک: ۱۲۲)

صحیح البخاری: ۶۸۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ حدیثِ مذکور کی ایک اور سند ہے جس کی امام بخاری نے یحییٰ بن سلیمان ابوسعید الکوفی سے روایت کی ہے جو مصر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فلکزنی" اس کا معنی ہے "وکزنی" یعنی اپنی انگلیوں کو مجتمع کر کے ضرب لگانا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فبی الموت" چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانو پر سر رکھ کر سوئے ہوئے تھے اور مجھے خطرہ تھا کہ اگر میں ہلی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہو جائیں گے تو اس وجہ سے مجھے موت کا خطرہ ہو رہا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۰-۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۴۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد اپنی بیٹی کو اس کے شوہر کے سامنے بھی تادیباً سزا دے سکتا ہے، خصوصاً جب کہ اس تادیب کا تعلق دین سے ہو۔

اور قلادۃ وہ ہے جس کو گلے میں ڈالا جاتا ہے۔

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مرد کے لیے اپنے گھر والوں کے علاوہ دوسروں کو بھی سلطان کے سامنے تادیباً سزا دینا جائز ہے جب کہ اس کا تعلق کسی واجب کے ساتھ ہو۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ سلطان بھی اس سے راضی ہے، اور ہم اس کا انکار نہیں کرتے کیونکہ شریعت میں یہ جائز ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۶۲)

صحیح البخاری: ۶۸۴۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بیان

امام بخاری نے از ابو صالح از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کی ہے اور اس روایت میں یہ ہے کہ میں نے دیکھا حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور ایک نوجوان نے ان کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کیا، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے کو دھکا دیا۔۔۔ الحدیث،

اور اس سے غرض یہ ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے حاکم کی اجازت کے بغیر اس نوجوان کو دھکا دے کر نمازی کے آگے سے گزرنے سے روک دیا، پھر مروان نے اس پر انکار نہیں کیا بلکہ اس کے سبب کو دریافت کیا، پھر جب حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس کا سبب بیان کیا کہ یہ میری نماز کے آگے سے گزر رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو نمازی کے آگے سے گزرے تو اس کو روکو، اگر وہ انکار کرے تو اس سے لڑو کیونکہ وہ گزرنے والا شیطان ہے، پھر مروان نے یہ سن کر اس معاملہ کو برقرار رکھا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ان دونوں حدیثوں میں یہ دلیل ہے کہ کسی مرد کا اپنے گھر والوں کو اور گھر والوں کے غیر کو سلطان کے سامنے تادیباً سزا دینا جائز ہے، خواہ سلطان نے اس کی اجازت نہ دی ہو، جب کہ اس کا سزا دینا برحق ہو۔ اور گھر والوں کو تادیباً سزا دینے میں اپنے نوکروں اور غلاموں کو سزا دینا بھی داخل ہے۔ اور اس کی طرف اشارہ باب "لا تثریب علی الامۃ" میں گزر چکا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۹۱۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۱۔ بَابٌ: مَنْ رَأٰى مَعَ امْرَأَتِهٖ رَجُلًا فَقَتَلَهٗ

اس کا بیان کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھا تو اس کو قتل کر دیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھا سو اس کو قتل کر دیا، لیکن امام بخاری نے یہ نہیں بتایا کہ آیا اس کا یہ قتل کرنا جائز ہے یا جائز نہیں ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کے پاس کسی اجنبی مرد کو دیکھ کر اس کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص لینے کے متعلق فقہاء کے اقوال

اس میں اختلاف ہے، پس جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ اگر اس نے اس وجہ سے اپنی بیوی کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ اگر اس شخص نے اس پر گواہ قائم کر دیئے کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پایا ہے اور پھر اس نے اس مرد کو قتل کر دیا تو اس کا خون ضائع ہے یعنی اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اور امام شافعی نے کہا ہے: اس میں یہ گنجائش ہے کہ اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان اس اجنبی مرد کو قتل کرنا جائز ہے اگر وہ مرد شادی شدہ ہو تو۔

اور یہ معلوم ہو جائے کہ اس اجنبی مرد نے اس کی بیوی کے ساتھ وہ کام کر لیا ہے جس سے غسل واجب ہوتا ہے، لیکن ظاہر حکم میں اس سے قصاص ساقط نہیں ہوگا، یعنی اللہ کے نزدیک تو اس سے مواخذہ نہیں ہوگا مگر شریعت ظاہرہ میں اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور ابن حبیب نے کہا ہے کہ اگر مقتول شادی شدہ تھا تو قاتل سے صرف اس صورت میں قصاص نہیں لیا جائے گا جب وہ اس پر چار گواہ قائم کر دے جو یہ گواہی دیں کہ اس اجنبی مرد نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے، اور اگر وہ مرد غیر شادی شدہ تھا تو اس کے قاتل سے قصاص لیا جائے گا خواہ وہ زنا کے ثبوت میں چار گواہ پیش کر دے۔ اور ابن مزین نے از ابوالقاسم ذکر کیا کہ یہ حکم کنوارے اور شادی شدہ میں برابر ہے، اس کے قاتل کو چھوڑ دیا جائے گا جب وہ چار گواہ قائم کر دے کہ انہوں نے اس مرد کو اس کی بیوی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور اصبغ نے از ابن القاسم اور اشہب روایت کی ہے کہ اگر وہ مرد کنوارا تھا تو قاتل کے مال سے دیت لی جائے گی اور المغیرہ نے کہا: نہ اس سے قصاص لیا جائے گا اور نہ اس پر دیت ہے، اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایسی صورت میں اس شخص کے خون کو ضائع قرار دیا۔ اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں، پس اگر یہ ثابت ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس اجنبی کے خون کو ضائع قرار دیا یعنی قصاص نہیں لیا تو یہ کسی ایسی وجہ سے ہوگا جس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک قصاص ساقط ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۴۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ عَنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک نے حدیث بیان کی از ورّاد کاتب المغیرہ از المغیرہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھوں تو اس کو تلوار سے ماردوں گا اور اس کو تلوار کی دھار سے ماروں گا نہ کہ تلوار کی چوڑائی سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: کیا تم کو سعد کی غیرت پر تعجب ہوتا ہے، ضرور میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔

یہ حدیث کتاب النکاح کے اواخر میں "باب الغیرة" میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "غیر مصفح" یعنی میں اس کو تلوار کی دھار سے مار کر ہلاک کر دوں گا اور تلوار کی چوڑائی سے نہیں ماروں گا تا کہ صرف اس کو ڈراؤں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من غیرة سعد" حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت یہ ہے کہ ان کی بیوی کسی اجنبی مرد سے تعلق رکھے اور وہ اس سے منع کریں، اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ بندوں کو نافرمانیوں سے منع فرمائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۱۔ ۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سدِ ذرائع اور قطعِ اسباب کی دلیل

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ محض شبہ کی وجہ سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اگر شبہ کی وجہ سے قتل کرنا جائز ہوتا تو جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی اجنبی مرد کو پائے اور اس کو اس شبہ سے قتل کر دے کہ ہو سکتا ہے کہ اس نے اس کی بیوی کے ساتھ بدکاری کی ہو تو اس شخص کا اس مرد کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ چار گواہ اس کے ثبوت میں پیش نہ کرے کہ انہوں نے اس اجنبی مرد کو اپنا آلہ اس عورت کی اندامِ نہانی میں داخل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور امام مالک نے یہ روایت کی ہے کہ بغیر سلطان کے اور بغیر گواہوں کے حدود کو قائم کرنا ممنوع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے خون بہانے کو بہت سنگین جرم قرار دیا ہے اور اس میں بہت سخت سزا رکھی ہے، لہٰذا مسلمان کا خون اس صورت کے سوا نہیں بہایا جائے گا جس صورت میں اللہ تعالیٰ نے اس کو مباح قرار دیا ہے اور اسی کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے متعلق فتویٰ دیا جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پایا، پھر اس مرد کو قتل کر دیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر وہ چار گواہ نہ پیش کر سکے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ (موطا امام مالک ص ۴۵۹۔ ۴۶۰، الاستذکار ج ۲۲ ص ۱۵۰۔ ۱۵۲)

امام شافعی اور ابوثور نے کہا ہے کہ جو شخص اپنے سامنے اللہ کو گواہ بنا کر یہ کہے کہ اس نے ایک مرد کو اور اپنی بیوی کو قتل کر دیا اگر وہ دونوں شادی شدہ تھے اور یہ معلوم ہو گیا کہ مرد نے اس کی بیوی سے وہ فائدہ اٹھایا جس سے غسل واجب ہو جاتا ہے اور ظاہر حکم میں اس سے قصاص ساقط نہیں ہوگا۔

اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے گواہ پیش کیا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پایا اور اس کو قتل کر دیا تو اس مقتول کا خون ضائع ہوگا یعنی اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اگر وہ دو گواہ لایا ہو، اور یہی اسحاق کا قول ہے۔

(کتاب الام ج ۶ ص ۲۶، المغنی ج ۱۱ ص ۴۶۱)

اور ابنِ حبیب مالکی نے کہا ہے: اگر وہ مقتول شادی شدہ تھا تو اس کے قاتل کو جو چیز قتل سے نجات دے گی وہ یہ ہے کہ وہ چار

گواہ اس پر قائم کرے کہ اس شادی شدہ شخص نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے، اور اگر وہ اجنبی مرد غیر شادی شدہ تھا تو پھر اس کے قاتل سے قصاص لیا جائے خواہ اس نے چار گواہ اپنے دعویٰ پر پیش کیے ہوں، اور میرے نزدیک اس حدیث کا یہی محمل ہے۔

اور ابن مزین نے از ابن القاسم ذکر کیا کہ کنوارا اور شادی شدہ اس معاملہ میں برابر ہیں، اس کے قاتل کو چھوڑ دیا جائے گا جب وہ اس پر گواہ پیش کرے کہ انہوں نے ان کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور اصبغ نے از ابن القاسم اور اشہب یہ روایت کی ہے کہ اگر اس نے کنوارے مرد کو قتل کیا ہے تو قاتل کے مال سے دیت لینا مستحب ہے، اور ابن المغیرہ نے کہا ہے کہ نہ اس سے قصاص لیا جائے گا اور نہ اس پر دیت ہے، اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس صورت میں اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا یعنی اس پر قصاص واجب نہیں کیا۔ (المنتقیٰ ج ۵ ص ۲۸۵)

اللیث نے از یحییٰ بن سعید روایت کی ہے کہ ایک شخص کا بھائی گم ہو گیا تو اس نے حج کے موسم میں اس کی گمشدگی کا اعلان کیا، پس ایک مرد کھڑا ہوا، سو اس نے کہا: میں نے اس کو قتل کیا ہے، اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے جایا گیا تو اس نے کہا: میں اس شخص کے بھائی کے پاس سے گزرا وہ کسی عورت کے ساتھ اس کے گھر میں تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے خون کو ضائع قرار دیا۔

اور ابن مزین نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو اس مسئلہ میں روایت ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان لوگوں کی عداوت اور ان کا ظلم ثابت ہو چکا تھا، اور اگر کسی شخص کو بغیر گواہ کے پکڑنا جائز ہو تو کوئی شخص جب کسی کو قتل کرنا چاہے گا تو اسے اپنے گھر کھانے کے لیے بلائے گا یا کسی کام کے لیے، پھر اس کو قتل کر دے گا اور یہ دعویٰ کرے گا کہ اس نے اس مرد کو اس کی بیوی کے ساتھ پایا تھا، اور پھر یہ اس طرف پہنچائے گا کہ لوگوں کو قتل کرنا مباح ہو جائے اور قصاص ساقط ہو جائے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس معاملہ میں خبریں مختلف ہیں اور عام خبریں سند کے اعتبار سے منقطع ہیں، پس اگر ان سے یہ ثابت ہو کہ انہوں نے کسی کے قتل کو اور اس کے خون کو ضائع قرار دیا تو یہ کسی ایسی دلیل کی وجہ سے ہوگا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ثابت تھی۔

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرتے ہیں کہ جس شخص نے اس مرد کو قتل کیا جس کو اس نے اپنی بیوی کے ساتھ پایا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ چار گواہ نہ پیش کر سکے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کے ناحق قتل کرنے کو حرام قرار دیا ہے تو جب تک کہ کسی گواہی سے اس کا خلاف ثابت نہ ہو تو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور شارع علیہ السلام نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ چار گواہ پیش کریں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو منع کیا ہے حالانکہ وہ بہت نیک تھے اور ثقہ تھے تو اس میں یہ دلیل ہے کہ تمام لوگوں کے لیے محض شبہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۶۵۔ ۲۶۷ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض بدکاری کے شبہ پر قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ میں نے محض بدکاری کے شبہ پر قتل کی اجازت دی ہے اور سعد نے یہ کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پاؤں تو اسے قتل کر دوں گا جب کہ میں نے چار گواہوں کے ثبوت کے بغیر محض شبہ پر قتل کی اجازت نہیں دی حالانکہ میں سعد سے زیادہ غیرت مند

ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر چار گواہوں کی موجودگی کو لازم قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے، لہٰذا محض شبہ کی بنیاد پر کسی کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۴۲۔ بَابٌ: مَا جَاءَ فِي التَّعْرِيضِ — کنایہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ان احادیث کا ذکر ہے جن میں تعریض کا ذکر ہے اور تعریض کنایہ کی ایک قسم ہے۔ علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: تعریض اس کلام کو کہتے ہیں جس کا ایک ظاہر ہو اور ایک باطن ہو، پس قائل نے باطن کا قصد کیا ہو اور ارادہ ظاہر کا کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۴۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنَّى كَانَ ذَلِكَ قَالَ أُرَاهُ عِرْقٌ نَزَعَهُ قَالَ فَلَعَلَّ ابْنَكَ هَذَا نَزَعَهُ عِرْقٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیّب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا، اس نے کہا: یارسول اللہ! میری بیوی کے ہاں ایک سیاہ رنگ کا لڑکا پیدا ہوا ہے، آپ نے پوچھا: کیا تمہارے اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ نے پوچھا: ان کے رنگ کیسے ہیں؟ اس نے بتایا سرخ، آپ نے پوچھا: کیا ان میں کوئی چتکبرا بھی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر وہ چتکبرا اونٹ کہاں سے آ گیا؟ اس نے کہا: میرا گمان ہے کہ اس نے کوئی رگ کھینچ لی ہوگی، آپ نے فرمایا: پس ہو سکتا ہے کہ تمہارے اس بیٹے نے بھی کوئی رگ کھینچ لی ہو۔

(صحیح البخاری: ۵۳۰۵، ۶۸۴۷، ۷۳۱۴، صحیح مسلم: ۱۵۰۰، سنن نسائی: ۳۴۷۹، سنن ابوداؤد: ۲۲۶۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۲، مسند احمد: ۷۱۴۹)

صحیح البخاری: ۶۸۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے حاصل کی جاسکتی ہے کہ اس اعرابی نے کہا: یارسول اللہ! میری بیوی سے سیاہ رنگ کا لڑکا پیدا ہوا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اعرابی سفید رنگ کا تھا اور اس کا لڑکا سیاہ رنگ کا پیدا ہوا، تو

گویا اس نے کہا: وہ لڑکا میرے نطفہ سے نہیں ہے اور اس کی ماں زانیہ ہے، گویا اس نے تعریض اور کنایہ سے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، وہ ابن ابی اویس ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطلاق میں گزر چکی ہے از یحییٰ بن قزاعہ اور اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اونٹوں کے رنگ کے متعلق اس لیے سوال کیا کہ حیوانات کی طبیعت یہ ہے کہ حیوانات خلقت اور رنگ میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی عارض کی وجہ سے ان کا رنگ اور ان کی خلقت مختلف ہو، اسی طرح آدمی بھی طبیعت کے نوادر سے اور رگوں کے نوادر سے مختلف ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "هل فيها من اورق؟" اونٹوں میں "اورق" اس کو کہتے ہیں جس کے رنگ میں سفیدی سیاہی کی طرف مائل ہو جیسے راکھ ہوتی ہے، اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: "اورق" کا معنی ہے: گندمی رنگ، اور اسی سے ماخوذ ہے "بعیر اورق" یہ اس وقت کہتے ہیں جب اس کا رنگ راکھ کا رنگ ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانّی؟" یعنی ایسا کس طرح ہوا؟

اس حدیث میں مذکور ہے "اراه" یعنی میں یہ گمان کرایا گیا ہوں کہ اس اونٹ نے کوئی رنگ کھینچ لی ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا کہ اس اعرابی کا جو بیٹا سیاہ رنگ کا تھا تو ہو سکتا ہے اس نے اپنے آباء میں سے کسی ایک کا رنگ کھینچ لیا ہو۔

کنایہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگانے میں فقہاء کے اقوال

علامہ حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کنایہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی جائے تو اس سے بھی حد واجب ہو جاتی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، پس فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ تعریض سے زنا کی تہمت لگانے میں حد قذف واجب نہیں ہوتی، حد قذف اس وقت واجب ہوتی ہے جب واضح تصریح کے ساتھ کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائی جائے، یہ مذہب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور القاسم بن محمد، الشعبی، طاؤس، حماد اور ابن المسیب کا بھی یہی قول ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق حسن بصری اور حسن بن یحییٰ کا بھی یہی قول ہے۔ اور الثوری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں حد قذف تو واجب نہیں ہوتی لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرنی چاہیے اور اس کی تادیب کرنی چاہیے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور امام بخاری نے جو اس باب کا عنوان قائم کیا ہے، اس سے بھی یہی

ظاہر ہوتا ہے۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ تعریض تصریح کی مثل ہے، یہ قول حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اور عروہ، الزہری اور ربیعہ سے مروی ہے، اور امام مالک اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔

حافظ ابوعمر ابن عبدالبر مالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے: کئی سندوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بے حیائی کے ساتھ کنایہ کرنے کی بناء پر حد جاری کی اور ابن جریج نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعریض میں حد جاری کی، کیونکہ عِکرمہ بن عامر بن ہشام بن عبد مناف بن عبدالدار نے وہب بن زمعہ بن الاسود بن عبدالمطلب بن اسد کی ہجو کی اور ہجو میں تعریض کی، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدِ قذف لگائی، اور میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا ہے وہ بھی یہی کہتے تھے اور ابن المسیب سے بھی اسی طرح مروی ہے، اور اس قول میں شبہ کو ثابت کرنا ہے اور اس سے قیاس کو ثابت کرنا ہے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بدگمانی کی تحقیق کرنے سے ڈانٹ ڈپٹ کرنی چاہیے اور اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر ہو خواہ اس کی کسی اور سے مشابہت ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۲۔ ۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۴۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کنایہ اور تعریض کے ساتھ زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے حد قذف کے لازم ہونے میں فقہاء کا اختلاف

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور قاسم بن محمد اور الشعبی نے کہا ہے کہ تعریض اور کنایہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے حد واجب نہیں ہوتی، حد اس وقت واجب ہوتی ہے جب صریح اور واضح الفاظ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی جائے۔ الثوری، فقہاء احناف اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے، مگر امام ابوحنیفہ اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اس کو زجر و توبیخ کی جائے گی اور اس کی تادیب کی جائے گی اور کنایہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے اس کو منع کیا جائے گا۔

امام شافعی نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے، انہوں نے کہا: اس اعرابی نے اپنی بیوی پر کنایہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی جس میں کوئی پوشیدگی نہیں تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد واجب نہیں کی۔ اور اگر سننے والے پر یہ غالب ہو کہ اس نے قذف اور تہمت کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ کبھی اس قول میں قذف کے علاوہ دوسرے معنی کا بھی ارادہ کیا جا سکتا ہے، مثلاً اس نے تعجب سے کہا ہو کہ وہ تو سفید رنگ کا ہے اس کے ہاں کالا بچہ کیسے پیدا ہو گیا؟ یا وہ اس بات کی تحقیق کرنا چاہتا ہو اور سمجھنا چاہتا ہو۔

اور حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما اور عروہ، زہری اور ربیعہ سے مروی ہے کہ تعریض اور کنایہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگانا صراحۃً زنا کی تہمت لگانے کی مثل ہے۔ اور امام مالک اور الاوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک کے نزدیک اگر تعریضاً قذف سے تصریح کا معنی نکلتا ہو تو حدِ قذف لگائی جائے گی

اور امام مالک نے کہا: جب یہ معلوم ہو جائے کہ کہنے والے نے اس قول سے قذف اور تہمت کا ارادہ کیا ہے تو اس پر حد لازم ہے اور انہوں نے اس پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ از ابی الرجال از ان کی والدہ عمرہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے

زمانہ میں دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو برا کہا، پس ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اللہ کی قسم! میرا باپ زانی نہیں ہے اور نہ میری ماں زانیہ ہے (اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ تعریضاً دوسرے آدمی کے متعلق کہہ رہا تھا کہ تمہارا باپ زانی ہے اور تمہاری ماں زانیہ ہے) تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو کسی کہنے والے نے کہا: اس شخص نے اپنے باپ اور اپنی ماں کی مدح کی ہے اور دوسرے نے کہا: نہیں، اپنے باپ اور اپنی ماں کی مدح وہ اور الفاظ سے بھی کر سکتا تھا، اور ہماری رائے یہ ہے کہ اس کے اوپر حدِ قذف لگائی جائے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو اسی (۸۰) کوڑے مارے۔

اور اس مقالہ کے قائلین نے کہا ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس پر دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس اعرابی نے اپنی بیوی پر تہمت لگانے کا ارادہ نہیں کیا تھا اور نہ اس کا نقص بیان کرنے کا ارادہ کیا، وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مسئلہ پوچھنے اور فتویٰ طلب کرنے کے لیے آیا تھا، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد قذف نہیں لگائی، اور اسی وجہ سے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ پر حدِ قذف نہیں لگائی، اور ان کے معاملہ کو موخر رکھا گیا حتیٰ کہ ان کے متعلق قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں۔

تعریض کو تصریح کے حکم میں کرنے پر امام شافعی کی دلیل

اور امام شافعی نے اس پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کی عدت کے دوران اس کو تعریض اور کنایہ کے ساتھ نکاح کا پیغام دے (مثلاً یوں کہے: تم کتنی حسین عورت ہو، تم جیسی عورت سے تو لوگ نکاح کرنا چاہتے ہوں گے) تو اس کے اس قول کو تصریح کے حکم میں نہیں قرار دیا گیا، اسی طرح اگر کوئی شخص تعریضاً قذف لگائے تو اس کو بھی تصریح کے حکم میں نہیں کیا جائے گا۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب

علامہ اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ امام شافعی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، عدت کے دوران نکاح کے پیغام میں تعریض کی اجازت دی گئی ہے نہ کہ تصریح کی، کیونکہ نکاح تو دو فریقوں کے درمیان ہوتا ہے، ایک فریق ایجاب کرتا ہے اور دوسرا فریق قبول کرتا ہے، یعنی مرد ایجاب کرتا ہے اور عورت قبول کرتی ہے، پس جب وہ صراحۃً نکاح کا پیغام دے گا تو دوسرا فریق اس کا جواب دے گا یا وعدہ کرے گا تو اس سے منع کیا گیا ہے، لیکن جب وہ تعریض اور کنایہ کے ساتھ نکاح کا پیغام دے گا تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ اس کو اس عورت سے نکاح کی ضرورت ہے اور اس میں اس عورت کی طرف سے جواب کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور جب تعریض کے ساتھ تہمت لگائی جائے تو اس میں دو فریقوں کا دخل نہیں ہے، وہ صرف ایک جانب سے ہوتی ہے اور اس میں جواب کی ضرورت نہیں ہوتی، تو جس نے تعریضاً کسی پر زنا کی تہمت لگائی تو وہ تہمت لگانے والا ہے اور اس میں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ دوسرا فریق اس کی بات کا جواب دے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۹۱-۳۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۴۳- بَابٌ: كَمِ التَّعْزِيرُ وَالْأَدَبُ؟

تعزیر اور تنبیہ میں سزا کی مقدار

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تعزیر میں کتنی سزا ہونی چاہیے؟ امام بخاری نے اس عنوان سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ

تعزیر کے عدد میں اختلاف ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا، تعزیر "عزّر" کا مصدر ہے اور یہ عزد سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: رد کرنا اور منع کرنا۔ اور یہ کسی شخص کو اس کے دشمنوں سے دور کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور اسی سے ماخوذ ہے "عزرہ القاضی" یعنی جب قاضی نے تنبیہ اور تادیب کے لیے کسی شخص کو سزا دی تا کہ وہ دوبارہ برا کام نہ کرے، اور تعزیر قول سے بھی ہوتی ہے اور فعل سے بھی ہوتی ہے۔

اور اس عنوان میں امام بخاری نے ادب کا ذکر کیا ہے، یہ تادیب کے معنی میں ہے اور یہ تعزیر سے عام ہے، اور اسی میں والد کی اولاد کے لیے تادیب داخل ہے اور معلم کی متعلم کے لیے تادیب داخل ہے۔ الازہری اور ابوزید نے کہا کہ ہر وہ مشق جو مستحسن ہو جس کی وجہ سے انسان فضائل میں سے کوئی فضیلت حاصل کر سکے اس کو ادب کہا جاتا ہے۔

تعزیر کی تعداد میں فقہاء کے اقوال

تعزیر کی تعداد میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں:

(۱) تعزیر میں دس کوڑوں سے زیادہ کوڑے نہ لگائے جائیں سوائے حد کے، یہ امام احمد اور اسحاق کا قول ہے۔

(۲) اللیث سے روایت ہے، انہوں نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تعزیر میں دس کوڑوں سے تجاوز نہ کیا جائے اور اس کے ماسوا بھی ہو سکتا ہے۔

(۳) تعزیر میں بیس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔

(۴) تعزیر میں تیس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں اور یہ دونوں قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔

(۵) امام شافعی نے اپنے دوسرے قول میں کہا کہ بیس کوڑوں سے کم مارے جائیں۔

(۶) امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ نے کہا: چالیس کوڑوں سے کم مارے جائیں، اور یہ بھی امام شافعی کا ایک قول ہے۔

(۷) ابن ابی لیلیٰ اور امام ابو یوسف نے کہا: زیادہ سے زیادہ پچھتر کوڑے مارے جائیں۔

(۸) امام مالک نے کہا: بعض اوقات تعزیر کے کوڑوں کی تعداد حد سے زیادہ ہوتی ہے، جب امام اور سربراہِ مملکت کا یہ اجتہاد ہو، اور اسی کی مثل امام ابو یوسف اور ابوثور سے مروی ہے۔

(۹) اللیث نے کہا: نو کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں، اور یہی اہلِ ظاہر کا قول ہے اور اس کو ابن حزم ظاہری نے نقل کیا ہے۔

(۱۰) امام طحاوی نے کہا کہ تعزیر کا حدود کے اوپر قیاس کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تعزیر امام کے اجتہاد کے اوپر موقوف ہے اور کبھی اس میں کوڑوں کی تعداد کم ہوتی ہے اور کبھی زیادہ ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۳۔ ۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ رضی الله عنهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی از بکیر بن عبداللہ از سلیمان بن یسار از عبدالرحمن

صلی اللہ علیہ وسلم یَقُولُ لَا یُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ۔

بن جابر بن عبداللہ از حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں سوا اللہ تعالیٰ کے حدود میں سے کسی حد میں۔

(صحیح البخاری:۶۸۴۹، ۶۸۵۰، صحیح مسلم:۱۷۰۸، سنن ترمذی:۱۴۶۳، سنن ابوداؤد:۴۴۹۱، سنن ابن ماجہ:۲۶۰۱، مسند احمد:۱۵۴۰۵)

صحیح البخاری:۶۸۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس لحاظ سے ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حد کے سوا دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں، یعنی تعزیر میں دس کوڑے تک مارے جا سکتے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید بن ابی حبیب، یہ ابورجاء المصری ہیں اور ابوحبیب کا نام سوید ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں بکیر کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ بن الاشج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان بن ابی یسار کا ذکر ہے، اور اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن جابر کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ الانصاری ہیں۔

اور الاصیلی کی روایت میں مذکور ہے از ابی احمد الجرجانی عبدالرحمٰن از جابر، اور یہ بھی لکھا ہے از عبدالرحمٰن از ابی بردہ، اور ان کا نام ہانی ہے اور وہ الانصاری المدنی ہیں، وہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کے ماموں ہیں جو بدر میں حاضر تھے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کا سماع کیا اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے روایت کی، اور یہ امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک ہے، اور یہاں پر عبدالرحمٰن بن جابر کا ذکر ہے جو امام بخاری کے نزدیک ہے۔

حدیث مذکور کے اضطراب کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں بحث ہے اور علامہ ابن بطال نے الاصیلی سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں اضطراب ہے کیونکہ ایک سند میں ہے از سلیمان از عبدالرحمٰن بن جابر حدثنی ابوبردہ، اور دوسری سند میں ہے از عبدالرحمٰن بن جابر از رجل من انصار از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لہٰذا اس کو ترک کرنا واجب ہے، کیونکہ صحابہ اور تابعین کا عمل اس کے خلاف ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس کا رد کیا گیا ہے، کیونکہ عبدالرحمٰن ثقہ ہیں اور ان کے سماع کی تصریح کی گئی ہے اور صحابی کا ابہام مضر نہیں ہے، اور امام بخاری اور امام مسلم اس حدیث کی تصحیح میں متفق ہیں اور وہی کسی حدیث کو صحیح یا غیر صحیح قرار دینے میں عمدہ ہیں، اور اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ کیا وہ مبہم صحابی ہیں یا معین صحابی ہیں؟ اور راجح یہ ہے کہ وہ معین صحابی ہیں، نیز صحابی کا ابہام بھی مضر نہیں ہے، پس راجح یہ ہے کہ وہ ابوبردہ بن نیار ہیں۔ اور کیا عبدالرحمٰن اور ابی بردہ کے درمیان کوئی واسطہ ہے اور ان کے باپ

جابر ہیں یا نہیں؟ پس راجح یہ ہے کہ ان کے درمیان واسطہ نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الا فی حد من حدود اللہ" یعنی اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے سوا دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں۔

ظاہر یہ ہے کہ حد سے مراد وہ ہے جس میں شارع علیہ السلام نے کوڑوں کی تعداد مقرر کر دی ہو یا اس میں ضربِ مخصوص کا بیان ہو یا عقوبتِ مخصوصہ کا بیان ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حد سے مراد اللہ کا حق ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ حد سے مراد یہاں پر اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق ہیں جو اس کے اوامر ہیں اور اس کی نواہی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے درجِ ذیل ارشاد سے بھی یہی مراد ہے:

وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں O

(البقرہ:۲۲۹)

یعنی اپنی بیوی کو دو طلاقیں دینے کے بعد یا تو دستور کے مطابق روک لینا ہے یا اس کو حسنِ سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، اور تمہارے لیے اس (مہر یا ہبہ) سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے جو تم ان کو دے چکے ہو، مگر جب دونوں فریقوں کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، سو (اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدلِ خلع دیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ اللہ کی حدود ہیں، سو تم اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرو، اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① (الطلاق:۱) اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے گا O

یعنی اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں اور یہ اللہ کی حدود ہیں، اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے گا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (البقرہ:۱۸۷) یہ اللہ کی حدود ہیں، سو تم ان کے قریب نہ جاؤ، اللہ اسی طرح اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ متقی بن جائیں O

یعنی تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا، وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو، اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے، سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا، سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ فجر کا

سفید دھاگہ (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے، پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو، اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے عمل زوجیت نہ کرو، یہ اللہ کی حدود ہیں، سوتم ان کے قریب نہ جاؤ، اللہ اسی طرح اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ متقی بن جائیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوۡدَہٗ یُدۡخِلۡہُ نَارًا خَالِدًا فِیۡہَا ۪ وَ لَہٗ عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ﴿۱۴﴾ (النساء:۱۴)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا اللہ اس کو دوزخ میں داخل کردے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت والا عذاب ہے O

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ورثاء کے حصص بیان فرمائے، اس کے بعد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے اور ورثاء کے جو حصے مقرر فرمائے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کیا جائے نہ ان مقررہ حصوں میں کمی کی جائے اور نہ حصوں میں اضافہ کیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان تمام آیات میں جو حدود کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی پر ہے یعنی جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کیا جائے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے: جن تادیبات کا معصیت کے ساتھ تعلق نہیں ہے جیسے باپ کا اپنے چھوٹے بچوں کو ادب سکھانے کے لیے مارنا، ان میں دس کوڑوں سے یا دس ڈنڈوں یا دس چھڑیوں سے زیادہ نہ مارا جائے۔

والدین اور اساتذہ کے تادیباً بچوں کو مارنے میں حد سے تجاوز کرنے کی ممانعت

کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے سوا دس کوڑوں (یا دس ڈنڈوں یا دس پائپوں) سے زیادہ نہ مارا جائے، لہٰذا جو اساتذہ اور والدین بچوں اور شاگردوں کو بے تحاشا مارتے ہیں ان کی یہ تادیب حد سے تجاوز ہے اور ناجائز ہے، اسی طرح بعض اساتذہ بے دردی سے طلباء کے منہ پر دائیں بائیں لگا تار طمانچے مارتے ہیں حالانکہ حدیث میں چہرہ پر مارنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور وہ احادیث درج ذیل ہیں:

چہرے پر مارنے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابو الحسین مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے پر ہرگز ہرگز تھپڑ نہ مارے"۔

(صحیح مسلم: ۲۶۱۲، الرقم المسلسل: ۶۵۴۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴، ۸۱۳۱، ۸۴۴۹، ۸۵۸۱، ۹۸۰۹، ۹۹۶۹، ج ۲ ص ۱۰۷۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے پر ہرگز ہرگز تھپڑ نہ مارے"۔ (صحیح مسلم: ۶۵۴۹، الرقم المسلسل: ۲۶۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۱۲، الرقم المسلسل: ۶۵۵۰)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ متوفی ۵۴ھ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۱۳، الرقم المسلسل: ۶۵۵۲، سنن ابوداؤد: ۳۰۴۵، مسند احمد: ۱۵۸۴۶)

میں کہتا ہوں: ہمارے زمانہ میں قاری اور حافظ جو بچوں کو حفظ قرآن کی تعلیم دیتے ہیں وہ ان کو سبق یاد نہ ہونے پر نہایت سفا کی اور بے دردی سے ڈنڈوں سے مارتے ہیں اور کئی کئی گھنٹے تک کان پکڑوا کر ان کو مرغا بنا دیتے ہیں اور ہم نے دیکھا ہے کہ ایک حافظ غضب میں آکر بچہ کو اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیتا تھا اور بعض حافظ بچوں کو اتنا مارتے تھے کہ مسجد میں ان کا پیشاب اور پاخانہ خطا ہو جاتا تھا اور بچوں کو زنجیر سے باندھ کر بھی رکھا جاتا ہے اور کبھی ان کے مظالم کی وجہ سے بچوں کے ہاتھ اور پاؤں کی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے، بچوں کو اتنا زیادہ مارنا ظلم ہے، ناجائز ہے اور گناہ کبیرہ ہے، اور قیامت کے دن ان لوگوں سے قصاص لیا جائے گا اور ان مضروب اور مظلوم بچوں سے کہا جائے گا کہ تم بھی اس کو اتنا زیادہ مارو جتنا یہ تمہیں دنیا میں مارتا تھا۔

بچوں کو زیادہ مارنے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ سامان ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن، نمازیں، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، سو اس کو قیامت کے دن بٹھایا جائے گا اور اس سے بدلہ لیا جائے گا اور اس کی نیکیاں مضروب اور مظلوم کو دی جائیں گی، پس اگر اس کی نیکیاں اس کے قصاص سے پہلے ختم ہو جائیں تو مضروب اور مظلوم کے گناہ اس ضارب اور ظالم کے اوپر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(سنن ترمذی: ۲۴۱۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے اپنے بھائی کی عزت یا اس کے مال پر کوئی ظلم کیا ہو پھر وہ بندہ اس مظلوم کے پاس جائے اس دن سے پہلے کہ جب نہ کوئی دینار ہوگا نہ درہم ہوگا، پس اگر اس کی نیکیاں ہوں گی تو اس کی نیکیاں اس مظلوم کو دی جائیں گی، اور اگر اس ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس مظلوم کے گناہ اس ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔

(سنن ترمذی: ۱۴۱۹، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۳ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۵، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقوق ضرور اصحاب حقوق کو ادا کئے جائیں

گے، حتیٰ کہ سینگ والی بکری سے اس بکری کا قصاص لیا جائے گا جس کے سینگ نہ تھے۔

(سنن ترمذی: ۲۴۲۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ)

جن معاصی کی سزا معین نہیں ہے ان میں زیادہ سزا دینے کا جواز

ایک قول یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معاصی کے مراتب کے درمیان فرق کیا جائے، سو جن معاصی میں سزا معین ہے اس معین سزا پر اضافہ نہ کیا جائے، اور جن معاصی میں سزا کی تعیین نہیں ہے، پس اگر وہ معصیت گناہ کبیرہ ہو تو اس میں اس معین شدہ سزا کے اوپر اضافہ کرنا جائز ہے۔ اور امام مالک کا یہ نظریہ ہے کہ سزا بقدر گناہ ہونی چاہیے، اور ان کی رائے یہ ہے کہ یہ سزا ائمہ کے اجتہاد کی طرف مفوض ہے خواہ وہ سزا حد سے زیادہ ہو جائے۔ اور صحیح البخاری کے شارح علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: امام مالک کو باب مذکور کی حدیث نہیں پہنچی۔ اور علامہ ابن القصار نے کہا ہے: جب کہ تعزیر کا طریقہ امام اور سربراہِ ملک کے اجتہاد پر موقوف ہے تو امام کے ظن غالب میں جتنی سزا سے مجرم باز آ جائے مجرم کو اتنی سزا دی جائے۔ اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو صرف ڈانٹ ڈپٹ سے گناہوں سے باز آ جاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ ان کو سو چابک بھی مارے جائیں تو وہ گناہوں سے باز نہیں آتے۔ اور امام مالک کے نزدیک یہ تعزیر کسی شخص کی بیوی کو ضرب مارنے کی مثل ہے، لہٰذا اس میں تحدید کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اور یہ امام کے اجتہاد کی طرف مفوض ہے، وہ اتنی سزا دے جتنی سزا سے اس کے گمان میں مجرم جرم سے باز آ جائے گا۔

امام مالک کے نزدیک گناہوں کی سزا کا امام کے اجتہاد پر موقوف ہونا

اور علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: کیا یہ نہیں دیکھا جاتا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المواصلین کی عبرتناک سزا میں اضافہ فرمایا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا تھا، سو بعض صحابہ نے وصال کے روزے رکھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ مہینہ زیادہ دنوں کا ہوتا تو میں زیادہ دنوں تک وصال کے روزے رکھتا، تاکہ جنہوں نے آپ کی نافرمانی کر کے وصال کے روزے رکھے تھے وہ زیادہ دنوں تک بھوکے پیاسے رہیں اور آپ کی نافرمانی کرنے کا مزا چکھیں)، پس اسی طرح امام کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے اجتہاد کے اعتبار سے سزا میں اضافہ کرے، پس واجب ہے کہ وہ ہر مجرم پر اس کے جرم کی حیثیت کے اعتبار سے ضرب لگائے اور سزا دے خواہ اس میں کسی جرم کی کوئی حد ایسی حد ہو جس کا خلاف جائز نہیں ہے۔

حدود کی تعداد

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ حد سات چیزوں میں ہے:

(۱) ارتداد (۲) الحرابہ، ڈاکوؤں کو گرفتار کرنے سے پہلے (۳) زنا (۴) زنا کی تہمت (۵) نشہ آور مشروب کو پینا خواہ وہ نشہ دے یا نہ دے (۶) چوری (۷) عاریۃً لی ہوئی چیز کا انکار کرنا۔

رہے باقی معاصی تو ان میں فقط تعزیر ہے اور وہ تادیب اور تنبیہ ہے، اور جن چیزوں میں سے متقدمین کی قوم نے یہ دیکھا کہ ان میں حد واجب ہے، وہ درج ذیل ہیں:

(۱) نشہ کرنا (۲)) خمر پینے کی تہمت لگانا (۳) تعریض (۴) خون پینا (۵) خنزیر کو کھانا (۶) مردار کو کھانا (۷) (۸) قومِ لوط کا

فعل کرنا (۹) جانوروں سے بدکاری کرنا (۱۰) عورتوں کا عورتوں سے جسمانی لذت حاصل کرنا (۱۱) نماز کو ترک کرنا بغیر نماز کے انکار کے (۱۲) رمضان کے مہینہ میں روزہ نہ رکھنا (۱۳) جادو کرنا۔

صحیح البخاری: ۶۸۴۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حد کا عرفی اور اصطلاحی معنی اور ان کی تعداد

اس حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ حد سے مراد وہ سزا ہے جس میں شارع علیہ السلام نے کوڑوں کا عدد مقرر فرمایا، یا ضرب مخصوص بیان فرمائی، یا کوئی مخصوص سزا بیان فرمائی۔

اور جو حدود متفق علیہ ہیں ان میں (۱) زنا (۲) چوری کرنا (۳) نشہ آور مشروب کو پینا (۴) حرابہ یعنی ڈاکہ ڈالنا (۵) زنا کی تہمت لگانا (۶) ناحق قتل کرنا (۷) جان کا بدلہ لینا ہے اور اعضاء کا بدلہ لینا ہے (۸) اور ارتداد میں قتل کرنا ہے۔ اور آخری دو کو حد کا نام دینے میں اختلاف ہے۔

بہ کثرت ایسی چیزیں ہیں جن کا مرتکب سزا کا مستحق ہوتا ہے، کیا اس سزا کو حد کا نام دیا جائے گا یا نہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) عاریۃً لی ہوئی چیز کا انکار کرنا (۲) قوم لوط کا فعل کرنا (۳) جانوروں سے بدکاری کرنا (۴) اور کسی عورت کا نر جانور کو اپنے اوپر سوار کرنا (۵) اور عورت کا عورت سے ہم جنس پرستی کرنا (یعنی ایک دوسرے سے جسمانی لذت حاصل کرنا)، (۶) اور خون پینا (۷) اور حالتِ اختیار میں خون کو اور مردار کو کھانا (۸) خنزیر کا گوشت کھانا (۹) جادو کرنا (۱۰) خمر پینے کی تہمت لگانا (۱۱) سستی سے نماز کو ترک کرنا (۱۲) رمضان کے مہینہ میں روزہ چھوڑنا (۱۳) کسی پر اشارہ، کنایہ اور تعریض سے زنا کی تہمت لگانا۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر حد کے اطلاق کا بیان

اور بعض فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ اس باب کی حدیث میں حد سے مراد اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ بعض معاصرین نے اس معنی کو مقرر رکھا ہے بایں طور کہ جن سزاؤں کا پہلے بیان کیا گیا ہے ان کو حد کے ساتھ خاص کرنا فقہاء کی اصطلاح ہے، اور شریعت کے عرف میں شروع میں حد کا اطلاق ہر معصیت پر کیا جاتا تھا خواہ وہ معصیت کبیرہ ہو یا صغیرہ ہو۔ اور علامہ ابن دقیق العید نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ ظاہر سے خروج ہے اور اس کے ثبوت میں نقل کی ضرورت ہے اور اصل یہ ہے کہ نقل ہے نہیں۔

نیز انہوں نے کہا: اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ہر حق میں یہ اجازت دیں کہ اس میں دس کوڑوں یا دس ڈنڈوں سے زیادہ مارنا جائز ہے تو ہمارے پاس کوئی ایسی چیز باقی نہیں بچے گی جو ممانعت کے ساتھ مخصوص ہو، کیونکہ جن سزاؤں میں اضافہ جائز نہیں ہے ان کے ماسوا میں ایسے بھی کام ہیں جو حرام نہیں ہیں اور تعزیر کی اصل یہ ہے کہ وہ اس میں مشروع نہیں ہے جو حرام نہ ہو، پس خصوصیت کے ساتھ سزا میں اضافہ کرنے کا کوئی معنی نہیں ہوگا۔

اور شیخ ابن تیمیہ اور ان کے مقلد ابن قیم نے مقالہ مذکورہ لکھا ہے اور اس میں کہا ہے کہ صحیح جواب یہ ہے کہ حدود سے مراد یہاں

پردہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور اس کے نواہی ہیں اور انہی کا درج ذیل آیات میں ارادہ کیا گیا ہے:

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (البقرہ:۲۲۹)

اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (الطلاق:۱)

اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے O

نیز اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (النساء:۱۴)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا اللہ اس کو دوزخ میں داخل کر دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت والا عذاب ہے O

پس ایسی تادیبات اور تنبیہات جن کا اللہ تعالیٰ کی معصیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے جیسے باپ کا چھوٹے بیٹے کو تنبیہ کے لیے مارنا، تو اس میں دس سے زیادہ ڈنڈے مارنے پر اضافہ نہ کیا جائے۔

دس سے زیادہ مارنے کی ممانعت میں احادیث

اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس ڈنڈوں سے زیادہ تعزیر نہ لگاؤ۔ (سنن ابن ماجہ:۲۶۰۲، کنز العمال:۱۳۴۰۴)

اور امام طبرانی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو دس ڈنڈوں سے زیادہ مارے۔ (المعجم الکبیر:۵۱۴)

جس جرم کی سزا معین نہ ہو، اس میں اضافہ کا جواز

اور جس جرم کی سزا میں تعیین نہ بیان کی گئی ہو، اگر وہ گناہِ کبیرہ ہے تو اس میں اضافہ کرنا جائز ہے اور اس پر بھی حد کا اطلاق کیا جاتا ہے جیسا کہ ان مذکورہ آیات میں نافرمانیوں پر حد کا اطلاق کیا گیا ہے، اور اگر وہ جرم گناہِ صغیرہ ہو تو اس میں سزا پر اضافہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے صاحبین نے کہا ہے کہ دس سے زیادہ ڈنڈے مارنا بھی جائز ہے، پھر اس میں اختلاف ہے، پس امام شافعی نے کہا کہ یہ اضافہ کم سے کم حد کو نہ پہنچے، اور کیا اس سے آزاد کی حد مراد ہے یا غلام کی حد مراد ہے، اس میں دو قول ہیں۔

اور دیگر نے کہا ہے کہ یہ امام کی رائے کی طرف مفوض ہے، امام کی رائے میں جتنے ڈنڈے مارنے سے بھی مجرم جرم سے باز آ جائے اتنے ڈنڈے مارنا جائز ہے اور یہ ابوثور کا مختار ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ تعزیر میں بیس سے زیادہ ڈنڈے

نہ مارے جائیں۔
اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ تیس سے زیادہ ڈنڈے نہ مارے جائیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے سو ڈنڈے مارے، اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
اور امام مالک، ابوثور اور عطاء سے منقول ہے کہ صرف اسی پر تعزیر لگائی جائے جو بار بار جرم کا ارتکاب کرے، اور جس سے صرف ایک مرتبہ معصیت ہوئی اور اس معصیت پر حد نہیں ہے تو اس پر تعزیر نہیں لگائی جائے گی۔
اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ تعزیر میں ڈنڈوں کی تعداد چالیس تک نہ پہنچے، اور ابن ابی لیلیٰ اور امام ابو یوسف سے منقول ہے: پینتیس سے زیادہ کوڑے نہ مارے جائیں۔ اور امام مالک اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ اسی (۸۰) سے زیادہ کوڑے نہ لگائے جائیں۔

اس سوال کا جواب کہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے سوا میں دس کوڑے سے زیادہ نہ مارے جائیں تو پھر تعزیر میں دس سے زیادہ کوڑے مارنے کا کیا محمل ہے؟

(۱) اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ تادیبات اور تنبیہات میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں۔
(۲) اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں دس سے زیادہ کوڑے مارنے سے منع فرمایا ہے لیکن اگر دس سے زیادہ ڈنڈے مارے جائیں یا ہاتھ سے دس سے زیادہ مرتبہ مارا جائے تو یہ جائز ہے لیکن یہ بھی کم سے کم حد سے متجاوز نہ ہو اور یہ الاصطخری شافعی کی رائے ہے، اور گویا کہ علامہ اصطخری اس روایت پر مطلع نہیں ہوئے جس میں ضرب کا لفظ ہے یعنی دس سے زیادہ ضرب نہ لگائی جائے، سو وہ ڈنڈے کی ضرب کو اور ہاتھ کی ضرب کو بھی شامل ہے۔
(۳) یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کے منسوخ ہونے پر صحابہ کا اجماع ہے، اور اس جواب پر رد کیا گیا ہے کہ بعض تابعین نے اس حدیث کے مطابق کہا ہے اور یہی اللیث بن سعد کا قول ہے جو شہر کے فقہاء میں سے ایک ہیں۔
(۴) یہ حدیث اس سے زیادہ قوی چیز کے معارض ہے اور وہ اس پر اجماع ہے کہ تعزیر امام کی رائے کی طرف مفوض ہے اور امام اپنی رائے سے اس میں تعداد کے علاوہ تشدید بھی کر سکتا ہے اور تخفیف بھی کر سکتا ہے، کیونکہ تعزیر لوگوں کو جرم سے باز رکھنے کے لیے مشروع ہوئی ہے، پس بعض لوگ صرف ڈانٹ ڈپٹ سے باز آ جاتے ہیں اور بعض لوگ وہ ضربِ شدید سے بھی باز نہیں آتے، پس اسی وجہ سے ہر ایک کی تعزیر اس کے حساب سے ہے۔
اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حد میں نہ اضافہ کیا جاتا ہے اور نہ کمی کی جاتی ہے، پس حد اور تعزیر دونوں مختلف ہیں اور یہ کہ تخفیف اور تشدید مسلّم ہے لیکن اس میں عدد کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ اور اس سب کے ساتھ یہ امر ضروری ہے کہ حد اور تعزیر جمع نہیں ہوتیں۔
علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ، نے یہ نقل کیا ہے کہ جمہور فقہاء کا وہ قول ہے جس پر اس باب کی حدیث دلالت کرتی ہے یعنی تادیب اور تنبیہ میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں۔

اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، نے اس کے برعکس لکھا ہے، اور وہی معتمد ہے، کیونکہ صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کہا۔

شارح بخاری علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے امام مالک کی طرف سے یہ عذر پیش کیا ہے کہ امام مالک کو یہ حدیث نہیں پہنچی، اس لیے وہ یہ کہتے تھے کہ سزا بقدر گناہ دینی چاہیے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر امام مالک کو یہ حدیث مل جاتی تو وہ اس حدیث سے عدول نہ کرتے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۲۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۴۹۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَابِرٍ عَمَّنْ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا عُقُوبَةَ فَوْقَ عَشْرِ ضَرَبَاتٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسلم بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمٰن بن جابر نے ان سے روایت کر کے حدیث بیان کی جنہوں نے نبی ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے سوا میں دس ضربات سے زیادہ سزا نہ دی جائے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۴۸، ۶۸۴۹، ۶۸۵۰، صحیح مسلم: ۱۷۰۸، سنن ترمذی: ۱۴۶۳، سنن ابوداؤد: ۴۴۹۱، سنن ابن ماجہ: ۲۶۰۱، مسند احمد: ۱۵۴۰۵)

صحیح البخاری: ۶۸۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں بھی حد کے سوا کسی سزا میں دس ضربات سے زیادہ مارنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو بن علی کا ذکر ہے، یہ ابن بحر ابی حفص الباہلی البصری الصیرفی ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں فضیل بن سلیمان کا ذکر ہے، یہ فضل کی تصغیر ہے، یہ ابن سلیمان النمیری البصری ہیں، یہ مسلم بن ابی مریم سے روایت کرتے ہیں اور وہ سلمی المدینی ہیں اور وہ عبد الرحمٰن بن جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے نبی ﷺ سے اس حدیث کو سنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جنہوں نے نبی ﷺ سے سنا" یہ راوی مبہم ہے، لیکن صحابی کا ابہام مضر نہیں ہے جیسا کہ ہم نے عنقریب ذکر کیا ہے اور ابو حفص بن میسرہ نے ان کا نام ذکر کیا ہے، پس انہوں نے کہا از مسلم بن ابی مریم از عبد الرحمٰن بن جابر از والد خود، اور اس کی الاسماعیلی نے روایت کی ہے اور انہوں نے کہا: اس حدیث کی اسحاق بن راہویہ نے روایت کی ہے از امام

عبدالرزاق از ابن جریج از مسلم بن ابی مریم از عبدالرحمٰن بن جابر از رجل من الانصار، اور ''رجل من الانصار'' سے ہوسکتا ہے کہ ابوبردہ مراد ہوں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے جابر بن عبداللہ مراد ہوں، کیونکہ ابوبردہ اور جابر بن عبداللہ دونوں انصاری ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ إِذْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَابِرٍ فَحَدَّثَ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَابِرٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بُرْدَةَ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ لَا تَجْلِدُوا فَوْقَ عَشَرَةِ أَسْوَاطٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ بکیر نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: جس وقت میں سلیمان بن یسار کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو عبدالرحمٰن بن جابر آئے، پس انہوں نے سلیمان بن یسار سے حدیث بیان کی، پھر ہماری طرف سلیمان بن یسار متوجہ ہوئے، پس انہوں نے کہا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن جابر نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوبردہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے سوا میں دس چابک سے زیادہ نہ مارو۔

(صحیح البخاری: ۶۸۴۸، ۶۸۴۹، ۶۸۵۰، صحیح مسلم: ۱۷۰۸، سنن ترمذی: ۱۴۶۳، سنن ابوداؤد: ۴۴۹۱، سنن ابن ماجہ: ۲۶۰۱، مسند احمد: ۱۵۴۰۵)

صحیح البخاری: ۶۸۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی تیسری سند ہے جس کو امام بخاری نے یحییٰ بن سلیمان الکوفی سے روایت کیا ہے، یہ مصر میں ٹھہرے تھے اور عبداللہ بن وہب سے روایت کرتے تھے، اور وہ عمرو بن الحارث بن بکیر بن عبداللہ بن الاشج سے روایت کرتے تھے۔ ان تینوں سندوں کے ساتھ اس حدیث کا معنی واحد ہے، البتہ اس کے الفاظ مختلف ہیں، پہلی روایت میں ''عشرۃ جلدات'' کا لفظ ہے جس کا معنی ہے دس کوڑے، یعنی دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں، اور دوسری حدیث میں ''عشرۃ ضربات'' کا لفظ ہے یعنی دس ڈنڈوں سے زیادہ نہ مارے جائیں، اور تیسری حدیث میں ''عشرۃ اسواط'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: دس چابک سے زیادہ نہ مارے جائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۵۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنہ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْوِصَالِ فَقَالَ لَهُ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّكَ يَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: ہمیں ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

رَسُولَ اللهِ تُوَاصِلُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ كَالْمُنَكِّلِ بِهِمْ حِينَ أَبَوْا تَابَعَهُ شُعَيْبٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَيُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

رسول اللہ ﷺ نے وصال سے منع فرمایا (یعنی بغیر افطار وسحر کے روزہ پر روزہ رکھنے سے منع فرمایا)، پس آپ سے مسلمان مردوں نے کہا: بے شک یا رسول اللہ! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون میری مثل ہے، میں رات اس حال میں گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے، پس جب صحابہ نے وصال کے روزے چھوڑنے سے انکار کیا تو آپ نے صحابہ کے ساتھ ایک دن وصال کا روزہ رکھا پھر دوسرے دن روزہ رکھا، پھر مسلمانوں نے چاند کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: اگر چاند کا دکھائی دینا مؤخر ہوتا تو میں ضرور تم پر زیادہ وصال کے روزے رکھواتا، گویا کہ ان کو عبرت ناک سزا دینے کے لیے آپ نے فرمایا جب انہوں نے وصال کے روزوں سے رکنے سے انکار کیا تھا۔

اس حدیث میں عقیل کی متابعت شعیب اور یحییٰ بن سعید اور یونس نے کی ہے از زہری۔

اور عبدالرحمٰن بن خالد نے کہا از ابن شہاب از سعید از حضرت ابو ہریرہ از نبی ﷺ۔

(صحیح البخاری:۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۶۸۵۱، ۷۲۴۲، ۷۲۹۹، صحیح مسلم:۱۱۰۳، مسند احمد:۷۷۲۸، سنن دارمی:۱۷۰۶)

صحیح البخاری:۶۸۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے اخذ کی جا سکتی ہے ''کالمنکل بھم''، یعنی رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ان کو عبرت ناک سزا دینے کی مثل تھا، ان کی اس نافرمانی کی وجہ سے کہ انہوں نے آپ کے حکم سے وصال کے روزوں کو ترک نہیں کیا تھا۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی امرِ معنوی کے ساتھ انسان کو درد میں مبتلاء کر کے بھی تنبیہ، تادیب اور تعزیر دی جا سکتی ہے۔

اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عقیل بن خالد کا ذکر ہے اور یہ تصغیر کا صیغہ ہے اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کا ذکر ہے، اور اس وجہ سے یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "عن الوصال" یعنی دو روزوں کو ملا کر رکھا جائے اور ان دو روزوں کے درمیان نہ افطار ہو اور نہ سحر ہو۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فقال له رجال" یعنی مسلمانوں میں سے کئی مردوں نے کہا، اور ایک روایت میں ہے "رجل" یعنی کسی ایک مرد نے کہا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "انی ابیت" اس کا معنی ہے: میں رات گزارتا ہوں، اور اس سے مراد ہے مطلق وقت جو رات اور دن کے ساتھ مقید نہیں ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "یطعمنی ربی ویسقینی" یعنی میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا کھلانا اور پلانا حقیقت پر محمول ہے، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ رمضان کی راتوں میں آپ کی کرامت کی وجہ سے آپ کو جنت کا طعام اور مشروب عطا فرماتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے وہ معنی مراد ہے جو کھانے اور پینے کو لازم ہے یعنی قوت، اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی قوت عطا فرماتا ہے کہ وصال کے روزے رکھنے سے آپ کو کمزوری نہیں ہوتی۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مجاز مراد ہے، کیونکہ اگر آپ حقیقۃً دن میں کھالیں تو روزہ دار نہیں ہوں گے، اور اگر آپ رات میں کھالیں تو آپ وصال سے روزہ رکھنے والے نہیں ہوں گے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فلما ابوا" یعنی جب صحابہ وصال کے روزے رکھنے سے باز نہیں آئے۔
صحابہ کرام کا وصال کے روزوں کو ترک نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے تنزیہاً منع فرمایا ہے تحریماً منع نہیں فرمایا، اور آپ نے زیادہ بہتر کام کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے وصال کے روزے رکھنے پر اس لیے راضی ہوئے کیونکہ اس میں ان کو تاکیداً زجر و توبیخ کی مصلحت تھی اور اس فساد کو بیان کرنا تھا جو وصال کے روزے رکھنے پر مترتب ہوتا ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "لو تاخر" یعنی اگر عید کا چاند کئی دن تک دکھائی نہ دیتا تو میں وصال کے روزے پورے مہینہ رکھتا حتیٰ کہ تم پر اپنا عجز ظاہر ہو جاتا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "کالمنکل" یعنی آپ نے ان کو عبرت ناک تادیب دینے کے لیے ایسا فرمایا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۵۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زیادہ دنوں تک وصال کے روزے رکھ کر صحابہ کو تادیب اور تنبیہ کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے، امام بخاری نے جو اس حدیث کو یہاں وارد کیا ہے، اس سے ان کی غرض یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے جیسے ان کو عبرت ناک تادیب

کر رہے ہوں۔

علامہ ابن بطال نے المہلب مالکی سے نقل کیا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعزیر امام کی رائے کی طرف سپرد کی گئی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر یہ مہینہ لمبا ہوتا تو میں زیادہ دن وصال کے روزے رکھتا"۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ امام چاہے تو اپنی صوابدید سے تعزیر میں اضافہ کر سکتا ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ المہلب نے کہا ہے لیکن یہ حدیث اس باب کی حدیث کے معارض نہیں ہے، کیونکہ اس باب کی حدیث کے اندر تعزیر میں معین ضرب اور معین کوڑوں کا ذکر ہے، لہٰذا یہ کسی محسوس چیز کے ساتھ متعلق ہے، اور وصال کے روزوں کا تعلق اس چیز کے ساتھ ہے جو متروک ہے اور وہ مفطرات سے روکنا ہے یعنی اپنے آپ کو کھانے پینے سے روکنا ہے، اور اس میں جو درد ہے وہ بھوک اور پیاس کی طرف رجوع کرتا ہے، اور بھوک اور پیاس کی تاثیر مختلف لوگوں میں مختلف ہوتی ہے، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جن لوگوں نے وصال کے روزے رکھے تھے ان کو وصال کے روزے رکھنے پر قدرت حاصل تھی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا اگر اس مہینہ کے دن زیادہ ہوتے تو میں اتنے دن وصال کے روزے رکھتا حتیٰ کہ ان لوگوں کا وصال کے روزوں سے عاجز ہونا ظاہر ہو جاتا اور یہی چیز ان کے لیے زجر و توبیخ میں موثر تھی، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعزیر سے مراد ایسی تنبیہ ہے جس سے انسان باز آجائے، اور دس کوڑے مارنے یا دس ڈنڈے مارنے یا دس چابک مارنے سے اس کا حصول ممکن ہے، ہاں اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو بھوک اور پیاس میں مبتلاء کر کے بھی تعزیر لگانا جائز ہے اور یہ امور معنویہ میں سے ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۲۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۵۲۔ حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَرَوْا طَعَامًا جِزَافًا أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جب لوگ ناپ تول کے بغیر طعام خریدتے تو ان کو اس پر مارا جاتا تھا کہ وہ اس طعام کو اپنی جگہ پر فروخت کریں حتیٰ کہ اپنے گھروں میں اس طعام پر قبضہ کر لیں۔

(صحیح البخاری: ۲۱۲۳، ۲۱۳۱، ۲۱۳۷، ۲۱۶۶، ۲۱۶۷، ۶۸۵۲، صحیح مسلم: ۱۵۲۷، سنن نسائی: ۴۶۰۷، سنن ابوداؤد: ۳۴۹۳، مسند احمد: ۵۸۸۸)

صحیح البخاری: ۶۸۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگوں کو اس بات پر مارا جاتا تھا کہ وہ بغیر ناپ تول کے طعام خریدتے اور اس پر قبضہ کیے بغیر اس کو فروخت کر دیتے اور ان کو اس لیے مارا جاتا کہ وہ حکم شرعی کی مخالفت کرتے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عیاش بن الولید، یہ ابوالولید الرقام البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سالم، یہ ابن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جزافا" یعنی کوئی سامان بغیر ناپ تول کے خرید لینا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی یؤوہ" یعنی وہ اس سامان کو اپنے گھروں میں لے آئیں اور اس سے مقصود یہ ہے کہ خریدار کے قبضہ کرنے سے پہلے کسی مبیع کو فروخت کرنا ممنوع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حکمِ شرعی کی مخالفت کرنے والے کو تنبیہ اور تادیب

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جو شخص کسی حکمِ شرعی کی مخالفت کرے اور عقود فاسدہ کا ارتکاب کرے یعنی بیع فاسد کرے تو اس کو مارنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بازاروں میں محتسب کا قائم کرنا جائز ہے، اور جس ضرب کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ اس پر محمول ہے کہ جب کوئی شخص علم کے باوجود شرعی حکم کی مخالفت کرے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۲۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۵۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ مَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ يُؤْتَى إِلَيْهِ حَتَّى يُنْتَهَكَ مِنْ حُرُمَاتِ اللهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کسی اس چیز کا انتقام نہیں لیا جو آپ کے پاس لائی جائے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی حرمات میں سے کسی حرمت کو پامال کیا جائے، سو آپ اللہ کے لیے انتقام لیتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۵۶۰، ۶۱۲۶، ۶۷۸۶، ۶۸۵۳، صحیح مسلم: ۲۳۲۷، سنن ابوداؤد: ۴۷۸۵، مسند احمد: ۲۵۷۳۰، موطا امام مالک: ۱۶۷۱)

صحیح البخاری: ۶۸۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حیثیت سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی

حد کے پامال ہونے پر انتقام لیتے تھے یا ضرب لگاتے تھے یا قید کرتے تھے یا کوئی اور سزا دیتے تھے، اور یہ باب التعزیر اور تادیب میں داخل ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدان کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عثمان کا لقب ہے جو عبداللہ بن المبارک سے روایت کرتے ہیں از یونس بن یزید از محمد بن مسلم الزہری از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الفضائل میں از حرملۃ از ابن وہب از یونس روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ماانتقم'' یہ لفظ الانتقام سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: مبالغہ کے ساتھ سزا دینا، علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کو کسی ایسے ناپسندیدہ کام پر سزا نہیں دی جس کو اس نے اپنی طرف سے کیا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتی ینتهك'' یعنی شریعت نے جن کاموں کو حرام قرار دیا ہے ان کے ارتکاب میں مبالغہ کیا جائے، اور ''انتهاك'' کا معنی ہے: معصیت کا ارتکاب کرنا۔ اور یہاں کچھ عبارت محذوف ہے یعنی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی حرمات میں سے کسی چیز کی بے حرمتی کی جائے، اور حرمات، حرمت کی جمع ہے جیسے ظلمات، ظلمت کی جمع ہے۔ اور حرمت اس کام کو کہتے ہیں جس کام کا کرنا جائز نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۵۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثال پاکیزہ سیرت

یہ بہترین سیرت ہے، اور یہ اخلاص کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کا انتقام نہیں لیتے تھے لیکن اپنے رب کے لیے انتقام لیتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ (النحل: ۱۲۵)

آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے اور احسن طریقہ کے ساتھ ان پر حجت قائم کیجئے، بے شک آپ کا رب ان کو بہت جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گئے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جاننے والا ہے ۝

جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ تم کو گالی دے رہا ہو تو تم کو صبر کرنے اور برداشت کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نفس کے لیے انتقام نہیں لیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ہمارے حق کی مثل نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینا کفر ہے؟ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں یہ تھا کہ کوئی کافر آپ کو برا کہتا تو آپ اس کو معاف فرما دیتے تھے۔

ہمارا حال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو گالی دے تو اس کی رگیں پھول جاتی ہیں اور اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور اس کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اس کا جسم مضطرب ہو جاتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص اللہ کو گالی دے اور بتایا جائے کہ دیکھو یہ شخص اللہ کو گالی دے رہا ہے تو اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا، کیا یہ شخص اللہ کے لیے مخلص ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اللہ کے لیے مخلص نہیں ہے، کیونکہ اللہ کے لیے مخلص وہ شخص ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ کے معاملہ پر اس سے زیادہ غیرت آئے جتنی غیرت اس کو اپنے معاملات پر آتی ہے، اور وہ یہ دیکھے کہ جب لوگ اللہ کی حرمتوں کو پامال کرتے ہیں تو اس کو اس سے کہیں زیادہ غم وغصہ آئے جتنا اس کی عزت اور حرمت کے پامال کرنے پر غصہ آتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے، آپ اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی حرمات کو پامال کیا جائے تو آپ اللہ کے لیے انتقام لیتے تھے، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے خلق اور ایسے وصف کے ساتھ متخلق اور متصف کر دے، کیونکہ اس خُلق کو حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۰۔۲۳۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

حدیثِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لینا ایسی ایذاء پر محمول ہے جو کفر نہ ہو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو کہا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے" اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ ہے کہ اکثر احوال میں آپ اپنی ذات کا انتقام نہیں لیتے تھے، کیونکہ آپ نے ابنِ خطل کو قتل کرنے کا حکم دیا اور ان دو باندیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب وشتم کرتی تھیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ ہے کہ جب آپ کو ایسی ایذاء دی جائے جس میں سب وشتم کفر تک نہ پہنچتا ہو مثلاً آپ کو مالی ایذاء دی جائے یا آپ کی آواز کے اوپر آواز بلند کی جائے یا جیسے ایک اعرابی نے آپ کی چادر کو پکڑ کر کھینچا تھا اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا باہم مشورہ کر کے آپ کی مخالفت پر متفق ہونا، تو ایسے امور میں آپ اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے، لیکن آپ کو سب وشتم کر کے آپ کو ایذاء پہنچائے تو یہ کفر ہے اور اس میں آپ انتقام لیتے تھے۔

حدیثِ مذکور کے فوائد

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مرد کو چاہیے کہ دنیا اور آخرت میں جو امور مشکل ہیں ان کو ترک کر دے، اور جب وہ بے چین اور بے قرار نہ ہو تو ان کے متعلق مطالبہ بھی نہ کرے اور آسانی کی طرف میلان کرے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول نے اور علماء نے جو رخصتیں دی ہیں ان پر عمل کرنا چاہیے جب تک کہ کوئی قول ظاہر خطاء نہ ہو۔

اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم کو یہ چاہیے کہ وہ اپنے حق کو معاف کر دے اور شارع علیہ السلام کی سنت پر عمل کرے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم پر لازم ہے کہ جب اس کے سامنے غلط اور ناجائز کام کیا جائے تو وہ اس پر ناراض ہو، اور

اس میں تبدیلی کرے۔ اور انسان کو چاہیے کہ اپنے نفس کے لیے اموال کا تقاضا نہ کرے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۱۴۳، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۴۴۔ بَابُ: مَنْ أَظْهَرَ الْفَاحِشَةَ وَاللَّطْخَ وَالتُّهَمَةَ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ

جس نے بغیر گواہی کے بے حیائی، شر انگیزی اور تہمت کو بیان کیا (اس کو سزا دینے کا بیان)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے بغیر گواہی یا اقرار کے محض قرائن سے کسی کی بے حیائی اور اس کی شر انگیزی کو بیان کیا تو اس کو سزا دینے کا کیا حکم ہے۔ ''اللطخ'' کا معنی ہے: شر کو پھیلانا یعنی شر انگیزی کرنا۔ اور تہمت کا معنی ہے: کسی پاک دامن پر زنا کی تہمت لگانا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۵۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ شَهِدْتُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَرَّقَ بَيْنَهُمَا فَقَالَ زَوْجُهَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا إِنْ أَمْسَكْتُهَا قَالَ فَحَفِظْتُ ذَاكَ مِنَ الزُّهْرِيِّ إِنْ جَاءَتْ بِهِ كَذَا وَكَذَا فَهُوَ وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ كَذَا وَكَذَا كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ فَهُوَ وَسَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ جَاءَتْ بِهِ لِلَّذِي يُكْرَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ الزہری نے کہا: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں دو لعان کرنے والوں پر حاضر تھا اور اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی تھی، پس اس عورت کے شوہر نے کہا: اگر میں نے اس عورت کو اپنے نکاح میں برقرار رکھا تو پھر میں اس پر تہمت لگانے میں جھوٹا ہوں گا، راوی نے کہا: میں نے زہری سے یہ محفوظ رکھا ہے کہ اگر وہ عورت ایسا اور ایسا بچہ لے کر آئی تو مرد صادق ہے، اور اگر وہ ایسا اور ایسا بچہ لے کر آئی جو چھپکلی کی مثل ہو تو وہ مرد جھوٹا ہے، اور میں نے زہری سے سنا وہ کہہ رہے تھے: وہ عورت ایسے بچہ کو لے کر آئی جو ناپسندیدہ تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۲۳، ۴۷۴۵، ۴۷۴۶، ۵۲۵۹، ۵۳۰۸، ۵۳۰۹، ۵۳۰۹، ۶۸۵۴، ۷۱۶۵، ۷۱۶۶، ۷۳۰۴، صحیح مسلم: ۱۴۹۲، سنن نسائی: ۳۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶، موطا امام مالک: ۱۲۰۱، سنن دارمی: ۲۲۲۹)

صحیح البخاری: ۶۸۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں ایک بے حیائی کے کام کا اظہار ہے اور شرانگیزی ہے اور اس پر کسی گواہ کا ذکر نہیں ہے اور نہ اقرار کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی کا ذکر ہے، اور وہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور وہ ابن عبداللہ بن المدینی ہیں اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں ان کے والد عبداللہ کا ذکر ہے، اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، اور وہ ابن عیینہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطلاق میں از اسماعیل بن عبداللہ بن یوسف گزر چکی ہے اور عنقریب اس کا ذکر کتاب الاعتصام اور احکام میں آئے گا اور اس کی شرح کتاب الطلاق میں ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وانا ابن خمس عشرة" یعنی اس حدیث کے راوی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جس وقت انہوں نے لعان کا مشاہدہ کیا تو اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فحفظت ذالك" یعنی اس حدیث میں جو بعد میں ذکر کیا گیا ہے میں نے اس کو یاد رکھا، اور اس حدیث میں بعد میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اگر اس عورت نے ایسے بچہ کو جنا جس کی آنکھیں سیاہ ہوں اور اس کی سرین بھاری ہو، تو میں یہی گمان کرایا گیا ہوں کہ مرد اس عورت پر تہمت لگانے میں صادق ہے۔ اور اگر اس نے ایسے بچہ کو جنا جو سرخ رنگ کا ہو اور ٹھنگنا ہو گویا کہ وہ چھپکلی کی طرح ہے، تو میں یہی گمان کرایا گیا ہوں کہ عورت سچی ہے اور مرد نے اس پر جھوٹ باندھا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وحرة" یہ چھپکلی کی مثل پیروں سے چلنے والا ایک جانور ہے، دوسرا قول ہے کہ وہ سرخ رنگ کا چلنے والا ایک جانور ہے جو زمین سے چمٹا رہتا ہے، اور القزاز نے کہا: یہ چھپکلی کی مثل ہے اور یہ کھانے میں گرتا ہے اس کو فاسد کر دیتا ہے، اس کو "وحر" کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹۔ ۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۵۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ ذَكَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ هِيَ الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا امْرَأَةً عَنْ غَيْرِ بَيِّنَةٍ قَالَ لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ أَعْلَنَتْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد، انہوں نے بیان کیا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دو لعان کرنے والوں کا ذکر کیا، پس حضرت عبداللہ بن شداد نے کہا: یہ وہ عورت ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اگر میں کسی عورت کو بغیر گواہی کے رجم کرتا (تو میں اس عورت کو رجم کر دیتا)، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں، یہ وہ

عورت ہے جو برے کام علانیہ کرتی تھی۔

(صحیح بخاری: ۵۳۱۰، ۵۳۱۶، ۶۸۵۵، ۶۸۵۶، ۷۲۳۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۷، نسائی: ۳۴۷۰، ابن ماجہ: ۲۵۶۰، احمد: ۲۰۹۶)

صحیح البخاری: ۶۸۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ ''اگر میں کسی عورت کو بغیر گواہ کے رجم کرتا''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں القاسم بن محمد کا ذکر ہے، یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن ابوبکر کے بیٹے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ذکر ہے عبداللہ بن شداد، یہ ابن الہاد اللیثی ہیں، اور یہ حدیث کتاب اللعان میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۵۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما ذُكِرَ التَّلَاعُنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذٰلِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ وَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ يَشْكُو أَنَّهُ وَجَدَ مَعَ أَهْلِهِ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ مَا ابْتُلِيتُ بِهٰذَا إِلَّا لِقَوْلِي فَذَهَبَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ وَكَانَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ سَبِطَ الشَّعَرِ وَكَانَ الَّذِي ادَّعَى عَلَيْهِ أَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَ أَهْلِهِ آدَمَ خَدِلًا كَثِيرَ اللَّحْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم اللّٰهُمَّ بَيِّنْ فَوَضَعَتْ شَبِيهًا بِالرَّجُلِ الَّذِي ذَكَرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَهَا فَلَاعَنَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَهُمَا فَقَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَجْلِسِ هِيَ الَّتِي قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ رَجَمْتُ هٰذِهِ فَقَالَ لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ فِي الْإِسْلَامِ السُّوءَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن القاسم از القاسم بن محمد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کرنے کا ذکر کیا گیا تو حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق ایک بات کہی، پھر واپس چلے گئے، پھر ان کی قوم میں سے ایک مرد آیا جس نے یہ شکایت کی کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پایا، تو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں صرف اپنی بات کی وجہ سے اس معاملہ میں مبتلا ہوا ہوں، پھر ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا، تو انہوں نے اس شخص کی خبر دی جس کو انہوں نے اپنی بیوی کے پاس پایا، اور گویا کہ وہ مرد زرد رنگ کا تھا اور اس کے جسم پر گوشت کم تھا اور اس کے بال سیدھے تھے، اور جس شخص کے متعلق حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ انہوں نے اس کو اپنی بیوی کے ساتھ پایا ہے وہ گندمی رنگ کا تھا اور اس کی پنڈلیاں پُر گوشت تھیں، اور اس کے جسم پر گوشت زیادہ تھا، پس

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اے اللہ! بیان فرما! پھر اس عورت کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا جو اس مرد کے مشابہ تھا جس کے متعلق اس عورت کے شوہر نے بتایا تھا کہ انہوں نے اس مرد کو اس عورت کے پاس پایا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان لعان کرایا، پس ایک مرد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس مجلس میں کہا: یہ وہی عورت ہے جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں کسی ایک کو بغیر گواہ کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں، یہ وہ عورت تھی جو اسلام لانے کے بعد برے کام علانیہ کرتی تھی۔

(صحیح بخاری: ۵۳۱۰، ۵۳۱۶، ۶۸۵۵، ۶۸۵۶، ۷۲۳۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۷، نسائی: ۳۴۷۰، ابن ماجہ: ۲۵۶۰، احمد: ۲۰۹۶)

صحیح البخاری: ۶۸۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی دوسری سند ہے اور یہ حدیث کتاب اللعان میں بھی گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے حضرت عاصم بن عدی، یہ ابن الجد بن عجلان العجلانی ہیں، پھر البلوی ہیں، یہ غزوہ بدر میں، غزوہ احد میں، غزوہ خندق میں اور تمام مشاہد میں حاضر تھے، ایک قول یہ ہے کہ یہ بدر میں حاضر نہیں تھے اور ۴۵ھ میں ان کی وفات ہوئی، ان کی عمر تقریباً ایک سو بیس سال تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاتاہ رجل" یعنی حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد آئے اور ان کا نام عُویمر تھا جو عامر کی تصغیر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مِن قومہٖ" یعنی یہ حضرت عاصم بن عدی کی قوم میں سے تھے اور یہ دوسرے عجلانی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فذھب بہٖ" پس حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اس مرد کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے جس کا ذکر کیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مصفرا سبط الشعر" یعنی اس شخص کا رنگ زرد تھا اور اس کے بال سیدھے تھے، یعنی اس کے بال گھونگھریالے نہیں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "آدم" آدم کا لفظ اُدمہ سے ماخوذ ہے اور یہ گندم کو کہتے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ یہ زمین کا رنگ ہے، اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو آدم کہتے ہیں کیونکہ ان کا رنگ زمین کے رنگ کی مثل تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خدلا" جس کی پنڈلیاں بھری ہوئی اور موٹی ہوں: ابن فارس نے کہا: "امرأۃ خدلۃ" کہا جاتا

ہے یعنی اس کے تمام اعضاء بھرے بھرے ہوں اور اس کی ہڈیاں پتلی ہوں۔ علامہ جوہری نے کہا: ''الخدلآء'' کا معنی ہے: جس کی پنڈلیاں اور کلائیاں بھری بھری ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقال رجل لابن عباس'' اس مرد سے مراد ہے حضرت عبداللہ بن شداد جن کا پہلی حدیث میں ذکر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کانت تظھر فی الاسلام السوء'' علامہ نووی نے کہا ہے: اس عورت کے متعلق یہ مشہور ہو گیا تھا کہ وہ برے کام کرتی ہے، لیکن اس پر اس کے خلاف گواہ نہیں قائم تھے اور نہ اس عورت نے اعتراف کیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے متعلق کسی برے کام کی شہرت ہو جائے تو اس سے اس کے اوپر حد واجب نہیں ہوتی۔

علامہ المہلب نے کہا ہے: حد کسی شخص پر گواہی سے قائم ہوتی ہے یا اس کے اقرار سے، خواہ وہ بے حیائی کے کاموں میں مشہور ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۰۔ ۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۵۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بغیر گواہی یا اقرار کے حد قائم کرنے کا عدم جواز

یہ حدیث اس بات میں اصل ہے کہ کسی شخص پر بغیر گواہی کے حد نہ قائم کی جائے خواہ بے حیائی کے کاموں کی اس پر تہمت ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والی عورت کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچہ کی علامت بیان فرمائی تھی اور اس عورت سے ایسا ہی بچہ پیدا ہوا، اور جس کے ساتھ اس عورت کو تہمت لگائی گئی تھی وہ بچہ اس کے مشابہ بھی تھا، پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد نہیں قائم کی، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے خلاف ہے، پس اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے اور بغیر یقینی دلیل کے نہ کسی کا مال ضبط کرنا جائز ہے اور نہ کسی کو قتل کرنا جائز ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ اس کے بندوں پر ستر کیا جائے اور ان کا پردہ رکھا جائے اور ان پر نرمی کی ہے تاکہ وہ توبہ کریں۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۵۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لعان کی تعریف اور اس کا حکم

لعان، لاعن یلاعن'' کا مصدر ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے العیاذ باللہ، پس وہ یہ کہے کہ میری بیوی نے زنا کیا، اور غالب یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی پر اس وقت تہمت لگاتا ہے جب وہ صادق ہوتا ہے، کیونکہ اس تہمت سے وہ اپنے بستر کو فاسد قرار دیتا ہے، پس شوہر سے اس تہمت کا وقوع اسی وقت ہوگا جب وہ اس تہمت میں صادق ہو، اور اب یا تو شوہر گواہ قائم کرے یا عورت زنا کا اعتراف کرے، پس اگر شوہر گواہ قائم کر دے یا عورت اقرار کر دے تو عورت کے اوپر حد واجب ہو

جائے گی، اور اگر شوہر گواہ قائم نہ کرے اور عورت اقرار نہ کرے تو پھر واجب ہے کہ شوہر کے اوپر اسّی (۸۰) کوڑے مارے جائیں کیونکہ اس نے پاک دامن عورت پر تہمت لگائی ہے، سوا اس صورت کے کہ مرد اپنی بیوی سے لعان کرنے کو اختیار کرلے، پھر جب مرد اور عورت آپس میں لعان کرلیں یعنی مرد چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ میری اس بیوی نے زنا کیا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو، اور عورت بھی چار مرتبہ قسم کھا کر کہے کہ مرد جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ مرد سچوں میں سے ہو تو اس عورت پر اللہ کا غضب ہو۔

(۱) اور جب وہ باہم لعان کرلیں تو ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی، پس وہ عورت اس مرد پر کبھی بھی حلال نہیں ہوگی اور اس پر دائماً حرام ہوگی اور مرد اس عورت کے لیے حرام نہیں ہوگا۔

(۲) لعان کرنے کے بعد شوہر سے حدِ قذف ساقط ہوجائے گی۔

(۳) اسی طرح عورت کے لعان کرنے کے بعد اس سے زنا کی حد ساقط ہوجائے گی۔

یہاں پر یہ سوال ہے کہ اب بچہ جو پیدا ہوگا وہ شوہر کا قرار دیا جائے گا یا اس عورت کا جس پر زنا کی تہمت لگائی گئی تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا کیونکہ وہ اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے جب تک کہ وہ اپنی ذات سے اس بچہ کے نسب کی نفی نہیں کرتا، اور اگر اس نے یہ کہا کہ یہ حمل مجھ سے نہیں ہے تو پھر نسب منتفی ہوجائے گا اور پھر وہ بچہ اس کا نہیں ہوگا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۲۔ ۲۳۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۴۵۔ باب: رَمْیِ الْمُحْصَنَاتِ

پاک دامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگانے کا بیان

وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (النور: ۴۔۵)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر (اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کرسکیں تو تم ان کو اسّی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ فاسق ہیں ○ سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں، تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے ○

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (النور: ۲۳)

بے شک جو لوگ پاک دامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر (بدکاری کی) تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے، اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ○

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کا حکم بیان کیا گیا ہے، المحصنٰت سے مراد پاک دامن عورتیں ہیں اور یہ بیویوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔

اس باب میں امام بخاری نے دو آیتوں کا ذکر کیا ہے، پہلی آیت تہمت لگانے کی حد کے حکم کے بیان میں ہے، یعنی وہ تہمت

لگانے والے پر اسی (۸۰) کوڑے مارنا ہے، اور تہمت لگانے والوں کو فاسق قرار دیا گیا اور دوسری آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا گناہِ کبیرہ ہے۔

اس آیت میں پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے کا حکم بیان فرمایا ہے، اور اگر عورتیں پاک دامن مردوں کے اوپر زنا کی تہمت لگائیں تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہے یعنی وہ بھی اسی (۸۰) کوڑے مارے جانے کی مستحق ہوں گی، یہ حکم قیاس اور استدلال سے ثابت ہے۔ اور جس عورت نے کسی آزاد پاک دامن مومن مرد پر زنا کی تہمت لگائی تو اس پر بھی اسی کوڑے مارنے کی حد واجب ہوگی جیسا کہ کوئی مرد کسی آزاد پاک دامن مومنہ عورت پر زنا کی تہمت لگائے۔ اور غلاموں پر تہمت لگانے کے حکم میں اختلاف ہے جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۵۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از ثور بن زید از ابی الغیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، اور جادو کرنا، اور اس جان کو قتل کرنا جس کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حق کے سوا حرام قرار دیا ہے، اور سود کھانا، اور یتیم کا مال کھانا، اور میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیرنا، اور پاک دامن مومن غافل عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔

(صحیح البخاری: ۲۷۶۶، ۵۷۶۴، ۶۸۵۷، صحیح مسلم: ۸۹، سنن نسائی: ۳۶۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۸۷۴)

صحیح البخاری: ۶۸۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیثِ مذکور کے آخری جملہ میں ہے جس میں پاک دامن مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے کو ہلاک کرنے والا گناہِ کبیرہ قرار فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز بن عبداللہ، یہ ابن یحییٰ الاویسی المدینی ہیں، اور یہ امام بخاری کے تفردات میں سے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، یہ ابنِ بلال ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ثور بن زید، یہ المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالغیث، ان کا نام سالم مولیٰ ابن مطیع ہے۔

یہ حدیث کتاب الوصایا اور کتاب الطب میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح بھی آ چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الموبقات" اس کا معنی ہے "المھلکات" اور علامہ المہلب نے کہا: ان کاموں کو المھلکات اس لیے فرمایا ہے کہ ان کاموں کا مرتکب اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے کا سبب ہوتا ہے، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ ان کاموں پر گرفت کرے تو ان کاموں کے مرتکب کو دوزخ کی آگ میں ڈال دے گا، العیاذ باللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۵۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گناہِ کبیرہ کی مختلف تعریفات

بعض علماء نے گناہِ کبیرہ کی تعریف یہ کی ہے کہ یہ وہ گناہ ہے جس پر حد واجب ہے، لیکن یہ تعریف صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں جن چیزوں کو گناہِ کبیرہ میں سے شمار کیا گیا ہے ان میں سے اکثر پر حد واجب نہیں ہے مثلاً سود کھانے پر حد واجب نہیں ہے، یتیم کا مال کھانے پر حد واجب نہیں ہے، میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیرنے پر حد واجب نہیں ہے۔ اور بعض دوسرے علماء نے یہ تعریف کی ہے کہ جس کام پر کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وعید ہو، وہ کام گناہِ کبیرہ ہے۔

اور الماوردی نے "الحاوی" میں گناہِ کبیرہ کی یہ تعریف کی ہے کہ جس پر حد واجب ہو یا اس پر وعید ہو، گویا انہوں نے کبیرہ کی دو قسمیں کر دیں، ایک قسم وہ ہے جس پر حد واجب ہو اور دوسری قسم وہ ہے جس پر وعید ہو۔

اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں تصریح ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور جھوٹی قسم کھانا گناہِ کبیرہ ہے، اور جھوٹی گواہی دینا گناہِ کبیرہ ہے، اور ان میں سے کسی پر حد واجب نہیں ہے۔

علامہ رافعی نے لکھا ہے: جس نے زنا کیا، یا لواطت کی، یا خمر کو پیا، یا کسی کا مال غصب کیا، یا چوری کی، یا ناحق قتل کیا، تو یہ گناہِ کبیرہ ہے اور اس کی شہادت رد کر دی جائے گی خواہ اس نے ان کاموں کو ایک مرتبہ کیا ہو۔

علامہ ابن عبد السلام نے کہا: میں کبیرہ کی ایسی منضبط تعریف پر واقف نہیں ہو سکا جو اعتراض سے سالم ہو۔ اور بعض علماء نے یہ کہا ہے: ہر وہ گناہ جس کے ساتھ وعید مقرون ہو یا لعنت مقرون ہو۔

اور علامہ ابن الصلاح نے کہا ہے: گناہِ کبیرہ کی علامات ہیں، ان میں سے ایک علامت حد کا واجب ہونا ہے، دوسری علامت اس پر دوزخ کے عذاب کی وعید ہے خواہ کتاب میں ہو یا سنت میں ہو، اور اس کی علامت یہ ہے کہ کبیرہ کا مرتکب فسق کے ساتھ متصف ہوتا ہے یعنی اس کو فاسق کہا جاتا ہے، اور کبیرہ پر لعنت کی جاتی ہے۔

اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کبائر ہر وہ گناہ ہیں جو اس کے مرتکب کو دوزخ میں داخل کر دیں۔

اور بہترین تعریف علامہ قرطبی کی ہے جو انہوں نے المفہم میں کی ہے کہ ہر وہ گناہ جس کے اوپر کتاب یا سنت یا اجماع میں تصریح ہو کہ یہ گناہِ کبیرہ ہے یا عظیم گناہ ہے یا اس میں شدید عذاب کی خبر دی ہو یا اس پر حد کو موقوف کیا ہو یا اس کی بہت شدید مذمت کی ہو تو وہ گناہِ کبیرہ ہے۔

اس بناء پر یہ تلاش کرنا چاہیے کہ کن کاموں پر گناہوں کی وعید ہے یا کن کاموں پر لعنت ہے یا کن کاموں کو قرآن یا احادیث صحیحہ میں یا احادیثِ حسنہ میں فسق قرار دیا ہے۔

اور علامہ الحلیمی نے المنہاج میں کہا ہے: ہر گناہ صغیرہ بھی ہوتا ہے اور کبیرہ بھی ہوتا ہے، اور کبھی صغیرہ کسی قرینہ سے کبیرہ ہو جاتا ہے، اور کبیرہ کسی قرینہ سے فاحشہ ہو جاتا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے کے، کیونکہ وہ سب سے زیادہ فحش کبیرہ ہے، اور اس کی نوع میں کوئی صغیرہ نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس کے باوجود وہ کبیرہ فاحش اور افحش کی طرف منقسم ہوتا ہے، پھر علامہ حلیمی نے اس کی مثالیں دی ہیں، انہوں نے کہا: کسی جان کو ناحق قتل کرنا گناہِ کبیرہ ہے، لیکن اگر اس نے اپنے اصول میں سے کسی کو قتل کیا مثلاً ماں باپ کو، یا اپنی فروع میں سے کسی کو قتل کیا مثلاً اپنی اولاد کو، یا کسی ذی رحم رشتہ دار کو قتل کیا، یا کسی کو حرم میں قتل کیا، یا کسی کو حرمت والے مہینوں میں قتل کیا، تو پھر یہ کبیرہ فاحشہ ہیں۔

اسی طرح زنا گناہِ کبیرہ ہے، پس اگر پڑوسی کی بیوی سے زنا کیا، یا ذی رحم محرم سے زنا کیا، یا رمضان کے مہینہ میں زنا کیا، یا حرم میں زنا کیا تو یہ کبیرہ فاحشہ ہیں۔

اسی طرح خمر کو پینا گناہِ کبیرہ ہے، پس اگر رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت خمر کو پیا، یا حرم میں خمر کو پیا، یا علانیہ خمر کو پیا تو یہ فاحشہ ہے۔

اسی طرح اجنبی عورت کے ساتھ بوس و کنار گناہِ صغیرہ ہے، لیکن اگر باپ کی بیوی کے ساتھ بوس و کنار کیا ہو، یا اپنے بیٹے کی بیوی کے ساتھ بوس و کنار کیا ہو، یا ذی رحم محرم کے ساتھ بوس و کنار کیا ہو تو یہ گناہِ کبیرہ ہے۔

اور اسی طرح نصاب سے کم مال کو چرانا گناہِ صغیرہ ہے، اور اگر نصاب کے مطابق مال کو چرایا تو گناہِ کبیرہ ہے۔ علامہ حلیمی نے اس طرح کی بہت مثالیں دی ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بعض محققین نے کہا ہے کہ واجب کا ترک اور مکروہِ تحریمی کا ارتکاب گناہِ صغیرہ ہے اور فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہِ کبیرہ ہے، پھر گناہِ کبیرہ کے وہ درجات ہیں جن کا علامہ حلیمی نے ذکر کیا ہے۔

۴۶۔ بَابُ: قَذْفِ الْعَبِيْدِ

غلام کو تہمت لگانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں غلام کو تہمت لگانے کا بیان ہے، اور اس میں اضافت مفعول کی طرف ہے اور فاعل کا ذکر نہیں کیا گیا۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

العبید سے مراد ہے الارقاء، اور غلام کو لفظِ عبید کے ساتھ تعبیر کیا ہے تا کہ حدیث کے لفظ کی اتباع ہو، اور اس میں باندی اور غلام دونوں کا حکم برابر ہے، اور اس عنوان میں اضافت مفعول کے لیے ہے، جیسا کہ باب کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فاعل کی طرف اضافت مراد ہو اور اس میں حکم یہ ہے کہ جب غلام کسی پر تہمت لگائے تو اس کو اس سزا کی نصف ملے گی جو آزاد کو سزا دی جاتی ہے خواہ وہ مذکر ہو یا مونث، اور یہ جمہور کا قول ہے۔ اور عمر بن عبد العزیز اور زہری اور ایک قلیل جماعت اور الاوزاعی اور اہل الظاہر سے منقول ہے کہ اس کی حد اسی کوڑے ہے، اور ابن حزم نے ان کی مخالفت کی اور جمہور کے موافق قول کیا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۹۲۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ قذف العبید میں اضافت مفعول کی طرف ہے جیسا کہ ظاہر ہے، اگرچہ اس میں وہ بھی احتمال ہے جو حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے، نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ غلاموں کو عبید کے لفظ سے حدیث میں تعبیر کیا ہے، اس میں حدیث کی اتباع ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ لفظِ حدیث میں مملوکہ کا لفظ ہے، اور اس میں لفظ کے اعتبار سے اتباع نہیں ہے اگرچہ مملوک کے لفظ کا اطلاق عبد پر بھی کیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

علامہ عینی کا یہ اعتراض تحصیل حاصل کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۵۲، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر اعتراض قوی ہے، اور یہاں پر حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کا کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دے سکے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۸۵۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ يَقُولُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ وَهُوَ بَرِيءٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از فضیل بن غزوان از ابن ابی نُعم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو القاسم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اپنے غلام پر تہمت لگائی اور وہ غلام اس کی تہمت سے بری تھا تو اس کے مالک پر قیامت کے دن

کوڑے لگائے جائیں گے سوا اس صورت کے کہ وہ غلام اسی طرح ہو جس طرح اس پر تہمت لگائی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۶۰، سنن ترمذی: ۱۹۴۷، سنن ابوداؤد: ۵۱۶۵، مسند احمد: ۹۲۸۳)

صحیح البخاری: ٦٨٥٨، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ لفظِ مملوک کا عبد یعنی غلام پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، یہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں فُضیل کا ذکر ہے جو فضل کی تصغیر ہے یہ ابن غزوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی نُعم کا ذکر ہے، ان کا نام عبدالرحمٰن البجلی الکوفی ہے اور ابو نُعم کے نام پر میں واقف نہیں ہو سکا۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الایمان والنذور میں از ابی بکر بن ابی شیبہ روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کی کتاب الادب میں از ابراہیم بن موسیٰ روایت کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کی کتاب البر والصلہ میں از احمد بن محمد روایت کی ہے اور امام نسائی نے اس حدیث کی کتاب الرجم میں از سوید بن نصر روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "میں نے ابوالقاسم سے سنا" اور الاسماعیلی کی روایت میں ہے: ہمیں ابوالقاسم نے حدیث بیان کی جو نبی التوبہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مَن قذف مملوکه" اور اسماعیلی کی روایت میں مذکور ہے "جس نے اپنے غلام پر کسی چیز کی تہمت لگائی"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جُلِدَ یوم القیامة" اس حدیث میں یہ خبر ہے کہ جب مالک نے اپنے غلام پر کوئی تہمت لگائی اور غلام اس تہمت سے بری تھا اور قیامت کے دن اس پر کوڑے لگائے جائیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں اس کی کوئی سزا نہیں ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جب آزاد کسی غلام پر کوئی تہمت لگائے تو اس آزاد پر کوئی حد نہیں ہے، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے "اسے قیامت کے دن حد لگائی جائے گی" پس اگر اس پر دنیا میں کوئی حد واجب ہوتی تو اس کا بھی اسی طرح ذکر کیا جاتا جس طرح آخرت کی سزا کا ذکر فرمایا ہے۔

اور امام شافعی اور امام مالک نے کہا ہے کہ کسی شخص نے کسی پر تہمت لگائی اور اس کا یہ گمان تھا کہ وہ غلام ہے، پھر اچانک وہ آزاد

تھا تو اس پر حد ہے۔

اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اُمُّ الوَلَد پر تہمت لگانے والے کے متعلق اختلاف ہے کہ اس پر حد واجب ہے یا نہیں؟ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس پر حد ہے اور یہی امام مالک کا قول ہے، اور یہی امام شافعی کے قول کا قیاس ہے۔ اور حسن بصری سے مروی ہے کہ اس پر کوئی حد نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۵۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اپنے غلام پر تہمت لگانے کے متعلق ایک اور روایت

امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: جس نے اپنے مملوک پر تہمت لگائی تو اللہ کے لیے اس کی پشت میں قیامت کے دن حد ہے اگر چاہے تو اللہ تعالیٰ اس پر وہ حد قائم کرے اور اگر چاہے تو معاف فرمائے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے لکھا ہے: اس پر اجماع ہے کہ جب کوئی آزاد شخص کسی غلام پر تہمت لگائے تو اس پر حد واجب نہیں ہوگی، اور یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر مالک پر واجب ہو کہ وہ اس پر حد لگائے جو اس کے غلام کے اوپر دنیا میں تہمت لگائے تو اس کا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر فرماتے جیسا کہ آپ نے آخرت میں حد کا ذکر فرمایا ہے، اور آپ نے اس سزا کو آخرت کے ساتھ مخصوص کیا ہے، اس میں آزاد لوگوں کو غلاموں سے ممتاز کیا ہے، آخرت میں اس لیے کہ آخرت میں مالکوں کی غلاموں پر ملکیت نہیں رہے گی اور ان کی ملکیت زائل ہو جائے گی اور وہ سب حدود میں برابر ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک قصاص لے گا سوا اس کے کہ وہ معاف کر دے اور اس دن تقویٰ کے سوا اور کسی اعتبار سے فضیلت نہیں ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے یہاں پر اجماع کو جو نقل کیا ہے، اس پر اعتراض ہے، کیونکہ امام عبد الرزاق نے از معمر از ایوب از نافع یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ کوئی شخص دوسرے کی ام ولد پر تہمت لگائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس پر حد لگائی جائے گی اور اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور اسی کے مطابق حسن بصری اور اہل الظاہر نے کہا ہے۔ اور علامہ ابن المنذر نے کہا کہ جس شخص نے ام ولد پر تہمت لگائی اس کے متعلق اختلاف ہے، امام مالک اور ایک جماعت نے کہا کہ اس پر حد واجب ہے اور یہی امام شافعی کے قول کا قیاس ہے مالک کی موت کے بعد، اسی طرح ہر وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ ام ولد آزاد کر دی جائے گی تو اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ وہ مالک کی موت کے بعد آزاد کر دی جائے گی۔ اور حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ ام ولد پر تہمت لگانے والے پر حد کو جائز نہیں کہتے تھے اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا: جس نے کسی آزاد شخص پر تہمت لگائی اور اس کا یہ گمان تھا کہ وہ غلام ہے تو اس پر حد واجب ہوگی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۲۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۷۔ بَابٌ: هَلْ يَأْمُرُ الْإِمَامُ رَجُلًا فَيَضْرِبُ الْحَدَّ غَائِبًا عَنْهُ؟

کیا امام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی مرد کو یہ حکم دے کہ وہ کسی غائب شخص کے اوپر حد لگائے؟

کتاب المحاربین

وَقَدْ فَعَلَهُ عُمَرُ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کیا امام ایسا کرسکتا ہے کہ کسی مرد کو حد مارنے کا حکم دے اور وہ مرد وہاں سے غائب ہو اور اس عنوان کے معنی کا حاصل یہ ہے کہ جب ایک مرد کے اوپر حد واجب ہو اور وہ امام سے غائب ہو تو کیا امام کے لیے یہ جائز ہے کہ کسی مرد سے کہے کہ تم فلاں کی طرف جاؤ جو غائب ہے اور اس پر حد کو قائم کرو۔ اور اس سوال کا جواب محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ ہاں امام کے لیے ایسا جائز ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس باب کی تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیا ہے، اور یہ صرف الکشمیھنی کی روایت میں ثابت ہے اور اس اثر کی امام سعید بن منصور نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے عامل کی طرف لکھا کہ اگر وہ دوبارہ ایسا کرے تو اس پر حد جاری کرو۔ اور اس میں ایک طویل قصہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۵۹، ۶۸۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَا جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَنْشُدُكَ اللهَ إِلَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ فَقَامَ خَصْمُهُ وَكَانَ أَفْقَهَ مِنْهُ فَقَالَ صَدَقَ اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ وَأْذَنْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قُلْ فَقَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا فِي أَهْلِ هٰذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَخَادِمٍ وَإِنِّي سَأَلْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ وَأَنَّ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا الرَّجْمَ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ الْمِائَةُ وَالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَيْكَ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَيَا أُنَيْسُ اغْدُ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَسَلْهَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابو ہریرہ اور زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے ساتھ فیصلہ کریں، تو اس کا فریقِ مخالف کھڑا ہوا اور وہ پہلے سے زیادہ سمجھدار تھا، اس نے کہا: اس نے سچ کہا، آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ فرمائیں، اور یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں (کہ میں بات کروں)، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بات کرو، تو اس نے کہا: میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا، اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا تو میں نے اس کی طرف سے ایک سو بکریاں اور ایک خادم فدیہ میں دے دیے، اور میں نے اہل علم میں سے مردوں سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ میرے بیٹے پر ایک سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے

شہر بدر کیا جائے گا، اور بے شک اس شخص کی بیوی کو رجم کیا جائے گا، تو آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور تم دونوں کے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور خادم تم کو واپس دیے جائیں گے، اور تمہارے بیٹے پر سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا، اور اے اُنیس! تم صبح کو اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اور اس سے سوال کرو، پس اگر وہ اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دینا، پس اس عورت نے اعتراف کر لیا تو انہوں نے اس کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

صحیح البخاری: ۶۸۵۹۔ ۶۸۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیثِ مذکور کے اس جملہ میں ہے "اے اُنیس! اس عورت کے پاس صبح کو جاؤ اور اس سے سوال کرو، اگر وہ زنا کا اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دو"۔ پس اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام اور سربراہِ مملکت کسی دوسرے کو رجم کرنے پر مامور کر سکتا ہے۔

یہ حدیث متعدد مرتبہ گزر چکی ہے اور آخری مرتبہ اس باب میں گزری تھی کہ "جب کوئی شخص حاکم کے سامنے اپنی بیوی پر یا دوسرے کی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے" اور اس کی شرح کئی مرتبہ ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انشدك بالله" یعنی میں آپ سے صرف اس فیصلہ کا مطالبہ کرتا ہوں جو اللہ کے حکم کے مطابق ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وائذن لی" یہ اس مرد کا کلام ہے نہ کہ اس کے فریقِ مخالف کا، یعنی اس مرد نے کہا: مجھے بات کرنے کی اجازت دیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عَسِیفا" اس کا معنی ہے اجیر یعنی مزدور۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یا اُنیس" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری کرنے کے لیے حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کو خصوصیت سے مخاطب فرمایا، کیونکہ حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ اسلمی تھے اور وہ عورت بھی اسلمیہ تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاعترفت" یہاں یہ عبارت محذوف ہے کہ حضرت انیس رضی اللہ عنہ اس عورت کی طرف گئے اور اس سے سوال کیا کہ کیا تم نے زنا کیا ہے؟ اس عورت نے اعتراف کر لیا یعنی زنا کرنے کا اقرار کر لیا، تو انہوں نے اس کے اقرار کرنے کی بناء پر اس کو رجم کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص زنا کا اقرار کر لے تو پھر اس کو اقرار سے رجوع کی پیش کش کرنی چاہیے یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اگر وہ عورت زنا کرنے کا اعتراف کر لے تو تم اس کو رجم کر دینا" اس میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص زنا کا اعتراف کر لے اس کو رجم کر دینا چاہیے۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص اپنے اقرار سے رجوع کر لے اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عالم نہیں ہیں۔

اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اور جو شخص حقیقت میں سنت کی اتباع کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ کسی اقرار کرنے والے پر حد اس وقت قائم کی جائے گی جب کہ وہ اپنے اقرار سے رجوع نہ کرے، کیونکہ اگر ہم اس کو جائز قرار دیں تو آج ایک شخص اقرار کرے گا اور کل انکار کر دے گا۔

اور شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے: اگر اقرار کرنے والے کے رجوع کا اعتبار کیا جائے تو دنیا میں کبھی بھی حد قائم نہیں کی جائے گی، کیونکہ ہر انسان جب یہ دیکھے گا کہ اس کو سنگسار کیا جا رہا ہے اور اس کو پتھر لگ رہے ہیں تو وہ اپنے طبعی تقاضا سے بھاگے گا یا دیکھے گا کہ اس کو کوڑے مارے جا رہے ہیں تو تب بھی وہ اپنے طبعی تقاضا سے بھاگے گا، اور ہر انسان اس بات پر قادر ہے کہ وہ کہے گا کہ میں اپنے اقرار سے رجوع کرتا ہوں حتیٰ کہ اس سے حد اٹھالی جائے، اور اس سے فساد لازم آئے گا ایسا فساد جس کو رب العباد کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو اقرار سے رجوع کرنے کی پیش کش کی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ پر حد جاری کرنے کے فیصلہ سے پہلے پیش کش کی تھی، اور جب یہ فیصلہ فرما دیا تو پھر ان کو یہ پیشکش نہیں کی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: "کتاب الحدود والمحاربین" ایک سو تین (۱۰۳) احادیثِ مرفوعہ پر مشتمل ہے، ان احادیث میں سے اناسی (۷۹) احادیث موصولہ ہیں اور باقی متابعات اور تعلیق ہیں، اور ان میں باسٹھ (۶۲) احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث سترہ (۱۷) ہیں۔

"کتاب الحدود والمحاربین" کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین! آج ۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ/16 ستمبر 2013ء بروز پیر کتاب الحدود کی احادیث کا ترجمہ اور اس کی شرح مکمل ہو گئی۔

الٰہ العالمین! ان احادیث کے تراجم اور شروح میں جو مجھ سے فروگزاشت اور کوتاہی ہوئی ہے اس کو معاف فرما، اور ان احادیث اور اس کی شروح میں اہلِ اسلام کو جن نیک اعمال کے کرنے اور برے اعمال سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے، اس پر انہیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور مجھے اور سب مسلمانوں کو اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی فرما، اور ہم سب کو اسلام پر زندہ رکھ اور ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمانا، ہمارے گناہوں کو بخش دینا، اور دنیا اور آخرت میں ہمیں اپنی گرفت اور عذاب سے محفوظ رکھنا، اور اپنے فضل وکرم سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہمیں جنت الفردوس عطا فرمانا، اور مجھے جس طرح آپ نے کتاب الحدود کی شرح کی توفیق دی ہے اسی طرح صحیح البخاری کی بقیہ کتب کی احادیث کی شرح کی توفیق بھی مرحمت فرمانا، اور اس شرح میں مجھے وہی بات لکھنے کی توفیق عطا فرمانا جو حق اور صواب ہو، اور جو غلط اور باطل ہو اس سے مجتنب رکھنا۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه، اللھم ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

۸۷۔ کِتَابُ الدِّیَاتِ

دیات (مقتول کے وارثوں کو خون بہادینے) کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''دیات'' کے احکام بیان کیے گئے ہیں، دیات، دیۃ کی جمع ہے، اس کی اصل ہے وَدیٌ اور یہ ''ودیت القتیل'' سے ماخوذ ہے، یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب مقتول کے وارثوں کو خون بہادیا جائے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ امام بخاری کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے اس کا عنوان قائم کیا ہے ''کتاب القصاص'' اور اس کے تحت دیات کا ذکر کیا ہے، اور امام بخاری نے ''کتاب الدیات'' کا عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت قصاص کو داخل کیا ہے، اس کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کا عنوان دوسرے ائمہ حدیث کے عنوانوں سے زیادہ عام ہے، کیونکہ جس چیز میں قصاص واجب ہے، اس میں مال لے کر معاف کرنا بھی جائز ہے، سو وہ دیت کو شامل ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

الدیات کا واحد، الدیۃ ہے، اور اس کے آخر میں جو ''ھاء'' ہے وہ واؤ محذوف کے عوض میں ہے، یہ لفظ ''ودیت القتیل'' سے ماخوذ ہے، یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب تم مقتول کی دیت یعنی اس کا خون بہا ادا کردو۔ المغرب میں مذکور ہے کہ جب مقتول کے ولی کو مقتول کا خون بہادیا جائے تو کہا جاتا ہے ''ودی القتیل'' اور ''ودی'' کا اصل معنی جاری ہونا ہے، اسی سے الوادی ماخوذ ہے کیونکہ وادی کے اندر پانی جاری ہوتا ہے، اور خون بہا کو بھی دیۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں بھی مقتول کے جان کے معاوضہ کو دینا نکلتا ہے اور جاری ہوتا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۹۲۔ ۲۹۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اصطلاحِ شرع میں ''دیۃ'' اس مال کو کہتے ہیں جو جان کے مقابلہ میں دیا جاتا ہے۔ امام بخاری نے ''کتاب الدیات'' میں ہی قصاص کے احکام بھی بیان کئے ہیں، کیونکہ قصاص میں بھی مال پر صلح کر کے قصاص کو معاف کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے ائمہ حدیث نے اس کا عنوان ''کتاب القصاص'' لکھا ہے، کیونکہ قتلِ عمد میں اصل قصاص ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۔ ۶، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

الدیات، دیۃ کی جمع ہے اور ''دیۃ'' اس مال کو کہتے ہیں جو اس شخص کو دیا جاتا ہے جس کے خلاف جنایت کی گئی ہو، خواہ جس

کی جان لی گئی ہو یا اس کے کسی عضو کو تلف کیا گیا ہو، تو اس کا بدل جو دیا جائے اس کو "دیۃ" کہتے ہیں، اور کبھی شریعت میں اس مال کی مقدار معین ہوتی ہے اور کبھی معین نہیں ہوتی، اور اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۴۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

جنایت کا معنی

علامہ مجد الدین ابو السادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ، لکھتے ہیں:

جنایت کا معنی ہے گناہ اور جرم، اور یہ کہ انسان کوئی ایسا کام کرے جس کی وجہ سے اس کے اوپر دنیا میں یا آخرت میں عذاب ہو، یا دنیا میں اس سے بدلہ لیا جائے۔

حدیث میں ہے: "الا لا یجنی جان الا علی نفسہ" (سنو! جو شخص بھی جنایت کرتا ہے وہ اپنے نفس پر جنایت کرتا ہے)۔

(سنن ترمذی: ۲۱۵۹) (النہایہ ج ۱ ص ۲۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

۱۔ بَابُ: قَوْلِ اللهِ تَعَالٰی: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ (النساء: ۹۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عطف "کتاب الدیات" پر ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس عنوان کو اس آیت سے شروع کرنے کی کیا توجیہ ہے؟

اس سوال کا یہ جواب ہے کہ اس آیت میں عمداً قتلِ ناحق پر وعیدِ شدید ہے، کیونکہ جس نے یہ قتل کیا اور مال پر اس کی صلح کر لی گئی تو اس کو دیت شامل ہو گی۔

اس آیت کی تاویل میں علماء کا اختلاف ہے، کیا قاتل کی توبہ ہوتی ہے یا نہیں؟ پس حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اس کی کوئی توبہ نہیں اور یہ آیت غیر منسوخ ہے۔ اور سورۃ الفرقان جس میں قاتل کی توبہ کا ذکر ہے، یہ آیت اس کے چھ ماہ بعد نازل ہوئی ہے، اور سورۃ الفرقان کی آیت اہل شرک کے متعلق ہے، اور سورۃ النساء کی مذکورہ آیت مومنین کے متعلق ہے۔

اور حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ قاتل کے لیے توبہ ہے اور یہ حدیث ایسی سندوں کے ساتھ مروی ہے جن سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

اور علماء اہلسنت نے کہا ہے کہ قاتل اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے، ان کا استدلال حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہے جس کا بیعت العقبۃ میں ذکر ہے، اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جس نے کوئی گناہ کیا اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہے، اگر وہ چاہے تو اس کو معاف فرما دے اور اگر چاہے تو اس کو عذاب دے۔ اور تابعین کی ایک جماعت اور فقہاء امصار کا

یہی مذہب ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۵۔۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

قتلِ عمد پر وعید کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل کی بہ نسبت پوری دنیا کا زوال زیادہ آسان ہے۔(سنن ترمذی: ۱۴۰۰، سنن نسائی: ۳۹۹۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمام آسمان اور زمین والے کسی ایک مومن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔

(سنن ترمذی: ۱۴۰۲، المستدرک ج ۴ ص ۳۵۲، کنز العمال: ۳۹۹۵۴)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان کے پاس آ کر کہا: یہ بتایئے کہ ایک آدمی نے کسی شخص کو عمداً قتل کیا تو اس کی سزا کیا ہوگی؟ انہوں نے کہا: اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عذابِ عظیم تیار کر رکھا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ وہ آیت ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے (یعنی النساء: ۹۳) حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وحی نازل نہیں ہوئی، اس نے کہا: یہ بتایئے اگر وہ توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرلے تو پھر وہ ہدایت یافتہ ہو جائے گا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کی توبہ کیسے ہوگی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس شخص کی ماں اس پر روئے جس نے کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دیا، وہ مقتول اپنے قاتل کو دائیں یا بائیں جانب سے پکڑے ہوئے آئے گا اور دائیں یا بائیں ہاتھ سے اس نے اپنا سر پکڑا ہوا ہوگا اور عرش کے سامنے اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا اور وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! اپنے اس بندہ سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا۔(مسند احمد ج ا رقم الحدیث: ۲۱۴۲، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

مسلمان کے قاتل کی مغفرت نہ ہونے کی توجیہات

اس آیت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور شرک کے سوا ہر کبیرہ گناہ لائقِ مغفرت ہے، حالانکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کو عمداً قتل کرنے کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے، اور جہنم میں خلود صرف کفار کے لیے ہوتا ہے اور جو گناہ لائقِ معافی ہو اس کے لیے جہنم میں خلود نہیں ہوتا۔ اس اشکال کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے، لہٰذا اس آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ جس شخص نے کسی مومن کو اس کے مومن ہونے کے سبب سے قتل کیا تو اس کی سزا جہنم میں خلود ہے، اور جو شخص کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۲) اس آیت میں ''مَن'' کا لفظ ہر چند کہ عام ہے، لیکن یہ عام مخصوص البعض ہے اور اس سے ہر قاتل خواہ مومن ہو یا کافر یہ مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے وہ قاتل مراد ہے جو کافر ہو اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۳) یہ آیت ایک خاص قاتل کے متعلق نازل ہوئی ہے، یہ شخص پہلے مسلمان تھا، پھر اس نے مرتد ہو کر ایک مسلمان کو اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا، اس کے متعلق روایت روح المعانی ج ۵ ص ۱۱۵ میں مذکور ہے۔

(۴) اس آیت میں قاتل سے مراد اگر مسلمان قاتل ہو تو اس آیت کا معنی اس طرح ہوگا کہ اس کی سزا جہنم میں خلود ہے، یعنی وہ اس سزا کا مستحق ہے، یہ نہیں فرمایا کہ اس کو یہ سزا دی جائے گی۔

(۵) اگر اس آیت میں مسلمان قاتل مراد ہو تو خلود سے مجازاً مکث طویل مراد ہے یعنی وہ لمبے عرصہ تک جہنم میں رہے گا۔

(۶) یہ آیت انشاءِ تخویف پر محمول ہے یعنی مسلمانوں کو قتل کرنے سے ڈرانے کے لیے ایسا فرمایا گیا ہے، حقیقت میں کسی مسلمان قاتل کو جہنم میں خلود کی سزا دینے کی خبر نہیں دی گئی۔

(۷) اگر کسی مسلمان نے قتل مسلم کو معمولی سمجھ کر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور پھر اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۸) اگر کسی مسلمان نے بغض اور عناد کے غلبہ کی وجہ سے قتلِ مسلم کی حرمت کا انکار کر دیا اور پھر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۹) اگر معاذ اللہ کسی مسلمان نے مسلمان کے قتل کرنے کو حلال اور جائز قرار دے کر یا اس حکم کی توہین کرنے کے لیے کسی مسلمان کو قتل کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۱۰) اس آیت میں ایک شرط محذوف ہے، یعنی اگر اس کی مغفرت نہ کی گئی تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اس کو خلفِ وعید سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن یہ بظاہر خلفِ وعید ہے حقیقت میں چونکہ یہاں شرط محذوف ہے اس لیے یہ کوئی خلف نہیں ہے۔ اور خلفِ وعید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کام سے ڈرانے کے لیے کوئی سزا کی وعید سنائی، لیکن اللہ تعالیٰ کریم ہے وہ یہ سزا نہیں دے گا۔ اس لیے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مسلمان قاتل کی مغفرت نہ فرمائی تو اس کو دائمی عذاب ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ کریم ہے وہ مسلمان قاتل کی بھی مغفرت فرما دے گا۔

۶۸۶۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ أَنْ تَدْعُوَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيقَهَا ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾﴾ الْآيَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابووائل از عمرو بن شرحبیل، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک مرد نے پوچھا: یارسول اللہ! کون سا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے، اس نے پوچھا: پھر کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا، اس نے پوچھا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا

کرو، تب اللہ عزوجل نے آپ کی اس حدیث کی تصدیق میں درج ذیل آیت نازل فرمائی:

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گاO (الفرقان:٦٨)

(صحیح البخاری:٤٤٧٧، ٤٧٦١، ٦٠٠١، ٦٨١١، ٦٨٦١، ٧٥٢٠، ٧٥٣٢، صحیح مسلم:٨٦، سنن ترمذی:٣١٨٢، سنن نسائی:٤٠١٣، سنن ابوداؤد:٢٣١٠، مسند احمد:٤١٢٠)

صحیح البخاری:٦٨٦١، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت آیت کے اس حصہ میں ہے "اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں جریر کا ذکر ہے، اور وہ ابن عبدالحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الاعمش کا ذکر ہے، اور وہ سلیمان ہیں۔ اور ابووائل کا ذکر ہے، وہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور عمرو بن شرحبیل کا ذکر ہے، وہ الہمدانی الکوفی ہیں۔ اور عبداللہ کا ذکر ہے، اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

یہ حدیث کتاب التفسیر میں از عثمان بن ابی شیبہ گزر چکی ہے اور کتاب الادب میں از محمد بن کثیر گزر چکی ہے۔ اور عنقریب یہ کتاب التوحید میں بھی آئے گی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نِدًا" (نون کے نیچے زیر اور دال پر تشدید) اس کا معنی ہے: نظیر اور مثیل، اسی طرح الندید کا معنی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "تم اپنے بیٹے کو قتل کرو اس خوف سے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا"۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ قتل تو مطلقاً بہت بڑا گناہ ہے، پھر اس قید کی کیا توجیہ ہے کہ تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ حدیث عموم اور غلبہ کے اعتبار سے ہے، کیونکہ عام طور پر لوگ اپنے بچوں کو اس لیے قتل کر دیتے

ہیں کہ رزق کم ہوگا تو کہاں سے کھلائیں گے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں پر دو چیزیں ہیں، ایک تو اولاد کو قتل کرنا ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ پر اس اعتقاد کا ضعیف ہونا کہ اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے، اور اس حدیث کی نظیر درج ذیل آیت ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (بنی اسرائیل:۳۱) اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔

اور یہ آیت بھی اس کی نظیر ہے:

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ (الانعام:۱۴۰)

بے شک ان لوگوں نے خسارہ پایا جنہوں نے حماقت اور جہالت کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا اور جو رزق اللہ نے انہیں دیا تھا اللہ پر افتراء پردازی کر کے اس کو حرام قرار دیا، بے شک یہ گمراہ ہو گئے اور یہ ہدایت پانے والے تھے ہی نہیں O

نیز اس اس حدیث میں مذکور ہے "بحلیلة" حلیلة کے معنی ہیں: بیوی، یعنی تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو، اس میں ایک تو زنا کرنا جرم ہے، اور دوسرا یہ کہ اس پڑوسی کے ساتھ خیانت کرنا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ وصیت کی ہے کہ اس کے حق کی حفاظت کی جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانزل الله تصديقها" یعنی اس حدیث میں جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے، ان کی تصدیق سورہ فرقان کی اس آیت میں ذکر فرمائی ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ (الفرقان:۶۸)

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا O

اس حدیث میں مذکور ہے "يلق اثاما" مجاہد نے کہا: الاثام جہنم میں ایک وادی ہے، اور سیبویہ اور خلیل نے کہا: یعنی وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا۔ اور القتبی نے کہا: اثام کا معنی ہے: عقوبت اور سزا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۶۔۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۶۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قتلِ وَلَد کے سب سے بڑے گناہ ہونے کی توجیہ

صحیح البخاری: ۶۸۶۱ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے کہ تم اللہ کا شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے، آپ سے پوچھا گیا: پھر سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تم اپنی اولاد کو اس لیے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گی"۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے، کیونکہ قتل مطلقاً سب سے بڑا گناہ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس میں کوئی محال نہیں ہے کہ ایک گناہ دوسرے گناہ سے زیادہ بڑا ہو، اور گناہ کے بعض افراد دوسرے افراد سے زیادہ بڑے ہوں، پھر علامہ کرمانی نے کہا کہ اس کے سب سے بڑے گناہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں قتل کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے رزاق ہونے پر ایمان اور اعتقاد کی نفی بھی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۶۲۔ حَدَّثَنَا عَلِیٌّ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا۔ (صحیح البخاری: ۶۸۶۳، مسند احمد: ۵۶۸۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن اس وقت تک اپنے دین کی کشادگی میں رہتا ہے جب تک کہ حرام خون نہ کرے۔

صحیح البخاری: ۶۸۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث اس سے پہلی حدیث کے مطابق ہے اور وہ قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے جس میں عمداً مومن کے قتل کرنے پر جہنم کی وعید فرمائی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں، یہاں علی کے ساتھ ان کی نسبت کا ذکر نہیں کیا، ابو علی الجیانی نے بھی اس کی کسی نسبت کا ذکر نہیں کیا اور نہ اس کی نسبت پر الکلاباذی نے متنبہ کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ علی بن الجعد ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: علی بن الجعد بن عبید ابو الحسن الجوہری الہاشمی ان کے مولیٰ بغدادی ہیں، رجال الصحیحین کے جامع نے بیان کیا ہے کہ امام بخاری نے اپنی کتاب میں ان سے بارہ (۱۲) حدیثوں کی روایت کی ہے اور ان کی سوانح میں لکھا ہے کہ یہ علی بن ابی ہاشم ہیں، اور انہوں نے اسحاق بن سعید سے سماع کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی فسحۃ'' اس کا معنی ہے کشادگی اس پر انسان کا شرح صدر ہو، یعنی جب تک انسان کسی کو ناحق قتل نہیں کرتا تو اس کے دل میں اپنی مغفرت کی امید کشادہ ہوتی ہے، اور جب وہ کسی کو ناحق قتل کر دیتا ہے تو پھر یہ امید تنگ ہو جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شرک کے بعد قتل ناحق پر جتنی سخت وعید فرمائی ہے اور کسی گناہ پر اتنی سخت وعید نہیں فرمائی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مِن دینہٖ'' اکثرین کی روایت اسی طرح ہے اور الکشمیہنی کی روایت میں ہے ''من ذنبہ''۔

پہلی روایت کے اعتبار سے معنی یہ ہے کہ جب مومن کسی کو ناحق قتل کر دیتا ہے تو ناحق قتل کرنے کے متعلق جو قرآن مجید میں وعید ہے اس کی وجہ سے اس کے دین میں اس کی مغفرت کی امید کم ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ ''من ذنبہ'' ہو تو پھر اس کا معنی یہ ہوگا کہ ناحق قتل کے گناہ کے سبب سے اس کی مغفرت کی امید کم ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۶۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قتلِ ناحق سے مغفرت کی امید کے تنگ ہونے کی توجیہ

علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ المعروف با بن العربی المالکی التوفی ۵۴۳ھ، لکھتے ہیں:

دین میں وسعت اور کشادگی اعمالِ صالحہ کی وسعت اور کشادگی کی بناء پر ہوتی ہے حتیٰ کہ جب کوئی بندہ مومن قتلِ ناحق کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ کشادگی تنگ ہو جاتی ہے، کیونکہ یہ قتلِ ناحق کے گناہ کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ اور دین میں کشادگی یہ ہے کہ اس کو یہ توقع ہوتی ہے کہ توبہ سے اس کی مغفرت ہو جائے گی حتیٰ کہ جب وہ قتل کر دیتا ہے تو توبہ کا قبول ہونا اٹھ جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے کے مطابق تفصیل ہے، کیونکہ ان کا مذہب یہ تھا کہ قاتل کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی ۳۶۰ھ نے بھی اس حدیث کو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ جب بندۂ مومن کسی حرام خون کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے سینہ سے حیاء نکال لی جاتی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۶۳۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ إِنَّ مِنْ وَرَطَاتِ الْأُمُورِ الَّتِي لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهُ فِيهَا سَفْكَ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهِ۔

(صحیح البخاری: ۶۸۶۳، مسند احمد: ۵۶۴۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان فرمایا کہ بے شک ایسی ہلاکت آفرینیاں جن میں کوئی شخص اپنے آپ کو واقع کرلے تو ان سے نکلنے کی کوئی راہ نہ ہو، ان میں سے یہ ہے کہ کوئی انسان حرام خون بہائے اس کی حِلّت کے بغیر۔

صحیح البخاری: ۶۸۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت ہے لیکن یہ روایت موقوف ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مِن ورطات الامور" اور یہ "ورطة" کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے ہلاکت، کہا جاتا ہے "وقع فلان فی ورطة" یعنی کوئی شخص کسی ہلاکت میں مبتلا ہو گیا جس سے اس کی نجات نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بغیر حِلّه" اس کا معنی ہے: یعنی اس نے ناحق خون کیا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: جب انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ وہ خون حرام بہائے تو اب "بغیر حِله" کی قید کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاکید کے لیے ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کا قتل کرنا سنگین گناہ ہے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ثابت ہے کہ جس نے کسی مومن کو عمداً ناحق قتل کیا تو انہوں نے اس قاتل کے متعلق کہا: وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اور امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا کا زوال ایک مسلمان مرد کو قتل کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: امام نسائی نے اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ مومن کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا کے زوال سے زیادہ سنگین ہے۔

علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی المالکی التوفی ۵۴۳ھ، لکھتے ہیں:

جانور کو ناحق قتل کرنے کی ممانعت بھی ثابت ہے اور اس کے متعلق بھی سخت وعید ہے تو کسی آدمی کو قتل کرنا کتنا سنگین ہوگا، پھر کسی مسلمان کو قتل کرنا اس سے بھی زیادہ سنگین ہوگا، اور کسی متقی مسلمان کو قتل کرنا تو نہایت سنگین ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۷-۶، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۶۴- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے درمیان جس مقدمہ کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا، وہ خون سے متعلق ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۶۵۳۳، ۶۸۶۴، صحیح مسلم: ۱۶۷۸، سنن ترمذی: ۱۳۹۶، سنن نسائی: ۳۹۹۳، سنن ابن ماجہ: ۲۶۱۵، مسند احمد: ۳۶۶۵)

صحیح البخاری: ۶۸۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں قرآن مجید کی اس آیت کا ذکر تھا جس میں مسلمان کے قتل کرنے پر سخت وعید کا بیان ہے، اور اس حدیث میں بھی اسی کی تائید ہے، کیونکہ سب سے پہلے مقدمات میں جس مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے گا تو وہ ناحق خون کا مقدمہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو قتل کرنا بہت سنگین گناہ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ذکر ہے عبید اللہ بن موسیٰ، یہ ابن باذام ابو محمد العبسی الکوفی ہیں۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے سلیمان، یہ الاعمش ہیں۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے ابی وائل، یہ ابو وائل شقیق بن سلمہ ہیں جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ عینی لکھتے ہیں:

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: یہ سند ثلاثیات کے ساتھ مل جاتی ہے اور یہ سند امام بخاری کے نزدیک عدد کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ سند ہے اور یہ ثلاثیات کے حکم میں اس وجہ سے ہے کہ الاعمش تابعی ہیں، اگرچہ وہ ایک اور تابعی سے روایت کرتے ہیں، کیونکہ اس تابعی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اگرچہ اس کو صحبت حاصل نہیں ہوئی۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ جب اعمش صحابی نہیں ہیں تو یہ حدیث ثلاثیات سے کیسے ہے، پس جو شخص صحابی نہ ہو تو وہ عام آدمیوں کی مثل ہے خواہ وہ تابعی ہو یا غیر تابعی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کے نزدیک ثلاثیات عدد کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ سند ہے اور علو کی دو قسمیں ہیں: حسی اور معنوی، اور حسی وہ ہے جس میں عدد کی تحقیق ہو، پس یہ وہ ہے جس میں راوی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کم سے کم تین افراد ہوں، اور معنوی کی کئی صورتیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ عدد بعینہٖ کسی صحابی تک پہنچتا ہو خواہ وہ صحابی اس حدیث کو کسی اور صحابی سے روایت کرے یا اکثر سے روایت کرے، اور ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ یہ عدد بعینہٖ کسی تابعی تک پہنچے، اور خواہ وہ تابعی کسی اور تابعی سے روایت کرتا ہو یا اکثر سے روایت کرتا ہو، اور یہ باب ثلاثیات کے حکم میں ہے کیونکہ الاعمش تابعی ہے، پس اگر وہ صحابی سے روایت کرتے تو یہ

ثلاثی حسی ہوتی، لیکن انہوں نے ایک اور تابعی سے روایت کی ہے تو یہ ثلاثی کے حکم میں ہے۔ اور علامہ عینی اس اصطلاح پر مطلع نہیں تھے اس لیے انہوں نے یہ اعتراض کیا، جب کہ خود علامہ عینی نے باب الحنین میں امام بخاری کی سند کے متعلق کہا ہے: حدثنا عبیداللہ بن موسیٰ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ، کہ یہ سند ثلاثیات کے حکم میں ہے کیونکہ ہشام تابعی ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۵۲۔ ۴۵۳، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

ایک اعتراض کا جواب

صحیح البخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ "لوگوں کے درمیان سب سے پہلے مقدمات کا فیصلہ کیا جائے" اور اس کا درج ذیل حدیث سے تعارض ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندوں سے قیامت کے دن ان کے اعمال میں سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے، آپ نے بتایا کہ ہمارا رب عزوجل فرشتوں سے سوال کرے گا حالانکہ وہ خود سب سے زیادہ جاننے والا ہے (فرمائے گا:) میرے بندہ کی نماز کو دیکھو، اس نے اس کو پورا کیا ہے یا کمی کی ہے؟، پس اگر نمازیں پوری ہوں تو لکھ دیا جائے گا کہ اس کی نمازیں پوری ہیں، اور اگر ان میں سے کچھ کمی ہو تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو میرے بندہ کا کوئی نفل ہے، پس اگر اس کا کوئی نفل ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندہ کے فریضہ کو اس کے نفل سے مکمل کر دو، پھر اسی طرح دیگر اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد ۸۶۴، سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۵، مسند احمد ج ۴ ص ۶۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو مذکور ہے کہ "سب سے پہلے خون کے مقدمہ کا حساب لیا جائے گا" اس سے مراد وہ مقدمہ ہے جو بندہ اور دوسرے شخص کے درمیان ہو اور اس کا تعلق مظالم سے ہو۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو ہے کہ "سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا" وہ صرف اس بندہ کے اعتبار سے ہے یعنی بندہ کے صرف اپنے اعمال کے حساب سے سب سے پہلے اس کی نماز کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۶۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قتل کے مقدمہ کے سب سے پہلے فیصلہ کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے لوگوں کے درمیان قتل کے مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا بہت سنگین معاملہ ہے، کیونکہ ابتداء اسی چیز سے کی جاتی ہے جو بہت زیادہ اہم ہوتا ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قیامت کے دن جو فیصلہ ہوگا وہ لوگوں کے درمیان ہوگا اور جانوروں کا اس فیصلہ میں کوئی دخل نہیں ہے اور یہ غلط ہے، کیونکہ اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ اس حدیث میں لوگوں کے درمیان سب سے پہلے فیصلہ کا ذکر ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جانوروں کے درمیان فیصلہ نہ کیا جائے، تو ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے بعد پھر جانوروں کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

٦٨٦٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَدِيٍّ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِيَّ حَلِيفَ بَنِي زُهْرَةَ حَدَّثَهُ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَقِيتُ كَافِرًا فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ يَدِي بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ وَقَالَ أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ آقْتُلُهُ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَا تَقْتُلْهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنَّهُ طَرَحَ إِحْدَى يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا آقْتُلُهُ قَالَ لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَأَنْتَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الزہری، انہوں نے کہا: ہمیں عطاء بن یزید نے حدیث بیان کی کہ عبیداللہ بن عدی نے ان کو حدیث بیان کی کہ بے شک المقداد بن عمرو الکندی جو بنو زہرہ کے حلیف ہیں انہوں نے حدیث بیان کی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں حاضر تھے، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میرا کسی کافر سے مقابلہ ہو، پس ہم دونوں لڑیں پھر وہ میرے ہاتھ پر تلوار مارے اور ہاتھ کو کاٹ ڈالے، پھر وہ ایک درخت کی پناہ میں ہو اور کہے: میں نے اللہ کے لیے اسلام قبول کیا اور اس کے یہ کہنے کے بعد میں اس کو قتل کردوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو نہ قتل کرو۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے تو میرے دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ کاٹ کر پھینک دیا، پھر میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد اس نے یہ کلمہ پڑھا، کیا میں اس کو قتل کردوں؟ آپ نے فرمایا: تم اس کو نہ قتل کرو، کیونکہ اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو وہ تمہارے اس درجہ میں ہوگا جو تمہارا درجہ اس کو قتل کرنے سے پہلے تھا اور تم اس کے اس درجہ میں ہوگے جو درجہ اس کا کلمہ پڑھنے سے پہلے تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۰۱۹، ۶۸۶۵، صحیح مسلم: ۹۵، سنن ابوداؤد: ۲۶۴۴، مسند احمد: ۲۳۳۰۵)

صحیح البخاری: ٦٨٦٥، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ جو مرد اللہ کے لیے اسلام قبول کرلے، اس کو قتل کرنا بہت سنگین جرم ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدان کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عثمان کا لقب ہے جو عبداللہ بن المبارک سے روایت کرتے ہیں۔ اور

اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، یہ یونس بن یزید ہیں جو محمد بن مسلم الزہری سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عطاء بن یزید کا ذکر ہے، یہ اللیثی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن عدی کا ذکر ہے، یہ عدی بن الخیار ہیں اور نوفلی ہیں، ان کی حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اور وہ المقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہیں۔

یہ حدیث کتاب المغازی کے باب غزوۂ بدر میں از ابی عاصم گزر چکی ہے اور امام مسلم نے اس کو کتاب الایمان میں روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد اور امام نسائی دونوں نے اس کو قتیبہ سے روایت کیا ہے، امام ابوداؤد نے کتاب الجہاد میں اور امام نسائی نے کتاب السیر میں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان لقیت" اکثرین کی روایت میں اسی طرح "اِنْ" شرطیہ کا لفظ ہے اور ابوذر کی روایت میں ہے "انی لقیت" یعنی میرا مقابلہ کسی کافر مرد سے ہوا۔

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کام کے متعلق سوال کیا جو نفس الامر میں ان سے واقع ہوا تھا، کیونکہ انہوں نے اس کام کے حکم کے متعلق سوال کیا کہ اگر وہ واقع ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور غزوہ بدر میں جو حدیث ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: "یہ بتایئے کہ اگر میرا کسی کافر مرد سے مقابلہ ہو۔۔۔۔الحدیث"۔ اور یہ اکثرین کی روایت کے مطابق ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم لاذ بشجرۃ" یعنی وہ کسی درخت کی آڑ میں کھڑا ہو کر اپنے نفس کو مجھ سے بچالے اور کہے: میں اللہ کے لیے اسلام میں داخل ہو گیا، تو کیا اب میں اس کو قتل کر سکتا ہوں جب کہ اس نے کلمہ اسلام پڑھ لیا ہے؟

ایک سوال کا جواب

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ اگر تم نے اس کے کلمہ اسلام پڑھنے کے بعد اس کو قتل کر دیا تو وہ اب اس درجہ میں ہوگا جو تمہارے قتل کرنے سے پہلے اس کا درجہ تھا، اور تم اس درجہ میں ہو گے جو اس کا کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے درجہ تھا۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے اسلام لانے کے بعد کسی کافر کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے اس درجہ میں ہو گے جو درجہ اس کا کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ کفر اور اسلام میں نہیں ہے بلکہ قتل کے مباح ہونے میں ہے، کیونکہ جب تم نے اس کے کلمہ اسلام پڑھنے کے بعد اس کو قتل کر دیا تو چونکہ وہ مسلمان ہو چکا تھا اور مسلمان کو ناحق قتل کرنے سے قصاص لازم آتا ہے، اس لیے اب تم کو قصاص میں قتل کرنا جائز ہوگا، یعنی کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے اس شخص کو اس کے کفر کی وجہ سے قتل کرنا مباح تھا اور مسلمان ہونے کے بعد اگر تم نے اس کو قتل کیا تو تم کو قصاص میں قتل کرنا جائز ہوگا۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر تم نے اس کے قتل کو جائز سمجھ کر اس کو قتل کیا تو تم کافر ہو جاؤ گے اور تمہیں قتل کرنا بھی اس کی مثل جائز ہو جائے گا۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں اس سے منع کیا ہے کہ جو شخص اسلام کو ظاہر کر دے تو اسلام ظاہر کرنے کے بعد اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

اور بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی شخص کے اسلام کی صحت کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ کہہ دے کہ میں

اللہ کے لیے اسلام میں داخل ہو گیا، اور اس شخص نے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔ اور اس کا رد کیا گیا ہے بایں طور کہ یہ اس کے قتل سے ممانعت کی دلیل ہے، علاوہ ازیں بعض سندوں کے ساتھ اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر اس نے ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہا، اور یہ صحیح مسلم میں معمر کی روایت ہے زہری سے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٨٦٦۔ وَقَالَ حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْمِقْدَادِ إِذَا كَانَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ يُخْفِي إِيمَانَهُ مَعَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَأَظْهَرَ إِيمَانَهُ فَقَتَلْتَهُ فَكَذٰلِكَ كُنْتَ أَنْتَ تُخْفِي إِيمَانَكَ بِمَكَّةَ مِنْ قَبْلُ۔

اور حبیب بن ابی عمرہ نے از سعید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت مقداد سے فرمایا: جب کوئی مومن مرد اپنے ایمان کو کفار کی قوم سے چھپا رہا ہو، پھر وہ اپنے ایمان کو ظاہر کر دے، پس تم اس کو قتل کر دو، پس اسی طرح تم بھی مکہ میں اپنے ایمان کو اس سے پہلے چھپاتے تھے۔

صحیح البخاری: ٦٨٦٦، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی حدیث کے قریب قریب ہے اور اس تعلیق میں حبیب بن ابی عمرہ کا ذکر ہے، یہ القصاب الکوفی ہیں اور اس تعلیق میں سعید کا ذکر ہے، اور وہ ابن جبیر ہیں۔

اور اس تعلیق کو امام بزار اور امام دار قطنی نے اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے، اور اس روایت کے شروع میں اس طرح مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ تھے، پھر جب یہ وہاں پہنچے تو وہ کفار منتشر ہو گئے اور ان لوگوں میں ایک مرد تھا جو ابھی وہاں سے نکلا نہیں تھا جس کے پاس بہت زیادہ مال تھا، اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کو قتل کر دیا۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اے مقداد! کیا تم نے ایک مرد کو قتل کر دیا حالانکہ اس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا تھا، پس تم اس کے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کا کیا جواب دو گے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۘ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۗ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ (النساء: ۹۴)

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاؤ تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے، تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو، تو اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں، اس سے پہلے تم بھی اس طرح تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان فرمایا، سو تم خوب تحقیق کر لیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ۝

پس نبی ﷺ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وہ مرد مومن تھا اور اپنے ایمان کو چھپا رہا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۹۔ ۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی چار توجیہات کہ ''تم اس کے درجہ میں ہو گے اور وہ تمہارے درجہ میں ہو گا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم اس کو (یعنی جس نے تمہارا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے) قتل نہ کرو، کیونکہ اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو وہ تمہارے اس درجہ میں ہو گا جو تمہارا اس کو قتل کرنے سے پہلے درجہ تھا، اور تم اس کے اس درجہ میں ہو گے جو اس کے کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے درجہ تھا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس باب کے آخر میں اس کی وضاحت فرمائی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ ہو سکتا ہے جس نے تمہارا ہاتھ کاٹ کر درخت کی پناہ لی وہ مومن ہو اور وہ اپنے ایمان کو کفار کی قوم سے چھپا رہا ہو جنہوں نے اس پر غلبہ کیا تھا، پس اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو تم اس کو قتل کرنے کی وجہ سے اس شک میں ہو گے کہ تمہارا وہ قتل کرنا قتل عمد ہو یا قتل خطاء ہو، جیسا کہ وہ شخص اپنے ایمان میں مشکوک تھا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا ایمان چھپا رہا ہو، اور اسی طرح اس حدیث کی حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے تفسیر کی ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفہیم فرمائی، سو آپ نے فرمایا: اسی طرح تم مکہ میں اپنا ایمان چھپا رہے تھے اور تم کفار کی قوم کے ساتھ تھے اور ان کا عدد کثیر تھا اور تم ان سے مغلوب تھے، پس اسی طرح جس نے درخت کی پناہ لی اور ایمان کو ظاہر کیا، ہو سکتا ہے وہ شخص بھی ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے ایمان کو چھپا رہے تھے۔ اور اس پوری تقریر کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص ایمان کو ظاہر کر دے اس کو قتل کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

توجیہ مذکور پر ایک سوال کا جواب

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس شخص نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کیسے کاٹا حالانکہ وہ اپنے ایمان کو چھپا رہا تھا؟

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اس شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کر رہے تھے، تو اس نے ان کے قتل کرنے سے اپنے نفس کی مدافعت کی، پس اس کے لیے ان کا ہاتھ کاٹنا جائز تھا جیسا کہ جب کسی مومن کو کوئی دوسرا مومن قتل کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس قتل کرنے والے سے اپنے نفس کی مدافعت کرے، پھر اگر وہ اس مدافعت کے نتیجہ میں اس ظالم کو قتل کر دے جب کہ اس کا ارادہ اس کے قتل کرنے کا نہ ہو تو جس کو اس نے قتل کیا ہے اس کا خون ضائع ہو گا۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا اس شخص سے قصاص نہیں لیا جیسا کہ آپ نے حضرت اسامہ کے ہاتھ سے قتل کیے ہوئے شخص کا قصاص حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے نہیں لیا تھا کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو تاویل سے قتل کیا تھا۔

اور آپ نے جو یہ فرمایا تھا کہ ''تم اس کے درجہ میں ہو گے اور وہ تمہارے درجہ میں ہو گا'' تو اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس شخص کی توحید کی شہادت کی وجہ سے مغفرت کی جائے گی جیسا کہ غزوہ بدر میں حاضر ہونے کی وجہ سے تمہاری مغفرت کی جائے گی۔

اور اس کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ تمہارا اس کو عمداً قتل کرنے کا قصد کرنا گناہ ہے جیسا کہ اس کا تمہیں قتل کرنے کا قصد کرنا گناہ ہے، پس تم نافرمانی کرنے میں اس کے حال کی مثل ہو اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان کو قتل

کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا، کیونکہ جس شخص کا عقیدہ توحید صحیح ہو تو وہ گناہِ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے کفر کی طرف نہیں نکلتا، یہ ایسے گناہ ہیں جو ہلاک کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ شرک سے کم درجہ کے ہر گناہ کو اپنے فضل سے بخش دیتا ہے۔

اور اس کی چوتھی توجیہ یہ ہے جو علامہ ابن القصار نے بیان کی ہے کہ تم اس شخص کے درجہ میں ہو گے جو اس کا کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے درجہ تھا، یعنی کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے اس کا خون مباح تھا، سواب تمہارا بھی قصاص واجب ہونے کی وجہ سے خون مباح ہو جائے گا۔ اور یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ اس کو قتل کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائیں گے، کیونکہ آپ نے ان کو قتل سے روکنے اور منع کرنے کا ارادہ فرمایا، کیونکہ کافر جب اسلام قبول کرلے تو اس کو قتل کرنا حرام ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۰۳۔ ۴۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی دیگر توجیہات کہ ”تم اس کے درجہ میں ہو گے اور وہ تمہارے درجہ میں ہوگا“

علامہ حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے: اس کی توجیہ یہ ہے کہ کافر اسلام لانے سے پہلے دین کے حکم کے اعتبار سے مباح الدم تھا یعنی اس کو قتل کرنا جائز تھا، پس جب اس نے اسلام قبول کرلیا تو اس کا خون محفوظ ہو گیا جیسے مسلمان کا خون محفوظ ہے، پس اگر مسلمان نے اس کے بعد اس کو قتل کر دیا تو اس کا خون بھی قصاص کے حق کی وجہ سے مباح ہو جائے گا، جیسے کافر کا خون دین کے حق کی وجہ سے مباح تھا۔ اور یہ مراد نہیں ہے کہ اس کو قتل کرنے کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا، جیسا کہ خوارج کہتے ہیں کہ اگر مسلمان گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ دونوں کا درجہ واحد ہے اور ان کے مآخذ میں اختلاف ہے، پس پہلا شخص خون کے محفوظ ہونے کی وجہ سے تمہاری مثل ہو جائے گا اور دوسرا شخص خون کے ضائع ہونے کی وجہ سے تمہاری مثل ہو جائے گا۔

اور علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی سے نقل کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ پھر تم بھی قاتل ہو جاؤ گے جیسا کہ وہ قاتل تھا اور کہا کہ یہ معاریض سے ہے، کیونکہ آپ نے ظاہر لفظ سے اس کو قتل کرنے کی سختی کا ارادہ کیا، یہ ارادہ نہیں کیا کہ وہ حقیقت میں کافر ہو جائے گا اور آپ نے صرف یہ ارادہ کیا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک قاتل ہوگا، اور یہ ارادہ نہیں کیا کہ وہ اس کو قتل کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

اور علامہ المہلب نے کہا ہے: یعنی تم اس کو عمداً قتل کرنے کے قصد کی وجہ سے گناہ گار ہو گے جیسا کہ وہ تم کو عمداً قتل کرنے کے قصد کی وجہ سے گناہ گار ہے، پس تم دونوں نافرمانی کے ایک درجہ میں ہو۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس کے کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے اس کے نزدیک تمہیں قتل کرنا حلال تھا اور تم اس کو قتل کرنے کی وجہ سے کفر میں اس کی مثل ہو جاؤ گے کیونکہ تم ایک مسلمان کو قتل کرو گے۔

اور اس کی یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ وہ توحید کی شہادت کی وجہ سے مغفور ہے جیسا کہ تم غزوۂ بدر میں حاضر ہونے کی وجہ سے مغفور ہو۔ اور ابن القصار نے کہا ہے کہ تم دونوں خون کے مباح ہونے میں ایک درجہ میں ہو۔

اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ حق کی مخالفت کرنے اور گناہ کا ارتکاب کرنے میں اس کی مثل ہو جاؤ گے اگرچہ دونوں کی نوع مختلف ہے، کیونکہ ایک کا ارادہ قتل کفر ہے اور دوسرے کا ارادہ قتل معصیت ہے۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر تم نے اس کے قتل کو حلال سمجھ کر قتل کیا تو تم اس کی مثل کافر ہو جاؤ گے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، اس لیے ہم ان کی مختصر سوانح ذکر کر رہے ہیں:
حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن ثعلبہ نے اپنی قوم میں کسی کا خون کر دیا، پھر وہ جان بچانے کے لیے حضر موت گیا اور وہاں کندہ کو اپنا حلیف بنایا، اس کو الکندی کہا جاتا تھا، اور عمرو بن ثعلبہ نے وہاں ایک عورت سے نکاح کر لیا، اس سے مقداد پیدا ہوئے، پس جب حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بڑے ہو گئے تو ان کے اور ابو شمر بن حجر الکندی کے درمیان جھگڑا ہوا، تو انہوں نے تلوار کے وار سے اس کی ٹانگ کاٹ ڈالی اور پھر بھاگ کر مکہ آ گئے، پھر وہاں انہوں نے الاسود بن عبد یغوث الزہری سے حلف لیا اور اپنے باپ عمرو بن ثعلبہ کو یہ قصہ لکھ دیا، پھر اسود بن عبد یغوث نے مقداد بن عمرو الکندی کو اپنا بیٹا بنا لیا اور ان کو المقداد بن الاسود کہا جانے لگا اور ان پر یہ نام غالب ہو گیا اور مشہور ہو گیا۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی:
اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ (الاحزاب: ۵) یعنی لوگوں کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو۔
تو پھر ان کو مقداد بن الاسود کے بجائے مقداد بن عمرو کہا جانے لگا، اور ان کی شہرت مقداد بن الاسود کے نام سے تھی۔
حضرت مقداد رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام تھے اور ان کا نکاح ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب سے ہوا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی بیٹی تھی اور ہاشمی تھی (یہ غیر کفو میں نکاح کے جواز کی دلیل ہے)۔
ثابت بنانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقداد اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما دونوں بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا وجہ ہے تم نکاح کیوں نہیں کرتے؟ تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اپنی بیٹی کا میرے ساتھ نکاح کر دیں، تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ غضبناک ہوئے اور ان کو سخت بات کہی، پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: میں تمہارا نکاح کروں گا، پھر آپ نے اپنے چچا کی بیٹی ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ (یہ بھی غیر کفو میں نکاح کے جواز کی دلیل ہے)۔
المدائنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا لمبا قد تھا، گھنے بال تھے، اور ابن شاہین نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی (دوسری) زوجہ کریمہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا پیٹ بڑا تھا اور ان کا ایک رومی غلام تھا تو اس غلام نے کہا: میں آپ کا پیٹ پھاڑوں گا اور اس میں سے چربی نکالوں گا اور آپ کا جسم لطیف ہو جائے گا، اس نے ان کا پیٹ پھاڑا اور پھر سی دیا، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور وہ غلام بھاگ گیا۔ (الاصابہ ج ۶ ص ۱۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)
علامہ عز الدین ابن الاثیر ابو الحسن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ہیں اور سابقین میں سے ہیں، انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر لوٹ کر مکہ آ گئے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو یہ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر قادر نہ ہوئے، اور مکہ میں اس وقت تک رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر میں بھیجا۔ پس ان کا مشرکین کی ایک جماعت سے مقابلہ ہوا جن کے سربراہ عکرمہ بن ابی جہل تھے اور مقداد اور عتبہ بن غزوان مشرکین کے ساتھ نکلے تا کہ مسلمانوں تک پہنچیں، پھر دونوں جماعتوں میں صلح ہو گئی اور قتال نہیں ہوا، پھر مقداد اور عتبہ بن غزوان مسلمانوں کے ساتھ مل گئے۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بدر میں حاضر ہوئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ قریش مدینہ کی طرف بڑھ رہے ہیں تو آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بہت اچھی بات کہی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بہت اچھی بات کہی، پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، آپ اس پر عمل کیجئے، ہم آپ کے ساتھ ہیں، اور اللہ کی قسم! ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے کہا تھا:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ (انہوں نے کہا:) سو آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) جنگ کریں بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔ (المائدہ: ۲۴)

لیکن آپ قتال کریں، ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے حتیٰ کہ آپ اگر ہمیں ''برك الغماد'' تک لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے کلمات خیر فرمائے اور دعا دی۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ غزوہ بدر میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی گھوڑے پر سوار نہیں تھا۔

اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مکہ میں اسلام کو ظاہر کیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مکہ میں سب سے پہلے سات افراد نے اسلام کو ظاہر کیا اور ان میں سے ایک حضرت مقداد رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ احد میں اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے مجھے چار مردوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے، اور مجھے یہ خبر دی کہ اللہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے، پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ان میں سے علی ہیں، یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا، اور ابوذر ہیں اور مقداد ہیں اور سلمان ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۴۹، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۳۰، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۱۳۷، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۷۲، کنز العمال حدیث: ۳۳۱۰۲)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو سات نجباء، وزراء اور رفقاء دیے گئے اور مجھے چودہ نجباء دیے گئے: (۱) حمزہ (۲) جعفر (۳) ابوبکر (۴) عمر (۵) علی (۶) الحسن (۷) الحسین (۸) ابن مسعود (۹) سلمان فارسی (۱۰) عمار (۱۱) حذیفہ (۱۲) ابوذر (۱۳) مقداد (۱۴) اور بلال۔ (ابن ابی عاصم فی السنۃ ج ۲ ص ۶۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کو ظاہر کیا وہ سات مرد تھے: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲) حضرت ابوبکر (۳) حضرت عمار (۴) حضرت عمار کی والدہ سمیہ (۵) حضرت صہیب (۶) حضرت بلال اور (۷) حضرت مقداد رضی اللہ عنہم۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۵۰)

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جرف کی سرزمین میں فوت ہو گئے اور ان کے جسم کو مدینہ لایا گیا، انہوں نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی اور ان کی عمر ستر سال تھی اور وہ بھاری بدن کے تھے۔

(اسد الغابہ، ج ۵ ص ۲۴۲۔ ۲۴۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ، لکھتے ہیں:

حضرت مقداد بن عمرو بن ثعلبہ البہرانی الکندی، ان کے حلیف ابو عمرو بن الاسود تھے۔ یہ صحابی ہیں، ان کو عبد یغوث نے بیٹا بنا لیا، ان سے بیالیس (۴۲) احادیث مروی ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم ایک حدیث پر متفق ہیں، اور امام مسلم تین حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں، یہ غزوۂ بدر میں بالاتفاق مسلمانوں میں سے گھوڑے پر سوار تھے، انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور تمام مشاہد میں حاضر تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں چار سے محبت کروں، پس آپ نے ان میں سے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی فرمایا، تینتیس (۳۳) ہجری میں ان کی وفات ہو گئی۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۳ ص ۱۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۸۵)

۲۔ بَابُ: قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: مَنْ أَحْيَاهَا (المائدہ: ۳۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچا لیا"

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَنْ حَرَّمَ قَتْلَهَا إِلَّا بِحَقٍّ فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے قتل ناحق کو حرام قرار دیا، اس نے تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ۖ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا۔ (المائدہ: ۳۲)

جس شخص نے بغیر جان کے بدلہ کے یا بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا، اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچا لیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچا لیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعلیق کو اسماعیل بن ابی زیاد الشامی نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اور اس کو وکیع نے از سفیان از خصیف از مجاہد روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۶۷۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عبد اللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جو شخص بھی قتل کیا جاتا ہے تو پہلے ابن آدم

پر اس کے گناہ کا حصہ ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۳۵، ۶۸۶۷، ۷۳۲۱، صحیح مسلم: ۱۶۷۷، سنن ترمذی: ۲۶۷۳، سنن نسائی: ۳۹۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۶۱۶، مسند احمد: ۳۶۲۳)

صحیح البخاری: ۶۸۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی اس آیت کے ساتھ مطابقت ہے جس کو اس باب کے شروع میں ذکر کیا گیا ہے، اس آیت میں ارشاد ہے "وَمَنْ اَحْيَاهَا" اور اس کے شروع میں ہے "مَنْ قَتَلَ نَفْسًا۔۔۔۔ الآية"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں قبیصہ کا ذکر ہے، اور یہ ابن عقبہ ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، اور یہ ابن عیینہ ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سفیان ثوری ہیں۔ اور اس میں الاعمش کا ذکر ہے، وہ سلیمان ہیں، اور اس میں عبد اللہ بن مرہ کا ذکر ہے، وہ الخارفی الکوفی ہیں۔ اس میں تین تابعین کا ذکر ایک درجہ میں ہے اور وہ کوفی ہیں اور عبد اللہ سے مراد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث باب "خلق آدم" میں از عمر بن حفص از آدم گزر چکی ہے، اور امام مسلم نے اس حدیث کا کتاب الحدود میں از ابی بکر بن ابی شیبہ ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا تقتل نفس" اور حفص کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جس نفس کو بھی ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو پہلے ابن آدم پر اس کے گناہ کا ایک حصہ ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "علی ابن آدم الاول" پہلے ابن آدم سے مراد قابیل ہیں جنہوں نے ہابیل کو قتل کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کِفل" اس کا معنی ہے حصہ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مرد نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کی ابتداء کی تو اس کو اپنی نیکی کا بھی اجر ملے گا اور جو اس کے بعد عمل کریں گے ان کی نیکیوں کا بھی اجر ملے گا اور ان کی نیکیوں کے اجر میں سے کچھ کمی نہیں ہوگی، اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقہ کی ابتداء کی تو اس پر اپنی برائی کا بھی گناہ ہوگا اور جو اس کے بعد اس برائی پر عمل کریں گے ان کی برائیوں کا بھی گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں سے کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۱۷، الرقم المسلسل: ۲۲۴۰، سنن نسائی: ۲۵۵۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳، مسند احمد: ۱۹۱۷۷، ج ۴ ص ۳۵۷، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۷، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۹۰) (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۰۔۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۶۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قابیل کا ہابیل کو قتل کرنے کا پس منظر اور پیش منظر

امام طبری نے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ ان کے قصہ میں یہ ہے کہ اس وقت کوئی مسکین نہ تھا جس پر صدقہ کیا جاتا، پس کوئی مرد قربانی پیش کرتا، پس جب وہ قربانی قبول ہو جاتی تو آسمان سے آگ نازل ہو کر اس قربانی کو کھا لیتی اور اگر قربانی قبول نہ ہوتی تو نہ کھاتی۔

حسن بصری کہتے ہیں کہ یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے پیدا نہیں ہوئے تھے، یہ دونوں بنی اسرائیل سے تھے، یہ طبری کی روایت ہے اور ابن ابی نجیح نے از مجاہد روایت کی ہے کہ یہ دونوں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت سے پیدا ہوئے تھے اور یہی مشہور ہے، اور اس کی تائید اس باب کی حدیث سے ہوتی ہے کہ یہ وصف ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے پر اس قتل کا ضرر ہو گا۔

اور کہا جاتا ہے: جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ان دو بیٹوں کے علاوہ اور کوئی پیدا نہیں ہوا تھا، اسی وجہ سے قابیل اپنے بھائی ہابیل پر فخر کرتا تھا اور کہتا تھا: ہم اولادِ جنت سے ہیں اور تم زمین کی اولاد ہو۔

جب ہابیل کو قتل کیا گیا تو ان کی عمر کتنی تھی اور ان کو کس کیفیت سے قتل کیا گیا؟

امام ابن ابی اسحاق نے المبتدا میں ذکر کیا ہے، حسن بصری نے بیان کیا: جس وقت ہابیل کو قتل کیا گیا ان کی عمر بیس سال تھی اور ان کا بھائی جو قاتل تھا اس کی عمر پچیس سال تھی، اور ہابیل کی تفسیر ہے "ھبۃ اللہ"۔ اور جب ہابیل کو قتل کیا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام غمگین ہوئے اور اس کے بعد ان کے ہاں شیث پیدا ہوئے، شیث کا معنی ہے: اللہ کا عطیہ، اور انہی سے حضرت آدم علیہ السلام کی ذریّت پھیلی۔

علامہ الثعلبی نے بیان کیا ہے کہ علماءِ قرآن نے کہا ہے کہ حضرت حواء کے بیس بطن سے چالیس نفوس پیدا ہوئے، ان میں پہلے قابیل تھے اور ان کی بہن اقلیمہ تھی اور ان کے آخر عبد المغیث تھے اور امۃ المغیث تھی، پھر حضرت آدم علیہ السلام کا اس وقت انتقال ہوا جب ان کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد کا عدد چالیس ہزار کو پہنچ گیا، اور وہ سب وفات پا گئے اور طوفان کے بعد صرف حضرت نوح علیہ السلام کی ذریّت باقی رہی جو شیث کی نسل سے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ (الصّٰفّٰت: ۷۷) اور ہم نے ان ہی کی اولاد کو باقی رہنے والا بنا دیا O

اور حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں اسّی (۸۰) نفوس تھے جن کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:

وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۴۰﴾ (ہود: ۴۰) اور ان پر کم لوگ ہی ایمان لائے تھے O

اس کے باوجود صرف حضرت نوح علیہ السلام ہی کی نسل باقی رہی، پس ان کی پیدائش ہوتی رہی حتیٰ کہ انہوں نے روئے زمین کو بھر لیا۔

صحیح مسلم کی حدیثِ مذکور (۱۰۱۷) میں ارشاد ہے: "جس نے اسلام میں کسی برے کام کی ابتداء کی تو اس کو اپنی برائی کا بھی گناہ ہو گا اور جو قیامت تک اس برائی پر عمل کریں گے ان کی برائیوں کا بھی اس کو گناہ ہو گا"۔

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جب اس نے اس گناہ سے توبہ نہ کی ہو۔

اور السدی سے منقول ہے کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کے سر پر ایک پتھر مارا جس سے وہ فوت ہو گیا، اور ابن جریج سے

روایت ہے کہ ابلیس ان کے سامنے کسی مثال میں آیا اور اس نے ایک پتھر کو پکڑ کر کسی پرندے کے سر پر مارا تو قابیل نے بھی اسی طرح وہ پتھر ہابیل کے سر پر مارا، اور یہ واقعہ جبلِ ثور پر ہوا تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ حراء کے پیچھے ہوا تھا، تیسرا قول یہ ہے کہ ہند میں ہوا تھا، چوتھا قول یہ ہے کہ بصرہ کی ایک بڑی مسجد کی جگہ ہوا تھا، اور ان کے دفن کا وہ قصہ ہے جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۰۔۱۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۶۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ وَاقِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي عَنْ أَبِيهِ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: واقد بن عبداللہ نے مجھے خبر دی از والد خود، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: تم لوگ میرے بعد کفار نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

(صحیح البخاری: ۱۲۱، ۴۴۰۵، ۶۸۶۹، ۷۰۸۰، صحیح مسلم: ۶۵، سنن نسائی: ۴۱۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۲، مسند احمد: ۱۸۶۸۶)

صحیح البخاری: ۶۸۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچالیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچالیا'' اور اس باب کی حدیث میں بھی یہی فرمایا ہے کہ تم میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ پھر تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔ گویا اس حدیث میں بھی کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالولید کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور ان کا نام ہاشم بن عبدالملک ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں واقد کا ذکر ہے، یہ ابن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب ہیں، راوی نے اس حدیث کی نسبت اپنے باپ کے دادا کی طرف کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ''ابیہ'' سے مراد محمد ہیں نہ کہ عبداللہ، اور وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں، ابوذر کی روایت میں یہاں پر واقد بن عبداللہ کا ذکر ہے، اور صحیح واقد بن محمد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۶۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد ''تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا'' کی متعدد توجیہات

(۱) الخوارج نے کہا کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے یعنی تم میرے بعد گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرنا، کیونکہ اگر تم نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا تو تم کافر ہو جاؤ گے اور پھر قتل کیے جانے کے مستحق ہو گے۔

(۲) یعنی تم میرے بعد کسی معصیت اور نافرمانی کے ارتکاب کو حلال نہ سمجھنا، کیونکہ اگر تم نے کسی حرام کام کو حلال قرار دیا تو تم حقیقۃً کافر ہو جاؤ گے اور کفر کی وجہ سے قتل کیے جانے کے مستحق ہو گے۔

(۳) یعنی تم میرے بعد ایک دوسرے کو ناحق قتل نہ کرنا جس کی وجہ سے تم ایک دوسرے کی جان کی حفاظت کا انکار کرو اور مسلمانوں کی حرمت کا انکار کرو اور دین کے حقوق کا انکار کرو۔

(۴) تم میرے بعد کفار کی طرح فعل نہ کرنا کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔

(۵) کفر کا معنی ہتھیار پہننا بھی آتا ہے، کہا جاتا ہے ''کفر درعه'' یعنی جب اس نے زرع کے اوپر قمیض پہن لی، تو حدیث کا منشاء یہ ہے کہ تم میرے بعد ایک دوسرے کے خلاف ہتھیاروں سے مسلح نہ ہو جانا۔

(۶) کفر کا معنی یہاں پر کفرانِ نعمت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی تم پر یہ نعمت ہے کہ اس نے تم مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا، تم اس نعمت کی ناشکری کرو اور ایک دوسرے کو قتل کرو، تم ایسا نہ کرنا۔

(۷) اس حدیث میں ممانعت سے مراد زجر و توبیخ ہے، یعنی کفر کو اختیار کرنے پر ڈانٹ ڈپٹ فرمائی ہے اور اس کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے۔

(۸) تم ایک دوسرے کو کافر نہ قرار دینا مثلاً ایک شخص دوسرے سے کہے: اے کافر! پس اس کی تکفیر کرے جیسا کہ لوگ بعض نظریاتی اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں۔

یہاں پر نویں اور دسویں توجیہ بھی ہے جس کا میں نے کتاب الفتن میں ذکر کیا ہے، اور اس حدیث کی مکمل شرح ان شاء اللہ کتاب الفتن میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

٦٨٦٩ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِتُ النَّاسَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از علی بن مدرک، انہوں نے کہا: میں نے ابوزرعہ بن عمرو بن جریر سے سنا از حضرت جریر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: تم لوگوں کو خاموش کراؤ، اور تم لوگ میرے بعد کفار نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔
اس حدیث کی حضرت ابوبکرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۲۱، ۴۴۰۵، ۶۸۶۹، ۷۰۸۰، صحیح مسلم: ۶۵، سنن نسائی: ۴۱۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۲، مسند احمد: ۱۸۶۸۶)

صحیح البخاری: ۶۸۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ اسی طرح مطابق ہے جس طرح اس سے پہلی حدیث مطابق تھی۔

یہ دونوں حدیثیں برابر ہیں، سوا اس کے کہ پہلی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہ حدیث حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور انہوں نے اس حدیث کو محمد بن بشار سے روایت کیا ہے از غندر، اور یہ محمد بن جعفر کا لقب ہے۔

یہ حدیث کتاب العلم میں از حجاج بن منہال گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کو خاموش کرائیں تا کہ وہ خطبہ سنیں۔

عالم کا خطاب سننے کے لیے لوگوں کے خاموش ہونے کا وجوب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگوں کو خاموش کرو، اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی تعظیم و تکریم کرنا اور ان کا کلام سننے کے لیے لوگوں کو چپ کرانا متعلمین پر لازم ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات: ۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے اوپر اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو۔

جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند کرنا منع ہے، اسی طرح جب علماء حدیث پڑھ رہے ہوں تو ان کی آواز پر آواز بلند کرنا بھی منع ہے، کیونکہ حدیث کی قراءت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے حکم میں ہے، اور علماء کی تکریم اس لیے واجب ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرتے ہیں اور آپ کی شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۷۰۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ الْكَبَائِرُ الْإِشْرَاكُ بِاللهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ أَوْ قَالَ الْيَمِينُ الْغَمُوسُ شَكَّ شُعْبَةُ وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ الْكَبَائِرُ الْإِشْرَاكُ بِاللهِ وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ أَوْ قَالَ وَقَتْلُ النَّفْسِ۔

(صحیح البخاری: ۶۶۷۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از فراس از الشعبی از حضرت عبداللہ بن عمرو از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: کبائر یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا یا فرمایا: جھوٹی قسم کھانا، اس میں شعبہ کو شک ہے۔

اور معاذ نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی کہ کبائر یہ ہیں: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جھوٹی قسم کھانا اور والدین کی نافرمانی کرنا، یا کہا: کسی شخص کو ناحق قتل کرنا۔

صحیح البخاری: ۶۸۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں جو آیت ذکر کی گئی ہے اس کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں قتل ناحق سے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن جعفر کا ذکر ہے، اور وہ غندر ہیں اور ان کے شیخ شعبہ ہیں جو فراس بن یحییٰ الخارفی سے روایت کرتے ہیں، اور وہ عامر الشعبی سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان والنذور کے "باب الیمین الغموس" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں "الیمین الغموس" کا ذکر ہے۔ "غموس" یہ فعول کے وزن پر ہے جو فاعل کے معنی میں ہے، یعنی وہ کام جو اپنے صاحب کو گناہ میں یا دوزخ میں ڈبو دیتا ہے اور وہ کام جھوٹی قسم عمداً کھانا ہے، جب کہ قسم کھانے والے کو یہ علم ہو کہ واقعہ اس کی قسم کے خلاف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۷۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الْكَبَائِرُ (ح) و حَدَّثَنَا عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ مَرْزُوقٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ الْإِشْرَاكُ بِاللهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَوْلُ الزُّورِ أَوْ قَالَ وَشَهَادَةُ الزُّورِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن ابی بکر نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: الکبائر ح اور ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی، اور وہ ابن مرزوق ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابن ابی بکر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: سب سے بڑا کبیرہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا ہے، اور کسی جان کو قتل کرنا ہے اور والدین کی نافرمانی کرنا ہے، اور جھوٹ بولنا ہے، یا فرمایا: جھوٹی گواہی دینا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۶۵۳، ۵۹۷۷، ۶۸۷۱، صحیح مسلم: ۸۸، سنن ترمذی: ۱۲۰۷، سنن نسائی: ۴۰۱۰، مسند احمد: ۱۱۹۶۳، سنن دارمی: ۲۳۶۰)

صحیح البخاری: ۶۸۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں جو آیت ذکر کی گئی ہے اس کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس میں ہے کہ آپ نے کسی جان کے قتل کرنے کو بھی گناہِ کبیرہ فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی امام بخاری نے دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے، ایک سند کے شروع میں اسحاق بن منصور کا ذکر ہے، یہ ابن بہرام الکوسج ابویعقوب المروزی ہیں (اس سند میں بہرام کی صفت کوسج ہے اور کوسج اس شخص کو کہتے ہیں جس کی پیدائشی ڈاڑھی نہ ہو) اور اس حدیث کی سند میں عبدالصمد کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالوارث العنبری البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی بکر کا ذکر ہے، یہ عبیداللہ بن ابی بکر ہیں اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، وہ ان کے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور دوسری سند از عمرو بن مرزوق سے شروع ہے جو شعبہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ عبیداللہ سے۔

یہ حدیث کتاب الشہادات میں عبیداللہ بن نمیر کی روایت سے گزر چکی ہے اور کتاب الادب میں از محمد بن الولید کی روایت سے گزر چکی ہے۔ اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الایمان میں روایت کی ہے اور امام ترمذی نے کتاب البیوع میں روایت کی ہے اور امام نسائی نے کتاب القضاء میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی اور کبائر کی تعداد کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "او شھادۃ الزور" یعنی یا جھوٹی شہادت، اور یہ راوی کا شک ہے۔ اور عدد ان مذکورہ کبائر میں منحصر نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا کبائر سات ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ ستر کے قریب ہیں اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ یہ سات سو کے قریب ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ گیارہ کبائر ہیں۔ اور اہل سنت کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ تمام معاصی برابر ہیں، ان کو صغیرہ یا کبیرہ نہ کہا جائے کیونکہ معنی ایک ہے اور کتاب اور سنت کا ظاہر ان پر رد کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (النساء: ۳۱)

اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کر دیں گے ○

اس آیت میں گناہوں کے کبیرہ اور صغیرہ کی طرف منقسم ہونے کی تصریح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۲۔ ۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٨٧٢ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ حَدَّثَنَا أَبُو ظَبْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رضى الله عنهما يُحَدِّثُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ قَالَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ قَالَ وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ قَالَ فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ قَالَ فَكَفَّ عَنْهُ الْأَنْصَارِيُّ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فَقَالَ لِي يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا قَالَ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ قَالَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوظبیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کررہے تھے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے جہینہ کے قبیلہ "الحرقہ" کی طرف لشکر میں بھیجا، ہم نے ان لوگوں پر حملہ کیا سو ان کو شکست دے دی، انہوں نے کہا: میرا اور ایک انصاری مرد کا جہینہ کے ایک مرد سے مقابلہ ہوا، جب ہم دونوں نے اس کو پچھاڑ دیا تو اس مرد نے کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پھر انصاری اس پر حملہ کرنے سے رک گئے لیکن میں نے اپنا نیزہ اس کو گھونپ دیا حتیٰ کہ میں نے اس کو قتل کر دیا، پس جب ہم مدینہ پہنچے تو نبی ﷺ تک یہ خبر پہنچ چکی تھی، آپ نے مجھ سے فرمایا: اے اسامہ! کیا تم نے اس کے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے بعد اس کو قتل کر دیا؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے تو صرف اپنی جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا، آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے بعد قتل کر دیا؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ مسلسل اس کو میرے سامنے دہراتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! میں اس دن سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔

(صحیح البخاری: ۴۲۶۹، ۶۸۷۲، صحیح مسلم: ۹۶، سنن ابوداؤد: ۲۶۴۳، مسند احمد: ۲۱۲۳۸)

صحیح البخاری: ۶۸۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں جس آیت کا ذکر کیا گیا ہے اس کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ "کیا تم نے اس کو اس کے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے بعد قتل کر دیا؟ اور آپ نے یہ جملہ بار بار فرمایا" اس سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان جان کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک بہت سنگین گناہ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو بن زُرارہ (زاء پر پیش) کا ذکر ہے، یہ ابن واقد الکلابی النیشا پوری ہیں اور یہ امام بخاری کے بھی شیخ ہیں اور امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: امام بخاری نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ کتاب المغازی میں غزوۂ فتح مکہ سے پہلے ذکر کیا ہے مگر وہاں پر ابن زرارہ کے بجائے عمرو بن محمد کا ذکر ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ دونوں امام بخاری کے شیخ ہیں۔ اس کے بعد اس سند میں ذکر ہے اخبرنا هشیم، اسی طرح الکشمیھنی کی روایت میں ہے اور دوسروں کی روایت میں ہے حدثنا هشیم۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الی الحُرَقة" (حاء پر پیش اور راء اور قاف پر زبر) یہ جہینہ کا ایک قبیلہ ہے، اس کا نام حرقۃ اس لیے رکھا گیا کہ ان کے درمیان اور بنو مرہ بن عوف بن سعد بن دینار کے درمیان جنگ ہوئی تھی تو انہوں نے ان کو ایسے تیر مارے جن پر آگ لگی ہوئی تھی جس سے یہ لوگ جل گئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے ان کے زیادہ آدمی قتل کر دیے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لشکر رمضان کے مہینہ میں سات یا آٹھ ہجری میں بھیجا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فصبحنا القوم" یعنی ہم صبح کے وقت ان لوگوں تک پہنچ گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلما غشیناہ" یعنی جب ہم ان لوگوں سے جا کر مل گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی قتلته" یعنی حتیٰ کہ میں نے اس کو قتل کر دیا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: جو مقتول تھا وہ مرداس بن نہیک تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ کلبی کا قول ہے اور حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ مقتول مرداس بن عمر الفدکی تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قلت یا رسول اللہ! انما کان متعوذا" یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "تم نے اس کو اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کر دیا؟ تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے بطور تعوذ کلمہ پڑھا تھا"۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے بعد اس شخص کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کی متعدد توجیہات

علامہ کرمانی نے کہا: یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے سے اس مقتول کا مقصد ایمان لانا نہیں تھا بلکہ اس کی غرض اپنے آپ کو قتل سے محفوظ رکھنا تھا، اور الاعمش کی روایت میں ہے: یہ اس نے ہتھیاروں کے خوف سے کہا تھا۔ اور امام ابن ابی عاصم نے ایک اور سند سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس لیے پڑھا تھا تاکہ اس کا خون محفوظ رہے۔

علامہ کرمانی نے کہا: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میں اس سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔ پھر اس پر یہ سوال قائم کیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے کیسے جائز تھا کہ وہ اس سے پہلے اسلام نہ لانے کی تمنا کرتے؟

پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ انہوں نے ایسے اسلام لانے کی تمنا کی جس میں کوئی گناہ نہ ہو، یا اسلام کی ابتداء کی تمنا کی تاکہ اس سے ان کا پچھلا گناہ مٹ جائے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حق بات یہ ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے درج ذیل آیت میں تاویل کی ہے:

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا۔ پس ان کے ایمان نے ان کو اس وقت کوئی فائدہ نہیں پہنچایا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ (المومن:۸۵)

یعنی اللہ کا عذاب دیکھنے کے بعد اگر کوئی ایمان لائے تو اس کا ایمان اس کو نفع نہیں دیتا، تو اسی طرح اس شخص نے جب دیکھا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس کو تلوار سے قتل کر رہے ہیں تو اس نے جلدی سے اپنی جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ لیا، اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ایسی حالت میں ایمان لانا مفید نہیں ہے، اسی وجہ سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر اس مقتول کی دیت لازم نہیں ہوئی۔

التوضیح میں علامہ ابن ملقن المتوفی ۸۰۴ھ نے کہا ہے: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا اس مرد کو قتل کرنا اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے اس کو کافر گمان کیا تھا، اور انہوں نے اس سے جو کلمہ شہادت سنا اس کو انہوں نے اس پر محمول کیا کہ وہ قتل سے بچنے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے، اور کم سے کم بات جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اس قتل میں خطاء لاحق ہوئی، کیونکہ انہوں نے اس شخص کو قتل کرنے کا قصد کیا جو ان کے نزدیک کافر تھا اور انہوں نے یہ نہیں جانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کو مومن قرار دیتے ہیں جو ظاہراً کلمہ شہادت پڑھے۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جو بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں نہیں لڑے اور اس جنگ سے علیحدہ رہے اس کی یہی وجہ تھی کہ انہوں نے یہ سمجھ کر ایک شخص کو اپنی رائے سے قتل کر دیا کہ وہ مسلمان نہیں ہے، اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فمازال یکررھا" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہ فرماتے رہے کہ کیا تم نے اس کے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے بعد اس کو قتل کر دیا؟

اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لے تو اس کو قتل کرنا بہت سنگین گناہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی تمنیت" اس کا حاصل یہ ہے کہ میں نے یہ تمنا کی کہ اس دن سے پہلے جو میرا اسلام تھا وہ بغیر گناہ کے تھا، کیونکہ اسلام پہلے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے، تو پس میں نے تمنا کی کہ یہ وقت میرے اسلام میں داخل ہونے کا پہلا وقت ہوتا کہ میں اس فعل سے محفوظ رہوں، اور ان کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ انہوں نے یہ تمنا کی کہ اس سے پہلے وہ مسلمان نہ ہوتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۳۔ ۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۶۸۷۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارے جانے والے شخص کا بیان

صحیح البخاری: ۶۸۷۲، میں مذکور ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہینہ کے ایک قبیلہ حرقہ کی طرف بھیجا، ہم نے صبح کے وقت ان لوگوں پر حملہ کر کے انہیں شکست دے دی اور میرے ساتھ انصار کا ایک مرد تھا، ہم دونوں نے جہینہ کے ایک مرد کا پیچھا کیا، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جب ہم نے اس کو ڈھانپ لیا تو اس نے کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا

اللہ، پس انصاری تو اس پر حملہ سے رک گیا اور میں نے اس پر اپنا نیزہ مارا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔۔۔الحدیث۔

جس مرد کا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور انصاری نے پیچھا کیا تھا، علامہ ابن عبد البر نے کہا: اس کا نام مرداس بن عمر الفدی تھا اور ابن الکلبی کا قول یہ ہے کہ اس کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا اور پھر قصہ بیان کیا۔ اور امام ابن مندہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بنوضمرہ کی طرف حملہ کے لیے بھیجا، پھر ذکر کیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرد کو قتل کر دیا۔

اور امام ابن ابی عاصم نے کتاب الدیات میں حسن بصری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک کی طرف ایک لشکر بھیجا جنہوں نے اہلِ فدک پر حملہ کیا اور مرداس الفدی رات کو نکلے اور انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ میں محمد اور ان کے اصحاب کے ساتھ مل جاؤں گا، پس ایک مرد نے ان کو دیکھ لیا اور ان پر حملہ کیا تو مرداس نے کہا: میں مومن ہوں، سو اس نے اس کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے کیوں نہ اس کے دل کو چیر لیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مرداس کے قاتل کو لوگوں نے دفن کر دیا، صبح کو وہ قبر کے اوپر پڑا ہوا تھا، لوگوں نے پھر دفن کیا تو وہ پھر قبر پر پڑا ہوا تھا اور اس طرح کئی دفعہ ہوا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کو دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں پھینک دیا جائے، پھر آپ نے فرمایا کہ زمین اس سے بھی بدتر شخص کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں نصیحت کی ہے (کہ مومن کا قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا سنگین ہے کہ زمین مومن کے قاتل کو قبول نہیں کرتی)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

اگر یہ حدیث ثابت ہو تو یہ مرداس دوسرا ہے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے مقتول کا نام مرداس نہیں تھا، اور اس قصہ کی مثل امام طبری نے بھی روایت کی ہے کہ محلم بن جثامہ نے عامر بن الاضبط کو قتل کر دیا، اور محلم جب مر گیا اور دفن کر دیا گیا تو زمین نے اس کو باہر نکال کر پھینک دیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی روایتوں میں تعارض کا جواب

امام مسلم کی روایت میں مذکور ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے اوپر تلوار بلند کی تو اس نے کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، پس حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا، اور صحیح البخاری کی اس روایت میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس شخص کو نیزہ گھونپ کر قتل کر دیا، بہ ظاہر ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس کے اوپر تلوار کو بلند کیا، اور جب تلوار سے اس کو قتل کرنے پر قادر نہ ہوئے تو پھر اس کو نیزہ گھونپ دیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری ۶۸۷۲ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن ابی عاصم نے از ہشام بن حسان از الحسن بن ابی الحسن روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں پر سوار ایک

جماعت فدک کی طرف بھیجی، سوانہوں نے اہلِ فدک پر حملہ کیا اور مرداس الفد کی رات کو نکلے تھے اور انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا تھا: بے شک میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب سے جا کر مل جاؤں گا، پھر ایک مرد نے ان کو دیکھ لیا سو، ان پر حملہ کیا، انہوں نے کہا: بے شک میں مومن ہوں، سو اس نے ان کو قتل کر دیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مرداس کا قاتل مر گیا تھا، لوگوں نے اس کو دفن کیا، پس صبح کو وہ شخص قبر کے اوپر پڑا ہوا تھا، انہوں نے دوبارہ قبر کھود کر اس کو دفن کر دیا، پھر وہ دوبارہ قبر کے اوپر پڑا ہوا تھا، پھر اسی طرح ہوا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معاملہ بتایا گیا تو آپ نے حکم دیا: اس شخص کو مدینہ کے دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں پھینک دیا جائے، تو اس کو اس طرح پھینک دیا گیا، پھر آپ نے فرمایا: سنو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک زمین تمہارے اس صاحب سے زیادہ برے آدمی کو چھپا لیتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو نصیحت کی ہے (یعنی مرداس کا قاتل اتنا برا تھا کہ زمین نے اس کو قبول نہیں کیا) پھر اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ (النساء: ۹۴)

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاؤ تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے، تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو، تو اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں، اس سے پہلے تم بھی اس طرح تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان فرمایا، سو تم خوب تحقیق کر لیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔

اور اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مرداس کا قاتل حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور شخص تھا۔

اور یونس نے از ابن اسحاق روایت کی ہے کہ مجھے یزید بن عبداللہ بن قسیط نے حدیث بیان کی از القعقاع بن عبداللہ بن ابی حدرد از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِضم کی طرف بھیجا، پس میں مسلمانوں کی ایک جماعت کی طرف نکلا جن میں حضرت ابوقتادہ اور محلم بن جثامہ بھی تھے، پس ہمارے پاس سے عامر بن الاضبط الاشجعی اپنے اونٹ پر سوار گزرے، سو انہوں نے ہم کو اسلام کے طریقہ کے مطابق سلام کیا تو ہم ان پر حملہ کرنے سے رک گئے اور محلم بن جثامہ نے ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا، کیونکہ ان کے اور عامر کے درمیان کوئی جھگڑا تھا اور اس کا اونٹ اور سامان ضبط کر لیا، پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے آپ کو اس واقعہ کے متعلق بتایا تو ہمارے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت یعنی النساء: ۹۴ نازل ہوئی۔

(السیرۃ النبویۃ ج ۴ ص ۳۰۲، مسند احمد ج ۶ ص ۱۱، تفسیر الطبری ج ۴ ص ۲۲۴، رقم: ۱۰۲۱۷)

اور امام ابن جریر نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ محلم بن جثامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مر گیا تھا، لوگوں نے اس کو دفن کر دیا تو زمین نے کئی مرتبہ اس کو اس کی قبر سے نکال کر باہر پھینک دیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان گرا دیا گیا اور اس کے اوپر پتھر ڈال دیے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک زمین اس سے بدترین انسان کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ تم کو مومن کے قتل کرنے کے متعلق نشانی دکھائے۔ (تفسیر الطبری ج ۴ ص ۲۲۴، رقم: ۱۰۲۱۶)

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے: تحقیق یہ ہے کہ کہا گیا ہے: جس شخص کو دو پہاڑوں کے درمیان گرایا گیا وہ محلم بن جثامہ نہیں تھا، کیونکہ محلم اس کے بعد حمص میں آیا تھا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ایام خلافت میں مر گیا تھا۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۲۴)

میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ جو شخص حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ایام خلافت میں مرا تھا وہ محلم نام کا کوئی اور شخص ہو۔

(سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ فرماتے ہیں:

النساء: ۹۴ کے شانِ نزول کے متعلق بہت زیادہ روایات ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ یہ حضرت المقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، یا غالب بن عبداللہ اللیثی کے متعلق نازل ہوئی ہے، یا ایک لشکر کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس میں قاتل کا نام نہیں لیا گیا، یا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے یا محلم کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں اور سب اس پر متفق ہیں کہ اس کو قتل کرنا خطاء تھا۔

اور مرداس بن نہیک کے متعلق الکلبی نے کہا ہے کہ وہ الفدکی تھے اور حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ وہ الفزاری تھے۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۴۴۳، رقم: ۲۳۹۸)

اور علامہ ابن مندہ نے کہا ہے کہ وہ مرداس بن عمر تھا، اور ابو سعید نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بنو ضمرہ کی طرف بھیجا جس میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ تھے، پھر یہ ذکر کیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا تھا۔

اور ابنِ اسحاق نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالب بن عبداللہ الکلبی کو بنو مرہ کی طرف بھیجا تھا اور اسی میں مرداس بن نہیک تھے جو بنی الحرقۃ سے ان کے حلیف تھے، سو ان کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا تھا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۴ ص ۲۹۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۳۰۶۔۳۰۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان دو روایتوں کا ذکر کیا ہے جن میں یہ بیان ہے کہ مرداس کے قاتل کو زمین نے قبول نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی میں پھینک دیا گیا، اور آپ نے فرمایا: زمین اس سے بھی بدترین شخص کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرنا چاہتا ہے۔ اور اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے جس میں محلم بن جثامہ نے عامر بن الاضبط کو قتل کر دیا تھا تو اس کو بھی زمین نے قبول نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

٦٨٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضي الله عنه قَالَ إِنِّي مِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِينَ بَايَعُوا رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللهِ شَيْئًا وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِيَ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَا نَعْصِيَ بِالْجَنَّةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از الصنابحی از حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان نقباء میں سے تھا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر

إِنْ فَعَلْنَا ذَلِكَ فَإِنْ غَشِينَا مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا كَانَ قَضَاءُ ذَلِكَ إِلَى اللهِ.

جنت کی بیعت کی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہیں بنائیں گے اور نہ چوری کریں گے اور نہ زنا کریں گے اور نہ اس جان کو قتل کریں گے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، اور نہ لوٹ مار کریں گے اور نہ کسی نیک کام میں حکم عدولی کریں گے، اگر ہم نے ان کاموں کو کر لیا (تو ہم کو جنت مل جائے گی) اور اگر ہم نے ان میں سے کسی امر کے خلاف کیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہے (وہ چاہے تو ہمیں معاف کر دے اور چاہے تو ہمیں عذاب دے)۔

(صحیح البخاری:۱۸، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹، ۴۸۹۴، ۶۷۸۴، ۶۸۰۱، ۶۸۷۳، ۷۱۹۹، ۷۲۱۳، ۷۴۶۸، صحیح مسلم:۱۷۰۹، سنن ترمذی:۱۴۳۹، سنن نسائی:۴۱۶۱، سنن دارمی:۲۴۵۳)

صحیح البخاری: ۶۸۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان میں ذکر کی ہوئی آیت کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "اور ہم اس جان کو قتل نہیں کریں گے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید، یہ ابن ابی حبیب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالخیر، یہ مرثد بن عبداللہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الصنابحی، اس میں صنابح بن ظاہر بن عامر کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ مراد کی شاخ ہے اور ان کا نام عبدالرحمٰن بن عسیلہ ہے جو العسلۃ کی تصغیر ہے۔

یہ حدیث کتاب المناقب کے باب "وفود الانصار" میں گزر چکی ہے اور کتاب الایمان میں بھی ایک باب میں گزر چکی ہے جس کا عنوان نہیں تھا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان نقباء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی" یعنی لیلۃ العقبۃ میں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا ننتھب" یعنی ہم لوٹ مار نہیں کریں گے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ولا نعصی" یعنی ہم کسی نیک کام میں حکم عدولی نہیں کریں گے۔ ایک روایت میں "ولا نعصی" کے بجائے "ولا نقضی بالجنۃ" مذکور ہے یعنی ہم اپنی طرف سے جنت کا حکم نہیں لگائیں گے۔ اور قاضی نے کہا: صحیح یہ

لفظ یمین کے ساتھ ہے یعنی ''و لا نعصی'' یعنی ہم کسی نیک کام میں حکم عدولی نہیں کریں گے، قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ (الممتحنہ: ۱۲) اور نہ دستور کے مطابق آپ کی نافرمانی کریں گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بالجنۃ'' یعنی ہم نے آپ سے جنت کے اوپر بیعت کر لی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فان غشینا'' یعنی جن کاموں سے ہم کو منع فرمایا ہے اگر ہم نے ان کاموں میں سے کوئی کام کر لیا تو اس کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف مفوّض ہے، اگر وہ چاہے تو عذاب دے اور اگر وہ چاہے تو ہم کو معاف فرما دے۔

اس حدیث میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ معاصی کی وجہ سے کسی کی تکفیر نہیں کی جاتی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۶۸۷۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بابِ مذکور کی حدیث میں لی گئی بیعت کی تاریخ کا بیان

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بیعت اس کیفیت کے ساتھ لیلۃ العقبہ کو لی گئی تھی اور اس طرح نہیں ہے، جیسا کہ میں نے اس کو کتاب الایمان میں صحیح البخاری کی شرح کے شروع میں بیان کیا ہے۔ لیلۃ العقبہ میں جو بیعت لی گئی تھی وہ یہ ہے جیسا کہ اہلِ مغازی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے حاضرین سے فرمایا: میں تم سے اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ تم میری ان سے حفاظت کرو گے جن سے تم اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو، اور نیز حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ ہم آپ کے احکام کو سنیں گے اور ان پر عمل کریں گے فراخی میں اور تنگی میں، خوشی میں اور ناخوشی میں۔۔۔۔ الحدیث۔

اور جس بیعت کا یہاں پر ذکر کیا گیا ہے، یہ وہ ہے جو عورتوں سے بیعت لی تھی اور وہ اس کے بہت مدت بعد لی گئی تھی، کیونکہ سورۂ نساء کی وہ آیت جس میں اس بیعت کا ذکر ہے وہ اس کے بہت بعد نازل ہوئی ہے جو عمرہ حدیبیہ میں صلح کے زمانہ میں فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی، اور وہ بیعت جو مردوں سے لی گئی تھی جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے وہ فتحِ مکہ کے سال میں لی گئی تھی۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۷۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اس حدیث کو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۰۷۰، صحیح مسلم: ۹۸، سنن نسائی: ۴۱۰۰، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۶، مسند احمد: ۴۴۵۳)

صحیح البخاری: ۶۸۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں جو آیت ذکر کی گئی ہے اس میں قتل سے ممانعت ہے، اور اس حدیث کا معنی بھی یہ ہے کہ لوگوں سے قتال کرنے کے لیے ہتھیار اٹھانے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: جس نے ہم سے دین میں قتال کیا یا جس نے ہم سے قتال کو مباح سمجھا اس سے اس حدیث میں ممانعت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جُوَیْرِیَہ، یہ جاریۃ کی تصغیر ہے اور وہ ابن اسماء ہیں۔ اس حدیث کی روایت میں امام بخاری متفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وہ ہم میں سے نہیں ہے" یعنی وہ ہمارے طریقۂ محمودہ پر نہیں ہے۔

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس نے مسلمانوں کے سامنے ہتھیار اٹھائے تاکہ ان کو مرعوب کرے اور جس نے مسلمانوں کی حفاظت کے لیے ہتھیار اٹھائے تو اس سے ممانعت نہیں ہے۔ اور اس میں جو فرمایا ہے "وہ ہم میں سے نہیں ہے" تو یہ زجر اور تخویف میں مبالغہ کے لیے ہے۔

اس حدیث میں ایک تعلیق ہے "حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی"۔ یعنی اس حدیث مذکور کی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے، اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس ہے، اور یہ تعلیق عنقریب سندِ موصول کے ساتھ کتاب الفتن کے اس باب میں آئے گی "باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حمل علینا السلاح"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۷۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَيُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هَذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ قُلْتُ أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ قَالَ ارْجِعْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا الْقَاتِلُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالرحمن بن المبارک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے اور یونس نے حدیث بیان کی از الحسن از الاحنف بن قیس، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس مرد کی مدد کرنے کے لیے روانہ ہوا تو مجھے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ملے، پس پوچھا: تم کہاں کا ارادہ کر رہے ہو؟ میں نے کہا: میں اس مرد کی مدد کروں گا، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لوٹ

فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ۔

جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو قاتل ہے پس مقتول کس وجہ سے دوزخ میں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: یہ بھی تو اپنے صاحب کو قتل کرنے پر حریص تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۱، ۶۸۷۵، ۷۰۸۳، صحیح مسلم: ۲۸۸۸، سنن نسائی: ۴۱۲۰، سنن ابوداؤد: ۴۲۶۸، سنن ابن ماجہ: ۳۹۶۵، مسند احمد: ۱۹۹۹۵)

صحیح البخاری: ۶۸۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب میں مذکور آیت کے عنوان میں مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن المبارک کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، وہ ابن عبید البصری ہیں۔ اور حسن کا ذکر ہے، وہ البصری ہیں۔ اور الاحنف بن قیس کا ذکر ہے، وہ السعدی البصری ہیں اور ان کا نام الضحاک ہے اور احنف ان کا لقب ہے، ان کی کنیت ابوبحر ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کی زیارت نہیں کی، یہ حافظ ابوعمر نے ذکر کیا ہے، انہوں نے کہا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام لا چکے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا کی تھی۔ یہ سڑسٹھ (۶۷) ہجری میں کوفہ میں فوت ہوئے۔

اور اس حدیث کی سند میں حضرت ابوبکرہ کا ذکر ہے، ان کا نام نفیع بن الحارث ہے۔

یہ حدیث کتاب الایمان کے "باب المعاصی من امر الجاھلیۃ" میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لانصر هذا الرجل" یعنی تاکہ میں اس مرد کی مدد کروں، اس مرد سے ان کی مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ اور احنف بن قیس جنگِ جمل میں ان سے پیچھے رہ گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں"۔

علامہ الخطابی نے کہا ہے: یہ وعید اس وقت لازم ہوگی جب دو مسلمان بغیر کسی تاویل کے ایک دوسرے کو قتل کرنے کے لیے لڑیں، یعنی وہ دشمنی کی بناء پر تلواروں سے لڑیں یا طلبِ دنیا کے لیے، لیکن جس نے باغیوں سے قتال کیا یا کسی حملہ آور سے مدافعت کے لیے لڑا اور اس میں وہ مارا گیا تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ اسے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے نفس کی مدافعت کے لیے

لڑے اور اپنے مقابل کو قتل کرنے کا قصد نہ کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۶۸۷۵ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

معصیت کے عزم پر مواخذہ کی دلیل

علامہ الباقلانی اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس شخص نے کسی معصیت کا عزم کیا وہ گناہ گار ہوگا خواہ اس نے وہ فعل نہ کیا۔ اور ان کے مخالف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ وعید اس وقت لاحق ہوگی جب وہ اس فعل کو شروع کرے، اور اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ کوئی شخص صرف ''ھَم'' کرے اور کچھ نہ کرے تو کیا وہ گناہ گار ہوگا یا نہیں۔ اور ''کتاب الرقاق'' میں یہ حدیث گزری ہے کہ جس نے نیکی کا ''ھم'' کیا اور جس نے برائی کا ''ھم'' کیا، اور وہاں پر ہم اس کی شرح کر چکے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى ۚ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (البقرہ:۱۷۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد کے بدلہ آزاد، غلام کے بدلہ غلام اور عورت کے بدلہ عورت، سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا تو (اس کا) دستور کے مطابق مطالبہ کیا جائے اور نیکی کے ساتھ اس کی ادائیگی کی جائے، یہ (حکم) تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے، پھر اس کے بعد جو حد سے تجاوز کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے ○

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں پوری آیت کا امام بخاری نے ذکر کیا ہے اور اس باب میں کسی حدیث کا ذکر نہیں کیا، اور اس باب کے بعد ایسے ابواب ذکر کیے ہیں جو اس آیت مذکورہ کے احکام کو شامل ہیں، اور عنقریب اس آیت کے نزول کے سبب کا بیان آئے گا۔

سو امام بخاری نے کہا: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قصاص تھا اور ان میں دیت نہیں تھی، اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے فرمایا: ''كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى'' (البقرہ:۱۷۸) یہ آیت یہاں تک ہے ''فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ''۔ جس نے قصاص کا مستحق ہونے کے بعد اپنے بھائی کے لیے کسی چیز کو ترک کر دیا تو اس کی اتباع کی جائے، یعنی اس عفو کی دستور کے مطابق اتباع کی جائے، پس قتل کا طالب جب دیت کو قبول کر لے تو اس کی دستور کے مطابق اتباع کی جائے۔

نیز فرمایا: "وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ" یعنی قاتل بغیر کسی ضرر کے اچھے طریقہ سے دیت ادا کرے، اور قتلِ عمد میں دیت کو لینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر تخفیف اور رحمت ہے۔ پس جس نے دیت لینے کے باوجود قتل کیا تو اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

البقرہ: ۱۷۸ کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ البقرہ: ۱۷۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد قتلِ عمد ہے اور وہ قاتل مقتول کے ورثاء کو دیت لینے پر راضی کر لیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جو شخص دیت کو قبول کر لیتا ہے، یہ اس کی طرف سے قصاص کو معاف کرنا ہے اور اس کو چاہیے کہ اس کے جس بھائی کے لیے قتل کو معاف کیا گیا ہے وہ اس کو دیت نیکی کے ساتھ ادا کر دے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۴۷۔۱۴۶، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ، البقرہ: ۱۷۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان آیات کا تقاضا قصاص کو واجب کرنا ہے نہ غیر، اور فقہاء کا قتلِ عمد کے مقتضاء میں اختلاف ہے، پس امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک بن انس اور ثوری اور ابن شبرمہ اور الحسن بن صالح نے کہا ہے: مقتول کے ولی کے لیے قصاص کے علاوہ اور کچھ جائز نہیں ہے اور وہ قاتل کی رضامندی کے بغیر دیت نہ لیں۔ اور الاوزاعی، اللیث اور امام شافعی نے کہا ہے کہ مقتول کے ولی کو اختیار ہے خواہ وہ قصاص لے اور خواہ دیت لے، اگرچہ قاتل راضی نہ ہو۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۴۹، سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۰۰ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمود الماتریدی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ، البقرہ: ۱۷۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک قتلِ عمد میں صرف قصاص ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قتلِ عمد قصاص ہے مگر یہ کہ مقتول کا ولی معاف کر دے۔ (سنن الدار قطنی ج ۳ ص ۹۴)

اور بعض احادیث میں روایت ہے "سوا اس کے کہ اس کو فدیہ دیا جائے"۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس جس شخص کا کوئی مقتول قتل کیا گیا ہے اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے، یا تو اس کو دیت ادا کی جائے گی یا مقتول کے اہل اس سے قصاص لیں گے۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری: ۱۱۲)

علامہ جصاص لکھتے ہیں:

پس دیت بغیر باہمی رضامندی کے اور ان کے درمیان صلح کے بغیر نہ لی جائے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۱۰۔۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قتلِ عمد کے شرعی حکم کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوشریح الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو قتل کیا گیا یا اس کے ہاتھ پیر بے کار کیے گئے اس کو تین چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے: یا تو وہ قصاص لے، یا معاف کر دے، یا دیت قبول کرے، اگر وہ چوتھی بات کرے تو اس کے ہاتھوں کو پکڑ لو۔ اور جس نے اس کے بعد حد سے تجاوز کیا اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۹۶، سنن ابن ماجہ: ۲۶۲۳)

حضرت ابوشریح الکعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو اے معشر خزاعہ! تم نے ہزیل کے اس قتیل کو قتل کر دیا اور میں اس کی دیت ادا کروں گا، پس میرے اس ارشاد کے بعد جو مقتول قتل کیا گیا تو اس کے ورثاء کو دو چیزوں کا اختیار ہے، یا تو دیت وصول کر لیں یا قاتل کو قتل کر دیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۰۴، سنن ترمذی: ۱۴۰۶)

عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: مومن کو کافر (حربی) کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا، اور جس نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا تو اسے مقتول کے ورثاء کے سپرد کیا جائے گا، پس اگر وہ چاہیں تو اس کو قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو اس سے دیت وصول کر لیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۰۶، سنن ترمذی: ۱۴۱۳، سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۹)

قصاص کے بدلہ میں مال پر صلح کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ (البقرہ: ۱۷۸) سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا۔

یہ آیت قتلِ عمد میں صلح سے متعلق نازل ہوئی ہے، پس یہ آیت صلح کے جواز پر دلالت کرتی ہے خواہ صلح کا بدل کم ہو یا زیادہ ہو، اور دیت کی جنس سے ہو یا دیت کی جنس کے خلاف ہو، نقد ہو یا ادھار ہو، اس کی ادائیگی کی مدت معلوم ہو یا مجہول ہو، اور جہالت کی مدت بھی مختلف ہو۔ (بدائع الصنائع ج ۱۰ ص ۲۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد ابی سہیل السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ، البقرہ: ۱۷۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس سے مراد یہ ہے کہ جب قاتل دیت ادا کرنے پر راغب ہو تو ولی مقتول کے لیے مستحب یہ ہے کہ اس پر اس کی موافقت کرے یا اس پر اس کی مدد کرے اور قاتل پر لازم ہے کہ وہ عمدہ طریقہ سے اس دیت کو ادا کرے جب ولی اس کی مدد کرے۔ اور یہ دیت قاتل کے مال میں واجب ہے جب کہ یہ دیت بطریق صلح اور باہمی رضامندی ہو۔

(کتاب المبسوط جز ۲۶ ص ۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

پس اگر قتلِ عمد جس میں قصاص واجب ہے، جب صلح دیت سے زیادہ پر کی جائے تو ہمارے نزدیک یہ جائز ہے اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول میں یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کا ایک قول یہ ہے کہ قتلِ عمد میں دو میں سے ایک چیز معین ہے جو مقتول کے ولی کے اختیار سے ہوتی ہے، اور جب مقتول کا ولی دیت کو اختیار کر لے تو دیت شرعاً مقدر ہے اور اس پر صلح کے طریقہ سے اضافہ جائز نہیں ہے۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ قتلِ عمد میں صرف قصاص واجب ہے اور کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ پس جس مال کا ولی مقتول انتظام کرتا ہے وہ قصاص کا معاوضہ ہے اور مال اور غیر مال میں کوئی ربا نہیں ہے۔ اور اس صلح کے جواز پر دلیل حسب ذیل حدیث ہے:

روایت ہے کہ مسلمانوں میں سے گھوڑے سواروں نے ایک مرد کو قتل کر دیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں قصاص لینے کا حکم دیا، پس جب مقتول کا ولی قتل کرنے کے لیے نکلا تو صحابہ نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر ناپسندیدگی کے آثار تھے، تو وہ نکلے اور انہوں نے مقتول کے وارثوں سے دو دیتوں کے دینے پر صلح کر لی، ایک دیت وہ ہے جس کو قاتل ادا کرے گا اور ایک دیت وہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادا کریں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش ہو گئے۔

اور اگر مقتول کے ولی نے قتلِ خطاء یا عمد میں پچاس اونٹوں پر صلح کر لی تو یہ جائز ہے، رہا عمد تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، اور رہا قتلِ خطاء تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے بعض واجب کو ساقط کر دیا، اور اگر وہ کل کو معاف کر کے ساقط کر دے تو یہ بھی جائز ہے، اسی طرح اگر وہ بعض کو ساقط کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔ (کتاب المبسوط ج ۲۶ ص ۱۲۳۔ ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ، لکھتے ہیں:

جب قاتل اور مقتول کے اولیاء کسی مال کی مقدار پر صلح کر لیں تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور مال واجب ہوگا خواہ مال قلیل ہو یا کثیر، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ (البقرہ: ۱۷۸) سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا۔

یہ آیت صلح کے متعلق نازل ہوئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس شخص کا کوئی قتیل قتل کیا گیا تو اس کے ورثاء کو دو چیزوں کا اختیار ہے، اگر چاہیں تو قصاص لے لیں اور اگر چاہیں تو دیت لے لیں۔ اللہ ہی کو زیادہ علم ہے، اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ وہ قاتل کی رضامندی سے مال لیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے (کہ مقتول کے ولی کے لیے قصاص سے عدول کرنا جائز نہیں ہے سوائے قاتل کی رضامندی کے) اور یہ بعینہٖ صلح ہے، اور اس لیے کہ یہ وہ حق ہے جو ورثاء کے لیے ثابت ہے اور اس کے اندر قصاص کو از روئے عفو کے ساقط کرنا جاری ہوتا ہے، اسی طرح قصاص کو از روئے عوض کے ساقط کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ یہ عوض مقتول کے ورثاء کے احسان پر مشتمل ہے اور قاتل کو زندہ رکھنے پر مشتمل ہے، پس یہ عوض باہمی رضامندی سے جائز ہے اور اس میں کم مال اور زیادہ مال دونوں برابر ہیں، کیونکہ اس میں کوئی نص مقدر نہیں ہے، لہٰذا یہ قاتل اور ورثاء مقتول کی اصطلاح کے سپرد کی جائے گی جیسا کہ خلع وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اور اگر وہ نقد اور ادھار کو ذکر نہ کریں تو وہ نقد پر محمول ہوگا، کیونکہ یہ وہ مال ہے جو رضامندی کے عقد سے واجب ہوتا ہے اور اس کی مثالوں میں نقد دینا اصل ہے جیسا کہ مہر میں اور ثمن میں بخلاف دیت کے، کیونکہ یہ تراضی

کے عقد سے واجب نہیں ہوتی۔ (ہدایہ اخیرین ص ۵٦٦، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

مفسرین کی عبارات، احادیث صحیحہ اور فقہاء کی تصریحات کا خلاصہ

میں کہتا ہوں: فقہاء احناف کی ان عبارات کا محمل یہ ہے کہ قتلِ عمد میں مال کی جس مقدار پر بھی صلح کی جائے وہ صلح جائز ہے خواہ وہ مال کی مقدار اصلِ دیت سے کم ہو یا زیادہ ہو۔ اور قتلِ شبہ عمد میں شارع کی طرف سے دیت کی مقدار معین ہے اور وہ سو اونٹ ہیں اور جن احادیث میں قتلِ عمد میں دیت ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ابھی سنن ابوداؤد کی احادیث سے گزرا ہے اس دیت سے مراد خون بہا ہے اور قتل کا عوض ہے اور قرآن مجید کی نص صریح البقرہ: ١٧٨ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں شریعت کی طرف سے کوئی مقدار معین نہیں ہے بلکہ اس کی مقدار قاتل اور ورثاء مقتول کی باہمی رضامندی پر موقوف ہے، کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے ''سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا'' اور معاف کرنے کی مقدار نہیں بیان فرمائی تو اس کی عرف کے مطابق اتباع کرنا لازم ہے اور قاتل پر واجب ہے کہ وہ اصل طریقہ سے اس کو ادا کرے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اس تفصیل کے بعد اب ہم صحیح البخاری کے ابواب کی احادیث کی شرح لکھ رہے ہیں۔

٤۔ بَابُ: سُؤَالِ الْقَاتِلِ حَتّٰى يُقِرَّ وَالْإِقْرَارِ فِي الْحُدُودِ

قاتل سے سوال کرنا حتیٰ کہ وہ اقرار کرلے، اور حدود میں اقرار کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام اور سربراہِ ملک اس شخص سے سوال کرے جس پر قتل کی تہمت ہو اور اس کے خلاف کوئی گواہ قائم نہ کیا گیا ہو، اور اس سے اس کے متعلق سوال کرے اور تفتیش کرتا رہے حتیٰ کہ قاتل قتل کا اقرار کرلے، پھر وہ اس کے اوپر حد قائم کرے۔ اور یہ عنوان اسی طریقہ سے اکثرین کی روایت میں ہے۔ اور نسفی اور کریمہ کے نسخوں میں ''باب'' کا لفظ مذکور نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢٤ ص ٥٧، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٦٨٧٦۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنہُ أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَقِيلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ هٰذَا أَفُلَانٌ أَوْ فُلَانٌ حَتّٰى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتّٰى أَقَرَّ بِهِ فَرُضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا، اس لڑکی سے پوچھا گیا: تمہارے ساتھ یہ ظلم کس نے کیا ہے، فلاں شخص نے یا فلاں شخص نے؟ حتیٰ کہ اس یہودی کا نام لیا گیا، پھر اس (یہودی) کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، پھر آپ اس سے سوال کرتے رہے حتیٰ کہ اس نے قتل کا اقرار کرلیا،

پس اس کا سر بھی پتھروں سے کچل دیا گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۳، ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۸۷۹، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۶۷۲، سنن ترمذی: ۱۳۹۴، سنن نسائی: ۴۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۵، مسند احمد: ۱۲۵۹۴، سنن دارمی: ۲۳۵۵)

صحیح البخاری: ۶۸۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ "آپ اس سے مسلسل سوال کرتے رہے حتیٰ کہ اس نے اقرار کر لیا"۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فرض راسه بالحجارة" "رَضَّ" کا معنی ہے: پتھروں سے کوٹنا یا کچلنا، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیاس میں مماثلت ہوتی ہے، یعنی جس کیفیت سے کسی نے کسی کو قتل کیا ہے، اسی کیفیت سے اس کو قتل کیا جائے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

اس حدیث میں مذکور ہے "راس جارية"۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ لڑکی باندی ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ لڑکی آزاد ہو لیکن بلوغت سے کم ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی مکمل عبارت

اس حدیث میں "جارية" کا لفظ ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ باندی ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ آزاد ہو لیکن بلوغت سے کم ہو، اور اس باب کے قریب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک لڑکی نکلی جس پر مدینہ میں زیورات تھے تو ایک یہودی نے اس کے اوپر پتھر مارا، اور کتاب الطلاق میں اسی سند کے ساتھ یہ عبارت ہے: یہودی نے اس لڑکی پر حملہ کیا اور اس کے وہ زیورات چھین لیے جو اس پر تھے اور اس کے سر کو کچل دیا، اور اس حدیث میں ہے کہ اس لڑکی کے گھر والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس میں آخری رمق حیات تھی، اور اس سے یہ معین نہیں ہوتا کہ وہ لڑکی آزاد ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے گھر والوں سے مراد اس کے مالکان ہوں، خواہ وہ باندی ہو یا آزاد کردہ ہو اور میں اس لڑکی کے نام پر مطلع نہیں ہوا لیکن حدیث کی بعض سندوں میں مذکور ہے کہ وہ لڑکی انصار سے تھی۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا اور دوسری حدیث میں ہے کہ اس نے اس لڑکی کے اوپر پتھر مارا، اور اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ اس کے سر کو کچل دیا اس لیے کہ ان میں اس طرح تطبیق دی جائے گی کہ اس نے اس لڑکی کو پتھر مارا جو اس کو سر پر لگا تو وہ لڑکی دوسرے پتھر پر گر گئی تو اس کو یوں تعبیر فرمایا کہ دو پتھروں کے درمیان اس کو کچل دیا۔ اس حدیث میں ہے "علیٰ اوضاح" امام ابو عبید نے کہا کہ وہ چاندی کے زیورات تھے اور قاضی عیاض سے منقول ہے کہ وہ

پتھر کے زیورات تھے اور شاید ان کی مراد یہ ہو کہ وہ چاندی کے پتھر تھے۔ اور اس میں ڈھلی ہوئی یا منقوش چاندی سے احتراز کیا۔
(فتح الباری ج ۸ ص ۱۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کے گھر والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس میں حیات کی آخری رمق تھی۔۔الحدیث، اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ لڑکی آزاد تھی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے کہا ہے: اس سے اس لڑکی کا آزاد ہونا معین نہیں ہوتا، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ گھر والوں سے مراد اس کے مالکان ہوں، وہ باندی ہو یا آزاد کردہ ہو۔

علامہ عینی اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ ظاہر سے عدول ہے کیونکہ موالی کے اوپر اہل کا اطلاق حقیقت میں نہیں ہوتا، اور جو احتمال بغیر دلیل کے قائم ہو اس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

نیز حدیث میں مذکور ہے ''الاوضاح'' یہ وضح کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے چاندی کے زیور، یہ امام ابو عبید وغیرہ کا قول ہے، اور الجوہری نے کہا کہ ثابت ورا ہم سے جو زیورات بنائے جائیں ان کو اوضاح کہتے ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''فاتی بہ حتی اقر'' یعنی اس یہودی کو لایا گیا حتیٰ کہ اس نے قتل کا اقرار کر لیا کہ اسی نے یہ قتل کیا ہے، اور الوصایا کی روایت میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ اس نے اعتراف کر لیا''۔

ایک سوال کا جواب

ابو مسعود نے کہا ہے: مجھے یہ علم نہیں کہ کسی نے اس حدیث میں یہ کہا ہو حتیٰ کہ اس یہودی نے اعتراف کر لیا اور نہ یہ حتیٰ کہ اس نے اقرار کر لیا سوائے ہمام بن یحییٰ کے۔ اور دوسروں نے کہا ہے: یہ لفظ صرف قتادہ کی روایت میں ہے اور دوسروں نے اس کو نقل نہیں کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ لفظ صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں ثابت ہے اور اس سے اس قول کا رد ہو گیا جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، اور اس سے اس سوال کا بھی رد ہو گیا جس نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو کس طرح قتل کیا جب کہ نہ کوئی اس پر گواہ تھا اور نہ یہودی نے اعتراف کیا تھا۔

اور اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کی روایت میں اس کے اعتراف کرنے کا ذکر موجود ہے۔ نیز اس اعتراض کا یہ جواب بھی ہے کہ یہ واقعہ اسلام کی ابتداء میں تھا اور اس وقت قاتل کو صرف مقتول کے قول کی وجہ سے قتل کر دیا جاتا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بغیر گواہ اور بغیر اعتراف کے قتل کیا ہو بلکہ کسی اور سبب سے اس کو قتل کیا ہو جو اس کو قتل کرنے کا موجب ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا کہ اسی یہودی نے اس لڑکی کو قتل کیا ہے، اس لیے آپ نے اس کو قتل کر دیا۔

قصاص لینے کی کیفیت میں فقہاء کے اقوال

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ قاتل کو اسی کیفیت سے قتل کیا جائے گا جس کیفیت سے اس نے مقتول کو قتل کیا ہے، پس اگر اس

نے مقتول کو لاٹھی مار کر قتل کیا ہے یا پتھر مار کر قتل کیا ہے یا اس کا گلا گھونٹ کر قتل کیا ہے یا اس کو غرق کر کے قتل کیا ہے تو اس کو اسی کیفیت سے قتل کیا جائے گا۔ امام شافعی اور امام احمد اور ابو ثور اور اسحاق اور ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے۔

امام شافعی نے کہا: اگر اس نے مقتول کو عمداً آگ میں ڈال دیا حتیٰ کہ وہ مر گیا تو قاتل کو بھی آگ میں ڈال دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے۔

اور ابراہیم النخعی، عامر الشعبی، حسن البصری، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا کہ تمام صورتوں میں قاتل کو صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا اور ان کی دلیل یہ ہے کہ امام طحاوی نے یہ حدیث بیان کی ہے:

امام طحاوی نے کہا: ہمیں ابن مرزوق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان ثوری نے حدیث بیان کی از حضرت جابر از ابی عازب از النعمان، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔

اور ابو عاصم الضحاک بن مخلد امام بخاری اور جابر الجعفی کے شیخ ہیں۔ اور ابو عازب مسلم بن عمرو یا مسلم بن عراک ہیں اور نعمان سے مراد حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما ہیں۔

امام ابوداؤد نے اور الطیالسی نے اس حدیث کی ان الفاظ سے روایت کی ہے "لا قود الا بحدیدۃ" یعنی قصاص صرف لوہے کے ہتھیار سے لیا جائے۔

اور فقہاء احناف نے اس باب کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ مثلہ کرنا منسوخ ہو گیا جو کہ رسول اللہ ﷺ نے عرینیین کے ساتھ کیا تھا، سو اس طرح بغیر تلوار کے قتل کرنا بھی منسوخ ہو گیا۔

احناف کی مستدل حدیث پر ایک اعتراض کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بیہقی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند ثابت نہیں ہے اور جابر پر طعن کیا گیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اگر جابر پر طعن کیا ہے تو وکیع نے کہا ہے: جب بھی تم کو کسی چیز میں شک ہو تو اس بات میں شک نہ کرو کہ جابر ثقہ ہے، اور شعبہ نے کہا: وہ حدیث میں سچے ہیں، اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس حدیث کی مثل حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اس حدیث کی امام ابن ماجہ نے سندِ جید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اور اس حدیث کی امام بیہقی نے زہری کی حدیث کی از ابوسلمہ روایت کی ہے جو اس کی مثل ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے، وہ حدیث ابراہیم کی از علقمہ ہے اور اس کی عبارت اس طرح ہے "لا قود الا بالسلاح" یعنی قصاص صرف ہتھیار سے لیا جائے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اس کی روایت معلیٰ بن ہلال نے کی ہے از ابواسحاق از عاصم بن ضمرہ اور اس کی عبارت یہ ہے "لا قود الا بحدیدۃ" یعنی قصاص صرف لوہے کے ہتھیار سے لیا جائے گا۔ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کو امام الدارقطنی نے ابو عازب کی سند کے ساتھ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: "القود بالسیف والخطاء علی العاقلہ" یعنی قصاص تلوار سے لیا جائے اور قتلِ خطاء کی دیت

عاقلہ پر ہے، اور یہ چھ صحابہ ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا اور یہ احادیث بعض، بعض کو قوی کرتی ہیں۔ اور کم سے کم ان کا حال یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہیں، لہٰذا ان سے استدلال کرنا صحیح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۸۔۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث ''لاقود الا بالسیف'' کی مزید تخریج

(۱) امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی المتوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

''حدثنا ابراھیم بن المستمر العروقی، حدثنا ابوعاصم عن سفیان عن جابر عن ابی عازب عن النعمان بن بشیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاقود الا بالسیف'' (حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا)۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(۲) ''حدثنا ابراھیم بن المستمر، حدثنا الحر بن مالک العنبری حدثنا مبارک بن فضالہ عن الحسن عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاقود الا بالسیف''۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(۳) امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

''عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاقود الا بالسیف''۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۰۴۴، ج ۱۰ ص ۸۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۶ھ)

(۴) امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

''حدثنی سلیمان عن الزھری عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لاقود الا بالسیف''۔

(سنن بیہقی ج ۸ ص ۶۳، نشر السنہ، ملتان)

(۵) امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی العبسی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

''حدثنا ابوبکر قال حدثنا عیسیٰ بن یونس عن اشعث وعمرو عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاقود الا بالسیف''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، الحدیث: ۲۷۷۱۳، ج ۵ ص ۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

(۶) نیز امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

''حدثنا ابوبکر قال حدثنا جریر عن مغیرۃ عن ابراھیم فی الرجل یقتل الرجل بالحصاۃ او یمثل بہ قال انما القود بالسیف لم یکن من امرھم المثلۃ'' (مصنف ابن ابی شیبہ، الحدیث: ۲۷۷۱۴، ج ۵ ص ۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

(۷) امام علی بن عمر الدارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

''حدثنا الحسین بن اسماعیل المحاملی حدثنا ابوامیۃ الطرطوسی حدثنا الولید ھو ابن صالح حدثنا مبارک بن فضالۃ عن الحسن عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لاقود الا بالسیف''۔

(سنن دارقطنی، الحدیث: ۳۱۳۵، ج ۳ ص ۳۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

(۸) امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

''عبد الرزاق عن معمر عن ابن عیینة عن عمرو عن الحسن قال قال رسول اللہ ﷺ: لا قود الا بحدیدة''۔

(مصنف عبد الرزاق، الحدیث: ۱۷۴۹۲، ج ۹ ص ۱۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(۹) امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن عبد الملک الطحاوی الحنفی المصری المتوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

''حدثنا ابراهیم بن مرزوق قال: ثنا ابوعاصم، قال: ثنا سفیان الثوری، عن جابر، عن ابی عازب، عن النعمان قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا قود الا بالسیف''۔ (شرح معانی الآثار، الحدیث: ۴۹۱۷، ج ۳ ص ۱۸۱، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

(۱۰) حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو درج ذیل ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے:

امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، اور اس حدیث کی امام بزار نے روایت کی ہے، اور امام طحاوی نے روایت کی ہے، اور امام طبرانی نے اور امام الدار قطنی اور امام بیہقی نے روایت کی ہے۔ اور ان کے الفاظ مختلف ہیں۔ (تلخیص الحبیر، الحدیث: ۱۶۹۲، ج ۴ ص ۱۳۱۸)

(۱۱) نیز یہ حدیث کنز العمال: ۳۹۸۰۷، کامل لابن عدی: ج ۳ ص ۱۱۰۲، ج ۵ ص ۱۹۷۸، ج ۷ ص ۵۴۳، اور العلل المتناہیہ ج ۲ ص ۳۰۷ میں بھی مذکور ہے۔

۵۔ بَابٌ: إِذَا قَتَلَ بِحَجَرٍ أَوْ بِعَصًا جب کوئی شخص پتھر سے یا لاٹھی سے قتل کرے، اسکا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

بابِ مذکور کے عنوان میں عنوان کا جواب نہ لکھنے کی توجیہ

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص دوسرے شخص کو پتھر سے قتل کرے یا لاٹھی سے قتل کرے، اس کا جواب امام بخاری نے ذکر نہیں کیا ہے اور اس کا جواب محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کو بھی اسی کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔ ہم نے اس طرح عبارت مقدر مانی ہے اگرچہ یہ احتمال ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس کو صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا، لیکن ہم نے باب کی حدیث کی موافقت کی وجہ سے اس جواب کو مقدر مانا۔

امام بخاری نے اس جواب کو ذکر نہیں کیا ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ وہ باب کی حدیث پر اکتفاء کر لیتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ جَدِّهِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَرَجَتْ جَارِيَةٌ عَلَيْهَا أَوْضَاحٌ بِالْمَدِينَةِ قَالَ فَرَمَاهَا يَهُودِيٌّ بِحَجَرٍ قَالَ فَجِيءَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَبِهَا رَمَقٌ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن ادریس نے خبر دی از شعبہ از ہشام بن زید بن انس از جد خود حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: ایک لڑکی مدینہ میں باہر نکلی جس کے اوپر زیورات تھے تو ایک یہودی نے اس کو پتھر مارا، پھر اس

قَالَ فُلَانٌ قَتَلَكِ فَرَفَعَتْ رَأْسَهَا فَقَالَ لَهَا فِي ﷺ فُلَانٌ قَتَلَكِ فَرَفَعَتْ رَأْسَهَا فَأَعَادَ عَلَيْهَا الثَّالِثَةَ فُلَانٌ قَتَلَكِ فَخَفَضَتْ رَأْسَهَا فَدَعَا بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَتَلَهُ بَيْنَ الْحَجَرَيْنِ۔

لڑکی کو نبی ﷺ کے پاس لایا گیا اور اس میں ابھی بقیہ زندگی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا فلاں نے تم کو قتل کیا ہے؟ تو اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا، آپ نے دوبارہ سوال کیا: کیا فلاں نے تم کو قتل کیا ہے؟ تو اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا، پھر تیسری مرتبہ آپ نے سوال کیا: کیا فلاں نے تم کو قتل کیا ہے؟ تو اس نے اپنا سر جھکایا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اس کا سر دو پتھروں کے درمیان (کچل کر) قتل کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۳، ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۸۷۹، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۶۷۲، سنن ترمذی: ۱۳۹۴، سنن نسائی: ۴۷۲۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۵، مسند احمد: ۱۲۵۹۴، سنن دارمی: ۲۳۵۵)

صحیح البخاری: ۶۸۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ "اس لڑکی کو یہودی نے پتھر مارا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، الکلاباذی کے قول کے مطابق یہ ابن عبد اللہ بن نمیر ہیں، اور ابوعلی بن السکن نے کہا: یہ محمد بن سلام ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از ابوموسیٰ اور بندار روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے کتاب الدیات میں از عثمان بن ابی شیبہ روایت کی ہے، اور امام نسائی نے کتاب الدیات میں اس کی اسماعیل بن مسعود سے روایت کی ہے، اور امام ابن ماجہ نے کتاب الدیات میں اس کی بندار سے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اوضاح" یہ وضح کی جمع ہے، اور عنقریب اس کی تفصیل گزر چکی ہے کہ اس کا معنی چاندی کے زیورات ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رمق" اس کا معنی ہے: بقیۃ الحیاۃ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فخفضت" یعنی اس لڑکی نے اپنے سر کو جھکایا اور اس بات سے اس نے اشارہ کیا یعنی اسی یہودی نے اس لڑکی کو قتل کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۹۔۶۰ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۶۸۷۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس کیفیت سے قتال کیا گیا ہو، اسی کیفیت سے قصاص لینے کے متعلق جمہور کے دلائل

اس حدیث سے جمہور فقہاء (شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ) نے یہ استدلال کیا ہے کہ قاتل نے جس چیز سے قتل کیا ہے اس کو قصاص میں اسی چیز کے ساتھ قتل کیا جائے۔ اور انہوں نے اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (النحل:۱۲۶) اور اگر تم انکو سزا دو تو اسی کی مثل سزا دو جتنی سزا تمہیں پہنچائی گئی ہے۔

اور درج ذیل آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ (البقرہ:۱۹۴) سو جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کی مثل زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

فقہاء احناف نے اس حکم کی مخالفت کی ہے، اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے ''لا قود الا بالسیف'' (قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا)۔

یہ حدیث ضعیف ہے، امام بزار نے اور امام ابن عدی نے اس حدیث کو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور امام بزار نے اس حدیث میں اس کی سند کے ضعیف ہونے کے باوجود اس میں اختلاف کا ذکر کیا ہے، اور امام ابن عدی نے کہا: اس حدیث کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔ اور اگر بالفرض اس حدیث کو ثابت مان لیا جائے تب بھی یہ فقہاء احناف کے اس قاعدہ کے خلاف ہے کہ سنت نہ کتاب کے حکم کو منسوخ کرتی ہے اور نہ کتاب کے حکم کی تخصیص کرتی ہے۔

اور فقہاء احناف نے مُثلہ کی ممانعت سے بھی استدلال کیا ہے (گویا جب کسی کا سر دو اینٹوں کے درمیان رکھ کر کچلا جائے گا تو اس کا چہرہ بگڑ جائے گا اور یہ مُثلہ ہے اور مُثلہ کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے)۔ اور یہ استدلال صحیح ہے لیکن یہ جمہور کے نزدیک اس صورت پر محمول ہے جب قصاص میں مماثلت نہ ہو، تاکہ دونوں دلیلوں میں تطبیق ہو۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: اکثر فقہاء کا مختار یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو کسی چیز سے قتل کرے تو اسی کی مثل سے اس کو قتل کیا جائے گا، اور یہ قتلِ عمد میں ہے۔

اور ابنِ ابی لیلیٰ نے کہا: اگر کسی نے پتھر مار کر قتل کیا ہے یا لاٹھی مار کر قتل کیا ہے تو دیکھا جائے گا اگر اس نے یہ ضرب مکرر لگائی ہے تو یہ قتلِ عمد ہے ورنہ یہ قتلِ عمد نہیں ہے۔

اور عطاء اور طاؤس نے کہا ہے: قتلِ عمد کی شرط یہ ہے کہ وہ کسی ہتھیار سے قتل کیا جائے۔

اور الحسن البصری، الشعبی، النخعی، الحکم اور امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین نے کہا ہے کہ قتلِ عمد کی شرط یہ ہے کہ اس کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا جائے۔ اور جس کو لاٹھی مار کر قتل کیا، پھر لاٹھی کی ضرب سے اس سے قصاص لیا گیا اور وہ مرا نہیں تو اس میں اختلاف ہے کیا لاٹھی کی ضرب مکرر لگائی جائے گی، پس ایک قول یہ ہے کہ مکرر نہیں لگائی جائے گی اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ لاٹھی کی ضرب

سے نہیں مرا تو اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ اسی طرح جس نے کسی شخص کو درد پہنچا کر قتل کیا تو اس کو بھی تلوار سے قتل کیا جائے گا۔

اور علامہ ابن العربی مالکی نے کہا ہے: مماثلت سے اس کو مستثنیٰ کیا جائے گا جس میں کوئی معصیت ہو، مثلاً اس نے شراب پلائی ہو یا لواطت کی ہو، یا کسی کو جلایا ہو، اور تیسری صورت میں فقہاء شافعیہ کے نزدیک اختلاف ہے۔ اور پہلی دو صورتیں بالاتفاق مستثنیٰ ہیں، لیکن بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کو اس چیز سے قتل کیا جائے جو اس کے قائم مقام ہے۔

اور جو فقہاء قاتل کے قتل کرنے کی کیفیت سے قصاص لینے سے منع کرتے ہیں ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ایک عورت نے کسی دوسری عورت کے اوپر خیمہ کی لکڑی ماری اور اس کے پیٹ کے بچہ کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت میں دیت ادا کرنے کا حکم دیا، (یعنی اس کا قصاص لینے کا حکم نہیں دیا)۔ اور اس کی بحث عنقریب باب "جنين المراة" میں آئے گی۔

جمہور فقہاء کے دلائل کا جواب از مصنف

جمہور فقہاء نے البقرہ: ۱۹۴ سے استدلال کیا ہے کہ جس کیفیت سے کسی نے قتل کیا ہے اس کو اسی کیفیت سے قتل کیا جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا تعلق قصاص کے ساتھ نہیں ہے اور یہ آیت عام نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص کو مُثلہ کر کے قتل کیا ہو یعنی اس کی آنکھیں نکال کر قتل کیا ہو یا اس کی ناک کاٹ کر قتل کیا ہو تو قصاص میں اس کو بھی اسی کیفیت سے قتل کیا جائے، حالانکہ جمہور فقہاء کے نزدیک بھی یہ مُسلّم ہے کہ قصاص لینے میں مُثلہ کرنے کی مماثلت شامل نہیں ہے، نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اگر کسی نے دوسرے شخص کو لاٹھی مار کر قتل کیا ہے تو قصاص میں اس کو ایک لاٹھی ماری جائے اور اگر وہ ایک لاٹھی سے نہ مرے تو پھر اس کو تلوار سے قتل کیا جائے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس آیت سے عموم مراد نہیں ہے اور نہ اس آیت کا تعلق قصاص کے ساتھ ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ۷ ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لیے پہنچے تو مسلمانوں کو خدشہ ہوا کہ کہیں کفار عہد شکنی نہ کریں اور وہ حرم میں اور حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کو بہت برا جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس مہینہ اور اس جگہ کی حرمت سب کے لیے یکساں ہے، اگر وہ اس مہینہ اور اس جگہ میں جنگ چھیڑتے ہیں تو تم بھی مدافعانہ جنگ کرو اور انہوں نے تم کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے، ان سے اتنا ہی بدلہ لو، ان کا زیادتی کرنا ظلم ہے اور مسلمانوں کا بدلہ لینا عدل ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے دونوں کے فعل کو "اعتداء" یعنی زیادتی فرمایا ہے، کیونکہ صورتاً دونوں فعل ایک دوسرے کی مثل ہیں۔

اسی طرح جمہور فقہاء نے النحل: ۱۲۶ سے بھی اس پر استدلال کیا ہے کہ قصاص اسی کیفیت سے لیا جائے جس کیفیت کے ساتھ قتل کیا گیا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت بھی عام نہیں ہے اور نہ اس کا تعلق قصاص کے ساتھ ہے، کیونکہ اس آیت کے بعد النحل: ۱۲۷۔۱۲۸ میں فرمایا ہے:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝ (النحل: ۱۲۷۔۱۲۸)

اور آپ صبر کیجئے، اور آپ کا صبر صرف اللہ کی توفیق سے ہے، اور آپ ان (کی سرکشی) پر غمگین نہ ہوں اور نہ ان کی سازشوں سے تنگ دل ہوں ○ بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان

لوگوں کے ساتھ ہے جو نیک کام کرنے والے ہیں O

ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ بدلہ لینا جائز ہے لیکن بدلہ میں زیادتی نہ کی جائے، اور جتنا تم پر ظلم کیا گیا ہے تم بھی اتنا ہی ظلم کرو۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دیا ہے۔ اگر اس کا تعلق قصاص سے ہوتا تو قصاص لینا تو واجب ہے اور اس میں صبر نہیں کیا جاتا، بلکہ قاتل کو لازماً قتل کیا جاتا ہے یا پھر اس سے مال پر صلح کی جاتی ہے یا پھر ولی مقتول اس کو معاف کر دیتا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس آیت کا تعلق بھی قتل کے قصاص سے نہیں ہے بلکہ عام زندگی کے معاملات میں اگر کوئی شخص کسی کے اوپر ظلم اور زیادتی کرے تو اس کو یہ اجازت ہے کہ اپنے ظلم اور زیادتی کا بدلہ لے لیکن بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے۔ اور اگر وہ صبر کرے اور بدلہ نہ لے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ اس کی وضاحت ان آیات سے ہوتی ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۞ وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۞ (الشوریٰ: ۳۹۔۴۰)

اور جو لوگ کسی کے ظلم کا شکار ہوں وہ بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے، پھر جو معاف کر دے اور نیکی کرے تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے، بے شک اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا O

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۞ (الشوریٰ: ۴۳)

اور جو صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے O

رہا یہ کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث "لاقود الا بالسیف" کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسی ضعیف نہیں ہے جس سے استدلال نہ ہو سکے، فی نفسہٖ ہر حدیث کی سند ہو سکتا ہے کہ ضعیف ہو لیکن مجموعہ اسانید سے اس حدیث کو اتنی قوت حاصل ہو گئی کہ اس سے استدلال ہو سکتا ہے۔ نیز یہ کہ جس حدیث سے امام اور مجتہد استدلال کرے وہ حدیث ضعیف نہیں رہتی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصریح کے مطابق اس حدیث سے حسن بصری، شعبی، نخعی، حکم اور امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا ہے، لہٰذا اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس حدیث کو حسن لغیرہٖ کہا جائے گا اور حسن لغیرہٖ سے استدلال ہو سکتا ہے۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ فقہاء احناف نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں مُثلہ کی ممانعت کی گئی ہے اور خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا کہ ان کا یہ استدلال صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

٦۔ بَابٌ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۗ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۗ وَ

جان کا بدلہ جان، اور آنکھ کا بدلہ آنکھ، اور ناک کا بدلہ ناک، اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت ہے اور زخموں میں بدلہ ہے، تو جس نے خوشی سے بدلہ دیا تو وہ اس (کے گناہ) کا کفارہ ہے اور جو اللہ کے نازل

مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ (المائدہ:۴۵)

کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں، سو وہی لوگ ظالم ہیں O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے عنوان میں اس آیت کو اس لیے لکھا ہے کہ یہ آیت اس باب میں مذکور حدیث کے مطابق ہے، کیونکہ اس حدیث میں بھی مذکور ہے کہ "جان کا بدلہ جان ہے"۔

المائدہ:۴۵ سے فقہی مسائل کا استنباط

امام ابوحنیفہ اوران کے اصحاب نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر مسلمان کسی ذمی کو عمداً قتل کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے، تو ذمی کی جان کے بدلہ میں مسلمان کی جان لی جائے گی۔ اور سفیان ثوری کا بھی یہی قول ہے۔ اور یہ آیت البقرہ:۱۷۸ کے لیے ناسخ ہے، کیونکہ اس آیت میں مذکور ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ (البقرہ:۱۷۸)

اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد کے بدلہ آزاد، غلام کے بدلہ غلام اور عورت کے بدلہ عورت۔

کیونکہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ذمی کے بدلہ میں آزاد کو قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ آزاد کے بدلہ میں آزاد کو قتل کیا جائے گا۔ اور المائدہ:۴۵ میں تصریح ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے، یعنی ذمی کی جان کے بدلہ میں مسلمان کی جان کو قتل کیا جائے گا۔

"اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ" یعنی جان کا بدلہ جان ہے، اس آیت کے عموم سے معلوم ہوا کہ آزاد کو غلام کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور مسلمان کو ذمی کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور یہ سفیان ثوری اور فقہاء احناف کا قول ہے، اور امام مالک اور اللیث اور الاوزاعی اور امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور نے کہا ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلہ میں نہیں قتل کیا جائے گا۔ اور التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے: یہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے "وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ" یعنی ہم نے تورات میں یہ فرض کر دیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ہے، جب کسی جان کو ناحق قتل کیا جائے۔ اسی طرح آنکھ کے بدلہ میں آنکھ نکالی جائے اور ناک کے بدلہ میں ناک کاٹی جائے اور کان کے بدلہ میں کاٹا جائے گا اور دانت کے بدلہ میں دانت اکھاڑا جائے گا۔

نیز اس آیت میں فرمایا: "وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ" یعنی زخموں کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔ یعنی جس میں قصاص اور بدلہ لیا جانا ممکن ہو اور مساوات معلوم ہو سکے۔

پھر فرمایا "فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ" یعنی اگر اصحاب حق نے بدلہ کو معاف کر دیا اور اپنے حق کو صدقہ کر دیا تو اس کا یہ صدقہ کرنا، صدقہ کرنے والوں کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ صدقہ کی مقدار کے اعتبار سے اس کے

گناہ منہدم کر دیئے جائیں گے۔

اور اس آیت میں فرمایا: "وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝" یعنی جن لوگوں نے مظلوم کا بدلہ ظالم سے نہیں لیا حالانکہ انہیں عدل کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے درمیان مساوات کرنے کا حکم دیا گیا تھا، تو انہوں نے اس حکم کی مخالفت کی اور ظلم کیا اور حد سے تجاوز کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۰۔۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۷۸۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالثَّيِّبُ الزَّانِي وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّيْنِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان لا الٰہ الا اللہ اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی شہادت دیتا ہو، اس کا خون کرنا تین خصلتوں کے سوا جائز نہیں ہے: (۱) جان کا بدلہ جان (۲) شادی شدہ زانی (۳) دین کو ترک کرنے والا اور جماعت مسلمین کو چھوڑنے والا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۷۶، سنن ترمذی: ۱۴۰۲، سنن نسائی: ۴۰۱۶، سنن ابوداؤد: ۴۳۵۲، سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۴، مسند احمد: ۳۶۱۴، سنن دارمی: ۲۲۹۸)

صحیح البخاری: ۶۸۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور میں ذکر کی ہوئی آیت کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "النفس بالنفس" یعنی جان کا بدلہ جان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، یہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں اور وہ سلیمان الاعمش سے روایت کرتے ہیں اور وہ عبداللہ بن مرہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ از مسروق بن الاجدع سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از ابی بکر بن ابی شیبہ روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے اس کی از عمرو بن عون روایت کی ہے۔ اور امام ترمذی نے اس کی دیات میں از ھناد روایت کی ہے، اور امام نسائی نے اس حدیث کی المحاربہ میں از اسحاق بن منصور روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الا باحدی ثلث" یعنی جو مسلمان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہو، اس کو ان تین خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت کے سوا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "والنفس بالنفس" یعنی جس جان نے کسی کو عمداً ناحق قتل کیا اس جان کو اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الثیب الزانی" ثیب کا معنی ہے جو کنوارا نہ ہو، اور اس کا اطلاق مرد اور عورت دونوں پر ہوتا ہے، کہا جاتا ہے "رجل ثیب وامراۃ ثیب"۔

اس میں یہ بیان ہے کہ جو زانی شادی شدہ ہو اسے قتل کے لیے پیش کیا جائے گا اور وہ اس کو پتھروں کے ساتھ سنگسار کرنا ہے، اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے، اسی طرح مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جو زانی شادہ شدہ نہیں ہے، اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے۔

اگر مرد مرتد ہو تو اس کو بالاتفاق قتل کرنا جائز ہے اور اگر عورت مرتدہ ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے "والمارق من الدین" یعنی جو اپنے دین کو ترک کرنے والا ہو۔

علامہ طیبی نے کہا: "المارق" کا لفظ المروق سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے خروج۔ اور ترمذی کی حدیث میں یہ عبارت ہے "والتارک لدینه المفارق للجماعة" یعنی جو اپنے دین کو چھوڑنے والا ہو اور جماعت سے علیحدہ ہونے والا ہو۔ اور ہمارے شیخ نے شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ وہ مرتد ہے اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو مرد مرتد ہو جائے اور اسلام کی طرف رجوع نہ کرے اور کفر پر اصرار کرے اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور جو عورت مرتدہ ہو، اس کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔ پس اکثر علماء نے کہا ہے کہ عورت مرتدہ بھی مرتد مرد کی طرح ہے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مرتدہ کو نہیں قتل کیا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بر سبیل عموم عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

جو شخص نماز کا تارک ہو تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس کو قتل کیا جائے گا اور زکوٰۃ اور روزہ کے تارک کو قتل نہیں کیا جائے گا، اس فرق کے متعلق فقہاء شافعیہ کی توجیہات اور علامہ عینی کا ان توجیہات کو رد کرنا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "التارک للجماعة" اس حدیث میں جماعۃ کی قید لگائی ہے اور اس میں یہ خبر دی ہے کہ وہ دین معتبر ہے جس کے اوپر پوری جماعت متفق ہو۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ امام شافعی نماز کو ترک کرنے سے بھی مسلمان کو قتل کر دیتے ہیں؟

علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا: کیونکہ وہ اس دین کو ترک کرنے والا ہے جو اسلام ہے یعنی الاعمال۔

پھر انہوں نے یہ سوال کیا کہ زکوٰۃ اور روزہ کے تارک کو کیوں قتل نہیں کیا جاتا؟

اس کا علامہ کرمانی نے یہ جواب دیا کہ زکوٰۃ کو امام قہراً اور جبراً وصول کرتا ہے اور روزہ کے متعلق یہ توجیہ کی گئی ہے کہ روزہ کے تارک سے کھانے اور پینے کو روک لیا جائے گا کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ روزہ کی نیت کرے گا، کیونکہ وہ روزہ کے وجوب کا معتقد ہے۔

علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی نے جو کچھ کہا ہے اس پر اعتراض ہے، رہا علامہ کرمانی کا نماز کے متعلق یہ کہنا کہ تارکِ نماز اس دین کا تارک ہے جو اسلام ہے یعنی الاعمال، تو یہ جواب متوجہ نہیں ہے کیونکہ اسلام دین کا نام ہے اور اعمال دین میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ اللہ عزوجل نے سورۃ العصر میں اعمال کا ایمان پر عطف کیا ہے کیونکہ اس میں ارشاد ہے "اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" (العصر: ۳)، اور معطوف، معطوف علیہ کا غیر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے امام الحرمین پر مذہب شافعی کے مطابق تارکِ نماز کو قتل کرنے سے اشکال ہوا۔ اور علامہ المزنی کا مختار یہ ہے کہ نماز کے تارک کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

اور حافظ ابوالحسن علی بن علی الفضل المصری المالکی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز کا تارک جب سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کرے اور فرضیت کا انکار نہ کرے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ بعض فقہاء شافعیہ نے نماز کے تارک کو قتل کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے:

"مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں"۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ابن دقیق العید نے اس پر رد کیا ہے کہ اگر یہ استدلال اس حدیث کے الفاظ سے ہے تو یہ بہت بعید ہے، کیونکہ کسی چیز پر قتال کرنا اور ہے اور کسی کو قتل کرنا اور ہے، اور اگر ان کا استدلال آپ کے ارشاد کے اس حصہ سے ہے "پس جب انہوں نے یہ کرلیا تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو محفوظ کرلیا" تو یہ اس حدیث کے مفہومِ مخالف سے استدلال ہے، اور مفہومِ مخالف سے استدلال کرنے میں مشہور اختلاف ہے۔ اور اس باب میں جو الفاظ کی عبارت کی دلالت ہے وہ مفہومِ مخالف کی دلالت پر راجح ہے۔

رہا علامہ کرمانی کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ کو امام جبراً اور قہراً وصول کرتا ہے تو اس میں بھی اختلاف مشہور ہے، لہٰذا اس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔

رہا علامہ کرمانی کا یہ کہنا کہ روزہ کا تارک روزہ کے وجوب کا معتقد ہے تو اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ نماز کا تارک بھی نماز کی فرضیت کا معتقد ہے۔

بعض علماء کا اس حدیث سے استدلال کہ اجماع کا انکار کفر ہے

اور بعض نے یہ استدلال کیا ہے کہ اس حدیث میں ہے "التارك الجماعة" اس سے معلوم ہوا کہ اجماع کا مخالف کافر ہے۔

پس جس شخص نے اس چیز کا انکار کیا جس کے وجوب کے اوپر اجماع ہے تو وہ کافر ہے۔

اور صحیح یہ ہے کہ اس میں یہ قید لگانے کی ضرورت ہے کہ جس چیز کے وجوب کا علم دین سے بالبداہۃ ثابت ہو جیسے پانچ نمازیں، سو ان کا انکار کفر ہوگا۔

اور بعض علماء نے یہ قید لگائی کہ جس چیز کے وجوب کا علم تواتر سے معلوم ہو اس کا انکار کفر ہوگا جیسے اس جہان کا حادث ہونا تو اتر سے معلوم ہے کہ جو اس جہان کے تواتر کا انکار کرے تو وہ کفر ہے۔

اور قاضی عیاض نے کہا ہے: جو شخص جہان کو قدیم کہتا ہے اس کے کفر پر بھی اجماع ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جان کا بدلہ جان کے سوا اور شادی شدہ زانی کے سوا اور اپنے دین کو چھوڑنے والے کے سوا کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے''۔

اس حدیث میں تین کو قتل کرنے کے استثناء پر یہ اعتراض کہ جو شخص کسی پر حملہ آور ہو اس کو بھی مدافعت میں قتل کرنا جائز ہے

بعض علماء نے ان تین کے ساتھ حملہ آور کا بھی استثنیٰ کیا ہے، یعنی اگر کسی شخص پر کوئی حملہ کرے اور وہ اپنی مدافعت میں اس کو قتل کر دے تو اس کا قتل کرنا بھی جائز ہے۔ اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حملہ آور کو اس وقت قتل کرنا جائز ہے جب وہ اس کو قتل کر رہا ہو۔ اور اس کے بغیر اس کو عمداً قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ پس یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ اس کو قتل کرنا جائز ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس سے مدافعت کرنا جائز ہے۔

نیز اس حدیث سے خوارج اور باغیوں کو قتل کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ وہ بھی جماعت سے علیحدہ ہونے والے ہیں۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے قتل کرنا واجب ہے۔

اور علامہ ابن عربی نے بعض اپنے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ قتل کرنے کے دس سبب ہیں، اور وہ ان تین سے خارج نہیں ہیں، کیونکہ جس نے جادو کیا یا اللہ تعالیٰ پر سب وشتم کیا، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کیا، یا فرشتہ پر سب وشتم کیا تو وہ کافر ہے۔

علامہ داؤدی کا حدیث مذکور کو المائدہ: ۳۲ سے منسوخ قرار دینا

اور علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے کہ یہ حدیث درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا۔ (المائدہ: ۳۲)

جس شخص نے بغیر جان کے بدلہ کے یا بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا، اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچا لیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچا لیا۔

کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ فساد فی الارض یا دہشت گردی کی وجہ سے بھی کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے اور وہ ان تین کے علاوہ ہے۔ اور جس حدیث میں یہ حکم ہے کہ جو شخص قوم لوط کا عمل کرے تو فاعل اور مفعول کو قتل کر دو تو اس سے بھی یہ حدیث

منسوخ ہے، کیونکہ قوم لوط کا عمل کرنے والے ان تین میں داخل نہیں ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں جانوروں کے ساتھ بدفعلی کرنے والے میں داخل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۰۔ ۶۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابٌ: مَنْ أَقَادَ بِالْحَجَرِ جس نے پتھر سے قصاص لیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے پتھر سے کچل کر یا پتھر مار کر قصاص لیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۷۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ يَهُودِيًّا قَتَلَ جَارِيَةً عَلَى أَوْضَاحٍ لَهَا فَقَتَلَهَا بِحَجَرٍ فَجِيءَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَبِهَا رَمَقٌ فَقَالَ أَقَتَلَكِ فُلَانٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا ثُمَّ قَالَ الثَّانِيَةَ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا ثُمَّ سَأَلَهَا الثَّالِثَةَ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ نَعَمْ فَقَتَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِحَجَرَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن زید از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کو قتل کر دیا جس کے اوپر چاندی کے زیورات تھے، سو اس نے اس لڑکی کو پتھر مار کر قتل کر دیا، پھر اس لڑکی کو نبی ﷺ کے پاس لایا گیا اور اس وقت اس میں بقیہ زندگی تھی، کیا تم کو فلاں نے قتل کیا ہے؟ تو اس نے سر کے اشارہ سے کہا: نہیں! پھر دوبارہ کہا تو اس نے سر کے اشارہ سے کہا: نہیں، پھر تیسری مرتبہ اس سے سوال کیا تو اس نے سر کے اشارہ سے کہا: ہاں! پھر اس یہودی کو نبی ﷺ نے دو پتھروں سے کچل کر قتل کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۳، ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۸۷۹، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۶۷۲، سنن ترمذی: ۱۳۹۴، سنن نسائی: ۴۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۵، مسند احمد: ۱۲۵۹۴، سنن دارمی: ۲۳۵۵)

صحیح البخاری: ۶۸۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن جعفر کا ذکر ہے، وہ غندر ہیں۔

یہ حدیث عنقریب اس باب میں گزر چکی ہے "اذا قتل بحجر"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابٌ: مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ

جس کا کوئی مقتول (رشتہ دار) قتل کر دیا جائے، تو اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس کا کوئی مقتول قتل کر دیا گیا ہو تو اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے، اور مقتول سے مراد یہ ہے کہ جس شخص کو اس قتل سے قتل کیا گیا ہو، یہ مراد نہیں ہے کہ وہ شخص پہلے مقتول ہو۔ اسی طرح حدیث میں ہے "جس نے کسی مقتول کو قتل کیا تو اس سے اتارا ہوا ساز و سامان اسی قتل کرنے والے کے لیے ہے" یہاں بھی مقتول سے مراد وہ ہے جس کو اب قتل کیا جائے گا، کیونکہ مقتول کو قتل کرنا تو تحصیلِ حاصل ہے، اور اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے، اس کا مطلب ہے کہ اس کو قصاص لینے یا دیت لینے میں سے کسی ایک چیز کا اختیار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۸۰ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوا رَجُلًا وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا حَرْبٌ عَنْ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّهُ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ قَتَلَتْ خُزَاعَةُ رَجُلًا مِنْ بَنِي لَيْثٍ بِقَتِيلٍ لَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّ اللهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي أَلَا وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ أَلَا وَإِنَّهَا سَاعَتِي هٰذِهِ حَرَامٌ لَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يَلْتَقِطُ سَاقِطَتَهَا إِلَّا مُنْشِدٌ وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا يُودَى وَإِمَّا يُقَادُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ أَبُو شَاهٍ فَقَالَ اكْتُبْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِلَّا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ خزاعہ نے ایک آدمی کو قتل کر دیا اور عبد اللہ بن رجاء نے کہا: ہمیں حرب نے حدیث بیان کی از یحییٰ، انہوں نے کہا: ہمیں ابو سلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ فتح مکہ کے سال خزاعہ نے زمانہ جاہلیت میں اپنے ایک مقتول کے بدلہ میں بنو لیث کے ایک مرد کو قتل کر دیا، پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، سو آپ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا ہے اور اہلِ مکہ پر اپنے رسول کو اور مومنین کو مسلط کر دیا، سنو اور بے شک مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا، سنو یہ میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت میں حلال کیا گیا ہے، سنو! بے شک یہ اس وقت حرام ہے نہ اس کا کانٹا اکھاڑا جائے گا اور نہ اس کا درخت کاٹا جائے گا اور سوائے اعلان کرنے

الْإِذْخِرَ فَإِنَّمَا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَّا الْإِذْخِرَ وَتَابَعَهُ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ شَيْبَانَ فِي الْفِيلِ قَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ الْقَتْلَ وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ إِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَتِيلِ۔

والے کے اس میں گری ہوئی چیز کو نہیں اٹھایا جائے گا، اور جس شخص کا کوئی مقتول قتل کیا گیا تو اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے، یا اس کو دیت ادا کی جائے گی یا اس کا قصاص لیا جائے گا، پھر اہلِ یمن سے ایک مرد کھڑا ہوا جس کو ابوشاہ کہا جاتا تھا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! اس کو میرے لیے لکھ دیجئے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو ابوشاہ کے لیے لکھ دو، پھر ایک مرد قریش میں سے کھڑا ہوا، اس نے کہا: یارسول اللہ! سوائے اذخر (خشک گھاس) کے کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں میں رکھتے ہیں اور اپنی قبروں میں رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوا اذخر کے۔

اس حدیث کی سند میں حرب کی متابعت عبیداللہ نے کی ہے از شیبان "فیل" کے لفظ میں۔

بعض ائمہ نے کہا ہے از ابونعیم "القتل"۔

اور عبیداللہ نے کہا ہے کہ "یا مقتول کے اہل کے لیے قصاص لیا جائے گا"۔

(صحیح البخاری: ۱۱۲، ۲۴۳۴، ۶۸۸۰، صحیح مسلم: ۱۳۵۵، سنن ابوداؤد: ۲۰۱۷، مسند احمد: ۷۲۰۱، سنن دارمی: ۲۶۰۰)

صحیح البخاری: ۶۸۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ باب کا عنوان بعینہٖ حدیث کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قتلت خزاعة رجلا من بنی لیث بقتیل" خزاعة میں خاء پر پیش ہے اور یہ ایک قبیلہ کا نام ہے جو مکہ پر غالب آ گئے تھے اور اس میں حکومت کرتے تھے، پھر ان کو مکہ سے نکال دیا گیا، پھر وہ مکہ کے ظاہر میں رہتے تھے اور ان کے درمیان اور بنوبکر کے درمیان زمانہ جاہلیت میں کھلی دشمنی تھی۔ اور خزاعہ بنوہاشم بن عبد مناف کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک حلیف تھے اور بنوبکر قریش کے حلیف تھے۔

خزاعہ کے جس مرد نے قتل کیا تھا اس کا نام تھا خراش بن امیہ الخزاعی، اور بنولیث کے مقتول کا نام تھا احمر۔ اور بنولیث مشہور قبیلہ

ہے جس کی نسبت لیث بن بکر بن کنانہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کی طرف ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "حبس عن مكة الفيل" یعنی اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا، اس میں اس مشہور قصہ کی طرف اشارہ ہے جب ابرہہ نے اپنے ہاتھیوں کے لشکر سے مکہ پر حملہ کیا تھا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فهو بخير النظرين" یعنی مقتول کے ولی کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے اور وہ دیت اور قصاص ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "الا الاذخر" یہ ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے جس کو گھروں کی چھتوں میں لکڑیوں کے نیچے رکھتے ہیں۔

پہلی متابعت کی شرح

یعنی حرب بن شداد نے عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام الکوفی کی متابعت کی ہے اور وہ بھی امام بخاری کے شیخ ہیں۔ اور "الفیل" سے مراد ہے ہاتھی، اور کتاب العلم میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ سے قتل کو روک دیا یا "فیل" یعنی ہاتھی کو، اس میں راوی کو شک ہے۔

دوسری متابعت کی شرح

اس متابعت میں مذکور ہے "قال بعضهم عن ابی نعيم القتل" بعض سے مراد محمد بن یحییٰ الزحلی ہیں، کیونکہ انہوں نے ابونعیم الفضل بن دکین سے قتل کے لفظ کی روایت کی ہے۔

تیسری متابعت کی شرح

عبید اللہ نے کہا، اور یہ عبید اللہ بن موسیٰ المذکور ہیں جو امام بخاری کے شیخ ہیں، یعنی انہوں نے اپنی روایت میں کہا "یا مقتول کے ورثاء کے لیے قصاص لیا جائے گا"۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ - ۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۶۸۸۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قتلِ عمد میں قاتل سے دیت لینے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مقتول کے ولی کو اختیار ہے خواہ قصاص لے اور خواہ دیت لے، اگر چہ قاتل راضی نہ ہو۔ یہ مذہب ابن المسیب، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے۔ اور اشعب نے اس کو امام مالک سے روایت کیا ہے، اور لیث، الاوزاعی، امام شافعی، امام احمد، ابو اسحاق اور ابو ثور کا بھی یہی قول ہے۔
اور فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا کہ قتلِ عمد میں صرف قصاص ہے اور مقتول کے ورثاء دیت نہیں لیں گے سوا اس کے کہ قاتل راضی ہوں، اس کی ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے اور یہی امام مالک کا مشہور قول ہے، اور یہی ثوری کا اور فقہاء کوفہ کا مذہب ہے۔ اختلاف کا فائدہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص مطلقاً کہے کہ میں نے معاف کر دیا اور دیت کا ذکر نہ کرے، پس معروف یہ ہے کہ اس صورت میں دیت نہیں ہوگی۔ اور ابن القاسم نے کہا: اس سے حلف لیا جائے گا کہ اس نے بغیر

دیت کے عفو کا ارادہ نہیں کیا۔

فقہاء کی پہلی جماعت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ" (البقرہ:۱۷۸) (سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا)۔

یعنی اس کے لیے دیت کو ترک کر دیا گیا اور وہ اس سے دیت پر راضی تھا "فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ" (البقرہ:۱۷۸)، پس مقتول کے وارث پر دیت کے مطالبہ میں معروف طریقہ سے اتباع کرنی ہے، اور قاتل پر لازم ہے کہ وہ اس دیت کو اچھے طریقہ سے ادا کرے، اور یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف ہے (البقرہ:۱۷۸)۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ ہم سے پہلے تھے ان پر صرف یہ فرض کیا گیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ یا تو اس کی دیت ادا کی جائے گی یا قصاص لیا جائے گا، اور یہ اس پر نصِ صریح ہے کہ دیت کے لینے کو یا قصاص کو مقتول کے ورثاء کی طرف مفوض کیا ہے، اور نظر کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دیت قاتل کی رضامندی کے بغیر لازم ہوتی ہے کیونکہ قاتل پر دیت کے ذریعہ نفس کو زندہ کرنا فرض ہے۔

اور دوسرے فقہاء کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ النضر کی بیٹی جو ربیعہ تھیں انہوں نے اپنی باندی کے سامنے کے دانت توڑ دیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اللہ کی کتاب میں قصاص کا حکم ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۰۳)، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص لینے کا حکم دیا اور قصاص اور دیت لینے کے درمیان اختیار نہیں دیا تو اس سے ثابت یہ ہوا کہ قرآن اور سنت سے قتلِ عمد میں صرف قصاص ہے، کیونکہ اگر اس میں اختیار ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خبر دیتے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا اور یہ خبر دی کہ اللہ کی کتاب کا حکم یہی ہے تو ہمارا قول ثابت ہو گیا۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوشریح الخزاعی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا کوئی بندہ قتل کر دیا گیا یا مار دیا گیا تو وہ تین چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کرے، یا قصاص لے، یا معاف کر دے، یا دیت لے، پس اگر وہ چوتھی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھوں کو پکڑ لو، اور جس نے اس کے بعد حد سے تجاوز کیا تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۹۶، سنن ابن ماجہ: ۲۶۲۳)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب قتل کرنے والا دیت کے تاوان کو دینے پر راضی ہوتا کہ احادیث میں تعارض نہ ہو۔

اگر کوئی شخص قاتل سے کہے کہ میں تمہارا گھر لینے پر راضی ہوں تاکہ اس کے عوض قصاص میں تم کو قتل نہ کروں، تو قاتل پر واجب ہے کہ وہ اپنا گھر مقتول کے اس وارث کے حوالہ کر دے اور اپنی جان کو بچا لے، اور اگر وہ انکار کرے تو اس کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور اس سے جبراً وہ گھر لے کر ولی کو نہیں دیا جائے گا، پس اسی طرح دیت پر بھی جبر نہیں کیا جائے گا اور اس سے کرھاً نہیں لی جائے گی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۳۴۴۔ ۳۴۵ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

مقتول کے ورثاء کا قاتل سے دیت لینے کے متعلق فقہاء احناف کا صحیح مذہب

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (البقرہ:۱۷۸)

سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا تو (اس کا) دستور کے مطابق مطالبہ کیا جائے اور نیکی کے ساتھ اس کی ادائیگی کی جائے، یہ (حکم) تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے، پھر اس کے بعد جو حد سے تجاوز کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے O

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ولی کو یہ حکم دیا ہے کہ جب اسے کوئی شے دی جائے تو وہ اس کی معروف طریقہ سے اتباع کرے اور ''الشیء'' کا لفظ قلیل اور کثیر دونوں کو شامل ہے، پس یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ قصاص سے قلیل اور کثیر مال پر صلح کرنا جائز ہے اور یہ قتلِ خطا اور قتلِ شبہ عمد کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں جب دیت سے اکثر پر صلح کی جائے تو وہ جائز نہیں ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۷ ص ۴۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک قاتل سے قتل کا قصاص لینا لازم ہے، لیکن اگر مقتول کے ورثاء قاتل کو بالکلیہ معاف کر دیں تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، یا وہ اس سے مال پر صلح کر لیں خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ ہو تو وہ بھی جائز ہے۔

صحیح البخاری ۶۸۸۰ ، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا''۔

مکہ سے ہاتھیوں کو روکنے کا قصہ

یہ قصہ مشہور ہے، اس کو امام ابن اسحاق نے تفصیل سے بیان کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ابرہہ حبشی جب یمن کے علاقہ پر غالب ہوا اور وہ نصرانی مذہب سے تعلق رکھتا تھا تو اس نے ایک گرجا بنایا اور لوگوں کو لازم کیا کہ اس گرجے کی طرف حج کرنے کے لیے آئیں، پس بعض عربوں کو یہ ناگوار ہوا اور انہوں نے گرجے کے دربانوں کو غافل پا کر اس گرجے میں پاخانہ کر دیا اور بھاگ گئے، اس سے ابرہہ غضب ناک ہوا اور اس نے کعبہ کو ڈھانے کا قصد کیا، پھر اس نے ایک بڑا لشکر تیار کیا اور اس لشکر میں ہاتھیوں کی بڑی تعداد کو اپنے ساتھ رکھا، پس جب وہ مکہ کے قریب پہنچا تو حضرت عبدالمطلب اس کے پاس آئے اور وہ بہت حسین وجمیل تھے، انہوں نے اس سے یہ مطالبہ کیا کہ ابرہہ نے جو ان کے اونٹ چھین لیے ہیں وہ ان کو واپس کر دے، ابرہہ نے کہا: میرا گمان تھا کہ تم مجھ سے صرف کعبہ پر حملہ کرنے کے متعلق سوال کرو گے تو حضرت عبدالمطلب نے کہا: اس بیت کا ایک مالک اور رب ہے وہ خود عنقریب اس کی حفاظت کرے گا، تو ابرہہ نے ان کے اونٹ واپس کر دیے اور ابرہہ اپنے لشکروں کو لے کر مکہ کی طرف بڑھا، اس نے ہاتھیوں کو آگے کیا، ہاتھی وہاں پر بیٹھ گئے اور وہ ان کو اٹھانے سے عاجز ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے پرندے بھیجے اور ہر پرندہ کے پاس تین پتھر تھے، دو پتھر ان کے پیروں میں تھے اور ایک پتھر ان کی چونچ میں تھا، وہ پتھر ابرہہ کے لشکر پر گرا دیے، پس ان میں سے کوئی شخص نہ بچا، مگر وہ ان پتھروں سے زخمی ہو گیا۔

اور امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ابرہہ کے پاس عبدالمطلب آئے اور حضرت عبدالمطلب نے کہا: یہ اللہ کا گھر ہے، اللہ نے اس پر کسی کو مسلط نہیں کیا، ابرہہ کے لشکر نے کہا: ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک کہ کعبہ کو منہدم نہ کردیں، پھر جب بھی وہ اپنے ہاتھیوں کو آگے بڑھاتے تو ہاتھی پیچھے ہٹ جاتے، پس اللہ تعالیٰ نے ابابیل پرندوں کو بلایا اور ہر ایک کو ایک سیاہ پتھر دے دیا، جب وہ کعبہ کے بالمقابل آئے تو ان پرندوں نے ان کو وہ پتھر مارے، پس جس کو بھی وہ پتھر لگ جاتا اس کو خارش شروع ہو جاتی اور جو بھی اپنی کھال کو کھجاتا تو اس کا گوشت نکل آتا۔

اور امام طبری نے سندِ صحیح کے ساتھ عکرمہ سے روایت کی ہے کہ یہ پرندے سبز رنگ کے تھے، سمندر سے نکلے تھے اور ان کے سر درندوں کے سروں کی طرح تھے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۸۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَتْ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ قِصَاصٌ وَلَمْ تَكُنْ فِيهِمُ الدِّيَةُ فَقَالَ اللَّهُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى﴾ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَالْعَفْوُ أَنْ يَقْبَلَ الدِّيَةَ فِي الْعَمْدِ قَالَ ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ﴾ أَنْ يَطْلُبَ بِمَعْرُوفٍ وَيُؤَدِّيَ بِإِحْسَانٍ۔

(صحیح البخاری: ۴۴۹۸، ۶۸۸۱، سنن نسائی: ۴۷۸۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قصاص تھا اور ان میں دیت نہیں تھی، پس اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے فرمایا: "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى" (البقرہ: ۱۷۸)، (تمہارے لیے قتلِ عمد میں مقتولین کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے) یہ اس آیت تک ہے "فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ" (البقرہ: ۱۷۸)، (پس جس شخص کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کوئی شے معاف کردی گئی)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس عفو یعنی معاف کرنا یہ ہے کہ قتلِ عمد میں دیت کو قبول کرلے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ" (البقرہ: ۱۷۸)، یعنی بھلائی کے ساتھ دیت کا مطالبہ کیا جائے اور بھلائی کے ساتھ دیت کو ادا کیا جائے۔

صحیح البخاری: ۶۸۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ مقتول کے ولی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ قصاص کو ترک کردے اور خون بہا لینے پر راضی ہو جائے، اور یہ کہ خون بہا لینے میں یا قصاص لینے میں اختیار مقتول کے ولی کی طرف ہے، اور اس میں قاتل کی رضامندی کی شرط نہیں ہے، اور امام بخاری کا اس باب سے عنوان کا یہی مقصود ہے، کیونکہ انہوں نے عنوان میں کہا ہے "جس کا کوئی مقتول قتل کیا گیا

اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے یعنی قصاص لینے کا یا خون بہا لینے کا''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمرو کا ذکر ہے، وہ ابن دینار ہیں۔ اور اس سے پہلے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں یہ حدیث گزر چکی ہے از حمیدی از سفیان، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی عمرو نے، انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، اسی طرح ابن عیینہ نے اس حدیث کو سندِ موصول کے ساتھ عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے۔ اور ابن عیینہ عمرو بن دینار کی حدیث کو اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''بنی اسرائیل میں قصاص تھا'' یعنی بنی اسرائیل کے دین میں قصاص لینا لازم تھا اور اس میں خون بہا یا دیت لینے کی گنجائش نہیں تھی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین میں قصاص نہیں تھا، اس میں صرف خون بہا اور دیت تھی، اور یہ دونوں دین ایک طرف میں واقع تھے اور دینِ اسلام متوسط ہے، اس میں قصاص بھی ہے اور خون بہا بھی ہے یعنی مقتول کے ورثاء قصاص کے عوض قاتل سے جتنا مال لینے پر راضی ہو جائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ'' عفو یہ ہے کہ مقتول کا ولی قتلِ عمد میں خون بہا کو قبول کر لے یعنی قصاص لینے کو ترک کر دے اور اس سے خون بہا لینے پر راضی ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ'' یعنی وہ قاتل سے خون بہا کا مطالبہ معروف طریقہ سے کرے اور قاتل مقتول کے ورثاء کو خون بہا احسن طریقہ سے ادا کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابُ: مَنْ طَلَبَ دَمَ امْرِءٍ بِغَيْرِ حَقٍّ — اس کا بیان جس نے کسی مرد سے خونِ ناحق طلب کیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے کسی مرد کا خونِ ناحق طلب کیا اس کا کیا حکم ہے؟

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللهِ ثَلَاثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِءٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهَرِيقَ دَمَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از عبداللہ بن ابی حسین، انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض تین شخص ہیں، حرم میں الحاد (گناہ) کرنے والا، اور اسلام میں جاہلیت کے

طریقہ کو طلب کرنے والا، اور کسی مرد سے خون کو طلب کرنے والا تا کہ اس کا خون بہائے۔

صحیح البخاری: ۶۸۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں بھی یہ مذکور ہے کہ جس نے کسی مرد سے ناحق خون کا مطالبہ کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، اور وہ حکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، وہ ابن ابی حمزہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن ابی حسین، وہ عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی حسین المدنی النوفلی ہیں جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے نافع بن جبیر، وہ ابن مطعم القرشی المدنی ہیں۔ اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ابغض الناس" یہ بغض کا اسم تفضیل ہے اور اللہ تعالیٰ کے کسی سے بغض رکھنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف کوئی مکروہ چیز پہنچائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ملحد فی الحرم" مُلحِد کا معنی ہے: جو حق اور میانہ روی سے عدول کرے یعنی ظالم۔
اگر یہ سوال کیا جائے کہ جو شخص گناہِ صغیرہ کا مرتکب ہو وہ بھی حق سے عدول کرتا ہے تو کیا اس کو بھی مُلحد کہا جائے گا؟
اس کا جواب یہ ہے کہ مُلحد کا لفظ عرف میں اس کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو دین سے خارج ہو جائے، اور جب کسی ایسے شخص کے لیے مُلحِد کا لفظ استعمال کیا جائے جس نے کسی معصیت کا ارتکاب کیا ہو تو اس میں یہ اشارہ ہوگا کہ یہ معصیت بہت عظیم ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حرم میں اِلحاد کرنا بہت بڑا گناہ کبیرہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حرم میں ظلم کرنے کا معنی یہ ہے کہ حرم میں کوئی تبدیلی کی جائے، یا حرم کے احکام کو بدل دیا جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ومبتغ فی الاسلام سنة الجاهلية" یعنی جو شخص اسلام میں زمانہ جاہلیت کے طریقہ کو طلب کرے، مثلاً کسی کے مرنے کے اوپر نوحہ کرے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں کسی کے مرنے پر نوحہ کیا جاتا تھا۔
المہلب نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ تینوں تمام اہلِ معاصی میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہیں، جیسے کہا جاتا ہے "اکبر الکبائر" ورنہ مطلقاً سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض گناہ شرک کرنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۶۔۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۶۸۸۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حرم میں معصیت پر شدید مواخذہ ہونا

سفیان ثوری نے اپنی تفسیر میں از سدی از مرہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: جو شخص بھی کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے وہ لکھ دی جاتی ہے مگر کوئی مرد عدن میں ارادہ کرے کہ وہ کسی مرد کو بیت الحرام میں قتل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دردناک عذاب چکھاتا ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صرف ارادہ کرنے کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جاتا لیکن اگر کوئی شخص حرم میں گناہ کا ارادہ کرے تو اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث میں اس کی بھی مذمت کی ہے جو اسلام میں سنتِ جاہلیہ کو طلب کرتا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام نے جس کام کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے مثلاً فال نکالنے کے لیے پرندے اڑانا اور کہانت وغیرہ سے اسلام نے منع کیا ہے، اب کوئی اسلام لانے کے بعد یہ کام کرے گا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مبغوض ہوگا۔

نیز امام الطبرانی اور الدارقطنی نے حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے سرکش شخص وہ ہے جو اپنے قاتل کے غیر کو قتل کرے یا اسلام میں زمانہ جاہلیت کے خون کو طلب کرے''۔ اور اس حدیث سے بھی یہ مراد لی جاسکتی ہے جو اسلام میں سنتِ جاہلیہ کو طلب کرے۔

الزہری نے عطاء بن یزید سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے مزدلفہ میں قتل کر دیا یعنی غزوہ فتح مکہ کے موقع پر، اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان تین سے زیادہ مبغوض ہو، ایک وہ مرد جو حرم میں قتل کرے اور ایک وہ مرد جو اپنے قاتل کے غیر کو قتل کرے اور ایک وہ مرد جو زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر کسی کے بدلہ میں قتل کرے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۴۔ ۲۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۰۔ بَابُ: اَلْعَفْوِ فِي الْخَطَإِ بَعْدَ الْمَوْتِ موت کے بعد قتلِ خطاء میں معاف کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مقتول کا ولی قتلِ خطاء میں قاتل کو مقتول کی موت کے بعد معاف کر دے، اور یہ مراد نہیں ہے کہ مقتول معاف کر دے، کیونکہ یہ محال ہے۔

امام بخاری نے موت کے بعد کی قید لگائی ہے، کیونکہ اس کا اثر اسی وقت ظاہر ہوگا، کیونکہ اگر مقتول کے ولی نے اس کو معاف کر دیا پھر وہ مر گیا تو اس کے معاف کرنے کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوگا، کیونکہ اگر وہ زندہ رہتا تو معلوم ہوتا کہ اس کے معاف کرنے کی وجہ سے اس کے اوپر کوئی تاوان نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ مقتول کے ولی کا معاف کرنا مقتول کی موت کے بعد ہوتا ہے، اور مقتول کی موت سے پہلے قاتل کو معاف کرنے میں اہل الظاہر کا اختلاف ہے، کیونکہ انہوں نے قاتل کے معاف کرنے کو باطل قرار دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۸۳۔ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ يَوْمَ أُحُدٍ ح و حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ يَعْنِي الْوَاسِطِيَّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ صَرَخَ إِبْلِيسُ يَوْمَ أُحُدٍ فِي النَّاسِ يَا عِبَادَ اللهِ أُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ أُولَاهُمْ عَلَى أُخْرَاهُمْ حَتَّى قَتَلُوا الْيَمَانِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ أَبِي أَبِي فَقَتَلُوهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ غَفَرَ اللهُ لَكُمْ قَالَ وَقَدْ كَانَ انْهَزَمَ مِنْهُمْ قَوْمٌ حَتَّى لَحِقُوا بِالطَّائِفِ۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۰، ۳۸۲۴، ۴۰۶۵، ۶۶۶۸، ۶۸۸۳، ۶۸۹۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ (بن ابی المغراء) نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ غزوہ احد کے دن مشرکین کو شکست ہوگئی ح اور مجھے محمد بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریاء یعنی الواسطی نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ غزوہ احد کے دن ابلیس لوگوں میں چلایا اے اللہ کے بندو! اپنے پیچھے والوں کو قتل کرو، پس لشکر کے پہلے لوگ پچھلے لوگوں پر پلٹے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت یمان کو قتل کر دیا، پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے چلا کر کہا: یہ میرے باپ ہیں، یہ میرے باپ ہیں لیکن لوگوں نے ان کو قتل کر دیا، پس حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

انہوں نے کہا: ان میں سے ایک قوم شکست کھا گئی حتیٰ کہ وہ طائف جا پہنچے۔

صحیح البخاری: ۶۸۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے'' اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے تم کو معاف کر دیا ہے، کیونکہ مسلمانوں نے حضرت یمان رضی اللہ عنہ کو خطاءً قتل کر دیا تھا جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد تھے، پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کیے جانے کے بعد قاتلوں کو معاف فرما دیا تھا۔

امام ابو اسحاق الفزاری نے ''سِیَر'' میں از الاوزاعی از الزہری یہ بیان کیا ہے کہ مسلمانوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد کو غزوۂ احد میں خطاء سے قتل کر دیا تھا، پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ تمام رحم کرنے والوں

میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، پس نبی ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے لیے نیکی کی دعائیں اور اضافہ فرمایا۔
امام بخاری نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ایک سند فروہ سے ہے اور دوسری سند محمد بن حرب سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اخراکم" یعنی تم اپنے پیچھے والوں کو قتل کر دیا پیچھے والوں سے محتاط رہو۔
اس حدیث میں مذکور ہے "حتیٰ کہ انہوں نے یمان کو قتل کر دیا" یعنی مسلمانوں نے حضرت یمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "ابی ابی" یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "ھذا ابی" یہ میرے باپ ہیں، یہ میرے باپ ہیں ان کو قتل نہ کرو، اور مسلمانوں نے ان کی بات نہیں سنی اور انہوں نے حضرت یمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا، ان کا یہ گمان تھا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مشرکین میں سے ہیں، تب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے دعا کی۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے دعا کی اور اپنے والد کی دیت کو مسلمانوں پر صدقہ کر دیا۔
اور علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مسلمان اپنے صاحب کو خطأ قتل کر دے، جب گھمسان کی جنگ ہو رہی ہو تو اس پر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا، اور اسی طرح تمام اژدہامات اور رش کے مواقع میں حکم ہے، سوا اس کے جب کوئی شخص کسی کو ہلاک کرنے کا قصد کرے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "بالطائف" یہ مشہور شہر ہے جو مکہ کے پیچھے ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۱۔ بَابُ: قَوْلِ اللهِ تَعَالٰی:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ (النساء: ۹۲)

باب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کر دے ماسوا خطا کے (نادانستہ طور پر) اور جس نے کسی مسلمان کو خطاء (بلاقصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے، اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کر دیں، پھر اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول) مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان گردن کا آزاد کرنا لازم ہے، اور اگر وہ (مقتول) اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان گردن کو آزاد کیا جائے، سو جو شخص (غلام یا باندی کو) نہ پائے تو وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے، یہ اللہ کی طرف سے (اس کی) توبہ ہے اور اللہ

بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

النساء: ۹۲ میں مذکور احکام کا خلاصہ

اس باب میں کسی حدیث کا ذکر نہیں کیا گیا، اور یہ آیت (النساء: ۹۲) دیات کے احکام میں اصل ہے، سو اس آیت میں دو دیتیں ذکر کی گئی ہیں اور تین کفارات ذکر کئے گئے ہیں۔

مومن کو دارالاسلام میں قتل کر دیا جائے تو اس میں دیت بھی ادا کرنی ہے اور کفارہ بھی دینا ہے، مومن کو دارالحرب میں مشرکین کی صف میں قتل کر دیا جائے جب کہ مومن مشرکین کے ساتھ ایک صف میں حاضر ہو پس مسلمان اس کو قتل کر دیں تو اس صورت میں صرف کفارہ ہے دیت نہیں ہے، ذمی کو دارالاسلام میں قتل کر دیا جائے تو اس میں دیت بھی ادا کرنی ہے اور کفارہ بھی ادا کرنا ہے۔

النساء: ۹۲ کے شانِ نزول میں متعدد روایات

مجاہد اور عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عیاش بن ابی ربیعہ المخزومی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، انہوں نے ایک مسلمان مرد کو قتل کر دیا تھا اور ان کو اس کے مسلمان ہونے کا علم نہیں تھا، اس مرد کو مکہ میں ابوجہل کے ہاتھوں عذاب دیا جاتا تھا، پھر یہ مسلمان ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا، پس راستہ میں اس کی حضرت عیاش بن ابی ربیعہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور ان کا گمان یہ تھا کہ یہ کافر ہے، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ ایک غلام کو آزاد کریں اور یہ آیت نازل ہوئی، یہ امام طبری کی بیان کردہ تفسیر ہے جو مجاہد اور عکرمہ سے مروی ہے۔

اور السدی نے کہا ہے: اس مسلمان مرد کو فتحِ مکہ کے دن قتل کر دیا تھا اور وہ مکہ سے باہر آئے اور ان کے اسلام کا کسی کو علم نہیں تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے والد تھے، وہ ایک لشکر میں تھے پس لشکر سے نکل کر ایک گھاٹی کی طرف گئے، وہاں ایک مرد کو اس کی بکریوں کے ساتھ پایا، انہوں نے اس مرد کو قتل کر دیا اور اس کی بکریاں لے لیں اور وہ مرد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ رہا تھا تو پھر ان کے دل میں اس کو قتل کرنے سے تردّد پیدا ہوا، انہوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے اس کے قتل پر انکار فرمایا کیونکہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ چکا تھا، سو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے والد کے متعلق نازل ہوئی ہے جب غزوہ احد میں ان کو مسلمانوں نے خطاءً قتل کر دیا، اس کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں ہو چکا ہے۔

النساء: ۹۲ کے بعض الفاظ کی تفسیر از علامہ عینی

اس آیت میں مذکور ہے "اِلَّا خَطَـًٔا"۔

بہ ظاہر اس آیت کا یہ معنی ہے کہ مومن کے لیے دوسرے مومن کو خطاءً قتل کرنا جائز ہے، لیکن یہ معنی مراد نہیں ہے، کیونکہ مومن کا قتل مشروع نہیں ہے نہ خطاءً اور نہ عمداً، لیکن اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی مومن نے دوسرے مومن کو خطاءً قتل کر دیا تو اس کو

مسلمان غلام بھی آزاد کرنا ہوگا اور دیت بھی ادا کرنی ہوگی۔

اس آیت میں مذکور ہے "مُّؤْمِنَةٍ" اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو مسلمان غلام آزاد کرنا ہوگا اور کسی کافر غلام کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور الشعبی سے، ابراہیم النخعی سے اور حسن بصری سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ مسلمان بچے کو بھی آزاد کرنا کافی نہیں ہے، سوا اس کے کہ وہ مسلمان بچہ قصداً ایمان لایا ہو۔ اور امام ابن جریر کا مختار یہ ہے کہ جب کہ وہ بچہ مسلمان ماں باپ کے ہاں پیدا ہوا تو پھر اس کو آزاد کرنا جائز ہے ورنہ نہیں، اور جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ جب وہ بچہ مسلمان ہو تو اس کا کفارہ میں آزاد کرنا درست ہے خواہ وہ بچہ ہو یا بڑا ہو۔

اس آیت میں مذکور ہے "اِلَّآ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا" یعنی اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو قتل کر دیا تو مقتول کے وارثوں کو اس کی دیت ادا کرنا واجب ہے، ہاں اگر مقتول کے وارث اس دیت کو معاف کر دیں تو پھر واجب نہیں ہے۔

اس آیت میں مذکور ہے "فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ" یعنی مسلمان نے جس کو قتل کیا ہے وہ مقتول مومن ہو اور اس کے اولیاء کافر حربی ہوں تو پھر ان کو اس مسلمان مقتول کی دیت نہیں ادا کی جائے گی اور اس کے قاتل کے اوپر لازم ہے کہ وہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے اور اس کے علاوہ کچھ واجب نہیں ہے۔

اس آیت میں مذکور ہے "وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ" یعنی وہ مقتول اس قوم سے ہو جس قوم کے ساتھ تمہاری صلح ہو اور معاہدہ ہو تو اس صورت میں اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے گی اور ایک مسلمان غلام آزاد کیا جائے گا۔

نیز اس آیت میں مذکور ہے "مُتَتَابِعَیْنِ" یعنی جس شخص کو مسلمان غلام آزاد کرنے کے لیے میسر نہ ہو تو وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے اور ان کے درمیان کوئی روزہ نہ چھوٹے، اگر اس نے مرض یا حیض یا نفاس کے عذر کے بغیر درمیان سے کوئی روزہ چھوڑ دیا تو از سر نو دو ماہ کے روزے رکھے گا۔ اور سفر کے اندر کیا وہ درمیان میں روزہ چھوڑ سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں۔

اس آیت میں مذکور ہے "تَوْبَةً" یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے اور تمہارے لیے آسانی ہے کہ اگر تم مسلمان غلام آزاد نہ کر سکو تو اس کے بجائے دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو۔

نیز اس آیت میں مذکور ہے "وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۹۲﴾" یعنی اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ سے یہ علم ہے کہ اس کے بندوں کی مصلحت میں کیا ہونا چاہیے، اس لیے وہ بندوں کی مصلحت کے مطابق انہیں فرائض کا مکلف فرماتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۹۔ ۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسلمان پر قصاص صرف اس صورت میں ہے جب وہ کسی مسلمان کو قتل کرے، یعنی ذمی کو قتل کرنے کی وجہ سے مسلمان پر قصاص نہیں ہے، اس پر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے دلائل

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مسلمان سے قصاص لینا مسلمان کو قتل کرنے کے ساتھ مخصوص ہے، پس اگر مسلمان نے

کسی کافر کو قتل کیا تو اس مسلمان پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی خواہ وہ مقتول حربی ہو یا غیر حربی ہو، کیونکہ ان آیات میں مقتولین کے احکام بیان کیے گئے، پہلے عمداً مقتولین کے احکام بیان کیے، پھر خطاءً مقتولین کے متعلق احکام بیان کیے۔

حربی کو قتل کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (النساء:۸۹)

پھر اگر وہ روگردانی کریں تو ان کو پکڑو اور ان کو جہاں پاؤ قتل کردو۔

نیز النساء: ۹۲ میں فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا

اور کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کردے ماسوا خطا کے (نادانستہ طور پر)۔

اس آیت کا مفہومِ مخالف یہ ہے کہ مسلمان کے لیے کافر کو عمداً قتل کرنا جائز ہے اور اس حکم سے ذمی خارج ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مومن کو خطاءً قتل کرنے پر دیت اور کفارہ لازم کیا ہے اور کافر کو قتل کرنے پر یہ لازم نہیں کیا، پس اس آیت سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ کافر کو قتل کرنے پر کچھ واجب نہیں ہوتا خواہ وہ کافر ذمی ہو، اور اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ (النساء:۱۴۱)

اور اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کے خلاف (غلبہ کی) ہرگز ہرگز کوئی سبیل نہیں بنائے گا O

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۶، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے دلائل کا جواب از مصنف

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ کافر ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا، اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مسلمان نے کافر ذمی کو قتل کردیا تو قصاص میں اس ذمی کافر کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کیا جائے گا، کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ۔ الآیۃ (المائدہ:۴۵)

اور ہم نے ان پر (تورات) میں فرض کیا تھا کہ جان کے بدلہ میں جان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے اور اس میں مسلمان یا کافر کی قید نہیں لگائی، اس لیے امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان نے ذمی کافر کو قتل کردیا تو اس کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کردیا جائے گا، جیسا کہ اس آیت کے عموم اور اطلاق سے ظاہر ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے النساء: ۹۲ کے مفہومِ مخالف سے یہ استدلال کیا ہے کہ کافر ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا اور ہمارا استدلال قرآن مجید کی صریح آیت سے ہے اور اس کی تائید میں درج ذیل احادیث ہیں:

امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو ایک معاہد (ذمی) کے بدلہ میں قتل کردیا اور

فرمایا: جولوگ اپنے معاہدہ کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے بڑھ کر کریم ہوں۔
(سنن دار قطنی، الحدیث: ۳۲۳۲، سنن کبری للبیہقی ج ۸ ص ۳۰)

عبدالرحمن بن البلیمانی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان سے قصاص لیا جس نے ایک یہودی کو قتل کر دیا تھا۔
(سنن دار قطنی، الحدیث: ۳۲۳۳)

عبدالرحمن بن البلیمانی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذمی کے بدلہ میں اہلِ قبیلہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا اور فرمایا: جولوگ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے زیادہ کریم ہوں۔ (سنن دار قطنی، الحدیث: ۳۲۳۴)

قتلِ خطاء میں دیت کی مقدار

اس باب میں جن آیات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں قتلِ خطاء کی دیت کو ادا کرنے کو واجب قرار دیا ہے، اس لیے ہم یہاں پر قتلِ خطاء کی دیت کو بیان کر رہے ہیں:

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتلِ خطاء کی دیت یہ مقرر کی ہے: ایک سال کی بیس اونٹنیاں، ایک سال کے بیس اونٹ، دوسال کی بیس اونٹنیاں، تین سال کی بیس اونٹنیاں، اور چار سال کی بیس اونٹنیاں۔
(سنن ترمذی: ۱۳۹۱، سنن ابوداؤد: ۴۵۴۵، سنن نسائی: ۴۸۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۶۳۱، موطا امام مالک: ۱۶۰۵)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتلِ خطاء کی دیت میں ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم بھی دیے جا سکتے ہیں۔
(ہدایہ اخیرین ص ۵۸۴۔۵۸۵، شرکت علمیہ، ملتان)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتلِ خطاء کی دیت کی ادائیگی کی مدت تین سال ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۰۷)

۱۲۔ بَابٌ: إِذَا أَقَرَّ بِالْقَتْلِ مَرَّةً قُتِلَ بِهِ

اس کا بیان کہ جب کسی مرد نے ایک مرتبہ قتل کا اقرار کرلیا، تو اس کو اس کے سبب سے قتل کر دیا جائے گا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے ایک مرتبہ قتل کا اقرار کرلیا تو اس کے اقرار کی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۸۴۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَقِيلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ هَذَا أَفُلَانٌ أَفُلَانٌ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ فَأَوْمَأَتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک

بِرَأْسِهَا فَجِيءَ بِالْيَهُودِيِّ فَاعْتَرَفَ فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَرُضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ وَقَدْ قَالَ هَمَّامٌ بِحَجَرَيْنِ.

رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا، اس لڑکی سے پوچھا گیا: تمہارے ساتھ یہ (ظلم) کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے، کیا فلاں نے؟ حتیٰ کہ اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس لڑکی نے سر سے اشارہ کیا (یعنی ہاں)، پھر اس یہودی کو لایا گیا، سو اس نے اعتراف کر لیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قصاص لینے کا حکم دیا تو اس کا سر پتھر سے کچل دیا گیا۔

اور ہمام نے کہا: دو پتھروں کے ساتھ کچل دیا گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۳، ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۸۷۹، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۶۷۲، سنن ترمذی: ۱۳۹۴، سنن نسائی: ۴۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۵، مسند احمد: ۱۲۵۹۴، سنن دارمی: ۲۳۵۵)

صحیح البخاری: ۶۸۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس یہودی نے ایک مرتبہ اس لڑکی کو پتھر سے کچلنے کا اعتراف کیا تو اس اقرار کی وجہ سے اس یہودی کو پتھر سے کچل کر قتل کر دیا گیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ علامہ الغسانی نے کہا: میں نے اسحاق کے لفظ کو کسی کے نزدیک بھی منسوب لکھا ہوا نہیں پایا اور ہو سکتا ہے یہ اسحاق بن منصور ہوں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اسحاق بن منصور بن بہرام الکوسج ابو یعقوب المروزی، یہ آخر میں نیشا پور کی طرف منتقل ہو گئے تھے اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں، یہ دو سو اکیاون ہجری (۲۵۱ ھ) میں فوت ہو گئے تھے، دوسرا قول ہے کہ یہ بعید نہیں ہے کہ یہ اسحاق بن راہو یہ ہوں، کیونکہ وہ بھی حبان سے بہت زیادہ روایت کرتے ہیں یعنی حبان بن ہلال الباہلی سے۔ اور اس حدیث کی سند میں ہمام کا ذکر ہے، یہ ہمام بن یحییٰ بن دینار البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فقیل لھا" یعنی اس لڑکی سے سوال کیا گیا، اس لڑکی سے اس لیے سوال کیا گیا حالانکہ اس لڑکی سے کچھ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ وہ لڑکی اس شخص کو پہچانتی تھی جس پر قتل کرنے کی تہمت تھی، پس اس کو بلایا گیا کہ اگر اس نے اعتراف کر لیا تو اس پر قتل ثابت ہو جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فامر به النبی ﷺ" یعنی اس مذکورہ لڑکی کی وفات کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا۔

التوضیح میں علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے لکھا ہے: اس حدیث میں فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے، کیونکہ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ دو مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس یہودی نے ایک مرتبہ سے زیادہ اقرار کیا اور اگر اس کی کوئی حد ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اس کو بیان فرما دیتے۔ اور امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف نے دو مرتبہ اقرار کی شرط جو لگائی ہے وہ زنا میں چار مرتبہ اقرار کرنے پر قیاس کر کے لگائی ہے اور مطلقاً اعتراف ایک مرتبہ میں منحصر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۰۔۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۸۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہودی کے صرف ایک مرتبہ اقرار پر قصاص کا حکم دینے سے فقہاء شافعیہ کا عدم تکرار پر استدلال اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں یہودی کا قصہ مذکور ہے اس میں جمہور کی دلیل ہے کہ قتل کا اقرار کرنے میں تکرار شرط نہیں ہے، اور یہ اس سے ماخوذ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اس یہودی کو لایا گیا تو اس نے قتل کا اعتراف کیا پھر نبی ﷺ کے حکم سے اس کے سر کو پتھر سے کچل دیا گیا اور اس حدیث میں عدد کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور اصل یہ ہے کہ عدد نہ ہو اور فقہاء احناف نے یہ شرط لگائی ہے کہ قتل کا اقرار بھی دو مرتبہ ہونا چاہیے جیسا کہ قتل کے ثبوت میں دو گواہوں کی شرط ہے۔ اسی طرح زنا کے اقرار میں بھی چار مرتبہ تکرار کی شرط ہے کیونکہ زنا کے گواہ بھی چار ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کا قیاس کرنا صحیح ہے اور رسول اللہ ﷺ نے یہودی کے صرف ایک مرتبہ اقرار پر اس سے قصاص لینے کا حکم دیا، ہو سکتا ہے اس کی یہ وجہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کو وحی سے معلوم ہو گیا ہو کہ یہ یہودی ہی اس لڑکی کا قاتل ہے، اس لیے آپ نے اس کے ایک مرتبہ اقرار کرنے کو کافی قرار دیا۔ (سعیدی غفرلہ)

۱۳۔ بَابُ: قَتْلِ الرَّجُلِ بِالْمَرْأَةِ — عورت کے سبب سے مرد کو قتل کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کو قتل کرنے کے سبب سے مرد کو قتل کرنا واجب ہے، اور یہ عام شہروں کے فقہاء کا اور علماء کی جماعت کا قول ہے۔ اور حسن بصری کا شاذ قول ہے جس کو عطاء نے روایت کیا ہے، ان دونوں نے کہا کہ اگر عورت کے ورثاء مرد کو اس عورت کے سبب سے قتل کر دیں تو وہ نصف دیت ادا کریں گے اور اگر مرد کے ورثاء عورت کو قتل کر دیں تو وہ اس عورت کے ورثاء سے مرد کی آدھی دیت لیں گے۔ اسی قول کی مثل از شعبی از حضرت علی رضی اللہ عنہ مروی ہے، اور عثمان البتی کا بھی یہی قول ہے۔ اور

فقہاء کی جماعت کی دلیل اس بات کی حدیث ہے جس کو امام بخاری کئی مرتبہ روایت کر چکے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٨٨٥۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَتَلَ يَهُودِيًّا بِجَارِيَةٍ قَتَلَهَا عَلَى أَوْضَاحٍ لَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک لڑکی کو قتل کرنے کے سبب سے ایک یہودی کو قتل کر دیا۔ اس یہودی نے اس لڑکی کے زیورات کی وجہ سے اس لڑکی کو قتل کیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۳، ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۸۷۹، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۶۷۲، سنن ترمذی: ۱۳۹۴، سنن نسائی: ۴۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۵، مسند احمد: ۱۲۵۹۴، سنن دارمی: ۲۳۵۵)

صحیح البخاری: ٦٨٨٥، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں باب کے حکم کو واضح کر دیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید، یہ ابن زریع ہیں جو زرع کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید، یہ ابن ابی عروبہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الاوضاح" یہ وضح کی جمع ہے جو زیورات کی ایک قسم ہے، وہ زیورات چاندی سے بنائے جاتے ہیں، ان کو "الاوضاح" اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بہت سفید ہوتے ہیں، اور "وضح" سفید چیز کو کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۴۔ بَابُ: الْقِصَاصِ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِي الْجِرَاحَاتِ

مردوں اور عورتوں کے درمیان زخموں میں بدلہ لینے کا بیان

وَقَالَ أَهْلُ الْعِلْمِ: يُقْتَلُ الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ وَيُذْكَرُ عَنْ عُمَرَ: تُقَادُ الْمَرْأَةُ مِنَ الرَّجُلِ فِي كُلِّ عَمْدٍ

اور اہل علم نے کہا: مرد کو عورت کے سبب سے قتل کر دیا جائے گا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ عورت کا مرد سے قصاص

يَبْلُغُ نَفْسَهُ فَمَا دُونَهَا مِنَ الْجِرَاحِ

لیا جائے گا عمداً ایسی زیادتی پر جو جان کے ضیاع تک جا پہنچے اور جو اس سے کم ہو زخم وغیرہ میں سے۔

وَبِهِ قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَإِبْرَاهِيمُ وَأَبُو الزِّنَادِ عَنْ أَصْحَابِهِ۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ابراہیم کا یہی قول ہے اور ابوالزناد کے اصحاب سے بھی یہی مروی ہے۔

وَجَرَحَتْ أُخْتُ الرُّبَيِّعِ إِنْسَانًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الْقِصَاصُ۔

الربیع کی بہن نے ایک انسان کو زخمی کر دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: بدلہ ہوگا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں قصاص کے وجوب کا بیان ہے۔ الیٰ آخرہ۔ اور "الجراحات" جراحة کی جمع ہے، اور زخموں میں وجوب کا قول ثوری، الاوزاعی، امام مالک اور امام شافعی کا ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قتل کے سوا مردوں اور عورتوں میں زخموں کے اندر قصاص اور بدلہ نہیں ہے، کیونکہ جان میں مساوات کا اعتبار ہوتا ہے، اعضاء میں مساوات کا اعتبار نہیں ہوتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تندرست ہاتھ کو مفلوج ہاتھ کے بدلہ میں نہیں پکڑا جائے گا اور جو نفس تندرست ہو اس کو بیمار نفس کے مقابلہ میں پکڑا جاتا ہے۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے "اہلِ علم نے کہا ہے کہ مرد کو عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا"۔ اہلِ علم سے مراد جمہور علماء ہیں کیونکہ ان کے نزدیک مرد کو عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا جیسا کہ نص سے ثابت ہے۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ عورت سے مرد کا بدلہ لیا جائے گا۔ یعنی جب کوئی عورت عمداً مرد کو قتل کرے اور اس کا قتل کرنا مرد کی جان یا اس سے کم درجہ کے زخم میں پہنچ جائے یعنی عورت کے اعضاء میں سے ہر عضو سے بدلہ لیا جائے گا جب وہ مرد کے اعضاء کو کاٹے گی۔ اور اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

اس اثر کو امام سعید بن منصور نے نخعی کی سند سے موصولاً روایت کیا ہے، انہوں نے ذکر کیا ہے کہ عروہ بارقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے شریح کے پاس آئے اور کہا کہ مردوں کے زخم اور عورتوں کے زخم برابر ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ نخعی کا سماع شریح سے صحیح نہیں ہے، اس لیے امام بخاری نے اس اثر کو یہاں پر صیغہ تمریض سے ذکر کیا ہے یعنی مجہول کے صیغہ کے ساتھ کہا کہ ذکر کیا جاتا ہے۔

باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے وہی بات عمر بن عبدالعزیز نے اور ابراہیم النخعی نے اور ابوالزناد نے کہی

ہے۔اور ابوالزناد کا نام عبداللہ بن ذکوان المدنی ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "عن اصحابہ" ابوالزناد کے اصحاب عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج ہیں اور قاسم بن محمد ہیں اور عروہ بن الزبیر وغیرہم ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اور ابراہیم کے اثر کی امام ابن ابی شیبہ نے از ثوری از جعفر بن برقان از عمر بن عبدالعزیز اور از مغیرہ از ابراہیم نخعی روایت کی ہے، ان دونوں نے کہا: عمد میں مرد اور عورت دونوں کا قصاص برابر ہے۔

ابوالزناد کے اثر کی امام بیہقی نے از عبدالرحمٰن بن ابی الزناد از والد خود روایت کی ہے۔انہوں نے کہا: میں نے جتنے فقہاء کو پایا اور انہوں نے سات فقہاء کا ذکر کیا جو اپنے زمانہ میں فقہ اور دین میں افضل تھے، وہ یہ کہتے تھے کہ عورت مرد کی آنکھ نکال لے یا اس کا کان کاٹ لے اور ہر عضو میں عورت سے مرد کا قصاص لیا جائے گا۔

باب مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں الرُبَیِّع کا ذکر ہے، یہ الربیع کی تصغیر ہے، یہ الرُبَیِّع بنت نضر ہیں اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔

الربیع نے اپنی باندی کا سامنے کا دانت توڑ دیا۔امام بخاری کی روایت میں ہے کہ الرُبیع کی بہن نے کسی انسان کو زخمی کر دیا تھا۔

ہوسکتا ہے کہ اس کے جواب میں یہ کہا جائے کہ یہ اور عورت ہے لیکن کسی سے یہ منقول نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: محدثین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ یہ قصے ہیں۔علامہ النووی نے کہا ہے کہ علماء کہتے ہیں کہ امام بخاری کی روایت معروف ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ دو قصے ہوں۔اور ابن حزم ظاہری نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ دو قصے ہیں اور دونوں صحیح ہیں اور دونوں ایک عورت سے واقع ہوئے، ایک قصہ یہ ہے کہ الرُبیع کی بہن نے ایک انسان کو زخمی کر دیا تو ان کے اوپر تاوان دینے کا فیصلہ کیا گیا۔اور دوسرا قصہ یہ ہے کہ الرُبیع نے ایک باندی کے سامنے کا دانت توڑ دیا تو ان کے خلاف بدلہ کا فیصلہ کیا گیا۔اور پہلے قصہ میں رُبیع کی ماں نے قسم کھائی اور دوسرے قصہ میں رُبیع کے بھائی نے قسم کھائی (کہ ہم بدلہ نہیں دیں گے)۔امام بیہقی نے یہ دونوں روایتیں ذکر کرنے کے بعد کہا کہ ان دونوں حدیثوں کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ دو قصے ہیں، اور حدیث میں جو القصاص کا لفظ ہے اس پر زبر ہے، یعنی قصاص کو ادا کرو۔اور نسفی کی روایت میں ہے: اللہ کی کتاب میں قصاص کا حکم ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ زخم منضبط نہیں ہوتے تو اس میں مماثلت متصور نہیں ہے، اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ کبھی زخم منضبط ہو جاتے ہیں۔اور بعض علماء نے کہا ہے کہ غور و فکر کے بعد ان میں قصاص لیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۱۔ ۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۸۶۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيِّ بْنِ بَحْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی بن بحر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں

قَالَتْ لَدَدْنَا النَّبِیَّ ﷺ فِی مَرَضِهِ فَقَالَ لَا تُلِدُّونِی فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ لَا يَبْقَى أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَّا لُدَّ غَيْرَ الْعَبَّاسِ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ۔

نے کہا: ہمیں موسیٰ بن ابی عائشہ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کی بیماری کے ایام میں آپ کے منہ میں دوا ڈالی، آپ نے فرمایا: میرے منہ میں دوا نہ ڈالو، ہم نے (دل میں) کہا: یہ مریض کی دوا سے کراہیت ہے، جب آپ تندرست ہو گئے تو آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے منہ میں زبردستی دوا ڈالی جائے گی سوائے عباس کے، کیونکہ وہ اس موقع پر تم میں موجود نہیں تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۴۵۸، ۵۷۱۲، ۶۸۸۶، ۶۸۹۷، صحیح مسلم: ۲۲۱۳، مسند احمد: ۲۴۲۷۳)

صحیح البخاری: ۶۸۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مرد نے عورت سے قصاص لیا، کیونکہ جن لوگوں نے نبی ﷺ کے منہ میں زبردستی دوا ڈالی تھی وہ مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں، بلکہ اکثر گھر میں عورتیں ہوتی ہیں تو آپ نے ان سے قصاص لینے کا حکم دیا کہ سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو بن علی کا ذکر ہے، جو ابن بحر ابو حفص الباہلی البصری الصیرفی ہیں اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور موسیٰ بن ابی عائشہ کا ذکر ہے، وہ الہمدانی الکوفی ابوبکر ہیں۔ اور عبید اللہ بن عبد اللہ کا ذکر ہے، وہ ابن عتبہ بن مسعود ہیں۔

یہ حدیث باب "مرض النبی ﷺ ووفاته" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لددنا" یہ لفظ لدود سے ماخوذ ہے، کسی ڈبیہ سے منہ کی ایک جانب میں دوا ڈالنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کراھیة المریض للدواء" یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بطور تحریم دوا ڈالنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ بطور تنزیہہ منع فرمایا، کیونکہ آپ نے دوا ڈالنے کو اس لیے ناپسند کیا جیسا کہ مریض دوا ڈالنے کو ناپسند کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الا لُدّ" یعنی کوئی شخص باقی نہ بچے مگر اس سے بدلہ لینے کے لیے اس کے منہ میں دوا ڈالی جائے۔

جس ضرب میں حدود منضبط نہ ہوں، اس کے قصاص میں فقہاء کے اقوال

علامہ کرمانی نے کہا: ہو سکتا ہے کہ یہ ان کی سزا ہو، کیونکہ انہوں نے نبی ﷺ کے منع کرنے کے باوجود دوا ڈالی۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص تھپڑ مارنے میں اور ضرب میں غور و فکر کے بعد بدلہ کو جائز قرار دیتا ہے، اگرچہ اس کی مکمل حد پر واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی، کیونکہ دوا ڈالنے کو ضبط کرنا کہ اس کی اتنی حد ہو کہ اس سے متجاوز نہ ہو، اس پر بغیر غور و فکر کے واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۱۔ ۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۸۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قتل سے کم کے قصاص میں فقہاء کے اقوال

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ مرد کو عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور عورت کو مرد کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا سوا حضرت علی رضی اللہ عنہ، حسن بصری اور عطاء کی ایک روایت کے۔ اور فقہاء احناف نے قتل سے کم کے قصاص میں اختلاف کیا ہے، اور بعض احناف نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جو ہاتھ تندرست ہو اس کو مفلوج ہاتھ کے بدلہ میں نہیں کاٹا جاتا، اس کے برخلاف جو نفس تندرست ہو اس سے بیمار نفس کے بدلہ میں قصاص لیا جاتا ہے۔

اور علامہ ابن القصار نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جو ہاتھ مفلوج ہو وہ مردار کے حکم میں ہے اور زندہ کا مردار سے قصاص نہیں لیا جاتا۔ اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جان کو قتل کرنے میں قصاص کے اوپر سب کا اجماع ہے اور جان سے کم میں قصاص کے متعلق اختلاف ہے۔

حضرت شریح رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مردوں اور عورتوں کے زخم برابر ہیں، اس حدیث کی سند صحیح ہے اگرچہ نخعی نے اس حدیث کو شریح سے سنا ہے۔ اور ایک اور سند کے ساتھ عروہ سے مروی ہے کہ اگر عورت مرد کو قتل کر دے تو عورت سے قصاص لیا جائے گا اور اگر عورت مرد کا کوئی عضو کاٹ دے تو اس عورت کا عضو کاٹا جائے گا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۵۔ بَابُ: مَنْ أَخَذَ حَقَّهُ أَوِ اقْتَصَّ دُونَ السُّلْطَانِ

جس نے اپنا حق وصول کیا یا حاکم کے بغیر قصاص لیا، اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنے مقروض سے اپنا حق حاکم کے حکم کے بغیر وصول کیا یا جس شخص کے لیے قصاص واجب تھا جان کے بدلہ میں یا کسی عضو کے بدلہ میں تو اس نے حاکم کے حکم کے بغیر قصاص لیا۔ امام بخاری نے کہا ہے "دون السلطان" اور سلطان سے مراد ہے حاکم، اور اس کا جواب ذکر نہیں کیا گیا۔ امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس کا جواب ذکر نہیں کیا یا تو اس لیے کہ اس باب کی حدیث سے اس کا جواب سمجھ آ جاتا ہے، یا اس پر اعتماد کیا کہ جو بیدار ذہن ہو گا وہ اس حدیث سے حکم کو حاصل کر لے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

حاکم کے حکم کے بغیر اپنا حق وصول کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

ائمہ فتویٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حاکم کے حکم کے بغیر اپنا حق وصول کرے اور لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے سے قصاص لیں، یہ منصب سلطان کے لیے ہے یا جس کو سلطان مقرر کرے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ہاتھوں کو روکنے کے لیے سلطان کو مقرر کیا ہے اور بعض لوگوں نے اس حدیث میں تاویل کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ "اگر کوئی شخص تمہارے گھر میں جھانکے، پس تم اس کی آنکھ نکال دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا"، انہوں نے کہا کہ یہ حدیث بطور تغلیظ کے ہے اور بطور وعید کے ہے اور اس پر زجر و توبیخ کی ہے کہ کوئی شخص لوگوں کی چھپی ہوئی باتوں پر مطلع ہو، اور اختلاف صرف اس صورت میں ہے جس نے اپنے غلام کے اوپر حد قائم کی یا اپنی باندی پر حد قائم کی جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور علماء کے نزدیک یہ جائز ہے کہ کوئی شخص حاکم کے حکم کے بغیر مال میں سے اپنا حق وصول کر لے جب کہ فریقِ مخالف اس کے حق کا انکار کرتا ہو اور اس کے حق کے اوپر کوئی گواہ قائم نہ ہو جیسا کہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے اور وہ حدیث عنقریب آئے گی۔ (اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت ابوسفیان کنجوس مرد ہیں، کیا میں ان کی اجازت کے بغیر ان کے مال میں سے کچھ اپنے اور بچوں کے خرچ کے لیے لے لیا کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دستور کے مطابق لے لیا کرو اور اس سے تجاوز نہ کرنا)۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی شخص کا حق مال سے متعلق ہو تو وہ حاکم کی اجازت کے بغیر اس شخص سے اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں: ایک قول یہ ہے کہ کوئی شخص حاکم کے حکم کے بغیر مال میں سے اپنا حق اس وقت وصول کر سکتا ہے جب کہ حاکم مظلوم کی مدد نہ کرتا ہو اور مظلوم تک اس کا حق نہ پہنچاتا ہو، اس صورت میں مظلوم کے لیے جائز ہے کہ وہ حاکم کے فیصلہ کے بغیر اپنا حق وصول کر لے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۸۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ إِنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ الاعرج نے ان سے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہم (دنیا) میں آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہیں۔

(صحیح البخاری: ۲۳۸، ۸۷۶، ۸۹۶، ۲۹۵۶، ۳۴۸۶، ۶۶۲۴، ۶۸۸۷، ۷۰۳۶، ۷۴۹۵، صحیح مسلم: ۸۵۵، سنن نسائی: ۱۳۶۷، مسند احمد: ۷۰۱۰)

صحیح البخاری: ۶۸۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور باب کے عنوان میں اصلاً کوئی مطابقت نہیں ہے۔

صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن المتوفی ۸۰۴ھ نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں داخل کر دیا حالانکہ یہ حدیث اس باب سے نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حدیثوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ساتھ سنا تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو سنا اور جو حدیث اس کے بعد ہے اس کو بھی اسی درجہ میں سنا، پس انہوں نے دونوں حدیثوں کی روایت کر دی جیسا کہ انہوں نے ان دونوں حدیثوں کو سنا تھا۔ اور علامہ محمد بن یوسف الکرمانی الشافعی المتوفی ۷۸۶ھ نے علامہ ابن الملقن سے پہلے یہ جواب دیا۔ علامہ کرمانی کے دو جواب ہیں: ایک جواب یہ ہے کہ جو راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہا ہے اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کئی احادیث سنی تھیں اور پہلی حدیث یہ تھی تو اس راوی نے اسی ترتیب کے مطابق ان احادیث کی روایت کر دی جس ترتیب سے اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس راوی کے صحیفہ کے شروع میں یہ حدیث پہلے لکھی ہوئی تھی تو اس نے شروع میں اس حدیث کا ذکر کر دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، ان کا نام الحکم بن نافع ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، یہ ابن ابی حمزہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، یہ عبدالرحمٰن بن ہرمز ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نحن الآخرون السابقون" یعنی ہم دنیا میں از روئے بعثت کے آخر ہیں اور قیامت کے دن ہم سب سے پہلے ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۸۸- وَبِإِسْنَادِهِ لَوِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِكَ أَحَدٌ وَلَمْ تَأْذَنْ لَهُ خَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ۔

اور اسی سند سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے گھر میں جھانکے اور تم نے اس کو اجازت نہ دی ہو تو تم کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۹۰۲، صحیح مسلم: ۲۱۵۸، سنن نسائی: ۴۸۶۱، سنن ابوداؤد: ۵۱۷۲، مسند احمد: ۲۷۱۷)

صحیح البخاری: ۶۸۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔اور امام بخاری نے کہا: اسی سند کے ساتھ، یعنی جو سند پہلے گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اگر کوئی شخص تمہارے گھر میں جھانکے اور تم نے اس کو اجازت نہ دی ہو اور تم اس کی آنکھ کنکری سے پھوڑ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے"۔

اس حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ تم نے اس کو اجازت نہ دی ہو، اس لیے کہ اگر تم نے کسی کو جھانکنے کی اجازت دی ہے اور پھر تم نے کنکر یا گٹھلی مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو پھر تم سے قصاص لیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ففقأت عینه" ابن القطاع نے کہا ہے: "فقع عینه" کا معنی ہے: اس کی آنکھ کی روشنی بجھادی۔

ابن ابی عاصم کی روایت میں ہے "اس پر کوئی حرج نہیں ہے" اور گناہ کا لفظ نہیں ہے، اور دوسری روایت میں ہے کہ "اس پر کچھ نہیں ہے" اور ایک اور روایت میں ہے "اس کے لیے اس کی آنکھ پھوڑنا جائز ہے"۔

کسی کے گھر میں جھانکنے سے اس کی آنکھ پھوڑے بغیر اس کو منع کرنے کے متعلق اقوال

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سے کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کے گھر میں جھانکے حتیٰ کہ اجازت طلب کرلے، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اس گھر میں داخل ہو گیا۔

امام الطحاوی نے کہا ہے: ہمارے اصحاب کو اس مسئلہ میں کوئی نصِ صریح نہیں ملی سوا اس کے کہ ان کی دلیل یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کی مدافعت کے لیے کوئی کام کیا تو اس کے لیے وہ کام کرنا جائز ہے اور اس کام سے اگر کسی کا کوئی نقصان ہو گیا تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے جیسے کسی شخص نے کسی کے ہاتھ کو دانتوں سے زور سے کاٹا یا چبایا، اب وہ شخص مدافعت کے لیے اپنا ہاتھ زور سے اس کے منہ سے نکالے اور اس کے نتیجہ میں کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ جائے تو اس ہاتھ نکالنے والے پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر رازی نے کہا: یہ دلیل کچھ بھی نہیں ہے اور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جس نے جھانکنے والے کی آنکھ کو پھوڑ دیا تو وہ اس کی آنکھ کا ضامن ہوگا، کیونکہ اس کے لیے یہ ممکن تھا کہ وہ اس کی آنکھ پھوڑے بغیر اس کو جھانکنے سے منع کر دیتا۔اس کے برخلاف جس نے کسی شخص کے ہاتھ کو کاٹا یا چبایا ہوا ہے تو اس کے لیے تو اپنے ہاتھ کو کھینچے بغیر چھڑانا ممکن نہیں ہے جس کے نتیجہ میں کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ جائے گا۔

اور ابن عبد الحکم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ اگر اس نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس سے قصاص لیا جائے گا، اور فقہاء مالکیہ نے کہا ہے: یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور تغلیظ اور بطور زجر و توبیخ فرمائی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۴۔۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٨٨٩۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِي بَيْتِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَدَّدَ إِلَيْهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از

مِشْقَصًا فَقُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ۔

حُمید، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جھانکا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف تیر کو یا نیزہ کو سیدھا کیا، میں نے پوچھا: آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی؟ تو انہوں نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے۔

(صحیح البخاری: ۶۲۴۲، ۶۸۸۹، ۶۹۰۰، صحیح مسلم: ۲۱۵۷، سنن ترمذی: ۲۷۰۸، سنن نسائی: ۴۸۵۸، سنن ابوداؤد: ۵۱۷۱، مسند احمد: ۱۳۰۹۵)

صحیح البخاری: ۶۸۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت پر ایک سوال کا جواب

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو امام اعظم ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی جھانکنے والے کی طرف تیر کو سیدھا کیا تھا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عام لوگوں کے لیے بھی یہ جائز ہو۔

پھر اس کے جواب میں کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور آپ کے افعال کا حکم تمام امت کے لیے شامل ہے سوا آپ کے ان افعال کے جن پر کسی حدیث سے یہ دلیل ہو کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حُمید، اور وہ الطویل ہیں۔

یہ حدیث ابتداءً مرسل ہے اور انتہاءً مسند ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: یہ ابتداءً مرسل اس لیے ہے کہ حُمید نے یہ ذکر نہیں کیا کہ انہوں نے یہ قصہ کس سے سنا ہے، اور انتہاءً مسند اس لیے ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ کس نے بیان کیا تو انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۶۔ بَابٌ إِذَا مَاتَ فِي الزِّحَامِ أَوْ قُتِلَ — جب کوئی شخص رش میں مر جائے یا قتل کر دیا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان یہ ہے کہ جب کوئی شخص رَش میں مر جائے یا قتل کر دیا جائے یعنی رَش کی وجہ سے قتل کر دیا جائے۔ امام بخاری نے یہ نہیں ذکر کیا کہ پھر کیا ہوگا، کیونکہ اس میں اختلاف ہے اور عنقریب اس کا بیان آئے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۰۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ هِشَامٌ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے خبر

قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ فَصَاحَ إِبْلِيسُ أَيْ عِبَادَ اللهِ أُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ أُولَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَأُخْرَاهُمْ فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيهِ الْيَمَانِ فَقَالَ أَيْ عِبَادَ اللهِ أَبِي أَبِي قَالَتْ فَوَاللهِ مَا احْتَجَزُوا حَتَّى قَتَلُوهُ قَالَ حُذَيْفَةُ غَفَرَ اللهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَمَا زَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ مِنْهُ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللهِ۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۰، ۳۸۲۴، ۴۰۶۵، ۶۶۶۸، ۶۸۸۳، ۶۸۹۰)

دی، ہشام نے کہا: ہمیں خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب غزوۂ احد کا دن تھا مشرکین شکست کھا گئے، پس ابلیس چلایا اے اللہ کے بندو! اپنے پیچھے قتال کرو، پس لشکر کے پہلے لوگ پلٹے، پھر ایک دوسرے سے وہ اور پیچھے والے گتھم گتھا ہو گئے، پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ان کے والد حضرت یمان تھے، انہوں نے کہا: اے اللہ کے بندو! یہ میرے باپ ہیں، یہ میرے باپ ہیں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پس اللہ کی قسم! وہ ان کو مارنے سے نہیں رکے حتیٰ کہ ان کو قتل کر دیا گیا، پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

عروہ نے کہا: پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی باقی زندگی میں اس قتل کو معاف کرنے کی وجہ سے خیر اور برکت رہی حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ لاحق ہو گئے۔

صحیح البخاری: ۶۸۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "پس اللہ کی قسم وہ قتال سے نہیں رکے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے باپ کو قتل کر دیا" کیونکہ وہ سب رش کے اندر تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "حدثنی اسحاق" اور یہ بھی روایت ہے "اخبرنی" اور رہے یہ اسحاق، تو الغسانی نے کہا ہے کہ یا تو اس سے مراد اسحاق بن منصور ہیں، یا اس سے مراد اسحاق بن نصر ہیں۔ اور یا اس سے مراد اسحاق بن ابراہیم الحنظلی ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں اسحاق بن منصور مذکور ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو اسامہ کا ذکر ہے، وہ حماد بن اسامہ ہیں، اور ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن عروہ بن الزبیر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ای عباد اللہ اخراکم" یعنی اے اللہ کے بندو اپنے پیچھے والوں سے قتال کرو۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فاجتلدت" یہ جلد سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے قوت اور صبر۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابی ابی" یعنی یہ میرے باپ ہیں ان کو قتل نہ کرو۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فما احتجزوا" یعنی وہ ان کے والد کو قتل کرنے سے نہیں رکے اور ان سے الگ نہیں ہوئے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فقتلوہ" یعنی مسلمانوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد کو قتل کر دیا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "منه" یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی باقی زندگی میں بھی ان کے لیے اس معافی کی وجہ سے خیر رہی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۹۰، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص رَش میں قتل کر دیا جائے اس کے متعلق فقہاء کے اقوال

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص رَش میں مر جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے اس کو قتل کیا ہے، پس فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی، یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ اس کی دیت ان لوگوں کے ذمہ ہے جو وہاں حاضر تھے، یہ حسن بصری اور زہری کا قول ہے۔

اور یہاں پر ایک تیسرا قول بھی ہے، وہ یہ ہے کہ اس مقتول کے وارث سے کہا جائے گا: تم جس کو چاہو بلاؤ، پس جب اس نے کسی معین شخص کے متعلق قسم کھائی یا ایک ایسی جماعت کے متعلق قسم کھائی جن کا اسے قتل کرنا ممکن تھا تو اس سے حلف لیا جائے گا اور ان لوگوں کے عاقلہ سے تین سال میں دیت وصول کی جائے گی، یہ امام شافعی کا قول ہے۔

اور امام مالک نے کہا کہ اس کا خون رائیگاں ہے۔ اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس کی دیت بیت المال سے دی جائے گی، اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہمیں یقین ہے جو شخص مسلمان لوگوں کے کسی فعل سے مر جائے اور یہ متعین نہ ہو کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے تو مستحسن یہ ہے کہ اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے، کیونکہ مسلمانوں کا بیت المال عاقلہ کے حکم میں ہے۔

اور جن فقہاء نے یہ کہا کہ اس کی دیت حاضرین پر ہے، اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہمیں یقین ہے کہ ان حاضرین کے فعل سے وہ شخص فوت ہوا ہے، پس واجب ہے کہ ان حاضرین کے غیر سے اس کی دیت نہ لی جائے۔ اور اس باب کی حدیث اس قول کے زیادہ مشابہ ہے، کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے، اس میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کے لیے اسی چیز کو معاف کیا گیا جس کا مسلمانوں سے مطالبہ ہو سکتا تھا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ عروہ نے کہا: پس حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اس معافی کی وجہ سے خیر رہی، ان کی مراد یہ تھی کہ اس معاف کرنے کی برکت کی وجہ سے ان کی باقی زندگی میں خیر کا ظہور رہا۔

اور امام شافعی کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ جانوں اور اموال کا معاوضہ صرف طلب سے واجب ہوتا ہے، پس جب مقتول کے ورثاء کسی قوم پر دعویٰ کریں گے اور اس چیز کو لائیں گے جس کی وجہ سے قسامت واجب ہوتی ہے تو ان سے حلف لیا جائے گا اور وہ دیت کے مستحق ہوں گے۔

اور امام مالک کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ جب کہ اس شخص کے معین قاتل کا علم نہیں ہے تو یقین سے یہ معلوم ہو گیا کہ کسی ایک کا ظن کے ساتھ مواخذہ کرنا محال ہے، پس واجب ہے کہ اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا جائے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۷- بَابٌ إِذَا قَتَلَ نَفْسَهُ خَطَأً فَلَا دِيَةَ لَهُ اس کا بیان کہ جب کسی شخص نے اپنے آپ کو خطاءً قتل کر دیا تو اس کی کوئی دیت نہیں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے آپ کو خطاءً قتل کر دیا تو اس کے لیے کوئی دیت واجب نہیں ہوگی۔ اور اسماعیلی نے یہاں پر یہ اضافہ کیا ہے "اور نہ اس پر اس وقت کوئی دیت واجب ہوگی جب اس نے اپنے آپ کو عمداً قتل کیا"۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام بخاری نے عنوان میں خطاءً کہا ہے، کیونکہ اس مسئلہ کے حکم میں اختلاف ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ الاوزاعی، امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ اس کی دیت عاقلہ پر واجب ہے، پس اگر وہ زندہ رہتا تو یہ دیت ان لوگوں پر اس کے لیے ہوتی، اور اگر وہ مر گیا تو یہ دیت اس کے ورثاء پر ہوگی۔

اور جمہور نے کہا جن میں ربیعہ، امام مالک، ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی ہیں انہوں نے کہا: اس کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اس باب کی حدیث ان کی دلیل ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے عامر بن الاکوع کی دیت ان کے عاقلہ پر واجب نہیں کی اور نہ ان کے غیر پر، اور اگر ان کے عاقلہ پر کوئی چیز واجب ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بیان فرما دیتے، کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جس میں بیان کی ضرورت ہے، کیونکہ ضرورت کے وقت سے بیان کو موخر کرنا جائز نہیں ہے۔ اور نظر اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مرد کے لیے کسی چیز کے وجوب کو منع کیا جائے، کیونکہ اگر کوئی اپنے اعضاء کو کاٹ دے تو اس کی دیت اس کے لیے واجب نہیں ہوتی، اسی طرح جب وہ اپنی جان کو قتل کر دے گا تو اس کی دیت بھی اس کے لیے واجب نہیں ہوگی۔ اور اس پر اجماع ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے اعضاء میں سے کوئی عضو عمداً یا خطاءً کاٹ ڈالا تو اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ اس باب کے عنوان میں جو یہ لفظ مذکور ہے کہ اس کے لیے کوئی دیت نہیں ہوگی تو اس کی کوئی توجیہ نہیں ہے، اور اس عنوان کے لائق عنوانِ سابق ہے یعنی جب کوئی شخص رش میں مر جائے تو رَش والوں پر اس کی دیت نہیں ہوگی، کیونکہ ظاہر ہے کہ اپنے نفس کو قتل کرنے والے کی کوئی دیت نہیں ہوتی۔ اور ہو سکتا ہے یہ عنوان صحیح البخاری کے نسخہ کو اصل سے نقل کرنے والوں کے تصرفات کی وجہ سے ہو۔

اور اصحابِ ظواہر نے کہا ہے: اس کی دیت اس شخص کے عاقلہ پر ہے (عاقلہ سے مراد اس شخص کے عصبات ہیں)۔ پس بعض اوقات امام بخاری اپنے عنوان سے ظاہریہ کے رد کا ارادہ کرتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس بناء پر علامہ کرمانی کے اس قول کی کوئی توجیہ نہیں ہے کہ اس عنوان کے لائق تو پچھلا باب تھا، بلکہ

لائق یہ تھا کہ اس عنوان کو دونوں بابوں میں ذکر کیا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص۷۶۔۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۱۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَسْمِعْنَا يَا عَامِرُ مِنْ هُنَيْهَاتِكَ فَحَدَا بِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنِ السَّائِقُ قَالُوا عَامِرٌ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَّا أَمْتَعْتَنَا بِهِ فَأُصِيبَ صَبِيحَةَ لَيْلَتِهِ فَقَالَ الْقَوْمُ حَبِطَ عَمَلُهُ قَتَلَ نَفْسَهُ فَلَمَّا رَجَعْتُ وَهُمْ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي زَعَمُوا أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ فَقَالَ كَذَبَ مَنْ قَالَهَا إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ اثْنَيْنِ إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ وَأَيُّ قَتْلٍ يَزِيدُهُ عَلَيْهِ۔

(صحیح البخاری: ۶۱۴۸، صحیح مسلم: ۱۸۰۲، مسند احمد: ۱۶۰۷۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از سلمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف گئے، پس ان میں سے ایک مرد نے کہا: اے عامر! آپ ہمیں اپنے کچھ اشعار گا کر سنائیں، پس حضرت عامر رضی اللہ عنہ گانے لگے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اونٹوں کو کون ہنکار رہا ہے؟ صحابہ نے کہا: عامر، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے، صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے ہمیں اس سے فائدہ کیوں نہ پہنچنے دیا؟ پس حضرت عامر رضی اللہ عنہ اسی رات کی صبح کو شہید ہو گئے، تو صحابہ نے کہا: ان کے نیک عمل ضائع ہو گئے انہوں نے اپنے نفس کو قتل کیا ہے، پس جب میں لوٹا اور صحابہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے عمل ضائع ہو گئے تو میں نبی ﷺ کے پاس آیا، پس میں نے کہا: یا نبی اللہ! آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں، صحابہ کا یہ زعم ہے کہ عامر نے اپنے عمل ضائع کر دیئے ہیں، آپ نے فرمایا: جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ بولا، بے شک اس کے لیے دو اجر ہیں وہ جاہد، مجاہد ہیں (وہ خیر میں کوشش کرنے والے ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں) اور کونسا قتل ان کے قتل سے زیادہ ہوگا۔

صحیح البخاری: ۶۸۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے ورثاء کے لیے ان کے عاقلہ پر دیت کا حکم نہیں لگایا، یا مسلمانوں کے بیت المال کے اوپر ان کی دیت کا حکم نہیں لگایا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید بن ابی عُبید، یہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور ان کا نام سنان

الاسلمی ہے۔

یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے، کیونکہ اس حدیث میں امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں: مکی بن ابراہیم، یزید بن ابی عبید اور سلمہ بن الاکوع۔ اور یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے انیسویں ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الی خیبر" اس سے مراد وہ بستی ہے جس میں یہود رہتے تھے اور یہ مدینہ سے شام کی طرف چار مراحل کے فاصلہ پر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اسمعنا" یعنی آپ ہمیں سنائیں، اور عامر وہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے بھائی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من هنياتك" یہ هنيئة کی جمع ہے، اس سے مراد کلام رجز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فحدا بهم" یعنی حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اس رجزیہ کلام کو گا کر پڑھا اور اونٹوں کو ہنکانے لگے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "امتعتنا" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر میں جس کے لیے فرمائیں اللہ اس پر رحم فرمائے، اس کے لیے شہادت واجب ہو جاتی ہے، پس جب حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے لیے کہا کہ اللہ اس پر رحم فرمائے، تو آپ کی دعا سے ان کے لیے شہادت واجب ہو گئی۔ اور کاش! آپ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو ہمارے نفع کے لیے چھوڑ دیں، اور صحابہ یہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لیے خصوصیت سے قتال کے وقت دعا فرمائیں، وہ شہید ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاصيب" یعنی حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ اسی رات کی صبح کو شہید ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لجاهد مجاهد" یعنی عامر خیر میں کوشش کرنے والے تھے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے تھے۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ لفظ "جاهدَ" ہے ماضی کا صیغہ ہے یعنی حضرت عامر رضی اللہ عنہ متعدد جہاد کے مواقع میں حاضر ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واى قتل يزيده عليه" یعنی حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے قتل سے کس کے قتل کا زیادہ اجر ہوگا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ فضیلت کے انتہائی درجات میں پہنچ گئے۔

التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ صحابہ نے کہا "حبط عمله" یعنی حضرت عامر رضی اللہ عنہ کا عمل ضائع ہو گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" (النساء:۲۹) یعنی "تم اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو" اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اپنے نفسوں کو عمداً اور قصداً قتل نہ کرو، کیونکہ خطاء کے کام سے کسی کو منع نہیں کیا جاتا۔

اور علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق اس آیت کے ساتھ ہو:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا (النساء:۹۲) اور کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کر دے ماسوا خطا کے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۷۔۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۹۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے اپنے نفس کو خطاءً قتل کرنے کی کیفیت کا بیان

امام بخاری نے اس حدیث میں یہ ذکر نہیں کیا کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے خطاءً اپنے نفس کو کس طرح قتل کیا تھا جیسا کہ اس باب کا عنوان ہے، اور کتاب الادب میں اس کا بیان اس باب میں ہے "مایجوز من الشعر والرجز والحداء" اس میں بیان کیا ہے کہ پس ہم خیبر میں آئے اور ہم نے اہلِ خیبر کا محاصرہ کر لیا اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی تلوار چھوٹی تھی، انہوں نے وہ تلوار ایک یہودی پر ماری تا کہ اس کو قتل کریں، اس تلوار کی نوک پلٹ کر حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو لگی اور ران کے گھٹنے کو زخمی کیا اور وہ اسی سے فوت ہو گئے۔ پس امام بخاری نے اس حدیث کو ذکر کیا اور اس کے آخر میں کہا: بہت کم کسی عربی نے اس کی مثل شعر کہا، یہ ان کے اس قول کی جگہ ہے اور "کون سا قتل اس سے زیادہ ہوگا"۔ اور نسفی کی روایت اس باب کی حدیث میں اس طرح ہے "اور کونسا قتل اس پر زیادہ ہوگا" اور یہی صحیح ہے۔

اپنے نفس کو قتل کرنے والے کے متعلق فقہاء کے اقوال

فقہاء کا اپنے نفس کو قتل کرنے والے کے متعلق اختلاف ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے: جس نے اپنے نفس کو عمداً یا خطاءً قتل کیا، اس کی دیت اس کی عاقلہ میں سے کسی سے نہیں لی جائے گی۔ یہ ربیعہ، امام مالک، ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔

اوزاعی، امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہے، اگر وہ زندہ بچ گیا تو یہ دیت اس کے لیے ہوگی اور اگر وہ مر گیا تو یہ دیت اس کے وارثوں کے لیے ہوگی، اور ان کا استدلال درج ذیل روایت سے ہے:

ایک مرد گدھے کو ہانکتا ہوا لے جا رہا تھا، اس کے پاس جو لاٹھی تھی اس سے اس نے اس گدھے کو مارا، وہ لاٹھی اس آدمی کی آنکھ میں لگی اور اس کی آنکھ کی بینائی جاتی رہی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ اس کی دیت اس کی عاقلہ پر ہے اور کہا: مسلمانوں کے ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ سے یہ مصیبت آئی۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے لیے ان کی عاقلہ پر دیت کو واجب نہیں کیا نہ کسی اور پر واجب کیا، اگر دیت ان کی عاقلہ پر واجب ہوتی تو آپ اس کو بیان فرما دیتے، کیونکہ اس جگہ بیان کی ضرورت ہے بلکہ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عامر کے لیے دو اجر ہیں۔ نیز دیت عاقلہ پر اس لیے واجب ہوتی ہے تا کہ جنایت کرنے والے پر تخفیف ہو جائے، پس جب جنایت کرنے والے پر کوئی چیز واجب نہیں ہوئی تو اس کی تخفیف کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

نیز عاقلہ پر دیت اس لیے رکھی جاتی ہے تا کہ جنایت کرنے والے کی مدد ہو اور کوئی دوسرا اس کی دیت کو ادا کرے۔ کیا تم نہیں

دیکھتے کہ اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ عمداً کاٹ ڈالے تو اس میں دیت نہیں واجب ہوتی، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے نفس کو قتل کر دے تو اس کی دیت بھی واجب نہیں ہوتی۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۲۵۔۴۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۸۔ بَابٌ إِذَا عَضَّ رَجُلًا فَوَقَعَتْ ثَنَايَاهُ اس کا بیان جب کوئی شخص کسی کو دانتوں سے کاٹے اور اس کے دانت گر جائیں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ایک مرد نے دوسرے مرد کو دانتوں سے کاٹا اور کاٹنے والے کے دانت گر گئے یعنی جس کو اس نے دانتوں سے کاٹا تھا اس نے اپنا ہاتھ زور سے کھینچا تو اس کے سامنے کے دانت گر گئے۔ اس عنوان میں "ثنایا" کا لفظ ہے یہ "ثنية" کی جمع ہے اور یہ سامنے کے دانتوں کو کہتے ہیں۔ اس باب کے عنوان کا جواب امام بخاری نے ذکر نہیں کیا، یعنی اس پر کوئی چیز لازم ہوگی یا نہیں؟

اور علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، پس فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ جس شخص نے کسی مرد کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا اور جس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ سے کھینچا تو کاٹنے والے کے دانتوں میں سے کچھ دانت اکھڑ گئے تو ہاتھ کھینچنے والے پر اس کے دانتوں کے تاوان میں کچھ نہیں ہے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت شریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی فقہاء احناف اور امام شافعی کا قول ہے۔ اور ان فقہاء نے کہا ہے کہ جس کا ہاتھ منہ میں کاٹا گیا تھا، اگر اس نے کسی دوسری جگہ سے کاٹنے والے کو زخمی کر دیا تو اس پر تاوان ہے۔

اور ابن ابی لیلیٰ اور امام مالک نے کہا ہے کہ ہاتھ کھینچنے والا دانت کی دیت کا ضامن ہے اور عثمان البتی نے کہا ہے: اگر اس نے درد کی وجہ سے ہاتھ کو کھینچا یا تکلیف کی وجہ سے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے، اور اگر بغیر درد اور تکلیف کے ہاتھ کو کھینچا تو اس پر دیت ہے اور اس باب کی حدیث فقہاء کی پہلی جماعت کے قول پر دلیل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ زُرَارَةَ بْنَ أَوْفَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَنَزَعَ يَدَهُ مِنْ فَمِهِ فَوَقَعَتْ ثَنِيَّتَاهُ فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَعَضُّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ كَمَا يَعَضُّ الْفَحْلُ لَا دِيَةَ لَكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے زرارہ بن اوفی سے سنا از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا، اس مرد نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچا تو اس کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ کر گر گئے، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی

ایک اپنے بھائی کو اس طرح کاٹتا ہے جس طرح نر جانور کاٹتا ہے،
تیرے لیے کوئی دیت نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۷۳، سنن ترمذی: ۱۴۱۶، سنن نسائی: ۴۷۶۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۷، مسند احمد: ۱۹۳۹۹، سنن دارمی: ۲۳۷۶)

صحیح البخاری: ۶۸۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کو واضح کرتی ہے، یعنی جو شخص کسی کے ہاتھ کا کاٹے اور وہ شخص اپنا ہاتھ کھینچ لے اور کاٹنے والے کے دانت گر جائیں تو اس کے دانتوں کی کوئی دیت نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زرارہ بن اوفی، یہ ابو حاجب العامری ہیں جو بصرہ کے قاضی ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں حضرت ابوموسیٰ اور بندار سے روایت کی ہے، اور امام ترمذی نے کتاب الدیات میں علی بن حشرم سے روایت کی ہے، اور امام نسائی نے کتاب القصاص میں ابن بشار سے روایت کی ہے، اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی کتاب الدیات میں علی بن محمد سے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان رجلا عض ید رجل" یعنی ایک مرد نے دوسرے مرد کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا۔

اس حدیث میں دونوں مرد مبہم ہیں اور امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ عمران سے روایت کی ہے کہ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ ایک مرد سے لڑے، پس ان دونوں میں سے ایک نے اپنے صاحب کے ہاتھ کو دانتوں سے کاٹا۔

اس حدیث سے دو مبہموں میں سے ایک کی تعیین ہوگئی کہ وہ یعلیٰ بن امیہ ہیں، لیکن دانتوں سے کاٹنے والا اس سے ممیز نہیں ہوا جس کے ہاتھ کو کاٹا تھا، یعنی کاٹنے والا کون تھا اور جس کا ہاتھ کاٹا گیا وہ کون تھا۔

جس نے دانتوں سے ہاتھ کاٹا اور جس کا ہاتھ کاٹا گیا اس کے تعین میں مختلف روایات

اور صحیح البخاری میں حضرت یعلیٰ بن امیہ سے روایت ہے کہ ان کا ایک مزدور تھا، وہ ایک انسان سے لڑا، پس دو میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا، انہوں نے کہا: مجھے صفوان نے خبر دی کہ ان دونوں میں سے کس نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا تھا، پس میں اس کو بھول گیا۔

اور امام مسلم نے صفوان بن یعلیٰ سے روایت کی ہے کہ حضرت یعلیٰ بن امیہ کا ایک مزدور تھا جس نے کسی مرد کی کلائی کو کاٹا، اس مرد نے کلائی کو کھینچا۔۔۔ الحدیث۔ پس اس سے متعین ہوگیا کہ یعلیٰ کاٹنے والے تھے۔ اور یہ صحیحین کی اس حدیث کے منافی نہیں ہے کہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک مزدور تھا جس کا کسی انسان سے جھگڑا ہوا، کیونکہ جائز ہے کہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کو سامعین

سے چھپایا ہو کہ وہی کاٹنے والے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے ایک بیوی کا بوسہ لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی نے کہا: وہ آپ ہی ہوں گی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہنسیں۔

اور علامہ النووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ حفاظ نے یہ کہا ہے کہ صحیح اور معروف یہ ہے کہ جس کا ہاتھ کاٹا گیا وہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کے مزدور تھے نہ کہ حضرت یعلیٰ، اور علامہ النووی نے کہا: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ دو قصے ہوں جو حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے مزدور کو کسی ایک وقت میں یا دو وقتوں میں پیش آئے۔

اور ہمارے شیخ زین الدین نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ صحیح مسلم کی کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ یعلیٰ کا ہاتھ کاٹا گیا تھا، بلکہ صحاحِ ستہ کی کسی کتاب میں یہ نہیں ہے کہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اور جو چیز صحیح مسلم میں ہے وہ یہ ہے کہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کے مزدور کا ہاتھ کاٹا گیا تھا۔ اور یہ متعین ہے کہ کاٹنے والے حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ تھے، واللہ اعلم۔

ہاتھ کھینچنے سے ایک دانت ٹوٹا تھا یا کئی دانت؟

اس حدیث میں مذکور ہے "اس کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ کر گئے"۔

اسی طرح اکثر روایات میں تثنیہ کے صیغہ کا ذکر ہے اور الکشمیھنی کی روایت میں "ثنایا" ہے جو جمع کا صیغہ ہے، اور ہشام نے جو قتادہ سے روایت کی ہے اس میں مذکور ہے "فسقطت ثنیه" یعنی اس کا ایک دانت ٹوٹ کر گر گیا۔ ان مختلف احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ جس حدیث میں جمع کا ذکر ہے یا زیادہ کا ذکر ہے، کیونکہ دو پر بھی جمع کا اطلاق آجاتا ہے، اور جس روایت میں واحد کے صیغہ کا ذکر ہے اس سے مراد دانت کی جنس ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ محمد بن علی کی روایت میں ہے "فانتزع احدیٰ ثنیتیه" یعنی اس نے اس کے دو دانتوں میں سے ایک دانت کو کھینچ لیا، اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کما یعض الفحل" فحل کا معنی ہے نر جانور، جیسے بیل یا سانڈ یا اونٹ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا دیة له" یعنی اس کے لیے کوئی دیت نہیں ہے۔ اور ہشام کی روایت میں ہے "پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت کو باطل کر دیا اور آپ نے فرمایا: کیا تمہارا ارادہ یہ تھا کہ تم اس کا گوشت چبا کر کھا لیتے"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۷۔۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجْتُ فِي غَزْوَةٍ فَعَضَّ رَجُلٌ فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ فَأَبْطَلَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء از صفوان بن یعلیٰ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں گیا، پس ایک مرد نے دانتوں سے کاٹا تو دوسرے نے اس کا دانت کھینچ لیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باطل کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۴۸، ۲۲۶۵، ۴۴۱۷، ۶۸۹۳ صحیح مسلم: ۱۶۷۴، سنن نسائی: ۴۷۵۹، سنن ابوداؤد: ۴۵۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۷، مسند احمد: ۱۹۳۶۱)

صحیح البخاری: ۶۸۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بھی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے باب کے عنوان کا حکم واضح ہو گیا ہے، یعنی اس صورت میں اس کے دانت کی کوئی دیت نہیں ہو گی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عاصم، وہ الضحاک بن مخلد النبیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج، وہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عطاء، وہ ابن ابی رباح المکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صفوان بن یعلیٰ، جو اپنے والد یعلیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

حافظ ابو عمر نے کہا ہے: یعلیٰ بن امیہ بن ابی عبید التیمیی الحنظلی، ان کو یعلیٰ بن منیہ بھی کہا جاتا ہے، ان کو کبھی ان کے باپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور کبھی ان کی ماں کی طرف، یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے اور غزوہ حنین، طائف اور تبوک میں حاضر تھے، اور ۳۸ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے، یہ اس وقت جنگ صفین میں تھے اور اس سے پہلے جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کے ساتھ تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی غزوۃ" سفیان کی روایت میں ثابت ہے کہ یہ غزوۂ تبوک تھا، اور اسی کی مثل ابن علیہ کی روایت میں ہے، اس میں جیش العسرۃ کے لفظ ہیں یعنی تنگی اور مشکلات کے زمانہ کا لشکر۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فعض رجل فانتزع ثنیتہ" یعنی ایک مرد نے اپنے دانتوں سے کاٹا اور جب دوسرے نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے سامنے کے دانت اکھاڑ دیئے۔ اور ابن جریج کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "ایک مرد دوسرے سے لڑا تو دانتوں سے اس کا ہاتھ کاٹا، دوسرے نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے دانت اکھڑ آئے"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فابطلها النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی آپ نے یہ حکم دیا کہ اس کے دانتوں کا کوئی تاوان یا ضمان نہیں دیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۹۔۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۹۔ بَابٌ: السِّنُّ بِالسِّنِّ — اس کا بیان کہ دانت کا بدلہ دانت ہیں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دانت کو دانت کے بدلہ میں اکھاڑا جائے گا یعنی جب کوئی شخص کسی کا دانت اکھاڑ دے تو

اس کے بدلہ میں اس کا دانت اکھاڑا جائے گا۔

ہڈی توڑنے کی جزاء میں قصاص لینے کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ دانت کو دانت کے بدلہ میں اکھاڑ نا عمد کی صورت میں ہوتا ہے، اور جسم کی باقی ہڈیوں کے متعلق اختلاف ہے۔ امام مالک نے کہا: اس میں قصاص لیا جائے گا سوا اس صورت کے کہ سر پر چوٹ لگی ہو یا ہڈی ٹوٹ گئی ہو تو اس میں دیت ہے۔

اور امام شافعی اور اللیث اور فقہاء احناف نے کہا: دانتوں کے سوا کسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے، کیونکہ ہڈی کے نیچے کھال، گوشت اور پٹھے ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ ہڈی کی مماثلت بہت مشکل ہے۔

اور امام طحاوی نے کہا: اس پر اتفاق ہے کہ سر کی ہڈی میں قصاص نہیں ہے، لہٰذا باقی ہڈیاں بھی اسی کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔

امام طحاوی کے اوپر حافظ ابن حجر عسقلانی کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے کہا ہے: اس پر یہ تعاقب کیا گیا ہے کہ یہ نص کے ہوتے ہوئے قیاس ہے، کیونکہ اس باب کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ سامنے کے دانت توڑے گئے تو ان کو قصاص کا حکم دیا گیا، باوجود اس کے کہ توڑنے میں مماثلت جاری نہیں ہوتی۔

علامہ عینی حافظ ابن حجر کے اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ امام طحاوی کی مراد یہ ہے کہ باقی وہ ہڈیاں جن میں مماثلت متحقق نہیں ہے، ان میں قصاص نہیں ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۴۔ حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ ابْنَةَ النَّضْرِ لَطَمَتْ جَارِيَةً فَكَسَرَتْ ثَنِيَّتَهَا فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَ بِالْقِصَاصِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الانصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نضر کی بیٹی نے ایک لڑکی کو تھپڑ مارا، پس اس کے سامنے کے دانت توڑ دیے، پس وہ لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے قصاص کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۷۰۳، ۲۸۰۶، ۴۴۹۹، ۴۵۰۰، ۴۶۱۱، ۶۸۹۴، صحیح مسلم: ۱۶۷۵، سنن نسائی: ۴۷۵۷، سنن ابوداؤد: ۴۵۹۵، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴۹، مسند احمد: ۱۱۸۹۳)

صحیح البخاری: ۶۸۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے "دانت کا بدلہ دانت ہے" اور اس حدیث

میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دانت توڑنے کے بدلہ میں قصاص کا حکم دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے انصاری، یہ محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ بن عبداللہ بن انس بن مالک ابوعبداللہ الانصاری البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمید، یہ الطویل ہیں۔

اس حدیث کے اوپر امام بخاری کی ثلاثیات میں سے بیس ثلاثیات مکمل ہوگئیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کو سورۃ البقرہ کی تفسیر میں بھی روایت کیا ہے اور وہاں پر انصاری کا نام لکھا ہے محمد بن عبداللہ الانصاری۔۔۔ الحدیث

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان ابنة النضر'' یہ الرُبَیّع (راء پر پیش اور باء پر زبر اور یاء پر تشدید) ہیں، یہ النضر کی بیٹی ہیں اور وہ انس بن مالک بن نضر بن ضمضم کے دادا ہیں اور رُبیع جن کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔

سورۃ المائدہ کی تفسیر میں یہ حدیث از حُمید از انس مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی نے دانت توڑ دیا اور سنن ابوداؤد میں از معتمر از حُمید از انس مروی ہے کہ رُبَیِّع جو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی بہن تھی انہوں نے دانت توڑ دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لطمت جارية'' اور الفزاری کی روایت میں ہے کہ انصار کی ایک لڑکی کو تھپڑ مارا، اور معتمر کی روایت میں لڑکی کے بجائے عورت کا ذکر ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ''جارية'' سے مراد یہاں پر نوجوان عورت ہے اور اس سے مراد باندی نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' یعنی اس لڑکی کے گھر والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور قصاص کا مطالبہ کیا تو آپ نے قصاص کا حکم دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت رُبَیِّع نے کسی انسان کو تھپڑ مارا تھا اور صحیح البخاری کی اس روایت میں ہے کہ انہوں نے کسی لڑکی کا دانت توڑا تھا، ان دو روایتوں کے تعارض کا جواب

علامہ کرمانی نے کہا ہے: ابھی یہ گزرا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی نے اس لڑکی کو زخمی کر دیا تھا اور یہاں پر یہ مذکور ہے کہ اس کا دانت توڑ دیا تھا اور زخم توڑنے کا غیر ہے۔ تو اس کا یہ جواب دیا ہے کہ علامہ کرمانی نے جو کہا ہے اور وہ ابھی گزرا ہے، اس سے اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جو باب القصاص بین الرجال والنساء میں مذکور ہے اور وہ ابھی گزری ہے، اور اس کا جواب یہ ہے کہ الرُبَیِّع سے دو مختلف حدیثیں مروی ہیں اور یہ دو مختلف حکم ہیں جو ایک لڑکی سے متعلق ہوئے، دو حکموں میں سے ایک زخمی کرنے کے بارے میں ہے کہ الرُبَیِّع نے کسی انسان کو زخمی کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زخم کے قصاص کا حکم دیا تو انہوں نے حلف اٹھایا کہ ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کو سچا کر دیا اور جن کو زخمی کیا تھا وہ لوگ دیت پر راضی ہو گئے۔ اور دوسرا قصہ یہ ہے کہ الرُبَیِّع نے ایک عورت کا دانت توڑ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا، پس ان کے بھائی انس بن نضر نے قسم کھائی کہ ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا، پس جن کا دانت توڑا تھا وہ لوگ تاوان لینے کے لیے راضی ہو گئے، اور یہ واقعہ غزوہ احد سے پہلے کا ہے، کیونکہ

حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۰۔۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۰۔ بَابُ: دِيَةِ الْأَصَابِعِ — انگلیوں کی دیت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں انگلیوں کی دیت کا بیان کیا گیا ہے، آیا تمام انگلیاں برابر ہیں یا مختلف ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ هٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ يَعْنِي الْخِنْصَرَ وَالْإِبْهَامَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْوَهُ۔ (تحفۃ الاشراف: ۶۱۸۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: یہ اور یہ برابر ہیں یعنی چھنگلی اور انگوٹھا۔
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل سنی۔

صحیح البخاری: ۶۸۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث نے باب کے عنوان کے حکم کو واضح کر دیا ہے۔
اس حدیث کی امام ابوداؤد نے کتاب الدیات میں از نصر بن علی وغیرہ روایت کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کی کتاب الدعوات میں از بندار از یحییٰ روایت کی ہے، اور امام نسائی نے اس حدیث کی از نصر بن علی وغیرہ روایت کی ہے۔ اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی کتاب الدیات میں از علی بن محمد روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "سواء" یعنی چھنگلی اور انگوٹھا دیت میں برابر ہیں۔

انگلیوں کی دیت میں بعض صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے اختلاف اور فقہاء کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو ترجیح دینا

وہ کتاب الدیات جس کو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آل عمرو بن حزم کے لیے لکھا، اس میں یہ مذکور ہے کہ ہاتھ کی دیت پچاس اونٹ ہیں اور ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہیں۔

اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ہاتھ میں نصف دیت ہوتی ہے اور ہاتھ اور پیر کی انگلیاں برابر ہیں، اور اسی پر ائمہ فتویٰ متفق ہیں اور ان کے نزدیک بعض انگلیوں کی دوسری بعض انگلیوں پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: ہم نے حضرت عمر، حضرت علی اور عروہ بن الزبیر سے روایت کی ہے کہ بعض انگلیوں کی دوسری بعض انگلیوں پر فضیلت ہے، اور الثوری اور حماد بن زید بن یحییٰ بن سعید نے از ابن المسیب روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھے میں پندرہ اونٹ دیت مقرر کی، اور بنصر (چھنگلی کے برابر والی انگلی) میں نو اونٹ مقرر کیے، اور چھنگلی میں چھ اونٹ مقرر کیے، اور انگشت شہادت اور درمیانی انگلی میں دس دس اونٹ مقرر کیے حتیٰ کہ آل عمرو بن حزم کی کتاب الدیات میں یہ پایا گیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: پس تمام انگلیاں برابر ہیں، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کیا گیا اور صحابہ کے قول کو چھوڑ دیا گیا۔

اور جعفر بن عون نے از یحییٰ بن سعید از ابن المسیب روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھے میں تیرہ اونٹ مقرر کیے اور اس کے برابر والی انگلی میں بارہ اونٹ مقرر کیے، اور درمیانی انگلی میں دس اونٹ، اور جو اس کے برابر ہے اس میں نو اونٹ، اور چھنگلی میں چھ اونٹ۔ اور فقہاء میں سے کسی نے بھی ان دو قولوں کی طرف التفات نہیں کیا، کیونکہ اس باب کی حدیث میں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور عمرو بن حزم سے یہ ثابت ہے کہ تمام انگلیاں برابر ہیں۔

(اس سے معلوم ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے خلاف کسی ایک صحابی کا قول ہو یا اکثر صحابہ کے اقوال ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو ترجیح دی جائے گی اور اس کے مقابلہ میں صحابہ کے اقوال کو ترک کر دیا جائے گا)۔

امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے کہا: میں کتاب اللہ سے استدلال کرتا ہوں، اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے، اور اگر میں کوئی مسئلہ کتاب اللہ میں بھی نہ پاؤں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں تو میں آپ کے اصحاب کے قول پر عمل کرتا ہوں اور ان میں سے جس قول کو چاہوں اس پر عمل کرتا ہوں اور جس کے قول کو چاہوں اس کو چھوڑ دیتا ہوں، اور صحابہ کے قول سے کسی اور کے قول کی طرف نہیں جاتا لیکن جب معاملہ ابراہیم اور شعبی اور ابن سیرین اور حسن بصری اور عطاء اور سعید بن المسیب اور دیگر تابعین تک پہنچے تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اجتہاد کیا ہے، سو میں بھی اجتہاد کرتا ہوں جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۶۱)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

رہے انگلی کے جوڑ یعنی پور، پس قتادہ نے از عکرمہ از حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہر پور میں ایک انگلی کی دیت کا تہائی حصہ ہوگا، اور امام عبدالرزاق نے از ابن جریج از ایک مرد از مکحول از زید بن ثابت روایت کی ہے کہ جو انگلی زائدہ

ہو اس میں ایک انگلی کی تہائی دیت ہے، اور دوسرے نے کہا: اس میں کوئی دیت نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی جو دوسری سند ذکر کی ہے، یہ پہلی سند پر راجح ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کیا ہے اور پہلی سند میں ایک قسم کا ارسال ہے۔

نیز اس میں لکھا ہے "نحوہ" یعنی یہ حدیث سابق کی مثل ہے، اس کی امام ابن ماجہ نے امام ابن عدی سے روایت کی ہے، اس کی عبارت یوں ہے کہ انگلیاں برابر ہیں۔ اور ابن ابی عدی محمد ہیں اور ابی عدی کا نام ابراہیم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۱۔۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۹۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قصاص میں اعضاء کے نام اور ان کے محل میں مماثلت شرط ہے

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے "السن بالسن" یعنی دانت کا بدلہ دانت ہے، اور امام بخاری نے اس عنوان سے سورۂ مائدہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ باء بدل اور عوض کے لیے ہے اور بدل میں یہ ضروری ہے کہ وہ اس کے مطابق ہو جس کا بدل ہے، اسی لیے اعضاء کے قصاص میں نام میں اور جگہ میں مماثلت شرط ہے مثلاً انگوٹھے کا بدلہ انگوٹھا ہے اور ہم انگوٹھے کے بدلہ میں چھنگلی کو نہیں کاٹیں گے کیونکہ ان کے نام مختلف ہیں۔ اور جگہ سے مراد یہ ہے کہ جو دایاں انگوٹھا ہے اس کے بدلہ میں ہم بایاں انگوٹھا نہیں کاٹیں گے۔

اور دانتوں کا معاملہ بھی اسی طرح ہے مثلاً سامنے کے جو چار دانت ہیں ان کے بدلہ میں ڈاڑھ کو نہیں کاٹیں گے، یعنی جس نے جس نام کے دانت کو توڑا ہے اس کے بدلہ میں اسی نام کے دانت کو توڑا جائے گا۔ پھر امام بخاری نے باب کے عنوان کے مطابق حدیث ذکر کی ہے کہ نضر کی بیٹی نے ایک لڑکی کو تھپڑ مارا اور اس کے سامنے کا دانت توڑ دیا، وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے قصاص کا حکم دیا اور یہ قصہ مشہور ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے جو کہا تھا: اللہ کی قسم! الربیع کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے معارضہ کیا تھا؟

نضر کی بیٹی نے انصار کی ایک لڑکی کو تھپڑ مارا تو اس کے سامنے کے دانت توڑ دیے، پھر وہ اس کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے حکم دیا: اس لڑکی کے سامنے کے دانت کے بدلہ میں الربیع بنت نضر کے دانت کو توڑ دیا جائے گا، تو ان کے بھائی حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم الربیع کے دانت کو نہیں توڑا جائے گا، پس آپ نے فرمایا: اے انس! اللہ کی کتاب میں قصاص کا حکم ہے، پھر لڑکی والوں نے معاف کر دیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے بندوں میں سے ایسے ہیں کہ جو اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کو سچا کر دیتا ہے اور انس رضی اللہ عنہ نے جو کہا تھا کہ اللہ کی قسم! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو اس قول سے ان کی مراد اللہ تعالیٰ کے حکم سے معارضہ کرنا نہیں تھی بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ ان کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہے کہ اللہ

تبارک وتعالیٰ کوئی ایسی سبیل پیدا فرما دے گا کہ الرُبیع بنت نضر کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔

اعضاء کی پیوند کاری کا بیان

سوال: کیا جب دوانسان راضی ہوں تو ایک انسان کا عضو دوسرے انسان میں لگایا جاسکتا ہے؟

الجواب: یہ جائز نہیں ہے خواہ رضا مندی حاصل ہو، کیونکہ انسان کی جان اس کے پاس امانت ہے، اسی لیے اہلِ علم نے کہا ہے کہ ایک انسان کے عضو کو دوسرے انسان کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں ہے خواہ کسی انسان نے مرتے وقت اس کی وصیت کی ہو، اور ''کتاب الاقناع'' میں لکھا ہوا ہے کہ کسی شخص کا عضو دوسرے کی طرف منتقل نہیں کیا جائے گا خواہ وہ مردہ ہو، کیونکہ بدن امانت ہے پس اس میں کسی اعتبار سے کمی کرنا جائز نہیں ہے، اور مردے کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی مثل ہے۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر کوئی زندہ شخص کسی مردہ شخص کو کھانے کی طرف مجبور ہو جائے اور اسے کوئی اور چیز کھانے کو نہ ملے تو کیا وہ اس مردہ کو کھا سکتا ہے؟

پس ہمارے فقہاء حنبلیہ کے نزدیک زندہ، مردہ کو نہیں کھا سکتا اور ان کا استدلال اس سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردہ کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی مثل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۰۷)

اور فقہاء نے کہا ہے کہ جب کوئی مرد بھوک سے مر جائے تو اس نے اپنے آپ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر موت آئی ہے۔

اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک زندہ جب مجبور ہو تو مردہ انسان کا گوشت کھا سکتا ہے، کیونکہ دونوں محترم ہیں لیکن زندہ کی حرمت میت کی حرمت سے زیادہ ہے اور شافعیہ کا قول حنابلہ کے قول سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ اب ضرورت قائم ہے، یا تو وہ مردہ کو کھائے گا یا خود بھوک سے مر جائے گا تو اس زندہ کی حرمت مردہ کی حرمت سے زیادہ حق رکھتی ہے۔

سوال: کیا کسی شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنا کوئی عضو دوسرے کو ہبہ کر دے؟

الجواب: ہبہ کی شرط یہ ہے کہ واہب اس چیز کا مالک ہو جس کو ہبہ کر رہا ہے اور تم اپنے اعضاء کے مالک نہیں ہو۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۸۸۔۲۸۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۱۔ بَابٌ: إِذَا أَصَابَ قَوْمٌ مِنْ رَجُلٍ هَلْ يُعَاقِبُ أَوْ يَقْتَصُّ مِنْهُمْ كُلِّهِمْ؟

جب چند لوگ ایک مرد کو قتل کر دیں تو کیا ان میں سے کسی ایک کو سزا دی جائے گی یا ان سب سے قصاص لیا جائے گا؟

وَقَالَ مُطَرِّفٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ فِي رَجُلَيْنِ شَهِدَا عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ سَرَقَ فَقَطَعَهُ عَلِيٌّ ثُمَّ جَاءَا بِآخَرَ وَقَالَا: أَخْطَأْنَا فَأَبْطَلَ شَهَادَتَهُمَا وَأُخِذَا بِدِيَةِ الْأَوَّلِ، وَقَالَ: لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمَا تَعَمَّدْتُمَا لَقَطَعْتُكُمَا۔

اور مطرف نے شعبہ سے روایت کی کہ دو مردوں نے ایک مرد کے خلاف گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا، پھر وہ دوسرے مرد کو لائے اور ان دونوں نے کہا: ہم نے غلطی کی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں

کی شہادت کو باطل کر دیا اور پہلے مرد کی دیت وصول کی اور فرمایا:
اگر مجھے یقین ہوتا کہ تم دونوں نے عمداً جھوٹی گواہی دی ہے تو میں تم
دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالتا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ معاقبہ اور قصاص کو جمع کرنے کا کیا فائدہ ہے، انہوں نے کہا کہ غالب رائے یہ ہے کہ قصاص کا لفظ خون میں استعمال ہوتا ہے اور معاقبہ کا لفظ سزا اور بدلہ میں استعمال ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا سزا دینا، اور شاید امام بخاری کی غرض اس کو عام رکھنا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اسی لیے ہم نے اس عنوان میں مذکور لفظ ''اصاب'' کا معنی کیا ہے کہ جب کوئی قوم دوسری قوم کو دکھ اور تکلیف پہنچائے تو کیا اس کو سزا دی جائے گی یا ان سب سے بدلہ لیا جائے گا؟

یعنی جب کوئی جماعت کسی دوسرے شخص کو قتل کر دے یا زخمی کر دے تو کیا اس پوری جماعت پر قصاص واجب ہوگا یا ان میں سے کسی ایک کو متعین کر لیا جائے گا تاکہ اس سے قصاص لیا جائے اور امام بخاری نے اس عنوان کا جواب ذکر نہیں کیا، کیونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

محمد بن سیرین نے کہا ہے: جب ایک مرد کو دو مرد مل کر قتل کر دیں تو ان میں سے ایک کو قتل کیا جائے گا اور دوسرے سے خون بہا لیا جائے گا۔

اور الشعبی نے کہا ہے: جب ایک مرد کو ایک جماعت قتل کر دے تو اس جماعت کو مقتول کے ورثاء کے سپرد کیا جائے گا، وہ اس جماعت میں سے جس کو چاہیں قتل کر دیں اور جس کو چاہیں معاف کر دیں، اور اسی کی مثل سعید بن المسیب، حسن بصری اور ابراہیم نخعی سے مروی ہے۔

اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ اگر جماعت نے مل کر کسی ایک مرد کو قتل کیا ہے تو اس پوری جماعت کو قصاص میں قتل کیا جائے گا، یہ مذہب حضرت علی، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما اور عطاء کا ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ مقتول کے وارث کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جماعت میں سے کسی ایک کو قتل کر دیں اور باقی جماعت سے خون بہا لے لیں مثلاً کسی مرد کو دس آدمیوں نے مل کر قتل کیا تو مقتول کے وارث کے لیے جائز ہے کہ ان دس میں سے کسی ایک کو قتل کر دے اور نو (۹) سے خون بہا کے دس حصوں میں سے نو حصے وصول کرے، ابن سیرین اور زہری کا یہی قول ہے۔

اور ظاہریہ نے کہا ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر بھی قصاص نہیں ہے، ان سب پر خون بہا دینا لازم ہے اور یہی ربیعہ نے کہا ہے اور یہ اس کے خلاف ہے جس پر صحابہ کا اجماع ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے "مطرف نے کہا"۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: مُطَرِّف اسم فاعل کا صیغہ ہے باب تطریف سے، اور مُطَرِّف عامر شعبی سے روایت کرتے ہیں۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "دو مردوں نے ایک مرد کے خلاف شہادت دی" یہ شہادت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے تھی بایں طور کہ اس مردِ مذکور نے چوری کی ہے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، کیونکہ ان کے نزدیک اس کی چوری دو مردوں کی شہادت سے ثابت ہوگئی تھی، پھر بعد میں یہ دو گواہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک اور مرد کو لے کر آئے اور ان دونوں نے کہا: ہم سے اس گواہی میں خطا ہوگئی اور چور یہ ہے نہ کہ وہ۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی اس دوسرے مرد کے خلاف شہادت کو باطل قرار دیا کیونکہ یہ دونوں اپنی شہادت میں جھوٹ کے ساتھ متہم ہو گئے تھے اور ان دونوں گواہوں کو پہلے مرد کے خون بہا کے ساتھ پکڑ لیا گیا جس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے اس پہلے مرد کا خون بہا لیا یعنی اس کے ہاتھ کی دیت لی اور آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ تم نے عمداً اپنی شہادت میں جھوٹ بولا ہے تو میں تم دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالتا، کیونکہ ان دونوں نے خطاء کا اقرار کر لیا۔ اس تعلیق کی امام شافعی رضی اللہ عنہ نے از سفیان بن عیینہ روایت کی ہے جو مُطَرِّف مذکور کے مشائخ میں سے ایک ہیں، اور التلویح میں مذکور ہے اس حدیث کی امام طبری نے از بندار از شعبہ از قتادہ روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۲۔ ۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۶۔ وَقَالَ لِی ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ غُلَامًا قُتِلَ غِيلَةً فَقَالَ عُمَرُ لَوِ اشْتَرَكَ فِيهَا أَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ وَقَالَ مُغِيرَةُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ إِنَّ أَرْبَعَةً قَتَلُوا صَبِيًّا فَقَالَ عُمَرُ مِثْلَهُ وَأَقَادَ أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَعَلِيٌّ وَسُوَيْدُ بْنُ مُقَرِّنٍ مِنْ لَطْمَةٍ وَأَقَادَ عُمَرُ مِنْ ضَرْبَةٍ بِالدِّرَّةِ وَأَقَادَ عَلِيٌّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَسْوَاطٍ وَاقْتَصَّ شُرَيْحٌ مِنْ سَوْطٍ وَخُمُوشٍ۔

(موطا امام مالک: ۱۶۲۳)

اور مجھ سے ابن بشار نے کہا: انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غلام دھوکے سے قتل کر دیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر اس کے قتل میں اہلِ صنعاء شریک ہوتے تو میں ان سب کو قتل کر دیتا۔

اور مغیرہ بن حکیم نے اپنے والد سے روایت کی کہ چار مردوں نے ایک بچہ کو قتل کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کی مثل فرمایا۔

اور حضرت ابو بکر اور حضرت ابن الزبیر اور حضرت علی اور حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہم نے ایک تھپڑ کا قصاص لیا۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک درّہ کی ضرب کا قصاص لیا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین کوڑوں کا قصاص لیا۔

اور شریح نے کوڑے اور خراش سے قصاص لیا۔

صحیح البخاری: ۶۸۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کے عنوان میں تھا کہ اگر چند آدمی ایک مرد کو قتل کردیں تو ان سب سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اس حدیث میں بھی یہ مذکور ہے کہ اگر ایک غلام کے قتل میں اہلِ صنعاء مشترک ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں سب کو قتل کردوں گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن بشار، اور وہ محمد بن بشار ہیں جو بندار کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، وہ ابن عمر العمری ہیں۔

یہ اثر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سندِ صحیح کے ساتھ موصول ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے اس اثر کو ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں العمری نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اہلِ صنعاء کے سات مردوں کو ایک مرد کو قتل کرنے کے سبب سے قتل کردیا اور آپ نے فرمایا: اگر اس قتل میں تمام اہلِ صنعاء مشترک ہوتے تو میں سب کو قتل کردیتا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''غیلۃ'' اس کا معنی ہے غفلت اور دھوکا، یعنی ایک غلام کو غفلت اور دھوکے سے قتل کردیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اہلِ صنعاء'' یہ یمن کا ایک شہر ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر جمہور فقہاء کی دلیل ہے کہ ایک مرد کو قتل کرنے کے سبب سے پوری جماعت کو قتل کردیا جائے گا۔

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا: گویا کہ امام بخاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے محمد بن سیرین کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے، انہوں نے کہا کہ اگر ایک مرد کو دو آدمی مل کر قتل کریں تو ایک کو قتل کردیا جائے گا اور دوسرے سے خون بہا لیا جائے گا اور ہم عنقریب اس کا ذکر کرچکے ہیں۔

حدیثِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ مغیرہ بن حکیم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ چار آدمیوں نے ایک بچہ کو قتل کردیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل کہا۔ یہ مغیرہ بن حکیم الصنعانی الانباری ہیں، ان کی یحییٰ اور العجلی اور امام النسائی اور امام ابن حبان نے توثیق کی ہے، اور امام مسلم اور امام نسائی اور امام ترمذی نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ اور امام بخاری نے بھی ان سے استشہاد کیا ہے۔ اور یہ اثر اس اثر سے مختصر ہے جس کی عبد اللہ بن وہب نے اپنی سند کے ساتھ موصولاً روایت کی ہے۔

امام طحاوی اور امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ ابنِ وہب نے کہا: مجھے جریر بن حازم نے حدیث بیان کی کہ مغیرہ بن حکیم صنعانی کو ان کے والد نے حدیث بیان کی کہ صنعاء میں ایک عورت کا شوہر غائب ہو گیا تھا اور اس نے اس عورت کی گود میں اپنا ایک بیٹا چھوڑا تھا جو دوسری عورت سے پیدا ہوا تھا، اس کا نام اصیل تھا، پھر اس عورت نے اپنے خاوند کے بعد کوئی دوست بنالیا، پھر اس دوست سے کہا کہ یہ لڑکا ہم کو شرمندہ کرے گا تم اس کو قتل کر دو، اس نے انکار کیا تو وہ عورت اس سے رُک گئی، پھر اس نے اس عورت کی موافقت کر لی اور وہ مرد اور ایک اور مرد اور وہ عورت اور اس عورت کا خادم ان سب نے مل کر اس لڑکے کو قتل کر دیا، پھر اس کے اعضاء کاٹ ڈالے، پھر اس لڑکے کی لاش کو چمڑے کے ایک تھیلے میں ڈالا اور پھر اس چمڑے کے تھیلے کو بستی کے غیر آباد کنویں میں ڈال دیا جس میں پانی نہیں تھا، پھر اس قصہ کا ذکر کیا اور اس قصہ میں یہ مذکور ہے کہ اس عورت کا دوست پکڑا گیا اور اس نے قتل کا اعتراف کر لیا، پھر باقی جو اس کے قتل میں شریک تھے انہوں نے بھی اعتراف کر لیا، ان دنوں میں حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ اس شہر کے امیر تھے، انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف یہ معاملہ لکھ کر بھیجا، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ چار آدمیوں نے ایک بچہ کو قتل کیا، ان چار آدمیوں میں سے ایک تو اس عورت کا دوست تھا، دوسرا ایک اور مرد تھا، تیسری وہ خود عورت تھی اور چوتھا اس عورت کا خادم تھا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ان چاروں نے ایک بچہ کو قتل کر دیا، یہ بچہ وہی ہے جس کے متعلق ہم نے ذکر کیا اس کا نام اصیل تھا مثلہٗ یعنی اس کی مثل کہ اگر تمام اہلِ صنعاء اس قتل میں شریک ہوں تو میں ان سب کو قتل کر دوں گا۔

حدیثِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت ابن الزبیر اور حضرت علی اور حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہم نے ایک تھپڑ کا قصاص لیا۔

یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سوید بن مقرن المزنی رضی اللہ عنہم نے ایک تھپڑ مارنے کا قصاص لیا، اس تعلیق میں "لطمة" کا ذکر ہے اور اس کا معنی ہے: ہاتھ سے رخسار پر مارنا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اثر کی امام ابن ابی شیبہ نے اپنے اثر کے ساتھ طارق بن شہاب سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک دن اس مرد کو تھپڑ مارا جس نے تھپڑ مارا تھا۔

اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے اثر کی بھی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک تھپڑ کا قصاص لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر کی بھی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مرد کے متعلق فرمایا جس کو کسی نے تھپڑ مارا تھا تو آپ نے مظلوم سے فرمایا کہ قصاص لو۔ اور حضرت سوید بن مقرِن رضی اللہ عنہ کے اثر کی از سفیان بن سعید از مغیرہ از ابراہیم از شعبی روایت ہے۔

حدیثِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درّہ کی ضرب سے قصاص لیا" یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دِرَّہ کی ضرب کی وجہ سے قصاص لیا (دِرَّہ اس آلہ کو کہتے ہیں جس سے ضرب لگائی جائے)۔ اس اثر کی امام ابوالفرج الاصبہانی نے اپنی

تاریخ میں سندِ ضعیف سے روایت کی ہے۔

حدیثِ مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین کوڑوں کا قصاص لیا'' یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارنے والے سے اس وجہ سے قصاص لیا کہ اس نے تین کوڑوں سے زیادہ مارے تھے۔

اس اثر کی امام ابوبکر بن شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن معقل سے روایت کی ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا تو آپ کے پاس ایک مرد آیا جس نے آپ سے چپکے چپکے بات کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے قنبر! اس کو لے جاؤ اور اس کو کوڑے مارو، تو جس کو کوڑے لگائے تھے وہ آیا، اس نے کہا: اس نے مجھ کو تین کوڑوں سے زیادہ مارے ہیں، پس اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: یہ سچ کہتا ہے اے امیر المومنین! تو آپ نے فرمایا: تم کوڑا اٹھاؤ اور اس کو تین کوڑے مارو، پھر آپ نے فرمایا: اے قنبر! جب تم کوڑے مارو تو حدود میں تجاوز نہ کرنا۔

حدیثِ مذکور کی پانچویں تعلیق کی شرح

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ''شریح نے کوڑے اور خراش سے قصاص لیا''۔ یعنی شریح بن الحارث القاضی نے کوڑے اور خراش سے قصاص لیا۔

اس اثر کی امام سعید بن منصور نے ابراہیم نخعی کی سند سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرد شریح کے پاس آیا، پس اس نے کہا: اپنے جلواز (سپاہی) سے میرا قصاص لیں، تو شریح نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا: ان لوگوں نے آپ کے اوپر رش کیا تھا تو میں نے اس کو کوڑا مارا، تو شریح نے اس سے قصاص لیا۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے از اسحاق از شریح روایت کی ہے کہ انہوں نے تھپڑ اور خراش کا قصاص لیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ جلواز کا معنی ہے شرطی یعنی سپاہی، جو چمڑے کے ٹکڑے کو درمیان سے باندھتا ہے۔

اللیث اور ابن القاسم نے کہا ہے: اگر کوڑے سے ضرب لگائی جائے تو اس میں قصاص لیا جائے گا سوا اس تھپڑ کے جو آنکھ پر مارا جائے، اس میں سزا دی جائے گی۔ اور امام مالک اور جمہور کا قول یہ ہے کہ تھپڑ کا قصاص نہیں لیا جائے گا سوا اس صورت کے کہ اس تھپڑ سے زخم پڑ جائے تو اس میں دو آدمی فیصلہ کریں گے اور قصاص نہ لینے کا سبب یہ ہے کہ اس میں مماثلت مشکل ہے۔ اور اگر تھپڑ رخسار پر ہو تو اس میں قصاص ہے اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ تھپڑ میں قصاص نہیں ہے اور یہ قول حسن بصری اور قتادہ سے مروی ہے اور یہی امام مالک اور فقہاء احناف کا اور امام شافعی کا قول ہے۔ اور امام شافعی نے کہا: اگر تھپڑ مارنے سے زخم پڑ جائے تو اس کے متعلق دو آدمی فیصلہ کریں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۵۔۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن ابی عائشہ نے حدیث بیان

مَرَضِهِ وَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا لَا تَلُدُّونِي قَالَ فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ بِالدَّوَاءِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي قَالَ قُلْنَا كَرَاهِيَةٌ لِلدَّوَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَا يَبْقَى مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَّا الْعَبَّاسَ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ۔

کی از عبید اللہ بن عبد اللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں آپ کے حلق میں دوائی ڈالی اور آپ ہمیں اشارہ سے فرمار ہے تھے کہ میرے حلق میں دوائی نہ ڈالو، ہم نے کہا: جیسے بیمار آدمی دوا کو ناپسند کرتا ہے، اس طرح آپ فرمار ہے ہیں۔ پس جب آپ تندرست ہو گئے تو آپ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو دوا ڈالنے سے منع نہیں کیا تھا؟ عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہا: ہم نے کہا: دوا کو ناپسند کرنے کی وجہ سے آپ نے منع کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک شخص بھی نہیں بچے گا مگر اس کے حلق میں دوا ڈالی جائے گی اور میں دیکھ رہا ہوں گا سوائے عباس کے کیونکہ وہ تمہارے ساتھ حاضر نہیں تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۴۵۸، ۵۷۱۲، ۶۸۸۶، ۶۸۹۷، صحیح مسلم: ۲۲۱۳، مسند احمد: ۲۴۲۶۳)

صحیح البخاری: ۶۸۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث عنقریب "باب القصاص بین الرجال والنساء" میں گزر چکی ہے، وہاں اس کی روایت از عمرو بن علی از یحییٰ کی تھی۔ اور یہاں اس کی روایت از مسدد از یحییٰ القطان از سفیان ثوری از موسیٰ بن ابی عائشہ الہمدانی از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: دوا ڈالنے کی حدیث صراحۃً قصاص کے متعلق نہیں ہے، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو سزا دی ہو کیونکہ انہوں نے آپ کے امر کی مخالفت کی تھی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت پر ایک سوال کا جواب

شارح التراجم نے کہا ہے: رہا تھپڑ مارنے سے قصاص لینا اور دِرّہ سے اور کوڑوں سے، پس یہ باب کے عنوان سے نہیں ہے، کیونکہ اس میں ایک شخص سے قصاص لیا گیا ہے۔

اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب ایسی حقیر چیزوں میں ایک شخص سے قصاص لیا گیا ہے تو بڑے بڑے امور میں مثلاً قتل وغیرہ میں اور ہاتھ کاٹنے میں اور اس کے مثل جرائم میں کسی جماعت سے قصاص کیوں نہیں لیا جائے گا!

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۲۔ بَابُ: الْقَسَامَةِ

قسامت (اہلِ محلہ یا اہلِ علاقہ سے قسم لینے کا بیان)

وَقَالَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ

اشعث بن قیس نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے دو گواہ ہوں گے یا اس کی قسم ہوگی۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: لَمْ يُقِدْ بِهَا مُعَاوِيَةُ

اور ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ معاویہ نے قسامت سے قصاص کا حکم نہیں دیا۔

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَدِيِّ بْنِ أَرْطَاةَ وَكَانَ أَمَّرَهُ عَلَى الْبَصْرَةِ فِي قَتِيلٍ وُجِدَ عِنْدَ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ السَّمَّانِينَ: إِنْ وَجَدَ أَصْحَابُهُ بَيِّنَةً وَإِلَّا فَلَا تَظْلِمِ النَّاسَ، فَإِنَّ هَذَا لَا يُقْضَى فِيهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

عمر بن عبد العزیز نے عدی بن ارطاۃ کی طرف مکتوب لکھا جن کو انہوں نے بصرہ کا اس مقدمہ میں حاکم بنا دیا تھا، جس میں گھی بیچنے والوں کے گھروں میں سے کسی گھر کے پاس ایک مقتول پایا گیا تھا: اگر مقتول کے وارثوں کے پاس کوئی گواہ ہو تو ٹھیک ہے ورنہ تم لوگوں پر ظلم نہ کرنا، کیونکہ اس مقدمہ کا قیامت تک کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں قسامت اور اس کے احکام کا بیان کیا گیا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: قسامت کا لفظ خون پر قسم لینے سے ماخوذ ہے یا یہ قسم کو تقسیم کرنے سے ماخوذ ہے، جب تم قسم کھاؤ تو کہا جاتا ہے ''اقسمت'' اور صحیح یہ ہے کہ قسامت، قسموں کا نام ہے۔

الازہری نے کہا ہے: قسامت اس چیز کا اسم ہے جس میں مقتول کے ورثاء مقتول کے خون کے استحقاق پر قسم لیتے ہیں۔

اور ابن سیدہ نے کہا: قسامت اس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی چیز پر قسم کھاتی ہے یا کسی چیز کی گواہی دیتی ہے۔ اور قسامت کی قسم مقتول کے ورثاء کی طرف منسوب ہے، پھر اس کا اطلاق قسموں پر کیا جاتا ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ اگر کسی علاقہ میں کسی مسلمان مقتول کو پایا جائے اور یہ پتا نہ چلے کہ اس کا قاتل کون ہے اور نہ اس کے خلاف کوئی گواہ ہوں تو پھر علاقہ کے پچاس مردوں سے یہ قسم لی جاتی ہے کہ نہ انہوں نے قتل کیا ہے اور نہ وہ قاتل کو جانتے ہیں، اگر وہ قسم کھالیں کہ نہ انہوں نے قتل کیا ہے اور نہ وہ قاتل کو جانتے ہیں تو پھر ان سب کو مل کر اس مقتول کی دیت ادا کرنی ہوگی، اس کو قسامت کہتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم دو گواہ پیش کرو ورنہ یہ قسم کھائے گا''۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے کہا ہے: امام بخاری نے اس تعلیق کے ذکر سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ

اس باب کی حدیث میں سعید بن عبید کی روایت کو ترجیح ہے کہ قسامت میں مدعیٰ علیہم سے قسم لینے کی ابتداء کی جاتی ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ قسامت کے سبب سے قتل کرنے کو ترک کر دیا جائے گا، کیونکہ انہوں نے اس باب کے شروع میں اولاً اشعث بن قیس کی حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث میں حکم گواہ یا قسموں میں منحصر ہے، پھر اس کے بعد امام بخاری نے ابن ابی ملیکہ اور عمر بن عبدالعزیز کی مرسل حدیثیں بغیر سند کے ذکر کی ہیں اور امام ابن ابی شیبہ نے از عبدالرحیم بن سلیمان از الحسن روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور متقدمین کی جماعت قسامت کے سبب سے قتل نہیں کرتے تھے اور انہوں نے ابراہیم سے ان کی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ قسامت کے سبب سے قصاص لینا ظلم ہے اور ابو معشر کی روایت میں ہے کہ قسامت کے سبب سے دیت کا استحقاق ہوتا ہے اور اس میں قصاص نہیں لیا جاتا، اسی طرح سے قتادہ نے کہا ہے۔
یہ تعلیق اشعث بن قیس سے مروی ہے، یہ الکندی ہیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ساٹھ سواروں کے ساتھ کندہ سے آئے تھے اور انہوں نے اسلام قبول کیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ اسلام سے مرتد ہو گئے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یہ اسلام کی طرف لوٹ آئے اور چالیس (۴۰) ہجری میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد قتل کر دیے گئے اور ان کی نمازِ جنازہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے پڑھی۔ اور ان کی پوری حدیث کافی طویل ہے جو کتاب الشہادات میں اور پھر کتاب الایمان والنذور میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے اور اس کی شرح بھی ہو چکی ہے۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسامت کے سبب سے قصاص لینے کا حکم نہیں دیا''۔ یعنی عبداللہ بن ابی ملیکہ نے کہا، اور ان کا نام زہیر ہے اور یہ عبداللہ کے دادا ہیں اور ان کے باپ عبدالرحمٰن ہیں، یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں اور یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے قاضی تھے۔
اس تعلیق میں مذکور ہے ''انہوں نے قصاص نہیں لیا'' یعنی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے قسامت میں قصاص لینے کا حکم نہیں دیا۔ اس تعلیق کی حماد بن سلمہ نے اپنی مصنف میں از ابن ابی ملیکہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے قسامت کے متعلق سوال کیا تو میں نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے قسامت کے سبب سے قصاص لیا تھا، اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے قسامت کے سبب سے قصاص نہیں لیا تھا۔
امام بیہقی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف روایت کی ہے اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسامت کے سبب سے قصاص لیا ہے۔

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے عدی بن ارطاۃ، یہ الفزاری ہیں اور اہلِ دمشق سے ہیں۔
اس تعلیق میں مذکور ہے ''وکان امّرہ'' یعنی عمر بن عبدالعزیز نے ان کو ننانوے ہجری (۹۹ھ) میں بصرہ کا حاکم بنا دیا تھا اور ان کو معاویہ بن یزید بن المہلب نے ایک سو دو (۱۰۲) ہجری کے آخر میں قتل کر دیا تھا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "فی قتیل" یعنی کسی مقتول کے معاملہ میں۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "السمانین" یہ سمان کی جمع ہے، یعنی گھی بیچنے والے۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "ان وُجد" یعنی عمر بن عبد العزیز کی کتاب میں لکھا ہوا تھا کہ اگر مقتول کے وارثوں کو کوئی گواہ مل گیا تو پھر اس کے مطابق فیصلہ کر دو۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "والا" یعنی اگر مقتول کے وارثوں کو گواہ نہیں ملا تو تم لوگوں پر ظلم نہ کرو، یعنی تم کسی چیز کا فیصلہ نہ کرو، کیونکہ یہ مقدمہ ان مقدمات میں سے ہے جن میں قیامت تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس مقدمہ میں غائب کے خلاف شہادت ہے اور اس کے خلاف شہادت ہے جس کی گنجائش نہیں ہے۔
امام ابن ابی شیبہ نے از عبد الاعلیٰ از معمر از الزہری روایت کی ہے کہ مجھے عمر بن عبد العزیز نے بلایا اور مجھ سے قسامت کے متعلق سوال کیا اور کہا کہ مجھ پر یہ منکشف ہوا ہے کہ میں قسامت کو مسترد کر دوں، ایک اعرابی گواہی دیتا ہے اور ایک مرد غائب ہے وہ آتا ہے پس وہ گواہی دیتا ہے تو میں نے کہا: اے امیر المومنین! بے شک آپ قسامت کو رد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد خلفاء نے قسامت کے ساتھ فیصلہ کیا ہے۔ اور ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ بے شک سلیمان بن یسار نے حدیث بیان کی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے قسامت کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی جس کے سبب سے قصاص لیا گیا ہو، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق: ۲) اور اپنے دو نیک آدمیوں کو گواہ بنالو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۱﴾ (یوسف: ۸۱)

(یوسف علیہ السلام کے بڑے بھائی نے اپنے دیگر بھائیوں سے کہا:) اپنے باپ کی طرف واپس جاؤ اور کہو: اے ہمارے باپ! بے شک آپ کے بیٹے (بنیامین) نے چوری کی ہے، اور ہم صرف اسی بات کی گواہی دے سکتے ہیں جو ہمارے علم میں ہو اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے ○

سلیمان نے کہا: پس میں کہتا ہوں کہ قسامت برحق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۶۔۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(میں کہتا ہوں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو قسامت کے سبب سے کسی سے قصاص نہیں لیا تھا، اس کا محمل یہ ہے کہ اگر چند مرد یہ قسم کھائیں کہ اس مقتول کو فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو ان کے قسم کھانے کی وجہ سے اس شخص سے مقتول کا قصاص نہیں لیا جائے گا، اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز نے جو کہا کہ قسامت کی وجہ سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اس کا بھی یہی محمل ہے کہ اگر چند آدمی یہ قسم کھائیں کہ اس مقتول کو فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو اس مقتول کا اس شخص سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اس وجہ سے انہوں نے کہا کہ میں اس قسامت کو رد کر دوں گا۔ سعیدی غفرلہٗ)

۶۸۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ زَعَمَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ نَفَرًا مِنْ قَوْمِهِ انْطَلَقُوا إِلَى خَيْبَرَ فَتَفَرَّقُوا فِيهَا وَوَجَدُوا أَحَدَهُمْ قَتِيلًا وَقَالُوا لِلَّذِي وُجِدَ فِيهِمْ قَدْ قَتَلْتُمْ صَاحِبَنَا قَالُوا مَا قَتَلْنَا وَلَا عَلِمْنَا قَاتِلًا فَانْطَلَقُوا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ انْطَلَقْنَا إِلَى خَيْبَرَ فَوَجَدْنَا أَحَدَنَا قَتِيلًا فَقَالَ الْكُبْرَ الْكُبْرَ فَقَالَ لَهُمْ تَأْتُونَ بِالْبَيِّنَةِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ قَالُوا مَا لَنَا بَيِّنَةٌ قَالَ فَيَحْلِفُونَ قَالُوا لَا نَرْضَى بِأَيْمَانِ الْيَهُودِ فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُبْطِلَ دَمَهُ فَوَدَاهُ مِائَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبید نے حدیث بیان کی از بُشیر بن یسار، اس نے یہ گمان کیا کہ انصار کا ایک مرد جس کو سہل بن ابی حثمہ کہا جاتا تھا، اس نے یہ خبر دی کہ ان کی قوم کے چند لوگ خیبر کی طرف گئے، پس وہاں پر وہ متفرق ہو گئے اور انہوں نے ان میں سے ایک کو مقتول پایا تو انہوں نے اس سے کہا جن میں وہ مقتول پایا گیا تھا: تم نے ہمارے ساتھی کو قتل کر دیا ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے قتل نہیں کیا اور نہ ہم کو قاتل کا علم ہے، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے سو کہا: یارسول اللہ! ہم خیبر کی طرف گئے، پس ہم نے اپنے سے ایک کو مقتول پایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دو، بڑے کو بات کرنے دو، پھر آپ نے ان سے فرمایا: تم اس پر گواہ لا سکتے ہو جس نے اس کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے پاس کوئی گواہ نہیں ہے، فرمایا: پھر یہ لوگ قسم کھائیں گے؟ انہوں نے کہا: ہم یہود کی قسموں پر راضی نہیں ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا کہ اس مقتول کے خون کو رائیگاں قرار دیا جائے تو آپ نے صدقہ کے اونٹوں میں سے سو اونٹ اس کی دیت ادا فرما دیئے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۷۳، صحیح مسلم: ۱۶۶۹، سنن نسائی: ۴۷۱۴، سنن ترمذی: ۱۴۲۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۱، سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۷، مسند احمد: ۱۶۸۲۵، موطا امام مالک: ۱۶۳۱)

صحیح البخاری: ۶۸۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں مذکور تعلیقات کے موافق روایت کی ہے جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ قسامت میں قصاص نہیں لیا جاتا اور قصاص گواہ اور قسم کے پیش کرنے پر منحصر ہے جیسا کہ الاشعث بن قیس کندی کی حدیث میں مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دُکین ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن عبید، یہ ابوالہذیل

الطائی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُشیر بن یسار، یہ المدنی ہیں اور انصار کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

امام محمد بن سعد نے کہا: یہ شیخ کبیر فقیہ تھے، انہوں نے عامۃ الصحابہ کو پایا اور یحییٰ بن معین اور امام النسائی نے ان کی توثیق کی محمد بن اسحاق نے ان کی کنیت ابوکیسان رکھی، اور یہ سہل بن ابی حثمہ سے روایت کرتے ہیں، الحافظ المزی نے کہا: یہ سہل بن عبداللہ بن ابی حثمہ ہیں اور ان کا نام عامر بن ساعدہ الانصاری ہے اور ان کی کنیت ابویحییٰ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی کنیت ابومحمد ہے۔

یہ حدیث کتاب الصلح اور کتاب الجزیہ میں اور کتاب الادب میں از سلیمان بن حرب گزر چکی ہے اور اس حدیث کی صحاح ستہ کے باقی محدثین نے بھی روایت کی ہے۔

امام طحاوی نے اس حدیث کی چار صحیح سندوں کے ساتھ روایت کی ہے۔

بابِ مذکور کی حدیث کی شرح

الاول: امام طحاوی نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید، انہوں نے بُشیر بن یسار سے سنا از سہل بن ابی حثمہ، انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سہل خیبر کے قلب میں ایک کنویں میں مقتول پائے گئے، پس ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن سہل اور ان کے دو چچا حویصہ اور محیصہ جو مسعود کے بیٹے تھے وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس عبدالرحمٰن بات کرنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دو، بڑے کو بات کرنے دو، تمہارے دو چچاؤں میں سے ایک بات کرے یا حویصہ یا محیصہ، پس جو ان میں سے بڑا تھا اس نے بات کی، اس نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے عبداللہ بن سہل کو خیبر کے قلب میں ایک کنویں کے اندر مقتول پایا، اور یہ ذکر کیا کہ یہود ان سے عداوت رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا پس تم یہود کو ان کی پچاس قسموں کے بعد بری کردو گے، وہ یہ قسم کھائیں گے کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہم کیسے ان کی قسموں سے راضی ہوں گے حالانکہ وہ مشرک ہیں، آپ نے فرمایا: پھر تم میں سے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ انہوں نے اس کو قتل کیا تو انہوں نے جواب دیا: ہم کیسے اس چیز پر قسم کھائیں گے جس کو ہم نے دیکھا نہیں ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے اس کی دیت ادا کردی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم نے اس حدیث کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث اس باب کی حدیث کے لیے بمنزلہ شرح ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "زَعم" اس کا معنی ہے: اس نے کہا، اور ابن نمیر کی روایت میں "زَعَمَ" کا لفظ نہیں ہے بلکہ اس میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت سہل بن ابی حثمہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ان کو خبر دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان نفرا" اس کا معنی ہے انسان کی جماعت اور اس کے رشتہ دار۔ اور یہ اسمِ جمع ہے جو خصوصیت کے ساتھ مردوں کی جماعت پر بولی جاتی ہے جو تین سے لے کر دس تک ہوں، اور اس کا اس لفظ سے واحد نہیں آتا۔ اور امام طحاوی نے اس جماعت کا بیان کیا ہے اور وہ یہ ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن سہل اور ان کے دو چچا حضرت حویصہ اور حضرت محیصہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ووجدوا احدھم قتیلا" یعنی انہوں نے اس جماعت میں سے ایک کو مقتول پایا اور وہ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وقالواللذی وجدفیھم'' یعنی اس جماعت نے ان لوگوں سے کہا جن میں وہ مقتول پایا گیا تھا۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''الکُبر، الکُبر'' اس کا معنی ہے: بڑے کو بات کرنے دو۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''ان یبطل'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا کہ ان کے مقتول کا خون رائیگاں قرار دیا جائے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''فوداہ مائۃ من ابل الصدقۃ'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں میں سے سو اونٹ اس مقتول کی دیت ادا فرمادی۔
بعض شارحین کا یہ زعم ہے کہ یہ سعید بن عبید جو اس حدیث کے راوی ہیں ان کی غلطی ہے، کیونکہ یحییٰ بن سعید کی روایت میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے سو اونٹ دیت ادا کی۔ اور ان دو روایتوں میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں میں سے سو اونٹ خریدے اور اپنے پاس سے دیت ادا کردی۔ اور ''اپنے پاس سے'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے بیت المال سے اس کی دیت ادا کی جس کو اس لیے وضع کیا گیا ہے تا کہ اس مال کو مسلمانوں کی مصلحت میں خرچ کیا جائے۔

حدیث مذکور سے مستنبط شدہ احکام

الاول: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو قتل کردیا جائے تو اس میں قسامت مشروع ہے اور یہ وہ طریقہ ہے جو زمانہ جاہلیت میں مقرر تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام میں بھی مقرر رکھا۔ فقہاء کی ایک جماعت نے قسامت کے حکم میں توقف کیا ہے، یہ سالم بن عبداللہ بن عمر، ابی قلابہ، عمر بن عبدالعزیز اور الحکم بن عتیبہ سے مروی ہے۔ اور ہم نے اس میں سے بعض کا ذکر کیا ہے۔
الثانی: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب چند لوگ دعویٰ کے کسی معنی میں مشترک ہوں تو اولیٰ یہ ہے کہ بات کی ابتداء بڑا آدمی کرے۔
الثالث: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدود کے مطالبہ میں کسی کو وکیل بنانا جائز ہے جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن نے اپنے چچا کو وکیل بنادیا تھا۔
الرابع: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاضر کی وکالت جائز ہے کیونکہ اس خون یا قصاص کے ولی اور وارث وہ حضرت عبدالرحمٰن بن سہل تھے جو مقتول کے بھائی تھے اور حضرت حویصہ اور محیصہ دونوں ان کے چچا کے بیٹے تھے اور ان میں سے بڑے کو وکیل بنایا گیا تھا۔
الخامس: اس حدیث میں قسامتِ واجبہ کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے: پس یحییٰ بن سعید، ابوالزناد، ربیعہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اللیث بن سعد نے کہا ہے: جو لوگ خون اور قصاص کے مدعی ہیں وہ حلف طلب کریں گے، پس جب مدعیٰ علیہم حلف اٹھالیں تو مدعی اپنے دعویٰ کے مستحق ہوجائیں گے اور یہ خصوصیت ہے قسامت میں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے کہ مدعی پر لازم ہے کہ گواہ پیش کریں اور منکر اور مدعیٰ علیہ پر لازم ہے کہ وہ قسم کھائے تو قسامت کے معاملہ کو اس سے خاص کرلیا گیا ہے (یعنی اس میں مدعی کے گواہ اور مدعیٰ علیہ کی قسم کے بجائے جس جگہ مقتول پایا گیا ہے وہاں

کے پچاس لوگوں سے قسم طلب کی جاتی ہے) کیونکہ عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور منکر پر قسم کھانا لازم ہے سوا قسامت کے"۔

امام بیہقی نے کہا: یہ حدیث اس سے مخصوص ہے ہمیں علی بن بُشیر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن محمد المصری نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مطرف بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزنجی نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "گواہ پیش کرنا مدعی پر لازم ہے اور قسم کھانا منکر پر لازم ہے سوائے قسامت کے"۔

اور عثمان البتی، الحسن بن صالح، سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن شبرمہ، عامر الشعبی، ابراہیم النخعی، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے کہا کہ مدعیٰ علیہم کی قسموں سے ابتداء کی جائے گی، پس وہ سب قسم کھائیں گے، پھر ان پر دیت لازم کر دی جائے گی، یہ قول حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے مذہب پر عمرو بن شعیب کی حدیث سے اعتراض

(میں کہتا ہوں: گویا کہ ان فقہاء کے نزدیک اس معاملہ میں قسامت کی تخصیص نہیں ہے بلکہ عام قاعدہ کے موافق جب مدعی گواہ نہ پیش کر سکے تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی، پھر اس پر دیت کو لازم کر دیا جائے گا۔ اور ان فقہاء کا یہ مذہب عمرو بن شعیب کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ مدعی پر گواہ پیش کرنا اور مدعی علیہ پر قسم کا لازم ہونا عام قاعدہ نہیں ہے بلکہ یہ قسامت کے ماسوا ہے، پھر ان فقہاء نے عمرو بن شعیب کی حدیث کے حسب ذیل جوابات ذکر کیے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

عمرو بن شعیب کی حدیث کے جوابات

علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ حدیث عمرو بن شعیب پانچ وجوہ سے معلول ہے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) عمرو بن شعیب کی حدیث کی سند میں ایک راوی ہے الزنجی، اس کا نام مسلم بن خالد ہے اور یہ امام شافعی کا شیخ ہے اور یہ راوی ضعیف ہے، امام بیہقی نے خود بھی سنن بیہقی میں باب "من زعم ان التراویح بالجماعة افضل" میں اس کی تصریح کی ہے اور ابن المدینی نے کہا ہے کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے، اور ابوزرعہ اور بخاری نے کہا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔

(۲) عمرو بن شعیب کی حدیث کی سند میں زنجی از ابن جریج از عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں، حالانکہ ابن جریج نے عمرو بن شعیب سے سماع نہیں کیا، اس کی بھی امام بیہقی نے حکایت کی ہے۔ نیز انہوں نے اپنی سنن کے باب "وجوب الفطرة علی اهل البادية" میں از امام بخاری ذکر کیا ہے کہ ابن جریج نے عمرو بن شعیب سے سماع نہیں کیا۔

(۳) حدیث عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود سے استدلال کرنا مختلف فیہ ہے۔

(۴) زنجی نے باوجود اپنے ضعف کے امام عبدالرزاق کی اور حجاج کی اور قتادہ کی مخالفت کی ہے، پس انہوں نے اس حدیث کو از ابن جریج از عمرو بن شعیب مرسلاً روایت کیا ہے، اسی طرح امام الدارقطنی نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے۔

(۵) زنجی مختلف فیہ ہے، امام ذہبی نے کہا کہ عثمان بن محمد بن عثمان الرازی نے بتایا: ہمیں مسلم بن خالد الزنجی نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء از حضرت ابوہریرہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مدعی پر گواہ لازم ہے اور منکر پر قسم لازم ہے سوا قسامت

کے''۔یعنی امام عبدالرزاق کی روایت میں ابن جریج از عطاء از ابوہریرہ روایت کرتے ہیں اور زنجی کی حدیث میں ابن جریج عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہیں۔(خلاصہ یہ ہے کہ زنجی کی روایت اس وجہ سے بھی مخدوش ہے کہ یہ امام عبدالرزاق کی سند کے خلاف ہے۔سعیدی غفرلہٗ)

حدیث مذکور سے مستنبط شدہ چھٹا حکم

جب کسی محلہ میں کوئی مقتول پایا جائے تو اہلِ محلہ پر دیت اور قسامت لازم ہے۔

حافظ ابوعمر بن عبدالبر المالکی التوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے:رسول اللہ ﷺ سے جو احکام مروی ہیں ہمیں ان میں سے کسی حکم میں اضطراب اور تضاد کا علم نہیں ہے جیسا کہ اس معاملہ میں اضطراب اور تضاد ہے،کیونکہ اس معاملہ میں آثار متضاد ہیں اور متناقض ہیں اور ان کا قصہ ایک ہے۔

ابوالقاسم البلخی نے''معرفۃ الرجال''میں از ابن اسحاق روایت کی ہے کہ میں نے سنا عمرو بن شعیب مسجد حرام میں حلف اٹھا کر کہتے تھے:اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے!حضرت سہل بن حثمہ رضی اللہ عنہ کی قسامت میں حدیث اس طرح نہیں ہے جیسا کہ وہ حدیث بیان کی گئی ہے اور بے شک اس میں وہم کیا گیا ہے۔

حافظ ابوعمر نے کہا:اہلِ حدیث کی جماعت نے سعید بن عبید کی حدیث میں خطاء کی ہے اور انہوں نے سعید بن عبید سے اس حدیث کی تخریج میں امام بخاری کی مذمت کی ہے کہ انہوں نے سعید بن عبید کی حدیث روایت کی اور یحییٰ بن سعید کی روایت کو ترک کر دیا۔

الاصیلی نے کہا:اس حدیث کو چھ راویوں نے سندِ متصل سے روایت کیا ہے یحییٰ،شعبہ،سفیان بن عیینہ،عبدالوہاب الثقفی،عیسیٰ بن حماد،بشر بن المفضل اور ان چھ راویوں نے اس حدیث کو سندِ متصل سے روایت کیا ہے اور امام مالک نے از یحییٰ بن سعید از بشیر بن یسار اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے اور انہوں نے سہل بن ابی حثمہ کا ذکر نہیں کیا۔

اور الاثرم نے کہا:امام احمد نے کہا کہ قسامت میں میرا مذہب یہ ہے کہ بُشیر کی روایت جو یحییٰ سے ہے اس کو حفاظ نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ سعید بن عبید کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

اور امام نسائی نے کہا ہے:میرے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس نے سعید بن عبید کی بشیر سے روایت پر متابعت کی ہو۔

اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے:امام الدارقطنی نے حبیب بن ابی ثابت کی حدیث از بُشیر اس کی مثل روایت کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:میں کہتا ہوں:یحییٰ بن سعید کی حدیث کی امام مسلم نے متعدد سندوں کے ساتھ روایت کی ہے،ان میں سے ایک سند وہ ہے جس کی امام مسلم نے روایت کی اور کہا:ہمیں حدیث بیان کی قتیبہ بن سعید نے،انہوں نے کہا:ہمیں حدیث بیان کی لیث نے از یحییٰ بن سعید از بشیر بن یسار از سہل بن ابی حثمہ،یحییٰ نے کہا:اور میں نے گمان کیا ہے کہ انہوں نے کہا اور از رافع بن خدیج ان دونوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن سہل بن زید اور حضرت محیصہ بن مسعود بن زید نکلے حتیٰ کہ خیبر میں پہنچے،وہاں پر دونوں الگ الگ ہو گئے،پھر حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو مقتول پایا،سو ان کو دفن کر دیا،پھر وہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور حضرت حویصہ بن مسعود اور حضرت عبد الرحمن بن سہل اور وہ قوم میں چھوٹے تھے، پس حضرت عبد الرحمن اپنے صاحب سے پہلے بات کرنے لگے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عمر میں بڑا ہے اسے بات کرنے دو، پس وہ خاموش ہو گئے اور ان کے دونوں صاحبوں نے بات کی اور انہوں نے بھی ان کے ساتھ بات کی، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبد اللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے مقتول ہونے کا ذکر کیا، پس آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم پچاس قسمیں کھاؤ گے، پھر تم اپنے صاحب کے مستحق ہو جاؤ گے؟ تو انہوں نے کہا: ہم کیسے قسم اٹھائیں حالانکہ ہم اس موقع پر موجود نہیں تھے؟ آپ نے فرمایا: پھر یہود پچاس قسمیں کھا کر تم سے بری ہو جائیں گے، تو انہوں نے کہا: ہم کفار کی قسموں کو کیسے قبول کریں؟ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معاملہ دیکھا تو آپ نے مقتول کی دیت ادا کر دی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۸۔۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَسَدِيُّ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ حَدَّثَنِي أَبُو رَجَاءٍ مِنْ آلِ أَبِي قِلَابَةَ حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَبْرَزَ سَرِيرَهُ يَوْمًا لِلنَّاسِ ثُمَّ أَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا فَقَالَ مَا تَقُولُونَ فِي الْقَسَامَةِ قَالَ نَقُولُ الْقَسَامَةُ الْقَوَدُ بِهَا حَقٌّ وَقَدْ أَقَادَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَالَ لِي مَا تَقُولُ يَا أَبَا قِلَابَةَ وَنَصَبَنِي لِلنَّاسِ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عِنْدَكَ رُؤُسُ الْأَجْنَادِ وَأَشْرَافُ الْعَرَبِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ خَمْسِينَ مِنْهُمْ شَهِدُوا عَلَى رَجُلٍ مُحْصَنٍ بِدِمَشْقَ أَنَّهُ قَدْ زَنَى لَمْ يَرَوْهُ أَكُنْتَ تَرْجُمُهُ قَالَ لَا قُلْتُ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ خَمْسِينَ مِنْهُمْ شَهِدُوا عَلَى رَجُلٍ بِحِمْصَ أَنَّهُ سَرَقَ أَكُنْتَ تَقْطَعُهُ وَلَمْ يَرَوْهُ قَالَ لَا قُلْتُ فَوَاللَّهِ مَا قَتَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَحَدًا قَطُّ إِلَّا فِي إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ رَجُلٌ قَتَلَ بِجَرِيرَةِ نَفْسِهِ فَقُتِلَ أَوْ رَجُلٌ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانٍ أَوْ رَجُلٌ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ الْقَوْمُ أَوَلَيْسَ قَدْ حَدَّثَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَطَعَ فِي السَّرَقِ وَسَمَرَ الْأَعْيُنَ ثُمَّ نَبَذَهُمْ فِي الشَّمْسِ فَقُلْتُ أَنَا أُحَدِّثُكُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو بشر اسماعیل بن ابراہیم الاسدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حجاج بن ابی عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی ابو رجاء نے آل ابی قلابہ سے، انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی ابو قلابہ نے کہ بے شک عمر بن عبد العزیز نے ایک دن اپنا تخت لوگوں کے لیے باہر نکالا، پھر لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت دی، پس لوگ داخل ہوئے، پس عمر بن عبد العزیز نے پوچھا: تم لوگ القسامت کے متعلق کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے بیان کیا: ہم کہتے ہیں کہ قسامت سے قصاص لینا برحق ہے اور قسامت سے خلفاء نے قصاص لیا ہے، ابو قلابہ نے بیان کیا: مجھ سے عمر بن عبد العزیز نے کہا: آپ کیا کہتے ہیں ابو قلابہ! اور مجھے لوگوں کے لیے کھڑا کر دیا، تو میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کے پاس لشکروں کے سردار ہیں اور عرب کے معزز لوگ ہیں آپ یہ بتائیے کہ اگر ان میں سے پچاس مرد کسی شادی شدہ مرد کے خلاف دمشق میں خبر دیں کہ اس نے زنا کیا ہے اور انہوں نے اس کو دیکھا نہ ہو تو کیا آپ اس شخص کو رجم کر دیں گے؟ عمر بن عبد العزیز نے کہا: نہیں! ابو قلابہ نے بیان کیا: میں نے کہا: یہ بتائیے کہ اگر ان میں سے پچاس آدمی کسی مرد کے خلاف حمص میں گواہی دیں کہ اس

حَدِيثَ أُنَيْسٍ حَدَّثَنِي أَنَسٌ أَنَّ نَفَرًا مِنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَبَايَعُوهُ عَلَى الْإِسْلَامِ فَاسْتَوْخَمُوا الْأَرْضَ فَسَقِمَتْ أَجْسَامُهُمْ فَشَكَوْا ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ أَفَلَا تَخْرُجُونَ مَعَ رَاعِينَا فِي إِبِلِهِ فَتُصِيبُونَ مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا قَالُوا بَلَى فَخَرَجُوا فَشَرِبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَصَحُّوا فَقَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَطْرَدُوا النَّعَمَ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَرْسَلَ فِي آثَارِهِمْ فَأُدْرِكُوا فَجِيءَ بِهِمْ فَأَمَرَ بِهِمْ فَقُطِّعَتْ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ ثُمَّ نَبَذَهُمْ فِي الشَّمْسِ حَتَّى مَاتُوا قُلْتُ وَأَيُّ شَيْءٍ أَشَدُّ مِمَّا صَنَعَ هَؤُلَاءِ ارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ وَقَتَلُوا وَسَرَقُوا فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاللهِ إِنْ سَمِعْتُ كَالْيَوْمِ قَطُّ فَقُلْتُ أَتَرُدُّ عَلَيَّ حَدِيثِي يَا عَنْبَسَةُ قَالَ لَا وَلَكِنْ جِئْتَ بِالْحَدِيثِ عَلَى وَجْهِهِ وَاللهِ لَا يَزَالُ هَذَا الْجُنْدُ بِخَيْرٍ مَا عَاشَ هَذَا الشَّيْخُ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ قُلْتُ وَقَدْ كَانَ فِي هَذَا سُنَّةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهِ نَفَرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَتَحَدَّثُوا عِنْدَهُ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِنْهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ فَقُتِلَ فَخَرَجُوا بَعْدَهُ فَإِذَا هُمْ بِصَاحِبِهِمْ يَتَشَحَّطُ فِي الدَّمِ فَرَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ صَاحِبُنَا كَانَ تَحَدَّثَ مَعَنَا فَخَرَجَ بَيْنَ أَيْدِينَا فَإِذَا نَحْنُ بِهِ يَتَشَحَّطُ فِي الدَّمِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ بِمَنْ تَظُنُّونَ أَوْ مَنْ تَرَوْنَ قَتَلَهُ قَالُوا نَرَى أَنَّ الْيَهُودَ قَتَلَتْهُ فَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِ فَدَعَاهُمْ فَقَالَ آنْتُمْ قَتَلْتُمْ هَذَا قَالُوا لَا قَالَ أَتَرْضَوْنَ نَفَلَ خَمْسِينَ مِنَ الْيَهُودِ مَا قَتَلُوهُ فَقَالُوا مَا يُبَالُونَ أَنْ يَقْتُلُونَا أَجْمَعِينَ ثُمَّ يَنْتَفِلُونَ قَالَ

نے چوری کی ہے تو کیا آپ اس کے ہاتھ کاٹ دیں گے حالانکہ ان لوگوں نے اس شخص کو نہیں دیکھا؟ عمر بن عبد العزیز نے کہا: نہیں! میں نے کہا: پس اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص کو ہرگز قتل نہیں کیا مگر تین وجہوں میں سے ایک وجہ کی بناء پر: کسی مرد نے اپنے نفس کو گناہ کی طرف کھینچ کر کسی کو قتل کیا ہو تو اس کو قتل کر دیا گیا، یا کسی مرد نے نکاح کے بعد زنا کیا ہو، یا کسی مرد نے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی ہو اور اسلام سے مرتد ہو گیا ہو، پھر لوگوں نے کہا: کیا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نہیں بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے چوری کے سبب سے ہاتھ کاٹ دیا اور آپ نے لوہے کی گرم سلائیاں آنکھوں میں پھیریں اور پھر ان کو دھوپ میں ڈال دیا، پس میں نے کہا: میں آپ کے سامنے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرتا ہوں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ عکل کے ایک قبیلہ سے آٹھ آدمیوں کی جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، پس انہوں نے اسلام پر بیعت کی، پھر ان کو وہ زمین موافق نہیں آئی تو ان کے جسم بیمار ہو گئے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: کیا تم ہمارے چرواہے کے ساتھ اونٹوں کی طرف نہیں نکلتے، پس تم ان کا دودھ اور ان کا پیشاب پاؤ گے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! پس وہ گئے اور انہوں نے اونٹنیوں کا دودھ پیا اور ان کا پیشاب پیا، پھر وہ تندرست ہو گئے، پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے، رسول اللہ ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیچھے صحابہ کو بھیجا، پس وہ پکڑ لیے گئے، سو ان کو لایا گیا، پھر آپ کے حکم سے ان کے ہاتھ اور ان کے پیر کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں اور پھر ان کو دھوپ میں پھینک دیا حتیٰ کہ وہ مر گئے، میں نے کہا: اس سے زیادہ کون سا سنگین کام ہوگا جو ان لوگوں نے کیا

أَفَتَسْتَحِقُّونَ الدِّيَةَ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْكُمْ قَالُوا مَا كُنَّا لِنَحْلِفَ فَوَدَاهُ مِنْ عِنْدِهِ قُلْتُ وَقَدْ كَانَتْ هُذَيْلٌ خَلَعُوا خَلِيعًا لَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَطَرَقَ أَهْلَ بَيْتٍ مِنَ الْيَمَنِ بِالْبَطْحَاءِ فَانْتَبَهَ لَهُ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَحَذَفَهُ بِالسَّيْفِ فَقَتَلَهُ فَجَاءَتْ هُذَيْلٌ فَأَخَذُوا الْيَمَانِيَ فَرَفَعُوهُ إِلَى عُمَرَ بِالْمَوْسِمِ وَقَالُوا قَتَلَ صَاحِبَنَا فَقَالَ إِنَّهُمْ قَدْ خَلَعُوهُ فَقَالَ يُقْسِمُ خَمْسُونَ مِنْ هُذَيْلٍ مَا خَلَعُوهُ قَالَ فَأَقْسَمَ مِنْهُمْ تِسْعَةٌ وَأَرْبَعُونَ رَجُلًا وَقَدِمَ رَجُلٌ مِنْهُمْ مِنَ الشَّأْمِ فَسَأَلُوهُ أَنْ يُقْسِمَ فَافْتَدَى يَمِينَهُ مِنْهُمْ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ فَأَدْخَلُوا مَكَانَهُ رَجُلًا آخَرَ فَدَفَعَهُ إِلَى أَخِي الْمَقْتُولِ فَقُرِنَتْ يَدُهُ بِيَدِهِ قَالُوا فَانْطَلَقَا وَالْخَمْسُونَ الَّذِينَ أَقْسَمُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِنَخْلَةَ أَخَذَتْهُمُ السَّمَاءُ فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي الْجَبَلِ فَانْهَجَمَ الْغَارُ عَلَى الْخَمْسِينَ الَّذِينَ أَقْسَمُوا فَمَاتُوا جَمِيعًا وَأَفْلَتَ الْقَرِينَانِ وَاتَّبَعَهُمَا حَجَرٌ فَكَسَرَ رِجْلَ أَخِي الْمَقْتُولِ فَعَاشَ حَوْلًا ثُمَّ مَاتَ قُلْتُ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ أَقَادَ رَجُلًا بِالْقَسَامَةِ ثُمَّ نَدِمَ بَعْدَ مَا صَنَعَ فَأَمَرَ بِالْخَمْسِينَ الَّذِينَ أَقْسَمُوا فَمُحُوا مِنَ الدِّيوَانِ وَسَيَّرَهُمْ إِلَى الشَّأْمِ۔

تھا؟ وہ لوگ اسلام سے مرتد ہوئے اور انہوں نے قتل کیا اور انہوں نے چوری کی۔ پس عنبسہ بن سعید نے کہا: اللہ کی قسم! آج کے دن کی طرح میں نے کبھی نہیں سنا، پس میں نے کہا: اے عنبسہ! کیا تم میری سنائی حدیث کو رد کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں، لیکن آپ نے حدیث کو اس کی روایت کے مطابق بیان کیا ہے اور اللہ کی قسم! یہ لشکر ہمیشہ اس وقت تک خیریت سے رہے گا جب تک کہ یہ شیخ ان کے درمیان میں ہے، میں نے کہا: اور بے شک اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، آپ کے پاس انصار کی ایک جماعت آئی پھر وہ آپ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہے، پھر ان میں سے ایک مرد ان کے سامنے سے نکلا، سو اس کو قتل کر دیا گیا، پس وہ لوگ اس کے بعد نکلے، پس انہوں نے اپنے ساتھی کو دیکھا وہ خون میں لتھڑا ہوا تھا، سو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹے، پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارا وہ ساتھی جس نے ہمارے ساتھ باتیں کی تھیں وہ ہمارے درمیان سے نکلا، ہم اس کے پیچھے گئے تو وہ خون میں لتھڑا ہوا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے، آپ نے فرمایا: تم کس کے خلاف گمان کرتے ہو یا کس کے خلاف تمہاری رائے ہے کہ اس نے اس کو قتل کیا ہے؟ انصار نے کہا: ہماری رائے یہ ہے کہ یہودیوں نے اس کو قتل کیا ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بلایا، پھر ان سے فرمایا: تم نے اس کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تم اس کو پسند کرتے ہو کہ یہود میں سے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا؟ صحابہ نے کہا: یہود اس کی پرواہ نہیں کریں گے کہ وہ ہم سب کو قتل کر دیں اور پھر قسم کھالیں کہ انہوں نے قتل نہیں کیا، آپ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے پچاس آدمی قسم کھالیں تو تم دیت کے مستحق ہو جاؤ گے، صحابہ نے کہا: ہم قسم نہیں کھائیں گے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے دیت ادا کر دی۔ ابو قلابہ بیان کرتے ہیں میں نے کہا: قبیلہ ہذیل نے زمانہ جاہلیت

میں اپنے ایک حلیف کو برادری سے نکال دیا، وہ بطحاء میں یمن کے ایک گھر میں رات کو چلا گیا، پس ان اہلِ یمن میں سے ایک مرد بیدار ہوا اور اس نے اس پر تلوار ماری اور اس کو قتل کر دیا، پھر قبیلہ ہذیل کے لوگ آئے اور انہوں نے اس یمنی کو پکڑ لیا اور اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حج کے موسم میں پیش کیا اور کہا کہ اس نے ہمارے ساتھی کو قتل کیا ہے، اس نے کہا کہ انہوں نے اس کو اپنی برادری سے نکال دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہذیل کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ انہوں نے اس کو نہیں نکالا تھا، پس ان میں سے انچاس مردوں نے قسم کھائی اور ایک مرد ان میں سے شام میں تھا وہ آیا، انہوں نے اس سے سوال کیا کہ وہ قسم کھائے اس نے اپنی قسم کا انہیں ایک ہزار درہم فدیہ دیا (اور اپنے آپ کو قسم سے چھڑا لیا) پھر انہوں نے اس شخص کے بدلہ میں ایک اور مرد کو داخل کر لیا اور اسے مقتول کے بھائی کے سپرد کیا اور اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ملایا، تو انہوں نے کہا: پس ہم گئے اور پچاس مرد وہ جنہوں نے قسم کھائی تھی حتیٰ کہ جب وہ وادی نخلہ میں پہنچے تو آسمان سے بارش آئی وہ سب ایک پہاڑ کے غار میں داخل ہو گئے تو ان پچاس کے اوپر جنہوں نے قسم کھائی تھی وہ پہاڑ گر گیا اور وہ سب مر گئے، اور جن دو مردوں نے ہاتھ ملائے تھے وہ نکل گئے، اور ایک پتھر نے ان کا پیچھا کیا اور اس نے مقتول کے بھائی کی ٹانگ کو توڑ ڈالا، وہ ایک سال تک تکلیف میں زندہ رہا پھر مر گیا، ابو قلابہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اور عبدالملک بن مروان نے ایک شخص کا قسامت سے بدلہ لیا، پھر وہ اس پر نادم ہوا کہ اس نے کیا کیا، پھر اس نے ان پچاس آدمیوں کو بلوایا جنہوں نے قسم کھائی تھی اور ان کا نام دفتر سے مٹا دیا اور ان کو شام کی طرف بھیج دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۲، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۴۰۵۳، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۸، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۶۸۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے روایت کیا ہے کہ اولاً قسم مدعیٰ علیہ پر پیش کی جاتی ہے نہ کہ مدعی پر، جیسا کہ انصار کی جماعت کے قصہ میں مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوبشر کا ذکر ہے، وہ اسماعیل ہیں جو ابن علیہ کے نام سے مشہور ہیں، یہ ان کی ماں اسدی کا نام ہے اور وہ منسوب ہیں بنواسد بن خزیمہ کی طرف۔ نیز اس حدیث کی سند میں حجاج بن ابی عثمان کا ذکر ہے اور ابوعثمان کا نام میسرہ ہے، اور دوسرا قول ہے کہ ان کا نام سالم ہے اور حجاج کی کنیت ابوالصلت ہے اور اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں، اور وہ بصری ہے اور بنوکندہ کا آزادشدہ غلام ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابورجاء کا ذکر ہے، ان کا نام سلیمان ہے اور یہ ابوقلابہ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور ابوقلابہ کا نام عبداللہ بن زید الجرمی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اور اس حدیث میں عمر بن عبدالعزیز کا ذکر ہے، وہ امیر المومنین ہیں اور خلفاء راشدین میں سے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابرز" یعنی انہوں نے اپنا تخت باہر نکال کر ظاہر کیا اور خلفاء کی عادت ہے کہ اس تخت پر خصوصیت کے ساتھ بیٹھتے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اس تخت کو گھر کے باہر نکالا، یہ مراد نہیں ہے کہ سڑک پر نکالا۔ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب وہ شام میں خلیفہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم اذن له" یعنی پھر عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کو ان کے پاس آنے کی اجازت دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "القسامة القود بها حق" یعنی قسامت کے ذریعہ قصاص لینا برحق ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وقد اقادت به الخلفاء" یعنی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اور عبدالملک بن مروان نے، کیونکہ ان سے منقول ہے کہ ان کا یہ نظریہ تھا کہ قسامت کے ذریعہ قصاص لیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ونصبنی" علامہ کرمانی نے بتایا یعنی ابوقلابہ نے کہا کہ مجھے عمر بن عبدالعزیز نے فتویٰ دینے کے لیے اور علم کی بات سنانے کے لیے تخت کے پیچھے بٹھا دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ابوقلابہ نے کہا: مجھے لوگوں سے مناظرہ کرنے کے لیے ظاہر کر دیا۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ ابوقلابہ تخت کے پیچھے تھے تو ان کو حکم دیا کہ وہ ظاہر ہو کر سامنے بیٹھیں اور یہ تفسیر زیادہ بہتر ہے اور اس کی موافقت ابوعوانہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ ابوقلابہ تخت کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے تو عمر بن عبدالعزیز ان کی طرف مڑے اور کہا: اے ابوقلابہ! تم اس مسئلہ میں کیا کہتے ہو؟ (کہ قسامت کے ذریعہ قصاص لیا جائے)۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رؤوس الاجناد" اجناد کے لفظ میں ہمزہ پر زبر ہے اور جیم ساکن ہے اور یہ جُند کی جمع ہے، اور

اجنادا اصل میں انصار اور مددگار ہیں، پھر یہ لفظ لڑنے والے لشکروں میں مشہور ہو گیا۔

اور جب حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کو چار امراء پر تقسیم کر دیا۔ ہر امیر کے ساتھ ایک لشکر تھا، پس فلسطین، دمشق، حمص اور قنسرین ان میں سے ہر ایک کو لشکر کا نام دیا گیا اور ان کا نام اس لشکر پر تھا جو ان شہروں میں تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ چوتھا شہر الاردن تھا اور اس کے بعد قنسرین کا الگ ذکر کیا گیا۔ اور حضرت خالد بن ولید اور حضرت یزید بن ابی سفیان اور حضرت شرحبیل بن حسنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم ان لشکروں کے امیر اور سربراہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واشراف العرب" اور احمد بن حرب کی روایت میں ہے "اشراف الناس" اشراف، شرف کی جمع ہے، کہا جاتا ہے: فلاں شخص اپنی قوم کا شرف ہے، یعنی وہ شخص اپنی قوم کا کریم اور لوگوں کی قدر و قیمت والا ہے، لوگ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں اور اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "دِمَشق" اس لفظ میں دال کے نیچے زیر ہے اور میم پر زبر ہے اور شین ساکن ہے، یہ شام کا مشہور شہر ہے اور اس میں انبیاء علیہم السلام کے مزارات ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حِمص" اس لفظ میں حاء کے نیچے زیر ہے اور میم ساکن ہے، یہ شام کا مشہور شہر ہے۔ (جب عمر بن عبدالعزیز نے ابوقلابہ سے ان کی رائے پوچھی تو ابوقلابہ نے کہا: یہ بتائیے اگر پچاس آدمی دمشق کے کسی شادی شدہ مرد کے خلاف یہ گواہی دیں کہ اس نے زنا کیا ہے اور ان لوگوں نے اس مرد کو دیکھا نہ ہو تو کیا آپ اس کو سنگسار کریں گے؟ عمر بن عبدالعزیز نے کہا: نہیں!)

شیخ ابوالحسن القابسی نے کہا ہے کہ ابوقلابہ نے اس کی مثال کیوں دی جس میں شبہ ہے، کیونکہ شہادت کا طریقہ قسم کے طریقہ کے خلاف ہے اور کہا: عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پر تعجب ہے کہ اس کے باوجود کہ ان کا علم میں بہت بڑا مرتبہ تھا انہوں نے ابوقلابہ کا اس مثال سے معارضہ کیوں نہیں کیا جب کہ ابوقلابہ فقہاء تابعین میں سے نہیں تھے اور لوگوں کے نزدیک ان کا شہر کے رہنے والوں میں شمار ہوتا تھا۔

اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی) نے کہا ہے کہ شیخ ابوالحسن القابسی کے کلام کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ شہادت میں اور قسم میں فرق ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتول (حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ) کے وارثوں (عبدالرحمٰن بن سہل اور ان کے دو چچا حویصہ اور محیصہ) پر قسم کو پیش کیا اور آپ کو معلوم تھا کہ مقتول کے وارث خیبر میں موجود نہیں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الا فی احدیٰ ثلاث خصال" یعنی جو شخص تین اوصاف میں سے کسی ایک وصف کے ساتھ متصف ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے گا، یعنی جس شخص نے ظلماً قتل کیا ہو تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا، یا جو شادی شدہ شخص زنا کرے یا جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرے اور اسلام سے مرتد ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی السرق" یہ لفظ سرقۃ، سرق، کا مصدر ہے، علامہ کرمانی نے کہا: سرق، سارق کی جمع ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وسمر الاعین" اس کا معنی ہے: ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم نبذھم" پھر ان کو پھینک دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من عکل'' عین پر پیش ہے اور کاف ساکن ہے اور یہ ایک قبیلہ ہے۔
پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ کتاب الطہارت میں مذکور ہے کہ یہ لوگ عرینین میں سے تھے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں سے بعض عکل میں سے تھے اور بعض عرینین میں سے تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''ثمانیۃ'' یہ نفر سے بدل ہے، یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ قبیلہ عکل سے آٹھ افراد آئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاستوخموا الارض'' یعنی وہ زمین ان کے موافق نہیں آئی اور انہوں نے اس زمین کو ناپسند کیا۔اس لفظ کی اصل ''وخم'' ہے، کہا جاتا ہے ''وخم الطعام'' جب کوئی کھانا ثقیل ہو اور کھانے والا اس کو ہضم نہ کر سکے تو کہا جاتا ہے ''ھو وخیم''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فادرکوا'' یعنی وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ چرا کر اور اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر کے بھاگ گئے، پھر ان کو پکڑ لیا گیا۔یہ حدیث دس مرتبہ سے زیادہ گزر چکی ہے اور ان میں سے کتاب الوضو میں بھی گزری ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''عنبسہ بن سعید نے کہا: اللہ کی قسم! آج کی طرح بات میں نے کبھی نہیں سنی''۔عَنبَسَہ میں عین پر زبر ہے اور نون ساکن ہے اور باء اور سین پر زبر ہے، یہ عنبسہ بن سعید الاموی ہیں جو عمرو بن سعید الاشدق کے بھائی ہیں اور ان کے دادا کا نام العاص بن سعید بن العاص بن الامیہ ہے، اور عنبسہ ان کے گھر کے بہترین افراد میں سے تھے، عبدالملک بن مروان ان کے بھائی عمرو بن سعید کو قتل کرنے کے بعد ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا، ان سے حدیث کی روایت بھی ہے اور حجاج بن یوسف کے متعلق خبریں بھی ہیں، ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''ان سمعت کالیوم قط'' اِنْ میں ہمزہ کے نیچے زیر ہے اور نون ساکن ہے اور یہ نافیہ کے معنی میں ہے، اور اس جملہ کا معنی ہے: میں نے آج سے پہلے اس بات کی مثل نہیں سنی جو آج تم سے سنی ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''فقلت اترد علیّ؟'' اس کلام کے قائل ابوقلابہ ہیں، انہوں نے عنبسہ کے کلام سے یہ سمجھا کہ ابوقلابہ نے جو حدیث سنائی ہے یہ اس کا انکار کر رہے ہیں تو کہا: کیا تم میری سنائی ہوئی حدیث کا رد کرتے ہو؟
اس حدیث میں مذکور ہے ''قال: لا'' یعنی عنبسہ نے کہا: میں تمہارا رد نہیں کر رہا۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''ھذا الشیخ'' اس شیخ سے مراد ہے ابوقلابہ۔عنبسہ نے کہا: جب تک ابوقلابہ تم لوگوں میں ہے تم لوگ خیریت کے ساتھ رہو گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی ھذا'' علامہ کرمانی نے کہا: اس واقعہ کی مثل میں سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ سے پہلے حلف لیا جائے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''اترضون نفل خمسین من الیھود ما قتلوہ'' یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے مقتول ہونے کا قصہ پیش کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے وارثوں یعنی عبدالرحمٰن بن سہل اور ان کے دو چچا حویصہ اور محیصہ سے فرمایا: کہ تم یہودیوں کی پچاس قسموں سے راضی ہو گے؟ اس حدیث میں ''نفل'' کا لفظ ہے، اس

کا معنی حلف اور قسم ہے۔ اور اصل میں نفل کا معنی ہے: نفی کرنا، اور چونکہ قسم قسامت میں قصاص کی نفی کرتی ہے اس لیے اس کو نفل کہا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقلت" اس کے قائل ابوقلابہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وقد کانت هذيل" هذیل میں ہاء پر پیش ہے اور ذال پر زبر ہے اور یہ مشہور قبیلہ ہے جس کی نسبت ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کی طرف تھی۔ یہ قصہ سندِ مذکور کے ساتھ ابوقلابہ کی طرف منسوب ہے لیکن یہ قصہ مرسلہ ہے، کیونکہ ابوقلابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خليعا" خليع کا لفظ فعیل کے وزن پر ہے اور خلیع اس مرد کے لیے کہا جاتا ہے جس سے اس کی قوم یہ کہے: نہ ہمارے لیے تم سے کوئی نفع ہے اور نہ ہم پر تم سے کوئی ضرر ہے، اور جب کوئی قوم اپنے حلف کو توڑ دے تو کہا جاتا ہے "تخالع القوم" اور اسی وجہ سے جب کوئی امیر معزول کیا جائے تو اس کو بھی خليع کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بالبطحاء" یعنی مکہ کی پتھریلی زمین، اور یہ وہ وادی ہے جس میں سیلاب چھوٹی چھوٹی کنکریوں کو بہا کر لے آیا تھا اور بطحاء چھوٹی چھوٹی کنکریوں کو کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فرفعوه الى عمر" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس انہوں نے اس مقدمہ کو حج کے موقع پر پیش کیا۔ اس حدیث میں "موسم" کا لفظ ہے، یعنی جب سال میں تمام حج کرنے والے جمع ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تسعة واربعون رجلا" یعنی انچاس مرد۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہذیل کے پچاس مرد قسم کھائیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق جائز ہے کیونکہ یہ کُل کا اطلاق ہے اور ارادہ جزو کا کیا ہے، یا اس سے مراد پچاس تقریباً ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بنخلة" نون پر زبر ہے اور خاء ساکن ہے، یہ مکہ مکرمہ سے ایک رات کی مسافت پر جگہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اخذتهم السماء" یعنی ان کو بارش نے آلیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانهجم الغار" یعنی غار ان کے اوپر گر گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فماتوا جميعا" وہ سب مر گئے، کیونکہ انہوں نے جھوٹی قسم کھائی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وافلتت القرينان" القرینان سے مراد ہے دو ہاتھ ملانے والے، ان میں سے ایک مقتول کا بھائی تھا اور دوسرا وہ مرد تھا جس نے پچاس کے عدد کو مکمل کیا تھا اور یہ دونوں وہ تھے جنہوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "أفلتت" یہ مجہول کا صیغہ ہے، یعنی ان دونوں نے چھٹکارا پالیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واتبعهما حجر" اس میں تاء مشدد ہے، یعنی ان دونوں کے اوپر ایک پتھر آکر گرا جب وہ غار سے نکل رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قُلت" اس کے قائل ابوقلابہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فمحوا من الديوان" یعنی ان کا نام اس رجسٹر سے نکال دیا گیا جس میں لشکر کے شرکاء کا نام لکھا

گیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الی الشام" یعنی ان کو شام کی طرف نکال دیا گیا۔ اور احمد بن حرب کی روایت میں ہے "من الشام" یعنی ان کو شام سے نکال دیا گیا اور یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ عبدالملک کی امامت شام میں تھی، ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب ان کو عراق سے اس لیے نکالا کہ انہوں نے مصعب بن زبیر سے جنگ کی تھی، پس اس وقت وہ اہلِ عراق سے ہو گئے اور ان کو شام کی طرف نکال دیا۔

علامہ القابسی نے کہا ہے: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے کس طرح ابو قلابہ کے قول کی بناء پر قسامت کو باطل کر دیا جب کہ قسامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ثابت ہے اور خلفاء راشدین نے اس پر عمل کیا ہے اور ابو قلابہ تو تابعین میں سے ہیں، انہوں نے اس مسئلہ کے متعلق ایک قول مرسل سنا جو مسند نہیں تھا اور اس کے باوجود ان پر انصار کا قصہ خیبر کے قصہ کی طرف پلٹ گیا، پس ایک قصہ کو دوسرے قصہ پر سوار کر دیا کیونکہ ان کا حافظہ کمزور تھا۔ اور اسی طرح انہوں نے حکایت مرسلہ کو سنا اس کے باوجود کہ اس کا قسامت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا، کیونکہ خلع کرنا قسامت نہیں ہے، اسی طرح عبدالملک کے مٹانے میں بھی کوئی حجت نہیں ہے۔ واللہ اعلم (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۹۱۔۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قسامت کے حکم میں مذاہبِ اربعہ کا بیان

قسامت کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے، پس فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ قسامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس میں مدعین سے قسم لینے کی ابتداء کی جائے گی، اگر انہوں نے قسم اٹھالی (کہ فلاں شخص یا فلاں لوگ ہمارے قتیل کے قاتل ہیں) تو وہ قاتل کے مستحق ہو جائیں گے اور اگر انہوں نے قسم کھانے سے انکار کیا تو پھر مدعیٰ علیہم سے پچاس قسمیں لی جائیں گی اور ان کو بری کر دیا جائے گا، یہ اہلِ مدینہ کا قول ہے: یحییٰ بن سعید، زناد کے دو بیٹے ربیعہ اور لیث، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ابوثور کا قول ہے۔

ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد) کی دلیل

ان فقہاء کا استدلال امام بخاری کی اس روایت سے ہے جس کو انہوں نے "کتاب الجزیۃ" اور "کتاب الموادعۃ" میں روایت کیا ہے:

از بُشیر بن یسار از سہل بن ابی حثمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود بن زید خیبر کی طرف گئے اور ان دنوں خیبر میں صلح کا زمانہ تھا، پس وہ وہاں پر الگ الگ ہو گئے، پھر حضرت محیصہ، حضرت عبداللہ بن سہل کی طرف گئے اور وہ اپنے خون میں لت پت تھے اور قتل کیے جا چکے تھے، انہوں نے اس کو دفن کر دیا، پھر مدینہ آئے، پس حضرت عبدالرحمٰن بن سہل اور حضرت محیصہ اور حضرت حویصہ (مسعود کے دونوں بیٹے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس حضرت عبدالرحمٰن بات کرنے

لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دو، بڑے کو بات کرنے دو۔ اور حضرت عبدالرحمن بن سہل ان لوگوں میں سب سے چھوٹے تھے، پس وہ خاموش ہو گئے اور حضرت محیصہ اور حویصہ نے بات کی، پس آپ نے فرمایا: کیا تم قسم کھاؤ گے اور تم اپنے قاتل کے مستحق ہو جاؤ گے یا فرمایا: اپنے صاحب کے مستحق ہو جاؤ گے؟ تو انہوں نے کہا: ہم کیسے قسم اٹھائیں حالانکہ ہم اس موقع پر حاضر نہیں تھے اور نہ ہم نے دیکھا تھا، آپ نے فرمایا: پھر تم کو پچاس یہودیوں کی قسمیں بری کر دیں گی تو انہوں نے کہا: ہم کیسے کفار قوم کی قسموں پر اعتماد کریں، پھر نبی ﷺ نے اپنے پاس سے اس مقتول کی دیت ادا فرما دی۔

(صحیح البخاری: ۳۱۷۳، صحیح مسلم: ۱۶۶۹، سنن نسائی: ۴۷۱۴، سنن ترمذی: ۱۴۲۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۱، سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۷، مسند احمد: ۱۶۸۲۵، موطا امام مالک: ۱۶۳۱)

صحیح البخاری کی روایت سے ائمہ ثلاثہ کی وجہِ استدلال

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو لوگ خون کا دعویٰ کریں ان سے قسم کی ابتداء کی جائے گی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت محیصہ اور حضرت حویصہ سے فرمایا: تم لوگ قسم کھاؤ کہ فلاں شخص قاتل ہے تو پھر تم اس قاتل کے مستحق ہو جاؤ گے اور آپ نے قسم کی ابتداء حضرت محیصہ اور حضرت حویصہ سے کی جو اپنے مقتول کے خون کے مدعی تھے۔

قسامت کے حکم میں امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء کا موقف

فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ مدعیٰ علیہم سے قسم لینے کی ابتداء کی جائے گی، پس ان سے قسم لی جائے گی اور ان کو چھوڑ دیا جائے گا، یہ مذہب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور از الشعبی اور نخعی منقول ہے، ثوری کا بھی یہی قول ہے اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے اور انہوں نے سعید بن عبید کی حدیث از بشیر بن یسار سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے انصار سے فرمایا: ''جس نے قتل کیا ہے تم اس پر گواہ لاؤ تو انہوں نے کہا: ہمارے پاس کوئی گواہ نہیں ہے، آپ نے فرمایا: پس وہ تمہارے لیے قسم اٹھائیں گے تو انصار نے کہا: ہم یہود کی قسموں سے راضی نہیں ہیں''۔ (صحیح البخاری: ۶۸۹۸)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب مدعیین نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو نبی ﷺ نے مدعیٰ علیہم کی قسموں سے ابتداء کی اور وہ یہود ہیں اور فقہاء احناف وغیرہ یہی کہتے ہیں کہ مدعیٰ علیہم سے قسم کی ابتداء کی جائے گی۔

اور فقہاء احناف نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس کی ابن جریج نے از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہیں کہ دو عورتیں اپنے گھر میں یا اپنے حجرہ میں موزہ سی رہی تھیں، پس ان میں سے ایک باہر نکلی اور اس کی ہتھیلی میں سوئی چبھ گئی تو اس نے دوسری پر دعویٰ کیا (کہ تم نے یہ سوئی چبھوئی ہے) پھر یہ مقدمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگوں کے دعووں کے مطابق ان کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے تو وہ لوگوں کی جانوں اور مالوں کو لے جائیں گے (جب ان کے پاس گواہ نہیں ہیں) تم اس کے سامنے اللہ کا ذکر کرو (یعنی اس سے ڈراؤ) اور اس کے سامنے یہ آیت پڑھو:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران:۷۷)

سوانہوں نے اس عورت کے سامنے اس آیت کو پڑھا تو اس عورت نے اعتراف کر لیا، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم مدعی علیہ پر ہے''۔ (صحیح البخاری: ۴۵۵۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ قسم مدعی علیہ پر پیش کی جائے گی اور یہی امام ابوحنیفہ وغیرہم کا مذہب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر خون اور قصاص کے مدعی پر قسم کو پیش کیا جائے تو یہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے اور اگر مدعی علیہ پر قسم کو پیش کیا جائے تو یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے موافقین کا مذہب ہے۔

قسامت میں تیسرا مذہب

قسامت میں تیسرا مذہب قسامت کے حکم کرنے میں توقف ہے، یہ مذہب سالم بن عبد اللہ اور ابوقلابہ اور عمر بن عبد العزیز اور حکم بن عتیبہ سے منقول ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل

ائمہ ثلاثہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ سعید بن عبید کی حدیث میں یہود سے ابتداء کرنے کا ذکر ہے اور وہ محدثین کے نزدیک معتبر ہیں، کیونکہ ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے بُشیر بن یسار کی حدیث کی حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے مسنداً روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعین سے قسم کی ابتداء کی ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ یہی کہتے ہیں کہ قسامت میں قسم لینے کی ابتداء مدعین سے کی جائے۔

یحییٰ بن سعید کی روایت کی بُشیر بن یسار کی روایت پر ترجیح

الاصیلی نے کہا: اس حدیث کی یحییٰ بن سعید سے شعبہ، سفیان بن عیینہ، عبد الوہاب الثقفی، حماد بن زید، عیسیٰ بن حماد اور بشر بن المفضل نے مسنداً روایت کی ہے۔ اور امام مالک نے اس حدیث کی از یحییٰ بن سعید از بُشیر بن یسار مرسلاً روایت کی ہے اور انہوں نے سہل بن ابی حثمہ کا ذکر نہیں کیا۔

اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے: قسامت میں، میں جس طرف گیا ہوں وہ یحییٰ بن سعید کی حدیث از بُشیر بن یسار ہے، کیونکہ بشیر بن یسار سے حفاظ نے اس کی موصولاً روایت کی ہے اور یہ سعید بن عبید کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

اصیلی نے کہا: پس یہ جائز نہیں ہے کہ واحد کی خبر سے جماعت کی خبر پر اعتراض کیا جائے اس کے باوجود سعید بن عبید نے اپنی حدیث میں کہا ہے: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں سے اس کی دیت ادا کر دی۔ اور صدقہ سے دیات کی ادائیگی نہیں کی جاتی اور نہ صدقہ کے اہل کے غیر سے صلح کی جاتی ہے۔

(ان محدثین نے یحییٰ از بشیر بن یسار از سہل بن ابی حثمہ کی روایت کو ترجیح دی ہے، اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کے مدعین پر قسم کو پیش کیا، یہ حدیث صحیح البخاری: ۳۱۷۳ میں ہے، اور اس حدیث کو سعید بن عبید از بشیر بن یسار پر ترجیح دی ہے، اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعین سے فرمایا کہ تم اس کے قاتل پر گواہ پیش کرو۔ (صحیح

البخاری:۶۸۹۸)اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ یحییٰ کی روایت کو چھ راویوں نے مسنداً روایت کیا ہے)۔

مذکورہ دوروایتوں میں وجہِ تطبیق

علامہ ابن القصار اور علامہ المہلب نے کہا ہے کہ سعید بن عبید کی حدیث اور یحییٰ بن سعید کی حدیث کو جمع کیا جاسکتا ہے، پس سعید بن عبید کی روایت کے متعلق کہا جائے گا کہ ہوسکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے یہ کہا ہو کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ یہود میں سے پچاس مرد یہ قسم کھائیں کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب انصار نے قسم کھانے سے انکار کردیا، کیونکہ انہوں نے یہود میں سے کسی شخص کو قاتل معین نہیں کیا تھا کہ جس کے خلاف وہ قسم کھاتے اور قسامت صرف معین شخص پر ہوتی ہے، پس جب آپ کو ان کی قسم سے انکار کا علم ہوا تو آپ نے قسم کو رد کردیا اور ان سے ان کے دعویٰ پر گواہ کا مطالبہ کیا جیسا کہ صحیح البخاری:۶۸۹۸ میں مذکور ہے، اور یحییٰ بن سعید کی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت محیصہ اور حضرت حویصہ اور حضرت عبدالرحمٰن پر قسم کو پیش کیا کہ تم قسم کھاؤ اور اپنے مقتول کے خون کے مستحق ہوجاؤ گے، اور جب انہوں نے قسم کھانے سے انکار کیا تو آپ نے ان سے فرمایا: پس یہود قسم کھا کر تم سے بری ہوجائیں گے جیسا کہ صحیح البخاری: ۳۱۷۳ میں مذکور ہے۔

اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابن جریج نے از عطاء از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور منکر پر قسم کھانا لازم ہے سوائے قسامت کے"۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۰۹)

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوگیا کہ قسامت میں قسم مدعیٰ علیہ کی جانب سے نہیں ہوتی۔

اور امام مالک نے الموطا میں اس مقالہ کے لیے ایسی دلیل پیش کی ہے جو کافی ہے، پس انہوں نے کہا کہ خون کے معاملہ میں قسامت اور باہمی حقوق میں قسم کے درمیان یہ فرق ہے کہ جب کوئی مرد کسی شخص سے کوئی قرض کا معاملہ کرتا ہے تو اس پر اس کا حق ثابت ہوجاتا ہے اور جب کوئی مرد دوسرے مرد کو قتل کرتا ہے تو اس کو لوگوں کی جماعت کے سامنے قتل نہیں کرتا وہ صرف تنہائی کو طلب کرتا ہے، پس اگر اس کے سوا قسامت مشروع نہ ہوتی جو گواہوں سے ثابت ہوتا ہے اور اس میں اس طرح عمل کیا جاتا جس طرح باقی حقوق میں عمل کیا جاتا ہے تو لوگوں کے خون ضائع ہوجاتے اور لوگ دوسروں کے قتل پر دلیر ہوجاتے جب وہ اس میں فیصلہ کا طریقہ جان لیتے، لیکن قسامت کو اس طرح مشروع کیا گیا کہ مقتول کے ورثاء قسم کے ساتھ ابتداء کریں گے تاکہ لوگ دوسروں کو قتل کرنے سے رک جائیں اور قاتل ڈرے کہ وہ اس کی مثل میں مقتول کے قول سے پکڑا جائے گا اور یہ چیز ہمارے نزدیک اجماعی ہے اور جس چیز کو میں نے پسندیدہ لوگوں سے سنا اور جس پر متقدمین اور متاخرین ائمہ کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ قسم کی ابتداء مدعین سے کی جائے گی۔

جن فقہاء نے قسامت کا انکار کیا ان کا رد

رہے وہ لوگ جنہوں نے قسامت کے ساتھ حکم کرنے کو باطل قرار دیا، سو انہوں نے قسامت کا اپنی آراء سے رد کیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک قسامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ "مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور مدعٰی علیہ پر قسم پیش

کرنا لازم ہے"۔ اور قسامت میں مدعین سے قسم کی ابتداء کی جاتی ہے اور زمانہ جاہلیت میں قسامت ہوتی تھی، پچاس لوگ کسی خون پر قسم کھاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا، پس یہ سنت ہوگئی برخلاف ان اموال کے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قسم کھانے کا طریقہ مقرر فرمایا اور اصول اور قواعد ایک دوسرے کو رد نہیں کرتے اور نہ ایک دوسرے پر قیاس کیا جاتا ہے بلکہ ہر اصل اور ہر قاعدہ کو اپنے محل پر رکھا جاتا ہے جیسے عرایا اور مزابنة میں درختوں پر پھل رکھنے کا استثنیٰ ہے اور کھیتوں میں غلہ رکھنے کا استثنیٰ ہے۔ اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ جو چیز بھی ان پر مشروع کی جائے اس کو تسلیم کرلیں۔

ابوالحسن بن القابسی نے کہا: عمر بن عبدالعزیز پر تعجب ہے کہ اتنے عظیم علم کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے ابوقلابہ سے کیوں معارضہ نہیں کیا جب کہ ابوقلابہ فقہاء تابعین میں سے ہیں یعنی صحابہ میں سے نہیں ہیں۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: اور حماد بن سلمہ نے از عبداللہ بن ابی ملیکہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قسامت کے ذریعہ مدینہ میں اپنی امارت کے ذریعہ قصاص لیا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۴۳۔۸۴۳، ملخصاً وملتقطاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۳۔ بَابُ: مَنِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ فَفَقَئُوا عَيْنَهُ فَلَا دِيَةَ لَهُ

جس شخص نے کسی قوم کے گھر میں جھانکا، سوانہوں نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس کی کوئی دیت نہیں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر میں جھانکے اور گھر والے اس کی آنکھ کو پھوڑ دیں تو اس جھانکنے والے کے لیے کوئی دیت نہیں ہے۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: "الفقأ" کا معنی ہے: "الشق" یعنی کسی چیز کو پھاڑنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حدیث میں ہے کہ "انه فقأ ملك الموت" یعنی انہوں نے موت کے فرشتہ کی آنکھ پھوڑ دی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ رضى الله عنهُ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ جُحْرٍ فِي بَعْضِ حُجَرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَامَ إِلَيْهِ بِمِشْقَصٍ أَوْ بِمَشَاقِصَ وَجَعَلَ يَخْتِلُهُ لِيَطْعُنَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن ابی بکر بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرہ میں جھانکا تو آپ چوڑے پھل کا تیر لے کر اس کی طرف کھڑے ہوئے یا چوڑے پھل کے کئی تیر لے کر اس کی طرف کھڑے ہوئے، اور آپ یہ حیلہ کر رہے تھے کہ وہ تیر اس کو چبھو دیں۔

(صحیح البخاری: ۶۲۴۲، ۶۸۸۹، ۶۹۰۰، صحیح مسلم: ۲۱۵۷، سنن ترمذی: ۲۷۰۸، سنن نسائی: ۴۸۵۸، سنن ابوداؤد: ۵۱۷۱، مسند احمد: ۱۳۰۹۵)

صحیح البخاری: ۶۹۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس جگہ یہ سوال کیا گیا ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ جس کی آنکھ پھوڑی گئی ہے اس کے لیے کوئی دیت نہیں ہوگی۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث کی بعض سندوں میں اس کی تصریح ہے اور امام بخاری کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اس کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں جو اس مسئلہ کے متعلق حدیث روایت کی گئی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان مذکور ہے، ان کا نام الحکم بن نافع ہے اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے "حدثنا ابوالنعمان" اور ان کا نام محمد بن الفضل ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن ابی بکر کا ذکر ہے، وہ اپنے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الاستئذان میں از مسدد گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان رجلا" ابن بشکوال نے از الحسن بن مغیث روایت کی ہے کہ وہ مرد الحکم بن العاص بن امیہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اطلع" اس کا معنی ہے: بلندی سے دیکھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی بعض حجر النبی ﷺ" "حِجر" میں اگر حاء پر زیر ہو تو اس کا معنی دیوار ہے، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ دیوار کے اوپر سے نبی ﷺ کے کسی حجرہ میں جھانک رہا تھا۔ اور "حُجر" میں اگر حاء پر پیش ہو تو یہ "حجرۃ الدار" کی جمع ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بمشقص" میم کے نیچے زیر ہے اور اس کا معنی ہے: چوڑا پھل۔

اس حدیث میں مذکور ہے "او بمشاقص" یہ راوی کا شک ہے اور یہ لفظ مشقص کی جمع ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یختلہ" یعنی آپ اس کو غافل پا کر اس کی آنکھ میں وہ چوڑا پھل چبھونا چاہتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِي جُحْرٍ فِي بَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَمَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِدْرًى يَحُكُّ بِهِ رَأْسَهُ فَلَمَّا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ ایک مرد نے رسول اللہ ﷺ

رَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ لَوْ أَعْلَمُ أَنَّكَ تَنْتَظِرُنِي لَطَعَنْتُ بِهِ فِي عَيْنَيْكَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِذْنُ مِنْ قِبَلِ الْبَصَرِ۔

کے دروازہ کے سوراخ میں سے جھانکا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لوہے کا کنگھا تھا جس سے آپ اپنے سر کو کھجا رہے تھے، پس جب رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو دیکھا تو فرمایا: اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو تو میں یہ لوہا تمہاری آنکھوں میں چبھو دیتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اجازت طلب کرنے کو دیکھنے سے پہلے مشروع کیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۹۲۴، ۶۲۴۱، ۶۹۰۱، صحیح مسلم: ۲۱۵۶، سنن ترمذی: ۲۷۰۹، سنن نسائی: ۴۸۵۹، مسند احمد: ۲۲۲۹۶، سنن دارمی: ۲۳۸۴)

صحیح البخاری: ۶۹۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت کی وہی توجیہ ہے جو اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے اور یہ حدیث باب الاستئذان میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی جُحر" اس میں جیم پر پیش ہے اور حاء ساکن ہے، اور اس سے مراد ہے: سوراخ یا دروازہ کی جھری میں جو سوراخ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی باب رسول اللہ ﷺ" یعنی رسول اللہ ﷺ کے حجرہ کے دروازہ میں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مدری" یہ لوہے کا کنگھا ہے جس سے بال سنوارے جاتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کنگھی کے مشابہ لوہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تنتظرنی" یعنی میں نے تمہیں یہ کنگھی اس لیے نہیں چبھوئی کہ مجھے یہ تردد تھا کہ تم دیکھ رہے ہو یا ٹھہرے ہوئے ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من قِبَلِ البصر" اس میں قاف کے نیچے زیر ہے اور باء پر زبر ہے، یعنی گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنے کو آنکھ کی جہت سے مشروع کیا گیا ہے تاکہ کوئی شخص گھر والوں کی پوشیدہ چیزوں پر مطلع نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ لَوْ أَنَّ امْرَأً اطَّلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان

إِذْنٍ فَخَذَفْتَهُ بِعَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ جُنَاحٌ.

کی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی مرد تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے گھر میں جھانکے، پھر تم کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۶۹۰۲، صحیح مسلم: ۲۱۵۸، سنن نسائی: ۴۸۶۱، سنن ابوداؤد: ۵۱۷۲، مسند احمد: ۷۴۲۱)

صحیح البخاری: ۶۹۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "اگر تم نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا"۔ جس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ بغیر اجازت کے جھانکنے والے کی اگر آنکھ پھوڑ دی جائے تو اس کے لیے کوئی دیت نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، وہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، ان کا نام عبدالرحمٰن بن ہرمز ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

علامہ یوسف بن محمد الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: یہ حدیث باب "بدء السلام" میں گزر چکی ہے اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے۔

اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے: "باب من اخذ حقه او اقتص دون السلطان" (جس نے اپنا حق وصول کرلیا یا جس نے حاکم کے بغیر قصاص لیا) اور اس میں بھی اس طرح مذکور نہیں ہے۔ اور اس باب میں جو حدیث گزری ہے وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کا ذکر المزی نے "الاطراف" میں کیا ہے از امام بخاری کتاب الدیات میں، اور اس کے سوا اور کوئی چیز ذکر نہیں کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فخذفته" اس کا معنی ہے: تم نے اس کو مارا، اور یہاں کنکری کی قید لگائی ہے، کیونکہ اگر اس نے اس کو وزنی پتھر مارا یا تیر مارا تو اس سے قصاص متعلق ہوگا۔ اور امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس پر کوئی ضمان نہیں ہے، یہ اس وقت ہے کہ اگر کنکر مارے بغیر وہ آدمی وہاں سے نہ جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جناح" یعنی کوئی حرج نہیں ہے، اور امام مسلم کے نزدیک اسی سند سے مروی ہے "ماکان علیك من جناح" یعنی تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

حدیث مذکور سے مستنبط شدہ حکم

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص جاسوسی کرنے کے لیے کسی کے گھر میں جھانکے تو اس کو کنکری مارنا جائز ہے اور اگر کنکری مارنے سے وہ باز نہ آئے تو وزنی پتھر کو مارنا بھی جائز ہے، اور اگر اس پتھر سے وہ بندہ مر جائے یا اس کا کوئی عضو ہلاک ہو جائے تو وہ رائیگاں ہے یعنی اس کی کوئی دیت نہیں ہے۔

اور فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں قصاص ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ معصیت، معصیت کو زائل نہیں کرتی۔

اور اس پر رد کیا گیا ہے کہ جب اذن ثابت ہو تو اس کو معصیت نہیں کہتے۔ اور کیا پتھر یا کنکری مارنے سے پہلے اس کو ڈرانا شرط ہے اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ شرط ہے جیسے حملہ آور کے حملہ کو دفع کرنے کے لیے ڈرانا شرط ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ شرط نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۴۔ بَابُ: الْعَاقِلَةِ

العاقلہ (وہ عصبات جو دیت ادا کرتے ہیں)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

عاقلہ کا لغوی معنی

اس باب میں عاقلہ کا بیان ہے اور عاقلہ "عاقل" کی جمع ہے اور یہ وہ ہیں جو دیت ادا کرتے ہیں، دیت کو عقل کہا جاتا ہے کیونکہ مقتول کے ولی اور وارث کے گھر کے صحن میں اونٹوں کو باندھ دیا جاتا تھا، پھر اس کا زیادہ استعمال ہونے لگا حتیٰ کہ عقل کا اطلاق دیت پر کیا گیا خواہ وہ اونٹ نہ ہوں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عاقلہ "عقل یعقل" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: اٹھانا، کیونکہ یہ قاتل کی طرف سے دیت کے بوجھ کو اٹھاتے ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ "عقل یعقل" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے منع کرنا اور دفع کرنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ہر وہ شخص جو قتل کرتا تھا وہ اپنی قوم کی پناہ لیتا تھا، کیونکہ اس قاتل کو قتل کرنے کے لیے طلب کیا جاتا تھا، اس کی قوم کے لوگ اس کو قتل کرنے سے منع کرتے تھے اور روکتے تھے، پس اس کی قوم کے لوگوں کو عاقلہ یعنی مانعہ کہا گیا۔

اور علامہ ابن فارس نے کہا ہے "عقلت القتیل" اس وقت کہا جاتا ہے جب تم اس کی دیت ادا کر دو۔ اور "عقلت عنه" اس وقت کہا جاتا ہے جب تم اس کی دیت کا التزام کر لو اور اس قاتل کی طرف سے دیت کو ادا کر دو۔ اور عاقلہ اہل الدیوان ہیں۔ اور یہ لشکر کے وہ لوگ ہیں جن کے نام دیوان یعنی رجسٹر میں لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔

عاقلہ کی تعریف میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب

اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک عاقلہ رشتہ دار ہیں اور یہ وہ ہیں جو عصبات ہیں یعنی کسی شخص کے باپ کی طرف سے رشتہ دار۔ اور بعض شافعیہ سے منقول ہے کسی مرد کے عاقلہ اس کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہیں اور وہ اس کے عصبات ہیں۔

اور علامہ الکرمانی نے کہا ہے: نکاح کے ولی عاقلہ ہیں۔ اور ہمارے اصحاب احناف نے کہا ہے: اگر قاتل اہلِ دیوان میں سے نہ ہو تو اس کے عاقلہ اس کے پیشہ کے لوگ ہیں اور اگر اس کے پیشہ کے لوگ نہ ہوں تو جن لوگوں نے اس سے وفاداری کا حلف اٹھایا ہے وہ اس کے عاقلہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۳۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَلِيًّا رضی الله عنه هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِمَّا لَيْسَ فِي الْقُرْآنِ وَقَالَ مَرَّةً مَا لَيْسَ عِنْدَ النَّاسِ فَقَالَ وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا إِلَّا مَا فِي الْقُرْآنِ إِلَّا فَهْمًا يُعْطَى رَجُلٌ فِي كِتَابِهِ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قُلْتُ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں مطرِّف نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے الشعبی سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جحیفہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز لکھی ہوئی ہے جو قرآن میں نہ ہو؟ اور ایک مرتبہ یہ کہا: کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز لکھی ہوئی ہے جو لوگوں کے پاس نہ ہو؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانہ چیرا اور روح کو پیدا کیا! ہمارے پاس صرف وہی چیز ہے جو قرآن میں ہے، یا وہ فہم ہے جو ہر مرد کو کتاب اللہ کے مطابق دی گئی ہے، اور وہ چیز ہے جو اس صحیفہ میں ہے، میں نے پوچھا: اور صحیفہ میں کیا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا: اس میں دیت کے احکام ہیں اور قیدیوں کو چھڑانے کے احکام ہیں اور یہ حکم ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۱، ۱۸۷۰، ۳۰۴۷، ۳۱۷۲، ۳۱۷۹، ۶۷۵۵، ۶۹۰۳، ۶۹۱۵، ۷۳۰۰، صحیح مسلم: ۱۳۷۰، سنن ترمذی: ۱۴۱۲، سنن نسائی: ۴۷۴۴، سنن ابوداؤد: ۴۵۳۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۸، مسند احمد: ۶۰۰، سنن دارمی: ۲۳۵۶)

صحیح البخاری: ۶۹۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں العقل کا لفظ ہے اور العقل سے ہی عاقلہ بنا ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے باپ کی طرف سے رشتہ داروں کی دیت ادا کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عیینہ، یہ سفیان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مُطَرِّف، یہ ابن طریف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الشعبی، اور وہ عامر بن شراحیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوجحیفہ، ان کا نام وہب بن عبداللہ السوائی ہے۔

یہ حدیث کتاب العلم کے باب ''کتابة العلم'' میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کو محمد بن سلام سے روایت کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لیس فی القرآن'' یعنی آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احکام لکھے ہیں خواہ آپ نے ان کو حفظ کیا ہے یا نہیں اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر وہ چیز جو لکھی ہوئی ہو یا منضبط ہو، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے بہت سی احادیث بیان کی ہیں جو صحیفہ مذکورہ میں نہیں ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلق الحب وبرأ النسمة'' یعنی جس ذات نے دانہ کو شق کیا اور انسان کو پیدا کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا فهما'' یہ استثنیٰ منقطع ہے، یعنی ہمارے پاس وہ فہم ہے جو ہر مرد کو عطا کی گئی ہے اور کتاب العلم میں اس طرح مذکور ہے ''نہیں، سوا کتاب اللہ کے یا اس فہم کے جو ہر مسلمان مرد کو عطا کی گئی ہے یا جو اس صحیفہ میں ہے''۔ فہم سے مراد ہے جو معنی کسی کلام سے سمجھا جائے اور اس سے ان معانی کا ادراک کیا جائے جو صریح نص میں ظاہر نہیں ہیں اور اس میں قیاس کی تمام وجوہ داخل ہیں، یہ علامہ خطابی کا قول ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''العقل'' یعنی دیت، اس سے مراد ہے دیت کے احکام۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں نہ قتل کیا جائے''۔

اس حدیث سے عمر بن عبدالعزیز، اوزاعی، ثوری، ابن شبرمہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور نے یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا اور اہل الظاہر کا بھی یہی مذہب ہے۔

شیخ ابن حزم نے ''المحلی'' میں کہا ہے: اگر کسی مسلمان، عاقل، بالغ نے کسی ذمی (جو غیر مسلم، مسلمانوں کے ملک میں جزیہ ادا کر کے رہتا ہو اور مسلمان اس کی جان اور مال کی حفاظت کے ضامن ہوں) کو یا مستأمن (وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کی اجازت سے عارضی طور پر مسلمانوں کے ملک میں آیا ہو جیسے آج کل کوئی غیر مسلم پاسپورٹ لے کر مسلمانوں کے ملک میں آجائے) پس اگر کسی مسلمان عاقل بالغ نے کسی ذمی یا مستامن کو عمداً یا خطاءً قتل کر دیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور نہ اس سے دیت لی جائے گی اور نہ اس پر کفارہ ہے لیکن قتلِ عمد میں اس کو تادیباً سزا دی جائے گی اور اس کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے تا کہ لوگ اس کے ضرر سے بچے رہیں۔

اور الشعبی، ابراہیم النخعی، محمد بن ابی لیلیٰ، عثمان البتی، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد اور امام زفر نے کہا ہے کہ مسلمان کو کافر (ذمی) کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا، یہ مذہب حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور انہوں نے

اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ مومن کو اس کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا جو ذمی نہ ہو یعنی حربی ہو، اور ہم نے اس کی بہت زیادہ تفصیل امام طحاوی کی معانی الآثار کی شرح میں کی ہے سو وہاں رجوع کیا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۹۹۔۱۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ذمی کے قتل کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے فقہاء احناف کی طرف سے دلائل

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ از قیس بن عباد روایت کرتے ہیں کہ میں اور الاشتر حضرت علی علیہ السلام کی طرف گئے، ہم نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے کوئی ایسا عہد لیا ہے جس کا عام لوگوں سے عہد نہیں لیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں مگر وہ جو میری اس کتاب میں ہے۔ مسدد نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کتاب نکالی جو ان کی تلوار کی نیام میں تھی اس میں لکھا ہوا تھا: تمام مومنین کا خون مساوی ہے اور وہ اپنے ماسوا پر فائق ہے، ان میں سے ادنیٰ آدمی بھی ان کے ذمہ کے لیے جدوجہد کرے گا، سنو! مومن کو کافر کے بدلہ میں نہیں قتل کیا جائے گا اور نہ ذوعہد کو اس کے عہد میں قتل کیا جائے گا، اور جس نے کوئی نیا حکم نکالا تو وہ اس کے نفس پر ہے اور جس نے کوئی نیا حکم نکالا یا کسی مجرم کو پناہ دی اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔

(سنن ابوداؤد: ۴۵۳۰، سنن نسائی: ۴۷۴۸، شرح معانی الآثار: ۴۹۳۴)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ذوعہد کو اس کے عہد میں قتل کرنے سے منع کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کسی ذوعہد یعنی ذمی کو قتل کر دیا تو اس ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔

امام ابوجعفر طحاوی اپنی سند کے ساتھ از عبدالرحمٰن بن البیلمانی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مسلمانوں میں سے ایک شخص کو لایا گیا جس نے کسی ذمی کو قتل کر دیا تھا، پس آپ کے حکم سے اس کی گردن ماردی گئی اور آپ نے فرمایا: میں ذمی کے ذمہ کو پورا کرنے کے زیادہ لائق ہوں۔ (شرح معانی الآثار: ۴۹۳۶)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نظر کا بھی یہی تقاضا ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حربی کا خون حلال ہے اور اس کا مال حلال ہے، پس جب وہ حربی ذمی ہو جاتا ہے تو اس کا خون بھی حرام ہو جاتا ہے اور اس کا مال بھی حرام ہو جاتا ہے جیسے مسلمان کے خون کی اور مسلمان کے مال کی حرمت ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ذمی کے مال سے کسی نے اتنا مال چرا لیا جس پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو ذمی کے مال کے بدلہ میں اس شخص کا ہاتھ کاٹا جائے گا، پس جب دیگر جرائم میں اگر ذمی کے خلاف جرائم کیے جائیں تو اس میں سزا دی جاتی ہے اسی طرح اگر ذمی کو قتل کیا جائے تو اس کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور جس حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا اس سے مراد کافر حربی ہے۔

تنبیہ: علامہ عینی نے شرح معانی الآثار کی ''نخب الافکار'' کے نام سے شرح کی ہے مگر یہ مکمل طبع نہیں ہوئی، ہمارے پاس نخب الافکار کی چار جلدیں ہیں اور یہ کتاب الجنائز تک ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

ذمی کو قتل کرنے کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء احناف کے مزید دلائل

اللہ تعالیٰ نے المائدہ: ۴۵ میں مطلقاً فرمایا ہے ''اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ'' کہ جان کا بدلہ جان ہے اور اس میں مسلمان یا کافر کی قید نہیں لگائی، اس لیے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان نے ذمی کافر کو قتل کر دیا تو اس کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ اس آیت کے عموم اور اطلاق سے واضح ہوتا ہے۔

نیز امام اعظم کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو ایک معاہد (ذمی) کے بدلہ میں قتل کر دیا اور فرمایا: جو لوگ اپنے معاہدہ کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے بڑھ کر کریم ہوں۔

(سنن دار قطنی ج ۳، الحدیث: ۳۲۳۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۰)

عبدالرحمٰن بن البلیمانی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان سے قصاص لیا جس نے ایک یہودی کو قتل کر دیا تھا، راوی نے کہا: مسلمان سے ذمی کا قصاص لیا اور فرمایا: جو لوگ اپنے عہد کو پورا کریں میں ان میں سب سے زیادہ کریم ہوں۔

(سنن دار قطنی ج ۳، الحدیث: ۳۲۳۳)

عبدالرحمٰن البلیمانی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذمی کے بدلہ میں اہل قبیلہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا اور فرمایا: جو لوگ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں، میں ان میں سب سے زیادہ کریم ہوں۔ (سنن دار قطنی ج ۳، الحدیث: ۳۲۳۴)

ہر چند کہ ان احادیث کی اسانید ضعیف ہیں لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ احادیث حسن لغیرہ ہیں اور لائق استدلال ہیں جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل استدلال قرآن مجید سے ہے اور یہ احادیث تائید کے مرتبہ میں ہیں۔

۲۵۔ بَابٌ: جَنِينِ الْمَرْأَةِ عورت کے پیٹ میں بچہ کا حکم

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کے پیٹ میں بچہ کا حکم کیا ہے اور ''جنین'' کا لفظ ''فعیل'' کے وزن پر ہے اور ''جن'' کا معنی ہے: چھپنا، اور عورت کے پیٹ میں بچہ چھپا ہوا ہوتا ہے اس لیے اس کو جنین کہتے ہیں، اگر وہ بچہ زندہ پیٹ سے باہر نکل آئے تو وہ ''ولد'' ہے اور اگر وہ بچہ مردہ ساقط ہو جائے خواہ مذکر ہو یا مونث، تو اس کو ناتمام بچہ کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ رَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے خبر دی ح اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن

فَطَرَحَتْ جَنِينَهَا فَقَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِيهَا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ۔

عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہذیل کی دو عورتوں میں سے ایک عورت نے دوسری عورت کو مارا تو اس کے پیٹ کے بچہ کو گرا دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس میں ایک نفسِ غلام یا نفسِ باندی کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۸، ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۶۷۴۰، ۶۹۰۴، ۶۹۰۹، ۶۹۱۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۱، سنن نسائی: ۴۸۱۸، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۶، مسند احمد: ۷۶۴۶، موطا امام مالک: ۱۶۰۸، سنن داری: ۲۳۸۲)

صحیح البخاری: ۶۹۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں اس باب کے عنوان کا حکم بیان فرمادیا ہے کہ اگر پیٹ کے بچہ کو ساقط کر دیا جائے تو اس کے بدلہ میں ایک غلام یا ایک باندی کو آزاد کرنا ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں امام مالک کے دو شیوخ کا ذکر ہے، ان میں سے ایک عبداللہ بن یوسف ہیں اور دوسرے اسماعیل بن ابی اویس ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطب میں از قتیبہ از امام مالک گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

ہذیل کی دو عورتوں کی تعیین

اس حدیث میں مذکور ہے "قبیلہ ہذیل کی دو عورتیں" یہ دو عورتیں آپس میں سوکنیں تھیں اور یہ دونوں حمل بن مالک بن النابغہ الھذلی کے نکاح میں تھیں جو ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کے قبیلہ سے تھے جو بصرہ میں آ کے رہنے لگے تھے۔

ان دو عورتوں نے ایک دوسرے کو پتھر سے مارا تھا یا لکڑی سے مارا تھا یا دھکا دیا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے "ان میں سے ایک عورت نے دوسری کو مارا" اور یونس اور عبدالرحمٰن بن خالد کی روایت میں ہے کہ ان دو عورتوں میں سے ایک نے دوسری کو پتھر مارا، اور عبدالرحمٰن بن خالد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ پتھر دوسری عورت کے پیٹ پر لگا جو حاملہ تھی، اور امام ابوداؤد نے حمل بن مالک کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے دوسری عورت کے اوپر بیلن مارا۔ اور امام مسلم نے بھی حمل بن مالک سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے دوسری عورت پر بیلن مارا۔ اور امام مسلم نے از مغیرہ بن شعبہ روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے دوسری عورت کو جو اس کی سوکن تھی خیمہ کی لکڑی سے مارا اور وہ حاملہ تھی تو اس عورت کو قتل کر دیا۔ اور امام ابوداؤد نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے دوسری عورت کو گرایا اور اس کے

پیٹ کا بچہ گر گیا۔ اور عبدالرحمٰن بن خالد کی سند سے روایت ہے کہ اس نے اس کے پیٹ کے بچہ کو قتل کر دیا۔ اور یونس کی روایت میں ہے کہ اس عورت کو قتل کر دیا۔

''غرة عبد او امة'' کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''غرة عبد او امة'' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''غرة'' کا معنی ہے: نفس عبد یا نفسِ امة، یعنی خود غلام یا لونڈی۔ اور ''غرة'' اصل میں اس سفیدی کو کہتے ہیں جو گھوڑے کے چہرہ میں ہوتی ہے۔ اور ابو عمرو بن علاء یہ کہتے تھے کہ ''غرة'' سفید غلام کو کہتے ہیں یا سفید باندی کو، اور اس کو ''غرة'' اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سفید ہوتا ہے، پس دیت میں سیاہ غلام یا سیاہ باندی کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور فقہاء کے نزدیک سفید رنگ کے غلام یا باندی کا ہونا شرط نہیں ہے۔ اور ان کے نزدیک ''غرة'' وہ ہے جس کی قیمت غلام یا باندی کی دیت کے بیسویں حصہ کو پہنچ جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''غرة عبد او امة'' یہ ''او'' کا لفظ یا تو راوی کے شک کی وجہ سے ہے یا تنویع کی وجہ سے ہے، یعنی دیت کی دو قسمیں ہیں۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: اس حدیث کی بعض روایات میں مذکور ہے ''بغرة عبد او امة او فرس او بغل'' یعنی اس کی دیت میں یا غلام آزاد کیا جائے یا باندی، یا اس کی دیت میں ایک گھوڑا دیا جائے یا خچر دیا جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ گھوڑے اور خچر کا لفظ راوی کی غلطی ہے، پھر یہ ''غرة'' اس وقت واجب ہے جب کہ پیٹ کا بچہ مردہ ساقط ہو، اگر پیٹ کا بچہ زندہ ساقط ہو پھر مر جائے تو اس میں پوری دیت دینی ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۰۔۱۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ اسْتَشَارَهُمْ فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالْغُرَّةِ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے ایک عورت کے پیٹ کے بچہ کو ساقط کرنے کے متعلق مشورہ کیا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے اس میں ایک نفسِ غلام یا نفسِ باندی کا فیصلہ فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۹۰۷، ۶۹۰۸، ۷۳۱۷، صحیح مسلم: ۱۶۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴۰، مسند احمد: ۱۶۶۷۰)

۶۹۰۶۔ قَالَ ائْتِ مَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ فَشَهِدَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى بِهِ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس کے پاس جاؤ جو تمہارے ساتھ اس کی شہادت دے تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے شہادت دی کہ وہ نبی ﷺ کے پاس اس وقت حاضر تھے جب آپ نے یہ فیصلہ فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۶۹۰۷، ۶۹۰۸، ۷۳۱۷، صحیح مسلم: ۱۶۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴۰، مسند احمد: ۱۶۶۷۰)

صحیح البخاری:۶۹۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کے پیٹ میں بچہ کو ساقط کرنے کی دیت ایک غلام کو آزاد کرنا ہے یا ایک باندی کو آزاد کرنا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وہیب، یہ ابن خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ ابن عروہ ہیں جو اپنے والد عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے کتاب الدیات میں بھی از موسیٰ بن اسماعیل روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "استشارھم" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ اور امام مسلم نے از ہشام از عروہ از حضرت مسور بن مخرمہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی املاص المرأۃ" املاص کا معنی ہے: عورت کا اپنے بچہ کو مردہ حالت میں ساقط کر دینا۔ اور عنقریب کتاب الاعتصام میں از ابومعاویہ از ہشام از والد خود از حضرت المغیرہ یہ روایت آئے گی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے اس میں مشورہ کیا کہ کسی عورت کے پیٹ پر ضرب لگائی جائے اور اس کا پیٹ کا بچہ ساقط ہو جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم میں سے کسی نے سنا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کیا فیصلہ فرمایا؟ تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس میں نفسِ غلام یا نفسِ باندی کو آزاد کیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فشھد محمد بن مسلمۃ"۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ الانصاری الخزرجی البدری ہیں، ان کا بڑا مرتبہ ہے اور ۴۳ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انہ شھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت حاضر تھے۔

اس جگہ یہ سوال ہے کہ خبرِ واحد حجت ہوتی ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گواہ کو کیوں طلب کیا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ نے مزید ثبوت کے لیے اور تاکید کے لیے گواہ طلب کیا، اس کے باوجود کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اس حدیث کو خبرِ واحد سے نہیں نکالتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۱۔ ۱۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ نَشَدَ النَّاسَ مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَضَى فِي السِّقْطِ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ أَنَا سَمِعْتُهُ قَضَى فِيهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کیا کہ کس نے نبی

بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ قَالَ ائْتِ مَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ عَلَى هٰذَا فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ أَنَا أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِمِثْلِ هٰذَا۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے پیٹ کے ناتمام بچہ کے متعلق فیصلہ فرمایا؟ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ نے اس میں نفسِ غلام یا نفسِ باندی کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے ساتھ اس بات کی کون گواہی دے گا تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثل فیصلہ فرمایا تھا۔

(صحیح البخاری: ۶۹۰۶، ۶۹۰۷، ۶۹۰۸، ۷۳۱۷، صحیح مسلم: ۱۶۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴۰، مسند احمد: ۱۶۶۷۰)

صحیح البخاری: ۶۹۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے اور یہ حدیث ثلاثیات کے حکم میں ہے، کیونکہ ہشام تابعی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "عن ابیه عن عمر" یہ حدیث صورتاً حدیث مرسل ہے کیونکہ ہشام کے والد عروہ ہیں اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا، لیکن روایتِ سابقہ اور لاحقہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عروہ نے اس حدیث کو از مغیرہ از عمر حاصل کیا ہے اگرچہ اس کی اس روایت میں تصریح نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ائتِ من یشهد" ائتِ امر کا صیغہ ہے، یعنی ان سے سوال کیا کہ تم اس کو لاؤ جو تمہاری گواہی دے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بمثل هذا" یعنی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی مثل۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۸ ۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ اسْتَشَارَهُمْ فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے سنا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کر رہے تھے کہ انہوں نے لوگوں سے عورت کے پیٹ کے بچہ کو ساقط کرنے کے متعلق مشورہ کیا۔۔۔۔۔ اسی کی مثل۔

(صحیح البخاری: ۶۹۰۵، ۶۹۰۷، ۶۹۰۸، ۷۳۱۷، صحیح مسلم: ۱۶۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴۰، مسند احمد: ۱۶۶۷۰)

صحیح البخاری: ۶۹۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے جس کی امام بخاری نے از محمد بن عبداللہ روایت کی ہے اور وہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ الزہلی ہیں از محمد بن سابق الفارسی البغدادی، ان سے امام بخاری نے بغیر واسطہ کے باب الوصایا میں حدیث روایت کی ہے۔ اور وہ زائدہ سے روایت کرتے ہیں جو ابن قدامہ ثقفی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مثلہ'' یعنی حدیث مذکور کی مثل روایت کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۰۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غلام یا باندی کے ساتھ ''غرۃ'' کی قید لگانے کی توجیہ

یہ دو باب پیٹ کے بچہ کی دیت کے بیان میں ہیں اور پیٹ کے بچہ کی دیت ایک غلام یا ایک باندی کو آزاد کرنا ہے، اس کو ''غرۃ'' اس لیے کہا ہے کہ غلاموں میں اعلیٰ اور اشرف بنو آدم ہیں اور یہ بنو آدم میں سے غلام ہے تو اس لیے غلام یا باندی کو ''غرۃ'' فرمایا، یعنی یہ غلاموں میں اشرف اور اعلیٰ ہیں۔

''غرۃ عبد'' کی قیمت کا معیار

لیکن فقہاء رحمہم اللہ نے اس ''غرۃ'' کو پانچ اونٹوں کی قیمت کے ساتھ مقید کیا یعنی وہ ''غرۃ'' بہت مہنگی قیمت کا نہ ہو، اور اس غلام یا باندی کی قیمت پانچ اونٹوں کے برابر ہو، اور اگر اس قیمت کا ''غرۃ'' نہ ملے تو پھر ہم پانچ اونٹوں کی قیمت دے دیں گے، یہ امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب ہے۔

دو عورتوں کے قصہ کی تفصیل

رہی احادیث، تو یہ قصہ ہذیل کی دو عورتوں کے درمیان ہوا جو آپس میں لڑیں اور ایک نے دوسری کو پتھر مارا اور اس عورت کو بھی مار ڈالا اور جو اس کے پیٹ میں بچہ تھا اس کو بھی مار ڈالا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بچہ میں ایک ''غرۃ'' کا فیصلہ فرمایا، اور جو عورت مقتول تھی تو اس کے لیے قاتلہ کے عصبات کے اوپر دیت کا فیصلہ فرمایا۔

رہا ''غرۃ'' تو اس کا فیصلہ قاتلہ پر فرمایا، اس لیے فرمایا کہ پھر وہ عورت جس کے خلاف ''غرۃ'' کا فیصلہ فرمایا تھا وہ فوت ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی میراث اس کے بیٹوں اور اس کے شوہر کے لیے کر دی اور اس کی دیت اس کے عصبات پر کر دی۔

اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس عورت نے عمداً قتل نہیں کیا تھا اور پتھر سے غالباً قتل نہیں کیا جاتا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں دیت مقرر فرمائی اور قصاص کو مقرر نہیں فرمایا۔

پس اگر پیٹ کا بچہ مرجاتا اور اس کی ماں نہ مرتی تو اس میں صرف ایک "غرۃ" تھا اور اس کا بوجھ کون اٹھاتا؟ تو اس کا بوجھ قاعلہ اٹھاتی، اور اگر وہ عورت بچہ کے ساتھ مرجاتی تو اس میں دیت ہوتی جس کو اس عورت کے عصبات اٹھاتے۔

پیٹ کا بچہ اور اس کی ماں کے مارے جانے کی تین صورتیں

پس یہ مسئلہ تین حال سے خالی نہیں، یا تو فقط پیٹ کا بچہ مرتا، پس اس صورت میں اس "غرۃ" کا بوجھ قاعلہ اٹھاتی، یا فقط اس بچہ کی ماں مرتی تو اس کی دیت اس کے عصبات اٹھاتے۔ اور اگر پیٹ کا بچہ اور ماں دونوں مرجاتے تو پیٹ کے بچہ میں "غرۃ عبد" ہوتا جس کو قاعلہ اٹھاتی اور اس کی ماں کے لیے دیت ہوتی جس کا بوجھ قاعلہ کے عصبات اٹھاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فیصلہ معروف تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے گواہ کیوں طلب کیا؟

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اس کے متعلق فیصلہ فرمایا تھا، یہ اہل علم کے درمیان معروف تھا اور ایک آدمی کی خبر بھی اس میں کافی تھی کیونکہ یہ دینی معاملہ کی خبر ہے تو حضرت امیر المومنین نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے اس پر گواہ کیوں طلب کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو یہ کہا جائے گا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں متردد تھے، یا اس لیے کہ وہ اس پر زیادہ یقین حاصل کرنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے ایک اور گواہ کو بطور احتیاط طلب کیا نہ بطور وجوب طلب کیا، ورنہ یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو ایک شخص بھی بیان کرے تو وہ قبول کرلی جاتی ہے۔

اور اس حدیث کو تو پوری امت نے قبول کیا ہے اور کسی نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں کچھ شک تھا تو اس وجہ سے انہوں نے اس کو مؤکد فرمایا۔

۲۶۔ بَابُ: جَنِينِ الْمَرْأَةِ وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى الْوَالِدِ وَعَصَبَةِ الْوَالِدِ لَا عَلَى الْوَلَدِ

عورت کے پیٹ کے بچہ کا بیان، اور یہ کہ دیت والد پر اور والد کے عصبہ پر ہے نہ کہ اولاد پر

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں عورت کے پیٹ کے بچہ کے حکم کا بیان ہے اور یہ بیان ہے کہ جو عورت قتل کی گئی، اس کی دیت قاعلہ کے والد پر ہے اور قاعلہ کے عصبہ پر ہے اور وَلَد کے لفظ میں امام بخاری نے اس طرف اشارہ کیا ہے جو اس قصہ کی بعض سندوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ عورت کا بیٹا جب کہ عورت کے عصبات میں سے نہ ہو تو وہ اس کی طرف سے دیت ادا نہیں کرے گا، کیونکہ دیت عصبات پر ہوتی ہے نہ کہ ذوی الارحام پر، اسی وجہ سے ماں شریک بھائی دیت ادا نہیں کرتے۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا: حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو اس عورت کا وارث ہوگا وہ اس کی طرف سے دیت نہیں ادا کرے گا

جب کہ وہ اس عورت کے عصبات میں سے نہ ہو، پھر علامہ ابن بطال نے کہا: علامہ ابن المنذر نے بیان کیا ہے: یہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ابوثور کا قول ہے اور ہر اس شخص کا قول ہے جس نے ان سے مسئلہ کو یاد رکھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۲۔ ۱۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَضَى فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لَحْيَانَ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ فَقَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو لحیان کی ایک عورت کے پیٹ کے بچہ کے متعلق نفسِ غلام یا نفسِ باندی (کو آزاد کرنے) کا فیصلہ فرمایا، پھر وہ عورت فوت ہو گئی جس کے خلاف نفسِ غلام کا فیصلہ فرمایا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث اس کے بیٹوں اور اس کے شوہر کے لیے ہے اور دیت اس عورت کے عصبات پر ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۸، ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۶۷۴۰، ۶۹۰۴، ۶۹۰۹، ۶۹۱۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۱، سنن نسائی: ۴۸۱۸، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۶، مسند احمد: ۷۶۴۶، موطا امام مالک: ۱۶۰۸، سنن داری: ۲۳۸۲)

صحیح البخاری: ۶۹۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ عنوان میں اور حدیثِ مذکور میں مطابقت نہیں ہے، کیونکہ عنوان میں ذکر ہے کہ دیت والد پر ہے اور اس حدیث میں والد پر دیت کا ذکر نہیں ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ لفظ ہے کہ والد پر دیت ہے اور امام بخاری کی عادت ہے کہ اس کی مثل کے اعتبار سے عنوان قائم کر دیتے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں لیث کا ذکر ہے، یہ لیث بن سعد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں از ابن شہاب ذکر ہے اور یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں۔

یہ حدیث کتاب الفرائض میں از قتیبہ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں بنولحیان کا ذکر ہے، یہ قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ ہے، اس لیے اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ اس سے پہلے حدیث میں گزرا ہے کہ ہذیل کی دو عورتیں جو آپس میں سوکنیں تھیں وہ لڑیں۔ اور یہاں پر بنولحیان کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بغرۃ عبد او امۃ" اس میں اختلاف ہے کہ یہ غلام یا باندی کس کو ملے گی؟ پس علامہ ابن حبیب مالکی نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک کے اقوال اس میں مختلف ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ یہ اس کی ماں کو ملے گا اور یہ اللیث کا قول ہے اور دوسری مرتبہ انہوں نے کہا: یہ ماں باپ دونوں کو ملے گا، باپ کو دو تہائی ملیں گے اور ماں کو ایک تہائی ملے گا اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وان العقل" یعنی دیت، آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ جو عورت طبعی موت سے فوت ہوگئی ہے، یہ وہ عورت ہے جس کے خلاف نفسِ غلام یا باندی کا فیصلہ فرمایا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ اقْتَتَلَتْ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَضٰى أَنَّ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ وَلِيدَةٌ وَقَضٰى أَنَّ دِيَةَ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابن المسیب وابی سلمہ بن عبدالرحمٰن، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں، پس ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر مارا اور اس عورت کو اس کے پیٹ کے بچہ کو قتل کر دیا، پس انہوں نے نبی ﷺ کے پاس مقدمہ پیش کیا، پس آپ نے فیصلہ فرمایا کہ پیٹ کے بچہ کی دیت نفسِ غلام کو یا نفسِ باندی کو آزاد کرنا ہے اور آپ نے فرمایا کہ عورت کی دیت اس کے عصبات پر ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۸، ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۶۷۴۰، ۶۹۰۴، ۶۹۰۹، ۶۹۱۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۱، سنن نسائی: ۴۸۱۸، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۶، مسند احمد: ۷۶۴۶، موطا امام مالک: ۱۶۰۸، سنن دارمی: ۲۳۸۲)

صحیح البخاری: ۶۹۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور کی ایک اور سند ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو احمد بن صالح سے روایت کیا ہے جو ابوجعفر المصری عبداللہ بن وہب المصری ہیں۔ اور اس حدیث کو انہوں نے محمد بن مسلم بن شہاب الزہری سے روایت کیا ہے از

سعید بن المسیب از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ومافی بطنہا" یعنی عورت کے پیٹ میں جو تھا اس کو بھی قتل کر دیا اور وہ اس عورت کے پیٹ کا بچہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "علی عاقلتہا" یعنی اس قاتلہ کے عصبات پر دیت لازم ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۷۔ بَابُ: مَنِ اسْتَعَانَ عَبْدًا أَوْ صَبِيًّا

اس کا بیان کہ جس نے کسی غلام سے یا بچہ سے کسی کام میں مدد طلب کی

وَيُذْكَرُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ بَعَثَتْ إِلَى مُعَلِّمِ الْكُتَّابِ: ابْعَثْ إِلَيَّ غِلْمَانًا يَنْفُشُونَ صُوفًا وَلَا تَبْعَثْ إِلَيَّ حُرًّا

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مکتب کے معلم کی طرف مکتوب لکھا کہ میرے پاس چند لڑکوں کو اون دھنکنے کے لیے بھیج دو اور میرے پاس تم آزاد کو نہ بھیجنا۔ (یعنی غلام لڑکوں کو بھیجنا)۔

تنبیہ: عمدۃ القاری اور فتح الباری اور التوضیح لابن ملقن اور شرح ابن بطال میں اس باب کی تعلیق میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے اور اسی طرح مصنف عبدالرزاق میں بھی مذکور ہے اور یہ ابوذر الہروی کی روایت ہے۔ اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں اس تعلیق میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان میں "استعان" کا لفظ ہے، یہ "استعانۃ" سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے: مدد طلب کرنا۔ اور نسفی اور اسماعیلی کی روایت میں ہے "استعار" یعنی جس نے غلام یا بچہ کو عاریۃً طلب کیا۔

اور اس باب کو کتاب الدیات میں ذکر کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ جب غلام ہلاک ہو جائے خواہ وہ تبرعاً کام کر رہا ہو یا اجرت پر کام کر رہا ہو اور اسے کوئی چیز آ کر لگی ہو تو اس کی تمام فقہاء کے نزدیک کوئی ضمانت نہیں ہے بشرطیکہ اس عمل میں یا اس کام میں کوئی دھوکا نہ ہو۔ اور اگر اس نے جنایت کی یا حد سے تجاوز کیا تو پھر وہ ضامن ہوگا۔

اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب کسی بالغ غلام سے کام کرایا، پس وہ ہلاک ہو گیا تو علامہ ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ اگر اس نے غلام سے کسی کنویں میں عمل کرایا کہ وہ کنویں کو کھودے اور اس غلام کے مالک سے اس کی اجازت نہیں لی، پھر وہ غلام ہلاک ہو گیا تو جس نے اسے کام پر لگایا ہے وہ ضامن ہوگا۔

اور ابن وہب مالکی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ کام پر لگانے والے پر کوئی ضمان نہیں ہے خواہ اس کے مالک نے کام کرانے کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو، سوا اس کے کہ اس نے کسی ایسے کام میں لگایا جس میں بہت بڑا دھوکا تھا تو اس میں وہ ضامن

ہوگا کیونکہ اس میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، یہ تعلیق حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کی طرف منسوب ہے، ان کا نام ہند ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "معلم الکُتّاب" کاف پر پیش ہے اور تاء مشدد ہے، الجوہری نے کہا ہے کہ الکُتّاب اور الکتبۃ اور الکتاب اور المکتب سب کا معنی ایک ہے اور اس کی جمع الکتاتیب اور المکاتب آتی ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "ینفشون" "نفشت القطن او الصوف" اس کا معنی ہے: روئی یا اون کو دھنکنا، یعنی اس کو صاف کرنا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ شرط لگائی کہ ان کے پاس آزاد کو نہ بھیجا جائے، کیونکہ جمہور اس کے قائل ہیں کہ جس نے آزاد بچہ سے کام میں مدد طلب کی جو ابھی بالغ نہیں ہوا تھا، یا کسی غلام سے اس کی مالک کی اجازت کے بغیر مدد طلب کی، پس وہ اس کام میں ہلاک ہو گئے تو وہ اس غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور (اس آزاد بچہ کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔

شارح بخاری علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اس فعل میں یہ احتمال ہے کہ آپ مسلمانوں کی ماں ہیں۔

اور علامہ محمد بن یوسف الکرمانی الشافعی المتوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جو آزاد لڑکے کو بھیجنے سے منع فرمایا اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ آزاد لڑکے کی تکریم کی جائے اور اس کو معاوضہ پہنچایا جائے، کیونکہ اگر وہ اس عمل میں ہلاک ہو گیا تو کام لینے والا اس کا ضامن ہوگا، اس کے برخلاف جب غلام کو کام پر لگایا تو اگر وہ غلام اس کام کے کرتے ہوئے ہلاک ہو گیا تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔

اس تعلیق کی وکیع بن الجراح نے از معمر از سفیان از ابن المنکدر از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے اور اس کی سند منقطع ہے کیونکہ محمد بن المنکدر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں کیا، اسی لیے امام بخاری نے اس کو مجہول کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۱۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْمَدِينَةَ أَخَذَ أَبُو طَلْحَةَ بِيَدِي فَانْطَلَقَ بِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ فَلْيَخْدُمْكَ قَالَ فَخَدَمْتُهُ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَوَاللّٰهِ مَا قَالَ لِي لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا هٰكَذَا وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ أَصْنَعْهُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ هٰذَا هٰكَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے خبر دی از عبد العزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، پس عرض کیا: یا رسول اللہ! بے شک انس سمجھ دار لڑکا ہے، پس چاہیے کہ یہ آپ کی خدمت میں رہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے آپ کی سفر اور حضر میں خدمت کی، پس اللہ کی

قسم! میں نے جو کام بھی کبھی کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام اس طرح کیوں کیا اور میں نے جو کام بھی نہیں کیا تو اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟

(صحیح البخاری: ۲۷۶۸، ۶۰۳۸، ۶۹۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۰۹، سنن ترمذی: ۲۰۱۵، سنن ابوداؤد: ۴۷۷۳، مسند احمد: ۱۱۵۷۷)

صحیح البخاری: ۶۹۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں غلام یا بچہ سے مدد طلب کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خدمت لینے کا ذکر ہے اور خدمت لینا مدد لینے کو مستلزم ہے، اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن زُرَارۃ (زاء پر پیش ہے اور پہلی راء پر زبر ہے) یہ نیشاپوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن ابراہیم کا ذکر ہے، یہ ابن علیہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالعزیز کا ذکر ہے وہ ابن صہیب ہیں۔

یہ حدیث کتاب الوصایا میں از یعقوب بن ابراہیم گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اخذ ابو طلحة" حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا نام زید بن سہل الانصاری ہے اور یہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کَیِّس" (کاف پر زبر اور یاء مشدد ہے) اس کا معنی ہے: عاقل اور "کَیِّس" احمق کے خلاف ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کو اکابر کی خدمت کرنے کے لیے بھیجنا چاہیے، نیز اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کا پتا چلا کہ آپ نے کبھی حضرت انس رضی اللہ عنہ پر نہ ان کے کسی کام کے کرنے پر اعتراض کیا اور نہ کسی کام کے نہ کرنے پر اعتراض کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۴۔۱۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۱۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کا خلاصہ

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا یہ جائز ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر کسی غلام سے کام میں مدد لی جائے، یا کسی بچہ کے سرپرست کی اجازت کے بغیر اس سے کام میں مدد لی جائے۔ اور جب کسی نے ایسا کیا اور وہ غلام یا بچہ ہلاک ہو گیا تو کیا کام لینے والا ضامن ہوگا یا نہیں؟

غلام اور بچہ سے اس کے مالک اور سرپرست کی اجازت کے بغیر خدمت لینے کا عدم جواز

ہم کہتے ہیں کہ کسی غلام سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر مدد طلب کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ غلام مملوک ہے اور مال ہے، پس جس طرح تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم کسی مرد کے برتن سے اس کی اجازت کے بغیر نفع حاصل کرو، اسی طرح تمہارے لیے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ تم کسی شخص کے مملوک اور غلام سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی نفع حاصل کرو۔ اسی طرح بچہ سے بھی اس کے سرپرست کی اجازت کے بغیر نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اس سے اس کا استثنیٰ کیا جائے گا جو مسلمانوں میں عادت جاری ہے کہ وہ بچوں سے خدمت لیتے ہیں کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ عرفاً اجازت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی: اے اللہ! اس کے مال کو زیادہ کر، ان کی اولاد کو زیادہ کر، اس کی عمر طویل فرما اور ان کو جنت میں داخل کر دے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۴۴، صحیح مسلم: ۲۴۸۰)

پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مال بھی زیادہ ہوا اور ان کی اولاد بھی زیادہ ہوئی اور ان کی عمر بھی زیادہ ہوئی، اور ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تاحیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور سفر اور حضر میں تیرہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۱۸۔۳۱۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۸۔ بَابٌ: الْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ

معدن میں دب کر مرنے والے کا کوئی تاوان نہیں ہے اور کنویں میں گر کر مرنے والے کا کوئی تاوان نہیں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ معدن یعنی کان میں دب کر مرنے والے کا کوئی تاوان نہیں ہے یعنی اس کا خون ہدر ہے، اس پر کچھ نہیں ملے گا اور معدن کے جبار ہونے کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی معدن کو یا کان کو کسی غیر آباد زمین میں کھودے یا کسی شخص کی ملک میں کھودے، پس کھودتے ہوئے وہ مزدور ہلاک ہو جائے یا کوئی اور شخص جو وہاں سے گزرے وہ اس معدن میں گر کر ہلاک ہو جائے تو زمین والے کے اوپر اس کا کوئی تاوان نہیں ہے۔

اور امام ترمذی نے کہا: ''المعدن جبار'' کا معنی ہے کہ جب کوئی مرد کان کھودے اور اس میں انسان گر جائے تو اس کا کوئی

تاوان نہیں ہے۔ اور اس باب کی تفسیر میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ ''البئر جبار'' کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی ملک میں پانی کے حصول کے لیے کنواں کھودے یا کسی غیر آباد زمین میں کنواں کھودے اور اس کنویں میں کوئی انسان گر جائے تو اس کنویں کے مالک کے اوپر کوئی تاوان نہیں ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ کنویں سے مراد یہاں پر قدیم کنویں ہیں جن کے مالک کا پتا نہیں ہوتا، وہ جنگل اور دیہات میں ہوتے ہیں، پس کوئی انسان اس میں گر جائے یا چوپایہ گر جائے تو اس کی وجہ سے کسی شخص پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب وابوسلمہ بن عبد الرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چوپایوں کے ایک دوسرے کو زخمی کرنے میں کوئی تاوان نہیں ہے اور کنویں میں تاوان نہیں ہے اور معدن میں کوئی تاوان نہیں ہے اور دفینہ میں سے پانچواں حصہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۹۹، ۲۳۵۵، ۶۹۱۲، ۶۹۱۳، صحیح مسلم: ۱۷۱۰، سنن نسائی: ۲۴۹۸، مسند احمد: ۷۸۴۸، موطا امام مالک: ۱۶۲۲، سنن دارمی: ۱۶۶۸)

صحیح البخاری: ۶۹۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث کا عنوان بعینہٖ حدیث میں مذکور ہے۔

اس حدیث کی بقیہ ائمہ صحاح ستہ نے بھی روایت کی ہے، امام مسلم نے از یحییٰ بن یحییٰ روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے از مسدد روایت کی ہے اور امام ترمذی از احمد بن منیع روایت کی ہے، اور امام نسائی نے از اسحاق بن ابراہیم روایت کی ہے اور امام ابن ماجہ نے از ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کی ہے۔

اور تمام ائمہ نے کہا ہے از سعید بن المسیب وابی سلمہ، اسی طرح امام مالک بن انس نے کہا ہے اور یونس بن یزید نے ان کی مخالفت کی ہے اور اس حدیث کی روایت از الزہری از سعید بن المسیب اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کی ہے اور وہ دونوں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اسی طرح امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کی ہے۔ اور اللیث اور امام مالک کا قول زیادہ صحیح ہے، اور ہوسکتا ہے کہ ابن شہاب زہری نے اس حدیث کو ان تینوں سے سنا ہو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "العجماء جرحها جبار" یعنی چوپایوں کے ایک دوسرے کو زخمی کرنے کا کوئی تاوان نہیں ہے۔ قاضی نے کہا: اس حدیث میں زخم سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ اغلب یہی ہے کہ چوپائے ایک دوسرے کو زخمی کر دیتے ہیں، یا یہ اس کے لیے مثال ہے۔ اور رہی وہ روایت جس میں لفظِ جرح مذکور نہیں ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ مویشی ایک دوسرے کو جس طرح بھی ضائع کر دیں خواہ زخم سے یا کسی اور طریقہ سے، تو اس کا کوئی تاوان نہیں ہے، وہ ہدر ہے اور اس پر کوئی چیز نہیں دی جائے گی۔

اور عجماء کا لفظ "اعجم" کی تانیث ہے اور اس سے مراد جانور ہیں چوپائے اور مویشی۔

سواریوں کے کیے ہوئے نقصان میں تاوان کے لازم ہونے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

امام ترمذی نے کہا ہے: بعض اہلِ علم نے اس کی تفسیر کی ہے، انہوں نے کہا کہ "العجماء" سے مراد وہ سواری ہے جو اپنے سوار سے چھوٹ کر بھاگی ہو تو اس کے بھاگنے میں جو چیز روندی جائے تو اس کے مالک سے اس کا کوئی تاوان نہیں لیا جائے گا۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ سواریاں مطلقاً جس چیز کو تلف کر دیں اور ضائع کر دیں خواہ زخمی کر کے یا کسی اور طریقہ سے تو اس کا کوئی تاوان نہیں ہے خواہ یہ نقصان رات کو پہنچائیں یا دن کو پہنچائیں، عام ازیں کہ ان سواریوں کے ساتھ کوئی ہو یا نہ ہو۔ سوا اس صورت کے کہ اس سواری کے ساتھ جو مرد ہو وہ اس سواری کو کسی جانور کے تلف کرنے پر اکسائے یا قصداً کوئی چیز تلف کرائے، پس اس وقت وہ ضامن ہوگا کیونکہ اس کی طرف سے تعدی پائی گئی یعنی اس نے حد سے تجاوز کیا اور یہی داؤد ظاہری اور اہل الظاہر کا قول ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد نے کہا: اگر سواری کے ساتھ اس کے مالک میں سے کوئی ایک ہو یا سواری کو کرایہ پر لینے والا ہو یا سواری کو عاریۃً لینے والا ہو یا اس کو بطور امانت لینے والا ہو یا وکیل ہو یا غاصب ہو یا کوئی اور ہو تو پھر سواری جو نقصان کر دے وہ اس کا ضامن ہوگا۔ اور جس حدیث میں مذکور ہے کہ سواری جو نقصان کر دے اس میں تاوان نہیں ہے اس کو انہوں نے اس صورت پر محمول کیا ہے کہ جب سواری کے ساتھ کوئی ایک نہ ہو اور پھر وہ کسی چیز کو دن میں تلف کر دے یا رات کے وقت وہ سواری اپنے مالک سے چھوٹ کر بغیر مالک کی تقصیر کے بھاگی ہو اور پھر اس نے کسی چیز کو تلف کر دیا اور اس کے ساتھ کوئی بھی نہ ہو تب کوئی تاوان نہیں ہوگا۔

اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حدیث مطلق اور عام ہے، لہٰذا اس کے عموم کے اوپر عمل کیا جائے گا۔ اور اگر کسی شخص نے سواری کو نقصان کرنے پر اکسایا ہو تو یہ اس کا حد سے تجاوز کرنا ہے اور ظلم ہے جو اس حدیث کے حکم سے خارج ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "والبئر جبار" اس کی تفسیر ابھی گزر چکی ہے اور صحیح مسلم میں مذکور ہے: کنویں کے زخم میں کوئی تاوان نہیں ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ کنویں میں گرنے کی وجہ سے جو زخم آ گیا اس میں کوئی تاوان نہیں ہے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: تمام روایات مشہورہ اس پر متفق ہیں کہ یہ لفظ "البئر" ہے اور ایک شاذ روایت میں ہے "النار جبار" اور اس کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص نے وہاں آگ جلائی جہاں آگ جلانا جائز تھا، پس وہ آگ آگے بڑھ گئی حتیٰ کہ اس نے کسی چیز کو جلا دیا تو اس پر بھی کوئی تاوان نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے" والمعدن جُبار "اس کی تفسیر بھی گزر چکی ہے۔

رکاز کی تفسیر میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا اختلاف

اس حدیث میں مذکور ہے" وفی الرِکاز الخمس " رِکاز میں راء کے نیچے زیر ہے، زمانہ جاہلیت کے وہ دفینے جن میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یعنی جن میں سونا یا چاندی مدفون ہوں یعنی اتنی مقدار میں وہ سونا یا چاندی ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس دفینہ میں سے پانچواں حصہ دینا لازم ہے، اسی طرح ہمارے شیخ نے شرح الترمذی میں کہا ہے، پھر انہوں نے کہا: یہ جمہور علماء یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے۔ اور اس میں امام ابوحنیفہ اور دیگر عراق کے فقہاء کے خلاف حجت ہے، کیونکہ انہوں نے کہا کہ رکاز معدن ہے اور انہوں نے رکاز اور معدن دونوں کو مترادف لفظ قرار دیا، لیکن شارع علیہ السلام نے ان میں سے ایک کا دوسرے پر عطف کیا ہے اور عطف تغایر کو چاہتا ہے اور معدن کا حکم الگ ذکر کیا اور رکاز کا حکم اس کے علاوہ ذکر کیا۔ (شرح الترمذی کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ معدن رکاز ہی ہے، پس جب شارع علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا کہ رکاز کا دوسرا حکم بیان کریں تو اس کو دوسرے نام کے ساتھ ذکر کیا اور وہ رکاز ہے اور اگر بغیر رکاز کے فرماتے کہ اس میں خمس ہے تو اس میں التباس ہوتا کہ یہ ضمیر کنویں کی طرف لوٹ رہی ہے، اس لیے رکاز کو علیحدہ ذکر کیا۔

اور ابوعمر بن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ نے التمہید میں یہ روایت بیان کی ہے از عمرو بن شعیب از والد خود از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خزانہ کے متعلق فرمایا جس کو کسی مرد نے پایا ہو: اگر تم نے اس خزانہ کو کسی آباد بستی میں پایا ہے یا راستہ کے بغیر کسی جگہ پایا یا کسی غیر آباد راستہ میں پایا تو تم اس کا اعلان کرو اور اگر تم نے اس کو زمانہ جاہلیت کے ویرانہ میں پایا یا کسی غیر آباد بستی میں پایا یا کسی غیر آباد راستہ میں پایا تو اس میں اور رکاز میں خمس ہے یعنی پانچواں حصہ ہے۔

اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ رکاز کا خزانہ پر عطف اس بات کی دلیل ہے کہ رکاز خزانہ کا غیر ہے اور رکاز معدن ہے جیسا کہ اہلِ عراق کہتے ہیں، پس یہ حجت ہے جو امام شافعی کے مخالف ہے۔

اور علامہ خطابی نے کہا ہے: رکاز کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ مال جو کسی دفینہ میں پایا جائے اور اس دفینہ کا مالک نہ ہو تو وہ رکاز ہے اور سونے اور چاندی کا سامان بھی رکاز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: صاحب ہدایہ نے یہیں سے کہا ہے کہ رکاز کا اطلاق معدن پر بھی ہوتا ہے اور مال مدفون پر بھی ہوتا ہے اور ابوعبید الہروی نے کہا: رکاز کی تفسیر میں اہلِ عراق اور اہلِ حجاز کا اختلاف ہے، پس اہلِ عراق نے کہا کہ رکاز معدن ہیں اور اہلِ حجاز نے کہا: یہ وہ خزانے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں دفن کیے گئے، اور لغت کے اعتبار سے دونوں کی گنجائش ہے۔ اور ان کے قول کی اصل یہ ہے کہ جب کسی چیز کی اصل ثابت ہو تو کہتے ہیں" رکز فی الارض "۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۶۔۱۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۹۔ بَابٌ: اَلْعَجْمَاءُ جُبَارٌ

اس کا بیان کہ چوپایوں کے ایک دوسرے کو زخمی کرنے میں کوئی تاوان نہیں ہے

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: كَانُوا لَا يُضَمِّنُونَ مِنَ النَّفْحَةِ، وَيُضَمِّنُونَ مِنْ رَدِّ الْعِنَانِ

ابن سیرین نے کہا کہ وہ لوگ جانور کے لات مارنے سے تاوان نہیں دلاتے تھے اور لگام موڑنے سے تاوان دلاتے تھے۔

وَقَالَ حَمَّادٌ: لَا تُضْمَنُ النَّفْحَةُ إِلَّا أَنْ يَنْخُسَ إِنْسَانٌ الدَّابَّةَ

اور حماد نے کہا: لات مارنے پر تاوان نہیں ہوتا سوا اس کے کہ کوئی شخص جانور کو لات مارنے پر اکسائے۔

وَقَالَ شُرَيْحٌ: لَا تُضْمَنُ مَا عَاقَبَتْ أَنْ يَضْرِبَهَا فَتَضْرِبَ بِرِجْلِهَا

شریح نے کہا: بدلہ لینے کی صورت میں تاوان نہیں ہوگا کہ سوار نے جانور کو مارا تو جانور نے اپنی لات سے مارا۔

وَقَالَ الْحَكَمُ وَحَمَّادٌ: إِذَا سَاقَ الْمُكَارِي حِمَارًا عَلَيْهِ امْرَأَةٌ فَتَخِرُّ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ

حکم اور حماد نے کہا: جب کسی سواری کو کرایہ پر لینے والے نے اس گدھے کو ہنکایا جس پر عورت تھی، سو وہ عورت گر گئی تو اس ہنکانے والے پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: إِذَا سَاقَ دَابَّةً فَأَتْعَبَهَا فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَتْ، وَإِنْ كَانَ خَلْفَهَا مُتَرَسِّلًا لَمْ يَضْمَنْ۔

اور الشعبی نے کہا: جب کسی شخص نے کسی سواری کو زور سے ہنکایا، پس اس کو تھکا دیا تو اس وجہ سے اگر جانور کو کوئی نقصان پہنچا ہو تو وہ ضامن ہوگا۔ اور اگر اس نے اس کو آہستگی سے چلایا ہو تو پھر ضامن نہیں ہوگا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ چوپائے یا جانور جو ایک دوسرے کو زخمی کر دیں تو اس کا کسی سے تاوان نہیں لیا جائے گا، امام بخاری نے اس سے پہلے عنوان میں یہ ذکر کیا تھا کہ کنویں اور معدن میں کوئی تاوان نہیں ہے اور یہاں پر دوبارہ یہ عنوان ذکر کیا ہے کہ چوپایوں کے ایک دوسرے کو زخمی کرنے میں کوئی تاوان نہیں ہے، کیونکہ اس میں وہ تفریعات ہیں جو کنویں اور معدن پر زائد ہیں۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

امام محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ علماء یعنی صحابہ اور تابعین جانور کے لات مارنے سے کسی کو ضامن نہیں بناتے تھے، اس تعلیق میں ''نفحة'' کا ذکر ہے اور نفحة کا معنی ہے: ٹانگ سے مارنا، جب کوئی سواری ٹانگ سے لات مارے تو کہا جاتا ہے ''نفحت الدابة''۔ اور اس تعلیق میں ''العنان'' کا ذکر ہے اور عنان اس لگام کو کہتے ہیں جو جانور کے منہ میں ڈالی جاتی ہے تاکہ سوار اس جانور کو حسب منشاء پھیر سکے۔ پہلی صورت میں تاوان نہیں ہے کیونکہ جانور کو لات مارنے سے روکنے میں کسی کا اختیار نہیں ہے، اور دوسری صورت یعنی جانور کی لگام موڑی اور اس کی وجہ سے اس نے کسی کو لات ماردی تو اس سے احتراز ممکن ہے، اس لیے اس

صورت کے اندر تاوان ہوگا۔

اس تعلیق کی امام سعید بن منصور نے از ہشیم اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی حماد بن ابی سلیمان الاشعری نے کہا: اور ابو سلیمان کا نام مسلم ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "الا ان ینخس انسان"، "نخس" کا معنی ہے لکڑی چبھونا، یعنی اگر سوار، سواری کے پہلو میں لکڑی چبھو کر اس کو لات مارنے پر اکسائے تو اس پر تاوان ہوگا۔

باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی شریح بن الحارث الکندی القاضی نے کہا: جب سوار، سواری کو مارے اور وہ بدلہ لینے کے لیے کسی کو لات مار دے تو اس وجہ سے تاوان نہیں ہوگا۔

باب مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں حکم کا ذکر ہے، حکم میں حاء اور کاف پر زبر ہے اور یہ ابن عتیبہ ہیں جو عتبہ کی تصغیر ہے۔ اور اس تعلیق میں حماد کا ذکر ہے، یہ ابن ابی سلیمان ہیں۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "فتنخس" یعنی سواری گر جائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے، یعنی جو کرایہ پر سواری کو چلا رہا ہے۔

باب مذکور کی پانچویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں الشعبی کا ذکر ہے یہ عامر بن شراحیل الکوفی ہیں اور ان کی نسبت ہمدان کے شعب کی طرف ہے، انہوں نے ایک سے زیادہ صحابہ کو پایا اور ایک سو چھ (۱۰۶) ھ میں ان کی وفات ہوگئی، اس وقت ان کی عمر ستتر (۷۷) سال تھی۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "فاتعبها" یعنی اس نے اتنے زور سے سواری کو چلایا کہ وہ تھک گئی۔ تو اس وجہ سے اگر سواری کو کوئی تکلیف پہنچی تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔

نیز اس تعلیق میں "مترسلا" کا ذکر ہے، اس پر زبر اس لیے ہے کہ یہ کانَ کی خبر ہے، یعنی وہ سوار، سواری کو ٹھہر ٹھہر کر چلا رہا تھا اور اس کو تیز چلنے پر ابھار نہیں رہا تھا، تو اب اگر سواری کو کوئی چوٹ لگ گئی تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ امام ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے از اسماعیل بن سالم از عامر شعبی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۷۔۱۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۳۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْعَجْمَاءُ عَقْلُهَا جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے

جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ۔

فرمایا: چوپایوں کے ایک دوسرے کو زخمی کرنے میں تاوان نہیں ہے اور کنویں میں گرنے کا تاوان نہیں ہے اور معدن یا کان میں دبنے کا تاوان نہیں ہے اور دفینہ میں پانچواں حصہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۹۹، ۲۳۵۵، ۶۹۱۲، ۶۹۱۳، صحیح مسلم: ۱۷۱۰، سنن نسائی: ۲۴۹۸، مسند احمد: ۷۸۴۸، موطا امام مالک: ۱۶۲۲، سنن دارمی: ۱۶۶۸)

صحیح البخاری: ۶۹۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں چوپایوں کے ایک دوسرے کو زخمی کرنے میں تاوان نہ ہونے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مسلم، یہ ابن ابراہیم الازدی القصار البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد بن زیاد کا ذکر ہے، یہ الجمحی البصری ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از عبید اللہ بن معاذ از والد خود روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "عقلھا" اس کا معنی ہے: چوپایہ کے زخمی کرنے سے پہلے اس کی دیت ضائع ہے، یعنی اس کی دیت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۰۔ بَابُ إِثْمِ مَنْ قَتَلَ ذِمِّيًّا بِغَيْرِ جُرْمٍ

اس شخص کے گناہ کا بیان جس نے کسی ذمی کو بغیر جرم کے قتل کیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس شخص کا بیان کیا گیا ہے جس نے کسی ذمی کو بغیر کسی موجب شرعی کے قتل کیا، یعنی جس کو قتل کرنے کی شرعاً کوئی وجہ نہیں تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۴۔ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الحسن نے حدیث بیان کی،

مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا۔

انہوں نے کہا: ہمیں مجاہد نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن عمرو از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس نے کسی ایسے نفس کو قتل کیا جس کا کوئی عہد تھا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا اور جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۶۶، ۶۹۱۴، سنن نسائی: ۴۷۵۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۸۶، مسند احمد: ۶۷۰۶)

صحیح البخاری: ۶۹۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر نہیں ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں ذمی کا ذکر ہے اور ذمی اس کتابی شخص کو کہتے ہیں جس نے جزیہ ادا کرنے کا عقد کیا ہو اور حدیث میں معاہد کا ذکر ہے، جس نے مسلمانوں سے عہد لیا ہو۔

اور علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس نے مسلمانوں سے عہد لیا ہو وہ بھی اس اعتبار سے ذمی ہے کہ اس کا مسلمانوں کے لیے ذمہ ہے اور مسلمانوں کے لیے عہد ہے اور ذمی اس سے عام ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قیس بن حفص، یہ ابو محمد الدارمی البصری ہیں اور یہ امام بخاری کے منفرد راویوں میں سے ہیں، ۲۲۹ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد الواحد، اور یہ ابن زیاد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحسن، یہ ابن عمرو الفقیمی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجزیہ میں از قیس گزر چکی ہے۔ اور ابن ماجہ نے اس حدیث کی کتاب الدیات میں از ابو کریب روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "معاهدا" اور ایک روایت میں ہے "معاهدة" اور یہ ظاہر ہے کیونکہ اس میں تانیث اس اعتبار سے ہے کہ یہ نفس کی صفت ہے کیونکہ عبارت میں ہے "من قتل نفسا معاهدة"۔ اور جس روایت میں "معاهدا" ہے تو وہ اس اعتبار سے ہے کہ نفس بمعنی شخص ہے اور "معاهد" میں ہاء پر زبر پڑھنا اور زیر پڑھنا دونوں جائز ہیں اور اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے لیے مسلمانوں سے کوئی عہد ہو خواہ وہ عہد عقدِ جزیہ کا ہو یا حاکم سے صلح کا ہو یا مسلمان سے امان کا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لم يرح" یعنی وہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا اور جنت کی خوشبو کو نہیں سونگھے گا۔

ایک سوال کا جواب

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ جنت کی خوشبو تو بہت دور سے آئے گی اور ہر شخص کو آئے گی تو جس شخص نے کسی معاہد کو قتل کیا ہو اس کو جنت کی خوشبو نہ آنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اور اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ جنت میں پہلی مرتبہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا جب کہ باقی وہ مسلمان جنہوں نے گناہ کبیرہ نہیں کیے وہ پہلی بار ہی جنت کی خوشبو سونگھیں گے اور یہ تغلیظاً وعید ہے اور حتمی اور لازمی طور پر نہیں فرمایا کہ وہ کبھی بھی جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ اور یہ وعید اس کے لیے ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے وعید کو نافذ کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔

جتنی مسافت سے جنت کی خوشبو آئے گی اس مسافت کی مقدار میں اختلاف اور ان روایات میں تطبیق

اس حدیث میں مذکور ہے ''بے شک جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آئے گی''۔ اکثر روایات میں اسی طرح ہے اور عمرو بن عبد الغفار نے از حسن بن عمرو روایت کی ہے کہ جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آئے گی اور الاسماعیلی نے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے۔ اور امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آئے گی۔ اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ جنت کی خوشبو سو سال کی مسافت سے آئے گی اور امام طبرانی نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے آئے گی۔ اور صاحب الفردوس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے آئے گی۔

یہ شدید اختلاف ہے اور شراح نے اس میں بہت زیادہ کلام کیا ہے جس کا اکثر حصہ کمزور ہے اور ہمارے شیخ زین الدین نے شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ مسافت کی مقدار کا یہ اختلاف اشخاص کے اختلاف کی وجہ سے ہے یعنی جن اشخاص کا جنت میں جتنا بلند اور عظیم درجہ ہوگا ان کو جنت کی خوشبو اتنی زیادہ دور کی مسافت سے آئے گی۔ اور علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ عدد خصوصیت سے مراد نہ ہو بلکہ ان مختلف مقداروں سے مراد مبالغہ اور کثرت ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۹۔ ۱۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۱۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنت کی خوشبو جتنی مسافت سے آئے گی اس کی مقدار کے متعلق روایات کا اختلاف اور ان میں تطبیق

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے اس میں کلام کیا ہے، انہوں نے کہا: چالیس کا عدد بہت شدید ہے تو جس کو چالیس سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو آئے گی اس کا عمل بھی زیادہ ہوگا اور اس کا یقین بھی زیادہ ہوگا۔ اور گناہوں پر اس کی ندامت بھی زیادہ ہوگی، پس گویا کہ وہ جنت کی اس خوشبو کو پائے گا جو اس کو نیک کاموں پر ابھارتی تھی اور ستر کا عدد اس شخص کے لیے ہے جس کو اپنے گناہوں پر ندامت عارض ہوگی اور اس کو اچانک موت کے آپڑنے کا خوف ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے زیادہ اطاعت اور عبادت کرے گا، پس وہ ستر سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو کو پائے گا اور پانچ سو سال کی مسافت کے متعلق جو انہوں نے

جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر دو نبیوں کے درمیان جو فترت کی مدت ہے وہ پانچ سو سال ہے، پس جو اس مدت کے آخر میں آیا اور نبیوں پر ایمان لایا تو وہ دوسروں سے افضل ہوگا، پس وہ پانچ سو سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو پائے گا۔

اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان مقداروں کے عدد کی خصوصیت مراد نہ ہو بلکہ اس سے مقصود کثرت میں مبالغہ ہو، اسی لیے چالیس اور ستر کے عدد کو خاص کر لیا گیا، کیونکہ چالیس کا عدد، عدد کی تمام اقسام پر مشتمل ہے، کیونکہ اس میں اکائیاں ہیں اور اکائیاں دس ہیں اور سو کے عدد میں دہائیاں ہیں اور ہزار کے عدد میں سینکڑے ہیں اور سات کا عدد، عددِ کامل سے فوق ہے اور عدد کامل چھ ہے، کیونکہ اس کے اجزاء میں نصف ہے اور تہائی ہے اور چھٹا ہے بغیر کسی کمی اور اضافہ کے (چھ کے عدد کا نصف بھی ہوتا ہے اور وہ تین ہے اور اس کا تہائی بھی ہوتا ہے اور وہ دو ہے اور اس کا چھٹا حصہ بھی ہوتا ہے اور وہ ایک ہے اور ان کا مجموعہ چھ ہے)۔

اور رہا پانچ سو کا عدد تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: جو نکتہ مجھے ان تمام مقداروں میں ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کہا جائے کہ چالیس کا عدد وہ کم سے کم زمانہ ہے جس میں محشر کے اندر جنت کی خوشبو پائی جائے گی اور ستر کا عدد اس پر فوق ہے یا اس کو مبالغہ کے لیے ذکر کیا گیا ہے اور پانچ سو اور ہزار کا عدد اس میں سب سے زیادہ ہے اور اس کا اختلاف اشخاص اور اعمال کے اختلاف کی وجہ سے ہے، پس جس نے جنت کی خوشبو زیادہ دور سے پائی تو وہ اس سے افضل ہوگا جس نے جنت کی خوشبو اس کی بہ نسبت کم فاصلہ سے پائی اور اسی کی طرف ہمارے شیخ زین الدین نے شرح ترمذی میں اشارہ کیا ہے، انہوں نے کہا: ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ اشخاص کے اختلاف کی وجہ سے اور ان کے منازل اور درجات کے اختلاف کی وجہ سے یہ مقادیر مختلف ہیں۔

پھر اسی کی مثل میں نے علامہ ابن العربی کے کلام میں دیکھی، انہوں نے کہا کہ جنت کا ادراک اس کی طبیعت کی وجہ سے نہیں ہوتا اور نہ عادت کی وجہ سے ہوتا ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ جس بندہ میں چاہے وہ ادراک پیدا فرما دیتا ہے، پس اللہ تعالیٰ کسی کے لیے چاہے گا تو ستر سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو کا ادراک پیدا کر دے گا اور کبھی پانچ سو سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو کا ادراک پیدا کر دے گا۔

علامہ ابن بطال مالکی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمان جب ذمی یا معاہد کو قتل کر دے تو اس کے قصاص میں اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس حدیث میں اس کی صرف اخروی سزا بیان فرمائی ہے اور دنیاوی سزا نہیں بیان فرمائی۔ اور اس پر بحث اس کے بعد والے باب میں آرہی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۱۔ بَابٌ: لَا يُقْتَلُ الْمُسْلِمُ بِالْكَافِرِ

اس کا بیان کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں نہیں قتل کیا جائے گا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ مسلمان کو کافر کے مقابلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٩١٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ أَنَّ عَامِرًا حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ ح حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يُحَدِّثُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَلِيًّا رضي الله عنه هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِمَّا لَيْسَ فِي الْقُرْآنِ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَرَّةً مَا لَيْسَ عِنْدَ النَّاسِ فَقَالَ وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا إِلَّا مَا فِي الْقُرْآنِ إِلَّا فَهْمًا يُعْطَى رَجُلٌ فِي كِتَابِهِ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قُلْتُ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مطرِّف نے حدیث بیان کی کہ عامر نے ان کو حدیث بیان کی از ابی جحیفہ، وہ بیان کرتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا ح اور ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں مطرِّف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے شعبی کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا، انہوں نے کہا: میں نے ابو جحیفہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز (لکھی ہوئی) ہے جو قرآن میں نہیں ہے؟ اور ابن عیینہ نے ایک مرتبہ یوں کہا: جو لوگوں کے پاس (لکھی ہوئی) نہیں ہے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو چیرا اور روح کو پیدا کیا! ہمارے پاس صرف وہی لکھا ہوا ہے جو قرآن میں ہے سوا اس فہم کے جو ہر مرد کو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دی گئی ہے اور سوا اس کے جو اس صحیفہ میں ہے، میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: دیت اور غلاموں کو چھڑانے کے احکام، اور یہ حکم کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۱، ۱۸۷۰، ۳۰۴۷، ۳۱۷۲، ۳۱۷۹، ۶۷۵۵، ۶۹۰۳، ۶۹۱۵، ۷۳۰۰، صحیح مسلم: ۱۳۷۰، سنن ترمذی: ۱۴۱۲، سنن نسائی: ۴۷۴۴، سنن ابوداؤد: ۴۵۳۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۸، مسند احمد: ۶۰۰، سنن دارمی: ۲۳۵۶)

صحیح البخاری: ۶۹۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس باب کا عنوان ہے ''مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا'' اور یہ جملہ بعینہٖ اس حدیث میں مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن یونس، اور یہ احمد بن عبداللہ بن یونس الکوفی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زہیر، اور یہ ابن معاویہ الکوفی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مُطرِّف، یہ ابن طریف الکوفی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عامر، یہ ابن شراحیل الشعبی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو جحیفہ، یہ وہب بن عبداللہ السوائی ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یہ حدیث عنقریب ''باب العاقلة'' میں گزر چکی ہے اور اس حدیث کی شرح کئی مرتبہ گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۱۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کافر کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء کے نظریات

جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کافر کے بدلہ میں مسلمان کے قتل کو ترک کر دیا جائے گا، لیکن امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ ڈاکو اور جو ڈاکو کے حکم میں ہو، جب وہ کسی شخص کو دھوکہ سے یا غفلت سے مار ڈالے تو اس کو قتل کیا جائے گا خواہ مقتول ذمی ہو، اور اس صورت کا کافر کے بدلہ مسلمان کو قتل کرنے کی ممانعت سے استثنیٰ ہے اور یہ حقیقت میں مستثنیٰ نہیں ہے، کیونکہ اس کا ایک اور سبب ہے اور وہ ہے زمین میں فساد کرنا۔

اور فقہاء احناف نے اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ جب مسلمان کسی ذمی کو بغیر استحقاق کے قتل کر دے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور مسلمان کو مستامن (جو کافر امان لے کر مسلمانوں کے ملک میں آئے) کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

اور الشعبی اور النخعی سے منقول ہے کہ مسلمان کو یہودی کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور نصرانی کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور مجوسی کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

ان فقہاء کی دلیل حسب ذیل حدیث ہے:

امام ابوداؤد نے از حسن از قیس بن عباد از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ مومن کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ ذو عہد کو اس کے عہد میں قتل کیا جائے گا۔نیز اس حدیث کی روایت عمرو بن شعیب نے از والد خود از جد خود کی ہے۔

امام ابن ماجہ نے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام بیہقی نے از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اس حدیث کی روایت کی ہے۔

ان تمام احادیث کی سندیں ضعیف ہیں سوائے پہلی اور دوسری حدیث کی سند کے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک سند حسن ہے۔

علامہ ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ بعض حنفیہ نے الشاشی سے سوال کیا کہ وہ کون سی دلیل ہے جس کی وجہ سے کافر کے بدلہ میں مسلمان کے قتل کرنے کو ترک کیا جائے گا؟ تو انہوں نے ارادہ کیا کہ عموم سے استدلال کریں، پس انہوں نے کہا کہ ہم اس حدیث کو

حربی کے ساتھ خاص کردیں، یعنی مسلمان کو کافر حربی کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا، پھر شاشی نے اس سے عدول کیا اور کہا کہ میری دلیل سنت اور تعلیل ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا، اس کا معنی ہے کہ مسلمان کو اسلام کی وجہ سے ثقیلت ہے تو شاشی نے بعض حنفیہ کو ساقط کردیا۔

فقہاء احناف نے جس سے استدلال کیا ہے وہ امام دارقطنی کی اپنی سند کے ساتھ روایت ہے از عمار بن مطر از ابراہیم بن ابی یحییٰ از ربیعہ از ابن البیلمانی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل کردیا اور فرمایا: ''جو لوگ اپنے ذمہ کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے زیادہ مستحق ہوں''۔

دارقطنی نے کہا کہ اس حدیث کی سند میں ابراہیم ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس حدیث کے سوا اور کوئی موصول روایت نہیں ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ روایت ابن البیلمانی سے مرسل ہے۔ اور امام بیہقی نے کہا: اس کے راوی عمار بن مطر نے ابراہیم کے اوپر خطا کی ہے، وہ ابراہیم کی روایت کرتا ہے از محمد بن المنکدر از عبدالرحمٰن بن البیلمانی۔ اور یہی حدیث اس باب میں اصل ہے اور یہ منقطع ہے اور اس کے راوی غیر ثقہ ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء احناف نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ سب سند کے اعتبار سے ضعیف اور غیر معتبر ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۶۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی نے فقہاء احناف کی اس دلیل کا جواب نہیں دیا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ ''جان کا بدلہ جان ہے'' اور اللہ تعالیٰ نے جان کو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں کیا کہ کافر کی جان کا بدلہ جان ہے تاکہ یہ سمجھا جائے کہ کافر کی جان کا بدلہ مسلمان کی جان نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۳۲۔ بَابٌ: إِذَا لَطَمَ الْمُسْلِمُ يَهُودِيًّا عِنْدَ الْغَضَبِ

اس کا بیان جب کوئی مسلمان کسی یہودی کو غصہ سے تھپڑ مارے

رَوَاهُ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم

اس حدیث کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی یہودی کو غضب میں آکر تھپڑ مارے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے عنوان میں اس کا حکم ذکر نہیں کیا، لیکن اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے اوپر کوئی چیز واجب نہیں ہے کیونکہ اس باب کی حدیث میں قصاص کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، اگر اس صورت میں قصاص ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان فرما دیتے اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے، کیونکہ فقہاء کوفہ بھی تھپڑ میں اور تادیب

میں قصاص کو جائز نہیں قرار دیتے سوا اس کے کہ کوئی شخص تھپڑ مار کر دوسرے کو زخمی کر دے تو اس میں کچھ جرمانہ دینا ہوتا ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس باب کی تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ ایک مسلمان نے یہودی کو تھپڑ مارا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تھپڑ مارنے پر کوئی قصاص لازم نہیں کیا اور اس سے پہلے یہ گزر چکا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو تھپڑ مارا اور وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کسی قصاص کا ذکر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۰۔۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن یحییٰ از والد خود از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: انبیاء کے درمیان فضیلت مت دو۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۲، ۳۳۹۸، ۴۶۳۸، ۶۹۱۶، ۶۹۱۷، ۷۴۲۷، صحیح مسلم: ۲۳۷۳، سنن ابوداؤد: ۴۶۶۸، مسند احمد: ۱۰۹۷۲)

صحیح البخاری: ۶۹۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت پوری حدیث میں ہے، امام بخاری نے یہاں پر مختصر حدیث ذکر کی ہے، پوری حدیث اس طرح سے ہے کہ یہود کا ایک مرد آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اے ابوالقاسم! آپ کے اصحاب میں سے ایک مرد نے میرے چہرہ پر ایک تھپڑ مارا ہے۔۔۔۔الحدیث، تو آپ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت مت دو، اور اس کے بعد والی حدیث میں اس کا پورا ذکر آئے گا، تو اس طرح اس حدیث میں بھی وہی ذکر ہے جو باب کے عنوان میں ذکر ہے کہ مسلمان نے یہودی کو غصہ سے تھپڑ مارا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا تخیّروا" یعنی تم یہ نہ کہو کہ بعض انبیاء علیہم السلام دوسرے بعض سے افضل ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، پھر اس کی کیا توجیہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دی جائے؟

اگر تم یہ سوال کرو کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میں اولادِ آدم کا سردار ہوں، اور یہ اس باب کے مخالف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تواضعاً فرمایا، یا اس کا یہ جواب ہے کہ یہ آپ نے پہلے فرمایا جب آپ کو یہ علم نہیں تھا

کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔

اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ "انبیاء علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو" اس کا معنی یہ ہے کہ ایک نبی کو دوسرے نبی پر اس طرح فضیلت نہ دو جس سے اس نبی کا (بظاہر) نقص ظاہر ہو، یا اس طرح فضیلت نہ دو جو جھگڑے اور فساد کا موجب ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَدْ لُطِمَ وَجْهُهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِكَ مِنَ الْأَنْصَارِ قَدْ لَطَمَ فِي وَجْهِي قَالَ ادْعُوهُ فَدَعَوْهُ قَالَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي مَرَرْتُ بِالْيَهُودِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ قَالَ قُلْتُ وَعَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ قَالَ فَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ فَلَطَمْتُهُ قَالَ لَا تُخَيِّرُونِي مِنْ بَيْنِ الْأَنْبِيَاءِ فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَفَاقَ قَبْلِي أَمْ جُوزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّورِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن یحییٰ المازنی از والد خود از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود میں سے ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جس کے چہرہ پر تھپڑ مارا گیا تھا، پس اس نے کہا: اے محمد! آپ کے اصحاب میں سے ایک مرد جو انصار میں سے ہیں نے میرے چہرہ پر تھپڑ مارا ہے، آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ، پس اس کو بلایا، پس آپ نے فرمایا: تم نے اس کے چہرہ پر تھپڑ کیوں مارا؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں یہود کے پاس سے گزرا، پس میں نے اس آدمی کو سنا وہ یہ کہہ رہا تھا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بشر پر فضیلت دی ہے! اس نے بتایا، میں نے کہا: اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر؟ اس نے کہا پھر مجھے غصہ آیا تو میں نے اس کو تھپڑ مارا، آپ نے فرمایا: مجھے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دو، کیونکہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے، پس میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا، پس اس وقت میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پایوں میں سے ایک پائے کو پکڑ کے کھڑے ہوئے ہیں، پس میں نہیں جانتا آیا وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا انہیں طور پر بے ہوش ہونے کی جزاء دی گئی۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۲، ۳۳۹۸، ۴۶۳۸، ۶۹۱۶، ۶۹۱۷، ۷۴۲۷، صحیح مسلم: ۲۳۷۳، سنن ابوداؤد: ۴۶۶۸، مسند احمد: ۱۰۹۷۲)

صحیح البخاری: ۶۹۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے جو حضرت ابو سعید سے مروی ہے اور یہ پہلی روایت کی بہ نسبت مکمل ہے اور امام بخاری نے

اس کو اختصار کے ساتھ کئی ابواب میں ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''یصعقون'' یہ صعق سے ماخوذ ہے، جب کوئی شخص خوف اور دہشت سے بے ہوش ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بقائمة'' اس کا معنی ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پایوں میں سے کسی پائے کو اس طرح پکڑے ہوئے ہوں گے جس طرح ستون کو پکڑا جاتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرش جسم ہے جیسا کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ پایہ صرف جسم کا ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلا ادری افاق قبلی'' یعنی مجھے معلوم نہیں آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ (الزمر:٦٨)

اور صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے، ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے O

یعنی میں یہ نہیں جانتا کہ آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا، یا چونکہ پہاڑ طور پر جب اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی ڈالی تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے تھے تو اس بے ہوشی کی جزاء میں ان کو بے ہوش نہیں کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۱۔ ۱۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور پر ایک اشکال کا جواب

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ ''مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، کیونکہ مجھے سب سے پہلے قبر سے اٹھایا جائے گا اور میں قبر سے اٹھ کر دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے ایک پائے کو پکڑ کر کھڑے ہوئے ہیں''، پس یا تو وہ بے ہوش نہیں ہوئے یا سورۂ زمر کی اس آیت سے ان کا بے ہوش ہونا مستثنیٰ ہے اور یا پہاڑ طور کی بے ہوشی کی جزاء میں ان کو بے ہوش نہیں کیا گیا، اور ہر صورت میں یہ لازم آیا کہ جب صور میں پھونکا جائے گا تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سمیت سب بے ہوش ہو جائیں گے لیکن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش کا پایا پکڑے ہوئے کھڑے ہوں گے تو یا تو وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوش میں آ گئے یا بے ہوش ہی نہیں ہوئے اور ہر تقدیر پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا افضل ہونا لازم آتا ہے، سو تم مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت مت دو۔

اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں، حالانکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً افضل الانبیاء والمرسلین ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں'' اور آپ نے فرمایا: ''میں تمام رسولوں کا قائد ہوں'' اور آپ نے فرمایا: ''میں تمام اولین اور آخرین میں سب سے زیادہ تکریم والا ہوں اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی'' اس طرح کی بہت احادیث ہیں، لہٰذا اس باب کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ جزوی فضیلت ہے اور جزوی فضیلت، فضیلتِ کلی کے منافی نہیں ہوتی، مثلاً حضرت آدم علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام کے باپ ہیں اور باپ بیٹے سے افضل ہوتا ہے تو اس اعتبار سے حضرت آدم علیہ السلام

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت رکھتے ہیں، لیکن یہ فضیلت بھی جزوی فضیلت ہے، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ فضیلت ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے پیدا کیا، حضرت حواء علیہا السلام کو بغیر عورت کے پیدا کیا، اور حضرت آدم علیہ السلام کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا کیا، تو یہ ان کی فضیلت ہے اور ان کی خصوصیت ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام طریقہ کے مطابق مرد اور عورت سے پیدا ہوئے، تو ان کی یہ فضیلت بھی جزوی فضیلت ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلتِ کلی کے خلاف نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۹۱۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب ذمی پر کوئی ظلم اور زیادتی ہو تو وہ اس کی فریاد کر سکتا ہے۔

(۲) اور اپنی مظلومیت کا مقدمہ حاکم کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔

(۳) حاکم اس کے دعویٰ کو سنے اور اس کے مطابق فیصلہ کرے۔

(۴) اور جو شخص کسی مسئلہ کا حکم نہ جانتا ہو جو اس پر مخفی ہو تو اس کو وہ حکم بتا دیا جائے۔

(۵) جب ذمی اپنی لاعلمی کی وجہ سے کوئی ایسی بات کہے جو مسلمان کے علم کے خلاف ہو تو مسلمان کا اسے تعزیر دینا جائز ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۶۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ مسلمان اور کافر کے درمیان قصاص نہیں ہوتا اور یہ فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کا قصاص نہیں لیا جب مسلمان نے اس کو تھپڑ مارا، اگر ان کے درمیان قصاص مشروع ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ضرور بیان فرماتے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ پر تبلیغ کرنا فرض ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ فقہاء احناف کافر کے بدلہ میں مسلمان کے قتل کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں تو ان کے اس قول کے تقاضا سے چاہیے تھا کہ مسلمان سے یہودی کو تھپڑ مارنے کا قصاص لیا جاتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک مسلمانوں کے درمیان بھی تھپڑ مارنے کا اور تادیباً کسی سزا دینے کا قصاص نہیں ہوتا سوا اس کے کہ تھپڑ مارنے سے کوئی زخم پڑ جائے، سو اس میں کچھ جرمانہ ہوتا ہے۔ اور کافر اور مسلمان کے درمیان جب قصاص نہیں ہوتا تو تھپڑ مارنے میں بھی ان کے نزدیک بطریق اولیٰ قصاص نہیں ہوگا، پس یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافر کی شکایت پر مسلمان کو حاکم کی طرف لانا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلقِ عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو تواضع کی فطرت پر پیدا کیا ہے اس کا بیان ہے اور آپ کے حسنِ ادب کا ذکر ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: مجھے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دو، پس یہ ایسا ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تم پر حاکم بنادیا گیا ہے اور میں تم سب سے افضل نہیں ہوں۔ پس اہلِ فضل کو چاہیے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس میں اقتداء کریں، کیونکہ تواضع کرنا انبیاء اور صالحین کے اخلاق میں سے ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: جس کو یہ پسند ہو کہ وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی تواضع کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھے، اس حدیث کا امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۲۵۷)

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ عرش جسم ہے، کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پایوں میں سے ایک پائے کو پکڑے ہوئے تھے اور پایا جسم کا ہوتا ہے، اور اس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے:

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾ اور اس دن آپ کے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے O (الحاقہ: ۱۷)

اور یہ محال ہے کہ جس چیز کو اٹھایا گیا ہو وہ جسم نہ ہو، کیونکہ اگر عرش روحانی ہوتا تو آٹھ فرشتوں کے عرش کو اٹھانے میں کوئی تعجب نہ ہوتا اور نہ کسی ایک کے اٹھانے میں تعجب ہوتا، پس جب اللہ تعالیٰ نے اس کو بطور تعجب کے بیان فرمایا کہ آٹھ فرشتے عرش کو اٹھاتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوا کہ عرش جسم ہے، کیونکہ تعجب اس وجہ سے ہے کہ وہ عرش بہت عظیم ہے جس کو آٹھ فرشتوں نے اٹھا کر اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۶۰۔۴۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال نے صحیح البخاری: ۲۴۱۲، میں بھی اس حدیث کی شرح کی ہے وہاں پر لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے پر ایک سوال کا جواب

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت فضائل عطا فرمائے ہیں، اس کے باوجود آپ نے فرمایا: ''مجھے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دو'' سو یہ آپ کی تواضع ہے۔

نیز آپ نے فرمایا: ''کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں''، کیونکہ اس کے معارض یہ حدیث ہے ''میں وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی'' اور آپ نے فرمایا: ''میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کی اس میں دو تاویلیں ہیں جو ان حدیثوں سے تضاد کو اٹھا دیتی ہیں، پہلی تاویل وہ ہے جس کو علامہ ابن قتیبہ نے ذکر کیا، انہوں نے کہا: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے کہ آپ کا ارادہ یہ ہے کہ قیامت کے دن آپ تمام اولادِ آدم کے سردار ہوں گے کیونکہ اس دن آپ شفاعت فرمائیں گے اور حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا اور حوض آپ کے لیے ہوگا،

اور آپ نے جو فرمایا کہ "مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو"، یہ بطور تواضع ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تم پر حاکم بنایا گیا ہے اور میں تم سب سے افضل نہیں ہوں، اور اسی طرح آپ کا یہ ارشاد ہے کہ "کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کہے میں یونس بن متی سے افضل ہوں" یہ بھی تواضع کے معنی پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام کا دوسرے انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے کم درجہ ہے، آپ کی مراد یہ ہے کہ جب میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں حضرت یونس علیہ السلام سے افضل ہوں تو میں اس کو کیسے پسند کروں گا کہ جو ان سے بڑے بڑے اولوالعزم رسل ہیں میں ان سے افضل ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ ۘ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾ (القلم: ۴۸)

سو آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجیے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے اپنے رب کو حالتِ غم میں پکارا تھا۔

اس آیت میں اس پر واضح دلالت ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یونس علیہ السلام سے افضل ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ ان کی مثل نہ ہو جانا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے یونس علیہ السلام سے افضل ہونے کے باوجود فرمایا: مجھے یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، تو آپ کا یہ فرمانا بطور تواضع ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر عمل میں فضیلت نہ دو، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کا عمل مجھ سے افضل ہو اور آزمائش اور امتحان بھی ان پر زیادہ آئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن جو تمام انبیاء پر سیادت اور فضیلت عطا فرمائی ہے، وہ آپ کے کسی عمل کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے آپ کے اوپر فضل کی وجہ سے تھی اور آپ اس فضل کے ساتھ مختص ہیں، اسی طرح آپ کی امت تمام امتوں کی بہ نسبت سب سے کم آزمائشوں میں مبتلاء ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت سے سخت احکام کا بوجھ اٹھا لیا اور مشکل احکام کا طوق اتار لیا جیسا کہ بنی اسرائیل پر ان کے فرائض میں تھا، اس کے باوجود آپ کی امت کو اللہ تعالیٰ نے خیر امت قرار دیا، تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، یہ علامہ ابن قتیبہ کی تاویل ہے اور اس کو علامہ المہلب نے اختیار کیا ہے۔

اور دوسری تاویل یہ ہے کہ ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے ان حدیثوں کا تعلق دو مختلف وقتوں کے ساتھ ہو، پس ایک وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، اور کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں حضرت یونس علیہ السلام سے افضل ہوں، یہ آپ نے ابتداءً فرمایا تھا جس وقت میں آپ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی:

وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ (الاحقاف: ۹)

اور نہ میں از خود جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور (نہ میں از خود یہ جانتا ہوں کہ) تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اور جب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (الفتح: ۲)

تا کہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام۔

اس آیت میں یہ تصریح کی گئی ہے اور دنیا میں آپ کو بتا دیا گیا ہے کہ آپ مغفور ہیں جب کہ آپ کے سوا کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مغفور ہونے کی بشارت نہیں دی تو آپ نے جان لیا کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور تب آپ نے فرمایا کہ میں تمام

اولادِ آدم کا سردار ہوں۔

مصائب اور آلام کا گناہوں کے لیے کفارہ ہونا

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یا موسیٰ علیہ السلام کو طور کی بے ہوشی کی جزاء میں بے ہوش نہیں کیا گیا''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ دنیا میں جو آزمائشیں آتی ہیں اور غم اور رنج میں انسان مبتلا ہوتا ہے، ان میں یہ امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے قیامت کے دن اس سے قیامت کی بہت ساری ہولناکیوں میں تخفیف فرمادے گا۔

رہا گناہوں کا کفارہ، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر مومن کو کانٹا بھی چبھے تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۴۱۔ ۱۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۱۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسلمان کے یہودی کو تھپڑ مارنے کے متعلق مسائل

اگر یہودی ذمی ہے تو مسلمان کا ذمی پر حد سے تجاوز کرنا حرام ہے، کیونکہ ذمی کا مسلمانوں سے یہ عہد ہوتا ہے کہ ان پر حد سے تجاوز نہیں کیا جائے گا اور اگر یہودی حربی ہو تو اس کو قتل کرنا بھی مباح ہے چہ جائیکہ اس کو تھپڑ مارا جائے، لیکن جب مسلمان کافر کو تھپڑ مارے تو اس سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ امام کی رائے کی طرف مفوض ہے، پس اگر امام اس میں کوئی مصلحت دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ قصاص لے سوائے مال کے، کیونکہ مسلمان جب کسی ذمی کا مال تلف کردے تو اس سے وہ مال لیا جائے گا اور سوائے قتل کے، کیونکہ مسلمان کو کسی حال میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر انبیاء پر فضیلت کی بحث

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے انبیاء کے درمیان فضیلت نہ دو'' یعنی یہ نہ کہو کہ یہ نبی اس نبی سے افضل ہے، کیونکہ اس سے دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متبعین میں غیض و غضب کو ابھارنا ہے، اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ تم یہ اعتقاد نہ رکھو کہ بعض انبیاء علیہم السلام بعض سے افضل ہیں، کیونکہ اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (البقرہ: ۲۵۳) ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ (بنی اسرائیل: ۵۵) اور ہم نے بعض نبیوں کو دوسرے بعض نبیوں پر فضیلت دی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو فضیلت دی اور رسل علیہم السلام کو فضیلت دی اور علماء کو فضیلت دی اور بندوں کو فضیلت دی، اور وہ سب کسی وصف میں مختلف ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۲۱)

آپ دیکھئے ہم نے کس طرح ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اور آخرت کے بہت بڑے درجات ہیں اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے O

لیکن جب انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت دینے سے ان کے پیروکاروں کے درمیان عداوت اور بغض پیدا ہونے کا خدشہ ہو یا جس میں اس نبی کی اتنی تعظیم نہیں ہوتی جس پر دوسرے نبی کو فضیلت دی جاتی ہے، اس لیے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت دینے سے اعراض کرنا واجب ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور جب یہ حال انبیاء علیہم السلام کا ہے تو یہی حال انبیاء علیہم السلام کے وارثین کے درمیان بھی ہے اور وہ علماء ہیں۔ پس کسی انسان کو اپنے بھائی سے اس بات پر بحث نہیں کرنی چاہیے وہ کہے کہ فلاں شخص فلاں سے بڑا عالم ہے اور فلاں شخص فلاں سے بڑا عارف ہے، اور فلاں شخص فلاں سے بڑا متقی ہے کیونکہ اس سے دوسرے کے دل میں عداوت اور بغض پیدا ہوگا، بلکہ انسان کو اپنے دل میں یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ جس کو وہ افضل سمجھتا ہے وہ افضل ہے لیکن اس پر دوسرے سے بحث نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ اس سے بغض اور کینہ پیدا ہوگا لیکن اس آخر زمانہ میں بعض علماء اور طلباء پائے گئے ہیں جو بعض علماء کو دوسرے بعض علماء پر فضیلت دیتے ہیں اور یہ محض تعصب کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں نہ کہ اظہار حقیقت کے لیے، ہاں اگر یوں کہا جائے مثلاً استاذ اپنے شاگردوں کو تعلیم دے کہ افضل الرسل اولوا العزم ہیں اور اولوا العزم میں سب سے افضل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۲۹-۳۳۲ مکتبۃ العصریہ القاہرہ ۱۴۲۴ھ)

تنبیہ: کتاب الدیات والقصاص میں احادیثِ مرفوعہ کی تعداد چون (۵۴) ہے، ان میں سات معلق احادیث ہیں اور باقی موصول ہیں اور ان میں سے مکرر چالیس (۴۰) احادیث ہیں اور خالص احادیث پندرہ (۱۵) ہیں۔

کتاب الدیات والقصاص کی تکمیل

اس باب کی شرح کے اختتام کے ساتھ کتاب الدیات والقصاص کی تکمیل ہوگئی، بارالٰہ! جس طرح آپ نے مجھے کتاب الدیات والقصاص کے ترجمہ اور شرح کی توفیق مرحمت فرمائی ہے، سو میں دعا کرتا ہوں اے کریم! صحیح البخاری کی باقی ماندہ کتب ابواب اور احادیث کی شرح کرنے کی بھی مجھے توفیق عطا فرما۔ کتاب الدیات والقصاص میں جو میں نے حق اور صواب لکھا ہے اسے قبول فرما اور اس میں جو پیغام ہے اس پر سب مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق ارزانی فرما۔ اور جو مجھ سے اپنی ناقص فہم اور قلت مطالعہ کی وجہ سے جو کوتاہیاں ہوگئی ہیں ان سے درگزر فرما۔ اور مجھے اس کے بعد کی شروح میں وہی لکھنے کی توفیق عطا فرما جو حق اور صواب ہو اور سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز ''کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم'' شروع ہوگی۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۴ ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ

10 اکتوبر 2013ء

بروز جمعرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

۸۷۔ کِتَاب اسْتِتَابَةِ الْمُرْتَدِّينَ وَالْمُعَانِدِينَ وَقِتَالِهِمْ

مرتدین اور معاندین سے توبہ طلب کرنے اور ان سے قتال کرنے کا بیان

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مرتدین سے مراد ہیں وہ لوگ جو مسلکِ معتدل سے تجاوز کرتے ہیں اور بغاوت کرتے ہیں اور علم کے باوجود حق کو رد کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابُ إِثْمِ مَنْ أَشْرَكَ بِاللّٰهِ وَعُقُوبَتِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے، اس کے گناہ اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ (لقمان: ۱۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے O

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (الزمر: ۶۵)

اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے اور آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس شخص کے گناہ کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کا ذکر کیا ہے۔

باب مذکور کی آیات کی شرح از علامہ عینی

لقمان: ۱۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے"۔ کیونکہ ظلم کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کی جگہ اور محل کے غیر میں رکھنا، پس مشرک وہ ہے جو عبادت کو اس کے غیر محل میں رکھتا ہے، کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ عدم سے وجود میں لایا اور وہ عدم سے وجود میں لانے والے کو اس کے مساوی قرار دیتا ہے جو ممکن ہے اور نعمت کو غیر منعم کی طرف منسوب کرتا ہے اور عبادت کو اس کے محل میں نہیں رکھتا، تو سب سے بڑا ظلم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

اور دوسری آیت یعنی الزمر: ۶۵ میں فرمایا: "اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے اور آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے"۔

اس آیت میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن اس سے مراد آپ کا غیر ہے، کیونکہ آپ سے شرک کا صدور تو محال ہے۔ شرک شیطان کے گمراہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کے گمراہ کرنے سے محفوظ اور مامون رکھا ہے، اس لیے آپ کا شرک کرنا محال ہے، اس کے باوجود اگر آپ سے بھی بفرضِ محال شرک صادر ہو گیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ سو اس آیت میں صنعتِ تعریض ہے، خطاب آپ سے کیا ہے اور مراد آپ کی امت ہے، یعنی آپ کی امت کے کسی فرد نے اگر شرک کیا تو اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور یہ اعمال اس وقت ضائع ہوں گے کہ جب وہ امتی حالتِ شرک میں مر جائے جیسا کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ (البقرہ:۲۱۷)

اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالتِ کفر میں ہی مر گیا تو ان لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے O

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ شَقَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَقَالُوا أَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ إِيمَانَهُ بِظُلْمٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّهُ لَيْسَ بِذَاكَ أَلَا تَسْمَعُونَ إِلَى قَوْلِ لُقْمَانَ ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾﴾ (لقمان:۱۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملایا ان ہی کیلئے بے خوفی ہے''۔ (الانعام:۸۲)

یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر دشوار ہوئی اور انہوں نے کہا: ہم میں سے کون اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملاتا؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس طرح نہیں ہے، کیا تم نے لقمٰن کے اس قول کو نہیں سنا: ''بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے''۔ (لقمٰن:۱۳)

(صحیح البخاری: ۳۲، ۳۳۶۰، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۴۷۷۶، ۶۹۱۸، ۶۹۳۷، صحیح مسلم: ۱۲۴، سنن ترمذی: ۳۰۶۷، مسند احمد: ۳۵۷۸)

صحیح البخاری: ۶۹۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ بابِ مذکور کا عنوان ہے ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک

کرنے کا گناہ'' اور اس حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ ابن عبدالحمید الرازی ہیں اور اصل میں یہ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں جو ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں اور وہ از علقمہ بن قیس از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان کے باب ''ظلم دون ظلم'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''انه لیس بذاك'' یعنی یہاں پر مطلقاً ظلم مراد نہیں ہے کہ جس نے مطلقاً کسی ظلم کو ایمان کے ساتھ ملایا تو وہ بے خوف نہیں ہوگا بلکہ اس سے مراد ہے ظلمِ عظیم، اور وہ شرک ہے۔ یعنی جس نے ایمان کے ساتھ شرک کو ملایا تو اس کے لیے بے خوفی نہیں ہوگی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایمان شرک کے ساتھ کیسے جمع ہوگا؟

اس کا یہ جواب ہے کہ ان لوگوں میں جمع ہوگا جنہوں نے کہا: یہ بت اللہ کبیر کے پاس ہماری شفاعت کرنے والے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے اوپر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ماننے کا اقرار بھی کیا اور بتوں کی عبادت کو از خود اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت قرار دیا، پس ان کا اللہ تعالیٰ کا اقرار کرنا بہ ظاہر ایمان ہے اور بتوں کی عبادت کو شفاعت قرار دینا شرک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سوالِ مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

اس آیت میں جو فرمایا ہے ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملایا ان ہی کے لیے بے خوفی ہے'' (الانعام: ۸۲)۔ اس آیت میں ایمان لانے والوں سے مراد عام ہے خواہ وہ اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والے ہوں یا ظاہراً ایمان لانے والے ہوں، سو جو اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں وہ اپنے ایمان کے ساتھ کسی معصیت کو تو ملا سکتے ہیں شرک کو نہیں ملائیں گے اور جو ظاہراً ایمان لانے والے ہیں، وہ اپنے ایمان کے ساتھ شرک کو ملائیں گے اور وہی ظلمِ عظیم ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۶۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۹۱۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ ح وحَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ حَدَّثَنَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الجریری نے حدیث بیان کی ح

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رضى الله عنهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ ثَلَاثًا أَوْ قَوْلُ الزُّورِ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ۔

اور مجھے قیس بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید الجریری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ نے حدیث بیان کی از والد خود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے، اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے اور جھوٹی گواہی دینا ہے اور جھوٹی گواہی دینا ہے، آپ نے تین مرتبہ فرمایا، یا فرمایا: جھوٹی بات کرنا ہے، پھر بار بار آپ اس کی تکرار کرتے رہے حتیٰ کہ ہم نے (دل میں) کہا: کاش! آپ خاموش ہو جائیں۔

(صحیح البخاری: ۲۶۵۴، ۵۰۳۷، ۵۰۳۸، ۵۰۴۲، ۶۳۳۵ صحیح مسلم: ۸۸، ۷ سنن ابوداؤد: ۱۳۳۱، مسند احمد: ۲۴۵۴۸)

صحیح البخاری: ۶۹۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الجریری، (جیم پر پیش ہے اور راء پر زبر ہے) یہ الجری کی تصغیر ہے، اور یہ جریر بن عباد کی طرف نسبت ہے، ان کا نام سعید بن ایاس البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن ابراہیم، یہ اسماعیل بن عُلَیّہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، ان کا نام نفیع بن الحارث الثقفی ہے، یہ بصرہ میں آ گئے تھے پھر کوفہ کی طرف منتقل ہو گئے۔

یہ حدیث کتاب الشہادات میں اور کتاب الادب میں "عقوق الوالدین" کے باب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "شهادة الزور او قول الزور" اس میں راوی کو شک ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لیتہ سکت" یعنی کاش! آپ خاموش ہو جاتے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ صحابہ نے آپ کے خاموش ہونے کی تمنا کی، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے کلام سے اکتاہٹ

نہیں ہوتی؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ صحابہ نے آپ کو آرام پہنچانے کا ارادہ کیا۔

اور وہ جو بعض احادیث میں گناہ کبیرہ کے بیان میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن کو قتل کرنا سب سے بڑا گناہ ہے اور اسی طرح زنا کرنا، تو ان میں سے ہر ایک مقام کے تقاضا کے اعتبار سے وارد ہے اور یہ حاضرین کے حال کے اعتبار سے یا مقام کے اعتبار سے جو مناسب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۰۔ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ إِبْرَاهِیمَ أَخْبَرَنَا عُبَیْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا شَیْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضی الله عنهما قَالَ جَاءَ أَعْرَابِیٌّ إِلَى النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللهِ مَا الْكَبَائِرُ قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللهِ قَالَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ عُقُوقُ الْوَالِدَیْنِ قَالَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْیَمِینُ الْغَمُوسُ قُلْتُ وَمَا الْیَمِینُ الْغَمُوسُ قَالَ الَّذِی یَقْتَطِعُ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِیهَا كَاذِبٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن الحسین بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے خبر دی از فراس از الشعبی از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! کبائر کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، اس نے پوچھا: پھر کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ماں باپ کی نافرمانی کرنا، اس نے پوچھا: پھر کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: جھوٹی قسم کھانا، میں نے پوچھا: اور جھوٹی قسم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جو شخص قسم کھا کر کسی مسلمان مرد کا مال قطع کر لے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۶۷۵، ۶۸۷۰، ۶۹۲۰، سنن ترمذی: ۳۰۲۱، سنن نسائی: ۴۰۱۱، مسند احمد: ۶۸۸۴۵، سنن دارمی: ۲۳۶۰)

صحیح البخاری: ۶۹۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، اور یہ ابن موسیٰ العبسی الکوفی ہیں، اور یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں، امام بخاری نے ان سے کتاب الایمان میں بلاواسطہ روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شیبان، یہ ابن عبد الرحمٰن النحوی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے فراس، یہ ابن یحییٰ المکتب ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الشعبی، یہ عامر

بن شراحیل ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص، یہ صحابی ہیں رضی اللہ عنہما۔
یہ حدیث کتاب النذور میں از محمد بن مقاتل اور کتاب الدیات میں از ابن بشار از غندر گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الاشراك باللہ" اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ لفظ مفرد ہے تو یہ اس سوال کے کیسے مطابق ہوگا جس میں متعدد چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب اعرابی نے کہا: پھر اور کونسا گناہ کبیرہ ہے؟ تو معلوم ہوا کہ اس نے ایک سے زائد کبائر کے متعلق سوال کیا تھا۔دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس سے پہلے مضاف مقدر ہے اور اصل عبارت یوں ہے "ما اکبر الکبائر" یعنی سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟

اس پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اس سے پہلے کتاب الدیات میں یہ گزر چکا ہے کہ اشراك باللہ کے بعد بڑا گناہ یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر دو کہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے اُس سوال کرنے والا کا تقاضا قتل کے معاملہ کی سنگینی ہو اور اس سے اس کو زجر و توبیخ ہو،اور اِس سائل کا تقاضا ماں باپ کی نافرمانی کے گناہ کی سنگینی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الغموس" اس کا معنی ہے: جو اپنے صاحب کو گناہ میں یا دوزخ میں ڈبو دے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یقتطع" یعنی وہ اس کے مال کے قطع یا حصہ اپنے مال کے ساتھ ملا لے۔اور یہ یمینِ غموس کی مثال ہے۔اور یمینِ غموس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ جھوٹی قسم ہے جس میں قسم کھانے والے کو علم ہوتا ہے کہ جس چیز کی وہ قسم کھا رہا ہے واقعہ اس کے خلاف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۵،دار الکتب العلمیہ ،بیروت،۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۱۔ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ أَسَاءَ فِي الْإِسْلَامِ أُخِذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور اور الاعمش از ابی وائل از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا زمانہ جاہلیت میں ہم نے جو کام کئے تھے ان پر ہم سے مواخذہ کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: جس نے اسلام لانے کے بعد نیک عمل کئے اس سے زمانہ جاہلیت کے کاموں پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور جس نے اسلام لانے کے بعد بُرے کام کئے تو اس پر اگلے پچھلے کاموں سے مواخذہ کیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰، سنن ابن ماجہ: ۴۲۴۲، مسند احمد: ۴۰۹۲، سنن دارمی: ۱)

صحیح البخاری: ۶۹۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "جس نے اسلام لانے کے بعد بُرے کام کئے اس سے اگلے اور پچھلے کاموں پر مواخذہ کیا جائے گا" کیونکہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اسلام لانے کے بعد بُرے کام کرنے سے مراد ہے دین میں ارتداد، یعنی دینِ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کر لینا، لہٰذا یہ اس میں داخل ہو جائے گا جس نے اللہ کے ساتھ شریک کر کے گناہ کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خلاد بن یحییٰ، یہ ابن صفوان ابو محمد السلمی الکوفی ہیں جنہوں نے مکہ میں رہائش اختیار کی۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، یہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو وائل، یہ شقیق بن سلمہ ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الایمان میں از عثمان از جریر روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انؤاخذ" یہ ہمزہ استفہام کا ہے اور یہ مجہول کا صیغہ ہے، اور مواخذہ کا معنی ہے: کسی شخص کے گناہ کی بناء پر اس کی گرفت کرنا، یعنی اس کو روک لیا جائے اور اس کو اس کے گناہ کی وجہ سے سزا دی جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من احسن فی الاسلام" اسلام میں احسان یہ ہے کہ دینِ اسلام پر قائم رہے اور گناہوں کو ترک کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من اساء فی الاسلام" اسلام میں برا کام یہ ہے کہ دینِ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کر کے مرتد ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اُخذ بالاول" یعنی اس نے زمانہ جاہلیت میں جو کفر کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "والآخر" یعنی اس نے اسلام میں جو کام کئے۔

اسلام سے پہلے کئے ہوئے گناہوں کے مواخذہ پر اعتراض اور اس کا جواب

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اسلام لانے کے بعد تو اسلام اس کے پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ۔ سو آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ (کفر سے) باز آ جائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (الانفال: ۳۸)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اسلام لانے کے بعد دوبارہ زمانہ جاہلیت کے کام کئے تو اس کو عار دلایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تم نے کفر کی حالت میں یہ کام نہیں کیا تھا، پھر اسلام لانے کے بعد تمہارے اسلام نے اس کام کے دوبارہ کرنے سے کیوں نہیں روکا؟ پھر اس کو اس معصیت پر سزا دی جائے گی جو اس نے زمانہ اسلام میں کی۔

اور علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد برا کام کرنے سے مراد یہ ہو کہ اس کا اسلام صحیح نہ ہو، یا اس کے ایمان میں اخلاص نہ ہو بایں طور کہ وہ شخص منافق ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۵۔۱۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابُ حُكْمِ الْمُرْتَدِّ وَالْمُرْتَدَّةِ وَاسْتِتَابَتِهِمْ

مرتد اور مرتدہ کے حکم کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالزُّهْرِيُّ وَإِبْرَاهِيمُ: تُقْتَلُ الْمُرْتَدَّةُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور زہری اور ابراہیم نے کہا: مرتدہ عورت کو قتل کر دیا جائے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ ... إلى قوله ... إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ۝ (آل عمران: ۸۶۔۹۰)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ ان لوگوں کو کیوں کر ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالانکہ وہ لوگ (پہلے) یہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول برحق ہیں'' (یہ آیت یہاں تک ہے:) ''بے شک جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا پھر انہوں نے اور زیادہ کفر کیا، ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اور وہی لوگ گمراہ ہیں ۝''

وقال: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ۝ (آل عمران: ۱۰۰)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں گے ۝

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ۝ (النساء: ۱۳۷)

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) بے شک جو لوگ ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر وہ کفر میں اور بڑھ گئے، اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ کبھی انہیں راہ راست پر چلائے گا ۝

وقال: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ. (المائدة: ۵۴)

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی۔

(وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا) الی (لَا جَرَمَ) يَقُوْلُ حَقًّا (اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾) (النحل:۱۰۶۔۱۱۰)

(نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) ہاں وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں (یہ آیت یہاں تک ہے:) بے شک (اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے کہ) یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں ○

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ (البقرۃ:۲۱۷)

(نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) لوگ آپ سے ماہِ حرام میں جنگ کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ کہیے کہ اس ماہ میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکنا، اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام جانے سے روکنا اور ساکنین حرم کو وہاں سے نکالنا، اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا گناہ ہے، اور فساد ڈالنے کا گناہ قتل سے زیادہ بڑا ہے، اور وہ (کافر) تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ اگر ان کے بس میں ہو تو وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں، اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالتِ کفر میں ہی مر گیا تو ان لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ○

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد مُرتد ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور عورت مُرتدہ ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے، آیا ان دونوں کا حکم برابر ہے یا نہیں؟

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس باب کی تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور محمد بن مسلم الزہری اور ابراہیم النخعی نے یہ کہا ہے کہ مرتدہ عورت کو قتل کیا جائے گا، اس لحاظ سے مرد مرتد اور عورت مرتدہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا حکم برابر ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کی امام ابن شیبہ نے از وکیع از سفیان از عبدالکریم ان سے روایت کی ہے جنہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۹۷۸، ج ۵ ص ۵۵۷)

اور زُہری کے اثر کی امام عبدالرزاق نے موصولاً روایت کی ہے از معمر از زہری، انہوں نے کہا کہ جو عورت اسلام لانے کے بعد کفر کرے تو اس سے توبہ طلب کی جائے، اگر وہ توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۱۹)

اور ابراہیم نخعی کے اثر کی بھی امام عبدالرزاق نے روایت کی ہے از معمر از سعید بن ابی عروبہ از ابی معشر از ابراہیم اسی کی مثل۔

اور راویوں کا ابراہیم نخعی کی روایت میں اختلاف ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ابن ابی شیبہ نے از حفص از عبیدہ از ابراہیم روایت کی ہے کہ مرتدہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۹۹۱، ۸۹۹۲، ج ۶ ص ۴۴۶)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ عبیدہ ضعیف ہے اور پہلی روایت اَولیٰ ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے از عاصم از ابی رزین از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ عورتیں جب مرتدہ ہو جائیں تو ان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (دار قطنی ج ۳ ص ۲۰۱)

اور علامہ ابن بطال نے اس حدیث کی ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ ''جب عورتیں اسلام سے مرتدہ ہو جائیں تو ان کو قتل نہیں کیا جائے گا لیکن ان کو قید کیا جائے گا اور اسلام پر مجبور کیا جائے گا''۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۵۷۳)

اور امام ابن ابی شیبہ نے ابوعاصم کی حدیث کی از سفیان اور ابوحنیفہ از عاصم از ابی رزین ان الفاظ سے روایت کی ہے کہ ان عورتوں کو قید کیا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۹۸۵، ج ۵ ص ۵۵۷)

امام بخاری نے اس عنوان میں ذکر کیا ہے ''ان دونوں سے توبہ طلب کی جائے گی'' یعنی مرتد سے اور مرتدہ سے۔

باب مذکور کی آیات کی تفسیر از علامہ عینی

امام بخاری نے سورۂ آل عمران کی ۸۶ تا ۹۰ آیات ذکر کی ہیں، یہ سورۂ آل عمران کی پانچ مسلسل آیات ہیں۔

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ انصار میں سے ایک مرد نے اسلام قبول کیا، پھر وہ مرتد ہو گیا اور اس نے اپنے شرک کو مخفی رکھا، پھر نادم ہوا، پھر اس نے اپنی قوم کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی شخص کو بھیج کر یہ معلوم کرو کہ کیا میری توبہ ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی:

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (آل عمران: ۸۶-۸۹)

اللہ ان لوگوں کو کیوں کر ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالانکہ وہ لوگ (پہلے) یہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول برحق ہیں اور ان کے پاس دلیلیں آ چکی تھیں، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی ○ وہ ہمیشہ اس لعنت میں رہیں گے، نہ ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی ○ سوا ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور وہ نیک ہو گئے، سو اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

اسی طرح اس حدیث کی امام نسائی اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے از داؤد بن ابی ہند روایت کی ہے اور امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔

آل عمران: ۸۶ میں فرمایا ہے ''وَّجَآءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ'' یعنی ان کے سامنے اس پر دلائل اور براہین قائم کر دیئے گئے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے ہیں وہ برحق ہے اور ان کے لیے دینِ اسلام کا معاملہ واضح ہوگیا، پھر وہ شرک کی ظلمت کی طرف مرتد ہوگئے، سو یہ لوگ ہدایت کے کیسے مستحق ہوں گے جب کہ یہ گمراہی کو اختیار کر چکے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

نیز ان آیات میں فرمایا: ''اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور اس کی رحمت ہے اور مخلوق پر اس کی شفقت ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

نیز فرمایا: ''بے شک جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا پھر انہوں نے اور زیادہ کفر کیا، ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اور وہی لوگ گمراہ ہیں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تہدید فرمائی ہے جو ایمان لانے کے بعد کفر کرتے ہیں، پھر کفر میں زیادتی کرتے ہیں یعنی موت تک کفر پر برقرار رہتے ہیں تو ان کی موت کے وقت ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اور یہی لوگ گمراہ ہیں یعنی یہ لوگ حق کے راستہ سے گمراہی کے راستہ کی طرف نکلنے والے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ۝ (آل عمران:۱۰۰)

''اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں گے''O

یہ آیت بھی سورۂ آل عمران کی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے مومنین بندوں کو اس سے ڈراتا ہے کہ وہ اہلِ کتاب کے اس گروہ کی اطاعت کریں جو مومنین سے اس پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دینِ اسلام دیا ہے اور ان کی طرف رسول بھیج کر ان پر عنایات فرمائی ہیں۔

عکرمہ نے کہا: یہ آیت شاس بن قیس الیہودی کے متعلق نازل ہوئی ہے، جس نے انصار کو ان کی پچھلی لڑائیوں کو یاد کرا کے بھڑکایا اور قریب تھا کہ وہ آپس میں لڑ پڑتے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان انصار کی طرف آئے اور ان کو نصیحت فرمائی، پس انہوں نے جان لیا کہ اس کا یہ بھڑکانا شیطان کی طرف سے تھا، پھر انصار ایک دوسرے سے گلے لگ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو سنتے ہوئے اور اطاعت کرتے ہوئے واپس چلے گئے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موصولاً روایت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا۝ (النساء:۱۳۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر وہ کفر میں اور بڑھ گئے، اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ کبھی انہیں راہ راست پر چلائے گاO

یہ آیت کریمہ سورۂ نساء میں ہے اور کریمہ کے نسخہ میں یہ پوری آیت روایت کی گئی ہے اور ابوذر کے نسخہ میں یہ روایت اسی

طرح ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ جو لوگ ایمان میں داخل ہوئے، پھر وہ ایمان سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے اور اسی گمراہی میں بڑھتے رہے حتیٰ کہ مر گئے تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا اور نہ ان کے لیے کوئی کشادگی اور گمراہی سے نکل کر ہدایت کی طرف لوٹنے کی جگہ بنائے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا"۔

اور امام ابن ابی حاتم نے از جابر المعلی از عامر الشعبی از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے: مُرتد سے تین مرتبہ توبہ طلب کی جائے، پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی: "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا۔۔۔۔۔ الآیۃ"۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ۔ (المائدہ: ۵۴)

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی۔

یہ آیت کریمہ سورۂ مائدہ میں ہے جو کریمہ کے نسخہ میں پوری مندرج ہے۔

اور محمد بن کعب القرظی نے کہا ہے کہ یہ آیت قریش کے حاکموں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اور الحسن البصری نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت میں مرتد ہو گئے تھے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: "بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ" حسن نے کہا: اس کا مصداق اللہ کی قسم! ابوبکر اور ان کے اصحاب ہیں۔ اس کی روایت امام ابن ابی حاتم نے کی ہے۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا ہے: میں نے حضرت ابوبکر بن عیاش سے سنا، انہوں نے بیان کیا: یہ اہلِ قادسیہ ہیں اور مجاہد نے کہا: یہ سبا کی قوم ہے، اور ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ اہلِ یمن کے لوگ ہیں، پھر کندہ کے۔

اس آیت میں مذکور ہے "اذلّۃ" یہ ذلیل کی جمع ہے، یعنی وہ لوگ مومنین پر مہربان ہوں گے، گویا کہ وہ بطور تذلل اور تواضع کے مومنین پر مہربان ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ

جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو، ہاں وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے O کیونکہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا O یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور

الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۰﴾ (النحل:۱۰۶۔۱۱۰)

یہی لوگ غافل ہیں O بے شک صرف یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں O پھر بے شک آپ کا رب، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے آزمائشوں میں مبتلا ہونے کے بعد ہجرت کی، پھر جہاد کیا اور صبر کیا، بے شک آپ کا رب ان (آزمائشوں) کے بعد ضرور بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے O

یہ تمام آیات سورۃ النحل کی مسلسل آیات ہیں، النحل:۱۰۷ میں فرمایا ہے "وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ ۔۔۔ الآیۃ"۔ یعنی جس نے خوشی کے ساتھ کفر کو قبول کیا اور اس کا اعتقاد رکھا۔

اس کے بعد اس آیت میں فرمایا "ذٰلِكَ ۔۔۔ الآیۃ"۔ اس میں وعید کی طرف اشارہ ہے کہ ان پر غضب اور ان کو عذاب اس لیے پہنچے گا کہ وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے تھے۔

اور النحل:۱۰۸ میں فرمایا "وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ" یعنی یہ لوگ غفلت میں کامل ہیں اور کوئی بھی ان سے زیادہ غافل نہیں ہے۔

نیز النحل:۱۰۸ میں فرمایا "لَا جَرَمَ ۔۔۔ الآیۃ" اس کا معنی ہے "حقاً" اور "جرم" کا لفظ بصریوں کے نزدیک فعل ہے اور کوفیوں کے نزدیک اسم ہے حقاً کے معنی میں ہے، اور اس کے جواب میں لام داخل ہوتا ہے جیسے "لا جرم لآتینك" یعنی حق یہ ہے کہ میں ضرور تمہارے پاس آؤں گا۔

النحل:۶۲ میں فرمایا "لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ" پس بصریوں کے قول کے مطابق لفظ "لا" کفار کے قول کے رد کے لیے ہے اور "جرم" کا معنی ہے کسب، یعنی ان کا کسب اور ان کی کمائی دوزخ کی آگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى یَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِیْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ (البقرہ:۲۱۷)

اور وہ (کافر) تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ اگر ان کے بس میں ہو تو وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں، اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالتِ کفر میں ہی مر گیا تو ان لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے O

یہ آیت کریمہ سورۂ بقرہ میں ہے، یعنی مشرکین مکہ تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ اگر ان کے بس میں ہو تو وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں، اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالتِ کفر میں ہی مر گیا تو ان لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت میں فرمایا ہے "جو شخص دین سے مرتد ہونے کے بعد اسی حال پر مر گیا تو اس کے اعمال یعنی اس کے نیک اعمال باطل ہو جائیں گے" اور اس آیت میں اس طرح قید لگائی ہے جس طرح اس آیت میں قید ہے:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ (البقرہ:۲۱۷) اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالتِ کفر میں ہی مر گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۶۔۱۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے جو سورۃ البقرہ ۲۱۷ کا ذکر کیا ہے اور بعد میں پھر اسی آیت کا ذکر کر دیا حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ بعد میں کسی اور آیت کا ذکر ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ علامہ عینی کا تسامح ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۶۹۲۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ أُتِيَ عَلِيٌّ رضي الله عنه بِزَنَادِقَةٍ فَأَحْرَقَهُمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحْرِقْهُمْ لِنَهْيِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان محمد بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چند زندیقوں کو لایا گیا تو انہوں نے ان کو آگ میں جلا دیا، پس یہ خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے کہا: اگر میں ہوتا تو ان کو آگ میں نہ جلاتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے عذاب سے عذاب نہ دو، اور میں ان کو قتل کر دیتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو اپنے دین کو بدل ڈالے، پس تم اس کو قتل کر ڈالو۔

(صحیح البخاری: ۳۰۱۷، ۶۹۲۲، سنن ترمذی: ۱۴۵۸، سنن نسائی: ۴۰۶۰، سنن ابوداؤد: ۴۳۵۱، سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۵، مسند احمد: ۱۸۷۴)

صحیح البخاری: ۶۹۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "جو اپنے دین کو بدل ڈالے، پس تم اس کو قتل کر ڈالو"۔ اور جو شخص اپنے دین کو بدلے وہی مرتد ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، وہ سختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عکرمہ کا ذکر ہے، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجہاد میں از علی بن عبداللہ گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اُتی" یہ مجہول کا صیغہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "زنادقة" یہ زندیق کی جمع ہے، یہ فارسی کا لفظ ہے اور اس کو عربی بنایا گیا ہے۔
سیبویہ نے لکھا ہے کہ زنادقۃ میں جو تاء حالتِ وقف میں ہاء ہوئی ہے وہ زندیق کی یاء سے بدلی ہوئی ہے، اس کا فعل ہے "تزندق" اور اسم ہے "الزندق"۔

زندیق کی تعریف

زندیق کی تفسیر میں اختلاف ہے، پس ایک قول یہ ہے کہ جو شخص کفر کو چھپاتا ہو اور اسلام کو ظاہر کرتا ہو جیسے منافق، وہ زندیق ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ثنویہ کی ایک قوم ہے جو دو خالق مانتے ہیں (خیر کے خالق کو یزداں کہتے ہیں اور شر کے خالق کو اہرمن کہتے ہیں)۔
تیسرا قول یہ ہے کہ جس شخص کا کوئی دین نہ ہو، وہ زندیق ہے۔
چوتھا قول یہ ہے: جو زردشت کی کتاب کی پیروی کرے اس کو "الزند" کہتے ہیں۔
پانچواں قول یہ ہے کہ یہ روافض کی ایک جماعت ہے جس کو السبائیۃ کہا جاتا ہے، ان کا یہ دعویٰ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خدا ہیں اور ان کا رئیس عبداللہ بن سبا تھا اور وہ اصل میں یہودی تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاحرقهم" کتاب الجہاد کے باب "لا یعذب بعذاب اللہ" میں یہ حدیث ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو آگ میں جلا دیا۔ اور حمیدی نے سفیان کی سند سے روایت کی ہے کہ مرتدین کو جلا دیا۔
اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ کچھ لوگ خلوت میں بتوں کی عبادت کرتے تھے۔
اور امام طبرانی نے "المعجم الاوسط" میں از سوید بن غفلۃ روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ چند لوگ اسلام سے مرتد ہوگئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا، پس ان کو کھانا کھلایا، پھر ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا، پس ان کے لیے گڑھا کھودا، پس ان کی گردنیں ماری گئیں اور ان کو ان گڑھوں میں ڈال دیا گیا، پھر ان کے اوپر لکڑیاں ڈالی گئیں، پھر ان لکڑیوں میں آگ لگا دی گئی، پھر فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔
اور الاسماعیلی نے عکرمہ سے حدیث روایت کی ہے اور اس کی عبارت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چند لوگوں کو لایا گیا جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے، یا کہا: جو لوگ زندیق تھے اور ان کے ساتھ ان کی کتابیں بھی تھیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ جلانے کا حکم دیا، سو آگ جلائی گئی اور ان کو اس آگ میں ڈال دیا گیا۔
اور قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس "الزط" کے لوگ لائے گئے جو بتوں کی عبادت کرتے تھے، پس آپ نے ان کو آگ میں جلا دیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر میں ہوتا تو ان کو آگ میں نہ جلاتا۔۔۔ الحدیث۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فبلغ ذالك ابن عباس" یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر پہنچی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو آگ میں جلا دیا، اور اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے امیر تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "لنهي رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لا تعذبوا بعذاب الله" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگ میں جلا کر قتل کرنے سے منع فرمایا، ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث خود سنی ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے

کہ انہوں نے اس حدیث کو بعض صحابہ سے سنا ہو۔

زندیق کے متعلق فقہاء کے اقوال

زندیق کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، کیا اس سے توبہ طلب کی جائے گی یا نہیں؟ پس امام مالک اور اللیث اور امام احمد اور اسحاق نے کہا کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا قول اس کے متعلق مختلف ہے، ایک مرتبہ ان دونوں نے کہا کہ اس سے توبہ طلب کی جائے گی اور دوسری مرتبہ کہا کہ توبہ طلب نہیں کی جائے گی۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ اگر میرے پاس زندیق کو لایا گیا تو میں اس سے توبہ کو طلب کروں گا، پس اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ میں اس کو قتل کر دوں گا۔

اور امام شافعی نے کہا: اس سے اس طرح توبہ طلب کی جائے گی جس طرح مرتد سے توبہ طلب کی جاتی ہے، اور یہ عبداللہ بن الحسن کا قول ہے۔

اور علامہ ابن المنذر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔

اور امام مالک سے کہا گیا: آپ زندیق کو کیوں قتل کریں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو قتل نہیں کیا اور آپ منافقین کو پہچانتے تھے، تو امام مالک نے کہا: کیونکہ زندیق کی توبہ معروف نہیں ہے۔

اور ابن الطلاع نے اپنی کتاب ''احکام'' میں کہا ہے کہ مصنفاتِ مشہورہ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مرتد کو قتل کیا اور نہ کسی زندیق کو قتل کیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو قتل کر دیا جس کو ام قرفہ کہا جاتا تھا، وہ اسلام لانے کے بعد مرتدہ ہو گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۹۔۱۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۳ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِي وَالْآخَرُ عَنْ يَسَارِي وَرَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَسْتَاكُ فَكِلَاهُمَا سَأَلَ فَقَالَ يَا أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ قَالَ قُلْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَطْلَعَانِي عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ قَلَصَتْ فَقَالَ لَنْ أَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ وَلَكِنِ اذْهَبْ أَنْتَ يَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از قرۃ بن خالد، وہ بیان کرتے ہیں: مجھے حمید بن ہلال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبردہ نے حدیث بیان کی، از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچا اور میرے ساتھ اشعریین میں سے دو مرد تھے، ان میں سے ایک میری دائیں جانب تھا اور دوسرا میری بائیں جانب تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسواک کر رہے تھے، پس ان دونوں نے سوال کیا، پس کہا: اے ابوموسیٰ، یا کہا: اے عبداللہ بن قیس! حضرت ابوموسیٰ نے بیان کیا: میں نے عرض کیا: اس ذات

أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ إِلَى الْيَمَنِ ثُمَّ أَتْبَعَهُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ أَلْقَى لَهُ وِسَادَةً قَالَ انْزِلْ وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ مُوثَقٌ قَالَ مَا هَذَا قَالَ كَانَ يَهُودِيًّا فَأَسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ قَالَ اجْلِسْ قَالَ لَا أَجْلِسُ حَتَّى يُقْتَلَ قَضَاءُ اللهِ وَرَسُولِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَأَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ ثُمَّ تَذَاكَرَا قِيَامَ اللَّيْلِ فَقَالَ أَحَدُهُمَا أَمَّا أَنَا فَأَقُومُ وَأَنَامُ وَأَرْجُو فِي نَوْمَتِي مَا أَرْجُو فِي قَوْمَتِي۔

کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! ان دونوں نے مجھے اپنے دل کی باتوں پر مطلع نہیں کیا تھا، اور میں نہیں سمجھا تھا کہ یہ دونوں کسی منصب کا سوال کریں گے، پس گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسواک کی طرف دیکھ رہا تھا جو آپ کے ہونٹ کے نیچے سے بلند ہو گئی تھی، تب آپ نے فرمایا: ہم اس شخص کو اپنے کسی منصب پر مقرر نہیں کریں گے جو اس منصب کا ارادہ کرے گا لیکن تم اے ابو موسیٰ! جاؤ، یا فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! تم یمن کی طرف جاؤ، پھر آپ نے ان کے پیچھے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا، پس جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے ان کے لیے ایک گدا بچھایا اور کہا: آپ سواری سے اتر کر بیٹھیے، اور اس وقت ایک مرد زنجیر سے بندھا ہوا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا: یہ یہودی تھا، سو اس نے اسلام قبول کر لیا، پھر یہ یہودی ہو گیا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ بیٹھیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا جائے، یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے، یہ تین مرتبہ کہا، پھر حضرت ابو موسیٰ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا، سو اس کو قتل کر دیا گیا۔ پھر وہ دونوں قیام اللیل کے بارے میں بات کرتے رہے، ان میں سے ایک نے کہا: میں قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور اپنے سونے میں بھی اسی اجر کی امید رکھتا ہوں جس اجر کی اپنے قیام میں امید رکھتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۲۶۱، ۳۰۳۸، ۴۳۴۱، ۴۳۴۳، ۴۳۴۴، ۶۱۲۴، ۶۹۲۳، ۷۱۴۹، ۷۱۵۶، ۷۱۵۷، ۷۱۷۲، صحیح مسلم: ۱۸۲۴، سنن نسائی: ۵۳۸۲، سنن ابوداؤد: ۴۳۵۷۹، مسند احمد: ۱۹۱۶۷)

صحیح البخاری: ۶۹۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ ''اس یہودی کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا،

پھر اس کو قتل کر دیا گیا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قُرّة، (اس میں قاف پر پیش ہے اور راء پر تشدید ہے) یہ ابن خالد السدوسی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو بردہ، ان کا نام عامر ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام الحارث ہے۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس الاشعری ہے۔

یہ حدیث اس سے پہلے اختصار سے بھی روایت کی گئی ہے اور طول کے ساتھ بھی روایت کی گئی ہے۔ اور عنقریب کتاب الاحکام میں بھی یہ حدیث آئے گی اور اس کی شرح گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اور میرے ساتھ دو مرد تھے" ان دو مردوں کے ناموں کا پتا نہیں چلا، اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: یہ دونوں مرد میرے چچا کے بیٹے تھے اور ان دونوں مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی منصب یعنی کسی حکومت کا سوال کیا تھا کہ انہیں کسی جگہ کا حاکم بنا دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قلصت" اس کا معنی ہے: بلند ہو گئی۔

آپ نے فرمایا: "ہم اس شخص کو ہرگز حاکم نہیں بنائیں گے جو اس کا سوال کرتا ہے"۔

موجودہ طریقِ انتخاب کی ایک خامی

موجودہ طریقِ انتخاب میں یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص مرد یا عورت اپنے آپ کو قومی یا صوبائی اسمبلی کی نشست کے لیے امیدوار قرار دیتا ہے اور پھر اس منصب کے لیے کنویسنگ کرتا ہے اور اپنی صلاحیت اور اپنی قابلیت کی بنیاد پر عوام سے اپنی تقرری کے لیے ووٹ مانگتا ہے، حالانکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہم اس شخص کو ہرگز حاکم نہیں بنائیں گے جو اس کا سوال کرتا ہے"۔ لہٰذا جو شخص از خود کسی منصب کا مطالبہ کرے اس کو اس منصب پر فائز کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی منصب کا سوال کیا تھا، قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ (یوسف نے) کہا: مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیں، بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں ○ (یوسف: ۵۵)

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت ہے جو ہم پر حجت نہیں ہے، ہم پر حجت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت ہے، اور آپ کی شریعت میں منصب کا سوال کرنا ممنوع ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جب سوال کرنے والے کو یہ علم ہو کہ اس کے سوا اور کوئی اس منصب کا اہل نہیں ہے اور اگر اس نے اس منصب کا سوال نہیں کیا تو نااہل لوگ اس منصب پر قابض ہو جائیں گے اور اس سے ملک میں خرابی ہو گی، اس وقت منصب کا سوال کرنا جائز ہے، لیکن پورے ملک میں جو لوگ قومی اور صوبائی اسمبلی کی نشستوں کے لیے اپنے آپ کو امیدوار قرار دیتے ہیں اور خود کو

اس منصب کا اہل قرار دیتے ہیں ان کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے سوا پورے ملک میں اور کوئی اس منصب کا اہل نہیں ہے، کیونکہ ان کو تو پورے ملک کے امیدواروں کے کوائف کا علم بھی نہیں ہوتا۔

اس صورت حال کی اصلاح اس طرح ہو سکتی ہے کہ امیدوار خود اس منصب کا سوال نہ کرے بلکہ جس سیاسی جماعت نے اس کو اس نشست کے لیے نامزد کیا ہے وہ اس شخص کے لیے سوال کرے اور وہی اس کے لیے کنویسنگ کرے اور وہ شخص بطور خود اپنے آپ کو اس منصب کے تقرر کے لیے تقریریں نہ کرے اور نہ اس کے لیے پیسہ خرچ کرے۔ اور اس تاویل سے بھی صرف انہی کے لیے جواز نکلتا ہے جن کو کسی سیاسی جماعت نے الیکشن میں کھڑا کیا ہو اور آزاد امیدواروں کے لیے اس حدیث کی بناء پر الیکشن میں کھڑے ہونے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "معاذ بن جبل" یعنی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیجا، یعنی ان کے بعد بھیجا۔ اور کتاب المغازی میں یہ حدیث گزری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا، پس ان دونوں سے فرمایا کہ تم دونوں آسان احکام بیان کرنا اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالنا۔ اور اس کا محمل یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پہلے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلما قدم الیه" کتاب المغازی میں یہ گزر چکا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ مستقل عمل تفویض کیا تھا۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک جب یمن کی سرزمین میں پہنچا تو اپنے صاحب سے ملاقات کرنے کے لیے گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "القی له وسادة" یعنی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے ایک گدا بچھایا تا کہ وہ اس پر بیٹھیں، اور ان کی عادت یہ تھی کہ جس کی تکریم کا ارادہ کریں اس کے لیے گدا بچھاتے تھے، اور ان سے کہا: آپ سواری سے اتر کر گدے پر بیٹھیں۔

آگ میں جلا کر عذاب دینے کے متعلق روایات

اس حدیث میں مذکور ہے "فاذا رجل عنده موثق" پس اس وقت ایک مرد بندھا ہوا تھا اور امام طبرانی کی روایت میں ہے: پس اس وقت ان کے پاس ایک مرد لوہے کی زنجیر سے بندھا ہوا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ کو اس لیے بھیجا ہے کہ آپ لوگوں کو عذاب دیں؟ ہم کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی تعلیم دیں، اور انہیں ایسے احکام دیں جن سے ان کو نفع پہنچے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ شخص مسلمان تھا پھر کافر ہو گیا، پس حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے! میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ آپ اس کو آگ کے ساتھ جلا نہ دیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قضاءُ الله" (ہمزہ پر پیش ہے) یعنی هذا قضاء الله، اس کا معنی یہ ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثلث مرات" یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے یہ کلام تین مرتبہ مکرر کہا۔ اور امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ان دونوں نے مکرر کلام کیا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے تھے: آپ بیٹھ جایئے، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے تھے: میں نہیں بیٹھوں گا، اس سے معلوم ہوا کہ "ثلث مرات" راوی کا کلام ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے کلام کا تتمہ نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فامربہ فقتل" اور ایوب کی روایت میں ہے "اللہ کی قسم! میں نہیں بیٹھوں گا حتیٰ کہ اس کی گردن ماردی جائے، پس اس کی گردن ماردی گئی"۔

اور طبرانی کی اس روایت میں ہے جو ابھی گزری ہے کہ پھر لکڑیوں کا ایک گٹھا لایا گیا اور اس میں آگ لگا دی گئی، پھر اس یہودی کو اس آگ میں ڈال دیا گیا۔ اور ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ پہلے اس کی گردن ماردی گئی، پھر اس کو آگ میں ڈال دیا گیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما، ان دونوں کے نزدیک یہ جائز تھا کہ کسی شخص کو آگ سے عذاب دیا جائے اور مرتد کو آگ میں جلا دیا جائے، یہ اس کی اہانت میں مبالغہ کرنے کے لیے ہے اور اس کی پیروی کرنے سے ڈرانے کے لیے ہے، اور یہ گزر چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زندیقوں کو آگ میں جلا دیا۔

شارح بخاری علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زندیقوں کو آگ میں جلانا خطاء نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم سے فرمایا: "اگر تم فلاں سے اور فلاں سے ملو تو ان کو آگ میں جلا دینا، پھر فرمایا: اگر تم ان دونوں سے ملو تو ان کو قتل کر دینا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کسی کو عذاب نہیں دینا چاہیے" (صحیح البخاری: ۲۹۵۴)، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ غضب میں ہوں خواہ راضی ہوں، حق کے سوا کوئی بات نہیں فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ (النجم: ۳) وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ○

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "میں اپنی نیند میں بھی اسی اجر کی امید رکھتا ہوں جس کی اپنے قیام میں امید رکھتا ہوں" اور سعید کی روایت میں ہے: "میں اپنی نیند میں بھی اس ثواب کی نیت کرتا ہوں جس ثواب کی میں اپنے قیام میں نیت کرتا ہوں" جیسا کہ کتاب المغازی میں گزر چکا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نیند سے اپنے آپ کو آرام پہنچانے میں اس لیے اجر کی امید کی جائے کہ جب نیند سے انسان کو آرام پہنچ جائے گا تو وہ زیادہ تر وتازگی کے ساتھ عبادت میں قیام کر سکے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۱۔ ۱۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۲۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آگ کے ساتھ عذاب دینے کے متعلق فقہاء کے اقوال

صحیح البخاری: ۲۹۵۴ میں مذکور ہے کہ "آگ کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ عذاب دیتا ہے، اگر تم ان دو مردوں کو پاؤ تو ان کو قتل کر دینا"۔

اس حدیث میں خبر نہی اور ممانعت کے معنی میں ہے۔ اور ابن لہیعہ کی روایت میں ہے کہ "آگ کے ساتھ اللہ کے سوا کسی کو کوئی عذاب نہ دے" اور امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو آگ کے ساتھ کوئی عذاب نہ دے"۔ اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آگ کے ساتھ رب النار کے سوا اور کسی کو عذاب نہیں دینا چاہیے"۔ اور اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔

سلف صالحین کا آگ میں جلانے کے متعلق اختلاف ہے، حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور ان کے سوا دوسروں نے آگ میں جلانے سے مطلقاً منع کیا ہے، خواہ یہ کفر کے سبب سے ہو یا یہ جلانا لڑائی کے سبب سے ہو، یا قصاص کے سبب سے ہو۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور دوسروں نے آگ کے ساتھ جلانے کی اجازت دی ہے، اور عنقریب آئے گا کہ اس کا تعلق قصاص کے ساتھ ہے۔

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: یہ ممانعت تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ بطور تواضع ہے، اور آگ میں جلانے کے جواز پر صحابہ کرام کا فعل دلالت کرتا ہے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلایا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک لوطی کو آگ میں جلایا ہے)۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرینیین کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھیریں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے سامنے باغیوں کو آگ میں جلایا، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مرتد لوگوں کو آگ میں جلایا ہے، اور اکثر علماء مدینہ قلعوں اور جہازوں کو ان کے اہل کے ساتھ آگ میں جلانے کو جائز قرار دیتے ہیں، یہ علامہ نووی اور الاوزاعی کا قول ہے۔

اور علامہ ابن المنیر وغیرہ نے کہا ہے: جواز کے ذکر کردہ دلائل میں کوئی حجت نہیں ہے، کیونکہ عرینیین کا قصہ بطور قصاص تھا یا وہ منسوخ ہو چکا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، اور بعض صحابہ کا آگ میں جلانے کو جائز قرار دینا اس سے معارض ہے کہ دوسرے صحابہ نے اس سے منع کیا ہے۔ اور قلعوں اور جہازوں کو آگ لگانا ضرورت کے ساتھ مقید ہے یعنی جب دشمن پر فتح پانے کی اور کوئی صورت نہ ہو، سوا اس کے کہ اس کے قلعہ کو یا اس کے جہاز کو آگ لگا دی جائے تو اس صورت میں جائز ہے۔ اور بعض علماء نے یہ قید لگائی ہے کہ ان قلعوں میں اور جہازوں میں عورتیں اور بچے نہ ہوں، تب آگ لگانا جائز ہے۔

اور رہی اس باب کی حدیث، تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آگ میں جلانے کی ممانعت تحریم کے لیے ہے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ آگ میں جلانے کا پہلا حکم منسوخ ہو گیا ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے منسوخ کر دیا گیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے منسوخ کر دیا گیا ہے۔

اور امام مالک کے مذہب میں قصاص کی صورت میں آگ لگانے کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

ان تمام عبارات اور نقول پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ آگ میں جلانے کو ترک کرنا چاہیے، کیونکہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی ظاہر نص کا تقاضا ہے۔

لیکن جب امام کی رائے یہ ہو کہ آگ میں جلانا زیادہ عبرت انگیز ہے اور بندوں کے لیے زیادہ منفعت کا سبب ہے، تو پھر ظاہر ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ کبھی آگ میں جلانے میں مصلحت ہوتی ہے، اسی طرح جب ہم دیکھیں کہ کفار کے اوپر آگ میں جلانے کے سوا غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا تو پھر ان کو آگ میں جلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یا اگر کفار، مسلمان فوجوں کو آگ میں جلائیں تو قصاص میں ان کو آگ میں جلانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ (البقرۃ: ۱۹۴) سو جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کی مثل زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

اسی طرح جب کوئی شخص دوسرے انسان کو آگ میں جلا دے تو قصاص میں اس کو آگ میں جلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سبِّ صحابہ کے متعلق شیخ ابن عثیمین کا نظریہ

سوال: جو شخص صحابہ کو گالی دے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: رہا صحابہ کو عموماً گالی دینا، تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، بلکہ بعض علماء نے کہا ہے کہ جو شخص اس کے کفر میں شک کرے اس کے کفر میں بھی شک نہیں ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۵۱۔ ۳۵۳، ملخصا وملتقطا، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

سبِّ صحابہ کے حکم کے متعلق مصنف کی تحقیق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ و شتم کرنا مطلقاً کفر ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سبّ و شتم کرنا کفر نہیں ہے، گناہِ کبیرہ ہے، ہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کرنا کفر ہے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا نصِ قرآن سے ثابت ہے، قرآن مجید میں ہے:

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ (التوبہ: ۴۰) جب وہ اپنے صاحب سے فرمارہے تھے۔

اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف کرنا اور آپ پر زنا کی تہمت لگانا بھی کفر ہے کیونکہ قرآن مجید نے سورۃ النور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس سے براءت بیان فرمائی ہے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چھ کے سوا تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے، یا تمام صحابہ کو منافق قرار دینا یہ بھی کفر ہے، کیونکہ اگر تمام صحابہ معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے تو پھر ان کا جمع کیا ہوا قرآن ثابت نہ ہوا، اور اب اس قرآن مجید کے سوا ہمارے پاس دین کی پہچان کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے، سو اگر قرآن مجید ثابت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی بندوں پر حجت قائم نہیں رہے گی۔

۳۔ بَابُ: قَتْلِ مَنْ أَبَى قَبُولَ الْفَرَائِضِ وَمَا نُسِبُوا إِلَى الرِّدَّةِ

ان کو قتل کرنے کا بیان جنہوں نے فرائض قبول کرنے سے انکار کیا اور جن کو ارتداد کی طرف منسوب کیا گیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے فرائض کے قبول کرنے سے یا احکامِ واجبہ کے قبول کرنے سے انکار کیا، ان کو قتل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح جو لوگ ارتداد کی طرف منسوب ہو گئے، ان کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ اور اس حکم میں اختلاف ہے۔

احکامِ شرعیہ کے انکار کرنے کی سزا

جو شخص زکوٰۃ کے واجب ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اور اس کو ادا کرنے کا انکار کرے، پس اگر وہ ہمارے درمیان رہتا ہو اور ہم سے جنگ نہ کرے اور نہ تلوار کے زور پر زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرے تو اس سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور مساکین کو دے دی جائے گی اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو مانعینِ زکوٰۃ سے قتال کیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے تلوار کے زور پر زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا تھا اور تمام امت سے جنگ کرنے کے درپے ہو گئے تھے، اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص کسی فرض کی ادائیگی سے منع کرنے کے لیے جنگ کرے یا کسی آدمی کے حق کے واجب کو ادا کرنے سے منع کرے تو اس سے قتال کرنا واجب ہے۔

تارکِ نماز کے متعلق تحقیق

اہل السنۃ والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ جس نے نماز کا انکار کرتے ہوئے نماز کو ترک کیا تو وہ مرتد ہے، اس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح باقی فرائض کے انکار کا حکم ہے۔

لیکن جس نے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا اور کہا کہ میں نماز نہیں پڑھ رہا، اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، پس امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب اس نے ایک نماز کو ترک کیا حتیٰ کہ اس نے اس نماز کو اس کے وقت سے نکال دیا یعنی جس آخری وقت میں اس نماز کا پڑھنا ضروری تھا، اس وقت میں اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس سے توبہ کو طلب کرنے کے بعد اگر اس نے نماز کے ترک پر اصرار کیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا، اور صحیح یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک اس کو بطورِ حد قتل کیا جائے گا نہ بطورِ کفر۔

اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص سے کہا جائے گا کہ جب تک نماز کا وقت باقی ہے نماز پڑھو، پس اگر اس نے نماز پڑھ لی تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا اور اگر اس نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ پھر اس میں ان کا اختلاف ہے، بعض فقہاء مالکیہ نے کہا: اس سے توبہ طلب کی جائے گی، پس اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور بعض فقہاء مالکیہ نے کہا کہ اس کو فوراً قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ یہ اللہ عزوجل کی حد ہے جو اس پر قائم کی جائے گی اور اس کی توبہ سے وہ حد ساقط نہیں ہوتی۔ اور وہ شخص زانی اور قاتل کی مثل فاسق ہے، کافر نہیں ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے: نماز کا تارک مرتد ہے، کافر ہے اور اس کا مال فئے ہے، اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا خواہ اس نے نماز کا انکار کر کے نماز کا انکار کیا ہو یا سستی سے۔

اور امام ابوحنیفہ، الثوری اور المزنی نے کہا: تارکِ نماز کو کسی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ اسے اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان چھوڑا جائے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کو تعزیر لگائی جائے گی حتیٰ کہ وہ نماز پڑھے۔ اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ اس کو اتنا مارا جائے گا کہ اس کی کھال سے خون نکل آئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۲۔ ۱۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ يَا أَبَا بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ کی وفات ہو گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا گیا اور عرب کے جن لوگوں نے کفر کرنا تھا انہوں نے کفر کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوبکر! آپ کیسے لوگوں سے قتال کر رہے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: مجھے لوگوں سے

قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں: لا الٰہ الا اللہ، (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے) پس جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا، اس نے مجھ سے اپنے مال کو اور اپنی جان کو محفوظ کر لیا سوا اس کے حق کے، اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۹۹، ۱۴۵۷، ۶۹۲۴، ۷۲۸۴، صحیح مسلم: ۲۱، سنن ترمذی: ۲۶۰۶، سنن نسائی: ۳۰۹۵، سنن ابوداؤد: ۲۶۴۰، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۷، مسند احمد: ۸۶۸۷، سنن دارمی: ۲۶۴۶)

۶۹۲۵۔ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنْ قَدْ شَرَحَ اللهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور اس شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور اللہ کی قسم! اگر یہ مجھے اس بکری کے بچہ کو دینے سے بھی منع کریں جس کو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں اس کے منع کرنے پر ان سے قتال کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! یہ قول وہ تھا کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ قتال کے لیے کھول دیا، پس میں نے جان لیا کہ یہی برحق ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۰۰، ۱۴۵۶، ۶۹۲۵، ۷۲۸۵، صحیح مسلم: ۲۰، سنن ترمذی: ۲۶۰۷، سنن نسائی: ۳۴۴۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۵۶، مسند احمد: ۱۱۸)

صحیح البخاری: ۶۹۲۴۔۶۹۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ باب کے عنوان میں یہ ذکر ہے کہ ''ان کو قتل کرنے کا جواز جو فرائض کے قبول کرنے سے انکار کریں'' اور اس باب کی حدیث میں ذکر ہے کہ ''جن لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا، ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قتال کیا''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عُقیل کا ذکر ہے، یہ ابن خالد ہیں۔

یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ میں از ابوالیمان از شعیب گزر چکی ہے اور عنقریب کتاب الاعتصام میں از قتیبہ از اللیث آئے گی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہیں'' اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے ''جس نے اللہ تعالیٰ کو واحد مانا اور

اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی عبادت سے کفر کیا تو اس کا خون بہانا اور اس کا مال چھیننا حرام ہے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ'' یعنی جس نے نماز کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کا انکار کیا یا زکوٰۃ کو مان کر اس کے ادا کرنے سے انکار کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فان الزکوٰۃ حق المال'' یہ اس کی دلیل ہے کہ زکوٰۃ اور نماز میں فرق کرنا ممنوع ہے، کیونکہ جان کا حق نماز ہے اور مال کا حق زکوٰۃ ہے، پس جس نے نماز پڑھ لی اس نے اپنی جان کو محفوظ کر لیا، اور جس نے زکوٰۃ ادا کر دی اس نے اپنے مال کو محفوظ کر دیا، پس اگر اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس سے نماز کے ترک پر قتال کیا جائے گا، اور جس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تو اس کے مال سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی، اور اگر وہ لڑنے کے لیے تیار ہوا تو اس سے قتال کیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عناقا'' اس کا معنی ہے: بکرے کی بچی، اور بعض روایات میں ''عقالا'' کا لفظ ہے یعنی رسی، لیکن عناق کا لفظ زیادہ صحیح ہے، کیونکہ امام ابوعبید کی روایت میں ہے کہ اگر وہ مجھے بکری کے اس چھوٹے بچہ کو دینے سے بھی منع کریں جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں ان سے قتال کروں گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فعرفت'' یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قائم کی ہوئی دلیل سے یہ جان لیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے وہ برحق ہے، کیونکہ ایک مجتہد کے لیے دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں مجتہد تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۔ بَابٌ: إِذَا عَرَّضَ الذِّمِّيُّ وَغَيْرُهُ بِسَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُصَرِّحْ نَحْوَ قَوْلِهِ السَّامُ عَلَيْكَ

جب ذمی یا کوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تعریضاً سبّ و شتم کرے اور صراحۃً سبّ و شتم نہ کرے جیسے اس کا یہ قول: ''السام علیك'' (یعنی تم پر موت آئے)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص تعریض اور کنایہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ و شتم کرے یا برا کہے۔

امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے ''وغیرہ'' یعنی ذمی کا غیر جیسے معاہد ہو، اور وہ شخص جو اسلام کو ظاہر کرتا ہے۔

اور اس عنوان میں ذکر ہے کہ ''وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ و شتم کرے'' یعنی آپ کی تنقیص کرے اور صراحۃً تنقیص نہ کرے بلکہ کنایۃً کرے جیسے کہے ''السام علیك'' یعنی آپ پر موت آئے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ''السام علیك'' میں تعریض نہیں ہے، کیونکہ تعریض اسے کہتے ہیں کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں، متکلم ایک معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں دوسرا معنی ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تعریض کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے، بلکہ تعریض سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کنایہ سے سبّ و شتم کرے۔

ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان میں کوفیوں کے مذہب کو اختیار کیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب وشتم کیا، یا آپ کا عیب نکالا تو اگر وہ ذمی ہے تو اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور قتل نہیں کیا جائے گا، اور یہ ثوری کا قول ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: اگر وہ مسلمان تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کنایۃً سب کرنے کی وجہ سے وہ مرتد ہو گیا ہے۔ اور اگر وہ ذمی ہے تو اس کے عہد کو نہیں توڑا جائے گا۔

امام طحاوی نے کہا: یہودی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہنا ''السام علیك'' (آپ پر موت آئے)، اگر اس دعا کی مثل کوئی مسلمان کرے تو وہ اس دعا کرنے کے سبب سے مرتد ہو جائے گا اور قتل کر دیا جائے گا، اور شارع علیہ السلام نے یہود میں سے اس کہنے والے کو قتل نہیں کیا، کیونکہ یہود کے عقائد میں اس سے زیادہ سنگین چیز تھی، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب وشتم کرنے سے زیادہ سنگین ہے۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ امام بخاری نے کوفیین کے مذہب کو اختیار کیا ہے اور انہوں نے عنوان کے اندر جواب کی تصریح نہیں کی۔

جس یہودی نے آپ کو موت کی دعا دی اس کو قتل نہ کرنے کی وجوہ

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا اس عنوان کے جواب کی تصریح نہ کرنا اس پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اگر وہ کسی اور مذہب کو اختیار کرتے تو اس کی تصریح کر دیتے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس باب کی حدیث اس پر نہیں دلالت کرتی کہ اہل ذمہ میں سے جو آپ کو سبّ وشتم کرے اس کو قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ذمی کو قتل نہیں فرمایا۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ آپ نے اس یہودی کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ آپ مصلحتاً تالیف قلب کرنا چاہتے تھے، یا اس لیے کہ سب وشتم کی تصریح پر گواہی قائم نہیں ہوئی تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے زیادہ سنگین چیز کے اندر یہودیوں کو قتل نہیں کیا اور وہ ان کا شرک کرنا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، علاوہ ازیں اس یہودی نے آپ کے لیے موت کی دعا کی، اور موت سے تو کوئی چھٹکارا نہیں ہے، پس اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا، کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا، کیونکہ وہ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتا ہے؟ اور آپ نے کعب بن اشرف کی طرف اس کو بھیجا جس نے کعب بن اشرف کو اس کی غفلت میں قتل کر دیا اور ابورافع کو قتل کیا۔ امام بزار نے کہا ہے کہ ابورافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچاتا تھا اور ایذاء پہنچانے والوں کی مدد کرتا تھا۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سبّ وشتم کرتا تھا تو آپ نے فرمایا: میرے دشمن سے کون بدلہ لے گا؟ تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بدلہ لوں گا، تو آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس کی طرف بھیجا، سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔

شیخ ابن حزم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے، مسند ہے، اس کو ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلقین سے روایت کیا ہے اور ابن المدینی نے کہا: بلقین اس کا نام ہے اور وہ اسی کے ساتھ معروف ہے۔

اور امام عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سبّ وشتم کیا تو آپ نے فرمایا: میرے دشمن سے میرا بدلہ کون

لے گا، تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بدلہ لوں گا، سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ان تمام احادیث کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صرف ان کے سبّ وشتم کرنے کی وجہ سے قتل نہیں کیا بلکہ اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ آپ کے خلاف دوسروں کی مدد کرتے تھے اور ان لوگوں کو جمع کرتے تھے جو آپ سے جنگ کریں، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے ندا کی اے قریش کی جماعت! کہ میں تمہارے درمیان باندھ کر قتل کر دیا جاؤں اس کا کیا سبب ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا سبب تمہارا کفر ہے، اور تمہارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کرنا ہے، علاوہ ازیں یہ تمام سبّ وشتم کرنے والے اہل ذمہ سے نہیں تھے بلکہ یہ مشرکین تھے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محاربہ کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۳۔ ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ مَرَّ يَهُودِيٌّ بِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ السَّامُ عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَعَلَيْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَتَدْرُونَ مَا يَقُولُ قَالَ السَّامُ عَلَيْكَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا نَقْتُلُهُ قَالَ لَا إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابو الحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ہشام بن زید بن انس بن مالک، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، اس نے کہا: آپ پر موت آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور تم پر آئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اس نے کیا کہا تھا: اس نے کہا تھا کہ تم پر موت آئے، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، جب تم کو اہل کتاب سلام کریں تو تم جواب میں کہو: وعلیکم۔

(صحیح البخاری: ۶۲۵۸، ۶۹۲۶، صحیح مسلم: ۲۱۶۳، سنن ترمذی: ۳۳۰۱، سنن ابو داؤد: ۵۲۰۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۷، مسند احمد: ۱۱۵۳۷)

صحیح البخاری: ۶۹۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے "تعریضاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ وشتم کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "السام علیك" یعنی آپ پر موت آئے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن مبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ہشام بن زید کا ذکر ہے جو اپنے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام نسائی نے کتاب الیوم واللیلۃ میں از زید بن حزم روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں واحد کے صیغہ سے ذکر ہے "السام علیك" اور دوسری روایت میں "السام علیکم" ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الا نقتلہ" "الا" کا کلمہ تحذیر اور برانگیختہ کرنے کے لیے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قال: لا" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل نہ کرو۔

امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل

امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ اگر کوئی ذمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور اس حدیث میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر واضح دلیل ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا: "وعلیك" اور واؤ شرکت کا تقاضا کرتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ "وعلیك" کا معنی ہے: تم پر وہ لعنت اور عذاب نازل ہو جس کے تم مستحق ہو، یا یہاں پر یہ عبارت مقدر ہے کہ "وانا اقول وعلیك" (اور میں کہتا ہوں کہ تم پر موت آئے) کیونکہ موت ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اور ہم سب پر موت آنی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اسْتَأْذَنَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ فَقُلْتُ بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ قُلْتُ أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا قَالَ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی از ابن عیینہ از الزہری از حضرت عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ یہودیوں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری، انہوں نے کہا: "السام علیك" (تم پر موت آئے) تو میں نے کہا: بلکہ تم پر موت آئے اور لعنت ہو، تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ رفیق ہے (نرم ہے) اور وہ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے، میں نے عرض کیا: کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا: میں نے کہا: وعلیکم۔

(صحیح البخاری: ۲۹۳۵، ۶۰۲۴، ۶۰۳۰، ۶۲۵۶، ۶۳۹۵، ۶۴۰۱، ۶۹۲۷، صحیح مسلم: ۲۱۶۵، سنن ترمذی: ۲۷۰۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۸، مسند احمد: ۲۳۵۷۰)

صحیح البخاری: ۶۹۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اسی طرح ہے جس طرح ہم نے اس سے پہلی حدیث میں مطابقت کی توجیہ کی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونُعیم کا ذکر ہے، یہ الفضل بن دُکین ہیں، یہ سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہیں از محمد بن مسلم الزہری، از عروہ بن ہشام از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''رھط'' اور ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے ہیں کہ مردوں میں''رھط'' کا اطلاق دس سے کم مردوں پر کیا جاتا ہے جن میں عورت نہ ہو، اور''رھط'' کا واحد اس لفظ سے نہیں آتا۔ اور اس کی جمع''ارھط'' اور''ارھاط'' آتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ الْيَهُودَ إِذَا سَلَّمُوا عَلَى أَحَدِكُمْ إِنَّمَا يَقُولُونَ سَامٌ عَلَيْكَ فَقُلْ عَلَيْكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان و مالک بن انس، ان دونوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود جب تم میں سے کسی ایک پر سلام کرتے ہیں تو وہ صرف یہ کہتے ہیں''سام علیک''، پس تم کہو''علیک''

(صحیح البخاری: ۶۲۵۷، ۶۹۲۸، صحیح مسلم: ۲۱۶۴، سنن ترمذی: ۱۶۰۳، سنن ابوداؤد: ۵۲۰۶، مسند احمد: ۴۵۴۹، موطا امام مالک: ۱۷۹۰، سنن دارمی: ۲۶۳۵)

صحیح البخاری: ۶۹۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حسبِ سابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "سام علیك" اور ایک روایت میں ہے "السام علیکم"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقل علیك" اور ایک روایت میں "علیکم" ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس مقام کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جائے "فلیقل" امر غائب کے صیغہ کے ساتھ، اور اس کا یہ جواب دیا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک یہ کہے، اور اس لفظ میں ہر ایک کے لیے خطاب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۵۔۱۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۔ بَابٌ: باب

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا امام بخاری نے کوئی عنوان نہیں لکھا جیسا کہ ان کی عادت ہے، صرف لفظِ "باب" لکھا ہے۔ اس کا معنی ہے "یہ باب ہے"۔ اور یہ باب اس سے پہلے باب کے لیے بمنزلہ فصل ہے۔ اور علامہ ابنِ بطال نے یہاں پر لفظِ باب نہیں لکھا اور اس باب میں جو حدیث ہے اس کو پچھلے باب کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ ملا دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۹۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ فَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُولُ رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔

(صحیح البخاری: ۳۴۷۷، ۵۷۳۴، ۶۶۱۹، مسند احمد: ۳۸۴۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے کہا: گویا کہ میں نبی ﷺ کے چہرہ کی طرف دیکھ رہا تھا، آپ انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے جن کو ان کی قوم نے اس قدر مارا کہ ان کو لہولہان کر دیا، سو وہ اپنے چہرہ سے خون کو پونچھ رہے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے: اے میرے رب! میری قوم کو معاف فرما، پس بے شک ان کو علم نہیں ہے۔

صحیح البخاری: ۶۹۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی یہاں پر ذکر کی توجیہ یہ ہے کہ یہ حدیث اس باب کے ساتھ ملی ہوئی ہے جس کا یہ عنوان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے قتل کرنے کو ترک کر دیا جس نے آپ کے متعلق کہا: ''السام علیک'' (تم پر موت آئے)، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی تھی اور کفار کی ایذاء رسانی پر آپ کا صبر تھا، اور انبیاء علیہم السلام کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ صبر کریں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ۔ (الاحقاف: ۳۵)

سو (اے رسول مکرم!) آپ صبر کیجئے جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا، اور ان کے لیے (طلب عذاب کی) جلدی نہ کریں، جس دن وہ آخرت کے اس عذاب کو دیکھیں گے جس کی ان کو وعید سنائی گئی ہے۔

اور اس حدیث میں انبیاء سابقین میں سے ایک نبی علیہ السلام کے صبر کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی امام بخاری نے از عمر بن حفص از والد خود حفص بن غیاث از سلیمان بن الاعمش از شقیق بن سلمہ از ابی وائل روایت کی ہے، اور یہ تمام راوی کوفی ہیں۔

یہ حدیث بنی اسرائیل کے باب میں اسی سند کے ساتھ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال عبد اللہ'' اس سے مراد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یحکی نبیا'' یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کی حکایت کر رہے تھے، اور آپ خود ہی حکایت کرنے والے ہیں اور خود ہی وہ ہیں جن کی حکایت کی گئی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام ہوں، کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ان کو اتنا مارتی تھی کہ وہ بے ہوش ہو جاتے تھے، پھر ہوش میں آتے تھے اور پھر دعا کرتے تھے: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، کیونکہ ان کو علم نہیں ہے۔

اس حدیث کو امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں حضرت نوح علیہ السلام کی سوانح میں ذکر کیا ہے، اور اس کو الاعمش نے از مجاہد از عبید بن عمیر روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ادموہ'' یعنی انہوں نے نبی علیہ السلام کو زخمی کر دیا حتیٰ کہ ان سے خون جاری ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۔ بَابُ: قَتْلِ الْخَوَارِجِ وَالْمُلْحِدِينَ بَعْدَ إِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ

خوارج اور ملحدین کے خلاف حجت قائم کرنے کے بعد ان کو قتل کرنے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ۔ (التوبہ:۱۱۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اس کو گمراہ کردے حتیٰ کہ ان کے لیے یہ بیان کردے کہ انہیں کس چیز سے بچنا چاہیے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ، وَقَالَ: اِنَّهُمُ انْطَلَقُوا اِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ نظریہ تھا کہ خوارج اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں اور انہوں نے کہا: کیونکہ جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں، وہ ان آیات کا مومنین پر اطلاق کرتے ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

خوارج کی تعریف اور ان کا مصداق

اس باب کے عنوان میں خوارج کا ذکر ہے، خوارج کا لفظ ''خارجة'' کی جمع ہے، یہ وہ جماعت ہے جو دین سے نکل گئی، یہ وہ بدعتی لوگ ہیں جو دین سے نکل گئے اور ان کو خوارج اس لیے کہا گیا کہ انہوں نے بہترین مسلمانوں کے خلاف خروج کیا۔

علامہ الشہرستانی نے ''کتاب الملل والنحل'' میں کہا ہے: ہر وہ شخص جو برحق امام کے خلاف خروج کرے (یعنی بغاوت کرے) تو وہ خارجی ہے، خواہ وہ صحابہ کے زمانہ میں ہو یا ان کے بعد، اور فقہاء نے کہا ہے: خوارج، باغیوں کے غیر ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گمان کے مطابق کسی باطل تاویل سے برحق امام کی مخالفت کرتے ہیں، اور خوارج وہ ہیں جنہوں نے کسی تاویل کے بغیر امام کی مخالفت کی یا قطعی باطل تاویل کے سبب سے امام کی مخالفت کی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ بدعتیوں کی ایک جماعت ہے جن کے مخصوص نظریات ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ بندہ گناہِ کبیرہ کے ارتکاب سے کافر ہو جاتا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ غیر قرشی کو امام بنانا جائز ہے، اور ان کو خوارج اس لیے کہا گیا کہ وہ اپنے ان مخصوص نظریات کی وجہ سے لوگوں سے نکل گئے۔

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ''والملحدین'' یعنی ملحدین کو قتل کرنا، اور یہ ''مُلحِد'' کی جمع ہے، ''مُلحِد'' اس کو کہتے ہیں جو حق سے عدول کرے اور باطل کی طرف میلان کرے۔

امام بخاری نے کہا: ''بعد اقامة الحجة عليهم'' اس سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ خارجی ہو یا اس کا غیر ہو، اس کے خلاف قتال کرنا اس وقت واجب ہوگا جب اس پر حجت پیش کردی جائے، اور اس کو حق کی دعوت دی جائے، اور جس معاملہ میں اس کو اشتباہ ہو گیا ہے، اس کے اشتباہ کو زائل کیا جائے۔ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرنے سے انکار کرے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے، اور اس کی دلیل یہ آیت ہے جس کا امام بخاری نے ذکر کیا ہے:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ (التوبہ:۱۱۵)

اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اس کو گمراہ کردے حتیٰ کہ ان کے لیے یہ بیان کردے کہ انہیں کس چیز

سے بچنا چاہیے۔

امام بخاری نے اس آیت کریمہ سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ خوارج اور ملحدین سے قتال کرنا اسی وقت واجب ہے جب ان کے خلاف حجت قائم کردی جائے اور دلائل سے ان کے باطل ہونے کو ظاہر کردیا جائے، اور اس پر دلیل یہ آیت مبارکہ ہے، کیونکہ اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس وقت تک مواخذہ نہیں فرماتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو بیان فرمادے کہ وہ کیا کام کریں اور کن کاموں کو چھوڑیں، اسی طرح اس آیت کی ضحاک نے تفسیر کی ہے۔

التوبہ:۱۱۵ کی متعدد تفاسیر

اور مقاتل اور کلبی نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرائض کو نازل کردیا، پھر لوگوں نے ان فرائض پر عمل کیا تو قرآن مجید میں وہ آیات نازل ہوئیں جو سابقہ احکام کے لیے ناسخ تھیں اور کئی مسلمان فوت ہوچکے تھے اور وہ پہلے حکم کے مطابق عمل کرتے تھے مثلاً قبلہ اولیٰ کی طرف نماز پڑھتے تھے، اور خمر کے حرام کیے جانے سے پہلے خمر کو پیتے تھے، تو مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جو لوگ ان کاموں پر عمل کرتے ہوئے فوت ہوگئے ان کا کیا ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے التوبہ:۱۱۵ نازل فرمائی، یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی اس قوم کے عمل کو باطل کردے جس نے منسوخ حکم پر عمل کیا ہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے ناسخ کو بیان کردے۔

اور علامہ الثعلبی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تم پر گمراہی کا حکم لگادے جب کہ تم مشرکین کے لیے استغفار کررہے تھے، اس سے پہلے کہ تم پر اس کی ممانعت کا حکم آئے، یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے دلوں میں ہدایت کے بعد گمراہی کو واقع کردے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ یہ بیان فرمادے کہ کس چیز سے تمہیں ڈرنا چاہیے اور کس چیز کو ترک کرنا چاہیے۔

اور علامہ الزمخشری نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں اس چیز سے بچنا چاہیے جس سے ممانعت کی وجہ سے بچنا واجب ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ نظریہ تھا کہ خوارج اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں اور انہوں نے کہا: کیونکہ جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں، وہ ان آیات کا مومنین پر اطلاق کرتے ہیں''۔

امام ابوجعفر طبری نے ''تہذیب الآثار'' میں اس اثر کی سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے از بکیر بن عبداللہ بن الاشج، انہوں نے نافع سے سوال کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی الحروریہ کے متعلق کیا رائے تھی؟ تو انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ان کے متعلق یہ رائے تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں، جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں، وہ ان کا مومنین پر اطلاق کرتے ہیں۔

''الحرورية'' کا مصداق

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: الحرورية سے مراد خوارج ہیں، ان کا نام حروریہ اس لیے رکھا گیا کہ یہ اس جگہ رہنے کے لیے گئے جس کو ''حروراء'' کہتے ہیں اور یہ الکوفہ کے قریب ایک جگہ ہے، اور ان کا سب سے پہلا اجتماع اور سب سے پہلی حکومت کا واقعہ حروراء میں ہوا۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: ''الحروریۃ'' الخوارج کی ایک جماعت ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتال کیا، اور خوارج کا دین میں وہ تشدد تھا جو بہت معروف ہے، اور ان کا سردار عبداللہ بن الکواء (کاف پر زبر اور واؤ پر تشدید اور آخر میں مد) الیشکری تھا، اور خوارج کے بیس (۲۰) فرقے تھے۔

خوارج کے نظریات

شیخ ابن حزم نے کہا ہے: خوارج میں سے بدترین حال کے وہ لوگ تھے جو دین میں بہت غلو کرتے تھے، وہ پانچ نمازوں کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ صرف صبح کی اور شام کی نماز کو پڑھنا واجب ہے، اور ان میں سے بعض وہ تھے جو سورۂ یوسف کے قرآن ہونے کا انکار کرتے تھے، اور انہوں نے کہا: جس نے ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہا، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے خواہ اس نے دل سے کفر کا اعتقاد کیا ہو۔ اور ان کا قول ''الاباضیۃ'' کے قریب تھا، اور ان میں سے کچھ لوگ عرب میں باقی ہیں۔

علامہ الجوہری نے کہا: ''اباضیۃ'' خوارج کا ایک فرقہ ہے جو عبداللہ بن اباض التیمی کے اصحاب ہیں، اور ''اباض'' اصل میں اس رسی کو کہتے ہیں جس سے اونٹ کو اس کے بازو کے ساتھ باندھ دیا جائے حتیٰ کہ اس کا ہاتھ زمین سے اوپر ہو جائے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے ''یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بدترین ہیں''۔ علامہ الکرمانی نے کہا: یہ مسلمانوں میں سے سب سے بدتر لوگ ہیں کیونکہ کفار اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تاویل نہیں کرتے تھے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں تاویل کرتے ہیں۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ''القدریہ'' کو بھی ناپسند کرتے تھے اور ان کو بدترین مخلوق کہتے تھے۔

خوارج کے متعلق شرعی حکم

''التوضیح'' میں علامہ ابن الملقن نے ''کتاب الاسفرایینی'' سے نقل کر کے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن ابی اوفیٰ، حضرت جابر، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوہریرہ، حضرت عقبہ بن عامر اور ان کے معاصرین رضی اللہ عنہم اپنے متبعین کو یہ وصیت کرتے تھے کہ قدریہ کو سلام نہ کریں اور نہ ان کی عیادت کریں، نہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں اور جب وہ مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۶۔۱۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

خوارج کا لغوی اور اصطلاحی معنی

خوارج ''خارجۃ'' کی جمع ہے اور یہ ایک جماعت ہے، اور یہ بدعتی لوگ ہیں، ان کو خوارج اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دین سے نکل گئے اور نیک مسلمانوں کے طریقہ سے نکل گئے۔

خوارج کی بدعت کی اصل

علامہ الرافعی نے ''الشرح الکبیر'' میں لکھا ہے: ان کی بدعت کی اصل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا، کیونکہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو پہچانتے ہیں اور ان کو پکڑنے پر قادر ہیں اور ان سے

قصاص نہیں لیتے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی تھے اور ان کے قتل میں قاتلین عثمان کی موافقت کرتے تھے۔

محدثین کے نزدیک خوارج کی متفق علیہ تعریف

اور علامہ رافعی کی یہ تعریف اس کے خلاف ہے جس پر محدثین کا اتفاق ہے، کیونکہ محدثین کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ خوارج نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ وہ کئی امور کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے تھے اور ان سے بیزار رہتے تھے، اور اس کی اصل یہ ہے کہ بعض اہلِ عراق نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض رشتہ داروں کی سیرت پر اعتراض کیا اور اس وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن کیا اور ان لوگوں کو القراء کہا جاتا تھا، کیونکہ یہ قرآن مجید کی تلاوت میں اور عبادت کرنے میں بہت زیادہ کوشش کرتے تھے، مگر یہ قرآن مجید کی ایسی تاویل کرتے تھے جو قرآن مجید کی مراد نہیں ہے اور اپنی رائے پر اصرار کرتے تھے، اور زہد و تقویٰ اور خشوع و خضوع میں بہت غلو کرتے تھے۔ پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کیا اور یہ حضرت عثمان اور ان کے متبعین کے کفر کا اعتقاد رکھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا اعتقاد رکھتے تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جن اہلِ جمل نے قتال کیا ان کو کافر کہتے تھے۔

جنگ جمل کا پیش خیمہ

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کے بعد مکہ کی طرف نکلے، پس ان کی ملاقات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سال حج کیا تھا، پس یہ سب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو طلب کرنے پر متفق ہو گئے اور بصرہ کی طرف چلے گئے اور لوگوں کو اس کی دعوت دیتے تھے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر پہنچی تو وہ ان کی طرف نکلے، پس ان کے درمیان جمل کا واقعہ ہوا جو مشہور ہے، اس جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی شہید کر دیے گئے۔ پس یہ وہ جماعت ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرتی تھی۔

جنگ صفین کا پیش خیمہ

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کر کے اہلِ شام کے ساتھ کھڑے ہوئے اور وہ اس وقت شام کے امیر تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ اہلِ شام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں، پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ عذر پیش کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوماً شہید کر دیے گئے، اور ان کے قاتلین سے قصاص میں جلدی کرنا واجب ہے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تمام لوگوں کی بہ نسبت اس مطالبہ پر زیادہ قوی تھے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کرتے تھے کہ وہ قاتلین عثمان سے قصاص لینے پر ان کو موقع دیں، پھر اس کے بعد وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کریں گے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ آپ تمام لوگوں کی طرح ان کی بیعت میں داخل ہو جائیں اور ان کو حاکم مان لیں یہاں تک کہ وہ قاتلینِ عثمان کے متعلق برحق فیصلہ کریں، جب یہ معاملہ طویل ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اہلِ عراق کے پاس گئے اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اہلِ شام سے جنگ کریں، پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے جنگ کرنے کے قصد سے اہلِ شام میں گئے، پس دونوں جماعتیں مقامِ صفین میں بالمقابل ہوئیں، پھر کئی مہینوں تک ان کے درمیان لڑائی جاری رہی۔

واقعہ تحکیم (حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک کا اپنے لیے حَکَم بنانا)

اہلِ شام شکست کے قریب تھے، پس انہوں نے نیزوں پر قرآن مجید کو اٹھا لیا اور یہ اعلان کیا کہ ہم تم کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں، اور یہ اقدام انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے کیا جو اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو لشکر کے اکثر افراد تھے خصوصاً القراء، انہوں نے دین داری کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑنے کو ترک کر دیا، اور انہوں نے درجِ ذیل آیت سے استدلال کیا:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ۝ (آل عمران: ۲۳)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا علم دیا گیا، انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ (کتاب) ان کے باہمی اختلافات میں فیصلہ کرے، پھر ان میں سے ایک فریق روگردانی کرتا ہے اور وہ ہیں ہی روگردانی کرنے والے ۝

پھر انہوں نے اہلِ شام کی طرف پیغام بھیجا، پس کہا: تم اپنے لوگوں میں سے ایک حَکَم مقرر کرو اور ایک حَکَم ہم اپنے لوگوں میں سے مقرر کرتے ہیں، اور ان کے ساتھ وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا، پس وہ جس کے ساتھ حق کو دیکھیں اس کی اطاعت کا اعلان کر دیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اس کو قبول کر لیا۔

خوارج کی بنیاد

اور اس جماعت نے اس تحکیم کا انکار کیا اور یہ لوگ خوارج ہو گئے (یعنی حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی جماعتوں سے خارج ہو گئے) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اہلِ عراق اور شام کے درمیان کا تعینِ حکومت کو لکھا کہ یہ وہ ہے جس کا امیر المومنین علی نے معاویہ کے ساتھ فیصلہ کیا، پس اہلِ شام نے اس سے منع کیا اور کہا: ان کا نام لکھو اور ان کے باپ کا نام لکھو، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کیا اور الخوارج نے اس کا بھی انکار کیا، پھر دونوں فریق اس پر الگ الگ ہو گئے کہ دونوں حَکَم اور جو ان کے ہمراہ ہیں وہ ایک معین مدت کے بعد اس جگہ میں حاضر ہوں جو شام اور عراق کے درمیان ہے، اور دونوں لشکر اپنے اپنے شہروں میں لوٹ جائیں یہاں تک کہ واقعہ تحکیم ہو جائے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کی طرف چلے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف چلے گئے اور خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدہ ہو گئے اور ان کی تعداد آٹھ ہزار تھی، اور ایک قول ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی، اور ایک قول ہے کہ ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔

خوارج کو "الحروریۃ" کہنے کی توجیہ

اور یہ لوگ اس جگہ میں ٹھہرے جس کو "حروراء" کہا جاتا ہے، اسی وجہ سے ان لوگوں کو الحروریہ کہا گیا ہے اور ان کے سردار عبداللہ بن الکواء الیشکری اور الشیث تمیمی تھے، ان کی طرف علی بن عباس نے پیغام بھیجا اور ان سے مباحثہ کیا، پس ان میں سے کافی لوگوں نے رجوع کر لیا، پھر ان کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کر لی اور ان کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کے دونوں رئیس یعنی عبداللہ بن الکواء اور الشیث تمیمی بھی تھے، پھر انہوں نے یہ مشہور کر دیا کہ حضرت علی

رضی اللہ عنہ تحکیم سے تائب ہو گئے، اس لیے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے ہیں، یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے خطبہ دیا اور اس کا انکار کیا۔ پھر انہوں نے مسجد کے اطراف سے یہ اعلان کیا کہ اللہ کے سوا کسی کو حکم بنانا جائز نہیں ہے، تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بات حق ہے اور اس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تمہارے لیے ہم پر تین باتیں لازم ہیں: تم کو مساجد سے روکا نہیں جائے گا اور نہ تم کو مالِ فئے سے روکا جائے گا، اور ہم تم سے لڑائی کی ابتداء نہیں کریں گے جب تک کہ تم کوئی فساد نہیں کرو گے۔ اور وہ یکے بعد دیگرے خروج کرتے رہے یہاں تک کہ مدائن میں جمع ہو گئے۔

خوارج کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دینا اور ان کے دیگر مذموم نظریات

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کو رجوع کرنے کا پیغام بھیجا، پس انہوں نے رجوع نہ کرنے پر اصرار کیا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اوپر کفر کی شہادت دیں، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تحکیم پر راضی ہوئے اور وہ توبہ کریں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر ان کو پیغام بھیجا تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیغام لانے والے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، پھر ان کا اس پر اجماع ہو گیا کہ جو ان کے معتقدات کا عقیدہ نہ رکھے وہ کافر ہے اور اس کا خون اور اس کا مال اور اس کے گھر والے مباح ہیں، پھر جو مسلمان ان کے پاس سے گزرتے یہ ان کو قتل کر دیتے، اور ان کے پاس سے حضرت عبداللہ بن خباب بن الارت گزرے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان بعض شہروں کے حاکم تھے اور ان کے ساتھ لشکر تھا تو خوارج نے ان کو قتل کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو وہ اس لشکر کو لے کر ان کی طرف نکلے جس کو انہوں نے اہلِ شام سے لڑنے کے لیے تیار کیا تھا، پھر ان کے ساتھ النہروان میں جنگ ہوئی اور ان میں سے دس افراد سے بھی کم بچ سکے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوارج کا شہید کرنا

یہ خوارج کے ابتدائی حالات کا خلاصہ ہے، پھر جو ان میں سے باقی بچے تھے ان کو انہوں نے اپنی رائے کی طرف ملا لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران یہ چھپے ہوئے رہے حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص عبدالرحمٰن بن ملجم تھا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت شہید کیا جب وہ صبح کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں داخل ہوئے تھے۔

پھر جب حضرت حسن بن علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان صلح ہو گئی تو ان میں سے ایک جماعت جوش میں آئی، پھر شام کے لشکر نے ان کو اس جگہ شکست دی جس کو "النجیلۃ" کہا جاتا ہے، پھر یہ عبیداللہ بن زیاد کی حکومت کے دوران حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید بن معاویہ کے خلاف سازشیں کرتے رہے اور زیاد اور عبداللہ بن زیاد ان پر کامیاب ہوئے اور ان کو قتل کیا اور لمبی مدت تک قید میں رکھا، پھر جب یزید فوت ہو گیا اور اہلِ شام میں پھوٹ پڑ گئی اور حضرت عبداللہ بن زبیر خلافت پر قابض ہو گئے اور بعض اہلِ شام کے سوا باقی شہروں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی اطاعت کی تو پھر مروان کھڑا ہوا اور اس نے خلافت کا دعویٰ کیا اور اس نے تمام شامیوں کو مغلوب کر لیا، اس وقت خوارج نافع بن الازرق کے ساتھ عراق میں ظاہر ہوئے اور یمامہ میں نجدہ بن عامر کے ساتھ ظاہر ہوئے اور نجدہ نے خوارج کے عقائد میں یہ اضافہ کیا کہ جو جنگ کے لیے نہ نکلے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہ کرے وہ کافر ہے خواہ وہ ان کے عقائد کی طرح عقیدہ رکھتا ہو، اور ان کی وجہ سے بہت بڑی مصیبت آئی۔

خوارج کے مذموم عقائد

اور انہوں نے اپنے فاسد معتقدات میں بہت توسیع کی، انہوں نے شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا انکار کر دیا، اور چور کا ہاتھ بازو سے کاٹا، اور حائضہ عورت پر حالتِ حیض میں نماز کو واجب کیا اور جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کیا اس کو کافر قرار دیا، اگر وہ اس پر قادر ہو، اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو پھر وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے، اور انہوں نے مرتکبِ کبیرہ پر کافر کا حکم لگایا، اور اہلِ ذمہ کے اموال لینے سے رک گئے، اور جو اسلام کی طرف منسوب ہوتا اس کو قتل کرنے میں اور اس کو قید کرنے میں اور اس کا مال لوٹنے میں دلیر ہوتے، ان میں سے بعض لوگ تو یہ کام بغیر دعوت کے انجام دیتے تھے، اور بعض وہ تھے جو پہلے دعوت دیتے تھے، پھر قتل کرتے تھے۔ اور ان کے مصائب یوں ہی زیادہ ہوتے رہے حتیٰ کہ المہلب بن ابی صفرہ نے ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا، پھر ان سے جنگ کی حتیٰ کہ وہ ان پر کامیاب ہو گیا اور ان کی جمعیت کم ہو گئی، پھر دولتِ امویہ اور دولتِ عباسیہ کے شروع میں باقی خوارج رہے اور ان کی ایک جماعت مغرب میں داخل ہو گئی۔

خوارج کے متعلق مؤرخین کی تصانیف

ابومخنف لوط بن یحییٰ نے ان کے حالات اور ان کی خبروں کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس کا امام طبری نے اپنی تاریخ میں خلاصہ کیا ہے اور ان کی خبروں کے متعلق الہیثم بن عدی نے ایک کتاب لکھی ہے، اور محمد بن قدامہ الجوہری جو امام بخاری کے شیوخ میں سے ایک ہیں، انہوں نے صحیح سے خارج ایک بڑی کتاب لکھی ہے اور ابوالعباس المبرد نے اپنی کتاب ''الکامل'' میں ان کی خبریں جمع کی ہیں لیکن بغیر اسانید کے، اور جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے انہوں نے اسانید کے ساتھ ان کی خبروں کو ذکر کیا ہے۔

خوارج کی دو قسمیں

قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ خوارج کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جس کا زعم یہ ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی اور اصحاب الجمل اور اصحابِ صفین اور تمام وہ مسلمان جو تحکیم کے ساتھ راضی تھے وہ کافر ہیں، اور دوسری قسم وہ ہے جس کا یہ زعم ہے کہ ہر وہ مسلمان جس نے گناہِ کبیرہ کیا وہ کافر ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور دوسروں نے کہا ہے: بلکہ خوارج کی قسمِ اول، قسمِ ثانی کی فرع ہے، کیونکہ قسمِ اول کو کافر قرار دینے کا سبب یہ ہے کہ ان کا زعم یہ تھا کہ اللہ کے سوا کسی کو حَکَم بنانا گناہ ہے، کیونکہ جنہوں نے اللہ کے سوا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حَکَم بنایا وہ کافر ہے۔

شیخ ابن حزم کے ذکر کردہ خوارج کے حالات اور ان کے نظریات

شیخ ابن حزم نے کہا ہے: الخوارج میں سے نجدہ بن عامر کا یہ مذہب تھا کہ جس نے گناہِ صغیرہ کا ارتکاب کیا اس کو دوزخ کے بغیر عذاب دیا جائے گا اور جس نے گناہِ صغیرہ پر اصرار کیا تو وہ گناہِ کبیرہ کرنے والے کی مثل ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اور اس نے ذکر کیا کہ ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اپنے فاسد عقائد میں غلو کرتے ہیں تو وہ پانچ نمازوں کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ صبح کی نماز اور شام کی نماز کو پڑھنا واجب ہے، اور ان میں سے بعض پوتی اور بھتیجی اور بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنے کو جائز کہتے ہیں، اور ان میں سے بعض سورۂ یوسف کے قرآن ہونے کا انکار کرتے ہیں اور ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ جس نے لا الٰہ

الا اللہ کہا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے خواہ وہ دل سے کفر کا عقیدہ رکھے۔

اور ابومنصور البغدادی نے المقالات میں لکھا ہے کہ خوارج کے بیس فرقے ہیں۔

اور شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ خوارج میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے اور ان میں سے حق کے قریب وہ ہیں جو ''الاباضیۃ'' ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

میں نے خوارج کے متعلق جو کچھ ذکر کیا ہے اس کے ثبوت میں جید احادیث ہیں۔

خوارج کی خبروں اور ان کے نظریات کے متعلق احادیث

امام عبدالرزاق نے از معمر روایت کی ہے اور امام طبری نے اس کی از یونس از الزہری روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ جب اہلِ شام نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے قرآن مجید کے نسخوں کو کھول لیا، اس وقت قریب تھا کہ اہلِ عراق، اہلِ شام کو شکست دے دیتے، اہلِ شام اس سے ڈرے، یہاں تک کہ یہ معاملہ فریقین میں سے ایک ایک حَکَم بنانے تک پہنچا، اور ان میں سے ہر ایک اپنے شہر کی طرف لوٹ گیا یہاں تک کہ اگلے سال دونوں حَکَم ''دومۃ الجندل'' میں جمع ہو گئے اور بغیر کسی متفقہ فیصلہ کے الگ الگ ہو گئے، پھر جب وہ لوٹے تو ''الحروریۃ'' نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی اور کہا: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاکم بنانا جائز نہیں ہے۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے ابورزین کی سند سے روایت کی ہے کہ جب فریقین حَکَم بنانے پر راضی ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف لوٹ گئے تو خوارج مقامِ حروراء میں الگ ہو گئے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھیجا، پس انہوں نے ان کو بھیجا، پس جب انہوں نے رجوع کر لیا تو ایک مرد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا: وہ یہ باتیں کر رہے ہیں کہ آپ حَکَم بنانے کی وجہ سے کافر ہو گئے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اس کا انکار کیا تو خوارج نے مسجد کی ہر طرف سے یہ اعلان کیا کہ اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے۔

اور دوسری سند سے مروی ہے کہ ان کے سردار اس وقت نہروان میں جمع ہوئے، وہ عبداللہ بن وہب الراسبی اور زید بن حصن الطائی اور حرقوص بن زہیر السعدی تھے، پس وہ اس پر متفق ہو گئے کہ عبداللہ بن وہب کو امیر بنا دیا جائے، اور ان کی اکثر خبریں میں ان شاء اللہ، کتاب الفتن میں ذکر کروں گا۔

خوارج کے متعلق مشاہیر فقہاء اسلام کی آراء

امام غزالی نے اپنی کتاب ''الوسیط'' میں دوسروں کی اتباع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خوارج کے حکم کے متعلق دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ یہ مرتدین کے حکم میں ہیں، دوسرا یہ کہ یہ باغیوں کے حکم میں ہیں۔ امام رافعی نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ اور جو انہوں نے کہا ہے: وہ ہر خارجی کے بارے میں نہیں ہے، کیونکہ خوارج کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جنہوں نے حکومت کی طلب میں خروج کیا نہ کہ اپنے عقائد کی دعوت دینے کے لیے، اور ان کی پھر دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے جنہوں نے ظالم حکام کے خلاف خروج کیا کیونکہ وہ ظلم کرتے تھے اور السنۃ النبویۃ کو ترک کرتے تھے، سو یہ لوگ اہلِ حق

ہیں۔ اور ان میں سے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما ہیں اور اہلِ مدینہ ہیں جو حراء میں تھے، اور وہ قراء ہیں جو حجاج کے خلاف نکلے تھے، اور ان میں سے دوسری قسم وہ ہے جنہوں نے حکومت کی طلب کے لیے خروج کیا، خواہ ان کا کوئی شبہ تھا یا نہیں، اور وہ باغی تھے اور ان شاء اللہ ان کا حکم کتاب الفتن میں آئے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۸۳۔۸۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، نے خوارج کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے اور اس کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا شہید ہونا۔ (تاریخ الامم والملوک ج ۴ ص ۲۶۔۳۰)

(۲) مصاحف (قرآن مجید کے نسخوں کو) نیزوں پر اٹھانا اور حکمین کی دعوت دینا۔ (تاریخ الامم والملوک ج ۴ ص ۳۴۔۴۶)

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جعدہ بن ہبیرہ کو خراسان کی طرف بھیجنا اور خوارج کا حضرت علی اور ان کے اصحاب سے الگ ہونا اور اس کے بعد ان کا رجوع کرنا۔ (تاریخ الامم والملوک ج ۴ ص ۴۶۔۴۹)

(۴) حکمین (حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما) کا ''دومۃ الجندل'' میں جمع ہونا اور یوم نہروان کی خبر۔ (تاریخ الامم والملوک ج ۴ ص ۵۲۔۷۰)

حافظ ابن کثیر دمشقی المتوفی ۷۷۴ھ نے بھی امام ابوجعفر طبری کے حوالہ سے انہی امور کو تفصیل سے لکھا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۴۲۵)

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ نظریہ تھا کہ خوارج اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں اور انہوں نے کہا: کیونکہ جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں، وہ ان آیات کا مومنین پر اطلاق کرتے ہیں''۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے ''تہذیب الآثار'' کی مسند علی میں اس اثر کی سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے از بکیر بن عبد اللہ بن الاشج، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نافع سے سوال کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی الحروریہ کے متعلق کیا رائے تھی؟ تو انہوں نے بتایا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ حروریہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں وہ ان کا مومنین پر اطلاق کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: اس اثر کی سند صحیح ہے اور صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے خوارج کے وصف کے متعلق کہا: وہ بدترین مخلوق ہیں اور امام احمد نے بھی سندِ جید کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل مرفوعاً روایت کی ہے۔ اور امام بزار نے از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خوارج کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ میری امت کے بدترین لوگ ہیں اور میری امت کے بہترین لوگ ان کو قتل کریں گے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

اور امام طبرانی نے اس سند سے مرفوعاً روایت کی ہے: وہ بدترین خلق اور خلیقہ ہیں، ان کو بہترین خلق اور خلیقہ قتل کریں گے۔ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے امام احمد نے روایت کی ہے کہ وہ ''شر البریۃ'' ہیں، اور امام مسلم نے از عبید اللہ بن رافع از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ اللہ کے نزدیک وہ اس کی مخلوق میں سب سے زیادہ مبغوض ہیں۔ اور امام طبرانی نے از عبد اللہ بن

خباب از والد خود روایت کی ہے: وہ ان سب سے بدترین لوگ ہیں جن پر آسمان کا سایا ہے اور جن کو زمین نے اٹھایا ہے، اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس کی مثل ہے۔

امام احمد اور امام ابن شیبہ نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارج کے ذکر میں تین بار فرمایا: وہ بدترین خلق اور خلیقہ ہیں۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ وہ بدترین مخلوق ہیں۔

یہ احادیث ان فقہاء کے قول کی تائید کرتی ہیں جو خوارج کو کافر قرار دیتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۸۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

خوارج کے کفر پر شیخ ابن تیمیہ کی تصریح

میں کہتا ہوں کہ خوارج گناہِ کبیرہ کے لیے شفاعت کا انکار کرتے ہیں اور گناہِ کبیرہ کی شفاعت کے متعلق شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

جو ایسی سننِ متواترہ ہیں جن کا انکار کرنا کفر ہے وہ میت پر مسلمانوں کی نماز ہے اور ان کے لیے نماز میں دعا ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیامت کے دن مسلمانوں کی شفاعت کرنا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں سنن متواترہ ہیں بلکہ اہلِ کبائر کے لیے شفاعت کا انکار صرف بدعتیوں نے کیا ہے بلکہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ کبائر کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت اور آپ کی دعا اور آپ کا اللہ تبارک وتعالیٰ سے سوال کرنا، یہ اور اس کی مثالیں قرآن مجید سے اور سنتِ متواترہ سے ثابت ہیں اور ان کی مثل انکار کرنے والا کافر ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۴ ص ۱۷۰، دار الجیل، ریاض ۱۴۱۸ھ)

مسلمانوں کے لیے ایصالِ ثواب پر شیخ ابن تیمیہ کی تصریح

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

اس باب میں احادیث صحیحہ بہت زیادہ ہیں، صحاح ستہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میری ماں فوت ہو گئیں ہیں، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کر دوں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں، انہوں نے کہا: میرا ایک باغ ہے، میں آپ سب کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کا اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۸۸۲، سنن ترمذی: ۶۶۹، سنن نسائی: ۳۶۵۵)

شیخ ابن تیمیہ نے اس موضوع پر اور بھی احادیث درج کی ہیں اور ان کے بعد لکھا ہے:

ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقہ میت تک پہنچتا ہے اور اسی طرح عباداتِ مالیہ بھی پہنچتی ہیں مثلاً غلام کو آزاد کرنا۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۴ ص ۱۷۱، دار الجیل، ریاض ۱۴۱۸ھ)

سلف صالحین سے ایصالِ ثواب کا ثبوت

میں کہتا ہوں کہ سلف صالحین میں سے بہ کثرت فقہاء اور محدثین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایصالِ ثواب کرتے تھے۔

علامہ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ علی بن موفق العابد المتوفی ۲۶۵ھ کا شمار زاہدین میں سے ہوتا تھا۔

ابو العباس محمد بن اسحاق الثقفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے علی بن الموفق کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے ساٹھ حج پیدل کیے ہیں اور ان میں سے تیس حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کئے ہیں۔

ابو العباس نے کہا: میں علی بن الموفق کی اقتداء کرتا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سات حج کئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک سو ستر قربانیاں کی ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ساٹھ سال میں بارہ ہزار قرآن مجید اس کے قریب ختم کئے اور اپنے تمام اعمال کا ثواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا۔

ابو اسحاق المزکی نے کہا: میں نے ابو العباس کی اقتداء کی، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سات حج کئے ہیں اور آپ کی طرف سے سات سو قرآن مجید کو ختم کیا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۸۳۔ ۸۴، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ، السراج محمد بن اسحاق محدث خراسان النیشاپوری المتوفی ۳۱۳ھ کے متعلق لکھتے ہیں:

ابو اسحاق المزکی نے السراج نیشاپوری سے روایت کی ہے کہ میں دو سو اٹھارہ ہجری میں پیدا ہوا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بارہ ہزار قرآن مجید ختم کئے اور میں نے آپ کی طرف سے بارہ ہزار قربانیاں کیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۳۷۵، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

ہم نے یہ حوالہ جات اس لئے نقل کئے ہیں کہ سلف صالحین سے ایصالِ ثواب کرنا ثابت ہے اور خوارج ایصالِ ثواب کے منکر ہیں اور شیخ ابن تیمیہ کی تصریح کے مطابق یہ بدعتی ہیں اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصریح کے مطابق خوارج کافر ہیں۔

۶۹۳۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا خَيْثَمَةُ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ قَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَدِيثًا فَوَاللهِ لَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَيْهِ وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ فَإِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خیثمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سوید بن غفلہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کروں تو اللہ کی قسم! اگر میں آسمان سے گر جاؤں تو میرے نزدیک یہ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھوں، اور جب میں تم سے اپنے متعلق کوئی بات کروں تو بے شک جنگ ایک دھوکا ہے، اور بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آخر

الْقِيَامَةِ۔

زمانہ میں ایسے لوگوں کا ظہور ہوگا جن کی عمریں کم ہوں گی اوران کی عقلیں ناقص ہوں گی، وہ خیرالبریہ کی احادیث بیان کریں گے، اوران کا ایمان ان کے گلوں سے تجاوز نہیں کرے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے جانور سے پار نکل جاتا ہے، تم ان لوگوں کو جہاں پاؤ ان کو قتل کردو، کیونکہ ان کو قتل کرنے میں قتل کرنے والے کے لیے قیامت کے دن اجر ہوگا۔

(صحیح البخاری:۳۶۱۱، ۵۰۵۷، ۶۹۳۰ صحیح مسلم:۱۰۶۶، سنن نسائی:۴۱۰۲، سنن ابوداؤد:۴۷۶۷، مسند احمد:۱۰۸۹)

صحیح البخاری:۶۹۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں جن کم عمر اور کم عقل لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے، یہ خوارج اور ملحدین ہیں اور باب کے عنوان میں خوارج اور ملحدین کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص بن غیاث، جو سلیمان الاعمش سے روایت کرتے ہیں اور وہ خیثمہ سے روایت کرتے ہیں جو ابنِ عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ الجعفی ہیں، ان کے والد اور دادا صحابی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سوید بن غفلہ کا ذکر ہے، یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور المخضرمین میں سے ہیں، یہ ایک سو تیس سال تک زندہ رہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ صحابی ہیں۔

یہ حدیث کتاب علامات النبوۃ میں گزر چکی ہے اور اسی سند کے ساتھ فضائل قرآن میں بھی گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں اپنے اور تمہارے درمیان کوئی بات بیان کروں تو جنگ ایک دھوکا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کا معنی یہ ہے کہ جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کرتا ہوں تو نہ اس میں از روئے کنایہ کوئی بات کہتا ہوں اور نہ از روئے تعریض کوئی بات کہتا ہوں اور نہ از روئے توریہ کوئی بات کہتا ہوں۔ اور جب میں تمہیں کسی اور کی بات بیان کروں تو میں کنایہ سے بھی بات کرتا ہوں اور تعریض سے بھی اور توریہ سے بھی، تا کہ جو مجھ سے جنگ کرتا ہے اس کو شبہ میں مبتلاء کروں، کیونکہ جنگ کا معاملہ ایک مغالطہ پر ختم ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی'' اور امام نسائی نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی، اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت

سے اس باب کے بعد مذکور ہے، کیونکہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں نکلے تھے۔

علامہ ابن التین نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ "آخر زمانہ میں خوارج نکلیں گے" اس سے مراد ہے صحابہ کے زمانہ کے اخیر میں نکلیں گے۔ اس جواب پر پھر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحابہ کا آخری زمانہ تو ایک صدی پوری ہونے کے بعد تھا اور خوارج کا اس سے ساٹھ سال پہلے ظہور رہا؟

پھر علامہ ابن التین نے اس کا یہ جواب دیا کہ ان حدیثوں میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ آخر زمانہ سے مراد خلافتِ نبوت کا آخر زمانہ ہے، کیونکہ حضرت سفینہ کی حدیث جو سنن میں اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں مرفوعاً روایت کی گئی ہے، اس میں مذکور ہے کہ "میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی، پھر وہ ملوکیت ہو جائے گی" اور خوارج کا قصہ اور النہروان میں ان کو قتل کرنے کا واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اواخر میں اڑتیس (۳۸) ہجری میں ہوا تھا، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اٹھائیس (۲۸) سال بعد۔

(علامہ ابن التین کی عبارت ختم ہوئی)۔

خوارج کا متعدد مرتبہ ظہور

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

اگر ہم یہ کہیں کہ خوارج کا نکلنا اور ان کا ظہور متعدد بار ہوا ہے تو یہ سوال ابتداءً ساقط ہو جائے گا، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی خوارج کا ظہور ہوا اور ان کے بعد قربِ قیامت میں بھی خوارج کا ظہور ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حُدَّاث الاسنان" (حاء پر پیش ہے اور دال پر تشدید ہے) اسی طرح المستملی اور السرخسی کی روایت میں ہے۔ اور اکثر روایات میں "احداث الاسنان" مذکور ہے۔ احداث، حدث کی جمع ہے (حاء اور دال دونوں پر زبر ہے) اور اس کا معنی ہے: جو کم عمر ہو۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: "حداثة السن" شباب سے اور اولِ عمر سے کنایہ ہے، اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: حدّاث (حاء پر پیش کے ساتھ) حدیث کی جمع ہے جیسے کرّام، کریم کی جمع ہے اور کبّار، کبیر کی جمع ہے۔ اور حدیث کا معنی ہے: ہر چیز کا جدید، اور اس کا اس اعتبار سے صغیر پر اطلاق ہوتا ہے اور "الاسنان" سے مراد ہے عمر، یعنی وہ نوجوان ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سفہاء الاحلام" یعنی ان کی عقول ردّی ہوں گی، اور احلام، حلم (حاء کے نیچے زیر) کی جمع ہے۔ "حلم" کا معنی ہے: برداشت اور معاملات کے اندر ٹھہراؤ، یعنی کسی کام میں جلدی نہ کرنا۔ اور یہ عقلاء کا شعار ہے، اور اگر "حُلم" میں حاء پر پیش ہو تو اس کا معنی ہے: خواب۔

ہمارے زمانہ میں حدیثِ مذکور کا مصداق طالبان ہیں

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خوارج کا مصداق وہ لوگ ہیں جو کم عمر اور بے عقل ہوں۔ اور ہمارے زمانہ میں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو طالبان کے نام سے مشہور ہیں، یہ لوگ وہابی عقائد کے حامل ہیں اور اہل سنت و جماعت کو مشرک قرار دیتے ہیں، اہل سنت و جماعت کی مساجد کو خودکش دھماکوں سے اڑاتے ہیں اور ان گنت نمازیوں کو شہید کر دیتے ہیں اور بے شمار مسلمانوں کو زخمی کر دیتے ہیں، اور یہ لوگ چونکہ اولیاء اللہ کی تعظیم کے منکر ہیں اس لیے اولیاء اللہ کی قبروں کی بے حرمتی کرتے ہیں

اور قبر سے میت کو نکال کر اس کو چوراہوں پر لٹکا دیتے ہیں، اور بازاروں میں خودکش دھماکے کر کے بے قصور مسلمانوں کو شہید کرتے ہیں۔ انہوں نے 11 راپریل 2006ء کو نشتر پارک کراچی میں ہونے والے ''عید میلاد النبی ﷺ'' کے جلسہ میں خودکش دھماکا کیا جس کے نتیجہ میں پینسٹھ (65) سے زیادہ علماء اہلسنت شہید ہوئے اور سینکڑوں مسلمان زخمی ہوئے، راقم الحروف کا بھانجا سید کاشف علی بھی اس سانحہ میں شہید ہو گیا۔ یہ لوگ مسلمانوں پر کفار کی آیتوں کو منطبق کرتے ہیں، یہ پاکستانی فوج اور پاکستان کی پولیس پر حملہ کرتے ہیں اور جس فوجی یا سپاہی کو گرفتار کر لیتے ہیں تو بے دردی سے اس کا گلا کاٹ دیتے ہیں، یہ لوگ فوج اور پولیس کے اداروں اور دیگر قومی اداروں کو خودکش دھماکوں سے تباہ کرتے ہیں، اور اسکولوں، تھانوں، اہلسنت کی مساجد، مدارس، اولیاء کرام کے مزارات کو تباہ کرتے ہیں، ان لوگوں کا نشانہ مساجد اور امام بارگاہیں ہوتی ہیں، یہ دیوبندیوں اور وہابیوں کی مساجد اور ان کے تبلیغی اجتماعات پر حملہ نہیں کرتے، یہ لوگ نفاذِ اسلام کا نعرہ لگاتے ہیں لیکن فحاشی کے اڈوں، سینما گھروں، کلبوں، جوئے خانوں، رقص گاہوں، قحبہ خانوں اور دیگر بے راہ روی کے اداروں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتے، یہ لوگ اپنے حملوں میں بھارت اور امریکہ کا بنا ہوا اسلحہ استعمال کرتے ہیں، ان سے کہا جاتا ہے کہ تم مسلمانوں کی مساجد کو کیوں دھماکوں سے اڑاتے ہو تو اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ وزیرستان میں ڈرون حملے کیے جاتے ہیں، لیکن یہ لوگ بے عقل ہیں، یہ اتنی بات نہیں سمجھتے کہ ڈرون حملے تو امریکا کر رہا ہے، اہلسنت اور مسلمان تو ان پر ڈرون حملے نہیں کر رہے، پھر یہ مسلمانوں کے بازاروں کو اور ان کے اسکولوں اور اداروں کو اور مسلمانوں کی مساجد کو کیوں دھماکوں سے اڑاتے ہیں۔ اور اس حدیث میں کم عمر اور بے عقل لوگوں کو خوارج قرار دیا ہے اور طالبان کے جو لوگ مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں کر رہے ہیں وہ عموماً کم عمر اور بے عقل ہیں، سنا گیا ہے کہ یہ لوگ کسی کم عمر نوجوان کو جنت کی نوید سنا کر یا جنت کا سرٹیفکیٹ دے کر اس کو خودکش دھماکے کے لیے تیار کرتے ہیں، ہم ان لوگوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

قول ''خیر البریۃ'' کی تحقیق

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے ''یقولون من خیر قول البریۃ''۔ کہا گیا ہے کہ یہ عبارت مقلوب ہے اور مراد ہے ''من قول خیر البریۃ'' اور وہ قرآن مجید ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے ''من خیر قول البریۃ'' یعنی ''خیر اقوال الناس'' یا ''خیر من قول البریۃ'' اور وہ قرآن کریم ہے، اس لحاظ سے یہ عبارت مقلوب نہیں ہے۔

ایمان کے ''حناجر'' سے تجاوز نہ کرنے کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا یجاوز ایمانھم حناجرھم'' الکشمیھنی کی عبارت میں ہے ''لا یجوز'' اور ''الحناجر'' کا لفظ ''حنجرۃ'' کی جمع ہے اور اس کا معنی حلقوم ہے اور یہ وہ نالی ہے جس سے کھانا گزرتا ہے، اور ان میں سے ایک کا اطلاق اس نالی پر ہوتا ہے جو منہ کے قریب ہے اور جس سے انسان سانس لیتا ہے۔ اور صحیح مسلم میں زید بن وہب کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''لا تجاوز صلوٰتھم تراقیھم'' یعنی ان کی نمازیں ان کے گلے سے نیچے نہیں اتریں گی، پس گویا کہ اس حدیث میں ایمان پر نماز کا اطلاق ہے۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے ''لا یجاوز ایمانھم حلاقیھم'' یعنی ان کا ایمان ان کے حلقوم سے نیچے نہیں

اترے گا، مراد یہ ہے کہ وہ زبان سے ایمان لائیں گے دل سے ایمان نہیں لائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یمرقون من الدین" المروق کا معنی ہے: الخروج، یعنی وہ اپنی بدعت اور گمراہی کی وجہ سے دین سے نکل جائیں گے جس طرح سے جب تیر شکار کے نشانہ پر لگ جائے اور اس کے پار ہو جائے تو وہ شکار سے نکل جاتا ہے اور نسائی نے حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے "یمرقون من الحق" یعنی وہ حق سے نکل جائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من الرمية" اس سے مراد ہے "المرمی" یعنی جب کسی وحشی جانور کو شکاری تیر مارتا ہے تو وہ جانتا ہے۔

"الرمية" میں تاء داخل ہونے پر ایک اعتراض اور اس کے تین جوابات

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب فعیل مفعول کے معنی میں ہو تو اس میں مذکر اور مونث برابر ہوتے ہیں، پھر "الرمیة" میں تاء کیوں داخل کی گئی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تاء متعدد معانی کے لیے آتی ہے اور یہ تاء وصفیت سے اسمیت کی طرف منتقل کرنے کے لیے ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ فعیل مذکر اور مونث میں اس وقت برابر ہوتا ہے جب اس کا موصوف مذکور ہو، اور یہاں موصوف مذکور نہیں ہے۔

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ غالباً تاء کا دخول اس وقت ہوتا ہے جس پر ابھی تک فعل کا وقوع نہ ہوا ہو جیسے جو بکری ذبح نہ کی گئی ہو اس کے لیے کہا جاتا ہے "خذ ذبیحتك" یعنی اپنی بکری لے لو، اور جب اس پر فعل واقع ہو جائے یعنی اس کو ذبح کر دیا جائے تو پھر "ذبیح" کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۸۔ ۱۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُمَا أَتَيَا أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَسَأَلَاهُ عَنِ الْحَرُورِيَّةِ أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا أَدْرِي مَا الْحَرُورِيَّةُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ يَخْرُجُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ أَوْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَيَنْظُرُ الرَّامِي إِلَى سَهْمِهِ إِلَى نَصْلِهِ إِلَى رِصَافِهِ فَيَتَمَارَى فِي الْفُوقَةِ هَلْ عَلِقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَيْءٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ابراہیم نے خبر دی از ابی سلمہ اور عطاء بن یسار، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ وہ دونوں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، پس ان دونوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے "الحروریہ" کے متعلق سوال کیا کہ کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا الحروریہ کیا ہے؟ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے: اس امت میں ایک قوم نکلے گی، اور یہ نہیں فرمایا کہ اس امت سے ایک قوم نکلے گی، وہ ایسی قوم ہوگی کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلہ میں حقیر جانو گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور

قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا یا فرمایا: ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، پس تیر مارنے والا اپنے تیر کی طرف دیکھتا ہے اور تیر کے لوہے کے پھل کی طرف دیکھتا ہے اور تیر کے پشتہ کی طرف دیکھتا ہے، پھر اس کو شک ہوتا ہے کہ کمان کی تانت میں کچھ خون لگا ہوا ہے یا نہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۴، ۳۶۱۰، ۴۳۵۱، ۴۶۶۷، ۵۰۵۸، ۶۱۶۳، ۶۹۳۱، ۶۹۳۳، ۷۴۳۲، ۷۵۶۲، صحیح مسلم: ۱۰۶۴، سنن نسائی: ۲۵۷۸، سنن ابوداؤد: ۴۷۶۴، مسند احمد: ۱۲۵۴)

صحیح البخاری: ۶۹۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں خوارج کا ذکر ہے اور اس حدیث میں "الحروریۃ" کا ذکر ہے اور "الحروریۃ" بھی خوارج کو کہتے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالوہاب کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، وہ انصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد بن ابراہیم کا ذکر ہے، وہ التیمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ کا ذکر ہے، وہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں، اور اس حدیث کی سند میں عطاء بن یسار کا ذکر ہے۔

اس حدیث کی سند میں تین تابعین ایک درجہ کے ہیں، اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک ہے، اور یہ حدیث صحیح البخاری میں کئی جگہ گزر چکی ہے: علامات نبوۃ میں از ابوالیمان، کتاب الادب میں از عبدالرحمٰن بن ابراہیم اور کتاب فضائل القرآن میں از عبداللہ بن یوسف۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوسلمہ اور عطاء بن یسار نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔

امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ از ابوسلمہ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حروریہ کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے "میں نہیں جانتا کہ حروریہ کیا ہے؟"

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج کا قتال کیا تھا، پھر انہوں نے کیسے کہا کہ میں نہیں جانتا حروریہ کیا ہے؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس باب مذکور کے بعد جو باب ہے، اس کے اول میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کیا اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔۔۔۔ الحدیث۔ پس ان لوگوں نے حروریہ کو قتل کیا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ ان کا قتل کرنے والوں کے ساتھ تھے، پس یہاں انہوں نے کیسے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ حروریہ کیا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر جو انہوں نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا، اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو وہ مکمل عبارت یاد نہیں تھی جس کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صفات بیان فرمائی تھیں اور وہ صفات حروریہ میں بھی پائی جاتی ہیں جس سے اس پر دلالت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وصف بیان کیا ہے وہ حروریہ کا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اس امت میں ایک قوم نکلے گی، اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس امت سے قوم نکلے گی"۔

اس اعتراض کا جواب کہ دوسری احادیث میں مذکور ہے "اس امت سے ایک قوم نکلے گی"

اگر یہ سوال کیا جائے کہ امام طبرانی نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عنقریب میری امت سے ایک قوم نکلے گی، اور امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عنقریب میرے بعد میری امت سے ایک قوم نکلے گی، اور امام مسلم نے از زید بن وہب از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ میری امت سے ایک قوم نکلے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی جو یہاں حدیث ہے، اس میں امت سے مراد امتِ اجابت ہے اور امام مسلم کی روایت میں جو امت کا لفظ ہے اس سے مراد امت الدعوۃ ہے، رہی طبرانی کی حدیث تو وہ ضعیف ہے۔

الثوری نے کہا: اس میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام بہت فقیہ تھے اور الفاظ کی روایت کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے۔

نیز اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ خوارج کو کافر قرار دیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ وہ اس امت کے غیر سے ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے"۔

امام طبرانی نے از محمد بن عمرو از ابی سلمہ روایت کی ہے: وہ لوگ عبادت کریں گے اور تم میں سے کوئی ایک شخص اپنی نماز کو اور اپنے روزہ کو ان کی نمازوں اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر جانے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پس تیر مارنے والا اپنے تیر کی طرف دیکھے گا تو اس کے لوہے کے پھل اور پشتہ میں خون کا کوئی اثر نظر نہیں آئے گا"۔

خوارج کی نمازوں اور روزوں سے انہیں کوئی اجر حاصل نہیں ہوگا

اس مثال سے ان لوگوں کی عبادت کا حال بیان کرنا مقصود ہے کہ ان کی لمبی نمازوں اور روزوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ

ان کی عبادت کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جب قرآن مجید کی باطل تاویل کریں گے تو ان کو اپنی عبادت سے کوئی اجر حاصل نہیں ہوگا اور ان کو اس عبادت کے سبب سے کوئی ثواب حاصل نہیں ہوگا نہ اول میں، نہ وسط میں اور نہ آخر میں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۰۔۱۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَذَكَرَ الْحَرُورِيَّةَ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمر نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حروریہ کا ذکر کیا، تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ اسلام سے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۴، ۳۶۱۰، ۴۳۵۱، ۴۶۶۷، ۵۰۵۸، ۶۱۶۳، ۶۹۳۱، ۶۹۳۳، ۷۴۳۲، ۷۵۶۲، صحیح مسلم: ۱۰۶۴، سنن نسائی: ۲۵۷۸، سنن ابوداؤد: ۴۷۶۴، مسند احمد: ۱۲۵۴)

صحیح البخاری: ۶۹۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کا بعض حصہ ہے، سوا اس کے کہ اس حدیث میں ذکر تھا کہ وہ دین سے نکل جائیں گے اور یہاں پر ذکر ہے کہ وہ اسلام سے نکل جائیں گے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سلیمان، یہ ابوسعید الجعفی الکوفی ہیں جو مصر میں رہتے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن وہب، یہ عبداللہ بن وہب ہیں جو عمر سے روایت کرتے ہیں، سب نے اسی طرح بغیر نسبت کے ذکر کیا ہے اور یہ عمر بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب ہیں۔ اور یہ حدیث کتاب التفسیر میں سورۂ لقمان کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابُ: مَنْ تَرَكَ قِتَالَ الْخَوَارِجِ لِلتَّأَلُّفِ وَأَنْ لَا يَنْفِرَ النَّاسُ عَنْهُ

جس نے خوارج سے قتال کو الفت کی وجہ سے ترک کیا، اور اس لیے کہ لوگ اس سے متنفر نہ ہوں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ الفت (تالیف قلب) کی وجہ سے خوارج کے قتل کو ترک کرنا اور اس پر اس جملہ کا عطف ہے تاکہ لوگ ان سے متنفر نہ ہوں۔

صحیح بخاری کے شارح علامہ داؤدی (متوفی ۴۰۲ھ) نے کہا ہے کہ امام بخاری نے جو عنوان میں لکھا ہے "خوارج سے قتال ترک کرنا" یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس دن خوارج سے قتال نہیں ہوا تھا اور اگر امام بخاری کہتے کہ "لم یقتل" یعنی جس نے خوارج کو قتل نہیں کیا تو درست ہوتا اور خوارج کو "ذوالخویصرہ" کا نام دینا یہ بھی درست نہیں کیونکہ اس دن یہ نام نہیں تھا ان کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا۔

علامہ المہلب المالکی متوفی ۴۳۵ھ، نے کہا ہے کہ تالیف قلب ابتداء اسلام میں ہوتی تھی جب کہ اس کی ضرورت تھی تاکہ ان کے ضرر کو دور کیا جائے، لیکن اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو سربلند کر دیا ہے پس تالیف قلب لازم نہیں ہے، سوائے اس کے کہ تمام لوگوں کو اس کی ضرورت ہو اس وقت امام اور سربراہ ملک کے لیے تالیف قلب کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی المتوفی ۴۴۹ھ، نے کہا ہے کہ جو لوگ امت کے خلاف خروج کریں اور امت کی جمعیت کی لاٹھی کو توڑنے کی کوشش کریں ان کے خلاف خروج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

رہا ذوالخویصرہ تو شارع علیہ السلام نے اس کے قتل کرنے کو اس لیے ترک کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جہل کی وجہ سے اسے معذور قرار دیا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ اس کی قوم سے ایسے لوگ نکلیں گے جو دین سے نکل جائیں گے پس جب ایسے لوگ نکلیں تو ایسے لوگوں سے قتال کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ جَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ ذِي الْخُوَيْصِرَةِ التَّمِيمِيُّ فَقَالَ اعْدِلْ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يُنْظَرُ فِي قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ فِي نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ فِي رِصَافِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ فِي نَضِيِّهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ آيَتُهُمْ رَجُلٌ إِحْدَى يَدَيْهِ أَوْ قَالَ ثَدْيَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ قَالَ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ يَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَشْهَدُ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَشْهَدُ أَنَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی، از زہری، از ابی سلمہ، از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مال غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے تو عبداللہ بن ذوالخویصرہ التمیمی آیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! عدل کیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے جب میں عدل نہ کروں تو کون کرے گا؟ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن ماردوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ اس کے ایسے اصحاب ہیں کہ تم میں سے کوئی ان کے مقابلہ میں اپنی نماز کو حقیر جانے گا اور تم میں سے کوئی ان کے مقابلہ میں اپنے روزہ کو حقیر جانے گا، یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر اپنے شکار سے پار نکل جاتا ہے، تیر کے پر کو دیکھا جائے گا تو اس پر کوئی نشان نہیں ہوگا، پھر اس کے پشتہ کی طرف دیکھا جائے گا وہاں بھی کوئی نشان نہیں ہوگا، پھر اس

عَلِیًّا قَتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ جِیئَ بِالرَّجُلِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِی نَعَتَهُ النَّبِیُّ ﷺ قَالَ فَنَزَلَتْ فِیهِ ﴿ وَ مِنْهُمْ مَنْ یَلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ ﴾ (التوبہ:۵۸)

کی لکڑی کو دیکھا جائے گا وہاں بھی کوئی نشان نہیں ہوگا کیونکہ وہ تیر شکار کی لید، گوبر اور خون سب سے بغیر نشان کے آگے نکل گیا اسی طرح وہ لوگ اسلام سے بالکل نکل جائیں گے، ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا مرد ہوگا جس کے ایک ہاتھ پر عورت کی چھاتی کی طرح ابھرا ہوا گوشت ہوگا، یا فرمایا کہ وہ گوشت کے تھل تھل کرتے گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگا، ان لوگوں کا اس وقت ظہور ہوگا جب مسلمانوں میں افتراق ہوگا، حضرت ابوسعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، اور میں گواہی دیتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کیا اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، ان میں سے ایک ایسے شخص کو لایا گیا جیسی نبی ﷺ نے اس کی صفت بیان فرمائی ہے، اور انہوں نے کہا، انہی لوگوں سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے: ''اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو صدقات کی تقسیم میں آپ پر اعتراضات کرتے ہیں'' (التوبہ:۵۸)

(صحیح البخاری: ۳۳۴۴، ۳۶۱۰، ۴۳۵۱، ۴۶۶۷، ۵۰۵۸، ۶۱۶۳، ۶۹۳۱، ۶۹۳۳، ۷۴۳۲، ۷۵۶۲، صحیح مسلم: ۱۰۶۴، سنن نسائی: ۲۵۷۸، سنن ابوداؤد: ۴۷۶۴، مسند احمد: ۱۲۵۴)

صحیح البخاری: ۶۹۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ حدیث میں قتل کو ترک کرنے کا ذکر کیا ہے اور باب کے عنوان میں قتال کو ترک کرنے کا ذکر ہے، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب قتال کو ترک کیا جائے گا تو اس کو لازم ہے کہ قتل کو بھی ترک کیا جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، اور وہ الجعفی المسندی ہیں اور اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے اور وہ ابن یوسف الصنعانی ہیں، اور اس حدیث کی سند میں معمر کا ذکر ہے اور وہ ابن راشد ہیں اور اس حدیث کی سند میں الزہری کا ذکر ہے وہ محمد بن مسلم الشہاب الزہری ہیں اور اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ کا ذکر ہے اور وہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں اور اس حدیث کی سند

میں حضرت ابو سعید کا ذکر ہے، ان کا نام سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ہے۔
یہ حدیث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''بینا'' یہ اصل میں ''بین'' تھا، پھر اس کے آخر میں اشباع کے لیے الف کو بڑھا دیا گیا تو ''بینا'' ہو گیا اور کبھی اس میں ''میم'' کا اضافہ کیا جاتا ہے تو یہ ''بینما'' ہو جاتا ہے اور ان دونوں کے بعد جواب کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بینا النبی جاء عبداللہ بن ذی الخویصرہ''۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال کو تقسیم فرما رہے تھے اور انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ کون سا مال تقسیم فرما رہے تھے اور نہ یہ بیان کیا ہے کہ یہ مال کس وقت تقسیم فرما رہے تھے؟ رہا وہ مال جو تقسیم کیا گیا ہے تو وہ سونے کے ٹکڑے تھے جن کو حضرت علی بن ابی طالب نے یمن سے بھیجا تھا اور کتاب الادب حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی سند سے اسی طرح گزر چکا ہے اور رہی تقسیم تو وہ غزوۂ حنین کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار افراد کے درمیان اس مال کو تقسیم کیا تھا: (۱) اقرع بن حابس الحنظلی (۲) عیینہ بن حصن الفزاری (۳) علقمہ بن علاثہ العامری (۴) زید الخیر الطائی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: عبداللہ بن ذی الخویصرہ، یہ تمیم میں سے ایک مرد ہے اور اکثر نسخوں میں بلکہ تمام نسخوں میں یہ عبداللہ بن ذوالخویصرہ مذکور ہے بن کے اضافہ کے ساتھ۔

امام الثعلبی، امام الواحدی نے ''ابواب النزول'' میں محمد بن یحییٰ الذھلی کی سند سے از عبدالرزاق روایت کی ہے، پس کہا ہے کہ ابن ذی الخویصرہ التمیمی اور اس کا نام حرقوص بن زہیر ہے یہ خوارج کی اصل ہے، علامہ ابن الاثیر نے اسی پر اعتماد کیا ہے، پس انہوں نے الخویصرہ کا صحابہ میں شمار کیا ہے، اور امام ابوجعفر طبری نے کہا ہے کہ حرقوص بن زہیر صحابہ میں سے ہیں اور یہ ذکر کیا ہے کہ عراق کی فتوحات میں ان کا اثر تھا، اور یہ وہی ہیں جنہوں نے الاحواز کے بازار فتح کیے تھے، پھر حروریہ میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، پھر خوارج کے ساتھ ہو گئے اور انہی کے ساتھ ان کو قتل کیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن مار دوں۔

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ ''کتاب المغازی، باب بعث علی الی الیمن'' میں یہ گزرا ہے کہ اس قول کے قائل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں یعنی انہوں نے یہ کہا تھا کہ ''مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن مار دوں''۔

علامہ الکرمانی نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ حضرت عمر اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما دونوں نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کی ہو۔

''التوضیح'' میں علامہ ابن الملقن الشافعی (المتوفی ۸۰۴ھ) نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں یہ دلیل ہے کہ اس شخص کو قتل کرنا مباح تھا کیوں کہ شارع علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو زندہ رکھنا کسی علت کی وجہ سے جائز تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: ''جب شکار سے پار ہونے والے تیر کو دیکھا جائے گا تو نہ اس تیر کے پر میں خون میں سے کوئی چیز

لگی ہوگی اور نہ اس تیر کے پیکان میں سے کوئی چیز لگی ہوگی اور نہ تیر کی لکڑی میں سے کوئی چیز لگی ہوگی اور وہ تیر اس کے لید، گوبر اور خون میں سے اس طرح گزر جائے گا کہ اس تیر پر کوئی چیز لگی ہوئی نہیں ہوگی، اس تشبیہ سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے کہ وہ دین کے کسی وصف کے ساتھ متصف نہیں ہوں گے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ: "علی حین فرقۃ" یعنی یہ اس زمانے کا واقعہ ہے کہ جب لوگ فرقوں میں بٹ گئے تھے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ: "اس سے مراد جنگ صفین کا دن ہے"۔

اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ "ایک روایت میں ہے "علی خیر فرقۃ" یعنی اس زمانے کے افضل فرقہ میں"۔

اور قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ "اس فرقہ سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ہیں" یا اس سے مراد "خیر القرون" ہے اور وہ پہلا دور ہے۔

اور امام احمد نے از امام عبدالرزاق روایت کی ہے "حین فترۃ من الناس"۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: "واشھد ان علیا قتلھم"

اور شعیب کی روایت میں ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا۔

اور افلح بن عبداللہ کی روایت میں مذکور ہے کہ جس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو النہروان میں قتل کیا، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف قتل کرنے کی نسبت اس لیے ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ان کو قتل کرنے کا حکم دینے والے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: "ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں سے ایک کا ہاتھ ایسا ہوگا جیسے عورت کا پستان ہے" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ وصف کے مطابق وہ ایسا شخص تھا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس پر گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا اور میں ان کے ساتھ تھا، پس اس شخص کو بلانے کا حکم دیا گیا، اسے ڈھونڈا تو وہ اسی صفت میں پایا گیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صفت بیان کی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۳۔ ۱۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ حَدَّثَنَا يُسَيْرُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ لِسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ فِي الْخَوَارِجِ شَيْئًا قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ وَأَهْوَى بِيَدِهِ قِبَلَ الْعِرَاقِ يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یسیر بن عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج سے متعلق کچھ ارشاد فرمایا؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو عراق کی طرف جھکا کر فرمایا: "یہاں سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھے گی

اور قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے"۔

(صحیح البخاری: ۶۹۳۴، صحیح مسلم: ۱۰۶۸)

صحیح البخاری: ۶۹۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس باب کے عنوان میں خوارج کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی خوارج کا ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: عبدالواحد، یہ ابن زیاد ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے، الشیبانی، اور یہ ابو اسحاق سلیمان ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے، یسیر بن عمرو، یہ یُسر کی تصغیر ہے اور ان کو اُسیر بھی کہا جاتا ہے اور یہ بنو محارب بن ثعلبہ سے ہیں، یہ کوفہ میں رہتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ ان کو بھی شرف صحبت حاصل ہے اور صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں سہل بن حُنیف کا ذکر ہے، یہ ابن واحد الانصاری البدری رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے "کتاب الزکوٰۃ" میں از ابو بکر بن ابی شیبہ روایت کی ہے، اور امام نسائی نے اس حدیث کی "فضائل القرآن" میں از محمد بن آدم روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "واھوی بیدہ" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو عراق کی جہت کی طرف بڑھایا۔ اس حدیث میں مذکور ہے "یخرج منہ قوم" یہ قوم نجد سے نکلی تھی تمیمین کی جگہ سے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی (المتوفی ۴۴۹ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خوارج کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ المھلّب المالکی (المتوفی ۴۳۵ھ) وغیرہ نے کہا ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جب خوارج امام عادل (نیک سربراہِ ملک) کے خلاف خروج کریں اور مسلمانوں کی وحدت کی لاٹھی کو توڑیں اور مخالفت کا جھنڈا گاڑ دیں تو ان سے قتال کرنا واجب ہے اور ان کے خون "ھدر" ہیں یعنی ضائع ہیں اور جو ان میں سے شکست کھا جائے اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا اور ان کے زخمیوں کا علاج نہیں کیا جائے گا۔

امام مالک نے کہا ہے کہ: "اگر یہ خطرہ ہو کہ وہ لوٹ کر دوبارہ حملہ کریں گے تو ان میں سے بھاگنے والوں کا پیچھا کیا جائے گا اور

ان سے صرف اس لیے قتال کیا جائے گا کہ انہوں نے مسلمانوں کی جماعت کے خلاف بغاوت کی''۔

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) نے کہا ہے کہ:''اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خروج کے وقت ان کو قتل کرنے کی اجازت دی کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ'' آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی یہ نوعمر لوگ ہوں گے اور بے عقل ہوں گے،تمہارا ان سے جہاں بھی مقابلہ ہوتم ان کو قتل کر دو''۔اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ کے لیے اس وقت تک ان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک وہ امام اور سربراہ کے خلاف جنگ کرنا شروع نہ کریں یا ڈاکے شروع نہ کردیں۔امام طبری نے کہا کہ اس امت کے سلف صالحین اور متاخرین کا اس پر اجماع ہے۔

حسن بصری سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس کی رائے خوارج کی طرح تھی،حسن بصری نے کہا:لوگوں کا مدار ان کے اعمال پر ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کے اعتبار سے جزا دے گا۔

امام ابوجعفر طبری نے کہا کہ ہمارے نزدیک حسن بصری کا یہ قول ان لوگوں کے اعتبار سے ہے جن کی رائے خوارج کے موافق ہو اور وہ اپنی رائے کی وجہ سے ملت اسلام سے خارج نہ ہوئے ہوں لیکن جو اپنی رائے کی وجہ سے ملت اسلام سے خارج ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ضائع کردے گا۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۸۰،دار الکتب العلمیہ ،بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۸۔بَابُ:قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو جماعتیں آپس میں لڑیں جن کا دعویٰ یا عقیدہ ایک ہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ،اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ذکر کی گئی ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو جماعتیں آپس میں لڑیں جن کا دعویٰ یا عقیدہ ایک ہو،ان میں سے ایک جماعت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تھی اور دوسری جماعت حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی تھی۔

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ہے''دعوتھما'' اور ایک روایت ہے''دعواھما'' اور راجح قول کے مطابق دعویٰ سے مراد اسلام ہے یعنی دونوں جماعتیں اسلام کی مدعی تھیں۔دوسرا قول یہ ہے کہ ان میں سے ہر فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ حق پر ہے اور دوسرا فریق باطل پر ہے اور یہ دونوں کا اجتہاد تھا اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسی طرح واقع ہوا،اور یہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے۔

شارح بخاری علامہ داؤدی (المتوفی ۴۰۲ھ) نے کہا ہے،یہ دو جماعتیں ان شاء اللہ ایک جماعت تو اصحاب جمل تھے جیسا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا زعم تھا کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر دونوں نے ان کی بیعت کی تھی اور حضرت طلحہ اور حضرت

زبیر نے یہ زعم کیا تھا کہ الاشتر النخعی نے ان دونوں کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف چلنے پر مجبور کیا تھا اور کتاب وسنت نے باغی جماعت سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے جب اس کی بغاوت ظاہر ہو جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقٰتِلُوا الَّتِي تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ فَآءَتْ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوْا ۖ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (الحجرات:۹)

پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے گروہ سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرلے، پس اگر وہ رجوع کرلے تو ان میں عدل کے ساتھ صلح کرادو، اور انصاف سے کام لو، بے شک اللہ انصاف سے کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے ۝

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۵ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک ایسی دو جماعتیں قتال نہ کریں جن دونوں کا دعویٰ ایک ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۹۳۵، ۶۹۰۹، صحیح مسلم: ۱۵۷، سنن ترمذی: ۲۲۱۸، مسند امام احمد: ۷۱۸۷)

صحیح البخاری: ۶۹۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس باب کے عنوان میں اسی حدیث کا ذکر ہے جس کی اس باب میں روایت کی گئی ہے، سوائے اس کے کہ بعض احادیث میں ''فئتان'' کی جگہ ''طائفتان'' کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: علی، ان کا نام ہے علی بن عبد اللہ، یہ ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: سفیان، یہ سفیان بن عیینہ ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: ابوزناد، یہ عبد اللہ بن ذکوان ہیں، اور اس حدیث کی سند میں الاعرج کا ذکر ہے، یہ عبد الرحمن بن ہرمز ہیں اور اس حدیث کی سند میں ابوہریرہ کا ذکر ہے، یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جو صحابی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِی الْمُتَأَوِّلِينَ تاویل کرنے والوں کے متعلق احادیث کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ان احادیث کا بیان ہے جو تاویل کرنے والوں کے حق میں وارد ہیں۔ علماء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر تاویل کرنے والا اپنی تاویل میں معذور ہے اور اس کو ملامت نہیں کی جائے گی جب کہ اس کی تاویل عرب کے قواعد کے مطابق ہو، یا اس کو اس تاویل کے متعلق کسی دلیل کا علم ہو۔ کیا یہ نہیں دیکھا گیا کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو چادر سے پکڑ کر گھسیٹا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملامت نہیں کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے اجتہاد کی وجہ سے معذور قرار دیا، اسی طرح اس باب کی احادیث میں آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۶۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدٍ الْقَارِيَّ أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا هُوَ يَقْرَؤُهَا عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَذٰلِكَ فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ فَانْتَظَرْتُهُ حَتّٰى سَلَّمَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ أَوْ بِرِدَائِي فَقُلْتُ مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّورَةَ قَالَ أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم قُلْتُ لَهُ كَذَبْتَ فَوَاللهِ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَقْرَأَنِي هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَؤُهَا فَانْطَلَقْتُ أَقُودُهُ إِلٰى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ بِسُورَةِ الْفُرْقَانِ عَلٰى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا وَأَنْتَ أَقْرَأْتَنِي سُورَةَ الْفُرْقَانِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ اقْرَأْ يَا هِشَامُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَؤُهَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم هٰكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم

امام ابوعبداللہ نے کہا: اور اللیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی، از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ: حضرت المسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رضی اللہ عنہما ان دونوں نے خبر دی کہ ان دونوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم سے سنا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں سورۃ الفرقان پڑھ رہے تھے، پس میں نے ان کے قرآن پڑھنے کو غور سے سنا، سو وہ ایسے کثیر حروف پر قراءت کر رہے تھے جن حروف پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قرآن نہیں پڑھایا تھا، پس قریب تھا کہ میں ان کو نماز میں پکڑ لیتا، پھر میں نے ان کا انتظار کیا حتیٰ کہ انہوں نے سلام پھیر دیا، پھر میں نے ان کو ان کی چادر سے یا اپنی چادر سے پکڑ کر گھسیٹا، پھر میں نے کہا: آپ کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت پڑھائی ہے، میں نے ان سے کہا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں، پس اللہ کی قسم! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ سورت پڑھائی ہے جس سورت کو آپ سے پڑھتے ہوئے میں نے سنا ہے، پس میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، پھر میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس شخص کو

اقْرَأْ یَا عُمَرُ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هَكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔

سورۃ الفرقان ان حروف پر پڑھتے ہوئے سنا ہے جن حروف پر آپ نے مجھے یہ سورت نہیں پڑھائی، اور آپ نے مجھے سورۃ الفرقان پڑھائی ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اے عمر! اے ہشام تم! پڑھو، تو ہشام نے اسی طرح پڑھا جس طرح میں نے ان سے پڑھتے ہوئے سنا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح یہ سورت نازل کی گئی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تم پڑھو، پس میں نے پڑھا تو آپ نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے، پھر آپ نے فرمایا: یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، پس تم کو جو حروف آسان ہوں اس پر پڑھو"۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۹، ۴۹۹۲، ۵۰۴۱، ۶۹۳۶، ۷۵۵۰، صحیح مسلم: ۸۱۸، سنن ترمذی: ۲۹۴۳، سنن نسائی: ۹۳۷، سنن ابی داؤد: ۱۴۷۵، مسند احمد: ۲۷۹، موطا امام مالک: ۴۷۲)

صحیح البخاری: ۶۹۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس لحاظ سے ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کی تکذیب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مواخذہ نہیں فرمایا اور نہ اس پر مواخذہ فرمایا کہ انہوں نے ان کو چادر سے پکڑ کر گھسیٹا تھا بلکہ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کی قراءت کی تصدیق کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے قراءت کے انکار کرنے پر معذور قرار دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: ابوعبداللہ، یہ خود امام بخاری ہیں اور صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں یہ مذکور نہیں ہے بلکہ عنوان کے بعد لکھا ہے: اللیث نے کہا اور یہ امام بخاری کی تعلیق ہے۔

یہ حدیث "کتاب الاشخاص" میں باب "کلام الخصوم بعضھم فی بعض" میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی از عبداللہ بن یوسف از امام مالک از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از عبدالرحمٰن بن عبدالقاری روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا............ اور اس حدیث میں حضرت المسور بن المخرمہ کا ذکر نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اساور ہ'' اس کا معنی ہے ''میں ان پر جھپٹ رہا تھا یا ان پر حملہ کر رہا تھا اور اس کا مصدر ''السورہ'' ہے اور اس کا معنی ہے ''پکڑنا''۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ثم لببته'' یہ لفظ ''باب تفعیل'' سے ہے، اور اس کا معنی ہے ''لڑائی کے وقت سینے کے پاس کپڑوں کو جمع کر کے پکڑنا''۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''علی سبعة احرف'' اس کا معنی ہے ''سات لغات پر'' اور وہ تمام لغات میں زیادہ فصیح ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حرف سے مراد اعراب ہے، کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے مجھے عاصم کے حرف پر پڑھایا، یعنی امام عاصم نے جس حروف کو اختیار کیا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد توسیع اور تسہیل ہے اور سات حروف میں حصر نہیں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ سات قراءات ہیں، اور ان میں سے ہر قراءت ان قراءات میں سے نہیں ہے بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ ساتوں قراءاتِ فصیحہ سے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۶۔ ۱۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۷۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ ح و حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضى الله عنه قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام: ۸۲) شَقَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالُوا أَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْسَ كَمَا تَظُنُّونَ إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللهِ ۗ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝﴾ (لقمان: ۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی ح اور ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم، از علقمہ، از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: جب یہ آیت نازل ہوئی: ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملایا'' (الانعام: ۸۲) تو نبی ﷺ کے اصحاب پر یہ آیت دشوار گزری، انہوں نے کہا ہم میں سے وہ کون ہے جس نے اپنی جان پر ظلم نہیں کیا؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس آیت کا معنیٰ وہ نہیں ہے جو تم گمان کر رہے ہو، اس آیت کا وہ معنیٰ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: ''اے میرے پیارے بیٹے! تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے ۝'' (لقمان: ۱۳)

(صحیح البخاری: ۳۲، ۳۳۶۰، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۴۶۲۹، ۴۷۷۶، ۶۹۱۸، صحیح مسلم: ۱۲۴، سنن ترمذی: ۳۰۶۷، مسند احمد: ۳۵۸۹)

صحیح البخاری: ۶۹۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے الانعام ۸۲ میں ظلم کو عام معنیٰ پر محمول کیا حتیٰ کہ ظلم ہر نافرمانی کو شامل ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی اس تاویل پر ان سے مواخذہ نہیں فرمایا بلکہ ان کو معذور فرمایا کیوں کہ یہ تاویل بھی ظاہر ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ظلم سے مراد وہ نہیں ہے جو صحابہ نے تاویل کی ہے بلکہ ظلم سے مراد کامل ظلم یعنی شرک ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

امام بخاری نے اس حدیث کی دو سندوں سے روایت کی ہے، ایک سند ہے: از اسحاق بن ابراہیم جو کہ ابن راہویہ کے نام سے مشہور ہیں، از وکیع بن الجراح از سلیمان از اعمش اور دوسری سند ہے: از یحییٰ بن موسیٰ بن عبدربہ جن کو "خت" کہا جاتا ہے۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں، از وکیع از الاعمش از ابراہیم عن نخعی از علقمہ بن قیس۔

اس حدیث کے تمام رجال کوفی ہیں اور یہ حدیث "کتاب استتابۃ المرتدین" کے شروع میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ غَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ رَجُلٌ أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَّا ذَلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَلَا تَقُولُوهُ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ قَالَ بَلَى قَالَ فَإِنَّهُ لَا يُوَافَى عَبْدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ النَّارَ۔ (صحیح مسلم: ۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی، از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع رضی اللہ عنہما نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو ایک مرد نے کہا، مالک بن الدخشن کہاں ہے؟ پس ہم میں سے ایک مرد نے کہا: وہ منافق ہے، اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کے متعلق نہیں کہتے کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے کہتا ہے: اللہ کے سوا عبادت کا کوئی مستحق نہیں اور اس کلمہ سے اللہ عزوجل کی رضا کا ارادہ کرتا ہے؟ اس صحابی نے کہا: کیوں نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جو بندہ بھی اس کلمہ کو پورا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس بندہ کے اوپر جہنم کو حرام کر دے گا۔

صحیح البخاری: ۶۹۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جن لوگوں نے حضرت مالک بن الدخشن کے متعلق جو کہا سو کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قائلین سے مواخذہ نہیں کیا بلکہ یہ بیان فرمایا کہ: اسلام کے احکام ظاہر پر موقوف ہوتے ہیں باطن پر موقوف نہیں ہوتے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے، عبدان، اور یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔ الخ

یہ حدیث ''کتاب الصلوٰۃ'' کے باب ''المساجد فی البیوت'' میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''الدخشن'' اس میں دال پر پیش ہے خاء ساکن ہے اور شین پر پیش ہے پھر نون'' اور یہ لفظ ''الدخشم'' بھی آیا ہے یعنی نون کی جگہ میم ہے اور کبھی اس کی تصغیر بھی آتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''لا تقولوہ'' یہ نہی کا صیغہ ہے اور المستملی اور السرخسی کی روایت میں ہے ''ان لا تقولوہ''۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اسی طرح روایت ہے اور صحیح لفظ یہ ہے ''تقولونہ'' یعنی تم اس کو گمان کرتے ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

'' قول کی تشریح ظن کے ساتھ کرنے میں اعتراض ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ قول رویت یا سماع کے معنیٰ میں ہے''۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ قول، ظن کے معنیٰ میں بہ کثرت آتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''لا یوافی'' اور ایک روایت میں ہے ''لن یوافی'' یعنی کوئی شخص ہرگز یہ قول نہیں کہے گا مگر اللہ تعالیٰ اس کے اوپر دوزخ کی آگ کو حرام کر دے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ فُلَانٍ قَالَ تَنَازَعَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَحِبَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لِحِبَّانَ لَقَدْ عَلِمْتُ مَا الَّذِي جَرَّأَ صَاحِبَكَ عَلَى الدِّمَاءِ يَعْنِي عَلِيًّا قَالَ مَا هُوَ لَا أَبَا لَكَ قَالَ شَيْءٌ سَمِعْتُهُ يَقُولُهُ قَالَ مَا هُوَ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالزُّبَيْرَ وَأَبَا مَرْثَدٍ وَكُلُّنَا فَارِسٌ قَالَ انْطَلِقُوا حَتّٰى تَأْتُوا رَوْضَةَ حَاجٍ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ هٰكَذَا قَالَ أَبُو عَوَانَةَ حَاجٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی، از حصین، از فلان، انہوں نے کہا: ابوعبدالرحمٰن اور حبان بن عطیہ نے جھگڑا کیا، پس ابوعبدالرحمٰن نے حبّان سے کہا: بے شک میں خوب جانتا ہوں کس چیز نے تمہارے صاحب کو خون بہانے پر دلیر کیا، اس سے مراد ان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، حبّان نے کہا: وہ کیا چیز ہے تمہارا باپ نہ رہے؟ ابوعبدالرحمٰن نے کہا: ایک بات میں نے اسے کہتے ہوئے سنا ہے، حبان نے

فَإِنَّ فِيهَا امْرَأَةً مَعَهَا صَحِيفَةٌ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ فَأْتُونِي بِهَا فَانْطَلَقْنَا عَلَى أَفْرَاسِنَا حَتَّى أَدْرَكْنَاهَا حَيْثُ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ تَسِيرُ عَلَى بَعِيرٍ لَهَا وَقَدْ كَانَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ بِمَسِيرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَيْهِمْ فَقُلْنَا أَيْنَ الْكِتَابُ الَّذِي مَعَكِ قَالَتْ مَا مَعِي كِتَابٌ فَأَنَخْنَا بِهَا بَعِيرَهَا فَابْتَغَيْنَا فِي رَحْلِهَا فَمَا وَجَدْنَا شَيْئًا فَقَالَ صَاحِبَايَ مَا نَرَى مَعَهَا كِتَابًا قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ عَلِمْنَا مَا كَذَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ حَلَفَ عَلِيٌّ وَالَّذِي يُحْلَفُ بِهِ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَأُجَرِّدَنَّكِ فَأَهْوَتْ إِلَى حُجْزَتِهَا وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ فَأَخْرَجَتِ الصَّحِيفَةَ فَأَتَوْا بِهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ خَانَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ دَعْنِي فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَا حَاطِبُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا لِي أَنْ لَا أَكُونَ مُؤْمِنًا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَلَكِنِّي أَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ لِي عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يُدْفَعُ بِهَا عَنْ أَهْلِي وَمَالِي وَلَيْسَ مِنْ أَصْحَابِكَ أَحَدٌ إِلَّا لَهُ هُنَالِكَ مِنْ قَوْمِهِ مَنْ يَدْفَعُ اللهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ قَالَ صَدَقَ لَا تَقُولُوا لَهُ إِلَّا خَيْرًا قَالَ فَعَادَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ خَانَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ دَعْنِي فَلِأَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ أَوَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ أَوْجَبْتُ لَكُمُ الْجَنَّةَ فَاغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ خَاخٍ أَصَحُّ وَلَكِنْ كَذَا قَالَ أَبُو عَوَانَةَ حَاجٍ وَحَاجٍ تَصْحِيفٌ وَهُوَ مَوْضِعٌ وَهُشَيْمٌ يَقُولُ خَاخٍ۔

کہا: وہ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور حضرت زبیر کو اور حضرت ابومرثد کو بھیجا اور ہم سب گھوڑے پر سوار تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ جاؤ حتیٰ کہ تم لوگ حاج کے باغ پر پہنچ جاؤ، ابوسلمہ نے کہا: ابوعوانہ نے اسی طرح حاج کا لفظ کہا ہے، پس بے شک اس باغ میں ایک عورت ہوگی، اس کے پاس ایک خط ہوگا جو حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین کی طرف لکھا ہے، تم وہ خط میرے پاس لے آؤ، پس ہم لوگ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے، حتیٰ کہ ہم نے اس عورت کو وہاں پالیا جہاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، وہ اپنے ایک اونٹ پر جارہی تھی، اور اس مکتوب میں حاطب نے اہل مکہ کی طرف لکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان پر حملہ کرنے کے لیے آرہے ہیں، پس ہم نے اس عورت سے کہا: وہ مکتوب تمہارے پاس کہاں ہے؟ اس عورت نے کہا: میرے پاس کوئی مکتوب نہیں ہے، ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھایا، پھر ہم نے اس کے کجاوے میں تلاش کیا، تو ہم نے وہاں کسی چیز کو نہیں پایا، پس میرے دونوں صاحبوں نے کہا: ہم اس کے پاس کوئی چیز نہیں دیکھتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک ہمیں یقین ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ نہیں بولا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی جس ذات کی قسم کھائی جاتی ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم ضرور وہ خط نکالو ورنہ میں تمہارے کپڑے اتار دوں گا، تو اس عورت نے اپنے تہہ بندی کی گرہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس نے ایک چادر کو تہہ بند کے طور پر باندھا، پھر اس نے ایک صحیفہ نکالا، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اس صحیفہ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس شخص نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مومنین سے خیانت کی، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حاطب! تم نے جو کام کیا ہے،

اس پر تمہیں کس نے برانگیختہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والا نہ رہوں لیکن میں نے یہ ارادہ کیا کہ کفار کی قوم پر میرا کوئی احسان ہو جائے جس احسان کی وجہ سے میں اپنے گھر والوں اور اپنے مال کے لیے مدافعت کر سکوں، اور آپ کے اصحاب میں سے جو بھی ہیں ان کا وہاں اس قوم سے ایسا تعلق ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے اہل اور مال کو ضرر سے دور کر دے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا اور تم ان کے متعلق اچھائی کے سوا کوئی بات نہ کرو، راوی نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بات دہرائی اور کہا: اس شخص نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے خیانت کی، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ شخص اہل بدر سے نہیں ہے؟ اور تمہیں کیا پتا اللہ تعالیٰ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا، پس فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہارے لیے جنت کو واجب کر دیا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے کہا:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔

ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا: ''خاخ'' اصح ہے لیکن ابو عوانہ نے اسی طرح کہا ہے: ''حاج'' اور ''حاج'' تصحیف ہے اور وہ ایک جگہ کا نام ہے، اور ہشیم بھی ''خاخ'' کہتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۰۸۱، ۳۹۸۳، ۴۲۷۴، ۴۸۹۰، ۶۲۵۹، صحیح مسلم: ۲۴۹۴، سنن ترمذی: ۳۳۰۵، سنن ابی داؤد: ۲۶۵۰، مسند احمد: ۶۰۱)

صحیح البخاری ۶۹۳۹: کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے ''تاویل کرنے والوں کا بیان'' اور اس حدیث میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی تاویل کا ذکر ہے کہ انہوں نے اہل مکہ کی طرف خفیہ طریقے سے ایک مکتوب

بھیجا اور اس مکتوب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ پر حملہ کرنے کی خبر دی اور اس کی یہ تاویل کی تا کہ اہل مکہ پر ان کا احسان ہو جائے اور اہل مکہ جنگ کے دوران اس احسان کی وجہ سے ان کے گھر والوں اور ان کے املاک کی طرف سے مدافعت کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس تاویل کو صحیح قرار دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعوانہ، یہ الوضح الیشکری ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: از حصین، اس لفظ میں حاء پر پیش ہے اور صاد پر زبر ہے، یہ ابوعبدالرحمٰن السلمی ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: از فلان، علامہ الکرمانی نے کہا: فلان سے مراد سعد بن عبیدہ ہیں، یہ تصغیر ہے اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحمزہ، یہ ابوعبدالرحمٰن السلمی کے داماد ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں فلاں کا لفظ مبہم ہے اور ''کتاب الجہاد'' میں ہشام نے اور ''کتاب الاستئذان'' میں عبداللہ بن ادریس نے ان کا نام سعد بن عبیدہ لکھا ہے اور کرمانی اس پر مطلع نہیں ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے کہا کہ کہا گیا ہے کہ وہ سعد بن عبیدہ ہیں اور سعد تابعی ہیں جو صحابہ کی جماعت سے روایت کرتے ہیں، ان صحابہ میں سے حضرت ابن عمر اور حضرت البراء رضی اللہ عنہم ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''تنازع ابوعبدالرحمٰن'' یہ السلمی مذکور ہیں، عفان کی روایت میں اس کی تصریح ہے اور حبان میں حاء کی نیچے زیر ہے اور ابوعلی الجیانی نے کہا ہے کہ بعض راویوں نے کہا کہ حاء پر زبر ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ یہ وہم ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ: ''میں کہتا ہوں کہ المزی نے حبان میں حاء کے کسرہ کو نقل کیا ہے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''لقد علمت ما الذی جرء صاحبك علی الدماء'' جرء کا لفظ ''جرأۃ'' سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے ''کسی چیز کا اقدام کرنا''۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''یعنی علیا'' اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خون ریزی پر ابھارا۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف قتل کرنے کی نسبت کرنا کس طرح جائز ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ: ان کی غرض یہ تھی کہ جب ان کو یقین تھا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ اہل جنت میں سے ہیں اور انہوں نے یہ جان لیا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا ہو گئی جس کو قیامت کے دن معاف کر دیا جائے گا۔ (اسی طرح اگر ان سے بھی اہل شام کے قتال کے معاملے میں اجتہادی خطا ہو گئی تو اس کو قیامت کے دن معاف کر دیا جائے گا۔)

اس حدیث میں مذکور ہے: ''لا ابا لك'' اہل عرب اپنے محاورات میں اس جملے کو استعمال کرتے ہیں اور اس سے حقیقتاً دعا کا ارادہ نہیں کرتے اور یہ اس جگہ پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں پر مخاطب کے کسی قول یا فعل کو بعید قرار دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''قال بعثنی'' یعنی ابوعبدالرحمٰن نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا اور اس جملے کو ساقط کر دیا اور اصل عبارت یوں ہے کہ: ''ابوعبدالرحمٰن نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا اور حضرت الزبیر کو بھیجا اور ابومرثد کو بھیجا۔

اور ''کتاب الجھاد'' کے ''باب الجاسوس'' میں مذکور ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا اور حضرت الزبیر کو اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو، علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ قلیل کے ذکر سے کثیر کی نفی نہیں ہوتی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فارس'' یعنی گھوڑے پر سواری کرنے والے۔

روضہ حاج کا محل وقوع

اس حدیث میں مذکور ہے: ''روضۃ حاج'' اس لفظ میں حاء اور جیم ہے اور یہ جگہ مکہ کے قریب ہے، اور ''التوضیح'' میں مذکور ہے کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ جگہ مدینہ کے قریب ہے، اور علامہ الواقدی نے کہا ہے کہ یہ جگہ ذوالحلیفہ کے قریب ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ جگہ مدینہ سے ۱۲ (بارہ) میل کے فاصلہ پر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''قال ابوسلمہ'' یہ موسیٰ بن اسماعیل ہیں جو امام بخاری کے شیخ ہیں جن کا اس سند میں ذکر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ھکذا قال ابوعوانہ'' یہ اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''حاج'' علامہ نووی نے کہا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ یہ ابوعوانہ کی غلطی ہے اور گویا کہ اس نے اوپر یہ جگہ دوسری جگہ سے مشتبہ ہو گئی، جس جگہ کو ''ذاتِ حاج'' کہا جاتا ہے اور یہ جگہ مدینہ اور شام کے درمیان ہے جہاں پر حج کرنے والے جاتے ہیں اور علامہ السہیلی کا یہ زعم ہے کہ ھشیم بھی حاج کہتے تھے اور یہ ان کا وہم ہے اور زیادہ صحیح یہ لفظ ''خاخ'' ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''تسیر'' یہ لفظ ''السیر'' سے ماخوذ ہے جو اس عورت سے حال واقع ہے جس کے ساتھ مکتوب تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ثم حلف علی والذی یحلف بہ'' یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس طرح قسم کھائی اللہ کی قسم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جس لفظ کے ساتھ قسم کھاتے تھے وہ لفظ اللہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''او لاجردنك'' یعنی میں تمہارے کپڑے اتار دوں گا حتیٰ کہ تم برہنہ ہو جاؤ گی اور ''او'' بمعنی ''الیٰ'' ہے اس کا معنی ہے ''ورنہ''، جیسے کہا جاتا ہے ''لالزمنك و تقتضینی'' یعنی میں تم کو لازم رکھوں گا حتیٰ کہ تم میرا حق ادا کر دو۔

جس عورت سے مکتوب برآمد ہوا تھا اس کا تذکرہ

اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ عورت مسلمان تھی یا اپنی قوم کے دین پر تھی، پس اکثر اس پر متفق ہیں کہ یہ عورت اپنی قوم کے دین پر تھی، اور اس کا شمار ان لوگوں میں کیا گیا جن کے خون کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن رائیگاں قرار دیا اور یہ عورت گانے والی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا کیوں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ہجو گاتی تھی۔

علامہ الواقدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ عورت قبیلہ مزینہ سے تھی، اور اس جگہ کے رہنے والوں کو ''اہل العرج'' کہا جاتا ہے اور یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے قریب ایک بستی ہے، اور الثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ یہ عورت ابوصیفی بن عمرو بن ہشام بن عبد مناف کی باندی تھی، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عورت بنو اسد بن عبد العزیٰ کی باندی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عورت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی باندیوں میں سے تھی، اور مقاتل بن حیان کی تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے ان کو دس دینار دیے تھے اور ایک چادر پہنائی تھی۔ علامہ الواحدی نے کہا ہے کہ جب یہ عورت مدینہ آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تو مسلمان ہو کر آئی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، لیکن اس نے جھگڑا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تو قریش کے نوجوانوں سے بچ گئی؟ اور یہ گانے والی تھی، اس عورت

نے کہا کہ: واقعہ بدر کے بعد میں نے کسی سے کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ پس اس کے پاس حضرت حاطب رضی اللہ عنہ آئے اور اس کو ایک مکتوب دیا کہ وہ یہ اہل مکہ کو دے، اور اس مکتوب میں لکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو تم احتیاطی تدابیر کر لو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "فاھوت" یعنی اس عورت نے اپنے آپ کو جھکایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "الی حجزتھا" حجزہ کہتے ہیں "تہہ بند باندھنے کی جگہ" کو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "وھی محتجزۃ بکساء" یعنی اس عورت نے چادر کو اپنی کمر کے وسط میں باندھا ہوا تھا اور اس عورت نے تہہ بند باندھنے کی جگہ سے اس مکتوب کو نکالا اور "باب الجاسوس" میں یہ گزر چکا ہے کہ اس عورت نے مکتوب کو اپنے سر کے بالوں کے گچھے سے نکالا تھا۔

علامہ الکرمانی نے ان دونوں احادیث کی تطبیق میں یہ لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس عورت نے پہلے اس مکتوب کو تہہ بند کی گرہ میں چھپایا ہو، پھر اس کو سر کے بالوں کے گچھے میں چھپایا ہو، پھر وہاں سے بھی نکالنے پر مجبور ہوگئی ہو یا معاملہ اس کے برعکس ہو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر اصحاب اس عورت کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "فاذا فیہ" یعنی اس مکتوب میں یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ مکتوب حاطب کی طرف سے اہل مکہ کے مشرکین کی جانب ہے۔ علامہ الواقدی نے ان اہل مکہ کے نام بھی لکھے ہیں اور ایک روایت میں ہے: سہیل بن عمرو العامری، عکرمہ بن ابی جہل المخزومی اور سفیان بن امیہ الجمحی کے اسماء تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "مالی ان لا اکون مومنا باللہ و رسولہ؟" اور عبد الرحمٰن بن حاطب کی روایت میں ہے، سنو اللہ کی قسم! جب سے میں نے دین اسلام قبول کیا ہے میں نے اللہ کے متعلق کوئی شک نہیں کیا ہے، اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ بے شک میں ضرور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کرنے والا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "ید" یعنی میں چاہتا تھا کہ میرا اہل مکہ پر یہ احسان ہو جائے جس کی بنا پر میں اہل مکہ سے اپنے اہل اور مال کی حفاظت کر سکوں اور دوسری روایت میں ہے، انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے اہل اور مال سے زیادہ محبوب ہیں، اور عبد الرحمٰن بن حاطب کی روایت میں ہے، انہوں نے کہا: لیکن میں تم میں ایک اجنبی مرد ہوں اور مکہ میں میرے بیٹے اور بہنیں ہیں تو میں نے اہل مکہ کی طرف یہ خط لکھا تا کہ میں ان کی حفاظت کر سکوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "قال صدق" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: حاطب نے سچ کہا۔ پس ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کلام سے پہچان لیا ہو کہ وہ سچ کہہ رہے ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے جان لیا کہ وہ سچ کہہ رہے ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے عذر کی تصدیق فرمادی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ان کو قتل کرنے کا کیوں کہا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: "فعاد عمر" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے پہلے کلام سے لوٹے (کہ

یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں)۔

اس جگہ یہ اشکال ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی تصدیق فرمادی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اپنے کلام کو کیوں دہرایا؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے عذر کی تصدیق کرنا ان سے قتل کی سزا کو دور نہیں کرتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اولیس من اھل بدر؟'' اور الحارث کی روایت میں ہے: ''کیا یہ بدر میں حاضر نہیں ہوا؟''۔ اور حارث کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، لیکن اس نے اپنے عہد کو توڑا اور آپ ﷺ کے خلاف آپ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اعملوا ما شئتم فقد اوجبت لکم الجنۃ'' علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر کار اہل بدر کی مغفرت فرمادے گا، ورنہ اگر ان میں سے کسی ایک پر حد واجب ہوئی تو دنیا میں اس پر وہ حد قائم کی جائے گی، اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان پر حد قائم کرنے پر اجماع ہے، اور نبی ﷺ نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر حد قذف لگائی حالاں کہ وہ بدری صحابی تھے۔

اہل بدر کا جنتی ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ان سے ان کی دنیاوی تقصیرات پر مواخذہ نہ کیا جائے

''التوضیح'' میں علامہ ابن الملقن نے کہا ہے کہ بعض اہل بدعت نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور ان پر حد قذف لگائی گئی تو انہوں نے کہا: حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر حد قذف لگانے کا واقعہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ وہ بدری صحابی تھے اور چاہیے تھا کہ ان پر حد قذف نہ لگائی جاتی جیسا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ پر حد نہیں لگائی گئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اصحاب بدر سے آخرت کا عذاب معاف کر دیا جائے گا نہ یہ کہ دنیا کا عذاب بھی ان پر معاف کر دیا گیا اور اس پر اجماع ہے کہ اہل بدر میں سے جس نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا، جس کی وجہ سے اس پر اللہ تعالیٰ کے لیے حد واجب ہوتی ہو یا مخلوق کے لیے اس پر حد واجب ہوتی ہو مثلاً انہوں نے کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائی یا کسی مسلمان مرد کو زخمی کیا یا قتل کیا تو اس پر حد بھی ہے اور قصاص بھی ہے اور کسی نافرمان کو دنیا میں معاف کر دینا اور اس پر حدود کو قائم کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کو آخرت میں عذاب دیا جائے گا، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو اور حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس توبہ کو تمام روئے زمین والوں پر تقسیم کیا جائے تو یہ توبہ گنجائش رکھتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فاغرورقت عیناہ'' یہ لفظ ''اغریراق'' سے ماخوذ ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ ''خاخ'' کا لفظ زیادہ صحیح ہے لیکن ابوعوانہ نے اسی طرح ''حاج'' کہا ہے اور حاج غلط ہے اور یہ ایک جگہ کا نام ہے اور حشیم خاخ کہتے تھے۔

اور علامہ السہیلی نے بھی اسی کو وثوق سے کہا ہے اور اس کی تائید یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب الجہاد'' میں روایت کیا ہے تو وہاں ''روضۃ کذا'' کہا ہے اگر یہ لفظ ''روضۃ حاج'' ہوتا تو کنایہ نہ کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۹۔ ۱۴۳،

دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۳۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اگر کوئی مومن اتنے نیک کام کرے کہ اس کے لیے جنت کی بشارت دی جائے، تب بھی وہ گناہ میں واقع ہونے سے معصوم نہیں ہوتا، کیونکہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ان مومنین میں داخل تھے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت کو واجب کر دیا ہے، اور پھر بھی ان سے وہ کام واقع ہوا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کی آپ کے مخالفین اہلِ مکہ کو خبر دی۔

(۲) اس باب کی چوتھی حدیث میں اہلِ بدر کے لیے یہ بشارت ہے کہ "تم جو چاہو کرو"۔

بعض علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ اہلِ بدر اب کوئی معصیت نہیں کر سکتے تھے، لیکن یہ درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو راز کفار تک پہنچائے تو یہ ان کی معصیت تھی، حالانکہ وہ بھی اہلِ بدر سے ہیں اور ان کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

(۳) اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو مسلمان سے گناہ کے صدور کی وجہ سے اس کی تکفیر کرتے ہیں اور ان لوگوں کا رد ہے جو مسلمان سے معصیت کے صدور کی بناء پر اس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اور ان لوگوں کا بھی رد ہے جو کہتے ہیں کہ مسلمان سے معصیت ہو تو اس کو لامحالہ عذاب ہوگا، کیونکہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے معصیت سرزد ہوئی، اس کے باوجود ان کا شمار مسلمانوں میں ہے اور اس حدیث میں ان کے لیے جنت کی بشارت ہے۔

(۴) جس مسلمان سے کوئی خطاء واقع ہو جائے تو اسے اس خطاء کا انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کا اعتراف کرنا چاہیے، اور اس خطاء کے اوپر اپنے عذر کو پیش کرنا چاہیے، تاکہ دو گناہ جمع نہ ہوں، کیونکہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مکہ کی طرف ان کے مکتوب لکھنے کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے انکار نہیں کیا بلکہ اپنا عذر بیان کیا۔

(۵) میں کہتا ہوں کہ اگر قاضی کسی مسلمان سے اس کے کسی فحش کام کے ارتکاب کے متعلق تحقیق کرے تو اسے اپنے نفس پر پردہ رکھنا چاہیے، کیونکہ ارتکابِ فحش ایک معصیت ہے اور اس کا اظہار دوسری معصیت ہے، اور ایسے مواقع پر جھوٹ بولنے کی اجازت ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(۶) حق کے اظہار کے لیے اور تلاشی مکمل کرنے کے لیے کسی کو دھمکانا اور ڈرانا جائز ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سارہ سے کہا کہ "اگر تم نے وہ مکتوب نہیں نکالا تو ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے"۔

(۷) جاسوس کی پردہ دری کرنا جائز ہے۔

(۸) فقہاء مالکیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جاسوس کو قتل کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس اجازت کو صرف اس لیے مسترد کیا کہ حضرت حاطب

رضی اللہ عنہ اہلِ بدر سے تھے۔ اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جاسوس کو اس وقت قتل کرنا جائز ہے جب اس سے بار بار اس فعل کا صدور ہو۔ اور امام مالک سے معروف یہ ہے کہ امام اس مسئلہ میں اجتہاد کرے۔ اور امام طحاوی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ مسلمان جاسوس کا خون مباح نہیں ہے۔ اور اکثر فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ جاسوس پر تعزیر لگائی جائے گی، اور اگر وہ جاسوس معزز لوگوں میں سے ہو تو اس کو معاف کر دیا جائے گا۔ اسی طرح الاوزاعی نے کہا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اس کو سخت سزا دی جائے گی اور لمبے عرصہ تک اس کو قید میں رکھا جائے گا۔

(۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو معزز اور باوقار لوگ ہوں، ان کی لغزش کو معاف کر دینا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی لغزش کو معاف کر دیا تھا۔ اور امام ابوجعفر طبری نے کہا ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو اس لیے معاف کر دیا تھا کہ انہوں نے سچ بولا اور اپنی لغزش کا عذر پیش کیا اور ہر جاسوس اس طرح نہیں ہوتا۔

(۱۰) علامہ قرطبی نے کہا ہے: یہ امام طبری کی خطاء ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام اپنے بندوں میں ظاہر پر جاری ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقین کی یہ خبر دی تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور اس کے باوجود ان کے قتل کو مباح نہیں کیا، کیونکہ وہ اسلام کو ظاہر کرتے تھے، اسی طرح ہر وہ شخص جو اسلام کو ظاہر کرے، اس کے اوپر اسلام کے احکام جاری کیے جاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی۔

(۱۱) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی دلیل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا تھا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے ہاتھ ایک مکتوب بھیجا ہے، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکتوب کو حاصل کرنے کے لیے حضرت علی اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا۔

(۱۲) کسی کبیر مسلمان کا امام کے سامنے اپنی رائے کو پیش کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنی رائے پیش کی، جب کہ اس کی رائے سے مسلمانوں کو نفع ہو اور امام کو اس کی رائے کے رد یا قبول کرنے کا اختیار ہے۔

(۱۳) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس سے کسی معصیت کا صدور ہو، اس کو معاف کرنا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو معاف فرما دیا تھا۔

(۱۴) علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھنا حرام ہے خواہ وہ مومنہ ہو یا کافرہ ہو، لیکن معصیت کی وجہ سے عورت کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ عورت (سارہ) خواہ وہ کافر تھی اس کی طرف دیکھنا حرام تھا لیکن چونکہ اس نے معصیت کی تھی اور جاسوسی کر رہی تھی، اس لیے اس کی حرمت ساقط ہو گئی۔

(۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام گناہوں کو معاف کر دینا جائز ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہے، اور اس میں مبتدعین کا اختلاف ہے، اس پر یہ اشکال ہے کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور وہ بھی اہلِ بدر میں سے تھے تو ان کے اس جرم کو معاف نہیں کیا، اور حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے جرم کو معاف کر دیا اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ وہ اہلِ بدر سے ہیں۔
اس کا جواب یہ ہے کہ اہلِ بدر کے ان گناہوں کو معاف کیا جاتا ہے جن پر حد نہ ہو، اور تہمت لگانے پر حد ہے۔

(۱۶) اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ادب کا بیان ہے کہ کسی شخص کو امام کے سامنے تادیباً سزا دینا یا اس پر حد قائم کرنا، امام کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔

(۱۷) اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے اور تمام اہلِ بدر کی منقبت ہے اور اس حدیث میں خوشی کے موقع پر آنسوؤں کے نکلنے کا جواز ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس لیے روئے ہوں کہ ان کو اس پر ندامت ہوئی جو انہوں نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا تھا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۰۴، ۱۰۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

تنبیہ: ''کتاب استتابۃ المرتدین'' میں اکیس (۲۱) احادیثِ مرفوعہ ہیں، اس میں ایک حدیث معلق ہے اور باقی موصولہ ہیں، اور مکرر احادیث اس میں سترہ (۱۷) ہیں اور چار (۴) احادیث خالص ہیں۔

''کتاب استتابۃ المرتدین'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین ! آج ۱۴ ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ/20 اکتوبر 2013ء بروز اتوار ''کتاب استتابۃ المرتدین'' کی احادیث کی شرح مکمل ہوگئی۔ اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب الاکراہ'' کی احادیث کی شرح کی جائے گی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۹۰۔ کِتَابُ الۡاِکۡرَاہِ

جبراً کام کرنے کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کتاب میں ''اکراہ'' کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ ''اکراہ'' کا معنی ہے: کسی دوسرے سے اس کام کو کرانا جس کا وہ ارادہ نہ کرتا ہو۔ مُکرِہ (جبر کرنے والا) اور مُکرَہ علیہ (جس شخص پر جبر کیا گیا ہو) اور المُکرَہ بہ (جس کام پر جبر کیا گیا ہے) کے اختلاف سے اکراہ کا حکم مختلف ہوتا ہے۔

باب مذکور کی تعلیقات

قَوۡلَ اللّٰهِ تَعَالٰی: اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَ قَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ وَ لٰكِنۡ مَّنۡ شَرَحَ بِالۡكُفۡرِ صَدۡرًا فَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۰۶﴾ (النحل:۱۰۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو، ہاں وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے O

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یہ آیت کریمہ سورۃ النحل میں مذکور ہے اور اس کے شروع میں اس طرح ہے:

مَنۡ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اِيۡمَانِهٖۤ اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ ۔۔۔ الآیۃ

جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے ۔۔۔ الآیۃ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ کفار نے ان کو پکڑ لیا اور ان سے کہا: تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کفر کرو، تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کی موافقت کر لی اور ان کے دل میں اس سے ناگواری تھی اور ان کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن تھا، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے ہوئے آئے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''وَلٰكِنۡ مَّنۡ شَرَحَ بِالۡكُفۡرِ صَدۡرًا ۔۔۔ الآیۃ'' (ہاں وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں ۔۔۔)۔

یعنی جو لوگ خوشی سے کفر کریں اور اپنے اختیار سے کلماتِ کفر کہیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِلَّاۤ اَنۡ تَتَّقُوۡا مِنۡهُمۡ تُقٰىةً (آل عمران:۲۸)

ماسوا اس (صورت) کے کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو۔

وَهِيَ تَقِيَّةٌ۔ اور یہ "تقیۃ" ہے۔

اس آیت کے شروع میں اس طرح مذکور ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ (آل عمران:۲۸)

ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جس نے ایسا کیا وہ اللہ کی حمایت میں بالکل نہیں ہے، ماسوا اس (صورت) کے کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو، اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۝

اس آیت میں "تقاۃ" سے مراد "تقیۃ" ہے اور ان دونوں کا معنی واحد ہے، جیسا کہ امام بخاری نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے "اور یہ تقیہ ہے"۔ اور معنی یہ ہے کہ سوا اس کے کہ تم ان سے تقیہ کرو۔

اور "تقیہ" کا معنی ہے کہ دل میں جو عقیدہ ہے، لوگوں کے سامنے جان بچانے کے لیے اس کے اظہار سے احتراز کرنا۔

(تقیہ کے متعلق تفصیلی بحث کے لیے ہماری تفسیر تبیان القرآن ج ۲ ص ۱۱۲۔۱۱۷ کا مطالعہ فرمائیں)

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۗ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۗ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۗ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۗ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۝ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ (النساء:۹۷۔۹۹)

بے شک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے، وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے ۝ مگر جو (واقعی) کمزور ہوں مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے جو کسی خفیہ تدبیر پر قدرت نہ رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں ۝ سو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ عنقریب ان سے درگزر فرمائے گا، اور اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت بخشنے والا ہے ۝

بابِ مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ (النساء:۷۵) اور کسی کو اپنے پاس سے ہمارا مددگار بنا دے۔

یہ دوسری آیت ہے جو آیت مذکورہ یعنی النساء:۹۷، پر مقدم ہے۔ اور اس کے شروع میں اس طرح ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ (النساء:۷۵)

اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے حالانکہ بعض کمزور مرد، عورتیں اور بچے یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں، اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی کارساز بنادے اور کسی کو اپنے پاس سے ہمارا مددگار بنادے O

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اور صحیح وہ ہے جو صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے اور وہ ابوذر کی طرف منسوب ہے اور وہ اس طرح ہے کہ پہلے النساء: ۹۷ سے لے کر النساء: ۹۹ تک آیت مذکور ہے، اور اس کے بعد اس طرح مذکور ہے:

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ (النساء:۷۵)

حالانکہ بعض کمزور مرد، عورتیں اور بچے یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں، اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی کارساز بنادے اور کسی کو اپنے پاس سے ہمارا مددگار بنادے O

یہ دو آیتیں ہیں، پہلی آیت ''اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ سے لے کر عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ تک ہے، اور یہ بھی دو آیتیں ہیں، اور دوسری آیات ''وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ سے لے کر مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ تک ہے، اور یہ پہلی آیت پر مقدم ہے، اور اس کے شروع میں ہے ''وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ... الآیۃ''۔

''اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ...'' (النساء:۹۷) کی شرح از علامہ عینی

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ مکہ کے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور وہ اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے، پس غزوۂ بدر کے دن مشرکین نے ان لوگوں کو اپنے ساتھ نکالا، پس ان میں سے کچھ لوگ جاں بحق ہو گئے تو مسلمانوں نے کہا: ہمارے یہ اصحاب مسلمان تھے اور ان کو جبراً نکالا گیا تھا، سو انہوں نے ان کے لیے مغفرت کی دعا کی، تو یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ... الآیۃ... ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ　یعنی جن لوگوں کو فرشتوں نے اس حالت میں وفات دی کہ وہ ہجرت کو ترک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔

تو انہوں نے کہا: ''كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ'' یعنی ہم شہرِ مکہ سے نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور نہ دوسری زمین میں جانے کی طاقت رکھتے تھے، تو فرشتوں نے کہا: ''اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً'' کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی، تم کہیں اور ہجرت کر کے چلے جاتے۔

اور امام ابوداؤد نے اسی سند کے ساتھ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مشرک کے ساتھ آیا اور اسی کے ساتھ رہا تو وہ اسی کے حکم میں ہے۔

"اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ۔۔۔۔الآية" اللہ تعالیٰ نے کمزور مردوں اور عورتوں کو ہجرت نہ کرنے میں معذور قرار دیا ہے، کیونکہ یہ لوگ مشرکین کے ہاتھوں سے چھٹکارا پانے پر قادر نہ تھے، اور اگر قادر ہوتے تو انہیں راستہ کا پتا نہیں تھا کہ کس راستہ پر چل کر جائیں، اسی لیے فرمایا "لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾" (جو کسی خفیہ تدبیر پر قدرت نہ رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں)۔

اور عکرمہ نے کہا: یعنی وہ لوگ مدینہ کی طرف جانے کا راستہ نہیں جانتے تھے۔ اور السدی نے کہا: ان کے پاس مال نہیں تھا۔

"فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ" یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ہجرت نہ کرنے کی وجہ سے ان سے درگزر فرمائے گا۔

"وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" یعنی تمہیں کیا ہوا، تم نے اللہ کی راہ میں جہاد کیوں نہیں کیا۔

بابِ مذکور کی پانچویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

فَعَذَرَ اللّٰهُ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يَمْتَنِعُوْنَ مِنْ تَرْكِ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ۔ وَالْمُكْرَهُ لَا يَكُوْنُ اِلَّا مُسْتَضْعَفًا غَيْرَ مُمْتَنِعٍ مِنْ فِعْلِ مَا اُمِرَ بِهِ۔

اللہ تعالیٰ نے ان کمزور لوگوں کو اللہ کے احکام پر عمل نہ کرنے سے معذور قرار دیا۔ اور جس کے ساتھ جبر کیا جائے وہ بھی کمزور ہی ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس کام سے منع کیا ہے اس کو اس کام کے کرنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اُن کمزور مردوں اور عورتوں کو جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک کرنے سے رُک نہیں سکتے تھے، معذور قرار دیا۔ اور مُکرَہ وہی ہوتا ہے جو کمزور ہو اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے سے رُکنے والا نہ ہو۔

اس سے غرض یہ ہے کہ جو کمزور ہو، وہ کسی فعل سے رُکنے پر قادر نہیں ہوتا، پس وہ جبر کرنے والے کے حکم پر مجبوراً عمل کرتا ہے لہٰذا وہ معذور ہے۔

بابِ مذکور کی چھٹی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَقَالَ الْحَسَنُ: اَلتَّقِيَّةُ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

اور حسن نے کہا کہ تقیہ کا جواز قیامت تک کے لیے ہے۔

یعنی حسن بصری نے کہا کہ تقیہ قیامت تک کے لیے ثابت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اور اس تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ نے از ہشیم از وکیع از قتادہ روایت کی ہے۔

(میں کہتا ہوں: تقیہ کی رخصت قیامت تک کے لیے ہے، تقیہ میں عزیمت نہیں رخصت ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

بابِ مذکور کی ساتویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْمَنْ يُكْرِهُهُ اللُّصُوْصُ فَيُطَلِّقُ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس شخص کو چور طلاق دینے پر

لَیْسَ بِشَیْءٍ۔ مجبور کریں، پس وہ طلاق دے دے تو وہ طلاق نہیں ہوگی۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس شخص کو چور اس پر مجبور کریں کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو یہ "لَیْسَ بِشَیْءٍ" ہے یعنی اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اور یہ گویا کہ اس پر مبنی ہے کہ اکراہ ہر اس سے متحقق ہوتا ہے جو فعل پر قادر ہو اور یہی جمہور کا قول ہے، اور امام ابوحنیفہ نے کہا: سلطان کے بغیر اکراہ متحقق نہیں ہوتا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کی امام عبد الرزاق نے سندِ صحیح کے ساتھ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ وہ مُکرَہ کی طلاق کا اعتبار نہیں کرتے تھے۔ (یعنی جس سے جبراً طلاق دلوائی گئی ہو اس کی طلاق کو واقع نہیں کرتے تھے)۔ اور ابن وہب نے حضرت عمر بن الخطاب سے اور حضرت علی سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ وہ مُکرَہ کی طلاق کا بالکل اعتبار نہیں کرتے تھے۔ (یعنی مُکرَہ کی طلاق کو واقع نہیں کرتے تھے)۔

اس اثر کی امام ابن المنذر نے از حضرت ابن الزبیر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور عطاء، طاؤس، حسن، شریح، قاسم، امام مالک، الاوزاعی، الشافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور روایت کی ہے، اور فقہاء کی ایک جماعت نے مُکرَہ کی طلاق کو جائز قرار دیا ہے (یعنی جس شخص سے جبراً طلاق دلوائی گئی اس کی طلاق واقع ہو جائے گی)، یہ قول الشعبی، النخعی، ابوقلابہ، الزہری اور قتادہ سے مروی ہے اور یہی فقہاء کوفہ کا قول ہے۔

بابِ مذکور کی آٹھویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَالشَّعْبِيُّ وَالْحَسَنُ۔ حضرت ابن عمر، ابن الزبیر رضی اللہ عنہم اور الشعبی اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اور عامر بن شراحیل الشعبی اور الحسن البصری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے موافق کہا ہے۔

اور الشعبی سے روایت ہے کہ اگر چور طلاق پر مجبور کر دیں تو وہ طلاق نہیں ہے اور اگر سلطان طلاق پر مجبور کرے تو وہ طلاق ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے جیسا کہ ہم نے اس کو ذکر کیا ہے۔

بابِ مذکور کی نویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

یہ حدیث صحیح البخاری کے شروع میں پورے طول کے ساتھ موصولاً گزر چکی ہے اور ہم نے وہاں بیان کیا ہے کہ لفظِ عمل میں اختلاف ہے، پھر یہاں پر اس حدیث کو ذکر کرنے سے امام بخاری نے اُن لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو "اکراہ فی القول" اور "اکراہ فی الفعل" میں فرق کرتے ہیں اور یہ ظاہر یہ کا مذہب ہے کہ انہوں نے "اکراہ فی القول" اور "اکراہ فی

الفعل'' میں فرق کیا ہے۔ شیخ ابن حزم نے کہا ہے: اکراہ کی دو قسمیں ہیں، ایک کسی کلام پر مجبور کرنا ہے، اور دوسرا کسی فعل پر مجبور کرنا ہے، پس اول یعنی کلام پر مجبور کرنے سے کچھ واجب نہیں ہوتا جیسے کسی شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے یا تہمت لگانے پر یا نکاح کے اقرار پر یا رجوع کے اقرار پر یا طلاق پر یا فروخت کرنے پر یا خریدنے پر اور نذر ماننے پر اور قسموں پر اور آزاد کرنے پر اور ہبہ کرنے پر وغیرہ۔ اور اکراہ علی الفعل کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جس کو ضرورت مباح کرتی ہے جیسے کھانے اور پینے پر، پس اگر کسی شخص کو کسی چیز کے کھانے یا پینے پر مجبور کیا گیا تو اس سے کچھ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے ایک فعلِ مباح کو کیا ہے۔ اور ''اکراہ علی الفعل'' کی دوسری قسم یہ ہے جو مباح نہیں ہے جیسے قتل کرنا، زخمی کرنا، مارنا اور اموال کو فاسد کرنا، پس ان افعال کو اکراہ مباح نہیں کرتا، پس جس شخص کو ان میں سے کسی کام پر مجبور کیا گیا تو اس پر وہ کام لازم ہوگا۔

اور التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ قول اور فعل میں اکراہ برابر ہے، جب کہ ایمان کو مخفی رکھا جائے، یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی مکحول، امام مالک اور عراق کے علماء کی ایک جماعت کا قول ہے۔

پھر اس حدیثِ مذکور سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ قول اور فعل میں اکراہ برابر ہے، اور یہی وہ نظریہ ہے جس پر جمہور ہیں۔

اور ان کی دلیل یہ ہے کہ عمل ظاہری اعضاء اور دلوں کے فعل اور اقوال سب کو شامل ہیں۔

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب اس طرح ہے کہ ہر فعل میں نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور مُکرَہ کی کوئی نیت نہیں ہوتی، لہٰذا اس سے مواخذہ نہیں ہونا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک مُکرَہ کی نیت ہوتی ہے اور اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ فعل نہ کیا جائے جس پر اسے مجبور کیا گیا ہے۔

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس بناء پر یہ چاہیے کہ جس شخص نے خطاء سے طلاق دے دی یا خطاء سے آزاد کر دیا تو ان سے مواخذہ نہ کیا جائے کیونکہ ان کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے: بلکہ ان سے مواخذہ کیا جائے گا، پس اس کی طلاق صحیح ہے حتیٰ کہ اگر اس نے کہا: مجھے پانی پلاؤ اور اس کی زبان سے جاری ہو گیا کہ تم کو طلاق ہے، تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ قصد اور ارادہ ایک باطنی امر ہے جس کے اوپر واقفیت نہیں ہوتی، پس اس کے ساتھ حکم متعلق نہیں ہوگا بلکہ اس سبب کے ساتھ حکم متعلق ہوگا جو ظاہر ہے اور دلالت کرتا ہے اور وہ اس کی اہلیت ہے اور وہ عاقل بالغ کا قصد ہے۔

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس بناء پر یہ چاہیے کہ سونے والے کی طلاق واقع ہو جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی اور طلاق سے مانع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ قلمِ تکلیف کو تین لوگوں سے اٹھا لیا گیا ہے: (۱) سونے والے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے (۲) بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے (۳) اور مجنون سے حتیٰ کہ اس کی عقل کام کرنے لگے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۴۴۔ ۱۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ اِکراہ کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

النحل:١٠٦ کا شانِ نزول

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اہلِ تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ النحل:١٠٦ (''جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو، ہاں وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے'') اہلِ مکہ کے ان مومنین کے متعلق نازل ہوئی جن کی طرف مدینہ میں ان کے بعض اصحاب نے یہ مکتوب لکھ کر بھیجا: تم لوگ ہم میں سے اس وقت تک نہیں ہو گے حتیٰ کہ تم ہماری طرف ہجرت کرو اور ان مسلمانوں میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی تھے، پس وہ مکہ سے نکلے اور مدینہ کا ارادہ کر رہے تھے، راستہ میں ان کو قریش نے پکڑ لیا اور ان کو کفر پر مجبور کیا، پس انہوں نے مجبوراً کلمات کفر کہے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوگئی ''جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔۔۔۔۔ الخ''۔

جس شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے اس کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا گیا حتیٰ کہ اس کو اپنی جان کے اوپر قتل کا خطرہ ہوا، تو اگر اس نے کلمۂ کفر کہا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اس کی بیوی اس سے بائنہ (الگ) نہیں ہوگی اور نہ اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ یہ امام مالک، فقہاء احناف اور امام شافعی کا قول ہے، البتہ امام محمد بن الحسن نے یہ کہا ہے کہ جب اس نے شرک کو ظاہر کیا تو وہ ظاہراً مرتد ہو گیا اور وہ اپنے اور اللہ کے درمیان اسلام پر قائم ہے اور اس کی بیوی اس سے الگ کردی جائے گی اور اگر وہ مر گیا تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، اگر اس کا باپ اسلام پر فوت ہوا تو وہ اپنے باپ کا وارث نہیں ہوگا، اس قول کو رد کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ قول قرآن مجید کی ان صریح آیات کا مخالف ہے جن آیات کو امام بخاری نے اس باب کے شروع میں ذکر کیا ہے۔

کفریہ قول اور کفریہ فعل میں فرق کے متعلق فقہاء کے نظریات

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ کفریہ قول میں رخصت جائز ہے اور کفریہ فعل میں کوئی رخصت نہیں ہے مثلاً کسی شخص کو اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ غیر اللہ کو سجدہ کرے یا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھے یا کسی مسلمان کو قتل کرے یا اس کو مارے یا کسی مسلمان کا مال کھائے یا زنا کرے یا خمر پیئے یا خنزیر کھائے تو ان کفریہ افعال کی وجہ سے اس کو کافر قرار دیا جائے گا اور اس میں کوئی رخصت نہیں ہے، یہ حسن بصری سے روایت ہے اور یہی الاوزاعی اور سحنون کا قول ہے، الاوزاعی نے کہا: جب کسی قیدی کو خمر کے پینے پر مجبور کیا جائے تو وہ خمر نہ پیئے خواہ مجبور کرنے والا اس کو قتل کر دے۔

اور اسماعیل بن اسحاق نے اپنی سند سے روایت کی کہ حسن بصری نے کہا: جس نفس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس میں تقیہ جائز نہیں ہے، اور محمد بن الحسن نے کہا: جب قیدی سے کہا جائے کہ اس بت کو سجدہ کرو ورنہ ہم تم کو قتل کر دیں گے تو انہوں نے کہا: اگر وہ بت قبلہ کے بالمقابل ہو تو وہ سجدہ کر لے اور سجدہ میں نیت اللہ کی کرے اور اگر وہ بت قبلہ کے مقابل نہ ہو تو پھر بت کو سجدہ نہ کرے خواہ وہ اس کو قتل کر دیں۔

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے: فعل اور قول دونوں میں اکراہ اور جبر برابر ہیں، یہ مسلک عمر بن عبدالعزیز سے اور مکحول سے مروی ہے اور یہی امام مالک اور اہلِ عراق کی ایک جماعت کا قول ہے اور ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ اگر اس کو خمر پینے پر مجبور کیا جائے یا نماز کے ترک کرنے پر یا رمضان میں روزہ نہ رکھنے پر مجبور کیا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، مگر یہ کہ امام مالک اور عام علماء کے نزدیک کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور نہ کسی کی عزت کو پامال کرنا جائز ہے اور نہ کسی پر ظلم کرے اور نہ زنا کرے خواہ اس کو ان کاموں پر مجبور کیا جائے۔

اکراہ اور جبر کی حالت میں طلاق دینے کے متعلق فقہاء کے اقوال

مُکرَہ (جس کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے) کی طلاق میں اختلاف ہے، پس ابنِ وہب نے حضرت عمر بن الخطاب سے اور حضرت علی بن ابی طالب سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ مُکرَہ کی طلاق کا بالکل اعتبار نہیں کرتے تھے (یعنی مُکرَہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی)۔ علامہ ابن المنذر نے حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور عطاء، طاؤس، الحسن، شریح، القاسم، سالم، امام مالک، الاوزاعی، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور سے بھی اس قول کی روایت کی ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے مُکرَہ کی طلاق کی اجازت دی (یعنی مُکرَہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے)۔ امام شافعی اور النخعی، ابو قلابہ، الزہری اور قتادہ سے یہ قول مروی ہے اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے، اور اس میں ایک تیسرا قول بھی ہے جس کو الشعبی نے بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ اگر چور طلاق دینے پر مجبور کریں تو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر سلطان (سربراہِ ملک یا حاکم) اس کو طلاق دینے پر مجبور کریں تو یہ طلاق واقع ہوگی۔ ابن عیینہ نے اس کی تفسیر کی ہے، سو انہوں نے کہا کہ چور اس کے قتل کا اقدام کرے گا اور سلطان اس کو قتل کرنے کا اقدام نہیں کرے گا۔ اور فقہاء احناف نے اپنے قول پر درجِ ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزوں میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے: نکاح، طلاق اور رجعت (یعنی طلاق سے رجوع کرنا)۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۹۴، سنن ترمذی: ۱۱۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳۹)

انہوں نے کہا: مذاق کرنے والا طلاق واقع کرنے کا قصد نہیں کرتا اور اس کی طلاق لازم ہو جاتی ہے، پس مُکرَہ بھی اسی طرح ہے یعنی وہ بھی طلاق واقع کرنے کا قصد نہیں کرتا لیکن اس کی طلاق بھی واقع ہوگی۔

مُکرَہ کی طلاق واقع نہ ہونے پر امام مالک وغیرہ کے دلائل

امام مالک اور ان کے حامی فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مذاق سے طلاق دینے والے اور جبر سے طلاق دینے والے میں فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ مذاق سے طلاق دینے والا لفظ کا قصد کرتا ہے اور وہ لفظ موثر ہوتا ہے لہٰذا اس کا حکم لازم ہے اور مُکرَہ اور جس کو مجبور کیا گیا ہو، وہ اگرچہ لفظ کا قصد کرتا ہے لیکن اس کو موثر نہیں قرار دیتا اور نہ اس کو اختیار کرتا ہے، لہٰذا حالتِ اکراہ میں اس کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ طلاق صرف لفظ اور نیت سے واقع ہوتی ہے اور مُکرَہ اور جس کو مجبور کیا گیا ہو اس کی کوئی نیت نہیں ہوتی، وہ صرف زبان سے طلاق دیتا ہے دل سے طلاق نہیں دیتا، پس جب اللہ تعالیٰ نے مُکرَہ سے کفر کو اٹھا لیا جس کا اس نے حالتِ اکراہ اور جبر میں

تلفظ کیا تھا اور اس کا اعتقاد نہیں رکھا تھا تو واجب ہے کہ طلاق کے حکم کو بھی اس سے اٹھا لیا جائے کیونکہ اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں ہوتی اور امام مالک کے اس قول پر صحابہ کا اجماع ہے اور ان کا کوئی مخالف نہیں ہے۔

اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ اگر مشرکین کسی مسلمان کو زبان سے کلمہ کفر کہنے پر مجبور کریں اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو اور اس کی بیوی آزاد مسلمہ ہو تو وہ بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی اور نہ وہ حالتِ جبر میں کلمہ کفر کہنے سے مرتد ہوا، تو جب جبریہ کلمہ کفر کہنے سے اس کی بیوی اس سے بائنہ نہیں ہوتی تو جبریہ طلاق سے اس کی بیوی اس سے کیسے بائنہ ہوگی؟

اکراہ اور جبر کی حد میں فقہاء کا اختلاف

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کسی شخص کو اس کی جان کو ہلاک کرنے کی دھمکی دی جائے یا اس کو باندھا جائے یا مارا جائے تو یہ اکراہ ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر کسی کو دو کوڑے بھی مارے جائیں تو یہ اکراہ ہے، اور شریح اور نخعی نے کہا: قید کرنا اکراہ ہے، اور دھمکی دینا اکراہ ہے۔ اور ابن سحنون نے کہا: یہ تمام صورتیں امام مالک اور ان کے اصحاب کے نزدیک اکراہ ہیں اور مارنا ان کے نزدیک اکراہ ہے اور ان کے نزدیک مارنے اور قید کرنے میں کسی مدت کا تعین نہیں ہے، اور اس کا معیار یہ ہے کہ جب مار سے انسان کو درد ہو اور قید میں ڈالنے سے اس کو تنگی ہوتی ہو خواہ قید کم ہو یا زیادہ ہو۔

اور فقہاء عراق نے ان سے اختلاف کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ قید کرنا اور قید خانہ میں ڈالنا اکراہ نہیں ہے، یعنی اگر کسی کو خمر پینے پر یا مردار کھانے پر مجبور کیا جائے کہ یہ کام کرو ورنہ ہم قید خانہ میں ڈال دیں گے تو یہ اکراہ نہیں ہے، کیونکہ اس سے جان کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں ہے۔

اور ابن سحنون نے کہا ہے کہ ان کا اس پر اجماع ہے کہ دردِ شدید بھی اکراہ ہوتا ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جان کے ضائع ہونے کے خوف کے بغیر بھی اکراہ ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۳۰۔ ۲۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بابِ اِکراہ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اِکراہ اور جبر کی دو قسمیں: کلام پر مجبور کرنا اور فعل پر مجبور کرنا

شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۶ھ، نے کہا ہے: کلام پر مجبور کرنے سے کچھ لازم نہیں آتا مثلاً کفر کہنے پر مجبور کیا جائے اور پاک دامن کو تہمت لگانے پر مجبور کیا جائے اور نکاح کے اقرار پر مجبور کیا جائے اور طلاق پر مجبور کیا جائے اور طلاق سے رجوع پر مجبور کیا جائے اور فروخت کرنے پر اور خریدنے پر اور نذر ماننے پر اور قسموں پر اور آزاد کرنے پر اور ہبہ وغیرہ کرنے پر۔ کیونکہ جس قول پر مُکرَہ کو مجبور کیا گیا ہے اس میں وہ صرف الفاظ کی حکایت کرتا ہے اور الفاظ کی حکایت کرنے پر کچھ لازم نہیں آتا، اور جس نے ان دونوں امروں میں فرق کیا تو اس نے اس حدیث کے خلاف کہا ''الاعمال بالنیات'' پس یہ صحیح ہے کہ جس کو کسی قول پر مجبور کیا گیا اور مُکرَہ نے اپنے اختیار سے اس کی نیت نہیں کی تو وہ قول اس کو لازم نہیں ہوگا۔

اور فعل پر مجبور کرنے کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے جو ضرورت کی وجہ سے مباح ہو جاتی ہے جیسے کھانا اور پینا، پس ضرورت

اس کو مباح کر دیتی ہے، کیونکہ اِکراہ میں ضرورت ہے، پس جس شخص کو کسی پر مجبور کیا گیا تو اس کے لیے اس کو کرنا مباح ہے۔
اور دوسری قسم وہ ہے جس کو ضرورت مباح نہیں کرتی مثلاً قتل کرنا، زخمی کرنا، مارنا اور لوگوں کے مال کو ضائع کرنا، پس یہ وہ قسم ہے کہ جس کو اِکراہ مباح نہیں کرتا، پس جس کو کسی شخص کے قتل پر یا زخمی کرنے پر مجبور کیا گیا تو اس پر قصاص لازم ہوگا اور تاوان لازم ہوگا کیونکہ اس نے ایسا فعل کیا جس کا کرنا اس کے اوپر حرام تھا۔

اِکراہ اور مجبور کرنے کی تعریف

اِکراہ ہر وہ کام ہے جس کو لغت میں اِکراہ کہا جاتا ہے اور جس کو ہم حواس سے جان لیں کہ یہ اِکراہ ہے مثلاً جو شخص کسی دھمکی کو پورا کرنے پر قادر ہو وہ کسی کو قتل کرنے کی دھمکی دے یا اس کو مارنے کی دھمکی دے یا اس کو قید کرنے کی دھمکی دے یا اس کے مال کو ضائع کرنے کی دھمکی دے، یا کسی دوسرے مسلمان کو قتل کرنے کی دھمکی دے یا مارنے کی یا قید میں رکھنے کی یا اس کا مال ضائع کرنے کی۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر خود ظلم کرے اور نہ کسی اور کو اس پر ظلم کرنے دے، اور جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا ہے اللہ اس کی ضرورت پوری کرنے میں رہتا ہے اور جس نے کسی مسلمان سے کوئی مصیبت دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کر دے گا، اور جس نے کسی مسلمان کا پردہ رکھا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۴۲، ۶۹۵۱، صحیح مسلم: ۲۵۸۰، سنن ابوداؤد: ۴۸۹۳، سنن ترمذی: ۱۴۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۸۹)

پس جس شخص کو خمر پینے پر مجبور کیا گیا یا خنزیر کے کھانے پر یا مُردار کے کھانے پر یا خون کے کھانے پر یا بعض مُحرمات کے کھانے پر یا مسلمان کے مال کو کھانے پر یا ذمی کے مال کو کھانے پر، تو اس کے لیے ان چیزوں کو کھانا یا پینا مباح ہے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے نہ حد ہے اور نہ ضمانت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (البقرۃ: ۱۷۳)

اللہ نے تم پر جس کا (کھانا) حرام کیا ہے وہ صرف مردار، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، سو جو شخص مجبور ہو جائے جب کہ وہ نافرمانی کرنے والا اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو تو اس پر (کھانے یا استعمال میں) کوئی گناہ نہیں ہے، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے ○

پس اگر کسی شخص کو مسلمان کا مال کھانے پر مجبور کیا جائے اور اس کے پاس مال موجود ہو تو اس پر لازم ہے کہ جتنا مال اس نے کھایا ہے اس کی قیمت ادا کرے، اور اگر اس کے پاس مال موجود نہیں ہے تو جو کچھ اس نے کھایا ہے اس میں اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔
پس اگر یہ سوال کیا جائے: پس تم نے قتل کرنے کو، زنا کرنے کو، زخمی کرنے کو، مارنے کو اور مال کے فاسد کرنے کو اس کے ساتھ کیوں نہیں ملایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نصِ قرآن نے ان کاموں کو بالکل مباح نہیں کیا اور کسی مجبور شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خود سے ظلم کو دور کرنے کے لیے دوسروں پر ظلم کرے، اس پر واجب یہ ہے کہ وہ ظالم سے مدافعت کرے اور اس سے لڑے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (المائدہ:۲) اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے O

حدیث میں ہے:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو شخص کسی برے کام کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے اس کو برا کہے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر دل سے اس کو برا جانے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

(صحیح مسلم:۴۹، سنن ابوداؤد:۱۱۴۰، سنن ترمذی:۲۱۷۸، سنن نسائی:۵۰۱۸، سنن ابن ماجہ:۴۰۱۳، مسند احمد:۱۱۰۷۳)

پس یہ صحیح ہے کہ مُکرَہ کے لیے ظلم پر مدد کرنے کو مُباح نہیں کیا گیا نہ ضرورت کی بناء پر اور نہ کسی اور وجہ سے۔ اور اس کے لیے اس کی گنجائش ہے کہ اگر وہ اپنے ہاتھ سے ظلم کو دور نہ کر سکے اور نہ زُبان سے ظلم کی مذمت کر سکے تو دل سے ظُلم کو برا جانے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کرے، اور شدید بھوک کی حالت میں نصِ قرآن سے اس کے لیے ضرورت کے وقت کھانے پینے کو مباح کیا گیا ہے۔ پس اگر کسی عورت نے کسی مرد کو قید کر لیا حتیٰ کہ وہ مرد اس عورت کے ساتھ زنا کرے یا کسی مرد نے دوسرے مرد کو پکڑ لیا اور اس کے ذَکر کو کسی عورت کی فرج میں داخل کر دیا تو ان دونوں صورتوں میں اس مرد پر کوئی سزا نہیں ہے خواہ اس کا آلہ منتشر ہو یا نہ ہو اور منی حاصل ہو یا نہ ہو، کیونکہ منی کا حاصل ہونا اور آلہ کا منتشر ہونا طبعی فعل ہے اور خواہ وہ اس کو پسند کرے یا نہ کرے، کیونکہ اس کام میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے، اور جو شخص کسی سفرِ معصیت میں ہو اور حرام کے سوا اور کوئی چیز اسے کھانے کے لیے میسر نہ ہو تو اس کے لیے حرام کو کھانا حلال نہیں ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کرے اور پھر حلال کھائے، پس اگر اس نے توبہ نہیں کی اور حرام کھایا یا حرام نہیں کھایا تو وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اور یہ امام شافعی اور ابو سلیمان کا قول ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ وہ کھائے اور انہوں نے ''فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ......'' (البقرہ:۱۷۳) سے استدلال کیا ہے، اور انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ'' (النساء:۲۹)'' (اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔ اور جس کو حرام کھانے پر مجبور کیا گیا اور اس نے حرام نہیں کھایا تو اس نے اپنی جان کو قتل کیا۔

اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ خرید و فروخت پر، اقرار پر، ہبہ پر اور صدقہ پر اگر اکراہ اور جبر کیا جائے تو ان میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہے، اور اگر اس کو نکاح کرنے پر یا طلاق دینے پر یا طلاق سے رجوع کرنے پر یا غلام آزاد کرنے پر یا نذر ماننے پر یا قسم پر مجبور کیا جائے تو وہ اس کو لازم ہوگی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۱۵۔ ۱۷، ملخصاً ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

بابِ اِکراہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اِکراہ کی تعریف اور اس کی شرائط

اِکراہ کا معنی ہے: کسی دوسرے شخص پر اس کام کو لازم کرنا جس کا وہ ارادہ نہ کرتا ہو اور اس کی حسب ذیل چار شرائط ہیں:
(۱) مُکرِہ یعنی جبر کرنے والا جس چیز سے دھمکا رہا ہو وہ اس کے کرنے پر قادر ہو اور مُکرَہ، مُکرِہ سے مدافعت کرنے سے عاجز ہو خواہ بھاگ کر بھی۔
(۲) مُکرَہ کو اس کا ظن غالب ہو کہ اگر اس نے مُکرِہ کے حکم پر عمل نہیں کیا تو وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنائے گا۔
(۳) جس چیز کی مُکرِہ نے دھمکی دی ہے اس کا وقوع فوراً ہو، پس اگر اس نے کہا: اگر تم نے اس طرح نہیں کیا تو میں تم کو کل ماروں گا، تو اس کو مُکرِہ نہیں قرار دیا جائے گا، اور اگر اس نے بہت قریب زمانہ کی دھمکی دی اور عادتاً یہ معلوم ہو کہ وہ اس دھمکی کے خلاف نہیں کرتا تو اس کا استثنٰی کیا جائے گا۔
(۴) مُکرَہ سے یہ ظاہر نہ ہو کہ وہ اپنے اختیار سے اس فعل کو کر رہا ہے مثلاً جس شخص کو زنا پر مجبور کیا گیا، پس اس نے اپنا آلہ داخل کر دیا اور اس کے لیے آلہ کو نکالنا ممکن تھا اور اس نے کہا: مجھے انزال ہو گیا تو اس کو مہلت دی حتیٰ کہ اس کا انزال ہو گیا تو یہ اکراہ ہے۔ اور جس شخص سے یہ کہا گیا کہ تم اپنی بیوی کو تین طلاقیں دو، پس اس نے ایک طلاق دی تو یہ اِکراہ نہیں ہے، اور جمہور کے نزدیک اِکراہ میں قول اور فعل کا فرق نہیں ہے، اور فعل سے اس فعل کا استثنٰی کیا جائے گا جو ابداً حرام ہو جیسے کسی انسان کو ناحق قتل کرنا۔
اور اس میں اختلاف ہے کہ مُکرَہ، اکراہ کے فعل کو ترک کرنے کا مکلف ہے یا نہیں؟ پس شیخ ابو اسحاق شیرازی نے کہا: اس پر اجماع ہے کہ جس کو قتل کرنے پر مجبور کیا گیا وہ اس کا مکلف ہے کہ قتل کرنے سے اجتناب کرے اور اپنے نفس سے مدافعت کرے۔ اور اگر اس نے اس کو قتل کر دیا جس کے قتل کرنے پر مجبور کیا گیا تھا تو وہ گناہ گار ہوگا، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ مُکرَہ حالت اِکراہ میں مکلف ہوتا ہے، اسی طرح امام غزالی وغیرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۰۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اِکراہ کی تعریف، اس کی اقسام اور اس کی شرائط کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ، لکھتے ہیں:

اِکراہ کا لغوی اور شرعی معنی

اِکراہ کا لغوی معنی ہے: کسی کام کو ناپسند کرنا یا کسی سے زبردستی کوئی کام کرانا، اور یہ معنی مُکرَہ کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور یہ محبت اور رضا کے خلاف ہے، اسی لیے ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے، اللہ سبحانہٗ ارشاد فرماتا ہے:

وَعَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ۔ (البقرۃ: ۲۱۶)
اور ہو سکتا ہے کہ تم پر کوئی چیز شاق گزرے اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہارے نزدیک اچھی ہو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔

اہلِ سنت نے کہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کفر اور معاصی کو مکروہ جانتا ہے یعنی ان سے محبت نہیں کرتا اور ان سے راضی نہیں ہوتا، اگرچہ عبادات اور معاصی اللہ عزوجل کے ارادہ سے ہوتے ہیں۔

اور اِکراہ کا شرعی معنی ہے: ڈرا کر اور دھمکا کر کسی کام کو کرنے کے لیے کہنا۔

اِکراہ کی اقسام

اِکراہ کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے جو انسان کو طبعاً کسی کام پر مجبور کرتی ہے مثلاً اس کو قتل کرنے کی دھمکی دی جائے یا اس کو مارنے اور کاٹنے کی دھمکی دی جائے جس سے اس کی جان ضائع ہو جائے یا عضو ضائع ہو جائے خواہ وہ مار کم ہو یا زیادہ ہو، اور بعض فقہاء نے ضربات کے عدد کو مقرر کیا ہے اور یہ درست نہیں ہے، اور اِکراہ کی اس قسم کو اِکراہِ تام کہا جاتا ہے۔

اور اِکراہ کی دوسری قسم وہ ہے جو مجبوری اور اضطرار کو واجب نہیں کرتی، اور وہ ہے کسی کو قید کرنا اور ایسی ضرب سے مارنا جس سے جان یا عضو کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو، اور اس قسم کو اِکراہِ ناقص کہا جاتا ہے۔

اِکراہ کی وہ شرائط جن کا تعلق مُکرِہ سے ہے

مُکرِہ کی شرط یہ ہے کہ اس نے جس چیز سے ڈرایا اور دھمکایا ہے وہ اس کو متحقق کرنے پر قادر ہو، کیونکہ ضرورت اسی وقت متحقق ہوگی جب اسے قدرت ہو، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اِکراہ صرف سلطان سے متحقق ہوتا ہے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ اِکراہ سلطان سے بھی متحقق ہوتا ہے اور دوسرے شخص سے بھی۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اِکراہ کا معنی صرف یہ ہے کہ مُکرَہ کے ساتھ اس چیز کو ملایا جائے جس کی اسے دھمکی دی ہے اور یہ ہر مسلط میں متحقق ہوتا ہے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ سلطان کا غیر اپنی دھمکی کے عمل کرنے پر قادر نہیں ہوتا، کیونکہ مُکرَہ سلطان سے مدد طلب کرتا ہے تو وہ اس کی مدد کرتا ہے، پس جب کہ سلطان خود مُکرِہ ہو تو مُکرَہ کسی مددگار کو نہیں پائے گا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی معنوی اختلاف نہیں ہے، یہ زمانہ کا اختلاف ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں غیر سلطان کے لیے اکراہ پر قدرت نہیں ہوتی تھی، پھر حال متغیر ہو گیا اور صاحبین کے زمانہ میں غیر سلطان بھی اپنی دھمکی کے عمل پر قدرت رکھتا تھا۔

مُکرَہ کے اعتبار سے اِکراہ کی شرائط

مُکرَہ کے اعتبار سے شرط یہ ہے کہ مُکرَہ کی غالب رائے اور اس کا اکثر گمان یہ ہو کہ اگر اس نے مُکرِہ کی بات پر عمل نہیں کیا تو مُکرِہ نے جس چیز کی دھمکی دی ہے وہ اس پر عمل کرے گا حتیٰ کہ اگر اس کی یہ غالب رائے نہ ہو تو اِکراہ نہیں ہوگا۔

جس کام کی دھمکی دی گئی ہے اس کا بیان

جس کام کو کرنے کی دھمکی دی گئی ہے اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ وہ کام حسی ہو، اور دوسری یہ کہ وہ کام شرعی ہو۔

رہا یہ کہ وہ کام حسی معین ہو اور اس پر اسے مجبور کیا گیا ہو تو وہ کام کھانے کا ہے اور پینے کا ہے اور کفر کرنے کا ہے اور کسی کے عضو کو تلف کرنے کا ہے اور کسی کے عضو کو کاٹنے کا ہے۔

اور رہا شرعی، پس جیسے طلاق ہے، غلام کو آزاد کرنا ہے، نکاح کرنا ہے اور نکاح سے رجوع کرنا ہے اور قسم کھانا ہے اور نذر ماننا ہے اور ظہار کرنا ہے اور ایلاء کرنا ہے اور خرید و فروخت اور ہبہ ہے اور کرایہ پر دینا ہے اور حقوق سے بری ہونا ہے وغیرہ۔

جن کاموں پر مُکرَہ کو مجبور کیا گیا ہے ان کا حکم

تصرفاتِ حسیہ میں دو حکم متعلق ہوتے ہیں اور ان دونوں میں سے ایک حکم آخرت کی طرف راجع ہے۔
اور دوسرا حکم دنیا کی طرف راجع ہے۔ رہے وہ کام جو آخرت کی طرف راجع ہوتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم مباح ہے، دوسری قسم وہ ہے جس میں رخصت ہے اور تیسری قسم وہ ہے جو حرام ہے، نہ وہ مباح ہے اور نہ اس میں رخصت ہے۔
رہی وہ قسم جو مباح ہے جیسے کسی کو مُردار کھانے پر مجبور کیا جائے یا خون پینے پر مجبور کیا جائے یا خنزیر کا گوشت کھانے پر یا خمر کو پینے پر، یہ اس وقت ہے جب اِکراہ تام ہو بایں طور کہ اس کو جان سے مارنے کی دھمکی دی ہو یا اس کے کسی عضو کو تلف کرنے کی دھمکی دی ہو، اور یہ کام اضطرار کی صورت میں مباح ہو جاتے ہیں، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ (الانعام:119) حالانکہ حالتِ اضطرار کے سوا جو چیزیں تم پر حرام ہیں ان کی تفصیل اللہ نے تمہیں بتا دی ہے۔

یعنی جب بھوک کی شدت مُکرَہ کو ان چیزوں کے کھانے کی طرف مجبور کرے تو مُکرَہ کے لیے ان کا کھانا مباح ہے، بلکہ مُکرَہ کے لیے اس سے رُکنا مباح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر وہ مردار کے کھانے سے رُک گیا اور اس کو قتل کر دیا گیا تو اس سے مواخذہ کیا جائے گا جیسا کہ شدید بھوک کی حالت میں اگر اس نے مُردار کو نہیں کھایا تو اس سے مواخذہ کیا جائے گا، کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ:195) اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اور رہی دوسری قسم جس میں رُخصت ہے، وہ یہ ہے کہ کسی شخص کو زبان سے کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل اطمینان کے ساتھ مطمئن ہو، اور یہ اکراہ تام ہو یعنی اسے قتل کرنے کی دھمکی دی ہو۔ اور کلمۂ کفر کہنا فی نفسہٖ حرام ہے اور اس میں رخصت ثابت ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ (النحل:106) جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو، ہاں وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے O

اور اس صورت میں اس فعلِ حرام سے رکنا افضل ہے حتیٰ کہ اگر اس نے کلمۂ کفر نہیں کہا اور اس کو قتل کر دیا گیا تو اس کو اجر ملے گا کیونکہ اس نے اللہ کی راہ میں اپنی جان کی سخاوت کر دی، پس توقع ہے کہ اس کو مجاہد بالنفس کا ثواب ملے گا۔
اور اسی قسم سے مسلمان کو گالی دینا ہے، کیونکہ مسلمان کی عزت کے درپے ہونا ہر حال میں حرام ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون، اس کی عزت اور اس کا مال، مگر اِکراہ کی وجہ سے اس کو رخصت دی گئی ہے اور یہ رخصت سقوطِ مواخذہ میں ہے نہ کہ سقوطِ حرمت میں۔
رہی وہ قسم جو کسی حال میں مباح نہیں ہے اور کسی حال میں اِکراہ کی وجہ سے اس کی رخصت نہیں ہے، وہ ہے کسی مسلمان کو

ناحق قتل کرنا خواہ اِکراہ ناقص ہو یا تام ہو، کیونکہ مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی کسی حال میں اباحت نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ اور جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو۔

(الانعام:۱۵۱)

اور اسی طرح کسی مسلمان کے اعضاء میں سے کسی عضو کو کاٹنا یا اس کو مُہلک ضرب لگانا یہ بھی کسی حال میں جائز نہیں ہے۔اور اگر اس نے ڈرانے اور دھمکانے سے یہ کام کیا تو وہ گناہگار ہوگا۔

اور اسی قسم میں زنا داخل ہے، یہ بھی کسی حال میں مباح نہیں ہے اور کسی مرد کے لیے زنا کرنے کی رخصت نہیں ہے خواہ اس کو اِکراہِ تام کے ساتھ دھمکایا جائے یا اِکراہِ ناقص کے ساتھ، اور اگر اس نے ایسا کیا تو وہ گناہگار ہوگا۔

(بدائع الصنائع ج ۱۰ ص ۱۰۳۔۱۰۹، ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

۶۹۴۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ أُسَامَةَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ اللّٰهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَالْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ وَابْعَثْ عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از خالد بن یزید از سعید بن ابی ہلال از ہلال بن اسامہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے ان کو خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز میں دعا کرتے تھے: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اور سلمہ بن ہشام کو نجات دے اور ولید بن الولید کو نجات دے، اے اللہ! کمزور مومنین کو نجات دے، اے اللہ! مضر پر اپنی گرفت کو سخت کردے اور ان پر ایسے سات سال مسلط فرما جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال مسلط فرمائے تھے۔

(صحیح البخاری: ۸۰۴، صحیح مسلم: ۶۷۵، سنن نسائی: ۱۰۷۴، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۴، مسند احمد: ۷۲۱۹، سنن دارمی: ۱۵۹۵)

صحیح البخاری ۶۹۴۰: کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس باب کا عنوان ہے ''اِکراہ'' اور نبی ﷺ نے ان صحابہ کے حق میں دعا فرمائی جو مکہ میں مجبور کر دیئے گئے تھے اور مُکرَہ تھے اور ان کا مدینہ کی طرف ہجرت کر کے آنا دشوار تھا، اور وہ کمزور مومنین میں سے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں خالد بن یزید کا ذکر ہے، یہ الجمحی السکندرانی الفقیہ ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں سعید بن ابی ہلال کا ذکر ہے، یہ اللیثی المدنی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ہلال بن اسامہ کا ذکر ہے، یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں جن کا نام ہلال بن علی ہے اور ان کو ہلال بن ابی میمونہ بھی کہا جاتا ہے، اور ہلال بن ابی ہلال بھی کہا جاتا ہے۔

یہ حدیث کتاب الاستسقاء میں از قتیبہ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''فی الصلوٰۃ'' صلوٰۃ سے مراد قنوت ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعاء قنوت میں کمزور مسلمانوں کے حق میں دعا فرماتے تھے اور ظالموں کے خلاف دعا کرتے تھے۔اور اس حدیث میں ظالموں کے خلاف دعا کرنے کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''عیاش بن ابی ربیعہ'' یہ بنو مخزوم سے ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے''سلمہ بن ہشام'' یہ ابوجہل کے بھائی ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے''ولید بن الولید'' یہ ابوجہل کے چچازاد بھائی ہیں۔

اس کے بعد کمزور مومنین کا ذکر ہے، یہ خاص کے بعد عام کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''وطاتك'' ''الوطأۃ'' کا معنی ہے: قدموں سے روندنا، اور اس سے مجازاً قہر اور شدت مراد ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے''علیٰ مضر'' مضر قریش کا باپ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۴۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو فرماتے''سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد'' پھر چند لوگوں کا نام لے کر دعا فرماتے جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے اور اہل المشرق ان دنوں قبیلہ مضر سے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے۔

اور اس حدیث کا تعلق اِکراہ کے ساتھ اس طرح ہے کہ یہ لوگ مکہ میں مشرکین کے ساتھ رہنے پر مجبور کر دیئے گئے تھے، کیونکہ یہ کمزور لوگ تھے اور کمزور لوگ ہی مُکرَہ ہوتے ہیں۔اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ کُفر پر مجبور کرنا اگر کفر ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا نہ فرماتے حالانکہ آپ نے ان کو مومنین فرمایا۔(فتح الباری ج ۸ ص ۱۰۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی شرح پر مصنف کا مواخذہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی یہ شرح صحیح نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں جن مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

دعا فرمائی یعنی حضرت عیاش بن ابی ربیعہ، حضرت سلمہ بن ہشام اور حضرت ولید بن الولید رضی اللہ عنہم، یہ لوگ کافر نہیں تھے بلکہ مسلمان اور صحابہ تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مومنین فرمایا ہے، اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ کفر پر مجبور کرنا اگر کفر ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا نہ فرماتے، بلکہ یوں لکھنا چاہیے تھا کہ مجبوری کی وجہ سے کفار کے ساتھ رہنا اور کفار کے علاقہ سے نہ نکلنا اگر کفر ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا نہ فرماتے، کیونکہ یہ صحابہ کفار کے مجبور کرنے کی وجہ سے مکہ سے نہیں نکلے تھے اور یہی اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت ہے، کیونکہ باب میں مجبور مسلمانوں کا بھی ذکر ہے اور کمزور مسلمانوں کا بھی ذکر ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۹۴۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ولید نام رکھنے کا جواز

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ولید یا الولید نام رکھنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام کو متغیر نہیں کیا، اور اگر یہ نام رکھنا حرام ہوتا تو آپ اس کو تبدیل کر دیتے جیسے آپ نے برّہ کا نام تبدیل کر کے زینب رکھ دیا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ولید فرعون کا نام تھا جس کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا، کہا جاتا ہے کہ اس کا نام الولید بن مصعب بن الرجال تھا، اور میرے نزدیک یہ بعید ہے، کیونکہ یہ کلمات، کلماتِ عربیہ ہیں اور یہ بعید ہے کہ فرعون کا نام عربی لفظ ہو حالانکہ وہ قبطی تھا اور ولید اسماء عربیہ میں سے ہے، لیکن بہر حال لوگوں نے اسی طرح کہا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۸۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۔ بَابُ: مَنِ اخْتَارَ الضَّرْبَ وَالْقَتْلَ وَالْهَوَانَ عَلَى الْكُفْرِ

جس شخص نے کفر پر مار کھانے، قتل کیے جانے اور ذلت کو اختیار کر لیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کی شرح میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا تو اس نے کلمۂ کفر کہنے پر مار کھانے اور قتل کیے جانے اور ذلت اور رسوائی کو اختیار کر لیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ الطَّائِفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حوشب الطائفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابو قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین خصلتیں جس شخص میں

الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ.

ہوں وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا: یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں، اور یہ کہ وہ مرد جس سے بھی محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے محبت کرے، اور یہ کہ اس شخص کے نزدیک کفر میں لوٹنا ایسا ناپسند ہو جیسا کہ آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۶، ۲۱، ۶۰۴۱، ۶۹۴۱، صحیح مسلم: ۴۳، سنن ترمذی: ۲۶۲۴، سنن نسائی: ۴۹۸۹، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۳، مسند احمد: ۱۱۵۹۱)

صحیح البخاری ۶۹۴۱: کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے کہ کفر اور آگ میں داخل ہونا دونوں برابر ہیں، اور قتل کیے جانا اور مار کھانا اور ذلت مومن کے نزدیک آگ میں داخل ہونے سے زیادہ آسان ہے، لہٰذا جس شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے کہ کلمہ کفر کہو ورنہ ہم تم کو ماریں گے یا قتل کریں گے یا ذلیل کریں گے تو وہ مار کو اور قتل کیے جانے اور ذلت ورسوائی کو کلمہ کفر کہنے پر ترجیح دے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد الوہاب، یہ ابن عبد المجید الثقفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، اور یہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو قلابہ، یہ عبد اللہ بن زید الجرمی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان میں باب حلاوۃ الایمان میں اسی سند کے ساتھ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ثلاث" اس سے مراد ہے تین خصلتیں۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ ایک شخص نے خطبہ میں کہا: "جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی تو وہ گمراہ ہو گیا" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ برا خطیب ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کر دیا اور کہا: جس نے ان کی نافرمانی کی، حالانکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کیا ہے اور فرمایا کہ "اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہیں"۔

علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برا خطیب اس لیے فرمایا کہ اس نے خطبہ میں ایسا کہا اور خطبہ اختصار کا محل نہیں ہوتا۔ اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ اللہ اور اس

کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کریں اور خود رسول اللہ ﷺ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۴۸۔۱۴۹)

صحیح البخاری: ۶۹۴۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کُفر پر مجبور کرنے اور حرام کاموں پر مجبور کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس مسلمان کو کفر پر مجبور کیا گیا اور کہا گیا کہ کلمہ کفر کہو ورنہ ہم تم کو قتل کر دیں گے، سو اس نے قتل کیے جانے کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو اس سے زیادہ اجر ملے گا جو اس صورت میں رخصت کو اختیار کرے اور زبان سے کلمۂ کفر کہہ دے اور دل میں ایمان پر مطمئن رہے۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ جس کو کفر کے علاوہ کسی حرام کام پر مجبور کیا گیا، پس امام مالک کے اصحاب نے کہا: اس میں بھی شدت پر عمل کرے اور اس صورت میں قتل کیا جانا اور مار کھانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے افضل ہے کہ وہ رخصت پر عمل کرے، اس کا ابن حبیب مالکی اور سحنون مالکی نے ذکر کیا ہے۔

اور علامہ ابن سحنون نے از اہلِ عراق ذکر کیا ہے: جب کسی شخص کو یہ دھمکی دی گئی کہ وہ خمر پیئے یا خنزیر کھائے ورنہ وہ اس کو قتل کر دے گا یا اس کا کوئی عضو کاٹ دے گا یا اس پر کوئی ایسی ضرب لگائے گا جس سے وہ ضائع ہو جائے گا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ان حرام کاموں کو کر کے اپنی جان کو بچائے حتیٰ کہ اگر اس کو قتل کر دیا گیا تو وہ گناہگار ہوگا اور وہ اس شخص کی طرح ہے جو مردار کھانے یا خمر پینے کی طرف شدید بھوک کی حالت میں مجبور ہو جائے اور وہ اللہ کے احکام سے بغاوت کرنے والا اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو جب کہ اسے یہ خوف ہو کہ اگر اس نے خنزیر نہیں کھایا یا خمر نہیں پی تو وہ مر جائے گا۔

اور علامہ مسروق نے کہا ہے: جو شخص ان چیزوں کے کھانے کی طرف مجبور کر دیا جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، پھر وہ نہ کھائے اور نہ پیئے حتیٰ کہ مر جائے تو وہ شخص دوزخ میں داخل ہوگا، اور انہوں نے کہا کہ جب حرام کام کے نہ کرنے پر جان سے مارنے کی دھمکی دی جائے تو یہ کفر کے اور قتلِ مسلم کے مشابہ نہیں ہے، کیونکہ اگر اس کو کلمۂ کفر کہنے پر جان سے مارنے کی دھمکی دی جائے تو اس کے لیے رخصت ہے کہ کلمۂ کفر کہے اور جان بچائے، اور کلمہ کفر کہنے کو ترک کرنا افضل ہے۔

اور علامہ سحنون نے کہا ہے: جب اس نے خمر کو نہیں پیا اور خنزیر کو نہیں کھایا حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا گیا تو اس کو عظیم اجر ملے گا جیسا کہ کفر پر مجبور کرنے کی صورت میں ملتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اکراہ کی حالت میں اس کے لیے کفر کو مباح کر دیا ہے اور مُردار اور خون کو شدید بھوک کی حالت میں اس کے لیے مباح کر دیا ہے۔

اور اس پر اجماع ہے کہ کلماتِ کفر کہنے میں اس کے لیے رخصت کو ترک کرنا جائز ہے، اسی طرح جب وہ مُردار کو کھانے اور خنزیر کے کھانے میں رخصت کو ترک کرے گا تو وہ بھی جائز ہوگا اور وہ اپنی جان کو ہلاک کرنے میں مددگار نہیں ہے۔

فقہاء مالکیہ کا فقہاء احناف پر اعتراض

اکراہ کی بحث میں فقہاء احناف کا قول متناقض ہے، کیونکہ انہوں نے مُکرَہ کے مسئلہ میں ہماری طرح یہ کہا ہے کہ جس شخص کو یہ

دھمکی دی جائے کہ وہ فلاں شخص کا مال لے کر فلاں کو دے دے ورنہ اس کا کوئی عضو کاٹ دیا جائے گا یا اس کو قتل کر دیا جائے گا، تو فقہاء احناف کہتے ہیں: اس کے لیے اس میں گنجائش ہے کہ وہ فلاں شخص کا مال لے کر دوسرے شخص کو دے دے، کیونکہ وہ اس شخص کی طرح ہو گیا ہے جو شدید بھوک کی وجہ سے مُردار کھانے پر مجبور ہو، اور جس کا مال اس نے لیا ہے اس کا ضامن مُکرِہ ہوگا، اور مُکرَہ یعنی جس کو مجبور کیا گیا ہے اس پر کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ اور اگر اس نے دوسرے کا مال لینے سے انکار کیا حتیٰ کہ مُکرِہ نے اس کو قتل کر دیا تو فقہاء احناف نے کہا: ہمارے نزدیک اس کے انکار کرنے کی گنجائش ہے، پس فقہاء احناف پر یہ اعتراض ہوگا کہ مسلمان کے مال کو تم نے جبر و اکراہ کی وجہ سے حلال کر دیا ہے، پس تم اس کو کیوں نہیں جائز قرار دیتے کہ جب کسی مسلمان کو مُردار کھانے پر مجبور کیا جائے ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا تو اس کے لیے مُردار کے کھانے کو ترک کرنا جائز ہو جیسا کہ تم جبر و اکراہ کی صورت میں مسلمان کا مال لینے کو قتل کی دھمکی کی وجہ سے جائز قرار دیتے ہو؟ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں: کسی مسلمان کا مال بھی ناجائز طریقہ سے کھانا ممنوع ہے لیکن مردار کا کھانا اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ ممنوع ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۹۴۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کے استدلال پر علامہ ابن التین کا اعتراض اور اس کا جواب

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس طرح اِکراہ کی صورت میں کلمۂ کفر کہنے کے بجائے قتل کیے جانے کو اختیار کرنا زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے، اسی طرح جب کسی حرام کام کے کرنے پر مار، قتل اور ذلت کی دھمکی دی جائے تو اس حرام کام کو کرنے کے بجائے مار، قتل اور ذلت کو اختیار کرنا زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے۔

اور علامہ ابن التین نے اس استدلال پر یہ تعاقب کیا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کُفر کے مقابلہ میں قتل کو اختیار کرنا راجح ہے، اور یہ دلیل اس کے خلاف حجت ہوتی جو یہ کہتا کہ کلماتِ کفر کو بولنا قتل پر صبر کرنے سے زیادہ اولیٰ ہے۔

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے کہ ایک قوم نے کلماتِ کفر بولنے کے مقابلہ میں قتل کیے جانے کو اختیار کرنے سے منع کیا ہے اور ان کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (النساء: ۲۹) اور تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔

اور اس آیت میں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ (النساء: ۳۰) اور جو شخص زیادتی اور ظلم کی بناء پر ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اس کو (دوزخ کی) آگ میں داخل کر دیں گے، اور یہ اللہ پر آسان ہے ۝

پس اللہ تعالیٰ نے النساء: ۲۹ کو النساء: ۳۰ کے ساتھ مقید کیا ہے، اور جو شخص اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہلاک کرتا ہے وہ نہ ظالم ہے اور نہ حد سے بڑھنے والا ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ جہاد میں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنا جائز ہے۔ اور یہ

علامہ ابن التین کے ذکر کردہ اتفاقِ مذکور کے خلاف ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۱۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۹۴۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ سَمِعْتُ قَيْسًا سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنَّ عُمَرَ مُوثِقِي عَلَى الْإِسْلَامِ وَلَوِ انْقَضَّ أُحُدٌ مِمَّا فَعَلْتُمْ بِعُثْمَانَ كَانَ مَحْقُوقًا أَنْ يَنْقَضَّ۔

(صحیح البخاری: ۳۸۶۲، ۳۸۶۷، ۶۹۴۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عباد نے حدیث بیان کی از اسماعیل، انہوں نے کہا: میں نے قیس سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے سعید بن زید کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے مجھے اسلام لانے کے جرم میں باندھ رکھا تھا اور تم لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس پر اگر احد پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا تو یہ اس کا حق تھا کہ وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

صحیح البخاری: ۶۹۴۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قاتلینِ عثمان کے مطالبہ کو پورا کرنے کے بجائے اس کو اختیار کیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے، لہٰذا کفر کے مقابلہ میں ان کا قتل کو اختیار کرنا بطریقِ اولیٰ ہوگا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سعید بن سلیمان کا ذکر ہے، یہ الواسطی ہیں، انہوں نے بغداد میں رہائش اختیار کی اور ان کا لقب سعدویہ تھا۔ اور اس حدیث کی سند میں عبّاد کا ذکر ہے، یہ ابن العوام الواسطی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، وہ ابن ابی خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں قیس کا ذکر ہے، وہ ابن ابی حازم ہیں۔ اور حضرت سعید بن زید کا ذکر ہے، وہ ابن عمرو بن نفیل ہیں اور وہ عمر بن خطاب بن نفیل کے چچا زاد ہیں۔

یہ حدیث حضرت سعید بن زید کے اسلام لانے کے باب میں گزر چکی ہے اور وہاں اس طرح مذکور ہے کہ اسماعیل بن قیس نے کہا کہ میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے مسجدِ کوفہ میں سنا وہ کہہ رہے تھے: اللہ کی قسم! میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور بے شک عمر مجھے اسلام لانے کے جرم میں باندھے ہوئے تھے، یہ عمر کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے، اور اگر پہاڑ احد اس سلوک سے ریزہ ریزہ ہو جاتا جو تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے حق تھا کہ وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لقد رایتنی" یعنی میں نے اپنے نفس کو دیکھا، اور یہ افعال القلوب کے خصائص میں سے ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "ان عمر" یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "موثقی" یہ الوثاق سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: وہ مجھے رسی سے باندھنے والے تھے یا جس چیز کے ساتھ قیدی کو باندھا جاتا ہے اس سے باندھنے والے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولو انقض" یہ لفظ الانقضاض سے ماخوذ ہے جس کا معنی پھٹنا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اُحُد" (الف اور حاء دونوں پر پیش ہے) اور یہ مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مما فعلتم" یعنی اس سلوک کی وجہ سے جو تم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا، کہ تم نے ان کی مخالفت کی اور ان کی اطاعت سے خروج کیا حالانکہ وہ امیر المومنین تھے، پھر تم نے ان کو ان کے مکان میں قید کر دیا، پھر تم نے ان کو ظلم اور سرکشی سے قتل کر دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "محقوقا" اس کا معنی ہے: لائق ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان ینقض" یعنی اگر احد پہاڑ اس وجہ سے ریزہ ریزہ ہو جاتا تو یہ اس کے لائق تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۴۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ جامع مطابقت

کیونکہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں، ان دونوں نے ذلت کو کفر پر اختیار کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو مارتے تھے کہ وہ دینِ اسلام کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر کریں، لیکن انہوں نے مار کھانے اور ذلت کو کفر کے مقابلہ میں ترجیح دی، اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا: اور یہ اس سے ماخوذ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے قتل کیے جانے کو اس پر اختیار کیا جو ان کے قاتلین چاہتے تھے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل کیے جانے کو کفر پر اختیار کرنا بطریقِ اولیٰ ہوگا۔ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام فاطمہ بنت الخطاب ہے، اور یہ وہ پہلی خاتون ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام لائی تھیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے پہلے حضرت ام الفضل جو حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی بیوی تھیں وہ اسلام لائی تھیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۱۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۹۴۳ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَقُلْنَا أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا أَلَا تَدْعُو لَنَا فَقَالَ قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَيُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهَا فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُجْعَلُ نِصْفَيْنِ وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل، انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی از حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور آپ اس وقت کعبہ کے صحن میں اپنی چادر پر بیٹھے ہوئے تھے، پس ہم نے عرض کیا: کیا آپ ہمارے لیے مدد نہیں طلب کرتے؟ کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں

نَحْمِهِ وَعَظْمِهِ فَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَاللّٰهِ لَيَتِمَّنَّ هٰذَا الْأَمْرُ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ وَالذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهِ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ۔

فرماتے؟ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے جو لوگ تھے ان میں سے کسی مرد کو پکڑا جاتا اور اس کے لیے زمین کھودی جاتی، پھر اس کو زمین میں رکھ دیا جاتا، پھر آری لائی جاتی اور اس کے سر پر رکھی جاتی، پھر اس مرد کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے اور اس کے گوشت اور ہڈی کے درمیان لوہے کی کنگھی کی جاتی، پس یہ ظلم بھی اس کو اپنے دین سے نہیں پھیرتا تھا، اللہ کی قسم! یہ دین ضرور مکمل ہوگا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ اور بھیڑیا اپنی بکریوں کا محافظ ہوگا لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۶۱۲، ۳۸۵۲، ۶۹۴۳، سنن ابوداؤد: ۲۶۴۹، مسند احمد: ۲۰۵۶۸)

صحیح البخاری: ۶۹۴۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں اس بات کی دلالت ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ آپ کفار کے خلاف دعا کریں، کیونکہ حضرت خباب اور ان کے اصحاب پر کفار قہر کرتے تھے اور ان کو ایذاء پہنچاتے تھے جیسے وہ ان کو ان کاموں پر مجبور کرتے ہوں جن کا وہ ارادہ نہیں کرتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، وہ ابن ابی خالد ہیں۔ اور قیس کا ذکر ہے، وہ ابن ابی حازم ہیں جن کا عنقریب ذکر کیا گیا ہے۔ اور لفظِ خَبّاب میں خاء پر زبر ہے اور باء پر تشدید ہے، یہ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث باب ''علامات نبوت'' میں از محمد بن المثنیٰ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''بردۃ لہ'' بردۃ کا معنی ہے: سیاہ چوکور چادر۔

علامہ عینی کا علامہ ابن بطال اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شروح پر تبصرہ

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خباب اور ان کے اصحاب کی درخواست کے موافق کفار کے خلاف دعا نہیں کی، جب کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ''اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ (المؤمن: ۶۰)'' (تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول

فرماؤں گا)، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان مسلمانوں پر یہ مصائب نازل ہوں گے اور یہ ان کی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے، اور یہ صبر کریں گے تو ان کو اجر دیا جائے گا۔ اور رہے غیر انبیاء علیہم السلام یعنی عام مسلمان تو ان پر واجب ہے کہ ہر نازل ہونے والی مصیبت پر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، کیونکہ عام مسلمانوں کو تقدیر پر اور امور غیب پر وہ اطلاع نہیں ہوتی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا نہیں کی بلکہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان کے لیے دعا کی ہو۔

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ بعید احتمال ہے، کیونکہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی ہوتی تو پھر آپ یہ نہ فرماتے کہ "تم سے پہلے لوگوں پر تو اس سے زیادہ مصائب آتے تھے، ان کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا، پھر ان کو زمین میں رکھ دیا جاتا، پھر ان کے سر پر آری رکھ کر ان کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے۔۔۔ الخ" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کو تسلی دی ہے اور ان کو صبر کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے تا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی تقدیر کے لکھے کو پورا کرے۔

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا "لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو" اس میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ آپ نے ان کے لیے دعا کی۔

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام اس پر نہیں دلالت کرتا کہ آپ نے حضرت خباب اور ان کے اصحاب کے لیے دعا کی تھی، بلکہ یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دنیا میں دعا کے قبول ہونے کی طرف جلدی کرتے ہیں جب کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ جلدی کو اس وقت میں ترک کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مِن صنعاء" یہ یمن کا ایک بڑا شہر ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "حضرموت" یہ بھی یمن کا شہر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۰۔۱۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۴۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام مالک کے قول کی تقویت

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں امام مالک کے اصحاب کی دلیل ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ امتوں کی صفت کو بیان کیا ہے کہ ان کے گوشت میں لوہے کی کنگھی کی جاتی اور آری سے ان کے سر کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے اور وہ لوگ ان سختیوں کو برداشت کرتے تھے اور اللہ کی رضا کے لیے ان مصائب پر صبر کرتے تھے اور ظاہراً کفر کر کے اور باطن میں ایمان کو چھپا کر اپنی جانوں سے عذاب کو دور نہیں کرتے تھے۔ یعنی ان کو کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا جاتا اور انہیں عذاب دیا جاتا لیکن اس کے باوجود وہ کلمہ کفر نہیں کہتے تھے اور اللہ کی رضا کے لیے کفار کے دیے ہوئے عذاب کو برداشت کرتے تھے، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

کی تحسین فرمائی۔

علامہ المہلب نے کہا ہے: بعض لوگوں نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۞ (النساء:۲۹) اور تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے O

اور اس آیت میں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۞ (النساء:۳۰) اور جو شخص زیادتی اور ظلم کی بناء پر ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اس کو (دوزخ کی) آگ میں داخل کر دیں گے، اور یہ اللہ پر آسان ہے O

پس اللہ تعالیٰ نے النساء:۲۹ کو النساء:۳۰ کے ساتھ مقید کیا ہے، اور جو شخص اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہلاک کرتا ہے وہ نہ ظالم ہے اور نہ حد سے بڑھنے والا ہے۔

اور جس شخص نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہلاک کر دیا وہ حد سے بڑھنے والا اور ظلم کرنے والا نہیں ہے، اور اگر ایسا ہوتا جیسا کہ ان معترضین نے کہا ہے تو کسی شخص کے لیے جہاد کے وقت اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جائز نہ ہوتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر یہ فرض کیا ہے کہ وہ دو کافر مردوں سے مقابلہ کرے اور ان کو للکارے، اور اس میں ہلاکت میں ڈالنا زیادہ ظاہر ہے، اور جو مسلمان دو کافروں کے ساتھ مقابلہ کرنے سے بھاگا، اس نے بہت بڑی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے در پے ہوا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے ان کافروں سے کافی ہو جائے یعنی مکہ میں جو کفار ان پر ظلم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں ان کی مدد کرے، حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مسلمانوں کے ہجرت کرنے سے پہلے کہا تھا۔

حدیث مذکور کی فقہ

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا "اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔۔ (المومن:۶۰)" (تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا)۔ اور نیز اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ (الانعام:۴۳) تو جب ان کے پاس تنگی کا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ گڑگڑا کر دعا کی لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا O

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ علم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ان صحابہ کے لیے ان مصائب اور آزمائشوں کو مقدر کر دیا ہے تا کہ وہ ان مصائب پر صبر کریں اور ان کو ان کے صبر کے اوپر اجر دیا جائے، جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے متبعین جب مصائب پر اور آزمائشوں پر صبر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے صبر پر انہیں اجر عطا فرماتا ہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی مدد

فرماتا ہے اور ان کی تائید فرماتا ہے اور انہیں کامیابی عطا فرماتا ہے اور ان کو عظیم اجر عطا فرماتا ہے۔

رہے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ عام مسلمان، تو ان پر واجب ہے کہ ان پر جو بھی مصیبت نازل ہو وہ اللہ تعالیٰ سے اس مصیبت کے زائل کرنے کے لیے دعا کریں، کیونکہ ان کو غیب کا علم نہیں ہے، اور دعا کرنا سب سے افضل عبادت ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو وہ تین خصلتوں سے خالی نہیں ہے: یا تو اس کی وہ دعا قبول ہو جاتی ہے، یا اس دعا کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اسے کوئی اور نعمت عطا فرما دیتا ہے، اور یا اس دعا کے پوری نہ ہونے پر جب بندہ صبر کرتا ہے تو آخرت میں اس کو اجرِ جزیل عطا فرماتا ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۔ بَابٌ: فِي بَيْعِ الْمُكْرَهِ وَنَحْوِهِ فِي الْحَقِّ وَغَيْرِهِ

مکرَہ یا اس کی مثل مجبور شخص کی اپنے حق وغیرہ کی بیع کرنے کا حکم

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مکرَہ یعنی جس شخص کو کسی کام پر مجبور کیا گیا ہو یا اس کی مثل کوئی اور مجبور شخص ہو تو اس کے مالی حق کی بیع کا بیان کیا گیا ہے، اور امام بخاری نے عنوان میں وغیرہ کہا ہے یعنی مالی حق کے علاوہ کوئی اور چیز ہو۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حقِ مالی سے مراد یہود کو جلاوطن کرنا ہے، اور ''وغیرہ'' سے مراد جنایات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۴۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى جِئْنَا بَيْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَامَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَنَادَاهُمْ يَا مَعْشَرَ يَهُودَ أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا فَقَالُوا قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ ذَلِكَ أُرِيدُ ثُمَّ قَالَهَا الثَّانِيَةَ فَقَالُوا قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ ثُمَّ قَالَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اعْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ وَإِلَّا فَاعْلَمُوا أَنَّمَا الْأَرْضُ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم مسجد میں تھے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، پس آپ نے فرمایا: یہود کی طرف چلو، پس ہم آپ کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ ہم بیت المدراس پر پہنچے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کھڑے ہو گئے اور آپ نے یہودیوں کو نداء کی: اے یہود کی جماعت! اسلام قبول کر لو تم سلامت رہو گے، یہودیوں نے کہا: اے ابوالقاسم! آپ نے تبلیغ کر دی ہے، آپ نے فرمایا: میں یہی ارادہ کرتا ہوں، پھر آپ نے دوبارہ فرمایا: پس انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! آپ نے تبلیغ کر دی ہے، پھر آپ نے تیسری بار کہا پس فرمایا: جان لو کہ

زمین اللہ کی اور اس کے رسول کی ملکیت ہے اور میں تم کو جلا وطن کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، پس تم میں سے جو شخص اپنے مال کو پائے وہ اس کو فروخت کر دے، ورنہ تم جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۶۷، ۶۹۴۴، ۷۳۴۸، صحیح مسلم: ۱۷۶۵، سنن ابوداؤد: ۳۰۰۳، مسند احمد: 9517)

صحیح البخاری: ۶۹۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہاں پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث مجبور کی بیع کے مشابہ ہے، پس جس شخص کو کسی چیز کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے، یہ وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کو فروخت کرنا چاہے یا نہ کرنا چاہے، اور یہود اپنے اموال پر حریص تھے، سو انہوں نے ان اموال کے فروخت کرنے کو اختیار کیا، پس وہ اس طرح ہو گئے جیسا کہ وہ اپنے اموال کو فروخت کرنے پر مجبور ہو گئے ہوں، جیسے کوئی شخص دیوالیہ ہو جائے اور قرض خواہوں کا قرض ادا کرنے کے لیے اس کے پاس مال نہ ہو تو وہ اپنے مال کو فروخت کرنے پر مجبور ہوتا ہے، سو یہ جائز ہے۔ اور اگر اس کو اس کے اموال کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے۔

اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اگر شریعت کی طرف سے ان کے لیے اپنے مال کو فروخت کرنے کو لازم قرار دیا گیا ہو تو یہ جائز ہے۔ علاوہ ازیں ہم نے ذکر کیا ہے کہ عنوان میں جو مذکور ہے "بیع المکرہ ونحوہ" اس سے مراد ہے: جو شخص کسی چیز کو فروخت کرنے پر مجبور ہو گیا ہو۔

اور یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ عنوان میں "بالحق وغیرہ" کا ذکر ہے اور حدیث میں صرف پہلی شق کا ذکر ہے۔

اس کا یہ جواب ہے کہ حق سے مراد قرض ہے اور "غیرہ" سے مراد وہ چیز ہے جس کو فروخت کرنا لازم ہے، کیونکہ یہود کو اس پر مجبور کیا گیا تھا کہ وہ اپنے اموال کو فروخت کر دیں اور ان پر کوئی قرض نہیں تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز بن عبداللہ، یہ ابن یحیٰی الاویسی المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اللیث، یہ ابن سعد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از سعید المقبری از والد خود، اس سے مراد کیسان ہیں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث "کتاب الجزیہ" میں از عبداللہ بن یوسف گزر چکی ہے، اور عنقریب کتاب الاعتصام میں از قتیبہ آئے گی۔ اور امام مسلم نے اس حدیث کی کتاب المغازی میں روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے کتاب الخراج میں اور امام نسائی نے کتاب السیر

میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"بیت المدراس" یہ لفظ مفعال کے وزن پر ہے اور اسمِ آلہ کا صیغہ ہے، اور یہ وہ جگہ ہے جہاں پر یہود تورات کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے"للہ ورسولہ" یعنی یہ زمین حقیقۃً اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے، کیونکہ اس زمین کے لیے مسلمانوں نے اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کو نہیں دوڑایا ہے۔ اور دوسروں نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ حکم اللہ کے لیے ہے، کیونکہ وہ مالک ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرنے والے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے"اجلیکم" یہ لفظ الاجلاء سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: کسی کو کسی علاقہ سے نکالنا اور جلاوطن کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۱۔ ۱۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۴۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مُکرَہ کی ناحق بیع کا عدمِ جواز اور جب اس پر کسی کا حق واجب ہو تو اس کی جبراً بیع کا جواز

ہمارے نزدیک مُکرَہ کی جو بیع ناحق ہو وہ باطل ہے، اس کے برخلاف جب مُکرَہ کو کسی حق کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے مثلاً جب اس پر قرض ہو اور اس کو قرض کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے اور مُکرَہ اس قرض کو ادا کرنے سے انکار کرے تو پھر حاکم کے لیے یہ جائز ہے کہ اس کی کسی چیز کو فروخت کردے، اور حاکم کے لیے جائز ہے کہ اس کو اس چیز کے فروخت کرنے پر مجبور کرے۔

اور اسی طرح المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: جب مُکرَہ پر کوئی حق واجب ہو اور پھر اس کی کسی چیز کو جبراً فروخت کردیا جائے تو یہ بیع جائز ہے اور نافذ ہو جائے گی اور فقہاء کے نزدیک اس میں رجوع نہیں ہے، کیونکہ مُکرَہ پر یہ لازم تھا کہ وہ جس کا حق ہے اس کو بغیر بیع کے ادا کردے، پس جب اس نے کسی کا حق ادا نہیں کیا تو پھر اس کی کسی چیز کو فروخت کر کے حق دار کو حق دینا اس پر لازم ہوگا۔

اور باب میں مذکور حدیث سے اس مسئلہ پر استدلال اس طرح ہے کہ شارع علیہ السلام کا یہود کو خیبر کی زمین سے نکالنا ان کا حق تھا، کیونکہ شارع علیہ السلام نے یہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال کے فروخت کرنے کو مباح کردیا تو ان کے اموال کو فروخت کرنا جائز ہے، کیونکہ ان کے اموال کے فروخت کرنے پر بیع میں جبر اور اکراہ نہیں ہوا۔ اور یہ بیع اس وجہ سے ہوئی کہ اُن پر ایک حق لازم تھا کہ وہ اس علاقہ سے نکل جاتے، اور جس کے اوپر کوئی حق واجب ہو، اس کی بیع جائز ہوتی ہے لیکن مُکرَہ کی چیزوں کو ظلماً اور قہراً فروخت کرنا یہ جائز نہیں ہے۔ محمد بن سحنون نے کہا ہے: ہمارے اصحاب کا اور اہلِ عراق کا اس پر اجماع ہے کہ ظلم اور زیادتی کے ساتھ مُکرَہ کے اموال کی بیع کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ الخطابی نے کہا ہے: امام بخاری نے اس حدیث سے مُکرَہ کی بیع کے جواز پر استدلال کیا ہے اور مُکرَہ وہ شخص ہوتا ہے جس کو اس چیز کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے جس کو وہ فروخت کرنے کا ارادہ نہیں کرتا، انہوں نے کہا: اور یہود اگر اپنی زمین کو فروخت نہ کرتے تو ان کو اس کی فروخت پر مجبور نہ کیا جاتا، لیکن انہوں نے اپنے اموال پر بُخل کیا اور ان کے فروخت کرنے کو اختیار کیا گویا کہ وہ اپنے اموال کی بیع پر مجبور ہو گئے جیسا کہ کسی شخص کے اوپر قرض ہو تو وہ قرض کی ادائیگی کے لیے اپنے مال کے فروخت کرنے پر مجبور ہو جائے تو اس کی یہ بیع جائز ہو گی، اور اگر اس پر جبر کیا جائے تو پھر یہ بیع جائز نہیں ہو گی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۳۱۔ ۳۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۔ بَابٌ: لَا يَجُوزُ نِكَاحُ الْمُكْرَهِ　جبراً نکاح کے عدمِ جواز کا بیان

وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ مَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النور: ۳۳)

اور تمہاری باندیاں اگر پاک دامن رہنا چاہیں تو ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو تا کہ تم دنیا کی زندگی کا فائدہ طلب کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا تو اس کے جبر کے بعد اللہ (ان باندیوں کو) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جبراً کسی کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے: میں نہیں جانتا کہ امام بخاری نے اس آیت کو اس باب میں کس وجہ سے داخل کیا ہے، پھر انہوں نے اس کا تدارک اس طرح کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کاموں میں جبر کرنے سے منع فرمایا ہے جو حلال نہیں ہیں (یعنی جبراً بدکاری کرنے میں) تو جو کام حلال ہیں ان میں جبر کرنا بطریقِ اولیٰ ممنوع ہو گا۔

علامہ الثعلبی نے کہا: یہ آیت عبداللہ بن ابی المنافق کی دو پڑوسنوں معاذۃ اور مسیکۃ کے متعلق نازل ہوئی ہے، عبداللہ بن ابی ان دونوں کو زنا پر مجبور کرتا تھا اور اجرت لے کر ان سے بدکاری کراتا تھا، اور زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح کرتے تھے، وہ اجرت لے کر اپنی باندیوں سے زنا کراتے تھے، پھر جب اسلام کا ظہور ہوا تو معاذہ نے مسیکہ سے کہا کہ یہ کام جو ہم کر رہے ہیں دو صورتوں سے خالی نہیں ہے، اگر اس کام میں خیر ہے تو ہم نے اس سے بہت خیر حاصل کر لی، اور اگر یہ کام برا ہے تو اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اس کام کو چھوڑ دیں، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

اس آیت میں مذکور ہے "فتیٰتکم" یعنی تمہاری باندیاں، یہ لفظ فتاۃ کی جمع ہے۔

اس آیت میں مذکور ہے "علی البغاء" یعنی زنا پر۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ جب کوئی عورت زنا کرے تو کہا جاتا ہے "بغت المراۃ"۔

اس آیت میں مذکور ہے "اِن اَرَدْنَ" یعنی اگر وہ عورتیں پاک دامن رہنے کا ارادہ کریں۔ اور یہاں شرط کا معنی مراد نہیں ہے،

کیونکہ عورتوں کو زنا پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ زنا سے پاک رہنے کا ارادہ کریں یا نہ کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۴۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَمُجَمِّعٍ ابْنَيْ يَزِيدَ بْنِ جَارِيَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَرَدَّ نِكَاحَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعۃ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از عبدالرحمٰن اور مجمع وہ دونوں یزید بن جاریہ الانصاری کے بیٹے ہیں، از خنساء بنت خذام الانصاریہ، وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا اور وہ اس وقت بیوہ تھیں، انہوں نے اس نکاح کو ناپسند کیا، پس وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں، آپ نے ان کے نکاح کو مسترد کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳۸، ۵۱۳۹، ۶۹۴۵، ۶۹۶۹، سنن نسائی: ۳۲۶۸، سنن ابوداؤد: ۲۱۰۲، مسند احمد: ۲۶۲۴۶، موطا امام مالک: ۱۱۳۵، سنن دارمی: ۲۱۹۲)

صحیح البخاری: ۶۹۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب مذکور کا عنوان ہے "جبراً نکاح کی ممانعت" اور حدیث میں بھی یہی ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن قَزَعة، اس لفظ میں قاف اور زاء پر زبر ہے، یہ حجازی ہیں اور امام بخاری ان سے حدیث روایت کرنے میں متفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن قاسم، جو اپنے والد القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مُجَمِّع، یہ اسم فاعل کے وزن پر ہے اور اس کا مصدر تجمیع ہے، یہ ابن زید بن جاریہ ہیں، حافظ ابوعمر نے کہا ہے کہ یزید بن جاریہ عبدالرحمٰن کے والد ہیں جو حجۃ الوداع کے خطبہ میں حاضر تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خنساء بنت خذام، یہ لفظ خنساء بنت خدام بھی مذکور ہے، ان کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے۔

یہ حدیث کتاب النکاح کے باب "لاینکح الاب وغیرہ البکر والثیبۃ الا برضاھا" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

جبراً کیے ہوئے نکاح کے متعلق فقہاء کے اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے "وھی ثیب" اسی طرح امام مالک کی روایت میں ہے محمد بن اسحاق نے از حجاج بن الصائب روایت

کی از والد خود از جدہ خود خنساء بنت خذام، اور وہ بے نکاح تھیں تو ان کے والد نے بنو عوف کے کسی مرد سے ان کا نکاح کر دیا۔۔۔ الحدیث۔ اور محمد بن سحنون نے کہا: ہمارے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ جس مرد کا جبراً نکاح کیا گیا ہو یا جس عورت کا جبراً نکاح کیا گیا ہو، وہ نکاح باطل ہے۔ اور کہا ہے کہ اس مرد کا اس عورت کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ نکاح منعقد نہیں ہوا ہے۔

اور علامہ ابن القاسم مالکی نے کہا ہے: مُکرَہ کو جس کام پر مجبور کیا گیا خواہ نکاح ہو یا طلاق ہو یا غلام آزاد کرنا ہو تو وہ لازم نہیں ہے اور محمد بن سحنون نے کہا ہے کہ اہلِ عراق نے مُکرَہ کے نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أَبِي عَمْرٍو هُوَ ذَكْوَانُ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ يُسْتَأْمَرُ النِّسَاءُ فِي أَبْضَاعِهِنَّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَإِنَّ الْبِكْرَ تُسْتَأْمَرُ فَتَسْتَحْيِي فَتَسْكُتُ قَالَ سُكَاتُهَا إِذْنُهَا۔

(صحیح مسلم: ۱۴۲۰، سنن نسائی: ۳۲۶۶، مسند احمد: ۲۳۶۶۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از ابی عمرو، اور وہ ذکوان ہیں، از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا عورتوں سے ان کے نکاح کے متعلق اجازت طلب کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے کہا: کنواری سے اجازت طلب کی جاتی ہے تو وہ حیاء کرتی ہے اور خاموش رہتی ہے، آپ نے فرمایا: اس کا خاموش رہنا اس کی اجازت ہے۔

صحیح البخاری: ۶۹۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ”مُکرَہ کا نکاح جائز نہیں ہے“ اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ عورتوں سے ان کے نکاح کے متعلق اجازت طلب کی جائے، اس سے معلوم ہوا کہ ان کی اجازت کے بغیر ان کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دیا جائے تو یہ ایسا ہے جیسے مُکرَہ کا نکاح کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن یوسف کا ذکر ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ فریابی ہوں اور ان کے شیخ سفیان ثوری ہیں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ البیکندی البخاری ہوں، اور ان کے شیخ سفیان بن عیینہ ہیں، اور یہ دونوں سفیان ابن جریج سے روایت کرنے میں مشہور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج اور وہ عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج ہیں، لیکن ابو نُعیم نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ حدیث الفریابی سے مروی ہے، کیونکہ جب سفیان کا ذکر مطلقاً کیا جائے اور ان کو منسوب نہ کیا جائے تو وہ سفیان ثوری ہوتے

ہیں، اور جب سفیان بن عیینہ کا ارادہ کیا جائے تو ان کی نسبت بیان کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی مُلیکہ، یہ عبید اللہ بن عبد اللہ یا عبد الرحمٰن بن ابی ملیکہ ہیں اور ان کا نام زُہیر التیمی المکی الاحول ہے، یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے عہد میں قاضی تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عمرو، ان کا نام ذکوان ہے، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے اور انہوں نے ان کو مدبّر کر دیا تھا، اور یہ حدیث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تُستامر" یہ مجہول کا صیغہ ہے، یعنی عورتوں سے ان کے نکاح کے متعلق مشورہ لیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی ابضاعھن" علامہ کرمانی نے کہا یہ "بُضع" کی جمع ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ایسا نہیں ہے بلکہ یہ لفظ "بِضع" ہے اور اس کا معنی عورتوں کا نکاح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۳۔ ۱۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۔ بَابٌ إِذَا أُكْرِهَ حَتَّى وَهَبَ عَبْدًا أَوْ بَاعَهُ لَمْ يَجُزْ

اس کا بیان کہ جب کسی شخص کو مجبور کیا گیا حتیٰ کہ اس نے غلام ہبہ کر دیا یا غلام کو فروخت کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے

وَبِهِ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ

اسی کے مطابق بعض لوگوں نے کہا ہے۔

فَإِنْ نَذَرَ الْمُشْتَرِي فِيهِ نَذْرًا فَهُوَ جَائِزٌ بِزَعْمِهِ

اور اگر خریدار نے نذر مانی تو وہ ان کے زعم میں جائز ہے۔

وَكَذَلِكَ إِنْ دَبَّرَهُ۔

اور اسی طرح اگر خریدار نے مدبّر کیا تو وہ جائز ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کسی مرد کو اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ اپنا غلام کسی شخص کو ہبہ کر دے یا اس غلام کو فروخت کر دے تو یہ جائز نہیں ہے، یعنی نہ ہبہ جائز ہے اور نہ وہ فروخت جائز ہے اور غلام بدستور اس کی ملکیت میں باقی ہے۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

بعض لوگوں نے اس حکم کے مطابق کہا کہ مُکرَہ کا اپنے غلام کو ہبہ کرنا اور اسی طرح مُکرَہ کا اپنے غلام کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر امام بخاری نے بعض لوگوں سے مراد فقہاء احناف لی ہے تو فقہاء احناف کا اس طرح مذہب نہیں ہے، کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ ایک شخص کو اس کے مال کے فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا یا کسی شخص کو اس مال کے ہبہ کرنے پر مجبور کیا گیا، یا اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ کسی شخص کے لیے ہزار روپے کا اقرار کرے یا اس کی مثل، پس اس نے اپنا مال فروخت کر دیا یا ہبہ کر دیا اور اقرار کر لیا، پھر بعد میں وہ اکراہ اور جبر زائل ہو گیا تو اس شخص کو اختیار ہے، اگر چاہے تو ان چیزوں کو اپنے حال پر جاری کر دے اور اگر چاہے تو ان عقود کو فسخ کر دے، کیونکہ عقد کے سبب سے ملکیت ثابت ہو گئی، کیونکہ وہ ملکیت اس کے اہل سے اور اس کے محل میں صادر

ہے مگر یہ کہ اس میں حلال ہونے کی شرط ہے، اور وہ یہ ہے کہ دونوں راضی ہوں، پس یہ ان عقود کی طرح ہو گیا جو شروط فاسدہ سے ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر اس نے اس میں کوئی تصرف کیا تو پھر اس عقد کے فسخ کرنے کو قبول نہیں کیا جائے گا مثلاً اس نے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کر دیا تو اس کا یہ تصرف نافذ نہیں ہوگا اور اس پر اس کی قیمت لازم ہوگی۔ اور اگر وہ ان عقود کو جائز قرار دے تو پھر یہ جائز ہے کیونکہ باہمی رضامندی پائی گئی، اور بیع فاسد اس کے خلاف ہے، کیونکہ شریعت کے حق کی وجہ سے بیع فاسد ہوتی ہے۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس دوسری تعلیق میں امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ اگر خریدار اس میں کوئی نذر مان لے تو یہ بعض لوگوں کے زعم میں جائز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام بخاری نے اس کلام سے ان بعض لوگوں پر طعن کا ارادہ کیا ہے اور ان کے کلام میں تناقض کو ثابت کیا ہے، کیونکہ ان بعض لوگوں نے کہا کہ اگر خریدار نے جس چیز کو خریدا ہے، اس چیز میں نذر مان لی تو یہ جائز ہے یعنی ان کے زعم میں یہ جائز ہے۔

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں امام بخاری نے کہا ہے: اسی طرح اس نے اگر غلام کو مدبّر کیا یعنی ان بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگر خریدار نے مُکرَہ سے جس غلام کو خریدا ہے اس کو مدبَّر کیا تو یہ جائز ہے، اور یہ امام بخاری کی طرف سے ان بعض لوگوں کے کلام میں تناقض کا بیان ہے (کیونکہ ان بعض لوگوں نے کہا کہ اگر کسی شخص نے مُکرَہ سے کسی غلام کو خریدا تو یہ جائز نہیں ہے، پھر انہوں نے کہا کہ اگر خریدار نے اس غلام کو مدبر کر دیا تو یہ جائز ہے تو جب یہ بیع صحیح نہیں ہے تو اس بیع کے نتیجہ میں غلام کو مدبر کرنا کس طرح صحیح ہوگا؟)

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ مشائخ نے بیان کیا ہے کہ امام بخاری کی اس عبارت میں بعض لوگوں سے مراد فقہاء احناف ہیں اور امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ یہ بیان کریں کہ ان بعض لوگوں کا کلام متناقض ہے، کیونکہ مُکرَہ کی بیع آیا خریدار کی ملکیت کی طرف منتقل کرنے والی ہوگی یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ ہاں وہ خریدار کی ملکیت کی طرف منتقل کرنے والی ہوگی تو پھر خریدار کے تمام تصرفات صحیح ہوں گے اور نذر کے ساتھ اور مدبر کرنے کے ساتھ اس کی تخصیص صحیح نہیں ہوگی، اور اگر وہ کہیں کہ مُکرَہ کی بیع خریدار کی طرف ملکیت کو منتقل کرنے کا سبب نہیں ہوگی تو پھر یہ دونوں تصرف ہی صحیح نہیں ہوں گے۔ اور اس میں ان کا اپنی رائے سے حکم لگانا ہے اور تخصیص کرنا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اولاً میں یہ کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کا مذہب اس طرح نہیں ہے جس طرح امام بخاری نے زعم کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اور ثانیاً ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم ملکیت کے منتقل ہونے اور نہ ہونے میں اس تردید سے منع کرتے ہیں بلکہ خریدار کے لیے ملکیت ثابت ہو جائے گی کیونکہ اس عقد کا صدور اس کے اہل سے اس کے محل میں ہوا ہے، مگر یہ کہ اس میں حلال اور جائز ہونے کی شرط ہے اور وہ باہمی رضامندی ہے، پس یہ اس طرح ہو گیا جیسے اور شروط فاسدہ ہوتی ہیں حتیٰ کہ اگر اس نے اس میں کوئی تصرف کیا تو وہ اس کے فسخ کو قبول نہیں کرے گا، مثلاً اس نے غلام خریدنے کے بعد آزاد کر دیا یا مدبر کر دیا تو اس کا تصرف نافذ ہو جائے گا اور اس پر اس

غلام کی قیمت دینی لازم ہوگی۔ اور اگر اس نے اس بیع کو جائز رکھا تو یہ بیع جائز ہوگی کیونکہ باہمی رضامندی پائی گئی ہے اور بیع فاسد اس کے خلاف ہے، کیونکہ بیع فاسد میں فساد شریعت کے حق کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۴۔ ۱۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۴۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ دَبَّرَ مَمْلُوكًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ قَالَ فَسَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ عَبْدًا قِبْطِيًّا مَاتَ عَامَ أَوَّلَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک مرد نے ایک غلام کو مدبر کر دیا اور اس مرد کے پاس اس غلام کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا، رسول اللہ ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو حضرت نعیم النحام نے اس غلام کو آٹھ سو درہم کے عوض خرید لیا، راوی نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ وہ غلام قبطی تھا اور پہلے سال فوت ہو گیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۱۴۱، ۲۲۳۰، ۲۳۲۱، ۲۴۰۳، ۲۴۱۵، ۲۵۳۴، ۶۷۱۶، ۶۹۴۷، ۷۱۸۶، صحیح مسلم: ۹۹۷، سنن ترمذی: ۱۲۱۹، سنن نسائی: ۴۶۵۳، سنن ابوداؤد: ۳۹۵۷، مسند احمد: ۱۴۱۷۹، سنن دارمی: ۲۵۷۳)

صحیح البخاری: ۶۹۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

صحیح البخاری کے شارح علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے اس جگہ ایک اعتراض کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث اور باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں اِکراہ کا ذکر نہیں ہے، پھر انہوں نے اس کی توجیہ میں یہ کہا کہ ہو سکتا ہے یہ کہا جائے کہ نبی ﷺ کا اس غلام کو فروخت کرنا بہ ظاہر ایسا تھا جیسے کوئی شخص کسی مُکرَہ کا مال فروخت کرے (کیونکہ آپ نے اس انصار سے اس غلام کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں لی تھی، اگرچہ آپ امت کے تمام اموال میں تصرف کرنے کے مختار ہیں)۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابو النعمان کا ذکر ہے، یہ محمد بن الفضل ہیں اور یہ حدیث کتاب العتق میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان رجلا" اس مرد کا نام ہے ابو مذکور، اور غلام کا نام یعقوب ہے، اور خریدنے والے نُعیم تھے، اور

بعض روایات میں نُعیم بن النحام کا ذکر ہے، اور صحیح نام نُعیم النحام ہے بغیر لفظ ابن کے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "عبدا قبطیا" یعنی وہ غلام مصر کے قِبط سے تھا۔

حدیث مذکور کے فوائد اور فقہاء احناف پر اعتراض کا جواب

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مُدبَّر غلام کو فروخت کرنا جائز ہے، کہا گیا ہے کہ یہ حدیث فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے کیونکہ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ مُدبر کی بیع جائز نہیں ہے۔

فقہاء احناف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث مُدبر مقید پر محمول ہے اور اس کی بیع جائز ہے، الا یہ کہ مخالفین یہ ثابت کریں کہ وہ مدبر مطلق تھا اور وہ اس پر قادر نہیں ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اس انصار کا اس غلام کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا" یہ اس کے فروخت کرنے کے جواز کی دلیل ہے، کیونکہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں غلام آزاد ہو جائے گا اور غلام محنت مزدوری کر کے اس کی قیمت مالک کو ادا کرے گا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں بیع سے مراد بیع الخدمة والمنفعة ہے، یعنی اس غلام کو خدمت کے لیے فروخت کیا اور منفعت کے لیے اور اس کی ذات کو فروخت نہیں کیا، کیونکہ امام دار قطنی نے اپنی سند کے ساتھ ابو جعفر سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے موقع پر حاضر تھا اور آپ نے اس بیع میں اس کی خدمت کی اجازت دی تھی، اور ابو جعفر ثقہ راوی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۔ بَابٌ: مِنَ الْإِكْرَاهِ كُرْهًا وَكَرْهًا وَاحِدٌ — اکراہ کا بیان، اور کُرھاً اور کَرھاً کا ایک معنی ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اِکراہ کے متعلق امور بیان کئے گئے ہیں، جن کو اس باب میں مذکور آیت شامل ہے۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ کُرہٌ اور کَرہٌ کا ایک معنی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کُرہٌ کا معنی ہے: جس کام کا تم نے اپنے اوپر جبر کیا ہے، اور کَرہٌ کا معنی ہے: جس کام پر کسی دوسرے نے تم کو مجبور کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۵-۱۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۴۸۔ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ بْنُ فَيْرُوزَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الشَّيْبَانِيُّ وَحَدَّثَنِي عَطَاءٌ أَبُو الْحَسَنِ السُّوَائِيُّ وَلَا أَظُنُّهُ إِلَّا ذَكَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا﴾ (النساء: ۱۹) الْآيَةَ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حُسین بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسباط بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی سلیمان بن فیروز نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، اور شیبانی نے کہا: اور مجھے عطاء ابو الحسن السوائی نے حدیث بیان کی اور میں صرف یہی گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کی حضرت ابن

كَانُوا إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ أَوْلِيَاؤُهُ أَحَقَّ بِامْرَأَتِهِ إِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا وَإِنْ شَاؤُوا زَوَّجَهَا وَإِنْ شَاؤُوا لَمْ يُزَوِّجْهَا فَهُمْ أَحَقُّ بِهَا مِنْ أَهْلِهَا فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي ذَلِكَ۔ (صحیح البخاری: ۴۵۷۹، ۶۹۴۸)

عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) ”اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ“۔ (النساء: ۱۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ جب کوئی مرد مر جاتا تو اس مرد کے وارث اس کی بیوی کے زیادہ حق دار بن جاتے تھے، اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو وہ اس کی بیوی سے خود نکاح کر لیتا، اور اگر چاہتا تو کسی اور سے اس کا نکاح کر دیتا، اور اگر وہ چاہتے تو اس کا نکاح نہ کرتے، پس وہ لوگ اس عورت کے رشتہ داروں سے زیادہ حق دار بن جاتے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔

صحیح البخاری: ۶۹۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت لفظ کرھاً میں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حسین بن منصور نیشاپوری، اور امام بخاری نے ان سے صرف اسی حدیث کی روایت کی ہے، یہ دوسو اڑتیس (۲۳۸) ہجری میں وفات پا گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسباط بن محمد، اور یہ القرشی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عطاء ابوالحسن السوائی، اس میں سواء بن عامر بن صعصعۃ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن کی طرف نسبت ہے، اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

یہ حدیث سورۃ النساء کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۴۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس شخص کو اپنی بیوی کی ضرورت نہ ہو اس کو موت کے انتظار میں روک کے رکھنے کا عدم جواز

الزہری اور امام مالک نے کہا ہے: پس وہ شخص اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں روکے رکھتا حتیٰ کہ وہ مر جاتی، پھر وہ اس کا وارث ہوتا۔

علامہ المہلب مالکی نے لکھا ہے: اس باب کا فائدہ یہ ہے کہ تمہیں یہ بتایا جائے کہ جس شخص کو اپنی بیوی کی خواہش نہ ہو تو وہ اس کی موت کے انتظار میں اس کو روک کے رکھے تو یہ قرآن مجید کی اس آیت کے اعتبار سے جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸

ص ۲۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۶- بَابٌ: إِذَا اسْتُكْرِهَتِ الْمَرْأَةُ عَلَى الزِّنَا فَلَا حَدَّ عَلَيْهَا

جب کسی عورت کو زنا پر مجبور کیا جائے تو اس عورت پر حد نہیں ہے

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَ مَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٣﴾ (النور: ۳۳)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور جو ان کو مجبور کرے گا تو اس کے جبر کے بعد اللہ (ان باندیوں کو) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے''O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس آیت کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جس عورت کو زنا پر مجبور کیا جائے تو اس کا کوئی گناہ نہیں ہے، سو اس سے لازم آئے گا کہ اس کے اوپر حد بھی واجب نہ ہو۔

علامہ طیبی نے کہا ہے: اس آیت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ عورتوں کو زنا پر مجبور کرنے والوں کے لیے بہت شدید عذاب ہے اور مغفرت اور رحمت کے ذکر میں تعریض ہے، اور اصل عبارت یوں ہوگی: ''اے وہ لوگو جو عورتوں کو زنا پر مجبور کرتے ہو، اس فعل سے باز آجاؤ'' کیونکہ اگر ان عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت اور مغفرت نہ ہوتی تو ان سے مواخذہ ہوتا تو تم سے بطریق اولیٰ مواخذہ ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۶-۱۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۴۹- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ أَبِي عُبَيْدٍ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عَبْدًا مِنْ رَقِيقِ الْإِمَارَةِ وَقَعَ عَلَى وَلِيدَةٍ مِنَ الْخُمُسِ فَاسْتَكْرَهَهَا حَتَّى اقْتَضَّهَا فَجَلَدَهُ عُمَرُ الْحَدَّ وَنَفَاهُ وَلَمْ يَجْلِدِ الْوَلِيدَةَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ اسْتَكْرَهَهَا قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْأَمَةِ الْبِكْرِ يَفْتَرِعُهَا الْحُرُّ يُقِيمُ ذٰلِكَ الْحَكَمُ مِنَ الْأَمَةِ الْعَذْرَاءِ بِقَدْرِ قِيمَتِهَا وَيُجْلَدُ وَلَيْسَ فِي الْأَمَةِ الثَّيِّبِ فِي قَضَاءِ الْأَئِمَّةِ غُرْمٌ وَلٰكِنْ عَلَيْهِ الْحَدُّ۔

اور اللیث نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ صفیہ بنت ابی عبید نے ان کو بتایا کہ حکومت کے غلاموں میں سے ایک غلام نے مالِ خمس کی باندی سے جبراً زنا کیا حتیٰ کہ اس کا پردۂ بکارت زائل کر دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس غلام پر حد لگائی اور اس کو شہر بدر کر دیا، اور اس باندی کو کوڑے نہیں لگائے، کیونکہ اس غلام نے اس باندی سے جبراً زنا کیا تھا۔

الزہری نے کہا: جس کنواری باندی کے ساتھ کسی آزاد مرد نے جبراً زنا کیا تو اس کے معاملہ میں حاکم مقرر کیا جائے گا جو یہ فیصلہ کرے گا کہ اس کنواری کی بکارت زائل ہونے سے اس باندی کی قیمت میں کتنی کمی ہوگئی اور اس قیمت کے تاوان کو اس آزاد مرد پر لازم کردے گا اور اس آزاد مرد کو کوڑے لگائے جائیں گے، اور اگر آزاد مرد نے کسی بیوہ باندی کے ساتھ جبراً زنا کیا تو اس کے معاملہ

میں حاکموں سے فیصلہ نہیں لیا جائے گا (کیونکہ وہ باکرہ نہیں ہے) لیکن اس آزاد مرد پر حد قائم کی جائے گی۔

صحیح البخاری:۶۹۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں خُمس کی باندی کے ساتھ جبراً زنا کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس تعلیق میں لیث کا ذکر ہے، یہ ابن سعد ہیں جنہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع سے روایت کی ہے۔
امام ابو القاسم البغوی نے اس تعلیق کی از العلاء بن موسیٰ از اللیث موصولاً روایت کی ہے، اور اس تعلیق میں صفیہ بنت ابی عبید کا ذکر ہے، یہ الثقفیہ ہیں اور یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیوی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں الامارۃ مذکور ہے، یعنی خلیفہ کے مال سے اور خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "من الخُمس" یعنی غنیمت کا وہ پانچواں حصہ جس کے ساتھ امام کے تصرف کا تعلق ہوتا ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "وقع علی ولیدۃ" یعنی اس حکومت کے غلام نے اس باندی کے ساتھ جبراً زنا کیا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "افتضّھا" یعنی اس کی بکارت کو زائل کر دیا، یعنی کنواری لڑکی کے اندامِ نہانی میں جو پردہ ہوتا ہے اس کو زائل کر دیا۔

حدیثِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں زہری کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "یفترعھا" یعنی اس باندی کے پردۂ بکارت کو زائل کر دیا۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "یقیم" علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے "یُقَوِّمُ" یعنی وہ حاکم اس باندی کی قیمت ڈالے گا کہ اب پردۂ بکارت زائل ہونے کے بعد اس کی قیمت اصل قیمت سے کتنی کم ہوگئی، اور اس قیمت کا تاوان اس جبراً زنا کرنے والے کو دینا ہوگا۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "الحَکَم" یعنی حاکم۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "العذراء" یعنی باکرہ، کنواری۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "بقدر قیمتھا" یعنی اس باندی کی جو اصل قیمت تھی تو پردۂ بکارت زائل ہونے کے بعد اس کی قیمت

کتنی کم ہوگئی۔ اور حاکم اس زانی سے وہ قیمت وصول کرے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۵۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ بِسَارَةَ دَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوكِ أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ أَرْسِلْ إِلَيَّ بِهَا فَأَرْسَلَ بِهَا فَقَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي فَقَالَتِ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی، وہ ایک بستی میں داخل ہوئے جس میں بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا یا جابروں میں سے ایک جابر تھا، اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ سارہ کو میرے پاس بھیجیں، حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ کو بھیج دیا، پس وہ بادشاہ حضرت سارہ کی طرف کھڑا ہوا، حضرت سارہ کھڑی ہو کر وضو کرنے لگیں اور انہوں نے نماز پڑھی، پھر انہوں نے دعا کی: اے اللہ! بے شک میں تجھ پر ایمان لائی ہوں اور تیرے رسول پر، سو تو مجھ پر اس کافر کو مسلّط نہ کر، پس اس کافر کا دم گھٹ گیا حتیٰ کہ وہ اپنی ٹانگ کے ساتھ زمین میں دھنس گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۲۱۷، ۲۶۳۵، ۳۳۵۷، ۳۳۵۸، ۵۰۸۴، ۶۹۵۰، صحیح مسلم: ۲۳۷۱، مسند احمد: ۸۹۸۸)

صحیح البخاری: ۶۹۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جبراً اس ظالم بادشاہ کے ساتھ خلوت میں گئیں اور ان پر اس وجہ سے کوئی ملامت نہیں ہوئی، اسی طرح جس عورت سے جبراً زنا کیا گیا اس پر بھی کوئی حد نہیں ہوگی۔

اور صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن شافعی نے کہا ہے: اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بیان کرنے میں زیادہ قریب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجبور کیا گیا کہ وہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ظالم بادشاہ کی طرف بھیجیں، اور جبر واکراہ کی وجہ سے ان پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، اور وہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، وہ ابن ابی

حمزہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، وہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، وہ عبدالرحمٰن بن ہُرمز ہیں۔

یہ حدیث کتاب البیوع کے آخر میں احادیث الانبیاء علیہم السلام میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "هاجر ابراهيم عليه السلام" علامہ کرمانی نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اہل السیَر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت المقدس سے مصر کی طرف ہجرت کی۔ اور حضرت سارہ، حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "دَخَلَ بها قرية" علامہ کرمانی نے کہا: اس بستی کا نام حرّان ہے اور اس لفظ میں راء پر تشدید ہے، اور یہ بہت بڑا شہر ہے جو مصر کے شہروں کے برابر ہے اور اس کی حد اتنی ہے جتنی فرات اور دجلہ کے درمیان جزیرہ کی حد ہے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت وہیں ہوئی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ بستی حرّان تھی اور اس میں اعتراض ہے، اور اہل السیَر نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ مصر ہے۔ اور علامہ کرمانی کے قول کی تائید ان لوگوں کے اقوال سے ہوتی ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ حران وہ بستی ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "أو جبار" اس میں راوی کو شک ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فارسل اليه" یعنی اس ظالم بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے جبر و اکراہ کی وجہ سے حضرت سارہ کو اس کی طرف بھیج دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فغُطَّ" یعنی اس کا گلا گھٹ گیا اور اسے مرگی ہوگئی۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ "غطّ" ہو اور یہ اس کی آواز کی حکایت ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتى ركض برجله" یعنی اس کی ٹانگ زمین میں دھنس گئی۔

مرد کو زنا پر مجبور کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

امام بخاری نے اس حدیث کے تحت یہ ذکر نہیں کیا کہ اگر مرد کو زنا پر مجبور کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے، پس جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں مرد پر حد نہیں ہے۔ امام مالک اور ایک اور جماعت نے کہا ہے کہ اس پر حد ہے، کیونکہ آلہ جب ہی منتشر ہوتا ہے جب مرد کو لذت آئے خواہ اس کو سلطان نے مجبور کیا ہو یا کسی اور نے، اور امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ اگر اس کو سلطان نے مجبور کیا تو اس پر کوئی حد نہیں ہے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ علیہم نے امام ابوحنیفہ کے اس قول کی مخالفت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابٌ:

يَمِيْنِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ إِنَّهُ أَخُوْهُ إِذَا خَافَ عَلَيْهِ الْقَتْلَ أَوْ نَحْوَهُ وَكَذٰلِكَ كُلُّ مُكْرَهٍ يَخَافُ فَإِنَّهُ يَذُبُّ عَنْهُ الْمَظَالِمَ وَيُقَاتِلُ دُوْنَهُ وَلَا يَخْذُلُهُ فَإِنْ قَاتَلَ دُوْنَ الْمَظْلُوْمِ فَلَا قَوَدَ عَلَيْهِ وَلَا قِصَاصَ۔

باب

کسی مرد کا اپنے صاحب کے لیے یہ قسم کھانا کہ وہ اس کا بھائی ہے جب کہ اس پر قتل وغیرہ کا خوف ہو اور اسی طرح سے ہر مکرَہ اور مجبور جس کو اپنی جان کا خطرہ ہو، وہ اس کی جان سے مظالم کو دور کرے اور اس کے لیے لڑے اور اس کو اس ظلم پر نہ چھوڑے، پس اگر کسی مسلمان نے مظلوم کی طرف سے قتال کیا تو نہ اس پر دیت لازم ہوگی اور نہ قصاص۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی مرد کسی کے متعلق یہ قسم کھائے کہ وہ اس کا بھائی ہے جب کہ اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر اس نے یہ قسم نہ کھائی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا، یعنی کسی ظالم نے اس کو یہ قسم کھانے پر مجبور کیا ہو کہ تم یہ کہو کہ یہ میرا بھائی ہے ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا۔

امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے "او نحوہٗ" یعنی ظالم نے اس کی مثل کہا ہو کہ اگر تم نے یہ قسم نہ کھائی تو میں تمہارے اعضاء میں سے کوئی عضو کاٹ دوں گا۔

امام بخاری نے کہا "فانه یذب" یعنی وہ مجبور شخص خود سے ظالم کو دفع کرے اور اس کو اس ظلم سے منع کرے۔

امام بخاری نے کہا "ویقاتل دونه" یعنی کوئی مسلمان اس ظالم سے لڑے اور اس مظلوم اور مجبور کی مدد کرنے کو ترک نہ کرے۔

امام بخاری نے کہا "فان قاتل دون المظلوم" یعنی کسی مسلمان نے مظلوم کی طرف سے قتال کیا اور اس کی طرف سے ظالم سے لڑا۔

امام بخاری نے کہا "فلا قود علیه ولا قصاص" تو اس مسلمان پر نہ دیت لازم ہوگی اور نہ قصاص۔

مسئلہ مذکور میں فقہاء کے اقوال

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: امام مالک اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کو قسم کھانے پر مجبور کیا گیا کہ اگر اس نے قسم نہیں کھائی تو ظالم اس کے مسلمان بھائی کو قتل کر دے گا، تو اگر اس نے اس قسم کے خلاف کیا تو وہ حانث نہیں ہوگا، اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ وہ حانث ہو جائے گا، کیونکہ اس شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ توریہ کرتا (یعنی قسم میں ایسا لفظ استعمال کرتا کہ اس کا ظاہر معنی ظلم کرنے والے جابر کے موافق ہوتا اور وہ دوسرے معنی کا ارادہ کرتا)۔ پس جب اس نے توریہ کو ترک کیا تو وہ قصداً قسم کھانے والا ہو گیا، لہٰذا اگر اس نے قسم کے خلاف کیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَإِنْ قِيلَ لَهُ لَتَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ أَوْ لَتَأْكُلَنَّ الْمَيْتَةَ أَوْ لَتَبِيعَنَّ عَبْدَكَ أَوْ تُقِرُّ بِدَيْنٍ أَوْ تَهَبُ هِبَةً وَتَحُلُّ عُقْدَةً أَوْ لَنَقْتُلَنَّ أَبَاكَ أَوْ أَخَاكَ فِي الْإِسْلَامِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ وَسِعَهُ ذَلِكَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ۔

اور اگر مکرَہ سے کہا گیا: تم ضرور بہ ضرور خمر پیئو یا تم ضرور بہ ضرور مُردار کھاؤ، یا تم ضرور بہ ضرور اپنے غلام کو فروخت کرو، یا تم ضرور قرض لینے کا اقرار کرو، یا تم کسی کو ہبہ کرو، اور اسی طرح ہر عقد کے متعلق کہا ورنہ ہم تمہارے باپ کو قتل کر دیں گے یا تمہارے دینی بھائی کو قتل کر دیں گے تو اس کے لیے (جبر و اکراہ سے) ان کاموں کو کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یعنی اگر کوئی مرد دوسرے مرد سے یہ کہے کہ تم ضرور شراب پیئو اور اس کو اس پر مجبور کرے یا کہے کہ تم ضرور مُردار کھاؤ اور اس کو اس پر مجبور کرے، یا اس سے کہے کہ تم ضرور اپنے غلام کو فروخت کرو اور اس کو اس پر مجبور کرے، اور یہ تینوں الفاظ نُون ثقیلہ کے ساتھ مؤکد ہیں۔

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ''اولتنقر'' یعنی اس نے اس سے کہا کہ تم ضرور فلاں آدمی کے قرض کا انکار کرو اور اس کو اس پر مجبور کرے، یا اس سے کہے کہ تم ضرور فلاں کو کوئی چیز ہبہ کرو اور اس کو اس پر مجبور کرے، اور اسی طرح ہر عقد ہو مثلاً یہ کہے کہ تم ضرور قرض دو، یا تم ضرور اجرت دو۔

امام بخاری نے کہا ''او لنقتلن اباك او اخاك فی الاسلام'' اسلام کی قید اس لیے لگائی ہے تاکہ یہ نسبی بھائی کو بھی عام ہو جائے۔

امام بخاری نے کہا ''وسعه ذالك'' یعنی اس کے لیے یہ کام کرنا جائز ہے یعنی خمر پینا یا مردار کھانا یا اپنے غلام کو فروخت کرنا یا کسی کے قرض کا اقرار کرنا یا کوئی چیز ہبہ کرنا یا کوئی اور عقد کرنا اس لیے جائز ہے تاکہ وہ اپنے باپ کو اور اپنے دینی بھائی کو قتل کیے جانے سے بچائے یعنی مومن کو قتل سے بچائے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ جس شخص نے کسی کو اس کے والد کے قتل کرنے کی دھمکی دی یا اس کے دینی بھائی کو قتل کرنے کی دھمکی دی کہ اگر اس نے یہ معصیت کے کام نہیں کیے یا اس نے اپنے اوپر کسی قرض کا اقرار نہیں کیا جو قرض اس پر نہیں ہے یا اس نے دوسرے کو خوشی سے کسی چیز کے ہبہ کرنے سے انکار کیا، یا کوئی اور عقد کیا مثلاً اس نے کہا: تم اپنی بیوی کو طلاق دو ورنہ ہم تم کو قتل کر دیں گے یا تم اپنے غلام کو آزاد کرو ورنہ ہم تم کو قتل کر دیں گے، تو اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس کام کو کرے جس کے لیے اس کو قتل کی دھمکی دی ہے تاکہ وہ اپنے باپ کو قتل سے بچائے اور اپنے دینی بھائی کو قتل سے بچائے۔

امام بخاری نے کہا ''لقول النبی ﷺ'' امام بخاری نے اس قول سے اس پر دلیل قائم کی ہے کہ اس کے لیے یہ ممنوعہ کام کرنے اس حدیث کی وجہ سے جائز ہیں کہ ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے'' تو وہ اپنے بھائی کو قتل ہونے سے بچائے۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَوْ قِيلَ لَهُ لَتَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ أَوْ لَتَأْكُلَنَّ الْمَيْتَةَ أَوْ لَنَقْتُلَنَّ ابْنَكَ أَوْ أَبَاكَ أَوْ ذَا رَحِمٍ مُحَرَّمٍ لَمْ يَسَعْهُ لِأَنَّ هَذَا لَيْسَ بِمُضْطَرٍّ ثُمَّ نَاقَضَ فَقَالَ إِنْ قِيلَ لَهُ لَنَقْتُلَنَّ أَبَاكَ أَوْ ابْنَكَ أَوْ لَتَبِيعَنَّ هَذَا الْعَبْدَ أَوْ تُقِرُّ بِدَيْنٍ أَوْ تَهَبُ يَلْزَمُهُ فِي الْقِيَاسِ وَلَكِنَّا نَسْتَحْسِنُ وَنَقُولُ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ وَكُلُّ عُقْدَةٍ فِي ذَلِكَ بَاطِلٌ فَرَّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي رَحِمٍ مُحَرَّمٍ وَغَيْرِهِ بِغَيْرِ كِتَابٍ وَلَا سُنَّةٍ۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے: اگر مُکرَہ سے کہا گیا تم ضرور بہ ضرور خمر پیؤ یا تم ضرور بہ ضرور مُردار کھاؤ، ورنہ ہم ضرور بہ ضرور تمہارے بیٹے کو قتل کردیں گے یا تمہارے باپ کو قتل کردیں گے، یا تمہارے محرم رشتہ دار کو قتل کردیں گے تو اس کے لیے ان کاموں کے کرنے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ وہ مضطر (مجبور) نہیں ہے، پھر انہوں نے اپنے قول کے خلاف کیا، پس انہوں نے کہا: اگر مکرہ سے کہا گیا کہ ہم ضرور بہ ضرور تمہارے باپ کو قتل کریں گے یا تمہارے بیٹے کو قتل کریں گے ورنہ تم یہ غلام فروخت کردو یا تم قرض کا اقرار کرو یا تم ہبہ کرو، تو قیاس کے مطابق اس کو یہ کام کرنا لازم ہے، لیکن ہم بطورِ استحسان یہ کہتے ہیں کہ بیع اور ہبہ اور اس قسم کا ہر عقد باطل ہے، ان لوگوں نے ہر محرم رشتہ دار اور اس کے غیر کے حکم میں فرق کیا ہے بغیر کتاب وسنت کی کسی دلیل کے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

امام بخاری نے بعض لوگوں سے فقہاء احناف کا ارادہ کیا ہے۔

امام بخاری نے کہا "لو قیل له" یعنی اگر ظالم نے کسی مرد سے کہا اور اس کے والد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا کہ تم ضرور بہ ضرور خمر پیؤ یا ضرور بہ ضرور مردار کھاؤ۔

امام بخاری نے کہا "او لنقتلن ابنك" ورنہ ہم ضرور بہ ضرور تمہارے بیٹے کو قتل کردیں گے اگر تم نے میرے کہنے کے مطابق عمل نہیں کیا۔

امام بخاری نے کہا "او ذا رحم محرم" یعنی ظالم نے کہا: ہم ضرور بہ ضرور تمہارے مَحرم رشتہ دار کو قتل کردیں گے اگر تم نے اس طرح نہیں کیا۔ اور محرم سے مراد ہر وہ شخص ہے جس سے دائماً نکاح حرام ہو۔

امام بخاری نے کہا "لم یسعه" یعنی اس مُکرَہ کے لیے اس ظالم کے حکم پر عمل کرنے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ مُضطر نہیں ہے، کیونکہ اکراہ صرف اس صورت میں متوجہ ہوتا ہے جب اس کا تعلق خصوصیت کے ساتھ انسان کی جان کے ساتھ ہو نہ کہ دوسرے کی جان کے ساتھ، اور اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے کی جان بچانے کے لیے ان گناہوں کو کرے، اور اگر اس نے یہ گناہ کیے تو وہ گناہگار ہوگا۔ اور جمہور فقہاء کے نزدیک وہ گناہگار نہیں ہوگا۔

علامہ کرمانی نے کہا: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ مُضطر (مجبور) نہیں ہے، کیونکہ اس کو امورِ متعددہ میں اختیار دیا گیا

ہے اور تحییر اکراہ کے منافی ہے۔

امام بخاری نے کہا'' پھر ان بعض لوگوں نے اپنے قول کے خلاف کیا'' بعض لوگوں سے مراد فقہاء احناف ہیں اور تناقض کا بیان امام بخاری کے زعم کے مطابق اس طرح ہے کہ فقہاء احناف نے پہلی صورت میں کہا ہے کہ اکراہ نہیں ہے یعنی جب خمر نہ پینے کی صورت میں اس کے مُحرم کو قتل کرنے کی دھمکی دی تھی، اور فقہاء احناف نے دوسری صورت میں قیاس کے اعتبار سے کہا کہ اکراہ ہے، پھر انہوں نے کہا کہ ''بطور استحسان یہ بیع، ہبہ یا قرض کا اقرار باطل ہے'' تو انہوں نے اپنے قول کے خلاف کیا کیونکہ اکراہ کا قول لازم ہے اور وہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ اکراہ نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ مناقضہ ممنوع ہے، کیونکہ مجتہد کے لیے جائز ہے کہ وہ استحسان سے قیاس کی مخالفت کرے اور فقہاء احناف کے نزدیک استحسان حجت ہے۔

امام بخاری نے کہا'' فرقوا بین کل ذی رحم محرم وغیرہ بغیر کتاب ولا سنة ''۔امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ذی رحم کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب اس کے خلاف ہے جو اجنبی کے متعلق ان کا مذہب ہے، پس اگر کسی مرد سے یہ کہا گیا کہ ہم اس اجنبی مرد کو ضرور بہ ضرور قتل کردیں گے ورنہ تم یہ چیز اتنے میں فروخت کردو، تو اس مُکرَہ نے وہ چیز فروخت کردی تا کہ اس اجنبی مرد کو قتل سے نجات دے، اس صورت میں بیع لازم ہوگی، اور اگر یہی بات ظالم نے اس کے مُحرم رشتہ دار کے متعلق کہی تو اب جو اس نے عقد کیا ہے وہ لازم نہیں ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ بھی بطریقِ استحسان ہے اور وہ کتاب وسنت سے خارج نہیں ہے، رہی کتاب تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ (الزمر:۱۸)	جو غور سے بات سنتے ہیں، پھر احسن بات کی پیروی کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت پر جما رکھا ہے اور یہی عقل والے ہیں O

اور رہی سنت تو اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس کام کو مومنین اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے''۔

امام بخاری پر یہ اعتراض کہ اس کتاب سے مقصود اسانید کے ساتھ احادیث کو جمع کرنا ہے نہ کہ مجتہدین پر اعتراض کرنا اور ان کے اقوال میں تناقض بیان کرنا

علامہ کرمانی نے کہا ہے: امام بخاری نے ان مباحث کی جو مثالیں ذکر کی ہیں وہ اس کتاب کی وضع کے مناسب نہیں ہیں، کیونکہ یہ بحث اس کتاب کے فن سے خارج ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

یہ اعتراض بہت عجیب ہے، کیونکہ امام بخاری کا اس کتاب کی تدوین سے مقصد صرف احادیث کو نقل کرنا نہیں ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو تمام احکام کا جامع بنایا ہے اور امام بخاری کی فقہ ان کے تراجم میں ہے یعنی ابواب کے عنوانات میں،

اور کتنی مرتبہ وہ تفاسیر کو بھی وارد کرتے ہیں اور ان میں بکثرت علل کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور بعض سندوں کو بعض دوسری سندوں پر ترجیح دیتے ہیں، پس جب وہ ان مباحث میں سے کوئی چیز ذکر کریں گے تو یہ کوئی غریب چیز نہیں ہے، پس امام بخاری کے لیے ان سے پہلے ائمہ میں نمونہ ہے مثلاً امام شافعی، امام ابوثور، امام حمیدی، امام احمد اور اسحاق، اور ان کا طریقہ بحث کرنا ہے، سو امام بخاری بھی اسی طریقہ سے بحث کرتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۱۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی مذکورہ عبارت پر علامہ عینی کا اعتراض

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ان مذکورہ ائمہ میں سے کسی نے بھی احادیث کو جمع کرنے میں خصوصیت کو اختیار نہیں کیا، انہوں نے مباحث کو اپنی ان تصانیف میں ذکر کیا ہے جو اصول اور فروع پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اور اگر ان ائمہ میں سے کسی نے ان مباحث کو بالخصوص کتب حدیث میں ذکر کیا ہے تو اس پر بھی یہی اعتراض وارد ہوگا۔

علاوہ ازیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ امام بخاری فقہ میں امام شافعی کے مساوی ہیں، اور نہ ان مباحث کی مثل میں بحث کرنے میں امام شافعی کے مساوی ہیں۔

باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِامْرَأَتِهِ هَذِهِ أُخْتِي وَذَلِكَ فِي اللهِ۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے، اور ان کا یہ کلام اللہ کے لیے تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس پر استشہاد کیا ہے کہ اس باب میں قریبی رشتہ دار اور اجنبی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اور اس کا بیان یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کے متعلق کہا کہ یہ میری بہن ہے، یعنی دینِ اسلام میں میری بہن ہے، پس جب وہ دینِ اسلام کے اعتبار سے ان کی بہن تھیں تو ان پر واجب تھا کہ وہ ان کی حمایت کرتے اور ان سے ظلم کو دور کرتے۔

امام بخاری نے کہا "و ذالك فی اللہ" یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو ظالم سے چھڑانے کے لیے جو کہا کہ یہ "میری بہن ہے" تو یہ بات ان کے اور اللہ کے درمیان تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ قریبی رشتہ دار اور اجنبی کے درمیان فرق کرنا یہ بھی استحسان ہے، کیونکہ جب دینی بھائی کی حمایت کرنا واجب ہے تو قریبی رشتہ دار کی حمایت کرنا بطریق اولیٰ واجب ہوگا۔

باب مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَقَالَ النَّخَعِيُّ إِذَا كَانَ الْمُسْتَحْلِفُ ظَالِمًا فَنِيَّةُ

اور نخعی نے کہا: جب قسم لینے والا ظالم ہو تو قسم کھانے والے کی نیت

الْحَالِفِ وَإِنْ كَانَ مَظْلُومًا فَنِيَّةُ الْمُسْتَحْلِفِ۔ کا اعتبار ہوگا، اور اگر مظلوم ہو تو قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یعنی ابراہیم النخعی نے کہا کہ جب قسم لینے والا ظالم ہو تو قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا، اور جب وہ مظلوم ہو تو قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ قسم لینے والا مظلوم کس طرح ہوگا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب مدعی برحق ہو اور اس کی کوئی نیت نہ ہو اور مدعیٰ علیہ اس سے حلف طلب کرے تو وہ مظلوم ہوگا۔

قسم لیتے وقت قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے یا قسم لینے والے کی، اس کے متعلق فقہاء کے اقوال

اور ابراہیم نخعی کے اس اثر کی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں از امام ابوحنیفہ از حماد ان الفاظ سے روایت کی ہے: جب کوئی مرد حلف طلب کرے اور وہ مظلوم ہو تو قسم اس کی نیت کے اعتبار سے ہوگی اور اس کی روایت کے اعتبار سے ہوگی، اور جب کوئی مرد حلف طلب کرے اور وہ ظالم ہو تو قسم اس کی نیت کے اعتبار سے ہوگی جو قسم کو طلب کرے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ابراہیم نخعی کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک ہمیشہ مظلوم کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے، اور اسی کی مثل امام مالک اور جمہور کا مذہب ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہمیشہ قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور دوسروں نے کہا کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب حاکم کے سامنے حلف لیا جائے تو اس میں حاکم کی نیت کا اعتبار ہوگا اور اس کا صاحبِ حق کی نیت کی طرف رجوع ہوتا ہے، اور اگر حاکم کے غیر کے سامنے حلف لیا جائے تو قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۹۔۱۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٩٥١۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضى الله عنهما أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ سالم نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر خود ظلم کرے اور نہ کسی سے اس پر ظلم کرائے، اور جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۴۲، ۶۹۵۱، صحیح مسلم: ۲۵۸۰، سنن ترمذی: ۱۴۲۶، سنن ابوداؤد: ۴۸۹۳، مسند احمد: ۵۶۱۴)

صحیح البخاری: ۶۹۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ مسلمان پر واجب ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی حمایت کرے۔

یہ حدیث کتاب المظالم میں اسی سند کے ساتھ زیادہ اہتمام کے ساتھ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا یُسلمه" یہ لفظ اسلام سے ماخوذ ہے اور یہاں اس کا معنی ہے: رسوا کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی حاجته" اس سے مراد ہے اس کی حاجت کو پورا کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۱۔۱۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۵۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُومًا أَفَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ أَنْصُرُهُ قَالَ تَحْجُزُهُ أَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَإِنَّ ذَلِكَ نَصْرُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو، پس ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! جب وہ مظلوم ہوگا تو میں اس کی مدد کروں گا، آپ یہ بتائیے کہ جب وہ ظالم ہوگا تو میں اس کی مدد کیسے کروں گا؟، آپ نے فرمایا: تم اس کو ظلم سے باز رکھو یا منع کرو، تو بے شک یہ بھی اس کی مدد ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۴۳، ۲۴۴۴، ۶۹۵۲، سنن ترمذی: ۲۲۵۵، مسند احمد: ۱۲۶۶۶)

صحیح البخاری: ۶۹۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنے بھائی کو ظلم کرنے سے روکو، اور ظلم کرنے سے روکنا اکراہ اور جبر سے روکنے کو مستلزم ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عبد الرحیم، یہ البزاز ہیں اور یہ امام بخاری کے اکثر شیوخ کے طبقہ میں سے ہیں۔ اور اس

حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن سلیمان، انہوں نے بغداد میں رہائش اختیار کی اور یہ بھی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، اور امام بخاری نے ان سے متعدد ابواب میں بغیر واسطہ کے روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ہُشیم کا ذکر ہے، یہ ابن بشر الواسطی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن ابی بکر بن انس کا ذکر ہے جو اپنے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب المظالم میں عبید اللہ بن ابی بکر بن انس کی سند سے گذر چکی ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو از مسدد بھی روایت کیا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم ہو، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کریں گے تو ظالم کی کیسے مدد کریں؟ آپ نے فرمایا: اس کے ہاتھ کو پکڑ لو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''افرایت'' اس کا معنی ہے اخبرنی، مجھے بتایئے، اور اس میں دو قسم کا مجاز ہے، ایک قسم یہ ہے کہ لفظِ رویت کا اطلاق کیا اور اس سے اخبار کا ارادہ کیا، اور دوسرا مجاز یہ ہے کہ استفہام کا اطلاق کیا اور اس سے امر کا ارادہ کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تحجزہ او تمنعه'' اس میں راوی کا شک ہے کہ آپ نے کیا فرمایا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

''کتاب الاِکراہ'' کا اختتام

''کتاب الاِکراہ'' میں پندرہ (۱۵) احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے تین تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں، اور یہ تمام احادیث مکررہ ہیں۔

''کتاب الاِکراہ'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین، آج ۱۹ ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ/ 25 اکتوبر 2013ء بروز جمعہ ''کتاب الاکراہ'' میں درج ابواب اور احادیث کی شرح مکمل ہوگئی، دراصل کتاب الاکراہ صحیح البخاری کے سب سے زیادہ مشکل مقامات میں سے ہے اور امام بخاری نے ان احادیث سے جن مسائل کا استنباط کیا ہے، ان میں امام بخاری کی عبارت بہت مغلق ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ تمام مشکلات اور مغلقات حل ہوگئیں، اور میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے ان احادیث کی مفصل شرح کر دی، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور مجھے اور قارئین کو بخش دے، اب اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب الحِیَل'' شروع ہوگی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

۹۰۔ کِتَابُ الْحِیَلِ

شرعی حیلوں کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ کتاب حیلوں کے بیان میں ہے، حِیَل کا لفظ حیلہ کی جمع ہے اور حیلہ کا معنی ہے: وہ کام جس سے خفیہ طریقہ سے مقصود تک پہنچا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حیلہ کی تعریف، اس کی اقسام اور حیلہ کے متعلق فقہاء کے نظریات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کے نزدیک حیلوں کی کئی قسمیں ہیں، اگر کسی مباح طریقہ سے حق کو باطل کیا جائے یا باطل کو ثابت کیا جائے تو یہ حیلہ حرام ہے، اور اگر کسی خفیہ طریقہ سے حق کو ثابت کیا جائے یا باطل کو دفع کیا جائے تو یہ واجب ہے یا مستحب ہے، اور اگر کسی مباح طریقہ سے اپنے آپ کو کسی آفت یا مصیبت میں واقع ہونے سے بچایا جائے تو یہ حیلہ مستحب ہے یا مباح ہے، یا کسی مُباح طریقہ سے کسی مستحب کام کو ترک کیا جائے تو یہ حیلہ مکروہ ہے۔

بعض علماء نے مطلقاً حیلہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے، ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ ہے:

وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ (ص:۴۴)

اور آپ اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک جھاڑو لے کر ماریں اور اپنی قسم نہ توڑیں، بے شک ہم نے ان کو صابر پایا، وہ کیا خوب بندے ہیں، بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے ہیں O

ص:۴۴ کی تفسیر از مصنف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابلیس نے راستہ میں ایک تابوت بچھایا اور اس پر بیٹھ کر بیماروں کا علاج کرنے لگا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی وہاں سے گزری تو اس نے پوچھا: کیا تم بیماری میں مبتلا اس شخص کا علاج بھی کردو گے؟ اس نے کہا: ہاں! اس شرط کے ساتھ کہ جب میں اس کو شفاء دے دوں تو تم یہ کہنا کہ تم نے شفاء دی ہے، اس کے سوا میں تم سے کوئی اور اجر طلب نہیں کرتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی نے حضرت ایوب علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا، انہوں نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! یہ تو شیطان ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے مجھ پر یہ نذر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی تو میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا اور جب وہ تندرست ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، سو حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی پر جھاڑو مار کر اپنی قسم پوری کر لی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۰۸)

جو علماء مطلقاً حیلہ کے جواز کے قائل ہیں ان کی دوسری دلیل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھروں میں ایک شخص رہتا تھا جس کی خلقت ناقص تھی، وہ اپنے گھر کی ایک باندی (نوکرانی) سے زنا کرتا تھا، یہ قصہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، آپ نے فرمایا: اس کو سو کوڑے مارو، مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو اس کے مقابلہ میں بہت کمزور ہے، اگر ہم اس کو سو کوڑے ماریں تو یہ مرجائے گا، پھر آپ نے فرمایا: اس کے لیے سو تنکوں کی ایک جھاڑو لو اور اس کو جھاڑو سے مارو۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۴، المعجم الکبیر: ۵۵۲۱، مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۲)

اور حیلہ کے جواز میں درج ذیل آیت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے:

وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۝ (الطلاق: ۲) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے ۝

اور حیلہ کے سبب سے انسان کو کسی مشکل سے نجات کی راہ مل جاتی ہے۔

نیز حیلہ کے ثبوت پر درج ذیل حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو خیبر پر عامل بنایا، پس وہ عمدہ کھجوریں لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں اسی طرح ہیں؟ اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم یارسول اللہ! ہم یہ کھجوریں ایک صاع دے کر اس کے بدلہ میں دوسری کھجوریں دو صاع یا تین صاع لیتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کرو، تم تمام کھجوروں کو دراہم کے عوض فروخت کر دو، پھر دراہم کے عوض عمدہ کھجوریں خرید لو۔

(صحیح البخاری: ۲۲۰۲، صحیح مسلم: ۱۵۹۲، سنن نسائی: ۴۵۵۳، موطا امام مالک: ۱۳۱۵، سنن دارمی: ۲۵۷۷)

مذکور الصدر حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود سے بچنے کا حیلہ تعلیم فرمایا کہ تم تمام کھجوریں دراہم کے عوض فروخت کر دو، پھر ان دراہم سے جتنی دوسری کھجوریں ملیں وہ لے لو۔

اور جو فقہاء حیلہ کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں، وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِيۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡكُمۡ فِى السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِـِٕيۡنَ ۝ (البقرہ: ۶۵) اور بے شک تم ان لوگوں کو جانتے ہو جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن حد سے تجاوز کیا تھا، پس ہم نے ان سے کہا: تم دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ ۝

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ قوم حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں "ایلہ" میں آباد تھی، یہ شہر مدینہ اور شام کے درمیان ساحلِ سمندر پر واقع تھا، اس جگہ کے سمندر میں سال کے ایک مہینہ میں اتنی کثرت سے مچھلیاں آتی تھیں کہ پانی دکھائی نہیں دیتا تھا اور باقی مہینوں میں ہفتہ کے دن اس میں بہت مچھلیاں آتی تھیں، ان لوگوں نے مختلف جگہ حوض کھودے اور سمندر سے نالیاں نکال کر ان حوضوں سے ملا دیں، ہفتہ کے دن ان حوضوں میں مچھلیاں چلی جاتیں اور وہ اتوار کے دن ان کا شکار کر لیتے، بنی اسرائیل کا ہفتہ کے دن مچھلیوں کو حوضوں میں مقید کر لینا ہی ان کا حد سے تجاوز کرنا تھا، وہ ایک بڑے لمبے عرصہ تک اس نافرمانی میں مشغول رہے، نسل در نسل ان کی اولاد بھی اس میں ملوث رہی، خدا کا خوف رکھنے والے کچھ لوگ منع کرتے تھے، کچھ اس کو برا جانتے تھے اور

اس خیال سے منع نہیں کرتے تھے کہ یہ باز آنے والے نہیں ہیں، نافرمان لوگ کہتے تھے کہ ہم اتنے عرصہ سے یہ کام کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان مچھلیوں میں اضافہ فرما رہا ہے، مانعین کہتے تھے کہ تم دھوکے میں نہ آؤ ہوسکتا ہے کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۷۷، دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

بنی اسرائیل نے بھی مچھلی کا شکار کرنے کے لیے یہ حیلہ ایجاد کیا تھا، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پر اپنے غضب کا اظہار فرمایا اور ان لوگوں کو بندر بنا دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حیلہ کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز حیلہ کے عدمِ جواز پر درج ذیل حدیث دلالت کرتی ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ فلاں شخص نے خمر فروخت کی ہے، تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو ہلاک کر دے، کیا وہ نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کر دے، ان پر چربی حرام کر دی گئی تو انہوں نے چربی کو پگھلایا اور پھر اس کو فروخت کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۲۲۳، صحیح مسلم: ۱۵۸۲، سنن نسائی: ۴۲۵۷، سنن ابن ماجہ: ۳۳۸۳، مسند احمد: ۱۷۱، سنن دارمی: ۲۱۰۴)

چربی بعینہٖ حرام تھی تو یہود نے اس کے لیے یہ حیلہ کیا کہ چربی کو پگھلا کر اس کا تیل بنا دیا اور پھر اس تیل کو فروخت کیا اور کہا: یہ چربی نہیں ہے بلکہ تیل ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے اس فعل کی مذمت کی۔

فقہاء احناف کا قول حیلوں کے متعلق مشہور ہے، کیونکہ امام ابویوسف نے حیلہ کے جواز میں کتاب تصنیف کی ہے، لیکن امام ابویوسف اور دیگر ائمہ احناف سے مشہور یہ ہے کہ برحق چیز کے حصول کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے، اور صاحب المحیط نے کہا ہے: اگر حیلہ سے مقصود یہ ہو کہ حرام کام سے بچا جائے اور گناہ سے بچا جائے تو یہ حیلہ مستحسن ہے، اور اگر حیلہ سے مقصد یہ ہو کہ کسی مسلمان کے حق کو باطل کیا جائے تو پھر یہ حیلہ ناجائز ہے اور گناہ ہے اور حد سے تجاوز ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۱۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۔ بَابٌ: فِي تَرْكِ الْحِيَلِ — حیلوں کو ترک کرنے کا بیان

وَأَنَّ لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فِي الْأَيْمَانِ وَغَيْرِهَا۔

ہر مرد کے لیے اسی کا اعتبار کیا جاتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہے خواہ قسموں میں یا کسی اور کام میں۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حیلوں کے ترک کرنے کا بیان کیا گیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ امام بخاری نے ''ترک'' کے لفظ سے اس وہم کو دور کرنے کا اشارہ کیا ہے کہ پہلے عنوان میں جو حیلوں کا ذکر ہے اس سے مراد حیلوں کا جواز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

پہلا عنوان اپنے عموم کے اعتبار سے جائز حیلہ اور ناجائز حیلہ دونوں کو شامل ہے، اور امام بخاری نے عنوان کو اس لیے مطلق ذکر کیا کہ بعض حیلے ایسے ہیں جن سے منع نہیں کیا جاتا۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: "ہر مرد کے لیے اسی کا اعتبار کیا جاتا ہے جس کی وہ نیت کرے"۔ یہ دراصل ایک مکمل حدیث کا ٹکڑا ہے اور یہ حدیث صحیح البخاری کے شروع میں مذکور ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ "اعمال کا مدار صرف نیات پر ہے، اور ہر مرد کے لیے اسی کا اعتبار کیا جاتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔۔۔۔۔۔ الحدیث"۔ اور اس حدیث کی مفصل شرح گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے کہا "فی الایمان وغیرھا" یہ امام بخاری کا کلام ہے اور ایمان میں الف پر زبر ہے اور یہ یمین کی جمع ہے۔

یہ حدیث عبادات پر محمول ہے اور امام بخاری نے اس حدیث میں تعمیم کی ہے تا کہ ان کا کلام معاملات پر بھی شامل ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه يَخْطُبُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ هَاجَرَ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از محمد بن ابراہیم از علقمہ بن وقاص، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ خطبہ دے رہے تھے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے لوگو! اعمال کا مدار صرف نیت پر ہے اور مرد کے لیے اسی چیز کا اعتبار کیا جاتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے، پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف شمار ہوگی، اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو جسے وہ پائے یا عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف شمار ہوگی جس کی طرف وہ ہجرت کی نیت کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱، ۵۴، ۲۵۲۹، ۳۸۹۸، ۵۰۷۰، ۶۶۸۹، ۶۹۵۳، صحیح مسلم: ۱۹۰۷، سنن ترمذی: ۱۶۴۷، سنن نسائی: ۷۵، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۱، سنن ابن ماجہ: ۴۲۲۷، مسند احمد: ۱۶۹)

صحیح البخاری: ۶۹۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ مہاجر ام قیس نے اپنی ہجرت کو ام قیس کے ساتھ نکاح کرنے کے لیے حیلہ بنایا تھا، کیونکہ جب انہوں نے ام قیس کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا: میں تم سے نکاح تب کروں گی جب

تم ہجرت کر کے مدینہ آجاؤ، تو انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کو ام قیس سے نکاح کرنے کا حیلہ بنایا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالنعمان کا ذکر ہے، یہ محمد بن الفضل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، یہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد بن ابراہیم کا ذکر ہے، یہ التیمی ہیں۔

میں نے اس حدیث کی شرح صحیح البخاری کے شروع میں کی ہے اور میں نے ایسی شرح کی ہے کہ متقدمین اور متاخرین شارحین میں سے کسی نے بھی اس کی مثل شرح نہیں کی۔ اور جو فقہاء حیلوں کے جواز کے قائل نہیں ہیں انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

اور جو حیلوں کے جواز کے قائل ہیں انہوں نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے، کیونکہ دونوں فریقوں کا رجوع عامل کی نیت کی طرف ہوتا ہے، اور ''المحیط'' کی ''کتاب الحیل'' میں مذکور ہے کہ حیلہ کرنا مشروع ہے جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں درج ذیل آیت کا تقاضا ہے:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (ص:۴۴)

اور آپ اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک جھاڑو لے کر ماریں اور اپنی قسم نہ توڑیں، بے شک ہم نے ان کو صابر پایا، وہ کیا خوب بندے ہیں، بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے ہیں O

اور حیلہ کسی مکروہ یا کسی آفت اور مصیبت سے بھاگنے کے لیے کیا جاتا ہے اور حرام سے بھاگنے کے لیے حیلہ کرنا اور گناہ سے دور رہنے کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے، اور اگر کسی مسلمان کا حق باطل کرنے کے لیے حیلہ کیا جائے تو یہ گناہ ہے اور سرکشی ہے۔

علامہ النسفی نے ''الکافی'' میں امام محمد بن الحسن سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے حیلہ کر کے بھاگنا یہ مومنین کے اخلاق میں سے نہیں ہے اور جو حیلہ اس لیے کیا جائے تا کہ کسی کے حق کو باطل کیا جائے تو یہ حیلہ مذموم ہے اور نا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۳۔ ۱۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۵۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قسم میں توریہ کا اعتبار کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء

یہ حدیث امام مالک کے قسموں میں ان کے مذہب کی دلیل ہے، کیونکہ امام مالک یہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے فریق مخالف کے سامنے جن الفاظ سے قسم کھائی، انہی الفاظ کا اعتبار ہوگا اور ان میں کسی توریہ کا اعتبار نہیں ہوگا، یعنی وہ قسم کے الفاظ سے کچھ اور نیت کرے اور فریق مخالف کے ذہن میں کوئی اور معنی ڈالے مثلاً کوئی شخص تنگدست ہو اور وہ اپنے قرض خواہ کے سامنے قسم کھائے اور کہے: اللہ کی قسم! میرے پاس تمہارے لیے اس وقت کوئی پیسہ نہیں ہے اور وہ اس خاص وقت کی نیت کر لے، یا کوئی شخص طلاق کی

قسم کھائے اور کہے: ہند کو طلاق ہے اور اس کی بیوی کا نام ہند ہو اور وہ کسی اور اجنبی عورت کی طلاق کی نیت کر لے، تو امام مالک کے نزدیک اس قسم کا توریہ جائز نہیں ہے اور قسم کھانے والے نے جن الفاظ کے ساتھ قسم کھائی ہے ان الفاظ کا جو متبادل معنی ہوگا اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔

جب کہ فقہاء احناف اور فقہائے شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ قسم کھانے والا جن الفاظ کے ساتھ قسم کھائے اسی کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۴۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۔ بَابٌ: فِي الصَّلَاةِ — نماز کو ختم کرنے میں حیلہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں نماز میں حیلہ کے دخول کا بیان کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۵۴۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی نماز کو قبول نہیں فرمائے گا جب وہ وضو توڑ دے گا حتیٰ کہ وہ وضو کر لے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۵، ۶۹۵۴، صحیح مسلم: ۲۲۵، سنن ترمذی: ۷۶، سنن ابوداؤد: ۶۰، مسند احمد: ۸۰۱۷)

صحیح البخاری: ۶۹۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت پر اعتراض اور علامہ کرمانی کا جواب

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی المتوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ اس حدیث کا کتاب کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ تو میں کہوں گا کہ امام بخاری کا مقصود فقہاء احناف پر رد کرنا ہے۔

بعض فقہاء کا فقہاء احناف پر یہ الزام کہ فقہاء احناف کہتے ہیں کہ اگر نمازی نے قعدہ اخیرہ میں وضو توڑ دیا تو سلام پھیرے بغیر اس کی نماز مکمل ہو جائے گی، حالانکہ سلام پھیرنا نماز کا رکن اور فرض ہے

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ فقہاء احناف نے کہا ہے: جس آدمی نے نماز کے قعدہ اخیرہ میں وضو توڑ دیا، اس کی نماز صحیح ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ نماز سے باہر نکلنا ہر اس کام سے حاصل ہو جاتا ہے جو نماز کے منافی اور خلاف ہو، پس وہ وضو توڑنے کے ساتھ نماز کے صحیح ہونے کا حیلہ کرتے ہیں اور فقہاء احناف پر رد کا بیان یہ ہے کہ وہ شخص نماز میں وضو توڑنے والا ہے، پس اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، کیونکہ نماز سے باہر آنا یا تکبیر تحریمہ کی تحلیل نماز کا رکن ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: "تحلیلها التسلیم"، یعنی تکبیر

تحریمہ سے نمازی پر جو نماز کے علاوہ دوسرے کام حرام ہو جاتے ہیں، وہ کام سلام پھیرنے سے حلال ہوتے ہیں، پس جیسا کہ تکبیرِ تحریمہ نماز کا رُکن ہے، اسی طرح سلام پھیر کر نماز میں دوسرے کاموں کو حلال کرنا یہ بھی نماز کا رکن ہے۔ اور جب کہ انہوں نے کہا ہے کہ جو آدمی نماز کے اندر وضو توڑ دے وہ وضو کرے اور اس پر نماز کی بناء کرے، اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ جب وضو میں وضو کی نیت نہ ہو تو وضو صحیح ہوتا ہے کیونکہ وضو کرنا عبادت نہیں ہے۔ (علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی۔)

اور علامہ ابن المُنیر نے کہا ہے: امام بخاری نے اس عنوان سے اُن فقہاء کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جو شخص قعدہ اخیرہ کے درمیان عمداً وضو توڑ دے اس کی نماز صحیح ہے، اور اس کا وضو توڑنا اس کے سلام پھیرنے کی مثل ہے، کیونکہ یہ وضو ٹوٹنے کے ساتھ نماز کی صحت کا حیلہ ہے۔ (علامہ ابن المنیر کی عبارت ختم ہوئی۔)

اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: اس باب کے عنوان میں اُن فقہاء کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے قعدہ اخیرہ میں وضو توڑ دیا تو اس کی نماز صحیح ہے۔ (علامہ ابن بطال کی عبارت ختم ہوئی۔)

اور کہا گیا ہے کہ تحریم کے مقابلہ میں تسلیم ہے (سلام پھیرنا ہے)، کیونکہ حدیث میں ہے "نماز کی تحریم تکبیر ہے اور نماز کی تحلیل تسلیم ہے" پس جب دو طرفوں میں سے ایک طرف رُکن ہے تو دوسری طرف بھی رُکن ہوگی، یعنی جس طرح تکبیرِ تحریمہ نماز کا رکن ہے تو اسی طرح سلام پھیرنا بھی نماز کا رُکن ہے، اور جس طرح تکبیرِ تحریمہ وضو توڑنے کے ساتھ نہیں ہو سکتی، اسی طرح سلام پھیرنا بھی وضو توڑنے کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

علامہ عینی کی طرف سے اس الزام کا جواب جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سلام پھیرنا نماز میں فرض نہیں ہے

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس حدیث اور باب کے عنوان میں اصلاً مطابقت نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث اصلاً کسی حیلہ پر دلالت نہیں کرتی، اور علامہ کرمانی نے جو کہا ہے کہ فقہاء احناف بے وضوئی کے ساتھ نماز صحیح ہونے کا حیلہ کرتے ہیں، یہ کلام مردود ہے، بالکل مقبول نہیں ہے، کیونکہ فقہاء احناف نے اس شخص کی نماز کو بالکل صحیح نہیں کہا جو قعدۂ اخیرہ میں وضو توڑنے کا حیلہ کرے اور حیلہ کا اس میں بالکل دخل نہیں ہے، بلکہ فقہاء احناف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کیا ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا پھر ان کو نماز میں تشہد سکھایا، پھر اعمش کی حدیث کی دعا کی مثل کا ذکر کیا اور فرمایا: "اذا قلت هذا او قضيت هذا فقد قضيت صلوتك ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد" (جب تم یہ تشہد پڑھ لو یا اس کو ادا کر لو تو تم نے اپنی نماز پوری کر لی، اگر تم کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ)۔ (سنن ابوداؤد: ۹۷۰)

اس حدیث کی امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے، اور یہ حدیث نماز میں سلام کی فرضیت کے منافی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قعدہ کے بعد نمازی کو اختیار دیا ہے کہ اگر تم کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ۔۔۔ الخ، اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نماز میں سلام پھیرنا فرض ہے، اور ان فقہاء نے جو فقہاء احناف پر رد کرنے کے لیے یہ گرا ہوا کلام پیش کیا ہے، یہ ان کے محض باطل تعصب میں اِفراط کی وجہ سے ہے۔

اورعلامہ کرمانی نے جو یہ کہا ہے کہ امام بخاری کے رد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص نماز میں وضوتوڑنے والا ہے، پس اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی تو امام بخاری کا یہ رد غیر صحیح ہے، کیونکہ اس کی نماز پوری ہوگئی اور ان کا یہ کہنا کہ حدیث میں ہے "تحلیلها التسلیم" یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث اخبار احاد میں سے ہے اور خبرِ واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ اسی طرح ان کا یہ استدلال کرنا کہ تکبیرۃ الافتتاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے فرض ہے "تحریمها التکبیر" یہ بھی اسی وجہ سے صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث خبرِ واحد ہے اور خبرِ واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ تکبیرۃ الافتتاح کی فرضیت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ثابت ہے: "وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝" (المدثر:۳) "اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے" اور اس سے مراد نماز میں تکبیر پڑھنا ہے، کیونکہ نماز سے خارج میں تکبیر پڑھنا واجب نہیں ہے، اس پر اہلِ تفسیر کا اجماع ہے۔ اور افتتاحِ نماز کے علاوہ کسی جگہ بھی تکبیر کا پڑھنا واجب نہیں ہے۔

اورعلامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس کی علت یہ ہے کہ وضو عبادت نہیں ہے، یہ کلام بھی ساقط ہے، کیونکہ فقہاء احناف یہ نہیں کہتے کہ وضو مطلقاً عبادت نہیں ہے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ عبادتِ غیر مستقلہ بذاتہا ہے، بلکہ وہ ایسی عبادت ہے جو نماز کو قائم کرنے کا وسیلہ ہے۔

اور ابن المنیر کا یہ کہنا بھی مردود ہے کہ یہ حدیث بغیر وضو نماز کی صحت کے حیلہ کا رد ہے جیسا کہ ہم اس کی توجیہ بیان کر چکے ہیں۔

اور ابن بطال کا یہ کہنا بھی مردود ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے ان پر رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ جس نے قعدہ اخیرہ میں وضو توڑ دیا اس کی نماز صحیح ہے، کیونکہ یہ حدیث اس پر بالکل دلالت نہیں کرتی جو انہوں نے کہا ہے۔

اور جس قائل نے یہ کہا ہے کہ جب دو طرفوں میں سے ایک طرف رُکن ہوگی تو دوسری طرف بھی رُکن ہوگی، یہ صحیح نہیں ہے۔

اور یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۴۔۱۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۔ بَابٌ فِي الزَّكَاةِ

زکوٰۃ کے متعلق حیلوں کا بیان

وَأَنْ لَا يُفَرَّقَ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَلَا يُجْمَعَ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ

اور یہ کہ زکوٰۃ کے خوف سے جو بکریاں جمع ہوں ان کو الگ نہ کیا جائے اور جو بکریاں الگ الگ ہوں ان کو جمع نہ کیا جائے۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں زکوٰۃ کو ساقط کرنے کے حیلوں کو ترک کرنے کا بیان ہے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں جس حدیث کا ذکر ہے، وہ کتاب الزکوٰۃ کی ایک طویل حدیث میں اسی سند کے ساتھ گزر چکی ہے اور اس کی شرح بھی ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۵۔۱۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٩٥٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کی فرضیت کے متعلق وہ مکتوب لکھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کی فرضیت کو لکھوایا تھا، اس مکتوب میں مذکور تھا کہ زکوٰۃ کے خوف سے جو الگ الگ ہوں ان کو جمع نہ کیا جائے اور جو جمع ہوں ان کو الگ نہ کیا جائے۔

(صحیح البخاری: ١٤٥٠، سنن ترمذی: ٦٢١، سنن نسائی: ٢٤٤٧، سنن ابوداؤد: ١٥٦٨، سنن ابن ماجہ: ١٨٠٧، مسند احمد: ٧٣)

صحیح البخاری: ٦٩٥٥، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ جو بابِ مذکور کا عنوان ہے وہی اس حدیث کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عبداللہ، یہ الانصاری ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از والد خود اور وہ عبداللہ بن المثنیٰ بن انس بن مالک الانصاری ہیں، وہ اپنے چچا ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا یُجمَعُ'' یعنی اگر ہر شریک کی چالیس چالیس بکریاں ہوں تو ہر فریق پر دو بکریاں زکوٰۃ واجب ہے، سو ان بکریوں کو جمع نہ کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ ایک آدمی کی اسّی (٨٠) بکریاں ہیں تاکہ زکوٰۃ میں ایک بکری دینی پڑے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا یُفرَّقُ'' یعنی اگر دو شریکوں کی چالیس بکریاں ہوں تو ان میں تفریق نہ کی جائے، تاکہ ان میں زکوٰۃ واجب نہ ہو، کیونکہ اس طرح تفریق کرنا زکوٰۃ کو ساقط کرنے کا حیلہ ہے یا زکوٰۃ کو کم کرنے کا حیلہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢٤ ص ١٦٦، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

صحیح البخاری: ٦٩٥٥، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ١٤٢١ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاعدہ یہ ہے کہ جس نے کسی واجب کو ساقط کرنے کا حیلہ کیا تو واجب ساقط نہیں ہوگا، اور جس نے کسی حرام کام کو کرنے کا حیلہ کیا تو وہ کام حلال نہیں ہوگا۔

واجب حیلہ سے ساقط نہیں ہوتا اور حرام حیلہ سے حلال نہیں ہوتا، ورنہ ہر زانی حیلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو ساقط کر دے گا اور جس کام کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کر لے گا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۱۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

٦٩٥٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ثَائِرَ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَقَالَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا فَقَالَ أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ قَالَ شَهْرَ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا قَالَ أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكَاةِ قَالَ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ قَالَ وَالَّذِي أَكْرَمَكَ لَا أَتَطَوَّعُ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فِي عِشْرِينَ وَمِائَةِ بَعِيرٍ حِقَّتَانِ فَإِنْ أَهْلَكَهَا مُتَعَمِّدًا أَوْ وَهَبَهَا أَوِ احْتَالَ فِيهَا فِرَارًا مِنَ الزَّكَاةِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابی سہیل از والد خود از حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں تو آپ نے فرمایا: پانچ نمازیں سوا اس کے کہ تم کچھ نفلی نمازیں پڑھو، پھر اس نے کہا کہ مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں، آپ نے فرمایا: رمضان کے مہینہ کے روزے سوا اس کے کہ تم کچھ نفلی روزے رکھو، اس نے کہا: مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنی زکوٰۃ فرض کی ہے؟ راوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس کو اسلام کے شرعی احکام کی خبر دی تو اس اعرابی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی ہے! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو احکام فرض کئے ہیں میں ان میں نہ کوئی اضافہ کروں گا اور نہ ان میں سے کسی میں کمی کروں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا تو کامیاب ہو گیا، یا فرمایا: اگر اس نے سچ کہا تو یہ جنت میں داخل ہو گیا۔

اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا ہے: ایک سو بیس (۱۲۰) اونٹوں میں تین تین سال کی دو اونٹنیاں واجب ہیں جو چوتھے سال میں شروع ہو چکی ہوں، پس اگر اس نے ان اونٹوں کو عمداً ضائع کر دیا (مثلاً ان سب اونٹوں کو ذبح کر دیا) یا وہ سب اونٹ کسی کو ہبہ کر دیے یا زکوٰۃ سے بچنے کے لیے ان اونٹوں میں کوئی حیلہ کیا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

(صحیح البخاری: ۴۶، ۱۸۹۱، ۲۶۷۸، ۶۹۵۶، صحیح مسلم: ۱۱، سنن نسائی: ۴۵۸، سنن ابوداؤد: ۳۹۱، مسند احمد: ۱۳۹۳، موطا امام مالک: ۴۲۵، سنن دارمی: ۱۵۷۸)

صحیح البخاری: ۶۹۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت تعسّف اور تحکم کے سوا نہیں ہو سکتی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو سہیل، یہ سہل کی تصغیر ہے اور ان کا نام نافع بن مالک ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، یہ بھی تصغیر ہے، یہ التیمی ہیں اور ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی، جنگِ جمل کے دن ان کو مروان بن الحکم نے قتل کر دیا تھا۔

یہ حدیث کتاب الایمان میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "شرائع الاسلام" یعنی زکوٰۃ کے واجبات، اسی طرح دوسرے واجبات۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: شرط کا مفہوم اس کو واجب کرتا ہے کہ اگر اس نے نفلی عبادات کیں تو وہ کامیاب نہیں ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مفہوم مخالفت کے اعتبار کی شرط یہ ہے کہ مفہومِ موافقت موجود نہ ہو، اور یہاں پر مفہومِ موافقت ثابت ہے، کیونکہ جس نے نفلی عبادات کیں وہ بطریقِ اولیٰ کامیاب ہوگا۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: "اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا ہے: ایک سو بیس (۱۲۰) اونٹوں میں تین تین سال کی دو اونٹنیاں واجب ہیں جو چوتھے سال میں شروع ہو چکی ہوں، پس اگر اس نے ان اونٹوں کو عمداً ضائع کر دیا (مثلاً ان سب اونٹوں کو ذبح کر دیا) یا وہ سب اونٹ کسی کو ہبہ کر دیے یا زکوٰۃ سے بچنے کے لیے ان اونٹوں میں کوئی حیلہ کیا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی"۔

ایک قول یہ ہے کہ بعض لوگوں سے امام بخاری کی مراد امام ابوحنیفہ ہیں، اور امام بخاری نے ان پر طعن کیا ہے، کیونکہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ حیلہ جس سے کوئی شخص زکوٰۃ کو ساقط کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس میں گناہ گار ہوگا۔

اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے یہ نیت کی کہ وہ سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی سے فرار کرے گا تو اس کو یہ نیت نقصان نہیں دے گی، کیونکہ زکوٰۃ اس پر سال پورا ہونے کے بعد لازم آتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "زکوٰۃ کے ڈر سے" اس پر اسی وقت متوجہ ہوگی جب سال پورا ہو جائے گا۔ اور اس پر اجماع قائم ہے کہ سال پورا ہونے سے پہلے وہ جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے اور یہ امام شافعی کا قول بھی ہے۔ پس امام بخاری بعض الناس کے لفظ سے خصوصاً امام ابوحنیفہ پر

طعن کا ارادہ کیسے کریں گے؟

اور ایک قول یہ ہے کہ امام بخاری نے اس تعلیق سے امام ابو یوسف کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ "اگر کسی شخص کے پاس ایک سو بیس (۱۲۰) اونٹ ہوں اور اس پر دو اونٹنیاں لازم ہوں۔۔۔الخ"، اور امام ابو یوسف نے کہا ہے: اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی، کیونکہ وہ وجوب سے منع کرتے ہیں اور واجب کو ساقط نہیں کرتے۔ اور امام محمد نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے، کیونکہ اس طریقہ سے فقراء کے حق کو باطل کرنے کا قصد کیا گیا ہے جب کہ نصاب کے وجوب کی وجہ سے اس پر فقراء کا حق واجب ہو گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۶۔۱۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۶۹۵۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے امام ابو حنیفہ سے جو یہ نقل کیا ہے اور بعض الناس سے وہی مراد ہیں، اس مسئلہ میں زکوٰۃ سے فرار میں تین اقوال ہیں، کیونکہ امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اس نے اپنے اونٹوں کو سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے ہلاک کرنے سے زکوٰۃ سے فرار ہونے کی نیت کی تو یہ نیت اس کو ضرر نہیں دے گی، کیونکہ زکوٰۃ اس پر سال پورا ہونے کے بعد لازم ہوتی ہے اور حدیث میں جو مذکور ہے "زکوٰۃ کے ڈر سے" یہ اس پر اسی صورت میں متوجہ ہوگا۔

اور اس پر اجماع ہے کہ وہ سال پورا ہونے سے پہلے اپنے اونٹوں میں جو فروخت کرنے کا تصرف کرے یا ہبہ کرنے کا یا ذبح کرنے کا تو یہ جائز ہے جب کہ وہ زکوٰۃ سے فرار کی نیت نہ کرے، اور اس پر بھی اجماع ہے کہ جب سال پورا ہو جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا آنے میں دیر کر دے تو اس کے لیے نقصان سے بچنے کے لیے متفرق مال زکوٰۃ کو جمع کرنے یا جو جمع ہو اس کو متفرق کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور امام مالک نے کہا ہے: جب وہ سال پورا ہونے سے ایک ماہ پہلے زکوٰۃ کے فرار کی نیت سے یا اس کی مثل اپنے مال میں تفریق کرے تو اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی جب سال پورا ہو جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "زکوٰۃ کے ڈر سے"۔

اور امام بخاری کا اس باب میں قصد یہ ہے کہ تمہیں یہ بتائیں کہ ہر وہ حیلہ کہ جس حیلہ سے کوئی شخص زکوٰۃ کو ساقط کرے تو اس پر اس کا گناہ ہوگا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متفرق مال زکوٰۃ کو جمع کرنے یا جمع کو زکوٰۃ کے ڈر سے متفرق کرنے سے منع فرمایا، نیز آپ نے فرمایا: "افلح ان صدق" یعنی اگر کسی شخص نے اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کو ادا کرنے میں کسی حیلہ سے کمی کی تو اس کو اس سے نفع نہیں ہوگا اور اللہ کے نزدیک اس کا عذر مقبول نہیں ہوگا۔

پس فقہاء نے سال پورا ہونے سے پہلے صاحب المال کو اپنے مال میں تصرف کی جو اجازت دی ہے، اس سے انہوں نے زکوٰۃ سے فرار کا ارادہ نہیں کیا اور جس نے اس سے زکوٰۃ سے فرار ہونے کی نیت کی تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اور وہ گناہ ساقط نہیں ہوگا اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے، جیسے کوئی شخص سفر کے حیلہ سے رمضان کے روزوں سے بھاگے تاکہ سفر کی رخصت کی وجہ سے اسے رمضان کے روزے نہ رکھنے پڑیں تو روزہ نہ رکھنے کی وعید اس پر متوجہ ہوگی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس شخص نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے منع کیا، قیامت کے دن اس کو عذاب ہوگا، جیسا کہ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث سے گزر چکا ہے۔ پس یہ اس

پر دلالت کرتا ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی سے بھاگنا جائز نہیں ہے اور آخرت میں اس سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا۔
اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ زکوۃ سے بھاگنے کا حیلہ مکروہ تنزیہی ہے اور رہے امام غزالی تو انہوں نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور فقہاء مالکیہ کے اقوال اس میں مختلف ہیں۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۶۳۔۶۵ ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۶۹۵۷۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَكُونُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ يَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهُ فَيَطْلُبُهُ وَيَقُولُ أَنَا كَنْزُكَ قَالَ وَاللهِ لَنْ يَزَالَ يَطْلُبُهُ حَتَّى يَبْسُطَ يَدَهُ فَيُلْقِمَهَا فَاهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک کا خزانہ قیامت کے دن گنجا اژدھا بن جائے گا، وہ شخص اس سے بھاگے گا اور وہ اژدھا اس کو پکڑے گا اور کہے گا: میں تیرا خزانہ ہوں، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ اس کو مسلسل طلب کرتا رہے گا حتیٰ کہ اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کو اپنے منہ میں ڈال لے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۴۰۳، ۴۵۶۵، ۴۶۵۹، ۶۹۵۷، صحیح مسلم: ۹۸۸، سنن نسائی: ۲۴۸۲، سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۴، مسند احمد: ۷۴۴۸، موطا امام مالک: ۵۹۶، سنن دارمی: ۱۶۱۷)

۶۹۵۸۔ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا مَا رَبُّ النَّعَمِ لَمْ يُعْطِ حَقَّهَا تُسَلَّطُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَتَخْبِطُ وَجْهَهُ بِأَخْفَافِهَا وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فِي رَجُلٍ لَهُ إِبِلٌ فَخَافَ أَنْ تَجِبَ عَلَيْهِ الصَّدَقَةُ فَبَاعَهَا بِإِبِلٍ مِثْلِهَا أَوْ بِغَنَمٍ أَوْ بِبَقَرٍ أَوْ بِدَرَاهِمَ فِرَارًا مِنَ الصَّدَقَةِ بِيَوْمٍ احْتِيَالًا فَلَا بَأْسَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ إِنْ زَكَّى إِبِلَهُ قَبْلَ أَنْ يَحُولَ الْحَوْلُ بِيَوْمٍ أَوْ بِسِتَّةٍ جَازَتْ عَنْهُ۔

۶۹۵۸۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اونٹوں کا مالک ان کی زکوۃ نہیں دے گا تو وہ اونٹ اس کے اوپر قیامت کے دن مسلط کر دیئے جائیں گے، وہ اس کے چہرہ کو اپنے کھروں سے نوچیں گے۔
اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا ہے کہ جس مرد کے پاس اونٹ ہوں، پس اس کو ان کی زکوۃ کا خطرہ ہو تو وہ ان اونٹوں کو اتنے ہی اونٹوں کے عوض یا بکریوں کے عوض یا گائیوں کے عوض یا دراہم کے عوض سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے فروخت کر دے تا کہ اس حیلہ سے وہ زکوۃ سے فرار ہو جائے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اس نے اپنے اونٹوں کی زکوۃ سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے یا ایک سال پہلے دے دی تو یہ جائز ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۰۲، ۸۷، ۲۳، ۳۰۷۳، ۶۹۵۸، صحیح مسلم: ۱۸۳۱، سنن نسائی: ۲۴۴۸، سنن ابوداؤد: ۱۶۵۸، مسند احمد: ۹۲۱۹)

صحیح البخاری: ۶۹۵۷-۶۹۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض شارحین نے کہا ہے کہ امام بخاری نے "بعض الناس" کے لفظ سے امام ابوحنیفہ کو مراد لیا ہے اور ان کا ارادہ امام ابوحنیفہ کے اقوال میں تناقض ثابت کر کے ان پر طعن کرنا ہے، یعنی جب سال پورا ہونے سے پہلے امام ابوحنیفہ کے نزدیک زکوٰۃ کو ادا کرنا جائز ہے تو سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ کیسے ساقط ہوگی؟

اور صاحب التلویح نے کہا ہے: امام بخاری نے جو امام ابوحنیفہ کو الزام دیا ہے، وہ تناقض نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ کو واجب قرار نہیں دیتے، اور جو پہلے زکوٰۃ ادا کردے وہ اس طرح ہے جیسے کوئی شخص اپنے میعادی قرض کو پہلے ادا کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۵۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ اسْتَفْتَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي نَذْرٍ كَانَ عَلَى أُمِّهِ تُوُفِّيَتْ قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اقْضِهِ عَنْهَا وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِذَا بَلَغَتِ الْإِبِلُ عِشْرِينَ فَفِيهَا أَرْبَعُ شِيَاهٍ فَإِنْ وَهَبَهَا قَبْلَ الْحَوْلِ أَوْ بَاعَهَا فِرَارًا وَاحْتِيَالًا لِإِسْقَاطِ الزَّكَاةِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَكَذٰلِكَ إِنْ أَتْلَفَهَا فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ فِي مَالِهِ۔

۶۹۵۹- امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ان کی ماں نے ایک نذر مانی تھی اور وہ اس نذر کی ادائیگی سے پہلے فوت ہوگئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کی طرف سے نذر کو ادا کردو۔

اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا ہے کہ جب کسی کے پاس بیس (۲۰) اونٹ ہوں تو اس میں چار بکریاں زکوٰۃ میں دینا واجب ہیں، پس اگر اس نے سال پورا ہونے سے پہلے بکریاں کسی کو ہبہ کردیں یا فروخت کردیں تاکہ زکوٰۃ سے فرار ہو اور زکوٰۃ کو ساقط کرنے کا حیلہ کرے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے، اور اسی طرح اگر اس نے وہ بکریاں ضائع کردیں پھر وہ مرگیا تو اس کے مال میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔

(صحیح البخاری: ۱۷۶۱، ۶۶۹۸، ۶۹۵۹، صحیح مسلم: ۱۶۳۸، سنن ترمذی: ۱۵۴۶، سنن نسائی: ۳۸۱۷، سنن ابوداؤد: ۳۳۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۲، مسند احمد: ۳۰۴۰، موطا امام مالک: ۱۰۲۵)

صحیح البخاری: ۶۹۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت علامہ المہلب کے کلام سے تعسف کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ زکوٰۃ نہ حیلہ سے ساقط ہوتی ہے اور نہ موت سے ساقط ہوتی ہے، کیونکہ جب نذر موت سے ساقط نہیں ہوتی اور زکوٰۃ نذر سے زیادہ موکد ہے تو وہ بھی ساقط نہیں ہوگی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

علامہ المہلب کے اس کلام میں ظاہر اعتراض ہے، رہی حدیث تو وہ زکوٰۃ کے حکم پر دلالت نہیں کرتی نہ زکوٰۃ کے سقوط پر اور نہ زکوٰۃ کے عدمِ سقوط پر۔ اور رہا موت سے نذر کے ساقط نہ ہونے پر زکوٰۃ کو قیاس کرنا تو یہ غیر صحیح ہے، کیونکہ نذر کسی ایک شخص کی وجہ سے حق معین ہے اور زکوٰۃ اللہ کا حق ہے اور فقراء کا حق ہے، پس زکوٰۃ میں اور نذر میں کونسا جامع ہے؟ علاوہ ازیں یہ حدیث اور اس سے پہلے کی دو حدیثیں باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہیں۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا ہے کہ جب کسی کے پاس بیس (۲۰) اونٹ ہوں تو اس میں چار بکریاں زکوٰۃ میں دینا واجب ہیں، پس اگر اس نے سال پورا ہونے سے پہلے بکریاں کسی کو ہبہ کر دیں یا فروخت کر دیں تا کہ زکوٰۃ سے فرار ہو اور زکوٰۃ کو ساقط کرنے کا حیلہ کرے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے، اور اسی طرح اگر اس نے وہ بکریاں ضائع کر دیں پھر وہ مر گیا تو اس کے مال میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہوگی''۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے بعض لوگوں سے یا امام ابوحنیفہ کا ارادہ کیا ہے یا فقہاء احناف کا، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، اور اس کا جواب اسی طرح ہے جیسے اس سے پہلے امام بخاری کے دو اعتراضوں کا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ فقہاء احناف نے صرف یہ کہا ہے کہ ان تین صورتوں کے اوپر اس شخص پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، کیونکہ جب اس شخص نے سال پورا ہونے سے پہلے اونٹوں کو اپنی ملکیت سے نکال دیا تو کہاں سے اس کے اوپر کوئی چیز واجب ہو جائے گی، لہٰذا امام ابوحنیفہ پر وہ اعتراض وارد نہیں ہوگا جو امام بخاری نے وارد کیا ہے، لہٰذا ان جوابات کو دوبارہ ذکر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور امام بخاری نے اپنے اعتراض کو متفرق طور پر ذکر کیا ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے ان اعتراضات کو مکرر اس لیے ذکر کیا ہے تا کہ امام ابوحنیفہ پر زیادہ تشنیع ہو اور ان تین حدیثوں سے امام ابوحنیفہ کی مخالفت ظاہر ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: عظیم مجتہدین کے اوپر طعن و تشنیع کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کا جو مذہب ہے اس سے ان کی اس باب کی احادیث سے مخالفت لازم نہیں آتی جیسا کہ تم نے دیکھ لیا ہے۔ اور جس کو کلام میں باریک بینی کا ملکہ حاصل ہو وہ اس

... گا اور اس کے لیے حق باطل سے واضح ہو جائے گا اور صحیح خطا سے، اور اللہ تعالیٰ ہی عصمت اور توفیق کا ولی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۹۔ ۱۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۵۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حیلہ کے متعلق امام شافعی اور امام محمد کا مناظرہ

امام ابو حفص الکبیر جو "کتاب الحِیَل" کے راوی ہیں وہ از محمد بن الحسن روایت کرتے ہیں کہ امام محمد بن حسن شیبانی نے کہا کہ مسلمان حرام سے بچنے کے لیے جو حیلہ کرے یا حلال تک پہنچنے کے لیے جو حیلہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر وہ ایسا حیلہ کرے جس سے کسی حق کو باطل کرے، یا کسی باطل کو حق قرار دے، یا کسی کے حق میں کوئی شبہ پیدا کرے تو وہ حیلہ مکروہ ہے۔ اور امام محمد کے نزدیک مکروہ حرام سے زیادہ قریب ہے۔

اور امام شافعی نے ذکر کیا ہے کہ ان کا امام محمد سے اس میں مناظرہ ہوا کہ ایک عورت اپنے خاوند کو ناپسند کرتی تھی اور اس کا خاوند اس عورت کو چھوڑنے سے انکار کرتا تھا تو اس عورت نے اپنے خاوند کے بیٹے کو اپنے نفس پر دخول کا موقع دیا، کیونکہ اب وہ عورت ان کے نزدیک اپنے خاوند پر حرام ہو جائے گی، کیونکہ فقہاء احناف کا قول ہے کہ حرمت مصاہرت زنا سے ثابت ہو جاتی ہے۔
امام شافعی نے کہا: میں نے امام محمد سے کہا: زنا حلال کو حرام نہیں کرتا، کیونکہ زنا اس کی ضد ہے اور کسی چیز کی ضد سے اس چیز پر قیاس نہیں ہو سکتا، تو امام محمد نے کہا: ان دونوں کو جماع جمع کر لیتا ہے، پس میں نے کہا: ان دونوں کے درمیان فرق ہے، اول یعنی بیع کا شوہر سے جماع کرنا تو وہ ایک مستحسن کام ہے اور اس نے اپنی فرج کی حفاظت کی ہے اور دوسرا کام یعنی زنا اس کی مذمت ہے اور اس زنا کی بناء پر اس پر رجم واجب ہے، اور آپ کے قول پر یہ لازم آئے گا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں جب وہ زنا کر لے تو اپنے شوہر کے لیے حلال ہو جائے اور یہ لازم آئے گا کہ جب کسی شخص کی چار بیویاں ہوں، پس وہ کسی پانچویں عورت سے زنا کر لے تو ان چار میں سے ایک اس پر حرام ہو جائے گی۔۔۔۔ آخر مناظرہ تک۔
امام بخاری نے جو عنوان میں یہ کہا ہے کہ "اگر اس نے ان اونٹوں کو ہلاک کر دیا"، اس پر یہ اعتراض ہے کہ ہلاک کرنا تو حیلوں میں سے نہیں ہے بلکہ یہ تو مال کو ضائع کرنا ہے، کیونکہ حیلہ یا تو ضرر کو دور کرنے کے لیے ہوتا ہے یا منفعت کے حصول کے لیے ہوتا ہے، اور ان میں سے کوئی بھی چیز موجود نہیں ہے، اور میرے لیے یہ ظاہر ہوا کہ وہ دونوں تین سال کی اونٹنیوں کو مثلاً ذبح کر دے اور ان کے گوشت سے فائدہ اٹھائے تو اس سے ان دو اونٹنیوں کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۲۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۔ بَابُ: اَلْحِیلَةِ فِی النِّکَاحِ
نکاح میں حیلہ کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں نکاح میں حیلہ کے ترک کرنے کا بیان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٩٦٠ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ قُلْتُ لِنَافِعٍ مَا الشِّغَارُ قَالَ يَنْكِحُ ابْنَةَ الرَّجُلِ وَيُنْكِحُهُ ابْنَتَهُ بِغَيْرِ صَدَاقٍ وَيَنْكِحُ أُخْتَ الرَّجُلِ وَيُنْكِحُهُ أُخْتَهُ بِغَيْرِ صَدَاقٍ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنِ احْتَالَ حَتَّى تَزَوَّجَ عَلَى الشِّغَارِ فَهُوَ جَائِزٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَقَالَ فِي الْمُتْعَةِ النِّكَاحُ فَاسِدٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْمُتْعَةُ وَالشِّغَارُ جَائِزٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع فرمایا ہے، میں نے نافع سے پوچھا: شغار کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ایک شخص کسی مرد کی بیٹی سے نکاح کرے اور اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح بغیر مہر کے کر دے، اور ایک شخص کسی مرد کی بہن سے نکاح کرے اور اس کے ساتھ اپنی بہن کا نکاح بغیر مہر کے کر دے۔

اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا ہے: اگر کسی شخص نے حیلہ کیا حتیٰ کہ شغار پر نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے۔

اور انہوں نے ''المتعۃ'' میں کہا: نکاح فاسد ہے اور شرط باطل ہے۔

اور بعض لوگوں نے کہا: ''المتعۃ'' اور ''الشغار'' دونوں جائز ہیں اور شرط باطل ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۱۱۲، ۶۹۶۰، صحیح مسلم: ۱۴۱۵، سنن ترمذی: ۱۱۲۴، سنن نسائی: ۳۳۳۷، سنن ابوداؤد: ۲۰۷۴، سنن ابن ماجہ: ۱۸۸۳، مسند احمد: ۴۶۷۸، موطا امام مالک: ۱۱۳۴، سنن دارمی: ۲۱۸۰)

صحیح البخاری: ۶۹۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ باب کے عنوان میں اور حدیث میں بالکل مطابقت نہیں ہے حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ امام بخاری کا ''الشغار'' کو ''باب الحیلۃ فی النکاح'' کے باب میں داخل کرنا مشکل ہے، کیونکہ جو ''نکاحِ شغار'' کے جواز کا قائل ہے، وہ کہے گا کہ ''شغار'' باطل ہے اور ''مہر مثل'' واجب ہے۔ (یعنی نکاحِ شغار میں ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح بغیر مہر کے کیا اور اس کے بدلہ میں اس شخص کی بیٹی کو اپنے نکاح میں بغیر مہر کے لیا تو اب فریقین کا بغیر مہر کی شرط کو رکھنا باطل ہے اور دونوں کے لیے مہرِ مثل واجب ہوگا)۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، یہ تصغیر ہے اور یہ ابن عمر العمری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد اللہ کا ذکر ہے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

یہ حدیث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے اور اس کی وہاں شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور بعض لوگوں (امام ابو حنیفہ) نے کہا ہے: اگر کسی شخص نے حیلہ کیا حتیٰ کہ شغار پر نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے''۔

بعض لوگوں سے مراد فقہاء احناف ہیں، جیسا کہ شارحین نے کہا ہے کہ جس جگہ بھی امام بخاری ''بعض الناس'' کہتے ہیں تو اس سے ان کی مراد فقہاء احناف ہوتی ہے یا فقط امام ابو حنیفہ ان کی مراد ہوتے ہیں۔

اور امام بخاری کا یہ اعتراض فقہاء احناف پر وارد نہیں ہوتا، کیونکہ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ یہ دونوں عقد صحیح ہیں، یعنی کسی شخص نے دوسرے مرد کی بیٹی سے نکاح کیا اور اس نے اپنی بیٹی کا نکاح اس شخص سے کیا، سو یہ دونوں عقد صحیح ہیں اور دونوں نکاحوں میں مہر مثل واجب ہوگا، کیونکہ نکاح کا رکن اس کے اہل سے اور اس کے محل میں پایا گیا، اور حدیث میں ممانعت اس وجہ سے ہے کہ عقد بغیر مہر کے ہو اور جو عقد بغیر مہر کے ہو وہ ایسا ہے گویا خمر کے عوض میں عقد کیا گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا ہے: ''اگر وہ یہ حیلہ کریں''۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ فقہاء احناف میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ وہ شغار میں حیلہ کرتے ہیں، انہوں نے صرف یہ کہا ہے کہ نکاح شغار کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد یہ کہے: میں تمہارے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرتا ہوں، اس شرط پر کہ تم میرے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح یا اپنی بہن کا نکاح کر دو۔ پس دونوں عقدوں میں سے ایک عقد، دوسرے عقد کا عوض ہوگا، لہٰذا دونوں عقد جائز ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔

اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ ظاہر حدیث کی بناء پر نکاح شغار باطل ہے۔

حدیث مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور انہوں نے ''المتعة'' میں کہا: نکاح فاسد ہے اور شرط باطل ہے''۔

یعنی بعض لوگوں نے نکاح المتعة میں کہا ہے کہ نکاح متعہ فاسد ہے اور شرط باطل ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی عورت اس شرط کے ساتھ نکاح کرے کہ مرد چند ایام تک اس عورت سے تمتع (لذت) حاصل کرے، پھر مرد اس عورت کا راستہ چھوڑ دے، اسی طرح علامہ کرمانی نے اس کو ذکر کیا ہے۔

اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک متعہ کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے کہے ''مجھے تم اپنے نفس سے تمتع (لذت) حاصل کرنے دو'' یا کہے: ''میں تم سے مدت معلومہ تک تمتع (لذت) حاصل کروں گا'' خواہ مدت لمبی ہو یا کم ہو، پس عورت جواب میں

کہے "میں نے تم کو اپنا نفس تمتع (حصولِ لذت) کے لیے دیا" اور ایجاب اور قبول میں تمتع کا لفظ ضروری ہے، اور اس پر اجماع ہے۔

حدیث مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: "اور بعض لوگوں نے کہا: "المتعة" اور "الشغار" دونوں جائز ہیں اور شرط باطل ہے"۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: میں نے شارحین میں سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے بیان کیا ہو کہ یہ بعض کون لوگ ہیں، اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے: اس سے مراد بعض اصحاب ابوحنیفہ ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اصحاب ابوحنیفہ میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا۔

اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: گویا کہ امام بخاری نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام زفر سے منقول ہے کہ انہوں نے نکاحِ موقت کی اجازت دی ہے اور شرط کو لغو قرار دیا ہے (یعنی کسی مرد نے کسی عورت سے چار دن کے لیے نکاح کیا تو چار دن کی شرط لگانا شرطِ فاسد ہے) کیونکہ یہ شرط فاسد ہے اور نکاح شروطِ فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا۔ (حافظ ابن حجر کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام زُفر کا مذہب اس طرح نہیں ہے، بلکہ امام زُفر کے نزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد کسی عورت سے مدتِ معلومہ تک کے لیے نکاح کرے، پس نکاح صحیح ہے اور لازم ہے اور مدتِ معلومہ کی شرط باطل ہے، اور امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۹۔ ۱۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۶۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنِ الْحَسَنِ وَعَبْدِ اللهِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِمَا أَنَّ عَلِيًّا رضي الله عنه قِيلَ لَهُ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَرَى بِمُتْعَةِ النِّسَاءِ بَأْسًا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنِ احْتَالَ حَتَّى تَمَتَّعَ فَالنِّكَاحُ فَاسِدٌ وَقَالَ بَعْضُهُمُ النِّكَاحُ جَائِزٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عمر، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از الحسن اور عبد اللہ بن محمد بن علی از ان کے والد، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عورتوں کے ساتھ مُتعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن مُتعہ کرنے سے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا۔

اور بعض لوگوں (فقہاء احناف) نے کہا ہے: اگر کسی نے حیلہ کیا حتیٰ کہ مُتعہ کر لیا تو نکاح فاسد ہے۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۲۱۶، ۵۱۱۵، ۵۵۲۳، ۶۹۶۱، صحیح مسلم: ۱۴۰۷، سنن ترمذی: ۱۷۹۴، سنن نسائی: ۳۳۶۶، سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۱، مسند احمد: ۱۲۰۷، موطا امام مالک: ۱۱۵۱، سنن دارمی: ۱۹۹۰)

صحیح البخاری: ۶۹۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بھی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں مُتعہ میں حیلہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور متعہ کی صورت وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ بن عمر، وہ العمری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن علی، وہ ابن الحنفیہ کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے علی، اور وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہاں ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور بعض لوگوں (فقہاء احناف) نے کہا ہے: اگر کسی نے حیلہ کیا حتیٰ کہ مُتعہ کر لیا تو نکاح فاسد ہے''۔

اس تعلیق کو یہاں ذکر کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے، کیونکہ مُتعہ کے بُطلان پر تمام فقہاء کا اجماع ہے، اور امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا: ''اگر اس نے حیلہ کیا''، اس کا مُتعہ میں کوئی دخل نہیں ہے، اور امام بخاری نے اس کو صرف اس لیے ذکر کیا ہے تا کہ بغیر دلیل کے فقہاء احناف پر طعن و تشنیع کریں۔

حدیث مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے''۔

بعض شارحین نے کہا ہے کہ یہ امام زُفر کا قول ہے، اور اس طرح نہیں ہے۔ اور ہم اس سے پہلے امام زُفر کے قول کو بیان کر چکے ہیں۔ فافہم۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۶۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نکاحِ شغار کے متعلق فقہاء کے اقوال

امام ابو حنیفہ کے نزدیک نکاحِ شغار اس وجہ سے فاسد ہے کہ اس میں مہر نہیں ہوتا اور علماء میں سے کسی کے نزدیک بھی ایک عورت کی فرج دوسری عورت کی فرج کا معاوضہ نہیں ہوتی، مگر امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ یہ نکاح منعقد ہے اور مہرِ مثل مقرر کرنے سے اس نکاح کی اصلاح ہو جائے گی، کیونکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مہر کے ذکر کے بغیر بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے بخلاف بیع کے کہ

وہ ثمن کے ذکر کے بغیر منعقد نہیں ہوتی، پھر بعد میں مہر کا ذکر کر دیا جائے تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے، پس جب ان کے نزدیک مہر کے ذکر کے بغیر بھی نکاح ہو جاتا ہے تو جب ایک کی فرج کو دوسری فرج کا معاوضہ قرار دیا جائے تو گویا کہ یہ نکاح بغیر مہر کے منعقد ہوا۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جو نکاح مہر کی وجہ سے فاسد ہوا ہو وہ نکاح ان کے نزدیک پہلے یا بعد منسوخ نہیں ہوتا، اور مہر مثل سے اس نکاح کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک نکاحِ شغار دخول سے پہلے اور دخول کے بعد فسخ ہو جاتا ہے، اور وہ اس کو اس حدیث پر محمول کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاحِ شغار کو حرام قرار دیا ہے، مگر امام شافعی اور امام مالک کا اس میں اختلاف ہے کہ جب نکاحِ شغار میں دراہم کا ذکر کیا جائے۔

امام مالک نے کہا: اگر دو نکاحوں میں سے ایک نکاح کے ساتھ دراہم کی تعیین کی گئی تو جس نکاح کے ساتھ دراہم کی تعیین کی گئی ہے وہ صحیح ہوگا اور دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ اور امام شافعی نے کہا: اگر دو نکاحوں میں سے ایک نکاح کے ساتھ دراہم کی تعیین کی گئی ہے تو دونوں نکاح صحیح ہو جائیں گے اور جس عورت کے نکاح کے ساتھ مہر میں دراہم کی تعیین کی گئی اس کو اتنے دراہم ملیں گے اور جس عورت کے نکاح میں دراہم کی تعیین نہیں کی گئی، اس کو مہرِ مثل ملے گا۔

امام بخاری کا بعض فقہاء احناف پر اعتراض

رہا امام بخاری کا یہ کہنا ''فی المتعة'' تو تمام شہروں کے فقہاء کے نزدیک نکاح المتعة کسی حال میں جائز نہیں ہے، اور بعض اصحاب ابوحنیفہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ متعہ اور شغار جائز ہیں اور شرط باطل ہے، کیونکہ متعہ منسوخ ہو چکا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے مطلقاً منع فرما دیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور نکاح المتعة کا فساد اس وجہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لیے متعہ کو حرام فرما دیا ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ بدرالدین عینی حنفی نے امام بخاری کے اعتراض کا کافی اور شافی جواب لکھ دیا ہے اور یہ بتا دیا ہے کہ فقہاء احناف المتعة کو کسی حال میں جائز نہیں قرار دیتے، اور نکاحِ شغار کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اپنی اصل کے اعتبار سے صحیح ہے اور شرط باطل ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ الِاحْتِيَالِ فِي الْبُيُوعِ وَلَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ فَضْلُ الْكَلَإِ

خرید و فروخت میں حیلہ کرنا مکروہ ہے، اور فاضل پانی دینے سے منع نہ کیا جائے تاکہ اس کی وجہ سے فاضل گھاس کی پیداوار سے منع کیا جائے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خرید و فروخت میں حیلہ کرنا مکروہ ہے، اور امام بخاری نے اس کے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں کی۔

اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ اس قبیل سے ہے جس میں باب کا عنوان قائم کیا گیا اور حدیث عنوان کے ساتھ نہیں ملائی گئی، اور یہ صحیح البخاری میں اکثر ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جب امام بخاری کو اس باب کے عنوان کے متعلق حدیث نہیں ملی تو ان کا اس عنوان کو ترک کر دینا ہی زیادہ مناسب تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۰۔۱۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۶۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ فَضْلُ الْكَلَإِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابو الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاضل پانی سے منع نہ کیا جائے تا کہ اس سے فاضل گھاس کی پیداوار کو منع کیا جائے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۵۳، ۲۵۷۱، ۵۶۱۲، ۵۶۱۹، صحیح مسلم: ۲۰۲۹، سنن ترمذی: ۱۸۹۳، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۶، سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۵، مسند احمد: ۱۲۶۲۶، موطا امام مالک: ۱۷۲۳، سنن دارمی: ۲۱۱۶)

صحیح البخاری: ۶۹۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے دوسرے جزء کے ساتھ مطابقت ہے، کیونکہ دوسرے جزء کا عنوان بعینہ حدیث میں مذکور ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث کا کتاب الحیل کے ساتھ کیسے تعلق ہوگا جب کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جو گھاس مباح ہے اور جس میں سب لوگ مشترک ہیں اس کی پیداوار کو بچایا جائے، پس پانی کی حفاظت کو گھاس کی حفاظت کے لیے حیلہ بنایا جائے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، یہ ابن اویس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو الزناد، یہ عبد اللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الاعرج کا ذکر ہے، یہ عبد الرحمٰن بن ہرمز ہیں۔

یہ حدیث کتاب الشرب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا یُمنع" یہ مجہول کا صیغہ ہے، یعنی ضرورت سے زائد پانی کو کسی وجہ سے بھی روکا نہ جائے، کیونکہ جب دوسرے کے سبب سے پانی سے منع نہیں کیا جائے گا تو زمین والے کے اپنے سبب سے بطریق اولیٰ پانی کو منع نہیں کیا جائے گا، اور اس میں کہا ہے چہ جائیکہ، اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب کنویں والے کی ضرورت سے زیادہ پانی نہ ہو تو پھر کنویں والے کے لیے

پانی سے روکنا جائز ہے، اس کی صورت یہ ہے: ایک آدمی کا کنواں ہے اور اس کے اردگرد مباح گھاس ہے جس کو چرایا جاتا ہے، پس وہ آدمی یہ ارادہ کرتا ہے کہ اس گھاس کو اپنے ساتھ مخصوص کرلے تو وہ اپنے کنویں کے زائد پانی کو دینے سے منع کرتا ہے کہ وہ دوسروں کے جانوروں کو پانی پینے سے لوٹائے اور اس کو اس پانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے جس سے وہ منع کر رہا ہے، اس کو تو گھاس کی ضرورت ہے اور وہ گھاس کے روکنے سے منع نہیں کرسکتا، کیونکہ گھاس کسی کی ملکیت نہیں ہوتی، تو پس پانی سے منع کرتا ہے تاکہ اس کے لیے گھاس کی پیداوار زیادہ ہو۔ اور شارع علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ کنویں کا مالک ضرورت سے زائد پانی سے نہ روکے تاکہ وہ گھاس کی پیداوار کو روکنے کا ذریعہ بنے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۶۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ضرورت سے زائد پانی اور نجش کی ممانعت کی توجیہ

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "ضرورت سے زائد پانی سے منع نہ کرے تاکہ وہ اس کی وجہ سے فاضل گھاس سے روکے"۔ جب کنویں کے مالک نے یہ ارادہ کیا کہ اس کے کنویں کے گرد جو گھاس ہے اور وہاں پر پانی پینے کے لیے جانور آتے ہیں اور اس کو اس منع کیے ہوئے پانی کی ضرورت نہیں ہے، اس کی ضرورت یہ ہے کہ وہ گھاس میں دوسرے جانوروں کو چرنے سے منع کرے تو اس نے اس کا یہ حیلہ کیا کہ پانی سے روک دیا، کیونکہ گھاس اور زمین کی پیداوار جو چراگاہوں میں ہوتی ہے وہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتی، مباح ہوتی ہے تو اس کو منع کرنا جائز نہیں ہے۔

اور اس میں ایک اور معنی بھی ہے، اور کبھی حدیث کے معانی میں سے ایک معنی کو خاص کرلیا جاتا ہے اور دوسرے معنی سے سکوت کیا جاتا ہے، کیونکہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ضرورت سے زائد پانی سے منع نہ کیا جائے مگر جب وہ گھاس سے منع کرنے کا ارادہ کرے تو پھر ضرورت سے زائد پانی کو لینے سے منع کرے۔ اور اگر وہ زائد پانی کو روکنے سے گھاس کو منع کرنے کا ارادہ نہ کرے تو پھر اس کو پانی کے روکنے سے منع نہیں کیا جائے گا، اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ ضرورت سے زائد پانی کو کسی وجہ سے بھی لینے سے منع نہ کیا جائے، کیونکہ جب دوسرے کے سبب سے منع نہیں کیا جائے گا تو زیادہ لائق ہے کہ اس کے اپنے سبب سے بھی منع نہ کیا جائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فاضل اور ضرورت سے زائد پانی فرمایا ہے، کیونکہ اگر کنویں والے کی ضرورت سے زیادہ پانی نہ ہو تو پھر کنویں کے مالک کے لیے اس پانی کو لینے سے منع کرنا جائز ہے۔

اور اسی طرح نجش بھی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ ایک آدمی سودے میں قیمت دے اور اس کے دل میں اس سودے کو خریدنے کا ارادہ نہ ہو اور وہ قیمت صرف اس لیے دے کہ دوسرا آدمی اس کی اتباع کر کے اس کو خرید لے اور اس سے زیادہ قیمت ادا کرے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، کیونکہ یہ بھی قیمت کو بڑھانے کا ایک حیلہ ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۶۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَاجُشِ
تناجش کے مکروہ ہونے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تناجش مکروہ ہے، تناجُش کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص کسی چیز کی قیمت زیادہ ڈالے اور اس کو اس چیز کے خریدنے کی ضرورت نہ ہو، وہ دوسرے آدمی کو اس چیز کے خریدنے میں راغب کرنے کے لیے اس کی قیمت بڑھائے، اور یہ بھی قیمت بڑھانے کا ایک حیلہ ہے۔ اور اس باب کے عنوان میں جو تناجُش کو مکروہ کہا ہے، اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۶۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ النَّجْشِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از مالک از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجش سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۱۴۲، ۶۹۶۳، صحیح مسلم: ۱۵۱۶، سنن نسائی: ۴۵۰۵، سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۳، مسند احمد: ۱۵ ۶۴، موطا امام مالک: ۱۳۹۲)

صحیح البخاری: ۶۹۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ عنوان میں نجش کو مکروہ کہا ہے اور اس حدیث میں نجش کی ممانعت ہے۔ اور اس حدیث کو کتاب الحیل میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ نجش کے ذریعہ دوسرے آدمی کو ضرر پہنچانے کا حیلہ ہے۔ یہ حدیث کتاب البیوع میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہاں کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابُ: مَا يُنْهَى مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبُيُوعِ
خرید وفروخت میں دھوکا دینے کی ممانعت

وَقَالَ أَيُّوبُ: يُخَادِعُونَ اللهَ كَأَنَّمَا يُخَادِعُونَ آدَمِيًّا، لَوْ أَتَوُا الْأَمْرَ عِيَانًا كَانَ أَهْوَنَ عَلَيَّ۔

اور ایوب نے کہا: وہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں جس طرح آدمی کو دھوکا دیتے ہیں، اور اگر وہ کھلم کھلا زائد قیمت لے لیں تو میرے نزدیک یہ زیادہ آسان ہے۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں دھوکا دینے سے ممانعت کی حدیث کو بیان کیا گیا ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں ایوب کا ذکر ہے، اور یہ السختیانی ہیں۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "کما یخادعون" اور ایک روایت میں ہے "کانما یخادعون" گویا کہ وہ آدمی کو دھوکا دیتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا "عیانا" علامہ کرمانی نے کہا: اگر وہ ان امور کو جان لیتے بایں طور کہ اصل قیمت سے کھلا زائد لینا بغیر تدلیس کے یہ جائز ہے تو یہ زیادہ آسان ہوتا، کیونکہ اس صورت میں دین کو آلہ نہ بنایا جاتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۶۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ فَقَالَ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی ﷺ سے ذکر کیا کہ اس کو خریدنے میں دھوکا دیا جاتا ہے، تو آپ نے فرمایا: جب تم کوئی چیز خریدو تو کہہ دو: دھوکا نہ ہو۔

(صحیح البخاری: ۲۱۱۷، ۲۴۰۷، ۲۴۱۴، ۶۹۶۴، صحیح مسلم: ۱۵۳۳، سنن نسائی: ۴۴۸۴، سنن ابوداؤد: ۳۵۰۰، مسند احمد: ۵۳۸۲، موطا امام مالک: ۱۳۹۳)

صحیح البخاری: ۶۹۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں دھوکا دینے سے منع کیا ہے اور حدیث میں بھی یہی ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، اور وہ ابن ابی اویس ہیں۔

اس حدیث کی شرح کتاب البیوع میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان رجلا" اس مرد کا نام حبان بن منقذ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا خِلابة" علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: مجھے تم دھوکا نہ دو، کیونکہ دھوکا دینا حلال نہیں

ہے۔اور انہوں نے کہا: سودے کی تعریف کرنا اور سودے کی تعریف میں لمبی چوڑی باتیں کرنا یہ دھوکے میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ اس سے درگزر کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے بیع فسخ نہیں ہوتی۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۸۔بَابُ: مَا يُنْهَى مِنَ الْاِحْتِيَالِ لِلْوَلِيِّ فِي الْيَتِيْمَةِ الْمَرْغُوبَةِ وَأَنْ لَا يُكَمِّلَ لَهَا صَدَاقَهَا

جس یتیم لڑکی سے اس کا قریب سرپرست نکاح کرنا چاہتا ہو تو وہ حیلہ کر کے اس کے مہر مثل سے کم رکھے تو ایسے حیلہ کی ممانعت

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر یتیمہ کا سرپرست اس سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتا ہو لیکن حیلہ کر کے اس کا مہر، مہر مثل سے کم دینا چاہتا ہو تو اس سے منع کیا گیا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۶۵۔حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ﴾ (النساء:۳) قَالَتْ هِيَ الْيَتِيمَةُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا فَيُرِيدُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِأَدْنَى مِنْ سُنَّةِ نِسَائِهَا فَنُهُوا عَنْ نِكَاحِهِنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ ثُمَّ اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعْدُ فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ﴾ (النساء:۱۲۷) فَذَكَرَ الْحَدِيثَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری، انہوں نے کہا: عروہ ان سے حدیث بیان کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

"اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو"۔(النساء:۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: یہ وہ یتیمہ ہے جو اپنے سرپرست کے زیر پرورش ہوتی ہے، پس وہ سرپرست اس لڑکی کے مال اور اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اس لڑکی کے ساتھ نکاح میں رغبت رکھتا ہو، پس یہ چاہتا ہو کہ وہ اس سے نکاح کرے اور جتنا اس جیسی عورتوں کو مہر دیا جاتا ہے، اس سے کم مہر مقرر کرے تو ان کو ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح سے منع کیا گیا ہے، سوا اس صورت کے کہ وہ ان کے ساتھ انصاف کریں اور ان کو ان کا پورا مہر دیں۔پھر اس کے بعد صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے

ہیں۔۔۔'' (النساء:۱۲۷)

توانہوں نے اس حدیث کا ذکر کیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۹۴، ۲۷۶۳، ۲۷۷۳، ۴۵۷۳، ۴۵۷۴، ۴۶۰۰، ۵۰۶۴، ۵۰۹۲، ۵۰۹۸، ۵۱۲۸، ۵۱۳۱، ۵۱۴۰، ۶۹۶۵، صحیح مسلم: ۳۰۱۸، سنن نسائی: ۳۳۴۶، سنن ابوداؤد: ۲۰۶۸)

صحیح البخاری: ۶۹۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب مذکور کے عنوان کے خلاصہ کو اس حدیث میں جزو بنایا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، یہ ابن ابی حمزہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب التفسیر میں سورۃ النساء کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی مفصل شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''بادنیٰ من سنة نسائها'' یعنی اس جیسی عورتوں کا جو مہر مقرر کیا جاتا ہے، وہ اس سے کم مہر مقرر کرنا چاہتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فذکر الحدیث'' یعنی باقی حدیث کا ذکر کیا، اور وہ یہ ہے کہ جب یتیم لڑکی خوبصورت اور مال دار ہو اور لوگ اس کے ساتھ نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہوں تو ان سے نکاح اس وقت کیا جائے جب ان کا مہر پورا دیا جائے، اور جب اس کی خوبصورتی اور مال کم ہو تو پھر وہ اس عورت کو چھوڑ دیں اور کسی دوسری عورت سے نکاح کر لیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابٌ:

إِذَا غَصَبَ جَارِيَةً فَزَعَمَ أَنَّهَا مَاتَتْ فَقُضِيَ بِقِيمَةِ الْجَارِيَةِ الْمَيِّتَةِ ثُمَّ وَجَدَهَا صَاحِبُهَا فَهِيَ لَهُ وَيَرُدُّ الْقِيمَةَ وَلَا تَكُونُ الْقِيمَةُ ثَمَنًا۔

باب

جب کسی شخص نے کسی کی باندی کو غصب کر لیا، پھر غاصب نے یہ کہا کہ وہ باندی مر گئی تو یہ فیصلہ کیا گیا کہ غاصب اس مردہ باندی کی قیمت ادا کرے، پھر اس باندی کے مالک کو وہ باندی مل گئی تو وہ باندی اس مالک کی ہو گی اور غاصب سے جو قیمت وصول کی تھی وہ اس کو واپس کی جائے گی اور وہ قیمت اس باندی کی ثمن نہیں ہو گی۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا یہ عنوان ہے کہ جب کسی مرد نے کسی شخص کی باندی کو غصب کر لیا یعنی اس سے جبراً چھین لیا، پس جب اس مغصوب نے غاصب کے خلاف دعویٰ کیا تو غاصب نے کہا: وہ باندی مرگئی تو اس کے خلاف فیصلہ کیا گیا یعنی حاکم نے یہ فیصلہ کیا کہ جس باندی کے متعلق غاصب نے یہ کہا ہے کہ وہ مرگئی ہے، اس کی قیمت مغصوب کو ادا کرے، پھر باندی کے مالک کو وہ باندی مل گئی جو غصب کی گئی تھی تو وہ باندی اس مالک کی ہی ہوگی۔ اور جس رقم کی ادائیگی کا غاصب کے خلاف فیصلہ کیا گیا تھا وہ رقم اس باندی کی قیمت نہیں ہوگی، کیونکہ یہ بیع نہیں ہے، اس نے یہ رقم اس لیے لی تھی کہ اس کا زعم یہ تھا کہ وہ باندی ہلاک ہوگئی ہے اور جب یہ زعم زائل ہوگیا تو پھر اصل کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْجَارِيَةُ لِلْغَاصِبِ لِأَخْذِهِ الْقِيمَةَ وَفِي هَذَا احْتِيَالٌ لِمَنِ اشْتَهَى جَارِيَةَ رَجُلٍ لَا يَبِيعُهَا فَغَصَبَهَا وَاعْتَلَّ بِأَنَّهَا مَاتَتْ حَتَّى يَأْخُذَ رَبُّهَا قِيمَتَهَا فَيَطِيبُ لِلْغَاصِبِ جَارِيَةَ غَيْرِهِ۔

اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے یہ کہا ہے کہ وہ باندی غاصب کی قرار پائے گی، کیونکہ غاصب سے اس باندی کی قیمت وصول کی گئی ہے، اور اس میں یہ حیلہ ہے کہ جو شخص کسی مرد کی باندی کو رکھنا پسند کرے اور جس کی باندی ہے وہ اس باندی کو فروخت نہ کرتا ہو تو وہ اس کی باندی کو چھین لے اور یہ بہانہ کرے کہ وہ باندی مرگئی ہے حتیٰ کہ اس باندی کا مالک اس سے اس باندی کی قیمت وصول کرلے، پھر اس حیلہ سے غاصب کے لیے دوسرے کی باندی کو رکھنا جائز ہو جائے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

بعض لوگوں سے امام بخاری کی مراد امام ابوحنیفہ ہیں، اور یہاں اس باب کے ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، کیونکہ یہ اس کا مقام نہیں ہے، اور امام بخاری نے اس تعلیق کو یہاں ذکر کر کے فقہاء احناف پر طعن و تشنیع کا ارادہ کیا ہے، اور یہ مشائخ کا طریقہ محمودہ نہیں ہے۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَمْوَالُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: تمہارے اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ اور ہر دھوکا دینے والے کے لیے قیامت کے دن ایک

جھنڈا ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یہ دو حدیثیں ہیں جو مختلف سندوں کے ساتھ مذکور ہیں، امام بخاری نے ان حدیثوں کو اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے پیش کیا ہے اور یہ دونوں حدیثیں امام بخاری کے دعویٰ پر دلالت نہیں کرتیں۔

رہی پہلی حدیث تو اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں جب کہ باہمی رضامندی نہ پائی جائے، اور یہاں پر باہمی رضامندی پائی گئی ہے کیونکہ مالک نے غاصب سے قیمت وصول کر لی ہے۔

رہی دوسری حدیث تو لغت میں غاصب کے لیے غادر نہیں کہا جاتا، کیونکہ غدر کا معنی ہے: وعدہ پورا نہ کرنا، عہد شکنی کرنا اور غصب کا معنی ہے: کسی چیز کو جبراً اور ظلماً چھین لینا، اور جب غاصب نے یہ کہا کہ وہ باندی مر گئی تو اس نے جھوٹ بولا، پھر مالک نے اس باندی کی قیمت کو اپنی رضا سے وصول کر لیا، لہٰذا یہ حدیث امام بخاری کے موقف پر دلالت نہیں کرتی۔

اور پہلی حدیث کو امام بخاری نے کتاب الحج کے اواخر میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۳۔ ۱۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری اور فقہاء احناف کے نزدیک مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں: بہ ظاہر یہ حیلہ صحیح نہیں ہے، ورنہ کسی شخص کے پاس کوئی نایاب چیز ہو جس کو وہ فروخت نہ کرنا چاہتا ہو تو دوسرا شخص اس سے اس چیز کو جبراً چھین لے اور جب اس کے خلاف مقدمہ ہو تو وہ جھوٹ بول کر کہہ دے کہ مجھ سے وہ چیز ضائع ہو گئی ہے اور میں اس کی قیمت بھر دیتا ہوں، اور مالک مجبوراً حاکم کے فیصلہ پر راضی ہو کر قیمت وصول کر لے اور بعد میں وہ غاصب یہ کہے کہ میں نے تو اس نایاب چیز کی قیمت ادا کر دی ہے، لہٰذا اب یہ چیز میری ہو گئی۔

اور یہ حیلہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حیلہ تو گناہ سے بچنے کے لیے کیا جاتا ہے اور یہاں پر جو حیلہ کیا ہے وہ دوسرے کی چیز پر ناجائز قبضہ کرنے کے لیے کیا ہے اور جھوٹ بول کر اس کو دھوکا دیا ہے کہ وہ چیز ضائع ہو گئی تا کہ حاکم کے فیصلہ کے مطابق وہ اس کی قیمت ادا کر دے اور بعد میں اس تاویل سے اس پر قبضہ کر لے کہ میں تو اس کی قیمت ادا کر چکا ہوں، تو جس طرح دوسروں کی چیزوں پر ناجائز قبضہ کرنا حرام ہے اسی طرح جھوٹ بول کر اور دھوکا دے کر ان کی چیزوں پر حیلہ سے قبضہ کرنا بھی حرام ہے، لہٰذا یہ حیلہ صحیح نہیں ہے اور امام بخاری نے جو یہ کہا ہے کہ اس باندی کی قیمت جو غاصب سے لی گئی ہے وہ غاصب کو واپس کی جائے گی اور وہ قیمت اس باندی کا معاوضہ نہیں ہوگی، سو امام بخاری کا یہ قول صحیح ہے اور فقہاء احناف کا اس حیلہ کی صحت پر اصرار کرنا صحیح نہیں ہے، میں نے اس معاملہ کو اسی طرح سمجھا ہے، اگر یہ واقع میں اسی طرح ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فیضان ہے ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اور مطالعہ کی کمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۶۹۶۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضى الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم،

يُعْرَفُ بِهِ۔ (مسند احمد: ۵۹۳۲)

آپ نے فرمایا: ہر غادر کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا جس سے اس کو پہچان لیا جائے گا۔

صحیح البخاری: ۶۹۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونعیم کا ذکر ہے اور وہ الفضل بن دُکین ہیں، اور سفیان کا ذکر ہے، وہ سفیان ثوری ہیں۔ اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۳۔ ۱۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۰۔ بَابٌ: باب

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کے نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے اور اس باب کا کوئی عنوان نہیں ہے، اور اس کی مثالیں پہلے بھی ذکر کی گئی ہیں، اور یہ باب بمنزلہ فصل ہے، امام نسفی اور الاسماعیلی نے اور ابن بطال نے اس کو حذف کر دیا ہے اور بالکل ذکر نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۶۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ وَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی از سفیان از ہشام از عروہ از حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہما از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: بے شک میں صرف بشر ہوں (یعنی خدا نہیں ہوں)، اور تم میرے پاس اپنے مقدمات لاتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی حجت کو زیادہ چرب زبانی سے پیش کرے اور میں (بالفرض) اس کا کلام سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں، سو میں جس شخص کے لیے اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کروں تو وہ اس کو بالکل نہ لے، کیونکہ میں اس کے لیے آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۴۵۸، ۲۶۸۰، ۶۹۶۷، ۷۱۶۹، ۷۱۸۱، ۷۱۸۵، صحیح مسلم: ۱۷۱۳، سنن نسائی: ۵۴۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۵۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۷، مسند احمد: ۲۶۰۸۶، موطا امام مالک: ۱۴۲۴)

صحیح البخاری: ۶۹۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا کوئی عنوان تو مذکور نہیں ہے لیکن اس حدیث کی کتاب الحیل کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے کے مال پر قبضہ کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اسے آگ کا ٹکڑا لینے کی مثل قرار دیا ہے، تو جب کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ نفس الامر میں یہ اس کا مال نہیں ہے تو وہ اس کو نہ لے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور ہشام کا ذکر ہے وہ ابن عروہ بن الزبیر ہیں۔ اور زینب کا ذکر ہے، وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں جو اپنی ماں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں، اور ان کی ماں کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔
یہ حدیث کتاب المظالم میں از عبد العزیز اور کتاب الشہادات میں از القعنبی گزر چکی ہے اور عنقریب کتاب الاحکام میں بھی آئے گی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انما انا بشر" یعنی (خدا نہ ہونے میں) میں تم میں سے کسی ایک کی مثل بشر ہوں اور نہ (از خود) غیب کو جانتا ہوں اور نہ (از خود) باطنی امور کو جانتا ہوں، جیسا کہ بشری حالت کا تقاضا ہوتا ہے، میں صرف ظاہر کے اعتبار سے فیصلہ کرتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لعل بعضکم ان یکون الحن بحجته من بعض" یعنی ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے موقف کو زیادہ چرب زبانی کے ساتھ پیش کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قطعة من النار" علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر میں بالفرض ظاہر کے اعتبار سے کسی اور کا حق دوسرے کو دے دوں تو اس پر وہ لینا حرام ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۵۔۱۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۱۔ بَابٌ: فِي النِّكَاحِ — جو نکاح کے متعلق جھوٹی گواہی دے، اس کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نکاح میں جھوٹی گواہی کا کیا حکم ہے، اور یہ عنقریب باب الحیلة فی النکاح میں گزر چکا ہے اور اس میں شغار اور المتعة کا ذکر کیا تھا۔ اور اس باب کو یہاں پر ذکر کیا ہے تا کہ جھوٹی گواہی کے حکم کو بیان کیا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۶۸۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ وَلَا الثَّيِّبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ فَقِيلَ يَا رَسُولَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن کثیر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ

اللهِ كَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ إِذَا سَكَتَتْ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ لَمْ تُسْتَأْذَنِ الْبِكْرُ وَلَمْ تَزَوَّجْ فَاحْتَالَ رَجُلٌ فَأَقَامَ شَاهِدَىْ زُورٍ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا بِرِضَاهَا فَأَثْبَتَ الْقَاضِي نِكَاحَهَا وَالزَّوْجُ يَعْلَمُ أَنَّ الشَّهَادَةَ بَاطِلَةٌ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَطَأَهَا وَهُوَ تَزْوِيجٌ صَحِيحٌ۔

نے فرمایا: کنواری لڑکی کا نکاح نہ کیا جائے حتیٰ کہ اس سے اجازت طلب کر لی جائے، اور نہ بیوہ کا نکاح کیا جائے حتیٰ کہ وہ اپنے نکاح کا حکم دے، آپ سے پوچھا: گیا یا رسول اللہ! کنواری لڑکی کی اجازت کیسے ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جب وہ خاموش رہے۔ اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا: جب کنواری لڑکی سے اجازت طلب نہیں کی گئی اور اس کا نکاح نہیں ہوا تو ایک مرد نے حیلہ کیا اس نے دو جھوٹے گواہ قائم کر دیے کہ اس مرد نے اس کنواری لڑکی سے اس کی مرضی سے نکاح کیا ہے، پس قاضی نے اس کے نکاح کو ثابت کر دیا اور شوہر جانتا تھا کہ یہ شہادت باطل تھی تو شوہر کے لیے اس لڑکی سے مباشرت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ نکاح صحیح ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳۶، ۶۹۶۸، ۶۹۷۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۰، سنن نسائی: ۳۲۶۶، مسند احمد: ۲۵۱۴۴)

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں امام بخاری نے بعض لوگوں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مراد لیا ہے اور ان پر طعن و تشنیع کا ارادہ کیا ہے، اور امام ابوحنیفہ کا یہاں ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "شاهدی زور" اور ایک روایت میں مذکور ہے "اس نے دو جھوٹے گواہ قائم کر دیے"۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "والزوج یعلم" اس میں واؤ بیانِ حال کے لیے ہے، اور امام ابوحنیفہ، امام مجتہد ہیں۔ انہوں نے بہت زیادہ صحابہ اور تابعین کو پایا، اور اس مسئلہ میں ایک اصل کے ساتھ کلام کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑے کو قطع کرنے کے لیے فیصلہ پر عمل کیا جائے، پس اگر قاضی کا فیصلہ جھوٹے گواہوں کے سبب سے باطناً نافذ نہ ہو تو یہ شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑا اڈالنے کی تمہید ہوگی اور ہمیں معلوم ہے کہ ایسی صورت میں شریعت میں فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ لعان کے ساتھ شوہر اور بیوی میں باطناً علیحدگی نافذ ہو جاتی ہے حالانکہ ان دونوں میں سے کوئی ایک یقینی طور پر جھوٹا ہوتا ہے، اور قاضی جب دو جھوٹے گواہوں کی بناء پر طلاق کا فیصلہ کر دے اور اس کو یہ علم نہ ہو کہ جس مرد کو اس نکاح کے باطل ہونے کا علم نہ ہو، اس کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے اور وہ اس پر بالاجماع حرام نہیں ہوگی۔

بعض طعن و تشنیع کرنے والوں نے یہ کہا ہے: یہ قیاس میں خطاء ہے، پھر انہوں نے اس کی یہ مثال دی کہ ائمہ کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر ایک مرد نے اپنی بیٹی کے اوپر دو جھوٹے گواہ قائم کر دیے کہ وہ اس کی باندی ہے اور حاکم نے

اس کے باندی ہونے کا فیصلہ کر دیا تو اس مرد کے لیے قاضی کے فیصلہ کے باوجود اپنی بیٹی سے وطی کرنا جائز نہیں ہے، پس اسی طرح جب نکاح پر شہادت دی گئی اور وہ دونوں گواہ جھوٹے تھے تو یہ تحریم میں برابر ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ وہ قیاس ہے جس میں خطاء ظاہر ہے، اور جس کو ادراکِ مستقیم حاصل ہو وہ ان دونوں قیاسوں میں فرق کر لے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۵۔۱۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

جھوٹی گواہی سے کیے ہوئے نکاح کے متعلق فقہاء کے اقوال اور قضاء باطنی کے نفاذ میں فقہاء احناف کے دلائل

شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ، رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقود، فسوخ، نکاح، طلاق اور عتاق میں جھوٹے گواہوں سے بھی قاضی کا فیصلہ ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتا ہے، پہلے امام ابو یوسف کی بھی یہی رائے تھی، امام ابو یوسف کے دوسرے قول اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک ان صورتوں میں قاضی کا فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوتا ہے، باطناً نافذ نہیں ہوتا، حتیٰ کہ جب کسی شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور نکاح کے ثبوت میں دو جھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے نکاح کا فیصلہ کر دیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس شخص کے لیے اس عورت سے وطی کرنا جائز ہے، امام ابو یوسف کا پہلا قول بھی یہی تھا، البتہ امام ابو یوسف کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس شخص کے لیے اس عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہے، امام محمد اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور اس کے ثبوت میں دو گواہ پیش کر دیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان نکاح کا فیصلہ کر دیا، اس عورت نے کہا: اے امیر المومنین! اگر اس نکاح کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے تو پھر آپ میرا اس سے نکاح کر دیجئے، کیونکہ ہمارے درمیان نکاح نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا، لیکن اس عورت نے زنا سے بچنے کے لیے عقدِ نکاح کا مطالبہ کیا، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا مطالبہ پورا نہیں کیا۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان نکاح کا مطالبہ اس لیے پورا نہیں کیا کہ اس کا خاوند راضی نہیں تھا، لیکن یہ غلط خیال ہے، کیونکہ اس کا خاوند نکاح پر راضی تھا اسی وجہ سے وہ نکاح کا دعویٰ کر رہا تھا، اور عورت بھی راضی تھی کیونکہ اس نے کہا تھا کہ میرا اس سے نکاح کر دیجئے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ان کا نکاح کرنا آسان تھا، کیونکہ خاوند کو اس میں رغبت تھی، اس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ نکاح نہیں کیا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ ان کے فیصلہ سے ان کا مقصود حاصل ہو گیا، اور یہ فرمایا کہ تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا یعنی ان گواہوں نے تمہارے درمیان نکاح کا فیصلہ مجھ پر لازم کر دیا، لہٰذا اس فیصلہ سے نکاح ثابت ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ اس حکم کو عقل اور قیاس سے جاننا ممکن نہ تھا۔

(المبسوط ج ۱۶ ص ۱۸۰۔۱۸۴ ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

۶۹۶۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے

وَلَدِ جَعْفَرٍ تَخَوَّفَتْ أَنْ يُزَوِّجَهَا وَلِيُّهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَأَرْسَلَتْ إِلَى شَيْخَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُجَمِّعٍ ابْنَيْ جَارِيَةَ قَالَا فَلَا تَخْشَيْنَ فَإِنَّ خَنْسَاءَ بِنْتَ خِذَامٍ أَنْكَحَهَا أَبُوهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَرَدَّ النَّبِيُّ ﷺ ذٰلِكَ قَالَ سُفْيَانُ وَأَمَّا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ عَنْ أَبِيهِ إِنَّ خَنْسَاءَ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از القاسم، وہ بیان کرتے ہیں کہ جعفر کی اولاد میں سے ایک عورت کو یہ خوف ہوا کہ اس کا ولی اس کا نکاح کردے گا اور اس کو وہ نکاح ناپسند ہوگا، تو اس نے انصار کے دو بزرگوں کی طرف پیغام بھیجا عبدالرحمٰن اور مجمع یہ دونوں جاریہ کے بیٹے تھے، ان کو یہ پیغام بھیجا، ان دونوں نے کہا: تم مت ڈرو، کیونکہ خنساء بنت خذام کا ان کے والد نے زبردستی نکاح کردیا تو نبی ﷺ نے اس نکاح کو رد فرمادیا۔

سفیان نے کہا: رہے عبدالرحمٰن تو میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے از والد خود کہ خنساء بنت خزام۔۔۔۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳۸، ۵۱۳۹، ۶۹۴۵، ۶۹۶۹، سنن نسائی: ۳۲۶۸، سنن ابوداؤد: ۲۱۰۲، مسند احمد: ۲۶۲۴۶، موطا امام مالک: ۱۱۳۵، سنن دارمی: ۲۱۹۲)

صحیح البخاری: ۶۹۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "نکاح میں جھوٹی گواہی کا بیان" اور اس باب کی حدیث میں ذکر ہے کہ جو نکاح جبراً کیا جائے وہ مسترد کردیا جاتا ہے، اور شاید امام بخاری کی مراد یہ ہو کہ جو نکاح جھوٹی گواہی سے منعقد کیا جائے وہ بھی مسترد کردیا جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، اور یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سعید، وہ انصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قاسم، وہ ابن محمد بن حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب النکاح میں باب "اذا زوج ابنته وهی کارهة فنکاحها مردود" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان امراۃ من ولد جعفر" یعنی جعفر کی اولاد میں سے ایک عورت کو یہ خطرہ ہوا کہ اس کا باپ اس کا زبردستی نکاح کردے گا، اور ابن عمر نے از سفیان اس طرح روایت کی ہے کہ آل جعفر سے ایک عورت کو یہ خطرہ ہوا۔ اس حدیث کی الاسماعیلی نے روایت کی ہے اور اس عورت کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے کہا ہے کہ گمانِ غالب یہ ہے کہ اولادِ جعفر سے مراد جعفر بن ابی طالب ہیں، پھر انہوں نے کہا: اور علامہ الکرمانی نے یہ فخریہ جرأت کی ہے کہ اس سے مراد جعفر صادق بن محمد الباقر ہیں، اور قاسم بن محمد، جعفر صادق کے ماں شریک دادا ہیں (علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی)۔

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: اور علامہ کرمانی پر یہ مخفی رہا کہ جس وقت یہ قصۂ مذکورہ واقع ہوا اس وقت جعفر صادق کم عمر تھے، کیونکہ ان کی ولادت اسی (۸۰) ہجری میں ہوئی ہے، اور عبدالرحمٰن بن یزید بن جاریہ کی وفات ترانوے (۹۳) ہجری میں ہوئی ہے، اور اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جاریہ نے اس عورت کو خنساء بنت خذام کی حدیث کی خبر دی، پس یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ وہ عورت ہو جس کو عبدالرحمٰن بن یزید بن جاریہ نے خبر دی تھی اور ان کے والد کی عمر اس وقت تیرہ سال یا اس سے کم ہو۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۳۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی اس عبارت پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی فخریہ جرأت کی ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے غلبۂ ظن سے کہا کہ یہ شخص جعفر بن ابی طالب ہیں، اور کرمانی نے جو کہا ہے کہ یہ جعفر صادق ہے تو وہ اپنے پاس سے نہیں کہا بلکہ انہوں نے کسی سے نقل کیا ہے، لہٰذا ان کی طرف فخریہ جرأت کی نسبت کرنا مناسب نہیں ہے، اور ممکن ہے کہ یہ جعفر نہ جعفر صادق ہو اور نہ جعفر بن ابی طالب ہو، کوئی اور ہوں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فان خنساء" یہ ابن ودیعہ الانصاریہ ہیں اور قبیلہ اوس سے ہیں۔ حافظ ابو عمر نے کہا ہے: ان کے اس وقت کے حال میں احادیث مختلف ہیں، پس امام مالک کی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از عبدالرحمٰن و مجمع ابن یزید بن جاریہ عن خنساء یہ روایت ہے کہ خنساء بیوہ تھیں، اور ابن المبارک کی از ثوری از عبدالرحمٰن بن القاسم از عبداللہ بن یزید بن ودیعہ یہ روایت ہے کہ خنساء بنت خذام اس وقت کنواری تھیں، اور صحیح امام مالک کی نقل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۶۔۱۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا كَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ أَنْ تَسْكُتَ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنِ احْتَالَ إِنْسَانٌ بِشَاهِدَيْ زُورٍ عَلَى تَزْوِيجِ امْرَأَةٍ ثَيِّبٍ بِأَمْرِهَا فَأَثْبَتَ الْقَاضِي نِكَاحَهَا إِيَّاهُ وَالزَّوْجُ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يَتَزَوَّجْهَا قَطُّ فَإِنَّهُ يَسَعُهُ هَذَا النِّكَاحُ وَلَا بَأْسَ بِالْمُقَامِ لَهُ مَعَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونُعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے نکاح عورت کا نکاح نہ کیا جائے حتیٰ کہ اس کا حکم معلوم کرلیا جائے، اور کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے، صحابہ نے پوچھا: وہ اجازت کیسے دے گی؟ فرمایا: وہ خاموش رہے گی۔ بعض لوگوں نے کہا ہے: اگر کوئی انسان دو جھوٹے گواہ پیش کرکے کسی بیوہ عورت سے اس کے حکم سے نکاح کا ارادہ کرے، پس

قاضی اس عورت کا اس مرد سے نکاح ثابت کردے اور شوہر کو معلوم ہو کہ اس نے اس عورت سے نکاح ہرگز نہیں کیا، تب اس شوہر کے لیے یہ نکاح جائز ہوگا اور اس کے لیے اس عورت کے ساتھ قیام میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳۶، ۶۹۶۸، ۶۹۷۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۰، سنن نسائی: ۳۲۶۶، مسند احمد: ۲۵۱۴۴)

صحیح البخاری: ۶۹۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، یعنی کسی عورت کا زبردستی نکاح نہ کیا جائے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو نعیم، یہ الفضل بن دُکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شیبان، یہ ابن عبدالرحمٰن النحوی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ ابن ابی کثیر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الایم'' اس کا معنی ہے: جس کا شوہر نہ ہو خواہ وہ عورت کنواری ہو یا بیوہ ہو لیکن یہاں پر مراد بیوہ ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں کنواری کا ذکر ہے۔

اس حدیث کی شرح کتاب النکاح میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

بعض لوگوں نے کہا ہے: اگر کوئی انسان دو جھوٹے گواہ پیش کر کے کسی بیوہ عورت سے اس کے حکم سے نکاح کا ارادہ کرے، پس قاضی اس عورت کا اس مرد سے نکاح ثابت کردے اور شوہر کو معلوم ہو کہ اس نے اس عورت سے نکاح ہرگز نہیں کیا، تب اس شوہر کے لیے یہ نکاح جائز ہوگا اور اس کے لیے اس عورت کے ساتھ قیام میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق سے امام ابوحنیفہ پر طعن اور تشنیع کا ارادہ کیا ہے۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے کہا ہے ''یسعہٗ'' یعنی اس شخص کے لیے یہ جائز ہے اور حلال ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ بہت عظیم تشنیع ہے، کیونکہ اس شخص نے واضح حرام کا ارتکاب کیا ہے اور اس کو معلوم تھا کہ یہ حرام ہے اور اس نے عمداً گناہ کو اختیار کیا۔ (علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے ان مسائل کی اس پر بناء کی ہے کہ جب حاکم دو جھوٹے گواہوں کی بناء پر کوئی فیصلہ کر دے تو وہ فیصلہ ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ قُلْتُ إِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحْيِي قَالَ إِذْنُهَا صُمَاتُهَا وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ هَوِيَ رَجُلٌ جَارِيَةً يَتِيمَةً أَوْ بِكْرًا فَأَبَتْ فَاحْتَالَ فَجَاءَ بِشَاهِدَيْ زُورٍ عَلَى أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا فَأَدْرَكَتْ فَرَضِيَتِ الْيَتِيمَةُ فَقَبِلَ الْقَاضِي شَهَادَةَ الزُّورِ وَالزَّوْجُ يَعْلَمُ بِبُطْلَانِ ذٰلِكَ حَلَّ لَهُ الْوَطْءُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از ذکوان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کنواری لڑکی سے اجازت طلب کی جائے گی، میں نے عرض کیا کنواری لڑکی تو حیاء کرتی ہے، آپ نے فرمایا: اس کا خاموش رہنا اس کی اجازت ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا: اگر کوئی مرد کسی یتیم لڑکی سے یا کنواری عورت سے محبت کرے اور وہ اس سے نکاح کا انکار کرے، تو وہ حیلہ کرے اور دو جھوٹے گواہ پیش کر دے کہ اس نے اس لڑکی سے نکاح کیا ہے، پھر جب وہ لڑکی بالغہ ہو گئی اور اس نکاح سے راضی بھی ہو گئی اور قاضی نے اس جھوٹی گواہی کو قبول کر لیا اور وہ شوہر جانتا ہے کہ یہ گواہی جھوٹی تھی اور نکاح باطل ہے، تب بھی اس کے لیے اس عورت سے وطی کرنا حلال اور جائز ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳۷، ۶۹۴۶، ۶۹۷۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۰، سنن نسائی: ۳۲۶۶، مسند احمد: ۲۵۱۴۴)

صحیح البخاری: ۶۹۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں بھی زبردستی نکاح کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عاصم، وہ الضحاک بن مخلد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج، وہ

عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی مُلیکہ، وہ عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ ہیں اوران کا نام زُہیر ہے، اوراس حدیث کی سند میں مذکور ہے ذکوان، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

یہ حدیث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

اور بعض لوگوں نے کہا: اگر کوئی مرد کسی یتیم لڑکی سے یا کنواری عورت سے محبت کرے اور وہ اس سے نکاح کا انکار کرے تو وہ حیلہ کرے اور دو جھوٹے گواہ پیش کردے کہ اس نے اس لڑکی سے نکاح کیا ہے، پھر جب وہ لڑکی بالغہ ہوگئی اور اس نکاح سے راضی بھی ہوگئی اور قاضی نے اس جھوٹی گواہی کو قبول کرلیا اور وہ شوہر جانتا ہے کہ یہ گواہی جھوٹی تھی اور نکاح باطل ہے، تب بھی اس کے لیے اس عورت سے وطی کرنا حلال اور جائز ہوگا۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں بھی فقہاء احناف پر طعن و تشنیع کی گئی ہے اور امام بخاری کا یہ قول محض بے فائدہ تکرار ہے، کیونکہ ان تینوں فرعی مسائل کا حاصل ایک ہی ہے، اور امام بخاری کا ان کو ایک ایک کر کے الگ الگ ذکر کرنا کوئی فائدہ نہیں دیتا، کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حاکم کا حکم ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتا ہے اور حاکم شہادت کی بناء پر کسی چیز کو حلال کرتا ہے یا کسی چیز کو حرام کرتا ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے ''جارية'' اس سے مراد ہے کوئی لڑکی خواہ وہ کنواری ہو۔ اور الکشمیہنی کی روایت میں ہے: خواہ وہ بیوہ ہو یا کنواری۔

اس تعلیق میں مذکور ہے ''فادركت'' اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ گواہی کے بعد وہ لڑکی بالغہ ہوگئی اور اس نکاح پر راضی ہوگئی۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ وہ شوہر دو گواہ اس پر لایا ہو کہ وہ لڑکی بالغہ ہوگئی تھی اور راضی ہوگئی تھی اور اس نے اس سے نکاح کر لیا تھا تو یہ بھی شہادت کے تحت داخل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۲۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنْ احْتِيَالِ الْمَرْأَةِ مَعَ الزَّوْجِ وَالضَّرَائِرِ وَمَا نَزَلَ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي ذَلِكَ

عورت کا شوہر یا سوکنوں کے ساتھ حیلہ کا مکروہ ہونا، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس معاملہ کے متعلق جو حکم نازل ہوا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان میں ''الضرائر'' کا ذکر ہے، یہ ''ضرۃ'' کی جمع ہے جس کا معنی ہے: سوکن۔

اس عنوان میں مذکور ہے ''في ذالك'' یعنی عورت کے خاوند کے ساتھ حیلہ اور سوکنوں کے ساتھ حیلہ کے متعلق جو وحی نازل ہوئی اور وہ یہ ہے جس کا درج ذیل آیت میں ذکر ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التحریم:۱)

اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرما دیا ہے، آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''میں نے شہد پیا تھا اور ہرگز دوبارہ نہیں پیوں گا''۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے اپنی کنیز حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام قرار دیا، آپ نے یہ قسم کھائی کہ آپ ان سے وطی نہیں کریں گے، اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ راز بتادیا، اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ راز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتادیا، تو اس سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٩٧٢ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَيُحِبُّ الْعَسَلَ وَكَانَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ أَجَازَ عَلَى نِسَائِهِ فَيَدْنُو مِنْهُنَّ فَدَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَاحْتَبَسَ عِنْدَهَا أَكْثَرَ مِمَّا كَانَ يَحْتَبِسُ فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِي أَهْدَتْ لَهَا امْرَأَةٌ مِنْ قَوْمِهَا عُكَّةَ عَسَلٍ فَسَقَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ مِنْهُ شَرْبَةً فَقُلْتُ أَمَا وَاللهِ لَنَحْتَالَنَّ لَهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِسَوْدَةَ قُلْتُ إِذَا دَخَلَ عَلَيْكِ فَإِنَّهُ سَيَدْنُو مِنْكِ فَقُولِي لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَا فَقُولِي لَهُ مَا هٰذِهِ الرِّيحُ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ أَنْ يُوجَدَ مِنْهُ الرِّيحُ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ فَقُولِي لَهُ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ وَسَأَقُولُ ذٰلِكِ وَقُولِيهِ أَنْتِ يَا صَفِيَّةُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى سَوْدَةَ قُلْتُ تَقُولُ سَوْدَةُ وَالَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَقَدْ كِدْتُ أَنْ أُبَادِرَهُ بِالَّذِي قُلْتِ لِي وَإِنَّهُ لَعَلَى الْبَابِ فَرَقًا مِنْكِ فَلَمَّا دَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ قَالَ لَا قُلْتُ فَمَا هٰذِهِ الرِّيحُ قَالَ سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ قُلْتُ جَرَسَتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز کو اور شہد کو پسند فرماتے تھے، اور آپ عصر کی نماز پڑھ کر اپنی ازواج مطہرات کے پاس چل کر جاتے اور ان کے قریب ہوتے، پس آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کے پاس ٹھہرے رہے اور آپ ان کے پاس زیادہ دیر ٹھہرے تو میں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا، تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ان کی قوم کی ایک عورت نے انہیں شہد کی ایک کپّی دی، پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سے شہد پلایا، پس میں نے (دل میں) کہا: ہم ضرور اللہ کی قسم! آپ کے لیے کوئی حیلہ کریں گے، پس میں نے اس بات کا ذکر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کیا، میں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس آئیں تو وہ آپ کے قریب ہوں گے، تو آپ ان سے کہیں: یارسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے، پس بے شک وہ عنقریب کہیں گے: نہیں، تو آپ کہیں: پھر یہ بو کیسی ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نا گوار گزرتا تھا کہ آپ سے کوئی بو آئے، تو وہ عنقریب کہیں گے کہ مجھے حفصہ نے شہد کا گھونٹ پلایا تھا، تو آپ ان سے کہیں: شہد کی مکھی نے العرفط کو چوس لیا ہوگا اور میں بھی

نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيَّ قُلْتُ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَدَخَلَ عَلٰى صَفِيَّةَ فَقَالَتْ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلٰى حَفْصَةَ قَالَتْ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا أَسْقِيكَ مِنْهُ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي بِهٖ قَالَتْ تَقُولُ سَوْدَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَقَدْ حَرَمْنَاهُ قَالَتْ قُلْتُ لَهَا اسْكُتِي۔

عنقریب یہی کہوں گی اور آپ بھی اے صفیہ یہی کہیں، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، قریب تھا کہ میں جلدی سے وہ بات کہتی جو آپ نے مجھ سے کہی تھی آپ سے ڈر کی وجہ سے، اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر تھے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہوئے تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: پس یہ بُو کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے حفصہ نے شہد کا ایک گھونٹ پلایا تھا، میں نے کہا: شہد کی مکھی نے العُرفُط کو چوس لیا ہوگا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں نے بھی اسی طرح کہا، اور آپ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا، پھر جب آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے آپ سے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کو شہد سے نہ پلاؤں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا: سبحان اللہ! بے شک ہم نے آپ کو شہد سے محروم کر دیا ہے، تو میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا: چپ کرو۔

(صحیح البخاری: ۴۹۱۲، ۵۲۱۶، ۵۲۶۷، ۵۲۶۸، ۵۴۳۱، ۵۵۹۹، ۵۶۱۴، ۵۶۸۲، ۶۶۹۱، ۶۹۷۲، صحیح مسلم: ۱۴۷۴، سنن نسائی: ۳۷۹۵، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۴، مسند احمد: ۲۵۳۲۴)

صحیح البخاری: ۶۹۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ اس جملہ میں مطابقت ہے "اور اللہ کی قسم! ہم ضرور آپ کے لیے حیلہ کریں گے"۔

یہ حدیث کتاب الاطعمہ میں از اسحاق بن ابراہیم گزری ہے اور کتاب الاشربہ میں از عبد اللہ بن ابی شیبہ گزری ہے، اور کتاب الطب میں از حضرت علی بن عبد اللہ گزری ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی امام بخاری نے یہاں پر عبید بن اسماعیل سے روایت کی ہے، اور دیگر چار ائمہ نے اس کی ابو اسامہ سے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الحلواء''۔ شارح بخاری علامہ داؤدی نے کہا ہے ''الحلواء'' سے مراد کھجور اس کے مشابہ میٹھے پھل ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اجاز'' یعنی آپ نے دن کو گزار دیا اور اس کو نافذ کر دیا، جب کوئی شخص وادی کو قطع کرے اور اس کو طے کرلے تو کہا جاتا ہے ''جاز الوادی جوازا'' اور الاصمعی نے کہا ہے: ''جاز'' کا معنی ہے: آپ دن میں چلے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عُکّۃ'' اس کا معنی ہے: چمڑے کا برتن۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فسقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شربۃ'' یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا ایک گھونٹ پلایا۔

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ ھ) نے کہا ہے کہ یہ روایت غلط ہے، کیونکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہی وہ تھیں جنہوں نے اس قصہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدد کی تھی۔ اور آپ نے حضرت صفیہ بنت حُیی کے ہاں شہد کو پیا تھا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد کو پیا تھا، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں ہی شہد پیا تھا۔

اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: کتاب الطلاق میں پہلے یہ گزر چکا ہے کہ آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر شہد پیا، اور اس قول کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں، پھر علامہ کرمانی نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان دونوں کے گھر شہد پیا ہو اور یہ دو متعدد واقعات ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لنحتالن'' یہ لفظ الاحتیال سے ماخوذ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حیلہ کرنے پر ایک سوال کا جواب

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے لیے حیلہ کرنا کس طرح جائز ہوگا؟

میں کہتا ہوں: یہ عورتوں کی طبیعت کے تقاضا کی وجہ سے ہے اور ان کے لیے اس کو معاف کر دیا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مغافیر'' یہ لفظ مغفور کی جمع ہے، اور یہ شہد کی مثل ایک گوند ہے اور اس کی ناگوار بو ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جرست'' اس کا معنی ہے: زبان سے چاٹ لیا اور کھا لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''العُرفُط'' یہ ایک درخت ہے جس کا پھل خبیث ہوتا ہے، دوسرا قول ہے کہ العرفط ایک جگہ کا نام ہے، تیسرا قول ہے کہ یہ ایک کانٹوں والا درخت ہے اور اس کا پھل سفید گول ہوتا ہے۔ الجوہری نے کہا: ہر کانٹے والے درخت کا

پھل زرد ہوتا ہے مگر مغافط کا پھل سفید تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”ان اباد رہ“ یعنی قریب تھا کہ میں اصل بات ظاہر کر دیتی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”حرمناہ“ یعنی ہم نے آپ کو شہد کھانے سے روک دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۹۔۱۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۷۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کی مذکورہ روایت پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ

صحیح البخاری کی کتاب الطلاق میں اس حدیث کی شرح کی جا چکی ہے، اور وہاں پر از عبید بن عمیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ گزر چکا ہے کہ جس زوجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد پلایا تھا وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں، اور اس روایت میں جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شہد پلانے کا ذکر ہے، اس پر یہ اشکال ہے کہ قرآن مجید سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے حیلہ کرنے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، کیونکہ اس آیت میں تثنیہ کا صیغہ ہے ”ان تتوبا“ اور فرمایا ”وان تظاھرا“ اور یہاں پر تین کا ذکر آ گیا ہے، اور علامہ کرمانی نے ان کے درمیان یہ تطبیق دی ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شہد پلانے کا قصہ مقدم ہے اور اس میں اس آیت کے نزول کا سبب نہیں ہے اور نہ تثنیہ کا صیغہ ہے، اس کے برخلاف حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شہد پلانے کا جو قصہ ہے اس میں مذکور ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اور حفصہ نے اتفاق کیا، اور اس میں یہ تصریح ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی۔

اور علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ قول کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شہد پلایا تھا یہ غلط ہے، کیونکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا وہ تھیں جنہوں نے اس قصہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدد کی تھی اور آپ نے شہد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پیا تھا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں پیا تھا، اور انہوں نے کہا کہ جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شہد پلایا تھا، وہ غلط اور مردود نہیں ہے، بلکہ وہ اور قصہ ہے اور اس کی مثل کے ساتھ حدیث صحیح کو رد نہیں کیا جائے گا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۳۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۳۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ الْاِحْتِيَالِ فِي الْفِرَارِ مِنَ الطَّاعُونِ

طاعون سے بھاگنے کے لیے حیلہ کا مکروہ ہونا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ طاعون سے بھاگنے کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ طاعون میں اکثر بغلوں میں ایک پھوڑا نکلتا ہے جس کی وجہ سے بہت زیادہ درد ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے نیند نہیں آتی اور قے آتی ہے۔ (عمدۃ

القاری ج ۲۴ ص ۱۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه خَرَجَ إِلَى الشَّامِ فَلَمَّا جَاءَ بِسَرْغَ بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ وَقَعَ بِالشَّامِ فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ فَرَجَعَ عُمَرُ مِنْ سَرْغَ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عُمَرَ إِنَّمَا انْصَرَفَ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از ابن شہاب از عبداللہ بن عامر بن ربیعہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف نکلے، پس جب وہ مقامِ سرغ پر پہنچے تو ان کو یہ خبر ملی کہ شام میں وبا آئی ہوئی ہے، پس ان کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم یہ سنو کہ کسی زمین میں کوئی وبا آئی ہوئی ہے تو تم وہاں نہ جاؤ، اور جب تم کسی زمین میں ہو اور وہاں پر وہ وبا ہو تو اس زمین سے اس وبا سے بھاگنے کے سبب سے نہ نکلو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقامِ سرغ سے واپس چلے گئے۔

اور از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے حدیث سن کر واپس چلے گئے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۲۹، ۵۷۳۰، ۶۹۷۳، صحیح مسلم: ۲۲۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۳، مسند احمد: ۶۸۵، موطا امام مالک: ۱۶۵۵)

صحیح البخاری: ۶۹۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ "جب کسی زمین میں کوئی وبا ہو تو وہاں سے نہ نکلو"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن مسلمہ، یہ القعنبی ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مالک، یہ امام مالک بن انس ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں۔

حضرت عامر بن ربیعہ العنزی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن عامر، اور عامر ابن ربیعہ العنزی ہیں، یہ یمن کا ایک قبیلہ ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں پیدا ہوئے اور آپ سے روایت بھی کی اور جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر چار یا پانچ سال تھی، اور یہ نواسی (۸۹) ہجری میں فوت ہوئے، دوسرا قول ہے کہ پچاسی (۸۵) ہجری میں فوت ہو گئے، حافظ ذہبی نے ان کا

صحابہ میں ذکر کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ چھ ہجری میں پیدا ہوئے تھے، ان سے ابن شہاب زہری اور دوسروں نے روایت کی ہے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث یاد رکھی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطب میں از عبداللہ بن یوسف گزر چکی ہے اور اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''خرج الی الشام'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف ربیع الثانی ۱۸ ہجری میں گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بسَرغ'' (سین پر زبر ہے اور راء ساکن ہے) اور یہ لفظ منصرف بھی استعمال ہوتا ہے اور غیر منصرف بھی، اور یہ شام کی طرف میں ایک بستی ہے جو حجاز کے قریب ہے، اور البکری نے کہا ہے کہ سرغ شام کا شہر ہے جس کو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ اور یہ اور الیرموک اور الجابیہ اور رمادہ سب متصل ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان الوَبَاءَ'' وَبا کا معنی ہے: جو مرض عام ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلا تقدموا'' یعنی کوئی شخص اس مرض کی وجہ سے نہ مرے، نہ اس جگہ سے آگے جائے اور نہ اس جگہ سے پیچھے جائے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس جگہ میں داخل ہونے اور اس جگہ میں نکلنے سے منع کرنے کی کیا وجہ ہے؟

اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ نے اس لیے نہیں منع کیا کہ لوگ اس سے پرہیز کریں، کیونکہ انسان کو وہی بیماری پہنچتی ہے جو اس کے لیے مقدر ہو چکی ہے، بلکہ آپ نے اس وجہ سے منع فرمایا ہے کہ آدمی اس فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائے کہ وہ یہ گمان کرے کہ چونکہ وہ اس جگہ گیا تھا اس لیے مر گیا، اور یہ گمان نہ کرے کہ یہاں سے نکل گیا تو وہ سلامت رہا۔

التوضیح میں علامہ ابن الملقن شافعی نے کہا ہے: کوئی شخص وہاں سے نکلنے کے لیے تجارت کا حیلہ نہ کرے یا رشتہ داروں سے ملاقات کا حیلہ نہ کرے اور دل میں یہ نیت ہو کہ اس جگہ سے بھاگ جائے، اور اس معنی کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''اعمال کا مدار نیات پر ہے''، اور اس ممانعت سے مقصود یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے نہ بھاگے، اور اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے بھاگنے کی کوئی راہ نہیں ہے، کیونکہ تقدیر بہرحال غالب آ جاتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے سالم نے یہ حدیث بیان کی''۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سرغ سے واپس چلے جانا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے تھا، اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کا واپس جانا حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی وجہ سے تھا، اس کا بیان یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں پر آئے تو حضرت ابوعبیدہ بن ابی جراح نے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو لائے ہیں اور آپ ان کو اس جگہ میں داخل کر رہے ہیں جہاں پر طاعون آیا ہوا ہے، اور آپ جن لوگوں کو لے کر آئے ہیں وہ ائمہ ہیں ان کی اقتداء کی جاتی ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوعبیدہ! کیا آپ کو شک ہے؟ تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گویا حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس قول پر عمل کر رہا ہوں جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا:

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ (حضرت یعقوب علیہ السلام نے) کہا: اے میرے بیٹو! (شہر میں) تم

أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۖ وَمَآ أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ (یوسف:۶۷)

سب ایک دروازہ سے نہ داخل ہونا اور الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم کو اللہ کی تقدیر سے بالکل نہیں بچا سکتا، حکم تو صرف اللہ کا چلتا ہے، میں نے اسی پر توکل کیا ہے، اور توکل کرنے والوں کو اسی پر توکل کرنا چاہیے O

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور اس زمین میں داخل ہوں گا، تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! آپ اس زمین میں داخل نہ ہوں، پس حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خبرِ واحد کو قبول کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیان کی ہوئی حدیث کو سن کر اس پر عمل کیا۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بعض علماء کو ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو ان سے بڑے علماء کو علم نہیں ہوتا، کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جس حدیث کا علم تھا، اس حدیث کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم نہیں تھا۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ خبرِ واحد کو قیاس پر مقدم کرنا چاہیے، کیونکہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس زمین میں چلے جاتے جس میں جانے کا قصد کر کے آئے تھے، لیکن جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی جس کا تقاضا یہ تھا کہ اس جگہ میں نہ جائیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جس جگہ وبا پھیلی ہوئی ہو وہاں نہ جاؤ'' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پر عمل کیا اور قیاس کو ترک کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۰۔۱۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّهُ سَمِعَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ يُحَدِّثُ سَعْدًا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الْوَجَعَ فَقَالَ رِجْزٌ أَوْ عَذَابٌ عُذِّبَ بِهِ بَعْضُ الْأُمَمِ ثُمَّ بَقِيَ مِنْهُ بَقِيَّةٌ فَيَذْهَبُ الْمَرَّةَ وَيَأْتِي الْأُخْرَى فَمَنْ سَمِعَ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا يُقْدِمَنَّ عَلَيْهِ وَمَنْ كَانَ بِأَرْضٍ وَقَعَ بِهَا فَلَا يَخْرُجْ فِرَارًا مِنْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری، انہوں نے کہا: ہمیں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حدیث بیان کر رہے تھے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درد (بیماری) کا ذکر کیا، پس آپ نے فرمایا کہ وہ بیماری رِجز ہے یا عذاب ہے، اس بیماری سے بعض امتوں کو عذاب دیا گیا، پھر اس بیماری کا کچھ حصہ باقی رہ گیا اور کبھی بیماری کا وہ حصہ چلا جاتا ہے اور کبھی آ جاتا ہے، پس جو شخص کسی سرزمین میں اس بیماری کے پھیلنے کے متعلق سنے تو وہ وہاں نہ جائے، لیکن اگر کوئی شخص کسی جگہ ہو اور وہاں یہ وبا پھیل جائے تو وہاں سے نہ بھاگے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۷۳، ۵۷۲۸، ۶۹۷۴، صحیح مسلم: ۲۲۱۸، سنن ترمذی: ۱۰۶۵، مسند احمد: ۲۱۲۵۶، موطا امام مالک: ۱۶۵۶)

صحیح البخاری: ۶۹۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کہ انسان جس علاقہ میں ہو اور وہاں طاعون کی بیماری پھیل جائے تو وہ وہاں سے نہ بھاگے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، ان کا نام الحکم بن نافع ہے۔

یہ حدیث ذکرِ بنی اسرائیل میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ذَکَرَ الوَجَعَ'' یعنی آپ نے درد یا بیماری کا ذکر کیا اور اس سے مراد طاعون ہے۔

طاعون کی بیماری کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

طاعون جسم میں نکلنے والی گلٹیاں ہیں، یہ گلٹیاں کہنیوں، بغلوں، ہاتھوں، انگلیوں اور سارے بدن میں نکلتی ہیں، ان کے ساتھ سوجن ہوتی ہے اور سخت درد ہوتا ہے، یہ گلٹیاں جلن کے ساتھ نکلتی ہیں اور ان کی جگہ سیاہ، سرخ یا سبز ہو جاتی ہے اور ان کی وجہ سے طبیعت میں گھبراہٹ ہوتی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۵ھ)

جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ طاعون کی بیماری کی اصل وجہ ایک خوردبینی جرثومہ ہے جو ایک پسو نما کیڑے میں پرورش پاتا ہے، یہ پسو زیادہ تر چوہوں اور چوہوں کی اقسام کے جانوروں میں پائے جاتے ہیں، یہ پسو چوہے کی کھال کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ چمٹے ہوئے ہوتے ہیں، جب یہ چوہے طاعون زدہ پسو کو سوار کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں، یا مر جاتے ہیں تو وہ پسو دوسرے جانوروں یا انسانوں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور بیماری کا باعث بنتے ہیں، زیادہ تر بیماری انہی پسوؤں کے کاٹنے سے جنم لیتی ہے، اس کے علاوہ یہ بیماری دوسرے ذرائع سے بھی ہوتی ہے، اس میں ہوا کے ذریعے جرثومے کی بیمار آدمی سے تندرست آدمی تک منتقلی یا جرثومے کا کسی اور جانور میں منتقل ہونا اور بعد ازاں بیماری کی وجہ بننا شامل ہے۔

جب طاعون کی وبا پھیل جائے تو مادی اسباب بھی اختیار کرنے چاہئیں، شہر کو گندگی اور چوہوں سے صاف کیا جائے اور فوراً کسی مستند ڈاکٹر کے مشورہ سے علاج کیا جائے، اور دیگر صحت مند افراد کو مریض سے الگ رکھا جائے، اور روحانی اسباب بھی اختیار کیے جائیں، اپنے گناہوں کو فوراً ترک کر دیا جائے اور ان پر توبہ اور استغفار کیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''رجزیا عذاب'' یعنی یہ عذاب کبھی چلا جاتا ہے اور کبھی دوبارہ لوٹ کر اس عذاب کا کچھ حصہ آ جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۴۔ بَابٌ: فِي الْهِبَةِ وَالشُّفْعَةِ

ہبہ واپس لینے اور حقِ شفعہ کے سقوط کے لیے حیلہ کے مکروہ ہونے کا بیان

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: إِنْ وَهَبَ هِبَةً أَلْفَ دِرْهَمٍ أَوْ أَكْثَرَ حَتَّى مَكَثَ عِنْدَهُ سِنِينَ وَاحْتَالَ فِي ذَلِكَ ثُمَّ رَجَعَ الْوَاهِبُ فِيهَا فَلَا زَكَاةَ عَلَى وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَخَالَفَ الرَّسُولَ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْهِبَةِ وَأَسْقَطَ الزَّكَاةَ۔

اور بعض لوگوں (فقہاء احناف) نے کہا کہ اگر کسی انسان نے کسی دوسرے شخص کو ہزار درہم یا ہزار دراہم سے زیادہ ہبہ کئے اور جس کو ہبہ کئے تھے اس کے پاس وہ دراہم کئی سال رہے، پھر اس انسان نے حیلہ کیا اور ہبہ کرنے والے نے اپنے ہبہ میں رجوع کر لیا تو ان میں سے کسی ایک پر بھی زکوٰۃ نہیں ہوگی، پس ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہبہ کے حکم میں مخالفت کی اور زکوٰۃ کو ساقط کر دیا۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کر کے پھر حیلہ کے ذریعہ اس میں رجوع کرنا مکروہ ہے اور اسی طرح حقِ شفعہ کو ساقط کرنے کے لیے بھی حیلہ کرنا مکروہ ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ عینی فرماتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق سے بغیر کسی دلیل کے امام ابو حنیفہ پر طعن اور تشنیع کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی جگہ بھی اس مسئلہ کو اس صورت کے مطابق ذکر نہیں کیا، بلکہ امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ ہبہ کرنے والے کے لیے اپنی ہبہ کی ہوئی چیز میں رجوع کرنا جائز ہے، لیکن رجوع کرنے کی کئی قیود ہیں:

(۱) جس کو کوئی چیز ہبہ کی ہے وہ اجنبی شخص ہو، یعنی ہبہ کرنے والے کا ذورحم محرم نہ ہو، قریبی رشتہ دار نہ ہو۔

(۲) وہ چیز اس کو سپرد کر چکا ہو، کیونکہ سپرد کرنے سے پہلے تو ہبہ سے رجوع کرنا مطلقاً جائز ہے۔

(۳) وہ چیز موانع سے مقترن نہ ہو، اور وہ موانع اپنے مقام پر ذکر کئے گئے ہیں۔

ہبہ میں رجوع کرنے کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ ''جس نے کوئی چیز ہبہ کی تو وہ اپنے ہبہ کو واپس لینے کا زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اس چیز کا اسے معاوضہ نہ دیا گیا ہو'' اس حدیث کی حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

رہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس کی امام ابن ماجہ نے کتاب الاحکام میں از عمرو بن دینار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مرد اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کا زیادہ حق دار ہے جب کہ اس کو اس کا

عوض نہ دیا گیا ہو"۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۷)

رہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث تو اس کی امام طبرانی نے از عطاء روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کوئی چیز ہبہ کی تو وہ اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کا زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اس کا عوض نہ لیا ہو"۔

اور رہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث تو اس کی امام حاکم نے از سالم بن عبداللہ روایت کی ہے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کوئی چیز ہبہ کی تو وہ اس چیز کا اس وقت زیادہ حق دار ہے کہ جب اس کا کوئی عوض نہ لیا ہو" اور امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے، امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور انہوں نے اس کی روایت نہیں کی۔

امام ابوحنیفہ نے احادیث صحیحہ کی بناء پر ہبہ سے رجوع کرنے کو جائز کہا، پھر ان پر طعن کس طرح جائز ہے؟

امام ابوحنیفہ نے ان احادیث کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ ہبہ میں رجوع کرنا جائز ہے، پس جس امام کا علم اور زُہد میں اتنا عظیم مقام ہو کہ بیان کرنے والا ان کے علم اور زُہد کا احاطہ نہ کر سکتا ہو، ان کے متعلق یہ کہنا کس طرح جائز ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، اور امام ابوحنیفہ نے کیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، حالانکہ انہوں نے جو کہا ہے وہ ان تین کبار صحابہ کی روایت سے کہا ہے یعنی حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی روایت سے۔

امام ابوحنیفہ کے مخالفین نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کی نوعیت کا بیان

یہ وہ حدیث ہے جس کی امام بخاری نے اس باب میں روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۹۷۵)، اور امام ترمذی کے علاوہ باقی محدثین نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اسے لوٹ کر کھا لے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا، بلکہ انہوں نے دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے، حدیثِ اول پر عمل کیا ہے کہ ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا جائز ہے، اور حدیثِ ثانی پر عمل کیا ہے کہ رجوع کرنا مکروہ ہے، نہ یہ کہ رجوع کرنا حرام ہے جیسا کہ ان فقہاء کا زعم ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ سے رجوع کرنے کو کتے کے قے کر کے اسے کھا لینے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور کتے کا فعل نہ قبیح کی صفت سے متصف ہوتا ہے نہ حرمت کی صفت سے متصف ہوتا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ بھی یہ کہتے ہیں کہ یہ برا کام ہے۔

اور کسی قائل کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ جس شخص نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے، اس سے کہا جائے گا کہ تم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں مخالفت کی ہے جس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ہبہ کر کے رجوع نہ کیا جائے، کیونکہ یہ حدیث مطلقاً رجوع کرنے سے منع کرتی ہے، عام ازیں کہ اجنبی ہبہ کر کے رجوع کرے یا والد ہبہ کر کے رجوع کرے۔

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ اصحاب السنن الاربعہ نے از حسین المعلم از عمرو بن شعیب از طاؤس از حضرت ابن عمر و ابن عباس

رضی اللہ عنہم از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی عطیہ عطا کرے یا کوئی چیز ہبہ کرے، پھر اس سے رجوع کر لے سوائے والد کے جو اپنی اولاد کو عطا کرے۔

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ یہ ان کے اس قاعدہ کی بناء پر ہے کہ باپ کے لیے بیٹے کے مال میں ملکیت کا حق ہوتا ہے کیونکہ بیٹا باپ کا جزو ہے، پس بیٹے سے کسی چیز کا مالک ہونا اپنے آپ سے کسی چیز کے مالک ہونے کی مثل ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ نہ امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے اور نہ ان کے اصحاب میں سے کسی نے یہ کہا ہے، یہ قول ان لوگوں نے خود گھڑ لیا ہے تاکہ فقہاء احناف کے اوپر طعن و تشنیع کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۲۔ ۱۸۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب السختیانی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہبہ میں رجوع کرنے والا ایسا ہے جیسے کتا قے کر کے اس میں رجوع کرے اور ہمارے لیے اس سے بری مثال نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۸۹، ۲۶۲۱، ۲۶۲۲، ۶۹۷۵، صحیح مسلم: ۱۶۲۲، سنن ترمذی: ۱۲۹۸، سنن نسائی: ۳۷۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۵۳۸، سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۵، مسند احمد: ۳۰۰۶)

صحیح البخاری: ۶۹۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے جزو اول کے ساتھ مطابقت ہے، کیونکہ اس میں ہبہ کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ثوری ہیں۔ اور یہ حدیث کتاب الہبہ میں گزر چکی ہے۔

صحیح البخاری: ۶۹۷۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی اجنبی کو کوئی چیز ہبہ کر کے اس سے واپس لینے کے متعلق فقہاء کے اقوال

جب کوئی ہبہ کرنے والا کوئی چیز ہبہ کرے اور جس کو وہ چیز ہبہ کی ہے وہ اس پر قبضہ کر لے اور جمع کر لے تو تمام ائمہ کے نزدیک

وہ اس کا مالک ہوتا ہے اور اسی پر اس مال کی زکوٰۃ دینا لازم ہے اور اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے سوا اس کے کہ کسی شخص نے اپنے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی ہو تو وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے۔ اور اس میں حیلہ کر کے حدیث کی عبارت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ زکوٰۃ بیٹے پر لازم ہوگی۔

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: اس میں حیلہ کرنا شریعت کے معنی سے خارج ہے اور جس نے شریعت کے خلاف حیلہ کیا حتیٰ کہ اس مال کو ساقط کر دیا تو اسے حیلہ کرنے والا نہیں کہا جائے گا بلکہ اللہ کی حدود سے عناد کرنے والا اور اللہ کی حدود کو توڑنے والا کہا جائے گا۔

پس جب ہبہ بیٹے کے علاوہ کسی کو کیا جائے اور پھر کوئی اس ہبہ سے رجوع کرے تو وہ اس حدیث کے تحت داخل ہے کہ ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو اپنی قے میں رجوع کرتا ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۶۵۔۲۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ کے اعتراض کے دیگر جوابات

علامہ علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

ہبہ کا حکم یہ ہے کہ ہبہ سے اس کے لیے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے جس کو کوئی چیز بغیر عوض کے ہبہ کی گئی ہو، کیونکہ ہبہ کی تعریف ہے کہ کسی چیز کا بغیر عوض کے مالک بنانا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ کا زیادہ حق دار ہوتا ہے جب تک اس کو اس کا عوض نہ دیا جائے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۷، سنن دار قطنی: ۱۸۰۔۱۸۱، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۸۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۱۷)

خلاصہ یہ ہے کہ ہبہ سے رجوع کرنا اس وقت ممنوع ہے جب اس کا عوض نہ لیا جائے اور امام ابو حنیفہ اس کے قائل ہیں، اور وہ ہبہ سے رجوع کرنے کو اس وقت جائز کہتے ہیں جب ہبہ کر کے اس کا عوض لے لیا جائے۔

نیز خود حدیث میں یہ مذکور ہے کہ والد اولاد کو ہبہ کر کے رجوع کر سکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً ہبہ کر کے رجوع کرنا ممنوع نہیں ہے، یہ اس وقت ممنوع ہے جب کسی اجنبی کو ہبہ کرے اور اس سے کوئی عوض نہ لے، اور جب والد اولاد کو ہبہ کرے تو وہ رجوع کر سکتا ہے اور اجنبی کو ہبہ کر کے اس سے عوض لیا ہو تب بھی رجوع کر سکتا ہے۔ اور حدیث میں جو یہ مثال دی گئی ہے کہ ہبہ سے رجوع کرنا ایسا ہے جیسے کتا قے کر کے کھالے، یہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی چیز ہبہ کر کے اس کا عوض لے لیا جائے یا کسی اجنبی کو ہبہ کیا جائے۔ رہا والد کا اولاد کو ہبہ کرنا سو وہ جائز ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۸ ص ۱۱۹۔۱۲۲، ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

۶۹۷۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ إِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از

الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الشُّفْعَةُ لِلْجِوَارِ ثُمَّ عَمَدَ إِلَى مَا شَدَّدَهُ فَأَبْطَلَهُ وَقَالَ إِنِ اشْتَرَى دَارًا فَخَافَ أَنْ يَأْخُذَ الْجَارُ بِالشُّفْعَةِ فَاشْتَرَى سَهْمًا مِنْ مِائَةِ سَهْمٍ ثُمَّ اشْتَرَى الْبَاقِيَ وَكَانَ لِلْجَارِ الشُّفْعَةُ فِي السَّهْمِ الْأَوَّلِ وَلَا شُفْعَةَ لَهُ فِي بَاقِي الدَّارِ وَلَهُ أَنْ يَحْتَالَ فِي ذَلِكَ۔

الزہری از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز میں شفعہ کرنے کا حق دیا جو تقسیم نہ ہوسکتی ہو، پس جب حد بندی ہوجائے اور راستے الگ الگ کردیئے جائیں تو پھر شفعہ نہیں ہوگا۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ پڑوسی کے لیے شفعہ کرنا جائز ہے، پھر ان بعض لوگوں نے اپنے قول کو باطل کیا اور کہا کہ اگر کسی شخص نے کوئی گھر خریدا، پھر اس کو یہ خطرہ ہوا کہ پڑوسی شفعہ سے اس گھر پر قبضہ کرلے گا تو اس نے اس گھر کے سو حصوں میں سے ایک حصہ پہلے خود خرید لیا، پھر بعد میں باقی حصے خرید لیے اور پڑوسی کو پہلے حصہ میں شفعہ کرنے کا حق ہوگا، اور گھر کے باقی حصوں میں اسے شفعہ کرنے کا حق نہیں ہوگا، اور اس کے لیے اس میں حیلہ کرنا جائز ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۱۳، ۲۲۱۴، ۲۲۵۷، ۲۴۹۵، ۲۴۹۶، ۶۹۷۶، سنن ترمذی: ۱۳۷۰، سنن نسائی: ۴۷۰۷، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۴، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۹، مسند احمد: ۱۳۷۴۳)

صحیح البخاری: ۶۹۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''شفعہ ہر اس چیز میں ہے جس کی تقسیم نہ ہوسکتی ہو'' یعنی وہ چیز شرکاء کے درمیان ملکیت مشترکہ ہو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''جب راستے الگ کردیے جائیں تو اس میں شفعہ نہیں ہوگا'' جب راستے الگ ہوجائیں تو اب وہ مال مقسوم ہوگا اور پڑوس کے حکم میں ہوگا اور مال مشترک نہیں رہے گا۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یہ امام ابوحنیفہ پر ایک اور طعن و تشنیع ہے اور یہ طعن صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے درمیان اختلاف ہے، کیونکہ امام ابو یوسف اس کو جائز کہتے ہیں اور امام محمد اس کو مکروہ کہتے ہیں اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے ''ثم عمد الی ما شددہ'' اس سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے پڑوسی کے لیے شفعہ کو جائز قرار دیا ہے اور پھر اس کو باطل قرار دیا، کیونکہ انہوں نے اس صورت میں یہ کہا ہے کہ پڑوسی گھر کے باقی حصوں میں شفعہ نہیں کرسکتا، اور امام ابوحنیفہ نے اپنے کلام کے خلاف کہا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: امام ابوحنیفہ کے کلام میں بالکل تناقض نہیں ہے، کیونکہ جب خریدار نے گھر کے سوحصوں میں سے ایک حصہ خرید لیا تو وہ گھر میں مالک کا شریک ہو گیا، پھر جب وہ اس سے باقی حصے خریدے گا تو وہ پڑوسی کی بہ نسبت اس میں شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہوگا، کیونکہ پڑوسی کے لیے شفعہ کرنے کا حق شریک کے حق کے بعد ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۳۔ ۱۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الشَّرِيدِ قَالَ جَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى مَنْكِبِي فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ إِلَى سَعْدٍ فَقَالَ أَبُو رَافِعٍ لِلْمِسْوَرِ أَلَا تَأْمُرُ هَذَا أَنْ يَشْتَرِيَ مِنِّي بَيْتِي الَّذِي فِي دَارِي فَقَالَ لَا أَزِيدُهُ عَلَى أَرْبَعِ مِائَةٍ إِمَّا مُقَطَّعَةٍ وَإِمَّا مُنَجَّمَةٍ قَالَ أُعْطِيتُ خَمْسَ مِائَةٍ نَقْدًا فَمَنَعْتُهُ وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ مَا بِعْتُكَهُ أَوْ قَالَ مَا أَعْطَيْتُكَهُ قُلْتُ لِسُفْيَانَ إِنَّ مَعْمَرًا لَمْ يَقُلْ هَكَذَا قَالَ لَكِنَّهُ قَالَ لِي هَكَذَا وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَبِيعَ الشُّفْعَةَ فَلَهُ أَنْ يَحْتَالَ حَتَّى يُبْطِلَ الشُّفْعَةَ فَيَهَبَ الْبَائِعُ لِلْمُشْتَرِي الدَّارَ وَيَحُدُّهَا وَيَدْفَعُهَا إِلَيْهِ وَيُعَوِّضُهُ الْمُشْتَرِي أَلْفَ دِرْهَمٍ فَلَا يَكُونُ لِلشَّفِيعِ فِيهَا شُفْعَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابراہیم بن میسرہ، انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن الشرید سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما آئے، پس انہوں نے میرے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا، پس میں ان کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف گیا، پس ابورافع نے حضرت المسور رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم اس سے یہ نہیں کہتے کہ یہ مجھ سے میرا وہ گھر خرید لے جو میری حویلی میں ہے، تو انہوں نے کہا: میں اس کے چار سو سے زیادہ نہیں دوں گا یا نقد یا قسطوں میں، حضرت المسور رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس گھر کے عوض پانچ سو نقد مل رہے تھے تو میں نے اس سے منع کر دیا اور اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے شفعہ کا زیادہ حق دار ہوتا ہے تو میں اس گھر کو تمہیں نہ بیچتا، یا کہا میں یہ تم کو نہ دیتا۔

(علی بن عبداللہ کہتے ہیں:) میں نے سفیان سے کہا کہ معمر نے تو یہ حدیث اس طرح نہیں بیان کی تو سفیان نے کہا: لیکن مجھ سے انہوں نے یہ حدیث اسی طرح بیان کی ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے: جب کوئی شخص شفعہ کو فروخت کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ حیلہ کرے حتیٰ کہ شفعہ کو باطل کر دے، پس بائع خریدار کو گھر ہبہ کر دے اور اس کی حد مقرر کر دے اور وہ گھر اس کو دے دے اور خریدار اس کے عوض میں اس کو ہزار درہم دے دے، پس شفعہ کرنے والے کے لیے اس

میں شفعہ کا حق نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۲۲۵۸، ۶۹۷۷، ۶۹۷۸، ۶۹۸۰، ۶۹۸۱، سنن نسائی: ۴۷۰۲، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵، مسند احمد: ۲۳۳۵۹)

صحیح البخاری: ۶۹۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے جز ثانی کے ساتھ مطابقت ہے، کیونکہ اس حدیث میں شفعہ کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے، وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن میسرہ کا ذکر ہے، یہ طائفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمرو بن الشرید کا ذکر ہے، یہ ثقفی ہیں۔

حضرت مسور رضی اللہ عنہ اور ان کے والد کا تذکرہ

اور اس حدیث کی سند میں المسور بن مخرمہ کا ذکر ہے، یہ القرشی ہیں، ہجرت کے دو سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے تھے اور ذوالحجہ ۸ ہجری کے بعد ان کو مدینہ میں لایا گیا، جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کا سماع کیا اور احادیث یاد رکھیں، جب الحسین بن نُمیر نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لیے مکہ کا محاصرہ کیا تو ان کو المنجنیق سے ایک پتھر آ کر لگا، اس وقت یہ نماز پڑھ رہے تھے، اس پتھر نے ان کو شہید کر دیا۔ اور یہ یکم ربیع الاول چونسٹھ ہجری کا واقعہ ہے، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے الحجون میں ان کی نماز جنازہ پڑھی، اس وقت ان کی عمر باسٹھ سال تھی، ان کے والد حضرت مخرمہ فتح مکہ کے وقت اسلام لانے والے تھے اور یہ مؤلفۃ القلوب میں سے ایک تھے، انہوں نے اسلام کے احکام پر بہت اچھے طریقہ سے عمل کیا، ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر ایک سو پندرہ سال تھی۔

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت المسور بن مخرمہ بن نوفل سے بائیس (۲۲) احادیث مروی ہیں جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور چار حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ ان سے حضرت علی بن الحسین زین العابدین اور عروہ اور ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔ ان کو المنجنیق سے ایک پتھر آ کر لگا تھا جس وقت یہ حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے اور یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے محاصرہ کے دوران کا واقعہ ہے، پھر یہ پانچ دن زندہ رہے اور پھر فوت ہو گئے۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۳ ص ۹۸۔۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

اور اس حدیث کی سند میں سعد کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں، اور یہ حضرت المسور بن مخرمہ کے ماموں تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو رافع کا ذکر ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے اور ان کا نام اسلم القبطی تھا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الا تامرھذا" یعنی آپ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ وہ مجھ سے میرا گھر خرید لیں جو میری حویلی میں ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ان سے سوال کرتے تھے اور ان کو مشورہ دیتے تھے۔

علامہ کرمانی نے کہا: اس سے معلوم ہوا کہ امر میں یہ شرط نہیں ہے کہ بڑا آدمی چھوٹے سے کہے اور بلند درجہ والا کہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اما مقطعة واما منجمة" اس میں راوی کو شک ہے اور مراد یہ ہے کہ ادھار پر قسط وار خرید لیں، اور "نجم" کا معنی ہے: وہ قسطیں جو وقتِ معین پر ادا کرنی ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "أعطيتُ" یہ مجہول کا صیغہ ہے اور اس کے قائل ابو رافع ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بصقبه" اس کا معنی ہے: قرب، یہ لفظ قریب اور بعید دونوں کے لیے بولا جاتا ہے اور یہ لغتِ اضداد میں سے ہے۔

اور اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ پڑوسی کے لیے نفسِ مبیع میں شریک کے بعد شُفعہ کرنے کا حق ہے۔

اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے، کیونکہ وہ پڑوسی کے لیے شفعہ کو ثابت نہیں کرتے۔

پڑوسی کے لیے شفعہ کے حق میں مزید دلائل

امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے از حسین المعلم از عمرو بن الشرید از والد خود یہ روایت کی ہے کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میری زمین میں کسی ایک کی شرکت ہے نہ کسی ایک کا حصہ ہے سوائے پڑوس کے، آپ نے فرمایا: پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔ اس حدیث کی امام طحاوی نے بھی روایت کی ہے اور اس حدیث میں پڑوسی کے لیے شفعہ کے وجوب کی تصریح ہے جس زمین میں شرکت نہ ہو۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

حضرت الشرید بن سوید الثقفی کا شمار اہلِ طائف میں ہوتا ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حضرموت سے ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ یہ ہمدان سے ہیں اور ثقیف کے حلیف تھے، ان سے عمرو نے روایت کی ہے۔ اور اس بناء پر مراد یہ ہے کہ امام بخاری نے صحابی کو صحابی سے بدل کر مخالفت کی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا: ان کی مراد یہ ہے کہ معمر نے اس طرح یہ نہیں کہا، یعنی کہ پڑوسی شفعہ کا زیادہ حق دار ہے، یعنی معمر کی روایت میں شفعہ کا لفظ نہیں ہے بلکہ معمر کی روایت میں ہے کہ پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے۔ اور امام ترمذی نے امام بخاری سے روایت کی ہے کہ یہ دونوں طریقے صحیح ہیں۔ واللہ اعلم (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

بعض لوگوں نے کہا ہے: جب کوئی شخص شفعہ کو فروخت کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ حیلہ کرے حتیٰ کہ شفعہ کو باطل کردے، پس بائع خریدار کو گھر ہبہ کردے اور اس کی حد مقرر کردے اور وہ گھر اس کو دے دے اور خریدار اس کے عوض میں اس کو ہزار درہم دے دے، پس شفعہ کرنے والے کے لیے اس میں شفعہ کا حق نہیں ہوگا۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ امام بخاری کی فقہاء احناف پر بغیر کسی دلیل کے طعن و تشنیع ہے جیسا کہ ہم ذکر کریں گے، کیونکہ شفعہ بیع میں ہوتا ہے اور ہبہ میں نہیں ہوتا، اور اس صورت میں اس نے ہبہ کیا ہے بیع نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حیلہ میں ہبہ بالعوض کا بیان ہے، اور جو ہبہ بالعوض ہو وہ بیع کے حکم میں ہوتا ہے اور بیع میں شفعہ باطل نہیں ہوتا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۹۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ سَعْدًا سَاوَمَهُ بَيْتًا بِأَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالٍ فَقَالَ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ لَمَا أَعْطَيْتُكَ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ اشْتَرَى نَصِيبَ دَارٍ فَأَرَادَ أَنْ يُبْطِلَ الشُّفْعَةَ وَهَبَ لِابْنِهِ الصَّغِيرِ وَلَا يَكُونُ عَلَيْهِ يَمِينٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابراہیم بن میسرہ از عمرو بن الشرید از ابی رافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے گھر کی چار سو مثقال قیمت لگائی، پھر انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے تو میں تم کو یہ گھر نہ دیتا۔

اور بعض لوگوں نے کہا: اگر کسی شخص نے کسی گھر کا حصہ خریدا اور یہ ارادہ کیا کہ اس میں شفعہ کو باطل کرے تو اس نے جو خریدا ہے اسے اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کردے اور نابالغ بیٹے پر قسم نہیں ہوتی۔

(صحیح البخاری: ۲۲۵۸، ۶۹۷۷، ۶۹۷۸، ۶۹۸۰، ۶۹۸۱، سنن نسائی: ۴۷۰۲، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵، مسند احمد: ۲۳۳۵۹)

صحیح البخاری: ۶۹۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت ابو رافع مذکور رضی اللہ عنہ کی حدیث کا اختصار ہے، اور امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الحیل کے آخر میں اس سے زیادہ مکمل طریقہ سے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں سعد کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ امام بخاری نے اس مسئلہ میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ذکر کیا ہے، تاکہ وہ یہ بتائیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس حدیث سے شفع کرنے والے کا حق بیان فرمایا ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا: پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے اور اس حق کو باطل کرنا جائز نہیں ہے۔ (اس قائل کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں ایسی عبارت مذکور نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کہ بیع واقع ہو چکی ہو اور شفعہ کرنے والا بیع کے صادر ہونے کے بعد شفعہ کا مستحق ہوتا ہے، پس اس وقت یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس کو باطل کرنا جائز نہیں ہے۔

اور صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے کہا ہے: امام بخاری نے اس سے یہ ارادہ کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ پر تناقض کو لازم کریں، کیونکہ وہ پڑوسی کے لیے شفعہ کو واجب قرار دیتے ہیں اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ پڑوسی قرب کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے، پس جو شخص اس کا معتقد ہو اور اس کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے یہ ثابت ہو تو وہ پڑوسی کے شفعہ کو باطل کرنے کے لیے کیسے حیلہ کرے گا، کیونکہ اس نے اپنے اعتقاد کے مطابق سنت کو باطل کیا ہے۔ (علامہ ابن ملقن کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یہ جو کچھ علامہ ابن ملقن نے کہا ہے یہ بے سوچے سمجھے کہا ہے، کیونکہ یہ کلام اس صورت میں جاری نہیں ہوتا، یہ کلام اس صورت میں ہے جس میں کوئی شخص نفسِ مبیع میں شریک ہو اور پڑوسی اس پر مقدم نہیں ہوتا اور نہ پڑوسی شفعہ کرنے کا مستحق ہوتا ہے مگر بیع کے بعد، بلکہ مبیع میں شریک کے حق کے بعد، پس اس قائل کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ اس امام پر افتراء باندھے جو اس کے امام پر مقدم ہے، اور ایسے عظیم شخص کی طرف سنت کے ابطال کی نسبت کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

اور بعض لوگوں نے کہا: اگر کسی شخص نے کسی گھر کا حصہ خریدا اور یہ ارادہ کیا کہ اس میں شفعہ کو باطل کرے تو اس نے جو خریدا ہے اسے اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کر دے اور نابالغ بیٹے پر قسم نہیں ہوتی۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ بھی امام بخاری کی فقہاء احناف پر طنز و تشنیع ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "وَهَبَ" یعنی اس نے گھر کا جو حصہ خریدا ہے وہ اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کر دے۔ اور ہبہ کے تحقق میں اس پر قسم نہیں ہوگی اور نہ شروط کے جاری کرنے میں۔

امام بخاری نے نابالغ کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر وہ کسی بالغ بیٹے کو ہبہ کرے تو اس پر قسم واجب ہوگی تو وہ شخص اس شبہ کو ساقط کرنے کے لیے یہ حیلہ کرے کہ وہ نابالغ بیٹے کو وہ حصہ ہبہ کر دے۔ اور قسم کے لفظ سے اس طرف اشارہ کیا کہ اگر وہ کسی اجنبی کو ہبہ کرتا تو شفعہ کرنے والے کے لیے یہ جائز تھا کہ وہ اجنبی سے قسم لیتا کہ وہ حقیقت میں ہبہ ہے اور اپنی شرائط کے مطابق ہے اور نابالغ سے حلف نہیں لیا جاتا۔

لیکن فقہاء مالکیہ کے نزدیک نابالغ سے حلف لیا جاتا ہے، اور اس کا باپ جو اس ہبہ کو قبول کرے گا اس سے حلف لیا جائے گا اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ موہوب میں مطلقاً شفعہ داخل نہیں ہے، اسی طرح المدوّنہ میں مذکور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۵۔ بَابُ: احْتِيَالِ الْعَامِلِ لِيُهْدَى لَهُ — عامل کا ہدیہ لینے کے لیے حیلہ کرنے کا مکروہ ہونا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عامل کا ہدیہ لینے کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے، اور عامل سے مراد وہ شخص ہے جو کسی مرد کے مال میں اور اس کے املاک میں اور اس کے عمل میں تصرف کرتا ہے، اور جو شخص زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جاتا ہے اس کو بھی عامل کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم رَجُلًا عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَى ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهُ قَالَ هَذَا مَالُكُمْ وَهَذَا هَدِيَّةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَهَلَّا جَلَسْتَ فِي بَيْتِ أَبِيكَ وَأُمِّكَ حَتَّى تَأْتِيَكَ هَدِيَّتُكَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا ثُمَّ خَطَبَنَا فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْكُمْ عَلَى الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِي اللهُ فَيَأْتِي فَيَقُولُ هَذَا مَالُكُمْ وَهَذَا هَدِيَّةٌ أُهْدِيَتْ لِي أَفَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ حَتَّى تَأْتِيَهُ هَدِيَّتُهُ وَاللهِ لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ إِلَّا لَقِيَ اللهَ يَحْمِلُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَأَعْرِفَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ لَقِيَ اللهَ يَحْمِلُ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَهُ حَتَّى رُئِيَ بَيَاضُ إِبْطِهِ يَقُولُ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ بَصُرَ عَيْنِي وَسَمِعَ أُذُنِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از ابی حمید الساعدی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو بنو سُلیم کے صدقات وصول کرنے پر عامل مقرر فرمایا، اس مرد کا نام ابن اللتبیہ تھا، پس جب وہ آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حساب کیا، اس نے کہا: یہ آپ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیوں نہ اپنے باپ اور اپنی ماں کے گھر میں بیٹھے حتیٰ کہ تمہارے پاس تمہارا ہدیہ آتا اگر تم سچے ہو، پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا، پس اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: حمد و صلوٰۃ کے بعد! میں تم میں سے ایک آدمی کو کسی عمل کے اوپر مقرر کرتا ہوں، جن چیزوں کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے متولی بنایا ہے، پس وہ آ کر کہتا ہے: یہ تمہارا مال ہے اور یہ وہ مال ہے جو مجھے ہدیہ دیا گیا ہے، پس کیوں نہ وہ مرد اپنے باپ اور اپنی ماں کے گھر میں بیٹھا حتیٰ کہ اس کے پاس اس کا ہدیہ آتا، اور اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی کسی چیز کو ناحق نہیں لے گا مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ قیامت

کے دن اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس ناحق چیز کو اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوگا، پس میں تم میں سے کسی ایک کو اس حال میں نہ پہچانوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے اور اس نے ایک اونٹ کو اٹھایا ہوا ہو اور وہ اونٹ بڑبڑا رہا ہے، یا اس نے ایک گائے کو اٹھایا ہوا ہو اور وہ گائے ڈکرا رہی ہو، یا اس نے ایک بکری کو اٹھایا ہوا ہو اور وہ بکری ممیا رہی ہو، پھر آپ نے اپنے ہاتھ کو بلند کیا حتیٰ کہ آپ کی بغل کی سفیدی دکھائی دی، آپ فرما رہے تھے: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور میرے کانوں نے سنا۔

(صحیح البخاری: ۹۲۵، ۱۵۰۰، ۲۵۹۷، ۶۶۳۶، ۶۹۷۹، ۷۱۷۴، ۷۱۹۷، صحیح مسلم: ۱۸۳۲، سنن ابوداؤد: ۲۹۴۶، مسند احمد: ۲۳۰۸۷، سنن دارمی: ۱۶۶۹)

صحیح البخاری: ۶۹۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ حدیث کے اس جملہ میں مناسبت ہے کہ ''یہ آپ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے''۔

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: عامل کا حیلہ یہ ہے تا کہ اس کو ہدیہ دیا جائے، اور جو اس سے حساب لے رہا ہے وہ اس میں تسامح کرے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اپنے باپ کے گھر میں یا ماں کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھا تا کہ دیکھا جائے کہ اس کو ہدیہ ملتا ہے یا نہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ عامل کا ہدیہ یہ ہے کہ اس کو اس کے عمل میں جو کچھ دیا گیا ہے، اس کو وہ اپنے ساتھ خاص کر لے اور اس کو بیت المال میں نہ رکھے۔ اور عاملین کے اور امراء کے ہدایا مسلمانوں کے حقوق میں سے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسامہ، ان کا نام حماد بن اسامہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، وہ عروہ کے بیٹے ہیں جو اپنے والد عروہ بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحمید، ان کا نام عبدالرحمن ہے، اور دوسرا قول ہے کہ ان کا نام المنذر الساعدی الانصاری ہے۔

یہ حدیث کتاب الہبہ میں از عبداللہ بن محمد اور کتاب النذور میں از ابی الیمان اور کتاب الزکوٰۃ میں از یوسف بن موسیٰ گزر چکی

ہے اور کتاب الزکوٰۃ میں اس کی شرح کی جاچکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ابن اللتبیۃ" اس لفظ میں لام پر پیش ہے اور تاء ساکن ہے اور باء اور یاء نسبت کی ہے، اور ان کا نام عبداللہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلا اعرفن احدا منکم" یعنی میں تم میں سے کسی ایک کو ہرگز نہ پہچانوں۔ اس جملہ میں نفی ہے اور مراد نہی اور ممانعت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رغاء" یہ اونٹ کی آواز ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "تیعر" یہ بکری کی آواز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سمع" یعنی راوی کہتا ہے کہ میری دونوں آنکھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام کرتے ہوئے اور اپنے ہاتھ کو بلند کرتے ہوئے دیکھا اور میں نے آپ کا کلام سنا، یہ ابوحمید الراوی کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنِ اشْتَرَى دَارًا بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَحْتَالَ حَتَّى يَشْتَرِيَ الدَّارَ بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَيَنْقُدَهُ تِسْعَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَتِسْعَ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَيَنْقُدَهُ دِينَارًا بِمَا بَقِيَ مِنَ الْعِشْرِينَ الْأَلْفَ فَإِنْ طَلَبَ الشَّفِيعُ أَخَذَهَا بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَإِلَّا فَلَا سَبِيلَ لَهُ عَلَى الدَّارِ فَإِنِ اسْتُحِقَّتِ الدَّارُ رَجَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى الْبَائِعِ بِمَا دَفَعَ إِلَيْهِ وَهُوَ تِسْعَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ دِرْهَمًا وَدِينَارٌ لِأَنَّ الْبَيْعَ حِينَ اسْتُحِقَّ انْتَقَضَ الصَّرْفُ فِي الدِّينَارِ فَإِنْ وَجَدَ بِهَذِهِ الدَّارِ عَيْبًا وَلَمْ تُسْتَحَقَّ فَإِنَّهُ يَرُدُّهَا عَلَيْهِ بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ قَالَ فَأَجَازَ هَذَا الْخِدَاعَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْعُ الْمُسْلِمِ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابراہیم بن میسرہ از عمرو بن الشرید از حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ مستحق ہے۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے: جب کسی شخص نے بیس ہزار درہم میں ایک گھر خریدا، پس اس میں کوئی حرج نہیں ہے (کہ وہ حق شفعہ باطل کرنے کے لیے) حیلہ کرے، اور وہ خریدار بائع کو نو ہزار نو سو ننانوے درہم نقد ادا کرے اور بقیہ بیس ہزار دراہم میں سے ایک دینار نقد ادا کرے، پس اگر شفعہ کرنے والا اس گھر کو خریدے گا تو بیس ہزار درہم ادا کرے گا ورنہ وہ اس گھر کو نہیں لے سکتا، پھر اگر وہ گھر کسی اور کی ملکیت نکل آیا تو خریدار بائع کو اتنا دے گا جتنا اس نے اس کو دیا ہے اور وہ نو ہزار نو سو ننانوے درہم ہیں اور ایک دینار ہے، کیونکہ جب وہ گھر کسی اور کی ملکیت نکل آیا تو وہ بیع صرف دینار باطل ہوگئی، پھر اگر اس گھر میں کوئی عیب نکل آیا اور وہ کسی اور کی ملکیت میں نہ نکلا تو وہ اس کو بیس ہزار درہم واپس کرے گا۔

غَائِلَةَ۔

امام بخاری نے کہا: پس ان بعض لوگوں نے مسلمانوں کے درمیان اس دھوکا کو جائز رکھا اور حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ مسلمانوں کی جو مسلمانوں کے ساتھ بیع ہو اس میں نہ کوئی عیب ہو، نہ کوئی خبث ہو اور نہ کوئی آفت ہو۔

(صحیح البخاری: ۲۲۵۸، ۶۹۷۷، ۶۹۷۸، ۶۹۸۰، ۶۹۸۱، سنن نسائی: ۴۷۰۲، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵، مسند احمد: ۲۳۳۵۹)

صحیح البخاری: ۶۹۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اور وہ حدیث جو اس باب کے آخر میں آئے گی، دونوں ہبہ اور شفعہ کے باب سے متعلق ہیں، پس ان دونوں حدیثوں کو اس باب میں ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے علامہ محمد بن یوسف الکرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: ان دونوں حدیثوں کا مقام جو مناسب ہے وہ عامل کے حیلہ سے پہلے کا باب ہے، کیونکہ یہ مسائل شفعہ کا بقیہ ہے۔ اور اس باب میں ایک اجنبی باب کو درمیان میں لایا گیا ہے۔ پھر علامہ کرمانی نے کہا: ہوسکتا ہے کہ یہ صحیح البخاری کے نسخہ کو اصل سے نقل کرنے والوں کے تصرفات میں سے ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ امام بخاری نے حاشیہ میں لکھا ہو اور انہوں نے اس کو متن میں داخل کر دیا ہو، باقی اس حدیث کے رجال ذکر کیے جا چکے ہیں اور اس کی شرح بھی کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

اور بعض لوگوں نے کہا ہے: جب کسی شخص نے بیس ہزار درہم میں ایک گھر خریدا، پس اس میں کوئی حرج نہیں ہے (کہ وہ حق شفعہ باطل کرنے کے لیے) حیلہ کرے، اور وہ خریدار بائع کو نو ہزار نو سو ننانوے درہم نقد ادا کرے اور بقیہ بیس ہزار دراہم میں سے ایک دینار نقد ادا کرے، پس اگر شفعہ کرنے والا اس گھر کو خریدے گا تو بیس ہزار درہم ادا کرے گا ورنہ وہ اس گھر کو نہیں لے سکتا، پھر اگر وہ گھر کسی اور کی ملکیت نکل آیا تو خریدار بائع کو اتنا دے گا جتنا اس نے اس کو دیا ہے اور وہ نو ہزار نو سو ننانوے درہم ہیں اور ایک دینار ہے، کیونکہ جب وہ گھر کسی اور کی ملکیت نکل آیا تو وہ بیع باطل ہوگئی، پھر اگر اس گھر میں کوئی عیب نکل آیا اور وہ کسی اور کی ملکیت میں نہ نکلا تو وہ اس کو بیس ہزار درہم واپس کرے گا۔

امام بخاری نے کہا: پس ان بعض لوگوں نے مسلمانوں کے درمیان اس دھوکا کو جائز رکھا اور حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ مسلمانوں کی جو مسلمانوں کے ساتھ بیع ہو اس میں نہ کوئی عیب ہو، نہ کوئی خبث ہو اور نہ کوئی آفت ہو۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں فرماتے ہیں:

یہ بھی امام بخاری کی ایک تشنیع کے بعد دوسری تشنیع ہے اور بلا دلیل ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "ان اشتریٰ دارا" یعنی خریدار نے بیس ہزار درہم میں ایک گھر کو خریدنے کا ارادہ کیا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "فلا باس ان یحتال" یعنی شفعہ کے حق کو ساقط کرنے کے لیے یہ حیلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ بیس ہزار درہم میں اس گھر کو خریدے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "وینقدہ" یعنی خریدار بائع کو نو ہزار نو سو ننانوے درہم نقد ادا کرے اور بقیہ ثمن میں سے ایک دینار نقد ادا کرے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "فان طلب الشفیع" یعنی اگر کوئی شخص اس گھر کو شفعہ کر کے خریدنا چاہے تو اس کو بیس ہزار درہم میں خریدے گا، یعنی جس ثمن پر عقد واقع ہوا ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "والا فلا سبیل له علی الدار" یعنی اگر وہ بیس ہزار درہم میں اس گھر کو لینے پر راضی نہ ہو تو پھر اس کے لیے اس گھر کو لینے کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے، کیونکہ شفعہ اس وجہ سے ساقط ہو گیا ہے کہ جس ثمن پر عقد واقع ہوا تھا وہ اس کو نہیں دے رہا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "فان استحقت" یعنی جب یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ گھر بائع کے علاوہ کسی اور کی ملکیت ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "انتقض الصرف" یعنی بائع اور گھر خریدنے والے کے درمیان جو دینار کے ساتھ بیع واقع ہوئی ہے وہ ٹوٹ جائے گی۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "فان وجد بھذہ الدار" یعنی اگر اس مذکور گھر میں کوئی عیب نکل آئے۔

اور اس تعلیق میں مذکور ہے "ولم تستحق" اور حال یہ ہے کہ وہ گھر کسی اور کی ملکیت نہ نکلے تو وہ خریدار وہ گھر بائع کو بیس ہزار درہم میں واپس کرے گا۔

امام بخاری نے کہا: یہ تناقض ہے، کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے اور اس اجماع میں امام ابوحنیفہ بھی امت کے ساتھ ہیں کہ استحقاق اور عیب دونوں کی وجہ سے رد کی صورت میں بائع اسی قیمت کو واپس کرتا ہے جس پر اس نے قبضہ کیا، (اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ گھر کسی اور کا نکلا تو خریدار مالک سے نو ہزار نو سو ننانوے درہم اور ایک دینار واپس لے گا اور اگر اس گھر میں کوئی عیب نکلا تو خریدار مالک سے پورے بیس ہزار واپس لے گا) اسی طرح شفعہ کرنے والا بھی اسی قیمت کو واپس کرے گا جو اس نے خریدار کو نقد دی ہے نہ اس کو جس پر عقد ہوا ہے۔ اور اس تناقض کی طرف امام بخاری نے اس قول سے اشارہ کیا "یہ مسلمانوں کے درمیان دھوکا ہے" یعنی ان بعض لوگوں نے اس حیلہ کو جائز رکھا ہے کہ اگر شفعہ کرنے والے نے اس گھر کو خریدنے کا ارادہ کیا تو مالک قیمت کو زیادہ کر کے اس کے حق کو باطل کر دے گا، (یعنی بیس ہزار درہم کے بجائے نو ہزار نو سو ننانوے درہم اور بقیہ ایک درہم کے بدلہ میں ایک دینار لے گا)۔

امام بخاری نے کہا ہے: "ان بعض لوگوں نے اس دھوکا کو جائز رکھا"۔ اگر اس سے ان کی مراد امام ابوحنیفہ ہیں تو یہ ان کی سخت بے ادبی ہے، امام ابوحنیفہ اس سے بری ہیں اور ان کا دین متین اور ان کا تقویٰ بھی اس سے منع کرتا ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" یعنی امام بخاری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور اس سے اس حدیث معلق کا ارادہ کیا ہے جو کتاب البیوع کے شروع میں مکمل گزر چکی ہے اور اس سے استدلال کیا ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں

عقد کے درمیان دھوکا دینا حرام ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "لا داء" یعنی مبیع (بیچی ہوئی چیز) میں کوئی مرض نہ ہو، اور مبیع میں کوئی خبث نہ ہو، یعنی وہ غیر طیب نہ ہو۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "ولا غائلة" یعنی وہ مبیع (بیچی ہوئی چیز) ایسی نہ ہو جس سے خریدار کا مال ہلاک ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۸۔۱۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ أَنَّ أَبَا رَافِعٍ سَاوَمَ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ بَيْتًا بِأَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالٍ وَقَالَ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ مَا أَعْطَيْتُكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن میسرہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن الشرید، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابو رافع نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر کی قیمت چار سو مثقال مقرر کی اور کہا: اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی قرب کی وجہ سے زیادہ مستحق ہوتا ہے تو میں یہ تم کو نہ دیتا۔

(صحیح البخاری: ۲۲۵۸، ۶۹۷۷، ۶۹۷۸، ۶۹۸۰، ۶۹۸۱، سنن نسائی: ۴۷۰۲، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵، مسند احمد: ۲۳۳۵۹)

اس حدیث کی شرح عنقریب گزر چکی ہے۔

"کتاب الحِیَل" کا اختتام

"کتاب الحِیَل" میں اکتیس (۳۱) احادیث مرفوعہ ہیں، ان میں سے ایک تعلیق ہے اور باقی احادیث موصولہ ہیں، اور یہ تمام احادیث مکررہ ہیں۔ اس سے پہلے یہ احادیث گزر چکی ہیں۔

"کِتاب الحِیَل" کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین!

آج مورخہ ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ/ یکم نومبر 2013ء بروز جمعۃ المبارک "کتاب الحِیَل" میں درج احادیث کی شرح مکمل ہوگئی۔ صحیح البخاری میں "کِتابُ الاِکراہ" اور "کِتابُ الحِیَل" کو مشکلات صحیح بخاری سے قرار دیا جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری نے اس کتاب میں اپنا اسلوب تبدیل کرلیا ہے اور احادیث کی روایت اور ان کو جمع کرنے کے بجائے مسائلِ فقہیہ پر زیادہ گفتگو کی ہے اور مسائلِ فقہیہ میں انہوں نے زیادہ تر امام الائمہ، سراج الائمہ امام ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز پر بلا دلیل اعتراضات کیے ہیں اور اپنے زعم میں امام ابوحنیفہ کی عبارات اور ان کے مسائل میں تضاد اور تناقض کو ثابت کیا ہے اور صحیح البخاری کے زیادہ تر شارحین شافعی اور مالکی ہیں، لہٰذا انہوں نے بھی امام بخاری کی ہمنوائی کی ہے۔

امام بخاری نے جن عبارات سے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کیے ہیں وہ عبارات بہت مغلق اور دقیق ہیں، اللہ تعالیٰ علامہ بدرالدین عینی حنفی پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، انہوں نے نہ صرف یہ کہ امام بخاری کی مغلق عبارات کو حل کیا بلکہ امام ابوحنیفہ کی طرف سے امام بخاری کے اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے ہیں اور اس اثناء میں کہیں کہیں ان کا لہجہ سخت بھی ہو گیا ہے، کیونکہ

جس سے شدید محبت ہو اس کی شان میں جب کوئی شخص نقص نکالے تو محبت کرنے والوں کا غیظ وغضب میں آنا ایک فطری بات ہے۔ امام بخاری نے ان مباحث میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو "بعض الناس" کے لقب سے ملقب کیا ہے اور اس سے ان کا مقصد امام ابوحنیفہ کے مرتبہ کو کم کرنا ہے گویا کہ وہ عام لوگوں میں سے بعض لوگ ہیں، اگر وہ "بعض الفقهاء" کہتے تب بھی اس کی گنجائش تھی، جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام شافعی یہ کہتے ہیں "الفقهاء كلهم عيال ابى حنيفه" یعنی تمام فقہاء فقہ میں امام ابوحنیفہ کے خوشہ چین اور پرڈردہ ہیں، امام بخاری اکثر مسائل میں امام شافعی کی اتباع کرتے ہیں اور امام شافعی امام محمد کے شاگرد ہیں، اور امام محمد امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، تو جن کی امام بخاری زیادہ تر اتباع کرتے ہیں وہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد در شاگرد ہیں، لہٰذا انہیں کچھ تو اس شاگردی کا پاس رکھنا چاہیے تھا اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف زبان درازی اور جسارت سے احتراز کرنا چاہیے تھا۔ بعض لوگ امام بخاری سے امام اعظم کا قصاص لینے کے لیے امام بخاری کو "بغض الناس" کا لقب دیتے ہیں اور جہاں امام بخاری امام اعظم ابوحنیفہ کو "بعض الناس" سے تعبیر کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں "بغض الناس" نے کہا کہ "بعض الناس" یوں کہتے ہیں، لیکن میں بہر حال امام بخاری سے بہت محبت کرتا ہوں اور ان کا بہت ادب اور احترام کرتا ہوں، فنِ حدیث میں ان کی لاثانی خدمات ہیں، اور حدیث میں ان کی صحیح البخاری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ "آسمان کے نیچے کتاب اللہ کے بعد جو صحیح ترین کتاب ہے وہ صحیح البخاری ہے"۔ امام بخاری نے صحیح البخاری کو جمع کرنے اور علمِ حدیث کو پھیلانے میں بہت صعوبتیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں، ان کے معاصرین نے ان سے حاسدانہ رویہ رکھا حتیٰ کہ آخر حیات میں امام بخاری یہ کہتے تھے کہ اپنی وسعت کے باوجود زمین مجھ پر تنگ ہوگئی ہے، مورخین نے لکھا ہے کہ امام بخاری کے دفن ہونے کے بعد عرصہ دراز تک ان کی قبرِ مبارک سے خوشبو آتی رہی اور جب بارش نہ ہوتی اور ان کی قبر پر بارش کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی تو اللہ تعالیٰ امام بخاری کی قبر کی برکت سے دعا کو قبول فرمالیتا اور بارش نازل فرما دیتا، اسی طرح کسی مشکل اور مصیبت میں جب صحیح البخاری کا ختم کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس مشکل اور مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔

میں امام اعظم ابوحنیفہ کا مقلد اور متبع ہوں اور محدثِ اعظم امام بخاری سے بے حد محبت کرتا ہوں، اور دونوں بزرگوں کی تعظیم وتکریم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان پاکانِ امت سے محبت کی وجہ سے میرے گناہوں کو بخش دے اور دنیا اور آخرت کے عذاب کو مجھ سے دور کر دے اور جنت الفردوس کو میرے لیے مقدر فرما دے اور میں اپنے تمام اساتذہ، احباب، تلامذہ اور قارئین کے لیے بھی یہی دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے، ہم سب کا ایمان پر خاتمہ فرمائے اور ہم سب کو دین ودنیا کی راحتیں اور کراتیں عطا فرمائے۔

الٰہ العٰلمین! کتاب الاکراہ اور کتاب الحیل کی احادیث کی شروح میں جو مجھ سے کمی اور خطا ہوگئی ہے، اس سے درگزر فرمانا اور میری اس شرح اور میری دیگر شروح اور میری تمام تصانیف سے امت مسلمہ کے صحیح العقیدہ راسخین کے علم وعمل میں پختگی عطا فرمانا اور ان کو مسلکِ اہلسنت پر تاحیات قائم رکھنا، اور جو معاندین اور مخالفین ہیں ان کو ہدایت عطا فرمانا۔

وما ذالك على الله بعزيز۔

کِتاب الحِیَل کی تکمیل کے بعد اب ان شاء اللہ صحیح البخاری کی "کتاب التعبیر" کی شرح کا آغاز ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۹۱- كِتَابُ التَّعْبِيْرِ

خوابوں کی تعبیر کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ کتاب تعبیر کے بیان میں ہے۔ علامہ محمد بن یوسف الکرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے کہ فصیح لفظ "العبارت" ہے نہ کہ تعبیر، جس کا معنی تفسیر ہے اور یہ بیان کرنا ہے کہ خواب میں دیکھا ہوا واقعہ کس طرح پیش آئے گا، اور تعبیر کا لفظ خواب کی تفسیر کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کا معنی ہے: ظاہر سے باطن کی طرف عبور کرنا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ تعبیر کا معنی ہے: کسی چیز میں غور و فکر کرنا، پس بعض چیزوں کو بعض سے تعبیر کرنا حتیٰ کہ ان کی فہم حاصل ہوجائے اور اس کی اصل "العبر" ہے، اس کا معنی ہے: ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کرنا، اور "الاعتبار" اور "العبرۃ" اس حالت کو کہتے ہیں جس میں دیکھی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے ان چیزوں کی معرفت حاصل کی جاتی ہے جو دیکھی ہوئی نہیں ہیں، جب کوئی شخص خواب کی تفسیر بیان کرے تو کہتے ہیں "عبرت الرویا" میں نے خواب کی تعبیر کی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، "کتاب التعبیر" کی شرح میں لکھتے ہیں:

تعبیر کا لفظ خواب کی تفسیر کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں ظاہر سے باطن کی طرف عبور کیا جاتا ہے۔

الازہری نے کہا ہے: اس میں کسی چیز پر غور و فکر کیا جاتا ہے، پس بعض چیزوں کو بعض پر قیاس کیا جاتا ہے حتیٰ کہ فہم میں ایک معنی حاصل ہوتا ہے۔

امام راغب اصفہانی نے کہا ہے: تعبیر میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کیا جاتا ہے جیسے تیر کر پانی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں، اور جب لوگ مرجاتے ہیں تو وہ دُنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

"الرؤیا" کا معنی خواب ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کو انسان نیند میں دیکھتا ہے۔

امام راغب نے کہا ہے: لفظ "رؤیۃ" کا معنی ہے: انسان کا حاسہ بصر سے دیکھنا اور اس کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے جس کا انسان تخیل سے ادراک کرتا ہے جیسے میں دیکھتا ہوں کہ زید مسافر ہے اور نظر و فکر سے جو معنی حاصل ہو اس پر بھی "رؤیۃ" کا اطلاق ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (الانفال:۴۸)

اور جب دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ (شیطان) ایڑیوں کے بل بھاگا اور کہنے لگا: میں تم سے بری الذمہ ہوں، بے شک میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے، بے شک

میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے O

علامہ القرطبی نے المفہم میں کہا ہے: بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ کبھی "الرویۃ" "الرؤیا" کے معنی میں ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ اور ہم نے آپ کو (شب معراج) جو کچھ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا۔ (بنی اسرائیل: ۶۰)

علامہ قرطبی کا یہ زعم ہے کہ اس سے مراد وہ عجیب وغریب چیزیں ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج دیکھا تھا اور شب معراج کا پورا واقعہ بیداری میں ہوا ہے، اور اس سے پہلے اسراء کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول گزر چکا ہے کہ آپ نے اس شب اپنی آنکھ سے دیکھا تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو "رؤیا" فرمانے کی حکمت یہ ہو کہ یہ چیزیں امورِ غیب سے تھیں اور امورِ شہادت کو دیکھنے کی مخالف تھیں تو اس کو خواب کے مشابہ قرار دیا۔

اور اہلِ سنت کا جو صحیح نظریہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کے دل میں اعتقادات پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ بیدار کے دل میں اعتقادات پیدا کرتا ہے۔

اور انبیاء علیہم السلام کے خواب برحق ہوتے ہیں اور وحی ہوتے ہیں اور دوسروں کے خواب اس طرح نہیں ہوتے، پس وحی میں کوئی خلل داخل نہیں ہوتا کیونکہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے، اس کے برخلاف غیر انبیاء کے جو خواب ہیں تو کبھی ان میں شیطان حاضر ہوجاتا ہے۔

خواب کی کئی اقسام ہیں:

(۱) شیطان انسان سے خواب میں کھیلتا ہے تاکہ دیکھنے والے کو غمزدہ کرے، وہ گویا کہ دیکھتا ہے کہ اس کا سر کاٹ دیا گیا ہے اور وہ اس سر کا پیچھا کر رہا ہے، یا وہ دیکھتا ہے کہ وہ کسی مصیبت میں ہے اور کوئی شخص نہیں پاتا جو اس کو اس مصیبت سے چھڑائے۔

(۲) وہ یہ دیکھتا ہے کہ بعض فرشتے اسے حکم دیتے ہیں کہ وہ محرمات کا ارتکاب کرے، یا کسی اس چیز کا ارتکاب کرے جو محال ہے۔

(۳) تیسرا وہ خواب ہے کہ جن چیزوں کے متعلق وہ بیداری میں بات کرتا ہے یا جن کی وہ تمنا کرتا ہے تو ان چیزوں کو وہ خواب میں دیکھتا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۴۱۔ ۱۴۲، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۔ بَابٌ: اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے کی گئی

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں "الرؤیا" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: وہ چیز جس کو کوئی شخص خواب میں دیکھتا ہے۔

علامہ الواحدی نے کہا ہے: "الرؤیا" اصل میں البشریٰ کی طرح مصدر ہے، جب اس کو اس چیز کا اسم بنایا گیا جس کا انسان

خواب میں خیال کرتا ہے تو اس کو اسم کا قائم مقام بنا دیا۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: "الرؤیا" وہ ادراکات ہیں جن کو اللہ عزوجل فرشتے کے ہاتھ سے یا شیطان کے ہاتھ سے بندہ کے دل میں پیدا کرتا ہے، کبھی تو وہ ادراکات اپنی حقیقت پر ہوتے ہیں اور کبھی کنایہ کے ساتھ ہوتے ہیں، اور بیداری میں اس کی نظیر انسان کے دل میں آئی ہوئی باتیں ہیں، کبھی تو وہ ایک طرز سے آتی ہیں اور کبھی وہ غیر محصل آتی ہیں۔

الحاکم اور العقیلی نے از محمد بن عجلان از سالم بن عبداللہ بن عمر از حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوالحسن! مرد خواب دیکھتا ہے، بعض ان میں سے سچے خواب ہوتے ہیں اور بعض جھوٹے ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جو بندہ یا جو بندی سو جائے اور نیند سے بھر جائے تو اس کی روح عرش کی طرف چلی جاتی ہے، پس جو عرش کے نیچے بیدار نہیں ہوتا تو یہ وہ خواب ہے جو صادق ہوتا ہے اور جو عرش کے نیچے بیدار ہو جاتا ہے، یہ وہ خواب ہے جو جھوٹا ہوتا ہے"۔

علامہ ذہبی نے "تلخیص المستدرک" میں لکھا ہے: یہ حدیث منکر ہے اور حاکم نے اس کو صحیح نہیں قرار دیا، اور شاید کہ اس حدیث میں اس کے راوی ابن عجلان سے یہ آفت آئی ہے۔ اور العُقیلی نے اس حدیث کے عنوان میں لکھا ہے کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے "الرؤیا الصالحۃ" اور "رؤیا" خواب میں ہوتا ہے اور "الرؤیۃ" نظر سے ہوتی ہے، اور جو سچے خواب ہیں یہ انبیاء علیہم السلام کے خواب ہوتے ہیں اور جو صالحین میں سے ان کے تابعین ہیں، اور کبھی غیر صالحین کو خواب میں ایسی چیزیں نظر آتی ہیں جن سے وہ پریشان ہو جاتے ہیں، ان کو "اضغاث احلام" کہتے ہیں، یعنی خواب میں وہ بے تکی اور بے ربط باتیں دیکھتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۰۔۱۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: "الرؤیا الصالحۃ" کا معنی ہے سچے خواب، جن کو مسلمان بھی دیکھتا ہے اور کافر بھی دیکھتا ہے اور تمام لوگ دیکھتے ہیں، مگر عام لوگوں کے لیے یہ سچے خواب بہت کم دکھائی دیتے ہیں اور کسی وقت میں دکھائی دیتے ہیں ہر وقت دکھائی نہیں دیتے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص کیا گیا ہے کہ آپ کے بالعموم خواب سچے ہوتے ہیں، اور شیطان کو اس سے روک دیا گیا ہے کہ وہ آپ کی صورت میں متمثل ہو، تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر خواب میں جھوٹ کے ساتھ حملہ آور نہ ہو۔ اور "الرؤیا" اجزاء وحی میں سے ایک جزو ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ شیطان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں متمثل ہونے سے منع کیا گیا ہے، اور کبھی شیطان اللہ کی صورت میں آتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں باری تعالیٰ ہوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو واقعی صورت ہے شیطان اس میں متمثل ہو کر نہیں آ سکتا، رہا یہ کہ شیطان کسی صورت میں آکر کہتا ہے کہ میں خدا ہوں، تو عقل میں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ اس کو رد کرتی ہے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جسم، جسمانیات اور صورت سے منزہ ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

٦٩٨٢ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح و حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ فَكَانَ يَأْتِي حِرَاءَ فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَتُزَوِّدُهُ لِمِثْلِهَا حَتَّى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فِيهِ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ حَتَّى بَلَغَ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ يَا خَدِيجَةُ مَا لِي وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ وَقَالَ قَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي فَقَالَتْ لَهُ كَلَّا أَبْشِرْ فَوَاللهِ لَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ ثُمَّ انْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قُصَيٍّ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخُو أَبِيهَا وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ فَيَكْتُبُ بِالْعَرَبِيَّةِ مِنَ الْإِنْجِيلِ مَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب ح اور مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی، زہری نے کہا: پس مجھے عروہ نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتداء نیند میں سچے خوابوں سے کی گئی، پس آپ جو بھی خواب دیکھتے اس کی تعبیر روشن صبح کی مثل آجاتی، پس آپ (غار) حرا میں جاتے تھے اور وہاں تحنث کرتے تھے، اور اس کا معنی ہے عبادت کرنا، آپ کئی کئی راتوں تک عبادت کرتے تھے اور اس کے لیے زادِراہ لے جاتے تھے، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف واپس آجاتے، وہ آپ کو اتنا ہی زادِراہ مہیا کر دیتیں حتیٰ کہ اچانک آپ کے پاس وحی آ گئی اور اس وقت آپ غارِ حراء میں تھے، پس آپ کے پاس اس غار میں فرشتہ آیا، سو اس نے کہا: پڑھیے! تو نبی ﷺ نے بیان کیا: پس میں نے اس سے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں، پس اس نے مجھے پکڑا، پھر مجھے دبایا حتیٰ کہ انہوں نے مجھے اپنی پوری طاقت سے دبایا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا، پھر کہا: پڑھیے! میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں، پس اس نے مجھے پکڑا اور پھر مجھے دوبارہ دبایا حتیٰ کہ انہوں نے مجھے اپنی پوری طاقت سے دبایا پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا، پس کہا: پڑھیے! میں نے پھر کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں، پس اس نے مجھے تیسری مرتبہ دبایا حتیٰ کہ مجھے اپنی پوری طاقت سے دبایا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا، پھر اس نے کہا: ''آپ اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے'' (العلق:۱) حتیٰ کہ اس نے یہاں تک پڑھا ''جس کو انسان نہیں جانتا تھا'' (العلق:۵)، پس آپ ان آیات کے ساتھ اس حال میں واپس آئے کہ آپ کے کندھے کپکپا رہے تھے حتیٰ کہ آپ حضرت

شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ أَيْ ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ فَقَالَ وَرَقَةُ ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ مَا رَأَى فَقَالَ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوسُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى مُوسَى يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا أَكُونُ حَيًّا حِينَ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ فَقَالَ وَرَقَةُ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ فَتْرَةً حَتَّى حَزِنَ النَّبِيُّ ﷺ فِيمَا بَلَغَنَا حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدَّى مِنْ رُءُوسِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ فَكُلَّمَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ مِنْهُ نَفْسَهُ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ حَقًّا فَيَسْكُنُ لِذٰلِكَ جَأْشُهُ وَتَقِرُّ نَفْسُهُ فَيَرْجِعُ فَإِذَا طَالَتْ عَلَيْهِ فَتْرَةُ الْوَحْيِ غَدَا لِمِثْلِ ذٰلِكَ فَإِذَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ضَوْءُ الشَّمْسِ بِالنَّهَارِ وَضَوْءُ الْقَمَرِ بِاللَّيْلِ۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوئے، آپ نے فرمایا: "مجھے چادر اوڑھاؤ! مجھے چادر اوڑھاؤ" پس گھر والوں نے آپ کو چادر اوڑھائی، حتیٰ کہ آپ سے خوف دور ہو گیا، پس آپ نے فرمایا: اے خدیجہ! مجھے کیا ہوا ہے۔۔۔اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعہ سنایا، اور آپ نے کہا: مجھے اپنی جان پر خطرہ ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا: ہرگز نہیں! آپ کو خوشخبری ہو، پس اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا، بے شک آپ رشتہ داروں سے ملاپ رکھتے ہیں اور سچی باتیں کرتے ہیں، اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اور مہمان نوازی کرتے ہیں، اور حق کی راہ میں جو مشکلات پیش آئیں ان میں آپ مدد کرتے ہیں، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی کے پاس گئیں اور وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا کے بیٹے تھے، ان کے والد کے بھائی تھے، اور وہ ایسے مرد تھے جو زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے، اور وہ کتاب کو عربی میں لکھتے تھے، پس انجیل کو عربی میں لکھتے تھے جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا اتنا لکھتے، اور بہت بوڑھے تھے اور نابینا ہو گئے تھے، پس ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے کی بات سنیں! پس ورقہ نے کہا: اے میرے بھتیجے! آپ کیا دیکھتے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا جو کچھ آپ نے دیکھا تھا، پس ورقہ نے کہا: یہ وہ ناموس (فرشتہ) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا گیا تھا، کاش! میں اس وقت طاقت ور ہوتا، کاش! میں زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ پس ورقہ نے کہا: ہاں! جو مرد بھی آپ کے پیغام کی مثل لے کر آیا اس سے عداوت رکھی گئی، اور اگر مجھے اس دن میں پالیا تو میں آپ کی بہت قوی مدد کروں گا، پھر ورقہ زیادہ دن نہ ٹھہرے کہ ان کی وفات ہو گئی اور وحی کا آنا رک گیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے، ہمیں

حدیث پہنچی ہے کہ آپ اتنے غمگین ہوئے کہ آپ نے کئی مرتبہ یہ ارادہ کیا کہ اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹیوں سے گرادیں، پس جب بھی آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھتے تا کہ اپنے آپ کو اس پہاڑ کی چوٹی سے گرائیں تو آپ کے لیے حضرت جبریل ظاہر ہوجاتے، پس کہتے: اے محمد! بے شک آپ اللہ کے برحق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، پھر آپ کا اضطراب پرسکون ہو گیا اور آپ کا دل مطمئن ہو گیا، پس آپ واپس آجاتے، پس جب بہت عرصہ تک وحی رکی رہی تو صبح آپ پھر اسی طرح گئے، پس جب آپ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے تو حضرت جبریل آپ کے لیے ظاہر ہوئے اور پھر اسی طرح کہا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''فالق الاصباح'' کا معنی ہے: دن میں سورج کی روشنی اور رات میں چاند کی روشنی۔

(صحیح البخاری: ۳، ۳۳۹۲، ۴۹۵۳، ۴۹۵۵، ۴۹۵۶، ۴۹۵۷، ۴۹۸۲، صحیح مسلم: ۱۶۰، سنن ترمذی: ۳۶۳۲، مسند احمد: ۲۵۹۵۹)

صحیح البخاری: ۶۹۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح البخاری کے شروع میں گزر چکی ہے اور اس کی مفصل شرح کی جا چکی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ وقت نہیں پایا تھا، پس یا تو انہوں نے یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یا کسی اور صحابی سے سنا، خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی امام بخاری نے دو سندوں سے روایت کی ہے۔ ان میں سے ایک سند میں یحییٰ بن بکیر کا ذکر ہے، یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر المخزومی المصری ہیں۔ پھر اس سند میں لیث کا ذکر ہے، یہ لیث بن سعد المصری ہیں۔ پھر اس سند میں عُقیل کا ذکر ہے، یہ عُقیل بن خالد ہیں۔ پھر اس سند میں ابن شہاب کا ذکر ہے، یہ محمد بن مُسلم بن شہاب الزہری ہیں۔

اور دوسری سند میں عبداللہ بن محمد کا ذکر ہے، یہ الجعفی ہیں جو المسندی کے نام سے معروف ہیں۔ اس کے بعد اس سند میں عبدالرزاق کا ذکر ہے، یہ عبدالرزاق بن ہمام ہیں۔ اس کے بعد اس سند میں معمر کا ذکر ہے، یہ معمر بن راشد ہیں۔ اس کے بعد اس سند میں الزہری کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔

امام بخاری نے ان دو سندوں کے درمیان حرف ''ح'' کو لکھا ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ حدیث کو ذکر کرنے سے پہلے امام بخاری ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہوئے۔ یا لفظ ''ح'' سے ''صح'' کی طرف اشارہ ہے، یا الحائل کی طرف اشارہ

ہے، یا الی الحدیث کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

''رؤیا الصالحہ'' اور ''رؤیا الصادقہ'' میں فرق اور ان کی تعریفات

اس حدیث میں مذکور ہے ''الصادقۃ'' اور ایک روایت میں مذکور ہے ''الصالحۃ'' اور ان دونوں کا معنی ایک ہے، یعنی انبیاء علیہم السلام جو امورِ آخرت کے بارے میں بیان کرتے ہیں وہ سچی باتیں ہوتی ہیں، اور انبیاء علیہم السلام جو دنیاوی امور کے بارے میں بیان کریں تو وہ خواب کبھی صالحہ ہوتے ہیں اور کبھی دنیاوی اعتبار سے غیر صالحہ ہوتے ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں غزوہ احد میں شکست دکھائی گئی تو یہ خواب غیر صالحہ تھا۔

اور رہے غیر انبیاء علیہم السلام کے خواب، تو ان میں اور انبیاء علیہم السلام کے خواب میں عموم اور خصوص کی نسبت ہوتی ہے، اگر ہم صادقہ کی تفسیر کریں کہ اس میں تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی، اور اگر ہم یہ تفسیر کریں کہ وہ ''اضغاث احلام'' نہیں ہوتے یعنی پریشان کن اور بے تکے واقعات نہیں دیکھے جاتے، پس صالحہ خاص مطلقاً ہے، پس جو خواب صالحہ ہوگا وہ صادقہ بھی ہوگا، اور ہر صادقہ خواب کا صالحہ ہونا ضروری نہیں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ''رؤیا الصادقہ'' (سچے خواب) وہ ہوتے ہیں جن کی تعبیر بعینہ واقع ہوتی ہے یعنی جو کچھ خواب میں دیکھا ہوتا ہے بیداری میں وہی واقع ہو جاتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں تو بیداری میں بھی ایسا ہی واقعہ ہو گیا۔ یا خواب کی تعبیر وہ شخص بیان کرے جو جھوٹ نہیں بولتا، اور ''رؤیا الصالحہ'' وہ ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر انسان خوش ہوتا ہے، کیونکہ بعض خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں شیطان انسان کو ڈراتا ہے، اور جن کو دیکھ کر انسان غمگین ہوتا ہے۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: ''رؤیا الصالحہ'' وہ ہوتے ہیں کہ جن کی صورت صالحہ ہو یا جن کی تعبیر صالح ہو، اور ''رویا الصادقہ'' وہ ہوتے ہیں جو واقع کے مطابق ہوں۔

''فلق الصبح'' کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کی تعبیر کی روشن صبح کے ساتھ مشابہت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا جاءت مثل فلق الصبح''۔ ''فلق الصبح'' کا معنی ہے صبح کی روشنی جو اندھیرے اور تاریکی کو پھاڑ کر ظاہر ہوتی ہے اور اندھیرے سے الگ ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تعبیر کو صبح کی روشنی کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ نبوت سورج کی طرح ہے اور نبوت کے مبادی، نبوت کے انوار ہیں، اور یہ انوار بڑھتے رہتے ہیں حتیٰ کہ نبوت کا سورج چمکتا ہے، پس جس شخص کا باطن نورانی ہو تو وہ اس روشنی کی وجہ سے جلد نبوت کی تصدیق کرتا ہے جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اور جس شخص کا باطن ظلمانی ہو تو وہ چمگادڑ کی طرح ہوتا ہے اس کو روشنی میں کچھ نظر نہیں آتا جیسا کہ ابوجہل کو اس نبوت کی روشنی میں کچھ نظر نہیں آیا۔ اور ان کے علاوہ باقی لوگ ان دو مرتبوں کے درمیان ہوتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کو جتنا نور دیا جاتا ہے وہ اس کے اعتبار سے نبوت کی تصدیق کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بحراء"۔

غارِ حراء میں خلوت گزینی کی حکمت

غارِ حراء سے کعبہ صاف نظر آتا ہے، پس جو شخص غارِ حراء میں قیام کرے تو اس کو تین عبادات حاصل ہوتی ہیں: ایک خلوت، دوسری وہاں کی عبادت، اور تیسری بیت اللہ کی طرف نظر کرنا۔

ایک قول یہ ہے کہ قریش بھی غارِ حراء میں قیام کرتے تھے اور تنہائی میں بیٹھتے تھے اور سب سے پہلے حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ غارِ حراء میں تنہائی میں جا کر بیٹھتے تھے اور قریش ان کی جلالت کی وجہ سے اور ان کی عمر کے زیادہ ہونے کی وجہ سے تعظیم کرتے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جدِ امجد کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے غارِ حراء میں تنہائی کے اندر جا کر بیٹھتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "هو التعبد الليالي ذوات العدد"۔

"تحنّث" کا معنی اور غارِ حراء میں عبادت کرنے کی مدت

تعبّد کا لفظ "تحنّث" کی تفسیر ہے اور اس کو راوی نے اپنی طرف سے داخل کیا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: "الليالي ذوات العدد" کا معنی ہے کہ بہ کثرت راتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں تنہائی میں جا کر عبادت کرتے تھے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو کھانے پینے کی چیزیں دیتی تھیں پھر جب وہ ختم ہو جاتیں تو آپ دوبارہ گھر آتے اور وہ پھر آپ کو وہ چیزیں دے دیتیں"۔

ہمارے بعض معاصرین نے ابنِ اسحاق کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال غارِ حراء میں ایک مہینہ عبادت کرتے تھے، اور جو مسکین آپ کے پاس آتے انہیں کھانا کھلاتے تھے، اور اس زمانہ میں زادِ راہ زیادہ تر دودھ اور گوشت ہوتا تھا اور دودھ اور گوشت زیادہ دیر تک تازہ نہیں رہ سکتا تھا، اس لیے دوبارہ آپ جاتے اور تازہ دودھ اور گوشت لے آتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتى فجئه الحق"۔

حتیٰ اپنی اصل پر انتہاء غایت کے لیے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ غارِ حراء میں آپ کے ٹھہرنے کی انتہاء فرشتہ کے آنے پر ہو گئی اور فرشتہ کے آنے کے بعد آپ نے غارِ حراء میں ٹھہرنے کو ترک کر دیا۔

حق آنے کے متعدد معانی

علامہ الطیبی نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے "حتیٰ کہ آپ کے پاس حق آ گیا" اس کا معنی ہے: حق کا حکم آ گیا اور وہ وحی ہے، یا رسولِ برحق آ گئے اور وہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حق سے مراد وہ امر ہے جو بالکل ظاہر ہو، یا حق سے مراد فرشتہ ہے، یا وہ حکم ہے جس کو فرشتہ لے کر آیا۔

جس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس پہلی وحی لے کر آئے اس وقت آپ کی عمر کا بیان اور اس وقت کی تاریخ میں مختلف اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے "فیہ" یعنی فی الغار، اس سے ان لوگوں کا رد مراد ہے جو کہتے ہیں کہ فرشتہ غار میں داخل نہیں ہوا تھا بلکہ فرشتے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر تھے اور فرشتہ دروازہ پر تھا، اور فرشتہ سے مراد یہاں پر حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ "الملك" میں لام ماہیت کی تعریف کے لیے ہے نہ کہ عہد کے لیے، اور جس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غارِ حراء میں عمر چالیس سال تھی، یہ مشہور قول ہے۔ اور یہ پیر کا دن تھا اور رمضان کی سترہ (۱۷) تاریخ تھی، دوسرا قول ہے کہ سات تاریخ تھی، تیسرا قول ہے کہ چوبیس تاریخ تھی، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ رجب کے مہینہ کی ستائیس تاریخ تھی، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ماہِ ربیع الاول کی پہلی تاریخ تھی، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آٹھ تاریخ تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال اقرأ" یعنی حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا: آپ پڑھیے! بہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کلمہ سے پہلے آپ سے کوئی بات نہیں کی اور نہ سلام کیا، اور ایک قول یہ ہے کہ ہوسکتا ہے انہوں نے سلام کیا ہو اور حدیث میں اس کا ذکر محذوف ہو۔ اور امام الطیالسی نے روایت کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے پہلے سلام کیا، اور یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے قراءت کا حکم دینے سے پہلے سلام کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال اقرأ" یہاں پر حضرت جبریل علیہ السلام نے یہ نہیں کہا "قُل اقرأ" کیونکہ اگر وہ "قُل" بھی کہتے تو یہ گمان کیا جاتا کہ یہ "قُل" بھی قرآن میں سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس چیز کے پڑھنے کے متعلق حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا تھا؟

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ وہ کیا چیز ہے جس کو پڑھوانے کے لیے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا تھا؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک اونی کپڑے میں ایک مکتوب لکھا ہوا تھا جسے پڑھنے کے لیے آپ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا تھا۔ اسی طرح امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ما انا بقارئ" یعنی میں کتابوں کو اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس اونی کپڑے میں جو مکتوب تھا اس میں کیا لکھا ہوا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کی آیات تھیں اور پہلی آیت یہ تھی "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔۔۔ (العلق:۱)" اور دوسرا قول یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس اونی کپڑے میں پورا قرآن لکھا ہوا ہو جو مختلف اعتبارات سے قسط وار نازل ہوتا رہا۔

حضرت جبریل علیہ السلام کے آپ کو دبانے کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے "فغطنی" "غط" کا معنی ہے: کسی چیز کو پورے زور سے دبانا یا نچوڑنا، علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس لیے دبایا تا کہ آپ کو آزمائیں کہ آپ اپنی طرف سے کچھ کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کو متنبہ کرنے کے لیے اور آپ کے ذہن کو حاضر کرنے کے لیے آپ کو دبایا۔

آپ کو حضرت جبریل علیہ السلام کے تین مرتبہ دبانے کی حکمت

علامہ السہیلی نے کہا ہے: تین مرتبہ دبانے کی تاویل یہ ہے کہ عنقریب آپ پر تین شدتیں آئیں گی جن میں آپ کو مبتلا کیا جائے گا اور پھر آپ پر وحی آئے گی، پہلی شدت وہ تھی جب قریش نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا حتیٰ کہ آپ کو اور آپ کے متبعین کو سخت شدت کا سامنا ہوا، اور دوسری شدت وہ تھی جب قریش نے مسلمانوں پر بہت سختی کی اور ان کو قتل کی دھمکیاں دیں حتیٰ کہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، اور تیسری شدت وہ تھی جب قریش نے آپ کے خلاف آپ کو قتل کرنے کی سازش کی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ۝ (الانفال: ۳۰)

اور یاد کیجئے جب کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کریں یا قتل کریں یا جلاوطن کریں، وہ اپنی سازش میں لگے ہوئے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے O

پس یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تین شدتیں تھیں۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے: ہمارے بعض معاصرین مشائخ نے یہ کہا ہے کہ تین مرتبہ دبانے میں یہ اشارہ تھا کہ عنقریب آپ کے اوپر جو حکم نازل کیا جائے گا اس کا قول بھی ثقیل ہوگا اور عمل بھی ثقیل ہوگا اور نیت بھی ثقیل ہوگی۔ یا اس طرف اشارہ تھا کہ آپ پر جو آیات نازل کی جائیں گی ان کا تعلق توحید سے ہوگا اور احکامِ شرعیہ سے ہوگا اور ماضی اور مستقبل کی غیب کی خبروں کے ساتھ ہوگا، یا اس طرف اشارہ تھا کہ دنیا، برزخ اور آخرت میں آپ کی امت پر آسانی اور سہولت اور تخفیف کی جائے گی۔

حضرت جبریل علیہ السلام کے پوری قوت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دبانے پر علامہ تورپشتی کا اعتراض اور اس کے جوابات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت جبریل (علیہ السلام) نے مجھے اپنی پوری طاقت سے دبایا''۔

علامہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی، متوفی ۶۶۱ھ، نے کہا ہے کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اپنی پوری قوت سے دبایا، کیونکہ بشرِ جسم حضرت جبریل علیہ السلام کی پوری قوت کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، خاص طور پر ابتداءِ نبوت کے زمانہ میں، اور حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اس دبانے سے میرے اندر رعب داخل ہو گیا۔ (علامہ تورپشتی کی عبارت ختم ہوئی)۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے برداشت کرنے کی قوت عطا فرما دی ہو اور یہ آپ کے جملہ معجزات میں سے ہو۔

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی، متوفی ۷۴۳ھ، نے علامہ التورپشتی کے اعتراض کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام اپنی صورتِ ملکیہ پر نہیں تھے تو انہوں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری طاقت سے دبایا، یہ ان کی بشری صورت کے اعتبار سے ہے۔ نیز علامہ الطیبی نے کہا: جب یہ روایت صحیح ہے تو اس کو بعید سمجھنا مضمحل ہو گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف زدہ ہونے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے "فرجع بها" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات کو دہراتے ہوئے واپس گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ترجف بوادرہ" البوادر، البادرۃ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: کندھے اور گردن کے درمیان کا گوشت۔ اور دوسری روایت میں "فؤادہ" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے قلب، اور قلب کے بجائے الفواد کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ کپکپانا فؤاد میں ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الروع" اس کا معنی ہے: گھبراہٹ اور خوف۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مالی" یعنی مجھے کیا ہوا ہے، مجھے یہ خوف کیوں ہوا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لقد خشیت علی نفسی" یعنی مجھے اپنی جان پر یہ خوف ہوا کہ کہیں یہ کسی مرض کا اثر تو نہیں ہے، یا مجھے کوئی جن تو عارض نہیں ہوا۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: زیادہ بہتر یہ ہے کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ میں رسالت کی ذمہ داریوں پر پورا اتر سکوں گا یا نہیں، اور وحی کے احکام پر پورا عمل کرسکوں گا یا نہیں؟

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تسلی آمیز کلمات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا: ہرگز نہیں! یعنی جس طرح آپ کو گھبراہٹ ہے، اس طرح نہیں ہوگا، آپ کو کوئی خوف نہیں ہوگا"۔

نیز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا "ابشر" یعنی آپ خوشخبری لیں۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی متوفی ۴۵۸ھ، نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ جو کچھ کرے گا وہ خیر ہی ہوگا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی شرمندہ ہونے نہیں دے گا"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الکل" یعنی لوگوں کا بوجھ۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "علی نوائب الحق" یعنی انسان پر جو مہمات اور حوادث آتے ہیں، آپ ان میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ورقہ بن نوفل سے مکالمہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے باپ کے بھائی تھے جو زمانہ جاہلیت میں دینِ نصرانیت میں داخل ہو گئے تھے، اور جاہلیت سے مراد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بالعبرانیة" علامہ الجوہری نے کہا ہے کہ یہ یہود کی لغت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اسمع من ابن اخیك" حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ برائے تعظیم اور اظہارِ شفقت کے لیے

کہا، کیونکہ حقیقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ورقہ کے بھتیجے نہیں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ھذا الناموس" "ناموس کا معنی ہے صاحب السر، یعنی حضرت جبریل علیہ السلام۔

اس حدیث میں مذکور ہے "او مخرجی ھم؟" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے سوال کیا کہ کیا اہلِ مکہ مجھے نکال دیں گے، تو ورقہ بن نوفل نے بتایا: آپ جو دین لے کر آئے ہیں اس کے ساتھ عداوت رکھی جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۲۔۱۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی رُک جانے پر شدتِ غم کی وجہ سے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا جو ارادہ کیا اس کی متعدد شارحین کی طرف سے توجیہات

امام بخاری نے کتاب التعبیر میں اس حدیث پر معمر کی روایت سے یہ اضافہ کیا ہے:

معمر نے بیان کیا: اور وحی کا آنا رُک گیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے جیسا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے، آپ نے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ پہاڑ کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرا دیں، پس جب بھی آپ پہاڑ کی بلندی پر پہنچتے تا کہ آپ اپنے آپ کو وہاں سے گرائیں تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو دکھائی دیتے، پس وہ کہتے یا محمد! بے شک آپ اللہ کے برحق رسول ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطراب ساکن ہو جاتا اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں حتیٰ کہ آپ واپس آ جاتے، پس جب وحی کا رکنا لمبا ہو گیا تو آپ صبح پھر پہاڑ کی بلندی پر گئے تا کہ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دیں، پھر جبریل علیہ السلام ظاہر ہوئے اور انہوں نے اس کی مثل کہا۔

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث معمر کی بلاغات میں سے ہے، معمر نے اس کی سند نہیں بیان کی اور نہ اس کے راوی کا ذکر کیا ہے اور نہ یہ بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا، حالانکہ یہ حدیث صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہچانی جا سکتی تھی۔

علاوہ ازیں اس حدیث کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ یہ ابتداء امر کا واقعہ ہے جب آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو نہیں دیکھا تھا جیسا کہ امام ابن اسحاق کی روایت میں بعض راویوں سے منقول ہے۔ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لیے کیا تھا کہ آپ کی قوم کی تکذیب نے آپ کو حرج اور مشقت میں ڈال دیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۞ (الکہف: ۶) اگر یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو لگتا ہے کہ آپ فرطِ غم سے ان کے پیچھے جان دے دیں گے ○

یا آپ کو یہ خوف اور خطرہ ہوا کہ وحی کا رُک جانا کسی وجہ سے ہے یا کسی سبب سے ہے، پس آپ خوف زدہ ہوئے کہ کہیں یہ آپ کے رب کی طرف سے سزا تو نہیں ہے، اس وجہ سے آپ نے ایسا کیا۔ پھر جب آپ کو بعد میں خودکشی کرنے سے منع فرمایا تو پھر آپ نے ایسا ارادہ نہیں کیا۔ یہ ایسا ہے جیسے حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کی تکذیب کی وجہ سے اپنے علاقہ سے بھاگ کر چلے گئے تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲ ص ۲۹۸۔۲۹۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ اضافہ معمر کی روایت کے ساتھ مخصوص ہے، کیونکہ امام ابونُعیم نے اپنی

مستخرج میں اسی سند کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے از ابوزرعہ الرازی از یحییٰ بن بکیر شیخ بخاری، صحیح البخاری کے شروع میں اور اس میں یہ اضافہ نہیں ہے۔ اور یہاں کتاب التعبیر میں اس اضافہ کو معمر کی روایت کے ساتھ ملا کر لکھا ہے، اسی طرح الاسماعیلی نے بھی تصریح کی ہے کہ یہ اضافہ معمر کی روایت میں ہے، اور امام احمد بن حنبل اور امام مسلم اور الاسماعیلی وغیرہم اور ابونعیم نے بھی لیث کے اصحاب کی ایک جماعت سے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے۔ اس اضافہ کے شروع میں لکھا ہے "فیما بلغنا" اور اس کے قائل زہری ہیں، اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس قصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے جو چیز ہمیں پہنچی ہے وہ الزہری کی بلاغات میں سے ہے اور یہ حدیث موصول نہیں ہے۔

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی المتوفی ۷۸۶ ھ نے کہا ہے: یہی ظاہر ہے اور ہوسکتا ہے کہ زہری کو یہ حدیث اس سند مذکور سے پہنچی ہو، اور امام ابن مردویہ نے تفسیر میں از محمد بن کثیر از معمر اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس میں "فیما بلغنا" کے الفاظ نہیں ہیں، اس میں الفاظ یہ ہیں کہ وحی رک گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے غمگین ہوئے، پھر صبح آپ نے خود کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا۔ الخ۔

پس یہ تمام روایت زہری کی روایت پر مدرج ہے۔

جو لوگ مرسلِ شعبی سے استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وحی رکنے کی مدت ڈھائی سال تھی جیسا کہ میں نے "بدء الوحی" کے شروع میں نقل کیا ہے، لیکن اس کے معارض وہ حدیث ہے جس کی امام محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور اس میں بھی زہری کی روایت "فیما بلغنا" سے ہے، اور اس میں مذکور ہے کہ آپ وحی کے آنے کے بعد کچھ دن ٹھہرے رہے اور جبریل آپ کو دکھائی نہیں دیتے تھے تو آپ بہت زیادہ غمگین ہوئے حتیٰ کہ آپ صبح کو کبھی ثبیر پہاڑ کی طرف جاتے اور کبھی حراء پہاڑ کی طرف جاتے اور آپ ارادہ کرتے تھے کہ اپنے آپ کو اس پہاڑ سے گرا دیں، اور جس وقت آپ یہی ارادہ کر رہے تھے تو اچانک آپ نے ایک آواز سنی، آپ گھبرا گئے، آپ نے سر اٹھا کر دیکھا تو حضرت جبریل آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر تھے اور وہ کہہ رہے تھے: اے محمد! آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں اور میں جبریل ہوں، پس آپ واپس ہو گئے اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھ کو ٹھنڈا کر دیا تھا اور آپ کا اضطراب ساکن ہو گیا تھا، پھر پے در پے وحی آنے لگی۔ اس روایت سے ان پہاڑوں کے نام معلوم ہوئے جن کا زہری کی روایت میں مبہم ذکر ہے اور وحی رکنے کی مدت کے کم ہونے کا علم ہوا۔

رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی بن جانے کے بعد اپنے آپ کو پہاڑوں کے اوپر سے گرانے کا ارادہ کرنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبوت کے احکام اور نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے سے اس وقت آپ کی قوت ضعیف تھی اور آپ کو نبوت کی ذمہ داریاں پوری کرنے سے یہ خوف لاحق تھا کہ لوگ آپ کی مخالفت کریں گے، یہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی مرد دنیا کے غموں سے راحت حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے حتیٰ کہ جب وہ اس میں غور و فکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو آخرت کے اوپر صبر کرنے والا بنا دیتا ہے تو اس کو صبر آ جاتا ہے اور اس کا نفس مطمئن ہو جاتا ہے، اور یہ ارادہ اس لیے کیا کہ صریح حدیث میں یہ ہے کہ ورقہ بن نوفل نے آپ کو بشارت دی تھی، پھر جب وحی کا آنا رک گیا تو آپ غمگین ہوئے، پھر جب حضرت جبریل علیہ السلام نے ظاہر ہو کر کہا کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں تو پھر آپ کا اضطراب دور ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۴۶-۱۴۷ ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں:

اس قصہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کوئی طعن نہیں ہوسکتا، کیونکہ اول تو یہ معمر کی بلاغات میں سے ہے اور انہوں نے اس کو بغیر سند کے ذکر کیا ہے نہ راوی کا ذکر کیا ہے اور نہ یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بیان فرمایا، اور ثانیاً ہوسکتا ہے کہ یہ ابتداء کا واقعہ ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس خوف کی وجہ سے کیا ہو کہ قوم آپ کی تکذیب کرے گی، جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام اس خطرہ کی وجہ سے اپنی قوم سے دور چلے گئے تھے۔ (ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ج ۱۴ ص ۴۷۸، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرانے کا ارادہ کیا تھا، یہ قضاء وقدر پر ناراضگی کی وجہ سے نہیں تھا، لیکن حصولِ وحی کی نعمت کے فوت ہونے کے غم کی وجہ سے تھا۔ اور اللہ عزوجل خوب جانتا ہے کہ اس نے آپ کو اس پر قادر نہیں کیا کہ آپ اپنے آپ کو گرادیتے، کیونکہ جب بھی آپ اپنے آپ کو گرانے کا ارادہ کرتے تو حضرت جبریل علیہ السلام ظاہر ہوجاتے اور وہ آپ کو مطمئن کردیتے، لہٰذا اس واقعہ میں آپ کی نبوت پر طعن کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۵۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: میرے نزدیک صحیح بات یہی ہے کہ صحیح البخاری کی حدیث میں یہ اضافہ معمر کی بلاغات میں سے ہے، اور اس کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ اس حدیث کے کسی راوی کا بیان ہے، اور نہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اور فرطِ غم سے اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرادینے کا ارادہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے حال سے بہت بعید ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حدیثِ مذکور کے فوائد

(۱) غارِ حراء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبادت کرنے کی کیفیت

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کی شریعت پر عمل کرتے تھے یا ازخود عمل کرتے تھے، جمہور کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں جو معرفت کا نور پیدا کیا تھا اس نور کے اعتبار سے آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور علامہ ابن الحاجب اور قاضی بیضاوی کا مختار یہ ہے کہ آپ کسی نبی کی شریعت پر عمل کرتے تھے۔ اور اس میں کئی اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے، دوسرا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے، تیسرا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے، چوتھا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے، پانچواں قول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے، چھٹا قول یہ ہے کہ آپ انبیاء سابقین میں سے کسی ایک نبی کی شریعت پر عمل کرتے تھے، ساتواں قول یہ ہے کہ آپ تمام شریعتوں پر عمل کرتے تھے، اور آٹھواں قول اس میں توقف ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًاؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (النحل: ۱۲۳)

پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ملتِ ابراہیم کی پیروی کریں جو باطل سے مجتنب تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ○

اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بعثت سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آپ مناسکِ حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق ادا کریں۔
اور اہلِ تحقیق نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام نزولِ وحی سے پہلے توحید اور ایمان پر قائم تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید میں کوئی شک نہیں تھا۔
اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کی عبادت کی صفت کیا ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے متعلق کوئی نقل خصوصیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور و فکر کرتے تھے اور معاملات میں انبیاء سابقین کی شریعتوں میں سے کسی ایک شریعت پر اپنے اجتہاد سے عمل کرتے تھے۔

(۲) ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، یہ ام المومنین ہیں اور ان کا نام خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس (۲۵) سال کی عمر میں ان سے نکاح کیا، اور آپ کی تمام اولاد ان ہی سے پیدا ہوئی، سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے، وہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور کسی عورت سے نکاح نہیں کیا، نہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پہلے اور نہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد حتیٰ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے تین سال پہلے فوت ہوگئیں، ایک قول یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ چوبیس سال اور چند مہینے رہیں اور پھر انہوں نے وفات پائی، اور ان کی وفات ابو طالب کی وفات کے تین دن بعد ہوئی تھی۔
امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد مجھ سے نکاح کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۸۱۷)
نیز امام بخاری نے عروہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد تقریباً دو سال ٹھہرے رہے، پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۸۹۶، صحیح مسلم: ۱۴۲۲)
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ماں کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم ہے، اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں، بلکہ ایک قول یہ ہے کہ آپ مطلقاً سب سے پہلے ایمان لائیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں میں سب سے بہتر مریم ہیں اور عورتوں میں سب سے بہتر خدیجہ ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۸۱۵، صحیح مسلم: ۲۴۳۰)
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یہ خدیجہ ہیں، پس جب یہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان پر میرے رب کی طرف سے سلام پڑھیں، اور ان کو بشارت دیں کہ جنت میں ان کے لیے چمکدار موتیوں کا ایک گھر ہے جس میں نہ شور و شغب ہے اور نہ تھکاوٹ ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۸۲۰، صحیح مسلم: ۲۴۳۲)
عبدالرحمٰن بن زید بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جن وجوہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کو مجھ پر فضیلت دی وہ یہ ہے کہ میرے بیٹے کی بیوی ان کے لیے اللہ کے حکم کی تبلیغ کرنے پر مددگار تھی، اور میری بیوی میرے لیے نافرمانی پر مددگار تھی۔

(دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۸، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۳۱، میزان الاعتدال ج ۵ ص ۱۸۴۔۱۸۵، لسان المیزان ج ۵ ص ۴۱۸)

علامہ مناوی نے کہا ہے: یہ حدیث محمد بن الولید کی باطل روایات میں سے ہے۔ (فیض القدیر: ۵۸۸۵)

(۳) ''ما انا بقاری'' کے معانی اور محامل

امام محمد بن سعد نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ فرشتہ کا نزول غار حراء میں پیر کے دن سترہ (۱۷) رمضان کو ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت چالیس (۴۰) سال تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب فرشتے نے آپ سے پڑھنے کے لیے کہا تو آپ نے کہا ''ما انا بقاری'' اس میں ''ما'' نفی کے لیے ہے اور اس کا معنی ہے: میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ''ما'' استفہامیہ ہے، یعنی میں کیا چیز پڑھوں؟

علامہ سہیلی نے کہا ہے: ''ما انا بقاریء'' کا معنی ہے: میں ''اُمی'' ہوں، پس میں کتابوں کو نہیں پڑھتا، یہ آپ نے تین مرتبہ کہا، اس پر یہ اعتراض ہوا کہ قرآن مجید میں ہے ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۞ (العلق: ۱)'' (اے رسول مکرم!) آپ اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے)، اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ پڑھ سکتے تھے جبھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو پڑھنے کا حکم دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک آپ اپنی ذاتی قوت سے اور اپنی ذاتی صفت سے اور اپنی ذاتی معرفت سے نہیں پڑھ سکتے، لیکن آپ اپنے رب کا نام لے کر اپنے رب کی مدد سے پڑھیے، وہ آپ کو پڑھنے کی اس طرح تعلیم دے گا جس طرح اس نے آپ کو پیدا کیا ہے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی تکذیب کے خوف کی تحقیق

شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی تکذیب کا خوف تھا، اس لیے آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''مجھے اپنی جان پر خطرہ ہے''، پھر جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ پر حق کو منکشف کر دیا اور زیادہ دلائل اور معجزات سے آپ کا یقین کامل اور واثق ہو گیا تو اس کے متعلق ابو رافع نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحجون میں تھے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! مجھے کوئی ایسی نشانی دکھا کہ جس کے بعد میں اس کی پرواہ نہ کروں کہ قریش میری تکذیب کرتے ہیں، تو آپ سے کہا گیا: آپ اس درخت کو بلائیں، آپ نے اس درخت کو بلایا تو وہ اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا آپ کے پاس آ گیا، پھر آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، پھر کہا: آپ کیا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا: تم اپنی جگہ پر لوٹ جاؤ، پس وہ لوٹ گیا، پس آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اب مجھے قریش کے تکذیب کرنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

(اخبار مکہ: ۲۳۳۰، مسند ابو یعلیٰ: ۲۱۵، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۲۹۰، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۱۳، تاریخ دمشق ج ۴ ص ۳۶۴)

(۵) ورقہ بن نوفل کا تذکرہ

اس حدیث میں ورقہ بن نوفل کا ذکر ہے، ورقہ کی ماں کا نام ہند بنت ابی کبیر بن عدی بن قصی ہے۔

امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ورقہ کو برا نہ کہو، کیونکہ اس کے لیے ایک جنت

ہے یا دو جنتیں ہیں۔ پھر حاکم نے کہا: یہ حدیث امام بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۶۰۹)

امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ آپ کی تصدیق کرتے تھے لیکن آپ کے غلبہ سے پہلے انتقال کر گئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان پر سفید لباس تھا، اگر وہ اہلِ دوزخ سے ہوتے تو ان کا کوئی اور لباس ہوتا۔

(سنن ترمذی: ۲۲۸۸، المستدرک ج ۴ ص ۳۹۳، اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۸۔۴۴۷)

علامہ سہیلی نے سندِ ضعیف سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے ورقہ پر ریشم کے کپڑے دیکھے، کیونکہ وہ پہلے شخص ہیں جو مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی۔ (الروض الانف ج ۱ ص ۱۱۷)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ورقہ ایسے مرد تھے جو زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے'' یعنی انہوں نے بتوں کی عبادت ترک کر دی تھی اور جاہلیت کے دستور کو چھوڑ دیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو لوگ تھے ان کو زمانہ جاہلیت کے لوگ کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ فحش کے حالات میں مبتلاء تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''وہ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی شخص کے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آفت یا مصیبت آئی، اس کے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۲۹۴۔۲۹۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۔ بَابُ: رُؤْيَا الصَّالِحِينَ

نیک مسلمانوں کے خوابوں کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں عام صالحین کے خوابوں کا بیان ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے خوابوں کے صدق کی توقع کی جاتی ہے، کیونکہ صالحین کے خوابوں میں بھی ''اضغاث احلام'' یعنی پریشان اور بے تکی باتوں کو دیکھنا جائز ہے، لیکن اغلب یہ ہے کہ ان کے خواب سچے ہوتے ہیں، اور شیطان ان کے ساتھ نیند میں کم دخل اندازی کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں صلاح اور نیکی کو غالب رکھا ہے، اور باقی رہے عام آدمی جو صالحین نہیں ہیں تو شیطان خواب میں ان کے اوپر حکم چلاتا ہے جیسے بیداری میں ان کے اوپر ان کے غالب معاملات میں حکم چلاتا ہے، پس جس طرح بیداری میں ان کے کلام کا صادق ہونا جائز ہے اسی طرح ان کے خوابوں کا بھی صادق ہونا جائز ہے۔

وقوله تعالىٰ: لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ (الفتح: ۲۷)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا، تم ان شاء اللہ ضرور مسجد حرام میں امن اور عافیت کے ساتھ داخل ہو گے، اپنے سروں کو منڈاتے ہوئے اور بال کترواتے ہوئے، تمہیں کسی کا خوف نہیں ہو گا، اللہ ان چیزوں

کو جانتا ہے جن کو تم نہیں جانتے، سو اس نے اس سے پہلے ایک اور فتح مقدر کردی O

آیتِ مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ جب نبی ﷺ حدیبیہ میں تھے تو آپ کو خواب دکھایا گیا کہ آپ اور آپ کے اصحاب مکہ میں داخل ہو چکے ہیں، اور ان کے سر منڈے ہوئے ہیں، پس جب آپ نے حدیبیہ میں قربانی کو نحر کر لیا (حدیبیہ میں کئے ہوئے معاہدہ کے اعتبار سے اس سال نبی ﷺ کو عمرہ کیے بغیر واپس مدینہ جانا تھا اور اگلے سال آپ کو اس عمرہ کی قضاء کے لیے آنا تھا اور تین دن کے بعد آپ کو مکہ چھوڑ دینا تھا) تو آپ کے اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے تو خواب بیان کیا کہ ہم مکہ میں داخل ہو چکے ہیں، اس خواب کا کیا ہوا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا" (الفتح:۲۷) (سو اس نے اس سے پہلے ایک اور فتح مقدر کردی۔)

یعنی حدیبیہ میں قربانی کو نحر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اور فتح مقدر فرمادی ہے، پس صحابہ لوٹ گئے اور خیبر کو فتح کر لیا، اور اس آیت میں جس فتح کا ذکر ہے، اس سے مراد خیبر کی فتح ہے، پھر اس کے بعد اگلے سال آپ نے عمرہ کیا اور اس میں آپ کے خواب کی تصدیق ہوگئی، اور حدیبیہ کا واقعہ ۶ ھ میں ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۶۔۱۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَلرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک آدمی کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۹۹۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۴، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۳، مسند احمد: ۱۱۸۶۳)

صحیح البخاری: ۶۹۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ بابِ مذکور کا عنوان ہے "نیک مسلمانوں کے خواب" اور اس باب کی حدیث میں بھی یہی مذکور ہے۔

اس حدیث امام نسائی نے تعبیر الرؤیا میں از قتیبہ روایت کی ہے اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی از ہشام روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الرؤیا الحسنة" اس خواب کا حسن یا اس کے ظاہر کے اعتبار سے ہے یا اس کی تاویل کے حسن

کے اعتبار سے ہے۔

علماء نے اچھے خواب کی تقسیم کی ہے یا تو وہ ظاہراً اور باطناً حسین خواب ہوگا جیسے کوئی شخص خواب میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ باتیں کرے، یا وہ خواب ظاہر کے اعتبار سے حسن ہوگا نہ کہ باطن کے اعتبار سے جیسے وہ خواب میں لہو ولعب کی چیزیں دیکھے۔ یا وہ خواب ظاہراً اور باطناً ردی ہوگا جیسے خواب میں دیکھے کہ اس کو سانپ نے ڈس لیا ہے، یا ظاہراً ردی ہوگا نہ کہ باطناً جیسے خواب میں دیکھے کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من الرجل" یعنی مرد کا اچھا خواب، مرد کا ذکر بطور اکثریت اور غالب کے ہے ورنہ اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے کیونکہ نیک عورت کا خواب بھی اسی طرح سے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے"۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ صرف انبیاء علیہم السلام کے حق میں ہے اور انبیاء علیہم السلام کی طرف ان کے خوابوں میں اس طرح وحی کی جاتی ہے جس طرح ان کی بیداری میں ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ خواب نبوت کے موافق ہوتا ہے اور یہ معنی نہیں ہے کہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو باقی رہ گیا ہے۔

الزجاج نے کہا ہے: اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام مستقبل میں ہونے والے واقعات کی خبریں دیتے ہیں اور خواب میں بھی بندہ مستقبل میں ہونے والے واقعہ کو دیکھتا ہے۔

اور علامہ الخطابی نے بعض علماء سے نقل کر کے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء کی گئی حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی، اس وحی کی مدت تیئیس (۲۳) سال تھی، تیرہ سال آپ مکہ میں رہے اور دس سال آپ مدینہ میں رہے، اور ابتداء میں مکہ میں چھ مہینے تک آپ کو خواب میں وحی کی جاتی رہی اور یہ آدھا سال ہے، اور یہ مدت نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

سچے خوابوں کے نبوت کے جزو ہونے کے متعلق دیگر احادیث

اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ نبوت کے پینتالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے، اور امام مسلم کی دوسری روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے، اس میں مذکور ہے کہ سچے خواب نبوت کے ستر اجزاء میں سے ہے، اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے، اور امام طبرانی نے اس کی ایک اور سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کی ہے، اور امام طبرانی نے ایک اور سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ سچے خواب نبوت کے چھہتر اجزاء میں سے ایک جزو ہیں، اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

اور حافظ ابن عبد البر نے از عبد العزیز بن المختار الثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچے خواب نبوت کے چھبیس (۲۶) اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔

اور امام ابو یعلیٰ نے اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مومن کے اچھے خواب نبوت کے

پچاس (۵۰) اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔
اور امام ترمذی اور طبری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ چالیس (۴۰) اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔ اور امام طبرانی نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ نبوت کے چوالیس (۴۴) اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اور امام احمد نے از عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ یہ نبوت کے تینتالیس (۴۳) اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

ان احادیثِ مختلفہ میں تطبیق

ان احادیث میں اعداد مختلف ہیں، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ اس وقت کے اعتبار سے ہے جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی ہے اور اس وقت آپ کے تیرہ سال مکمل ہو چکے تھے، یعنی وحی آنے کے بعد تیرہ سال ہو چکے تھے تو اس طرح سچے خواب نبوت کے چھبیس اجزاء میں سے ایک جزو ہوئے۔
اگر یہ حدیث ہجرت کے وقت ثابت ہو اور جب بیس سال مکمل ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ سچے خواب چالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہیں، اور جب بائیس سال مکمل ہو گئے تو آپ نے بیان فرمایا کہ سچے خواب چوالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہیں، پھر اس کے بعد پینتالیس اجزاء فرمائے، پھر آخر حیات میں چھیالیس اجزاء فرمائے، اس کے علاوہ باقی روایات جو چالیس کے بعد ہیں وہ ضعیف ہیں اور پچاس کی روایت ہو سکتا ہے کسر کو پورا کرنے کے لیے ہو، اور ستر (۷۰) کی روایت مبالغہ کے لیے ہو، اور اس کے علاوہ روایات ثابت نہیں ہیں۔ واللہ اعلم (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۷۔۱۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۸۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب دیکھنے والوں کے درجات اور مراتب

خواب کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں:
(۱) انبیاء علیہم السلام: اور ان کے تمام خواب صادق ہوتے ہیں، اور ان کے بعض خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔
(۲) صالحین کے خواب: اور اکثر اور اغلب یہ ہے کہ ان کے خواب صادق ہوتے ہیں، اور کبھی وہ خواب ایسے ہوتے ہیں جس میں تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی۔
(۳) اور ان کے ماسوا وہ لوگ ہیں جن کے خواب صادق بھی ہوتے ہیں اور ''اضغاث احلام'' بھی ہوتے ہیں (یعنی ایسے خواب جو پریشان ہوں اور جن میں بے تکے واقعات دکھائی دیں) اور ان کی تین قسمیں ہیں:
(الف): وہ لوگ جو مستور ہیں (یعنی ان کا نیک اور بد ہونا ظاہر اور متعین نہیں ہوتا) اور غالب یہ ہے کہ ان کے حق میں حال برابر ہوتا ہے یعنی ان کے خواب سچے بھی ہو سکتے ہیں اور جھوٹے بھی۔
(ب): فاسق لوگوں کے خواب، اور ان کے اکثر خواب ''اضغاث احلام'' ہوتے ہیں، اس میں صدق بہت کم ہوتا ہے۔

(ج): کفار کے خواب، اوران کے خوابوں میں صدق بہت نادر ہے اوراس کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جوان میں سچا کلام کرتا ہے تو اس کا خواب سچا ہوتا ہے''۔ اس حدیث کی امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور عنقریب اس کی طرف باب ''القید فی المنام'' میں اشارہ آئے گا۔

اور کبھی بعض کفار کے خواب سچے بھی ہوتے ہیں جیسے یوسف علیہ السلام کے دو ساتھی جو قید خانہ میں تھے اور جیسے ان کے بادشاہ نے جو خواب دیکھا جو سچے ہوئے۔

اور قاضی ابو بکر بن العربی نے کہا: نیک مومن کا خواب نبوت کے اجزاء کی طرف منسوب ہوتا ہے، اور کہا: میرے نزدیک فاسق کا خواب اجزاء نبوت کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ اور کافر کا خواب بالکل منسوب نہیں ہوتا۔

علامہ القرطبی نے کہا ہے: جو مسلمان صادق ہو، نیک ہو اور اس کا حال انبیاء علیہم السلام کے حال کے مناسب ہو تو اس کو وہ عزت دی جاتی ہے جس عزت کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو مخصوص کیا جاتا ہے، اور وہ غیب پر مطلع ہوتا ہے۔

رہے کافر اور فاسق تو وہ بالکل غیب پر مطلع نہیں ہوتے۔ اور کبھی کافر اور فاسق کا خواب سچا ہو تو یہ ایسا ہے جیسے کبھی نادر طور پر کافر یا فاسق سچ بول دیتا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۴۸۔۱۴۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

نیز حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں مزید لکھتے ہیں:

''سچا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے'' اس حدیث کی شرح میں متعدد علماء کی تقاریر

(۱) علامہ ابن بطال المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبوت کے اجزاء کے عدد میں قلت اور کثرت کا اختلاف ہے، پس زیادہ صحیح حدیث میں وہ ہے جو چھیالیس کا عدد ہے اور ستر کا عدد ہے اور جوان کے درمیان کے اعداد ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ خواب کی دو قسمیں ہیں، ایک خواب وہ ہے جو بالکل ظاہر ہوتا ہے جیسے کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ کسی کو کھجور دے رہا ہے تو وہ بیداری میں اسی کی مثل کسی کو کھجور دے دے، اس قسم کے خواب کی تعبیر میں کوئی غرابت نہیں ہے اور نہ اس کی تفسیر میں کوئی رمز ہے۔ اور بعض وہ خواب ہوتے ہیں جن کی رمز بہت بعید ہوتی ہے اور اس کو کوئی بہت ماہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اس کی تعبیر بتا سکتا ہے، پس ہو سکتا ہے کہ یہ خواب نبوت کے ستر اجزاء میں سے ایک جزو ہو، اور پہلا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہو۔

علامہ ابن بطال نے کہا: میں نے یہ جواب علماء کی ایک جماعت پر پیش کیا تو انہوں نے اس کی تحسین کی، اور بعض علماء نے یہ اضافہ کیا کہ نبوت ان دو وصفوں کی مثل کے اعتبار سے ہے، جب شارع علیہ السلام حضرت جبریل سے وحی کو حاصل کرتے ہیں، اور آپ نے یہ بتایا ہے کہ کبھی آپ کے پاس وحی آتی ہے تو فرشتہ آپ سے کلام کرتا ہے اور آپ اس کو بغیر مشقت کے یاد کر لیتے ہیں۔ اور کبھی فرشتہ آپ کی طرف وحی کا القاء کرتا ہے جس سے معنی کا حصول دشوار ہوتا ہے حتیٰ کہ اس وحی کے نزول کے وقت آپ پر پسینہ آجاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع فرماتا ہے کہ اس وحی کے ذریعہ آپ پر کیا حکم القاء کیا گیا ہے۔

(۲) علامہ ابن بطال کی شرح کی علامہ المازری سے تلخیص

علامہ المازری نے کہا ہے: خواب میں دلالات ہوتی ہیں، اور بعض دلالات بالکل ظاہر ہوتی ہیں اور بعض دلالات خفی ہوتی

ہیں، پس کم سے کم عدد اس خواب کا ہے جس میں دلالت جلی ہو، اور زیادہ عدد اس خواب میں ہے جس کی دلالت خفی ہو (یعنی سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزو اس وقت ہوگا جب خواب کی دلالت جلی ہو اور ظاہر ہو، اور ستر کا عدد اس وقت ہوگا جب خواب کی دلالت خفی ہو)۔

(۳) الشیخ ابو محمد بن ابو جمرہ کی بیان کردہ حدیث مذکور کی تقریر

الشیخ ابو محمد بن ابی جمرہ لکھتے ہیں: کبھی نبوت سے امور واضحہ کو بیان کیا جاتا ہے اور ان میں سے بعض میں کبھی اجمال ہوتا ہے اور کبھی کسی اور مقام پر ان کا بیان ہوتا ہے، اسی طرح خواب دیکھنے والا کبھی صریح خواب دیکھتا ہے جس میں تاویل اور تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی، اور بعض ایسا خواب دیکھتا ہے جس میں تاویل اور تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے، پس وہ خواب جس کو عارف فوراً سمجھ لیتا ہے وہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے، اور یہ جزو کبھی زیادہ ہوتا ہے اور کبھی کم ہوتا ہے، یہ دیکھنے والے کی فہم کے اعتبار سے ہے۔

(۴) قاضی عیاض مالکی کی تقریر

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبوت کے ان اجزاء کا ذکر وحی کے طریقوں کے اعتبار سے ہو، کیونکہ بعض وحی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ سنا اور بعض وحی وہ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتہ کے واسطہ سے سنا، اور بعض وحی وہ ہیں جو آپ کے دل میں کسی بات کو ڈال دیا گیا الہام وغیرہ، اور بعض وہ ہیں کہ گھنٹی کی آواز کی شکل میں آپ پر وحی آئی، اور بعض وہ ہیں کہ روح القدس آپ کے دل میں کوئی بات ڈال دیتے، اور اس طرح اور بھی متعدد وحی کے نزول کے طریقے ہیں جن میں سے بعض پر ہم واقف ہیں اور بعض پر واقف نہیں ہیں۔ پس ان حالات کو جب شمار کیا جائے تو یہ نبوت کے مذکورہ اجزاء تک پہنچ جاتے ہیں۔

(۵) علامہ الحلیمی کی تقریر

علامہ الحلیمی نے کہا ہے: اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ مومن کا سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے، تو یہ انبیاء علیہم السلام کے خصائص علمیہ کے اعتبار سے ہے، اور وہ خصائص علمیہ درج ذیل ہیں:

(۱) ان خصائص علمیہ میں سے سب سے بڑا مرتبہ اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر واسطہ کے کلام فرمانا ہے۔

(۲) بغیر کلام کے الہام فرمانا، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں کسی چیز کا علم ہو اور اس میں حواس کے ذریعہ سے کسی علم کے حصول کا واسطہ نہ ہو اور نہ استدلال کے ذریعہ سے کسی علم کا حصول ہو۔

(۳) فرشتہ کی زبان سے وحی کا نزول ہو اور آپ فرشتہ کو دیکھ رہے ہوں اور اس سے کلام کر رہے ہوں۔

(۴) فرشتہ آپ کے دل میں کسی وحی کا القاء کرے جس وحی کے ساتھ قلب مخصوص ہو نہ کہ سماعت۔

(۵) آپ کی عقل کو کامل بنانا اور اس میں کوئی عارضہ نہ ہو۔

(۶) آپ کے حفظ کی قوت حتیٰ کہ آپ ایک طویل سورت سنتے ہیں اور اس کو ایک مرتبہ سن کر حفظ کر لیتے ہیں اور اس میں سے ایک حرف بھی نہیں بھولتے۔

(۷) اجتہادی مسائل میں آپ کے اجتہاد کو خطاء سے محفوظ رکھنا۔

(۸) آپ کی فہم کی ذکاوت حتیٰ کہ آپ متعدد چیزوں کا استنباط کرتے تھے۔
(۹) آپ کی بصر کی ذکاوت حتیٰ کہ آپ دور دراز کی چیزوں کو بھی دیکھ لیتے تھے۔
(۱۰) آپ کی سماعت کی ذکاوت حتیٰ کہ آپ انتہائی دور سے چیزوں کو سن لیتے تھے جن کو دوسرے لوگ نہیں سن سکتے تھے۔
(۱۱) آپ کے سونگھنے کی قوت کی ذکاوت، جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوسف علیہ السلام کی قمیص کو سونگھ کر کہا کہ مجھے یوسف علیہ السلام کی بو آ رہی ہے۔
(۱۲) آپ کی جسمانی قوت، حتیٰ کہ آپ ایک رات میں ایک ماہ کی مسافت کو طے کر لیتے تھے۔
(۱۳) آپ کا آسمانوں کی طرف عروج فرمانا۔
(۱۴) گھنٹی کی آواز کی صورت میں آپ کے پاس وحی کا آنا۔
(۱۵) بکری کا آپ سے باتیں کرنا۔
(۱۶) نباتات کا آپ سے باتیں کرنا۔
(۱۷) کھجور کے تنے کا آپ سے باتیں کرنا۔
(۱۸) پتھر کا آپ سے باتیں کرنا۔
(۱۹) بھیڑیئے سے آپ کا باتیں کرنا۔
(۲۰) اونٹ کا آپ سے باتیں کرنا۔
(۲۱) آپ متکلم کو دیکھے بغیر اس سے باتیں فرماتے۔
(۲۲) جنات کے مشاہدہ پر آپ کو قدرت عطا فرمانا۔
(۲۳) جو چیزیں غائب ہوں ان کو آپ کے سامنے متمثل کر دینا جیسے معراج کی صبح بیت المقدس کو آپ کے سامنے متمثل کر دیا۔
(۲۴) کسی چیز کے پیش آنے سے آپ کا اس سے متعلق علم جیسا کہ جب آپ کی اونٹنی حدیبیہ کے سفر میں رُک گئی تو آپ نے فرمایا: ہاتھیوں کو روکنے والے نے اس کو روک دیا۔
(۲۵) کسی شخص کے نام سے کسی معاملہ پر استدلال کرنا جیسا کہ جب آپ کے پاس سہیل بن عمرو آیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے اب معاملہ آسان ہو گیا۔
(۲۶) کسی آسمانی چیز کو دیکھ کر اس سے زمین کے حادثہ پر استدلال کرنا جیسا کہ آپ نے فرمایا: یہ بادل بنو کعب کی مدد کے لیے برسنے والا ہے۔
(۲۷) اپنے پس پشت دیکھنا۔
(۲۸) کسی مرنے والے کی موت سے پہلے اس کے کسی حال پر مطلع ہونا جیسا کہ آپ نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: میں نے دیکھا کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں اور وہ اس حال میں شہید ہوئے تھے کہ وہ جنبی تھے۔
(۲۹) آپ کے لیے ایسی چیزوں کا ظہور جس سے آپ مستقبل کی فتوح پر استدلال کریں، جیسا کہ خندق کے دن آپ نے فرمایا۔

(۳۰) دنیا میں جنت اور دوزخ پر آپ کا مطلع ہونا۔

(۳۱) الفراست۔

(۳۲) درختوں کا آپ کی اطاعت کرنا حتیٰ کہ درخت اپنی جڑوں اور ٹہنیوں کو کھینچتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے، پھر لوٹ آتے۔

(۳۳) ہرنی کا آپ سے شکایت کرنا کہ وہ اپنے چھوٹے بچے کو دودھ پلانے کے لیے جانا چاہتی ہے۔

(۳۴) خواب کی ایسی تعبیر بیان کرنا جس میں خطاء نہیں ہوتی تھی۔

(۳۵) کھجوروں کے متعلق اندازہ لگانا کہ فلاں درخت سے اتنے وثق کھجوریں اتریں گیں۔

(۳۶) احکام کی ہدایت دینا۔

(۳۷) دین اور دنیا کی ہدایت دینا۔

(۳۸) اس جہاں کی ہیئت اور اس کی ترکیب کے متعلق ہدایت دینا۔

(۳۹) انسانی بدن کی مصلحتوں کی طب کی اقسام کی ہدایت دینا۔

(۴۰) عبادت کی ادائیگی کے طریقوں کی ہدایت دینا۔

(۴۱) نفع بخش صنعتوں کی ہدایت دینا۔

(۴۲) مستقبل میں ہونے والے واقعات پر مطلع ہونا۔

(۴۳) گزشتہ واقعات پر مطلع ہونا جن کو آپ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیا۔

(۴۴) لوگوں کے اسرار اور ان کی چھپی ہوئی باتوں پر واقف ہونا۔

(۴۵) استدلال کے طریقوں کی تعلیم دینا۔

(۴۶) معاشرہ میں محبت کے ساتھ رہنے پر مطلع ہونا۔

علامہ الحلیمی نے کہا ہے کہ نبوت کے خصائص یہ چھیالیس ہیں اور ان خصائص میں سے ہر ایک پر مطلع ہونا علم پر موقوف ہے، پس جو مومن سچا خواب دیکھتا ہے تو اس کو نبوت کے ان چھیالیس خصائص میں سے کوئی ایک خاصیت اپنے مرتبہ کے متعلق حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ نبی علیہ السلام کے غیر کو بھی یہ خصائص حاصل ہوتے ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان خصائص میں بالکل خطاء نہیں کرتے اور دوسروں کو اس میں خطاء لاحق ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

(۶) امام غزالی کی تقریر

امام غزالی لکھتے ہیں: نبوت کی تعریف یہ ہے کہ نبی ان چیزوں کے ساتھ مختص ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں سے مفارق اور ممتاز ہوتا ہے، اور وہ انواع خواص سے مختص ہوتا ہے، ان میں سے یہ ہے کہ وہ ان حقائق امور کو جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات اور فرشتوں کی صفات اور دار آخرت سے متعلق ہے، اس طرح نہیں جس طرح دوسروں کو علم ہوتا ہے بلکہ نبی کے پاس بہت زیادہ معلومات ہوتی ہیں اور زیادہ یقین ہوتا ہے اور ایسی تحقیق ہوتی ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ہوتی۔

اور نبی کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے اس کے لیے افعالِ خارقہ مکمل ہوتے ہیں جیسے دوسروں کو صفت حاصل ہوتی ہے جس سے ان کی حرکاتِ اختیار یہ ثابت ہوتی ہیں۔

اور نبی کی ایک صفت ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے، جیسے کسی کی وہ صفت ہے جس سے وہ دیکھنے والے اور نابینا میں فرق کرتا ہے۔

اور نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ ان چیزوں کا ادراک کرتا ہے جو غیب میں واقع ہوتی ہیں اور اس صفت کے ساتھ لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے جیسے کسی کی وہ صفت ہوتی ہے جس سے ذہین آدمی کند ذہن سے ممتاز ہوتا ہے۔

سو یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات ہیں، اور ان میں سے ہر قسم کی متعدد اقسام ہیں جو چالیس سے پچاس تک حاصل ہو سکتی ہیں، اور ہمارے لیے یہ ممکن ہے کہ ہم ان کی چھیالیس اجزاء میں تقسیم کریں اس حیثیت سے کہ صحیح خواب ان میں سے کسی ایک کا جزو ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مومن کا سچا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ہوتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ نبوت کے چھیالیس خصائص ہیں اور نبوت کی چھیالیس صفات ہیں، تو جو مومن سچا خواب دیکھتا ہے وہ نبوت کے ان چھیالیس خصائص یا چھیالیس صفات میں سے کسی ایک خصوصیت یا کسی ایک صفت کا مظہر ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۵۱۔ ۱۵۳، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۔ بَابُ: الرُّؤْيَا مِنَ اللّٰهِ — خواب کا اللہ کی طرف سے ہونا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور خواب کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت تشریف اور تعظیم کے لیے ہے جیسے ''نَاقَةَ اللّٰهِ'' (الشمس: ۱۳) (اللہ کی اونٹنی)، اور جو خواب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو، اس کے متعلق ''حُلُم'' نہیں کہا جاتا، اور جو خواب شیطان کی طرف منسوب ہو اس کے متعلق ''رؤیا'' نہیں کہا جاتا، اور یہ شرعی تصرف ہے ورنہ ہر خواب کو ''رؤیا'' کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سعید ہیں، انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا، انہون نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: ''الرؤیا'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور ''الحُلُم'' شیطان کی طرف سے ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۲، ۵۷۴۷، ۶۹۸۴، ۶۹۸۶، ۶۹۹۵، ۶۹۹۶، ۷۰۰۵، ۷۰۴۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۱، سنن ترمذی: ۲۲۷۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۹، مسند احمد: ۲۲۰۵۸، موطا امام مالک: ۱۷۸۴، سنن دارمی: ۲۱۴۱)

صحیح البخاری: ۶۹۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس روایت کے مطابق اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس روایت میں خواب کی کوئی صفت نہیں بیان کی گئی۔ اور یہ احمد بن یحییٰ الحلوانی کی از یونس روایت ہے جو امام بخاری کے شیخ ہیں، اور کبھی اس کی روایت ہے "الرؤیا الصادقة من الله" یعنی سچے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے "الرؤیا الصالحه" اور اکثر روایات میں اسی طرح سے ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن یونس، یہ احمد بن یونس الیر بوعی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زُہیر، یہ ابن معاویہ ابو خیثمہ الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ ابن سعید الانصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ ابن عبد الرحمٰن بن عوف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقتادہ، یہ الحارث بن ربعی الانصاری ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطب میں از خالد بن مخلد گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الحُلُم" یہ لفظ پیش کے ساتھ ہے، اور اگر یہ لفظ زبر کے ساتھ ہو یعنی حَلَم تو اس کی جمع احلام آتی ہے، علامہ الزمخشری نے کہا ہے: الحالم اس سونے والے کو کہتے ہیں جو خواب میں کچھ دیکھتا ہے، اور جب وہ کچھ نہ دیکھے تو پھر اس کو حالم نہیں کہا جاتا۔ اور حِلم میں اگر حاء پر زیر ہو تو اس کا معنی برتن ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من الشیطان" اس کی اضافت شیطان کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ یہ خواب شیطان کی خواہش اور اس کی مراد کے مطابق ہوتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس خواب میں اس کے ذہن میں ایک خیال ڈالا جاتا ہے اور واقع میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۸۔ ۱۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ اللهِ فَلْيَحْمَدِ اللهَ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِهَا وَإِذَا رَأَى غَيْرَ ذَلِكَ مِمَّا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن خباب از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

يَكْرَهُ فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا وَلَا يَذْكُرْهَا لِأَحَدٍ فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ۔
(سنن ترمذی: ۳۴۵۳، مسند احمد: ۱۰۶۷۰)

جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جس کو وہ پسند کرے تو وہ خواب اللہ کی طرف سے ہے، سو اس کو چاہیے کہ اس خواب پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور اس کا شکر ادا کرے، اور وہ خواب بیان کرے اور جب اس کے سوا کوئی خواب دیکھے جو اس کو ناپسند ہو، تو یہ خواب شیطان کی طرف سے ہے، اس کو چاہیے کہ اس کے شر سے پناہ طلب کرے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے، تو اس خواب سے اس کو کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

صحیح البخاری: ۶۹۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ ''وہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن الہاد، یہ یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن عبداللہ بن شداد بن الہاد اللیثی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن خباب، یہ الانصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسعید، یہ سعید بن مالک الخدری ہیں۔

اس حدیث کی امام ترمذی اور امام نسائی نے ''کتاب الرؤیا'' میں قتیبہ سے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلیستعذ'' اور بعض نسخوں میں ہے ''فلیستعذ باللہ'' یعنی ناپسندیدہ خواب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا تضرہ'' اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے ''فانہا لن تضرہ'' یعنی پھر وہ خواب اسے ہرگز ضرر نہیں پہنچائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۸۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ڈراؤنے خواب کے ضرر سے بچنے کا طریقہ

ڈراؤنے خواب سے بچنے کے طریقہ میں چار چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس خواب کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے،

دوسری یہ کہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، اور تیسری یہ کہ جب وہ ڈر کر بیدار ہو تو بائیں جانب تین مرتبہ تھوکے، اور چوتھی یہ کہ وہ اس ڈراؤنے خواب کا کسی سے ذکر نہ کرے۔ اور امام بخاری نے باب ''القید فی المنام'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک پانچویں چیز بھی روایت کی ہے اور وہ یہ ہے کہ نماز پڑھے، اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ''پس جس نے خواب میں کوئی مکروہ اور ناپسندیدہ چیز دیکھی تو وہ اس کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور کھڑا ہو اور نماز پڑھے'' لیکن امام بخاری نے اس حدیث کے موصول ہونے کی تصریح نہیں کی، اور امام مسلم نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث موصول ہے۔ اور امام مسلم نے ایک چھٹی چیز بھی بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس کروٹ پر وہ لیٹا ہوا تھا، اس کروٹ کو تبدیل کر دے۔ اس حدیث کی عبارت یہ ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث نے بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن رمح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے خبر دی از ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص کوئی ڈراؤنا خواب دیکھے تو وہ اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوکے اور تین مرتبہ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، اور جس کروٹ پر لیٹا ہوا تھا، اس سے پلٹ کر دوسری کروٹ پر لیٹ جائے۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ ڈراؤنے اور برے خواب کے چھ آداب ہیں، چار تو وہ ہیں جو گزر گئے اور دو میں سے ایک نماز پڑھنا ہے اور دوسرا کروٹ بدلنا ہے، اور میں نے بعض شروح میں دیکھا انہوں نے ایک ساتواں ادب بھی ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ آیۃ الکرسی پڑھے، لیکن اس کی انہوں نے کوئی سند نہیں بیان کی اور انہوں نے اس کو اس حدیث سے نکالا ہے جس میں آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آیۃ الکرسی پڑھو تو شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔

مذکورہ چھ آداب کی حکمتیں

(۱) شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی جو پناہ طلب کی جاتی ہے تو یہ واضح ہے، کیونکہ ہر ناپسندیدہ امر کے وقت شیطان سے پناہ طلب کی جاتی ہے۔

(۲) رہا شیطان کے شر سے پناہ طلب کرنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض احادیث میں یہ واقع ہوا ہے کہ مکروہ خواب بھی شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان آدمی کو غمزدہ کرنے کے لیے اس کے دماغ میں ایسے خیالات ڈالتا ہے جس سے وہ ڈر جاتا ہے۔

(۳) رہا بائیں جانب تین بار تھوکنا، تو قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ علیہ نے اس کی وجہ بیان کی ہے، یہ شیطان کو بھگانے کے لیے حکم دیا گیا ہے، کیونکہ مکروہ خواب دیکھتے وقت شیطان حاضر ہو جاتا ہے، تو بائیں جانب تھوک کر شیطان کی تحقیر کی جائے اور بائیں جانب کو اس لیے مخصوص کیا کہ نجاستوں کا محل بائیں جانب ہوتی ہے، اور تین مرتبہ تھوکنے کا جو حکم دیا ہے وہ تاکید کے لیے ہے۔ اس کے لیے تین الفاظ وارد ہیں ''التفث، التفل، البصق'' التفث اور التفل دونوں کا ایک معنی ہے اور یہ بغیر تھوک کے نہیں ہوتے، امام ابو عبید نے کہا ہے ''التفل'' میں معمولی سا تھوک ہوتا ہے، اور ''التفث'' میں تھوک نہیں ہوتا۔

(۴) رہا برے خواب کے بعد نماز پڑھنے کا حکم، تو نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے، نیز نماز میں تکبیر تحریمہ ہوتی ہے جس میں بری باتوں سے پناہ ہوتی ہے اور نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کامل ہوتی ہے، اور کیونکہ نمازی سجدہ میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

(۵) رہا کروٹ بدلنا، تو یہ نیک فال کے لیے ہے کہ اس برے حال سے اپنے آپ کو پلٹ دے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: ان روایات کو جمع کرنا چاہیے اور سب پر عمل کرنا چاہیے، اگر اس نے کسی ایک پر اقتصار کیا تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے دفع ضرر کے لیے وہ کافی ہوگا۔ علامہ المہلب نے کہا ہے: شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا، اس کے شر کو دفع کرنے کے لیے کافی ہے اور انہوں نے اس کا استنباط درج ذیل آیت سے کیا ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ (النحل: ۹۸۔۹۹)

پس (اے رسول مکرم!) جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں O بے شک جو لوگ ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں ان پر اس کا کوئی تسلط نہیں ہے O

علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی متوفی ۶۵۶ھ، نے ''المفہم شرح مسلم'' میں لکھا ہے:

نماز ان تمام امور کی جامع ہے، کیونکہ جب بندہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا تو وہ اپنی کروٹ سے منتقل ہو گیا اور جب اس نے وضو میں کلی کی تو اس نے تھوکا اور قرآن کی تلاوت سے پہلے اس نے ''اعوذ باللہ'' پڑھا تو یہ شیطان سے پناہ کی طلب ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے اس نے اقرب احوال میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ اپنے احسان اور اپنے کرم سے اس کو شیطان کے شر سے پناہ عطا فرمائے گا۔

اور برے خواب سے پناہ کی طلب میں امام سعید بن منصور، امام ابن ابی شیبہ اور امام عبد الرزاق نے اسانید صحیحہ کے ساتھ ابراہیم النخعی سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: جب تم میں سے کوئی ایک خواب میں مکروہ چیز دیکھے تو جب وہ بیدار ہو تو کہے ''میں اس ذات کی پناہ طلب کرتا ہوں جس ذات کی پناہ اللہ کے فرشتے اور اس کے رسول طلب کرتے ہیں اپنے اس خواب کے شر سے کہ اس خواب کا شر میرے دین اور دنیا میں اثر انداز ہو''۔

ڈراؤنا خواب دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کے متعلق امام مالک نے یہ حدیث روایت کی ہے:

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں خواب میں ڈر جاتا ہوں، تو آپ نے فرمایا: تم یہ دعا کرو: ''اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر غضبه وعذابه وشر عبادہ من ہمزات الشیطان وان یحضرون'' (میں اللہ تعالیٰ کے غضب کے شر سے اور اس کے عذاب کے شر سے اور بندوں کے شر سے اور شیطان کے وسوسوں کے شر سے اور شیطان کے حاضر ہونے کے شر سے اللہ تعالیٰ کے کلمات تامات کی پناہ میں آتا ہوں)۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۵۵۔۱۵۶، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۔ بَابٌ: اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ

نیک خواب نبوت کے چھیالیس (۴۶) اجزاء میں سے ایک جزو ہے، اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ نسفی نے اپنے نسخہ میں اس

عنوان کو حذف کر دیا ہے اور اس باب کی احادیث کو اس سے پہلے باب میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ وَأَثْنَى عَلَيْهِ خَيْرًا لَقِيتُهُ بِالْيَمَامَةِ عَنْ أَبِيهِ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا حَلَمَ فَلْيَتَعَوَّذْ مِنْهُ وَلْيَبْصُقْ عَنْ شِمَالِهِ فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ وَعَنْ أَبِيهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی اور ان کی اچھائی کے ساتھ تحسین کی، میری ان سے یمامہ میں ملاقات ہوئی، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں ابو سلمہ نے حدیث بیان کی، از حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: نیک خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور حلم شیطان کی طرف سے ہے، پس جب آدمی یہ خواب دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرے اور اپنی بائیں جانب تھوکے تو اس کو یہ خواب ضرر نہیں دے گا۔

اور ان کے باپ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن ابی قتادہ نے حدیث بیان کی از والد خود از نبی ﷺ اسی حدیث کی مثل۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۲، ۵۷۴۷، ۶۹۸۴، ۶۹۸۶، ۶۹۹۵، ۶۹۹۶، ۷۰۰۵، ۷۰۴۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۱، سنن ترمذی: ۲۲۷۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۹، مسند احمد: ۲۲۰۵۸، موطا امام مالک: ۱۷۸۴، سنن دارمی: ۲۱۴۱)

صحیح البخاری: ۶۹۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں نیک خواب کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی نیک خواب کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن یحییٰ بن ابی کثیر کا ذکر ہے، یہ یمانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "واثنی علیہ خیرا"، یعنی مسدد نے عبد اللہ بن یحییٰ کی اچھے کلمات کے ساتھ تحسین کی، اور یہ جملہ حالیہ ہے، یعنی جس وقت ان سے حدیث کی روایت کی، اس وقت ان کی تحسین کی۔ نیز اسحاق بن اسرائیل نے بھی ان کی تحسین کی جیسا کہ الاسماعیلی نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے، انہوں نے کہا کہ عبد اللہ بن یحییٰ بن ابی کثیر تمام لوگوں میں سب سے بہتر تھے اور متقی اور دین دار تھے۔

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "لقیتہ بالیمامة" یعنی مسدد نے کہا: میں عبداللہ بن یحییٰ سے یمامہ میں ملا۔ الجوہری نے کہا: یمامہ ایک شہر ہے جس کا نام "الجو" تھا، اور علامہ کرمانی نے کہا: یہ شہر مکہ اور یمن کے درمیان ہے۔

اور الجوہری نے کہا: یمامہ ایک باندی کا نام ہے جس کا نام زرقاء تھا، اور اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور وہ تین دن کی مسافت سے کسی سوار کو دیکھ لیتی تھی تو مثل مشہور ہوگئی کہ فلاں شخص زرقاء سے زیادہ دیکھنے والا ہے۔

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ عبدالرحمٰن بن عوف کے بیٹے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقتادہ، یہ الحارث بن ربعی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فلیتعوذ منه" یعنی جب کوئی شخص حلم دیکھے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، کیونکہ وہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ولیبصق" یعنی اپنی بائیں طرف تھوک دے تاکہ شیطان بھاگ جائے جس نے یہ ناگوار خواب دکھایا اور تھوکنا اس کی تحقیر کے لیے ہے، اور بائیں جانب کو اس لیے خاص کیا ہے کہ تمام گھناؤنی اور مکروہات بائیں جانب ہوتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۹۹۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۴، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۳، مسند احمد: ۱۱۸۶۳)

صحیح البخاری: ۶۹۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ جو باب کا عنوان ہے وہ بعینہٖ اس حدیث میں مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں غندر کا ذکر ہے، ان کا نام محمد بن جعفر ہے۔

اس حدیث کی امام مسلم نے بھی "تعبیر الرؤیا" میں روایت کی ہے۔ اور امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی اس کی "کتاب

الرؤیا" میں روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ وَرَوَاهُ ثَابِتٌ وَحُمَيْدٌ وَإِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَشُعَيْبٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

اور اس حدیث کی ثابت اور حمید نے اور اسحاق بن عبد اللہ اور شعیب نے از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ روایت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۹۹۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۴، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۳، مسند احمد: ۱۱۸۶۳)

صحیح البخاری: ۶۹۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور اس حدیث کے رجال کا بھی کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے، اور اس حدیث کی روایت میں امام بخاری متفرد ہیں۔

یعنی اس حدیث کی ان چاروں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۹۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی اور دراوردی نے از یزید از عبد اللہ بن خباب از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۹۹۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۴، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۳، مسند احمد: ۱۱۸۶۳)

صحیح البخاری: ۶۹۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن حمزہ کا ذکر ہے، وہ ابو اسحاق القرشی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی حازم کا ذکر ہے، وہ عبدالعزیز ہیں اور ابوحازم کا نام سلمہ بن دینار ہے۔اور اس حدیث کی سند میں الدراوردی کا ذکر ہے، وہ عبدالعزیز بن محمد بن عبید ہیں، اور دراوردی میں ''دراورد'' کی طرف نسبت ہے، یہ خراسان کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔اور اس حدیث کی سند میں یزید کا ذکر ہے، یہ ابن الہاد ہیں۔اور اس سند کے تمام راوی مدنی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مِن النبوۃ'' اور اس حدیث کی تمام سندوں میں نبوت کا ذکر ہے اور کسی سند کے ساتھ بھی نبوت کے بجائے لفظِ رسالت کا ذکر نہیں ہے۔اور اس میں راز یہ ہے کہ رسالت نبوت پر فائق اور زائد ہوتی ہے، کیونکہ رسالت کا منصب ہے مکلفین کو احکام پہنچانا، اور نبوت صرف بعض مغیبات پر مطلع ہونے کا نام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۸۹، کی شرح از علامہ قسطلانی

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں:

سچے خواب کا اجزاءِ نبوت میں سے ایک جزو ہونے کا بیان

اس باب کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مومن کا سچا خواب، یا مومن کا نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جو مومن سچا خواب دیکھے کیا وہ نبی کا چھیالیسواں حصہ بن جاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق مجازی ہے، اس سے مراد حقیقت نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نبوت منقطع ہوگئی، اور نبوت کا جزو نبوت نہیں ہوتا جیسا کہ نماز کا جزو نماز نہیں ہے، مثلاً قرآن کی تلاوت نماز کا جزو ہے مگر قرآن کی تلاوت نماز نہیں ہے، اسی طرح سچا خواب نبوت کا جزو ہے مگر سچا خواب دیکھنے والا نبی کا جزو نہیں ہے، ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر سچا خواب دیکھیں تو وہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور شخص نیک خواب دیکھے تو وہ علمِ نبوت کا ایک حصہ ہے، اس لیے کہ اگرچہ نبوت منقطع ہو چکی ہے لیکن اس کا علم باقی ہے۔

اور امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا: کیا ہر شخص خواب کی تعبیر بیان کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: کیا نبوت کے ساتھ کھیلا جائے گا؟، پھر کہا کہ خواب نبوت کا جزو ہے، پس نبوت کے ساتھ کھیل نہ کیا جائے۔

اور امام مالک کے قول کی شرح میں یہ کہا گیا ہے کہ امام مالک کی یہ مراد نہیں ہے کہ نبوت باقی ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ سچا خواب

نبوت کے مشابہ ہے اس جہت سے کہ نبوت بعض غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے اور خواب میں بھی بعض غیوبات پر اطلاع ہوتی ہے، لہٰذا بغیر علم کے خواب کی تعبیر میں کلام نہ کیا جائے۔

سچے خواب کا نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہونے کا بیان

بعض علماء نے اس کی توجیہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خواب میں چھ ماہ وحی فرمائی، پھر اس کے بعد آپ کی طرف بقیہ مدتِ حیات میں بیداری میں وحی نازل فرمائی، اور بیداری کی وحی کی نسبت خواب کی وحی کی طرف چھیالیسواں حصہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوت کے بعد تیئیس سال زندہ رہے، پس چھ مہینے سال کا آدھا حصہ ہیں، سو یہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک حصہ ہے، یعنی خواب کی وحی بیداری کی وحی کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

اور علامہ المازری نے یہ کہا ہے کہ خواب کا نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہونا یہ وہ چیز ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا ہے اور عام لوگوں کو اس پر مطلع نہیں فرمایا، اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے: نبوت کے اجزاء کی حقیقت کا علم صرف نبی کو ہے یا فرشتہ کو، اور وہ مقدار کہ جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ خواب اجزاء نبوت میں سے ایک جزو ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں بھی غیب پر اطلاع ہوتی ہے اور نبوت میں بھی غیب پر اطلاع ہوتی ہے۔

نیز علامہ المازری نے کہا ہے: عالم کے لیے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ ہر چیز کو اجمالاً اور تفصیلاً جانے، پس اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کردی ہے جس حد پر جا کر عالم کا علم ٹھہر جاتا ہے، سو بعض چیزوں کو وہ اجمالاً جانتا ہے تفصیلاً نہیں جانتا، اور سچے خواب کا نبوت کا جزو ہونا بھی اسی قبیل سے ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت نہ فرمائی ہو اس کے درپے نہیں ہونا چاہیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سچا خواب نبوت کا جزو ہے، ہمیں اس پر یقین رکھنا چاہیے، لیکن اس کی کیا کیفیت ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مطلع نہیں فرمایا، لہٰذا اس کے علم کے پیچھے ہمیں نہیں پڑنا چاہیے۔ (ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ج ۱۴ ص ۴۸۲، ۴۸۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵- بَابُ: اَلْمُبَشِّرَاتِ — خوش کرنے والی چیزوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں المبشّرات کا بیان ہے، اور مبشّرات، مبشّرۃ کی جمع ہے۔

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: مبشّرات کا معنی ''البُشریٰ'' ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (یونس: ۶۴) ان کے لیے دنیا کی زندگی میں (بھی) بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے تصریح کے ساتھ از ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن از عباد بن ثابت

روایت کی ہے کہ اس آیت میں بشارت سے مراد نیک خواب ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۵۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس طرح نہیں ہے، کیونکہ "بُشْرٰی" بشارت کے معنی میں اسم ہے، اور مبشرات اسم فاعل ہے جو باب تبشیر سے ہے اور اس کا معنی ہے: سرور اور خوشی کو داخل کرنا، اور مراد مبشرات سے یہاں پر نیک خواب ہیں، اور اس کی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (یونس: ۶۴) ان کے لیے دنیا کی زندگی میں (بھی) بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔

اس کی تفسیر میں وارد ہے کہ اس سے مراد نیک خواب ہیں، اس حدیث کی امام ترمذی، امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور امام حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور یہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کی حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے بالآخر وہی بات لکھی ہے جس کو حافظ ابن حجر عسقلانی پہلے لکھ چکے تھے بلکہ وہیں سے انہوں نے اس بات کو نقل کیا ہے، پھر حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرنے کی وجہ نا قابل فہم ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۹۹۰ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہی ہیں، صحابہ نے پوچھا: وہ مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: نیک خواب۔

(صحیح مسلم: ۴۷۹، سنن ترمذی: ۲۲۷۲، سنن نسائی: ۱۰۴۵، سنن ابوداؤد: ۸۷۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۹، مسند احمد: ۱۴۳۱۲، موطا امام مالک: ۱۷۸۳، سنن دارمی: ۱۳۲۵)

صحیح البخاری: ۶۹۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان اور حدیث دونوں میں مبشرات کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، وہ الحکم بن نافع ہیں، اور امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لم یبق من النبوۃ الا المبشرات" یعنی نبوت میں سے صرف مبشرات باقی بچی ہیں، صحابہ نے پوچھا: اور مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ نیک خواب ہیں۔

مبشرات کی حدیث پر اعتراضات کے جوابات

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جس شخص نے نیک خواب دیکھا کیا اس کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کو نبوت کا کوئی جزو حاصل ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبوت کا جزو نبوت نہیں ہے، کیونکہ کسی چیز کا جزو اس چیز کا غیر ہوتا ہے اور نہ وہ اس چیز کا عین ہوتا ہے اور نہ غیر ہوتا ہے۔ یعنی نہ من کل الوجوہ عین ہوتا ہے اور نہ من کل الوجوہ غیر ہوتا ہے۔

اس جگہ دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ نیک خواب اس سے عام ہے کہ وہ خوشخبری دینے والا ہو یا ڈرانے والا ہو، کیونکہ کبھی کسی آدمی کی نیکی اور صلاح کا حصول اس کو ڈرانے پر موقوف ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ خواب بھی مبشر کی طرف رجوع کرتا ہے، ہاں اس خواب سے وہ خواب خارج ہو جائے گا جس میں بالکل صلاحیت نہ ہو نہ صورتاً اور نہ تعبیراً۔

اس اعتراض کا جواب کہ مستقبل کے واقعات کا علم مبشرات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ علم الہام سے بھی حاصل ہو جاتا ہے

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میری موت سے وحی منقطع ہو جائے گی اور خواب کے سوا کوئی ایسی چیز باقی نہیں بچے گی جس سے مستقبل کے واقعات کا علم ہو سکے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس پر الہام سے اعتراض ہوتا ہے، کیونکہ الہام میں بھی مستقبل میں ہونے والے واقعات کی خبر ہوتی ہے۔ اور انبیاء کے لیے الہام وحی کے معنی میں ہے جیسے انبیاء کا خواب وحی کے معنی میں ہوتا ہے اور غیر انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی الہام ثابت ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مذکور ہے کہ پچھلی امتوں میں محدَّث ہوا کرتے تھے اور دال کی زبر کے ساتھ محدَّث کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ مُحدَّث وہ شخص ہوتا ہے جس پر الہام کیا جاتا ہے، اور بہ کثرت اولیاء اللہ نے امور مغیبہ کی خبریں دیں اور اسی طرح وہ امور واقع ہوئے جس طرح انہوں نے خبریں دی تھیں۔

اس اعتراض کا یہ جواب ہے کہ نیند میں جو رؤیاء صالحہ کا حصر ہے وہ اس لیے ہے تاکہ وہ عام مومنین کو بھی شامل ہو جائے، اس کے برخلاف الہام بعض مومنین کے ساتھ مخصوص ہے اور مخصوص ہونے کے علاوہ وہ نادر ہے۔

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے کہ خواب کو مبشرات کے ساتھ تعبیر کرنا بطور اکثر اور اغلب کے ہے، کیونکہ بعض خواب ڈرانے والے ہوتے ہیں اور وہ سچے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ مومن کو وہ خواب اس لیے دکھاتا ہے تاکہ مومن اس ڈراؤنی چیز کے واقع ہونے سے پہلے اپنی اصلاح کر لے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۹۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد والے خواب مبشّرات ہیں

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مطلقاً خواب مبشّرات ہوتے ہیں بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مومن جو خواب دیکھیں گے وہ مبشّرات ہوں گے۔

امام مسلم اور امام ابوداؤد اور امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کھولا اور اس مرض کی وجہ سے آپ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی جس مرض میں آپ کی وفات ہوگئی، اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صف باندھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! نبوت میں سے صرف مبشّرات باقی رہ گئے ہیں اور یہ نیک خواب ہیں جن کو خود مسلمان دیکھتا ہے یا مسلمان کے لیے وہ خواب دیکھے جاتے ہیں۔

اور امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد نبوت میں سے صرف نیک خواب باقی رہ جائیں گے۔

کسی چیز کا جز و اس چیز کے وصف کو مستلزم نہیں ہے

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک خواب نبوت کا جز و ہیں، تو جو مسلمان نیک خواب دیکھے کیا اس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ نبوت کے جز و کا حامل ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا جز و اس کو مستلزم نہیں ہوتا کہ اس جز و کے اندر بھی اس چیز کا وصف پایا جائے، جیسے ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ'' بلند آواز سے کہنا اذان کا جز و ہے، اب اگر کوئی شخص بلند آواز سے ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ'' کہے تو اس کو موذن نہیں کہا جائے گا، اسی طرح تلاوتِ قرآن نماز کا جز و ہے، لیکن جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو اس کو نمازی نہیں کہا جائے گا۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ المہلب اور علامہ ابن التین کی عبارات نقل کی ہیں اور یہ وہی عبارات ہیں جن کو ہم علامہ عینی کے حوالہ سے اس سے پہلے لکھ چکے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۵۸۔ ۱۵۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۔ بَابٌ: رُؤْيَا يُوسُفَ

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا بیان ہے اور نسفی کے نسخہ میں مذکور ہے یوسف بن یعقوب بن ابراہیم خلیل الرحمٰن صلوات اللہ علیہم وسلامہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب یوسف نے اپنے والد سے کہا: اے میرے ابا! بے شک میں نے گیارہ ستاروں، اور سورج اور

سٰجِدِیْنَ ۞ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤی اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۞ وَ كَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤی اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤی اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۞ (یوسف: ۴۔۶)

چاند کو دیکھا، میں نے دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں O (باپ نے) کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے، بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے O اور اسی طرح تمہارا رب تمہیں چن لے گا اور تمہیں خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمائے گا اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت کو مکمل فرمائے گا جس طرح اس سے پہلے اس نے اس نعمت کو تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر مکمل فرمایا تھا، بے شک تمہارا رب خوب جاننے والا نہایت حکمت والا ہے O

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ؗ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۞ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۞ (یوسف: ۱۰۰۔۱۰۱)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور یوسف علیہ السلام نے کہا:) اے میرے باپ! یہ میرے اس پہلے خواب کی تعبیر ہے، بے شک میرے رب نے اس کو سچ کر دکھایا، اور بے شک اس نے مجھ پر احسان فرمایا جب اس نے مجھ کو قید سے رہائی دی، اور شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جو عناد پیدا کر دیا تھا اس کے بعد آپ سب کو گاؤں سے لے آیا، بے شک میرا رب جو چاہتا ہے وہ حسن تدبیر سے کرتا ہے، بے شک وہ بے حد علم والا، بہت حکم والا ہے O اے میرے رب! تو نے مجھے (مصر کی) حکومت عطا کی اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا، اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے، مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھانا، اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دیناO

آیاتِ مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی

اس آیت میں ارشاد ہے" اِذْ قَالَ " یعنی یاد کیجئے جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا، یعنی حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام سے کہا۔

اس آیت میں ارشاد ہے:" اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا "" كَوْكَبًا " میں نصب بر بنائے تمیز ہے اور ان گیارہ ستاروں کے نام یہ ہیں:

جرثان، طارق، الذیال، ذو الکتفین، ذو القابس، وثاب، عمودان، الفلیق، المصبح، الضروح، ذو الفرغ۔

اس آیت میں ارشاد ہے" رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ " اب یہاں پر سوال ہے کہ یہ ستارے تو غیر ذوی العقول ہیں تو بظاہر یوں ہونا

چاہیے تھا" رایتھا ساجدۃ"۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کا وصفِ سجود بیان کیا جو کہ ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے تو ان ستاروں پر ذوی العقول کے حکم کو جاری کر دیا، گویا کہ وہ ستارے عقل والے ہیں۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان ستاروں کو سجدہ کرتے ہوئے اس وقت دیکھا جب ان کی عمر بارہ سال تھی، ایک قول یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور ان کے بھائیوں کے مصر میں آنے کی درمیانی مدت چالیس سال ہے، اور ایک قول ہے کہ اسی (۸۰) سال ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے "عَلٰۤی اِخْوَتِكَ" یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں اور ان کے نام یہ ہیں:

یھوذا، روبیل، دیالون، شمعون، لاوی، یشجر، دینہ، دان، نفتال، جاد، آشر۔

اس آیت میں ارشاد ہے "فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا" سو وہ آپ کو ہلاک کرنے کے لیے کوئی مکر اور سازش کریں گے۔

اس آیت میں ارشاد ہے "یَجْتَبِیْكَ" یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو فضیلت عطا فرمائے گا۔

اس آیت میں ارشاد ہے "مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ" یعنی آپ کو خوابوں کی تعبیروں کا علم عطا فرمائے گا۔

اس آیت میں ارشاد ہے "وَیُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ" یعنی آپ تک دنیا اور آخرت کی نعمت کو پہنچا دے گا۔

اس آیت میں ارشاد ہے "اَبَوَیْكَ" اس سے مراد ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے دادا اور دادا کے والد۔

اس آیت میں ارشاد ہے "هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ" یعنی جو میں نے خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں، اب اس کی یہ تعبیر ہے کہ یہ گیارہ بھائی مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے "اَحْسَنَ بِیْۤ" یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

اس آیت میں مذکور ہے "مِّنَ الْبَدْوِ" یعنی تم کو گاؤں سے لے آیا، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی گاؤں میں رہتے تھے اور محنت مزدوری کرتے تھے، مویشی چراتے تھے، وہ دیہات سے شہر کی طرف منتقل ہوتے تھے۔

اس آیت میں ارشاد ہے "مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ" یعنی جب شیطان نے ہمارے درمیان فساد ڈال دیا۔

اس آیت میں ارشاد ہے "لَطِیْفٌ" یعنی اللہ تعالیٰ لطف کرنے والا ہے اور جس طرح چاہے اس طرح پیدا کرنے والا ہے اور تمام دقائق امور کا جاننے والا ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے "مِنَ الْمُلْكِ" یعنی مصر کے ملک سے۔

اس آیت میں ارشاد ہے "تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ" یعنی خواب کی تعبیروں کا علم۔

اس آیت میں ارشاد ہے "فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ" یعنی اے آسمانوں کے پیدا کرنے والے اور زمین کے پیدا کرنے والے تو میرا متولی ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے "تَوَفَّنِیْ" یعنی میری روح کو اپنی طرف قبض فرمالے اور مجھے نیکوں کے ساتھ ملا دے، یعنی میرے ان آباء کے ساتھ جو انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں وفات دی اور ایک تابوت کے اندر دریائے نیل میں دفن کر دیا گیا۔ اور جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات ہوئی تو ان کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ فَاطِرٌ وَالْبَدِيعُ وَالْمُبْدِعُ وَالْبَارِئُ وَالْخَالِقُ۔ یعنی امام بخاری نے کہا کہ ''فاطر اور بدیع اور مبدع اور باری اور الخالق، ان تمام الفاظ کا ایک معنی ہے۔

تعلیقِ مذکور پر اعتراض

بعض محققین نے کہا ہے کہ امام بخاری کا یہ دعویٰ کرنا ممنوع ہے کہ ان الفاظ کا معنی ایک ہے۔

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے ان محققین پر رد کیا ہے اور کہا ہے کہ امام بخاری کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ ان الفاظ کے معانی کے حقائق واحد ہیں، بلکہ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ یہ تمام معانی ایک معنی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ معنی ہے ''جو چیز پہلے موجود نہ ہو، اس کو موجود کرنا''۔

علامہ بدرالدین عینی، حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ یہ تمام الفاظ واحد ہیں، اور امام بخاری کا ان سب کو واحد کہنا اس تاویل کے منافی ہے، جب کہ ان الفاظ کے معانی مختلف ہیں۔

''فاطر'' کا لفظ فطر سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: کسی چیز کو ابتداءً بغیر نمونہ کے پیدا کرنا، یہ علامہ الجوہری کا قول ہے، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے پہلے ''فاطر السمٰوٰت والارض'' کے معنی کا پتا نہیں تھا، حتیٰ کہ میرے پاس دو دیہاتی ایک کنویں کے متعلق لڑتے ہوئے آئے، ان میں سے ایک نے کہا ''انا فطرتها'' یعنی میں نے ابتداءً اس کنویں کھودا ہے۔

''البدیع'' کا معنی ہے: ایسا خالق جو کسی چیز کو پیدا کرے اور اس کی پہلے مثال نہ ہو، اور فعیل مفعِل کے معنی میں ہے، کہا جاتا ہے ''ابدع فهو مبدع'' اور بعض بخاری کے نسخوں میں ''مبدع'' کا لفظ ہے۔

''الباری اور الخالق'' علامہ الطیبی نے کہا ہے کہ ''الخالق البارئ المصور'' یہ تمام الفاظ مترادف ہیں اور یہ وہم ہے، کیونکہ خالق کا لفظ خلق سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: تقدیرِ مستقیم۔ اور ''البارئ'' کا لفظ البرء سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز کا دوسری چیز سے خالص ہونا، اسی وجہ سے عرب کہتے ہیں ''برئ من مرضه'' یعنی وہ اپنی بیماری سے خالص ہو گیا، یا اس کا معنی ہے: پیدا کرنا، اور اسی سے کہا جاتا ہے ''برء الله النسمة'' یعنی اللہ تعالیٰ نے روح کو پیدا کیا، اور اللہ تعالیٰ روح کے لیے ''البارئ'' ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ''البارئ'' کا معنی ہے: جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور وہ تفاوت اور تنافر سے بری تھی۔

حافظ ابن حجر کی طرف سے علامہ عینی کے اعتراضِ مذکور کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

علامہ عینی نے اپنے اعتراض کی عبارت میں خود اپنا رد کر دیا ہے، کیونکہ علامہ عینی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام الفاظ ایک معنی کی طرف رجوع کرتے ہیں اگرچہ ان کی عبارت مختلف ہے اور یہی بات حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہی ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۵۹، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

''البارئ''میں راء کی جگہ دال بھی ہے یعنی''البادی''اور ہمارے زمانہ کے بعض شارحین کا یہ زعم ہے کہ صحیح لفظ راء کے ساتھ ہے یعنی''البارئ''اور دال کے ساتھ یعنی''البادی'' یہ وہم ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان پر رد کیا ہے کہ بعض روایات میں اسماءِ حسنیٰ سے''المبدء''وارد ہے، اور سورۃ العنکبوت میں مذکور ہے:''اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ۔(العنکبوت:۱۹)''(کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداءً مخلوق کو پیدا کیا، پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا کرے گا)، پھر کہا''فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ۔(العنکبوت:۲۰)''(پس غور کرو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداءً مخلوق کو پیدا کیا ہے)، پس پہلے لفظ سے اسمِ فاعل''مبدء''ہے اور دوسرے لفظ سے اسمِ فاعل ''بادء''ہے۔(حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت ختم ہوئی)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو یہ رد کیا ہے اس پر بھی اعتراض ہے جو مخفی نہیں ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے کہا''من البدء: اس کا معنی ہے: بادئۃ''یعنی وہ گاؤں سے آئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب کس کے سامنے بیان کیا جائے اور کس کے سامنے نہ بیان کیا جائے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ قرآن مجید میں جو کواکب کا ذکر ہے، اس سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں، اور شمس سے مراد ان کی والدہ ہیں، اور قمر سے مراد، ان کے والد ہیں۔

اور قتادہ اور دوسروں نے کہا: شمس سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ستاروں سے، شمس سے اور قمر سے خبر دی ہے، یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا اور ان کی خالہ نے سجدہ کیا اور ان کے والد نے سجدہ کیا۔ اور سلیمان سے مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور اس کی تعبیر کے درمیان چالیس سال کا عرصہ ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا کہ''تم اپنے بھائیوں کے سامنے یہ خواب بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف سازش کریں گے''حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ اس لیے فرمایا کہ ان کو اس خواب کی تعبیر کا علم تھا، انہیں خطرہ ہوا کہ ان کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کریں گے اور ان کا حسد حضرت یعقوب علیہ السلام پر ظاہر ہو گیا تھا، اور یہ اس بات کی اصل ہے کہ خواب اس شخص کے سامنے نہ بیان کیا جائے جو شفیق اور خیر خواہ نہ ہو، اور نہ اس کے سامنے خواب بیان کیا جائے جو اچھی طرح تعبیر نہ بتا سکتا ہو۔(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۔ بَابُ: رُؤْيَا إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا بیان کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيٓ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيٓ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۚ قَالَ يٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِينَ ۝ فَلَمَّآ أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ أَنْ يّٰٓإِبْرٰهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ (الصافات: ۱۰۲۔۱۰۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، اب تم سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس (بیٹے) نے کہا: اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، آپ ان شاء اللہ! مجھے عنقریب صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے ○ سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا ○ اور ہم نے ابراہیم کو نداء کی کہ اے ابراہیم ○ بے شک آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ○

قَالَ مُجَاهِدٌ: أَسْلَمَا سَلَّمَا مَا أُمِرَا بِهِ۔ وَتَلَّهُ وَضَعَ وَجْهَهُ بِالْأَرْضِ

مجاہد نے کہا: اس آیت میں ''اسلما'' کا معنی ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا تھا، اس کو ان دونوں نے تسلیم کر لیا، اور ''وتلہٗ'' کا معنی ہے: انہوں نے اس کی پیشانی کو زمین پر رکھ دیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے نہ اس باب میں کسی حدیث کو ذکر کیا ہے اور نہ اس سے پہلے باب میں کسی حدیث کی روایت کی۔ اور امام بخاری کو ان دونوں بابوں کے عنوان کے متعلق کسی حدیث کو روایت کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے

کوئی بیٹا عطا کیا تو وہ اس کو ذبح کر کے قربانی دیں گے، پھر انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنی نذر پوری کریں۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح ہونے کے متعلق اہلِ کتاب کی روایت

۱۸۲۳۶: امام ابن ابی حاتم نے از سدی روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام سے کہا: ہمارے ساتھ چلو، ہم ایک قربانی پیش کرتے ہیں اور انہوں نے رسی لی اور چھری لی، پھر ان کو لے گئے حتیٰ کہ جب پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو حضرت اسحاق علیہ السلام نے کہا: اے ابا جان! آپ کی قربانی کہاں ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تم قربانی ہو اے میرے بیٹے! مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ (الصافات: ۱۰۲-۱۰۵)

جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، اب تم سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس (بیٹے) نے کہا: اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، آپ ان شاء اللہ! مجھے عنقریب صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے O سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا O اور ہم نے ابراہیم کو ندا کی کہ اے ابراہیم O بے شک آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔

پس حضرت اسحاق علیہ السلام نے کہا کہ آپ مجھے رسیوں سے اچھی طرح باندھ دیں حتیٰ کہ ذبح کے وقت میرا جسم مضطرب نہ ہو اور اپنے کپڑوں کو بچا کر رکھیں حتیٰ کہ میرے خون کی چھینٹیں آپ کے کپڑوں پر نہ پڑیں، ورنہ حضرت سارہ میرے خون کی چھینٹیں آپ کے کپڑوں پر دیکھ کر غمگین ہوں گی اور میرے حلق پر چھری جلدی سے چلائیں تاکہ میں آسانی سے ذبح ہو جاؤں، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح کیا اور وہ رو رہے تھے اور چھری کو ان کے حلقوم پر چلایا تو چھری نہیں چلی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کے حلق کے اوپر پیتل یا تانبے کا ایک پترا رکھ دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو پیشانی کے بل اوندھا لٹایا اور ان کی گردن پر چھری چلائی اور یہ ان آیات کا مصداق ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ (الصافات: ۱۰۳-۱۰۴)

سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا O اور ہم نے ابراہیم کو ندا کی کہ اے ابراہیم O

پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو وہاں پر ایک مینڈھا تھا، پس انہوں نے اس مینڈھے کو پکڑا اور اپنے بیٹے کو کھول دیا۔ اسی طرح السدی نے اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

اور شاید کہ سدی نے اس روایت کو بعض اہل کتاب سے حاصل کیا ہے، کیونکہ امام ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح کے ساتھ از الزہری روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ جمع ہوئے، پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث

بیان کی کہ ہر نبی کی ایک دعا مقبول ہوتی ہے، تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق خبر نہ دوں؟ جب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں تو شیطان نے کہا: اگر میں ان لوگوں کو اب فتنہ میں نہ ڈالوں تو میں کبھی کسی کو فتنہ میں نہ ڈال سکوں گا، پس شیطان حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس گیا، پھر پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہاں گئے ہیں؟ حضرت سارہ نے کہا: اپنے کسی کام سے گئے ہیں، شیطان نے کہا: پھر صبح صبح ابراہیم، اسحاق کو لے کر کہاں گئے ہیں؟ تو حضرت سارہ نے کہا: ان کو کوئی کام ہوگا، شیطان نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم، حضرت سارہ نے کہا: پھر کیوں وہ صبح کے وقت اپنے بیٹے کو لے کر گئے ہیں؟ شیطان نے کہا: تاکہ اس کو ذبح کر دیں، حضرت سارہ نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے والے نہیں ہیں، شیطان نے کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم، حضرت سارہ نے کہا: پھر وہ اپنے بیٹے کو کیوں ذبح کریں گے؟ شیطان نے کہا: ان کا زعم ہے کہ ان کے رب نے ان کو بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے، حضرت سارہ نے کہا: اگر ان کے رب نے ان کو یہ حکم دیا ہے تو وہ اپنے رب کے حکم پر عمل کر کے بہت اچھا کریں گے، پھر شیطان وہاں سے نکلا اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو جالیا اور وہ اپنے والد کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، شیطان نے کہا: تمہارے والد صبح صبح کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت اسحاق علیہ السلام نے کہا: اپنے کسی کام سے جا رہے ہیں، شیطان نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم بلکہ وہ صبح صبح تمہیں ذبح کرنے کے لیے جا رہے ہیں، حضرت اسحاق نے کہا: وہ مجھ کو ذبح کرنے والے نہیں ہیں، شیطان نے کہا: کیوں نہیں! حضرت اسحاق نے پوچھا: کیوں؟ شیطان نے کہا: ان کا یہ زعم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا حکم دیا ہے، حضرت اسحاق نے کہا: پس اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حکم دیا ہے تو وہ ضرور بہ ضرور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے، پھر شیطان نے حضرت اسحاق کو چھوڑ دیا اور جلدی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا: آپ صبح صبح کہاں اپنے بیٹے کو لے کر جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اپنے کسی کام سے جا رہا ہوں، شیطان نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! آپ تو صرف اس لیے صبح صبح جا رہے ہیں کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میں اپنے بیٹے کو کیوں ذبح کروں گا؟ شیطان نے کہا: آپ کا یہ زعم ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے، پس حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے تو میں اس طرح ضرور کروں گا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بتایا: پھر شیطان نے ان کو چھوڑ دیا اور مایوس ہو گیا کہ وہ اس کے کہنے پر عمل کریں، پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے پکڑا اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا اور ان کی جگہ ایک ذبح عظیم کا فدیہ دیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے بیٹے اٹھو! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو محفوظ رکھا ہے، پس جب شیطان نے یہ دیکھا کہ وہ ان دونوں کو بہکا نہیں سکا تو وہ الجمرہ پر آیا اور اس نے اپنے جسم کو پھلا لیا حتیٰ کہ وادی کو بھر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فرشتہ تھا، پس فرشتے نے کہا: اے ابراہیم! اس پر کنکریاں ماریں، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے اوپر اللہ اکبر پڑھتے، تو پھر وہ راستہ سے ہٹ گیا، پھر وہ آگے گیا اور الجمرۃ الثانیۃ پر آ گیا، پھر اس نے اپنے جسم کو پھلایا حتیٰ کہ وادی کو بھر دیا، پس فرشتے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: اے ابراہیم! اس کو کنکریاں ماریں، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری پر اللہ اکبر پڑھتے، پھر ان کے لیے راستہ کھل گیا، پھر شیطان الجمرۃ الثالثۃ پر آیا، پھر اس نے اپنے جسم کو پھلایا حتیٰ کہ وادی کو بھر دیا، پس فرشتے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام

سے کہا: اے ابراہیم اس کو کنکریاں ماریں، تو آپ نے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے بعد اللہ اکبر پڑھتے، تو راستہ کھل گیا حتیٰ کہ آپ قربان گاہ پر پہنچ گئے۔

۱۸۲۳۷: حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔

۱۸۲۳۸: اور میں نے اپنے والد سے سنا وہ کہتے تھے کہ صحیح یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہم اور سعید بن المسیب، سعید بن جبیر، الحسن، مجاہد، شعبی، محمد بن کعب القرظی، ابوجعفر، محمد بن علی اور ابوصالح، ان سب نے بیان کیا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۲۲۲۔ ۳۲۲۳، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ المکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کے متعلق دلائل

امام احمد بن حنبل نے ابوطفیل کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مناسکِ حج سیکھ لیے تو سعی کی جگہ پر ابلیس ان کے سامنے پیش ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے آگے نکل گئے، پھر حضرت جبریل علیہ السلام حضرت ابراہیم کو گھاٹی پر لے گئے، وہاں بھی ابلیس ظاہر ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو سات کنکریاں ماریں حتیٰ کہ وہ چلا گیا، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سفید قمیص پہنی ہوئی تھی، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو پیشانی کے بل گرایا تو انہوں نے کہا: اے میرے ابا جان! میرے پاس اور کوئی قمیص نہیں ہے جس میں آپ مجھے کفن دیں تو اس قمیص کو آپ اتار لیں، تو ان کے پیچھے سے یہ ندا کی گئی کہ اے ابراہیم! تم نے خواب سچا کر دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو ایک سفید سینگوں والا اور بڑی آنکھوں والا مینڈھا تھا، سو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو ذبح کر دیا۔

اور امام ابن اسحاق نے ''المبتدا'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کی مثل روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے: پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے کہ اولِ اسلام میں مینڈھے کا سر اس کے سینگوں کے ساتھ کعبہ کے پرنالے پر لٹکا ہوا تھا۔

اور نیز امام احمد نے حضرت عثمان بن ابی طلحہ سے روایت کی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، پس میں نے مینڈھے کے دو سینگوں کو چھپا دیا جس وقت آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔

اور یہ آثار اس پر انتہائی قوی دلائل ہیں کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں'' (ایک ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور دوسرے ذبیح آپ کے والد حضرت عبد اللہ ہیں)۔

(امام عقیلی المتوفی ۳۲۲ھ نے ''کتاب الضعفاء'' ج ۳ ص ۹۴، اور امام حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ نے ''المستدرک'' ج ۲ ص ۵۵۹ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ میں اور امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے ''تاریخ دمشق'' ج ۶ ص ۲۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، میں اس حدیث کی تفصیل سے روایت کی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

الشیخ تقی الدین سبکی نے قرآن مجید سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر استدلال کیا، کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی

قوم نے بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بچالیا، اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ بٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَ عَلٰۤی اِسْحٰقَ ؕ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾

(الصافات: ۹۹۔ ۱۱۳)

اور ابراہیم نے کہا: میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ عنقریب میری رہنمائی کرے گا O اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے ایک بیٹا عطا فرما O سو ہم نے ان کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی O پس جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، اب تم سوچ کر بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس بیٹے نے کہا: اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، آپ ان شاء اللہ مجھے عنقریب صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے O سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا O اور ہم نے ابراہیم کو ندا کی کہ اے ابراہیم O بے شک آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا اور بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں O بے شک یہ ضرور کھلی ہوئی آزمائش ہے O اور ہم نے اس کے بدلہ میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دے دیا O اور ہم نے بعد میں آنے والوں کے لیے ان کا ذکر باقی رکھا O ابراہیم پر سلام ہو O ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں O بے شک وہ ہمارے کامل ایمان دار بندوں میں سے ہیں O اور ہم نے ان کو اسحاق نبی کی بشارت دی جو صالحین میں سے ہیں O اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل فرمائیں اور ان کی اولاد میں سے نیکی کرنے والے بھی ہیں اور اپنی جان پر کھلا کھلا ظلم کرنے والے بھی ہیں O

ان آیات میں واضح دلیل ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبح کا قصہ بیان کرنے کے بعد یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی، کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بوڑھے ہو گئے اور ان کی مثل سے بچہ کا پیدا ہونا مستبعد ہو گیا اور وہ فرشتے ان کے پاس آئے جنہیں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور ان فرشتوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی، اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو بیان فرمایا ہے:

وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ

اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے انہوں نے کہا: سلام! ابراہیم نے (جواباً کہا:) سلام!، پھر تھوڑی

اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ ؕ وَ امْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤی ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ (ہود: ۶۹۔۷۲)

دیر بعد وہ گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے ○ پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے تک نہیں بڑھ رہے تو ابراہیم نے ان کو اجنبی سمجھا اور اپنے دل میں ان سے ڈرنے لگے فرشتوں نے کہا: آپ مت ڈریں بے شک ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے ○ اور ابراہیم کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھیں وہ ہنس پڑیں تو ہم نے اس کو اسحاق کی پیدائش کی خوشخبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی ○ (سارہ نے) کہا: ارے دیکھو! بھلا میں بچا جنوں گی اور حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں، بے شک یہ عجیب بات ہے ○

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصافات میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی ہے اور سورۂ ہود میں جو یہ قصہ بیان کیا ہے اس میں بھی بیٹے کی بشارت دی ہے، اور اس میں یہ تصریح ہے کہ جس بیٹے کی بعد میں بشارت دی ہے وہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں، اور سورۂ الصافات میں جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، کیونکہ سورۂ صافات میں بھی اس قصہ کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے، تو معلوم ہوا کہ پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور پھر ان کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے، اور سورۂ ہود اور سورۃ الصافات کو ملا کر پڑھا جائے تو واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ تورات میں مذکور ہے کہ اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام سے پہلے پیدا ہوئے تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: یہ بہت جید استدلال ہے اور میں اس کو بہت پسند کرتا ہوں اور سورۂ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ۔ (ابراہیم: ۳۹)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔

اور اس آیت سے آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ سے واضح ہو گیا کہ پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے، پھر حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔

اور اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابتداء امر میں عطا کیے گئے تھے، کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ھاجرؑ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہ کو اس پر غیرت آئی اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ حضرت ہاجر کو اور ان کے بیٹے کو مکہ میں چھوڑ آئیں، اس واقعہ کا امام ابن اسحاق نے ''المبتدا'' میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

امام الطبری نے السدی کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کے شہروں میں سے شام کی طرف چلے گئے، پھر ان کی حضرت سارہ سے ملاقات ہوئی جو حران بادشاہ کی بیٹی تھیں، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائیں، حضرت ابراہیم

علیہ السلام نے ان سے نکاح کر لیا، پھر جب وہ مصر میں آئے اور ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو حضرت ہاجر ہبہ کر دی اور حضرت سارہ نے حضرت ہاجر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی، اور حضرت سارہ کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ ان کو صالحین سے بیٹا عطا فرمائے، پس یہ دعا مؤخر ہو گئی حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بوڑھے ہو گئے، پھر جب حضرت سارہ کو یہ پتا چلا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجر سے مباشرت کی ہے تو انہیں اس پر غم ہوا کہ ان کے ہاں تو اولاد نہیں ہوئی، پھر فرشتوں کے آنے کا قصہ ذکر کیا جو قوم لوط کو ہلاک کرنے کے بعد آئے تھے، اور فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی، اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ۔ (ابراہیم: ۳۹)''۔ اور اس سے پہلے جو گزرا ہے کہ ذبح کا واقعہ مکہ میں ہوا تو یہ بھی قوی دلیل ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، کیونکہ حضرت سارہ اور حضرت اسحاق اس وقت مکہ میں نہیں تھے۔ واللہ اعلم

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۶۰۔۱۶۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر مزید دلائل

علامہ ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد العقیلی المکی المتوفی ۳۲۲ھ، لکھتے ہیں:

حضرت عباس بن عبد المطلب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور کعب الاحبار سے مروی ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہیں مگر قوی دلیل یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ صحابہ میں سے حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو طفیل، حضرت عامر بن واثلہ، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم، اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، الحسن البصری، الشعبی، مجاہد، الکلبی، یوسف بن مہران، الربیع بن انس و محمد بن کعب القرظی وغیرہم نے اسی کی تصریح کی ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) امام حاکم نے اپنی مستدرک کی ''کتاب المناقب ج ۲ ص ۵۵۹'' میں اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انا ابن الذبیحین'' (میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں)۔

نیز امام حاکم نے از عبید اللہ بن محمد العتبی، ہمیں عبد اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی از الصنابحی، انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی مجلس میں حاضر تھے، پس لوگوں نے اس میں بحث کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام میں سے کون ذبیح ہے؟ بعض نے کہا: حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح ہیں، اور بعض نے کہا: بلکہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہیں، پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے یہ معاملہ اس کے سامنے پیش کیا ہے جو اس باب کو جاننے والا ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ کے پاس ایک اعرابی آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے شہروں کو خشک سالی میں چھوڑ دیا اور پانی سوکھ گیا اور مال ہلاک ہو گیا اور بچے ضائع ہو گئے، اے ابن الذبیحین! آپ اس مال پر بیٹھیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بطور نفے دیا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بتایا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور آپ نے اس اعرابی پر انکار نہیں فرمایا، پس ہم نے کہا: اے امیر المومنین! وہ دو ذبیح کون سے ہیں؟ حضرت امیر معاویہ نے بتایا کہ حضرت عبد المطلب نے جب زمزم کو کھودنے کا حکم دیا تو انہوں نے اللہ کی نذر مانی کہ اگر ان کے لیے یہ کام آسان ہو گیا تو وہ اپنے کسی بیٹے کو اللہ کی راہ میں ذبح

کریں گے، پھر انہوں نے اپنے بیٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی تو حضرت عبداللہ کے نام کا قرعہ نکلا، سو انہوں نے ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا، تو ان کے ماموں جو بنو مخزوم سے تھے انہوں نے روکا اور کہا: آپ اپنے رب کو راضی کر دیں اور اپنے بیٹے کا فدیہ دے دیں، حضرت معاویہ نے کہا: پھر حضرت عبدالمطلب نے سو اونٹنیوں کو فدیہ میں دیا تو حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب ذبیح قرار پائے، اور دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، اسی طرح اس حدیث کی امام ابن مردویہ اور امام الثعلبی نے اپنی تفسیروں میں روایت کی ہے، اور علامہ زمخشری نے بھی الکشاف میں "انا ابن الذبیحین" کی روایت کی ہے جس کو ہم عنقریب بیان کریں گے۔

(۲) ابوسعید الضریر سے ذبیح کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے تین شعر پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تصریح کی ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ شرف ہے کہ ان کے جدِ امجد حضرت اسماعیل ذبیح ہیں، اگر تم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہو تو تم آپ کی اس خصوصیت اور آپ کے اس شرف کا انکار نہ کرو۔

(۳) الاصمعی سے منقول ہے: میں نے عمرو بن العلاء سے ذبیح سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اے اصمعی! تمہاری عقل کہاں ہے، حضرت اسحاق علیہ السلام مکہ میں کب آئے، مکہ میں تو صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اور انہوں نے ہی اپنے والد کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر کی اور انہوں نے ہی مکہ میں قربان گاہ کو بنایا۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفتِ صبر بیان کی ہے نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو یاد کیجئے، یہ سب صبر کرنے والے تھے ○ (الانبیاء:۸۵)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صابر اس لیے فرمایا کہ انہوں نے اپنے ذبح کیے جانے پر صبر کیا تھا، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ (مریم:۵۱) اور آپ اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجئے، وہ سچے وعدہ والے اور رسول نبی تھے ○

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو "صادق الوعد" اس لیے فرمایا کہ انہوں نے اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ذبح کیے جانے پر صبر کرنے کا وعدہ کیا تھا، سو انہوں نے اپنے اس وعدہ کو سچا کر دیا۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَاۗءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ تو ہم نے اس کو (سارہ کو) اسحاق کی پیدائش کی خوشخبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی ○ (ہود:۷۱)

اگر حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہوتے تو ان کو ذبح کرنے کا حکم یا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے ظہور سے پہلے ہوتا یا ان کے ظہور کے بعد ہوتا، پہلی صورت باطل ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ کو اسحاق کی بشارت دی اور ان کے ساتھ یہ بشارت دی کہ ان سے یعقوب پیدا ہوں گے تو حضرت یعقوب کے ظہور سے پہلے حضرت اسحاق کو ذبح کرنے کا امر جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی" اور دوسری صورت بھی باطل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّىْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّىْٓ جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم

اَذْبَحُكَ (الصافات:۱۰۲) نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔

یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب وہ بیٹا چلنے پھرنے پر قادر ہو گیا اور کام کرنے کی حد کو پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کے ذبح کرنے کا حکم دیا، اور یہ اس کے منافی ہے کہ یہ قصہ کسی اور زمانہ میں واقع ہوا ہو، پس ثابت ہوا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذبیح ہونا جائز نہیں ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ (الصافات:۹۹) اور ابراہیم نے کہا: میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ عنقریب میری رہنمائی کرے گا O

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو بیٹا عطا کرے تا کہ سفر میں وہ ان سے مانوس ہوں، پھر کہا:

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ (الصافات:۱۰۰) اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے ایک بیٹا عطا فرما O

اور یہ دعا اس وقت مستحسن ہوگی جب اس سے پہلے ان کا بیٹا نہ ہوا ہو، اور اس دعا کا معنی یہ ہے کہ ان کو صالحین میں سے ایک بیٹا عطا فرمائے۔ اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام سے پہلے پیدا ہوئے، پس معلوم ہوا کہ اس دعا سے مطلوب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طلب تھی، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ذبح کا قصہ ذکر فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ (الصافات:۱۰۱۔۱۰۴)

سو ہم نے ان کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی O پس جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، اب تم سوچ کر بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس بیٹے نے کہا: اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، آپ ان شاء اللہ مجھے عنقریب صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے O سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا O اور ہم نے ابراہیم کو ندا کی کہ اے ابراہیم O بے شک آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا اور بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں O

پس ان آیات سے واضح ہو گیا کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔

(کتاب الضعفاء الکبیر ج ۳ ص ۹۵۔ ۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

امام ابو اسحاق احمد الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ، لکھتے ہیں:

متقدمین میں سے علماء مسلمین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا

تھا، آیا اس بیٹے سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں؟ پس ایک قوم نے کہا کہ اس بیٹے سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں، صحابہ میں سے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اور تابعین اور اتباع تابعین میں سے کعب احبار، سعید بن جبیر، قتادہ، مسروق، عکرمہ، قاسم بن ابی بزۃ، عطاء، مقاتل، عبدالرحمٰن بن سابط، زہری، السدّی کا یہی موقف ہے۔

اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس بیٹے سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، اور صحابہ میں سے اس قول کے قائل حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوالطفیل، عامر بن واثلہ، اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، الشعبی، الحسن البصری، یوسف بن مہران، مجاہد، ربیع بن انس اور محمد بن کعب القرظی کا یہی موقف ہے، اور عطاء بن ابی رباح، ابوحمزہ نصر بن عمران الضبعی اور یوسف بن ماہک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جن کا فدیہ دیا گیا ہے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اور یہود کا زعم ہے کہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں، اور یہود نے جھوٹ بولا ہے۔

امام الثعلبی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر وہی دلائل پیش کیے ہیں جن کو ہم امام عقیلی کے حوالہ سے اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

نیز امام الثعلبی نے یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں نے اول اسلام میں دیکھا کہ اس مینڈھے کا سر کعبہ کے پرنالے کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔

(الکشف والبیان، ج ۸ ص ۱۴۹۔ ۱۵۳، ملخصاً وملتقطاً، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ھ، لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ ذبیح کون ہے؟ پس حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم، محمد بن کعب القرظی اور تابعین کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا ابن الذبیحین" (میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں)۔

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، حاکم نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند ضعیف ہے۔

تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ التزام کیا ہے کہ وہ اپنی شرح میں کسی ضعیف حدیث سے استدلال نہیں کریں گے۔ (سعیدی غفرلہ)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے آپ کے سامنے کہا "یا ابن الذبیحین!" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ (الطبری: ۹۵۳۰، المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۵۵۴، حافظ ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

علامہ زمخشری نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر وہی دلائل پیش کیے ہیں جن کو ہم امام عقیلی کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں۔ (الکشاف ج ۴ ص ۵۸۔ ۶۱، ملخصاً وملتقطاً، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

تنبیہ: تبیان القرآن میں تورات کے حوالہ سے میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، تفصیل کے لیے دیکھیے: (تبیان القرآن ج ۹ ص ۹۱۶۔ ۹۲۶)

۸۔ بَابُ: التَّوَاطُؤِ عَلَى الرُّؤْيَا

کئی آدمیوں کا ایک خواب دیکھنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کئی آدمیوں کی جماعت ایک خواب کو دیکھے، اگرچہ ان کی عبارات مختلف ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّ أُنَاسًا أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ وَأَنَّ أُنَاسًا أُرُوا أَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْتَمِسُوهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ چند اصحاب کو رمضان کے مہینہ کے آخری سات دنوں میں لیلۃ القدر دکھائی گئی، اور چند اصحاب کو لیلۃ القدر آخری دس دنوں میں دکھائی گئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: لیلۃ القدر کو آخری سات دنوں میں دیکھو۔

(صحیح البخاری: ۱۱۵۸، ۲۰۱۵، ۶۹۹۱، صحیح مسلم: ۱۱۶۵، مسند احمد: ۴۴۸۵، موطا امام مالک: ۷۰۶)

صحیح البخاری: ۶۹۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔ اور اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے، اور امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابُ: رُؤْيَا أَهْلِ السُّجُونِ وَالْفَسَادِ وَالشِّرْكِ

قیدیوں، مفسدوں اور مشرکوں کے خواب کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں اهل السجون کا ذکر ہے، سجون، سجن کی جمع ہے جس کا معنی قید ہے۔ اور اس عنوان میں "الفساد" کا ذکر ہے، یعنی فاسقوں کے خواب کا ذکر ہے۔ اور اس عنوان میں "الشرک" کا ذکر ہے، یعنی مشرکین کے خواب کا ذکر ہے، صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں شرک کی جگہ شراب کا ذکر ہے، اس سے مراد حرام مشروبات ہیں، یعنی حرام مشروبات کے پینے

والے اور وہ بھی فساق ہیں، تو یہ خاص کا ذکر عام پر ہے۔

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ان لوگوں کا نیک خواب بھی معتبر ہوتا ہے، بایں طور کہ وہ خواب بھی قید سے چھوٹنے کی بشارت ہوتی ہے خواہ قیدی کافر ہو، اور کبھی اس خواب میں اسلام کی طرف ہدایت کی بشارت ہوتی ہے جیسے ان دو آدمیوں کا خواب جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید کیے گئے تھے، ابوالحسن بن ابی طالب نے کہا: ان دو آدمیوں کا خواب ان کے خلاف دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ کافر کبھی سچا خواب نہیں دیکھتا۔ اور رہا فساق کا نیک خواب، تو وہ کبھی ان کے لیے توبہ کی بشارت ہوتی ہے اور ان کے فسق سے رجوع کی دلیل ہوتی ہے۔ اور رہا کافر کا خواب، پس وہ اس کے ایمان کی طرف ہدایت ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّیۡۤ اَرٰىنِیۡۤ اَعۡصِرُ خَمۡرًا ۚ وَ قَالَ الۡاٰخَرُ اِنِّیۡۤ اَرٰىنِیۡۤ اَحۡمِلُ فَوۡقَ رَاۡسِیۡ خُبۡزًا تَاۡکُلُ الطَّیۡرُ مِنۡہُ ؕ نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِیۡلِہٖ ۚ اِنَّا نَرٰىکَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا یَاۡتِیۡکُمَا طَعَامٌ تُرۡزَقٰنِہٖۤ اِلَّا نَبَّاۡتُکُمَا بِتَاۡوِیۡلِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمَا ؕ ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیۡ رَبِّیۡ ؕ اِنِّیۡ تَرَکۡتُ مِلَّۃَ قَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ کٰفِرُوۡنَ ﴿۳۷﴾ وَ اتَّبَعۡتُ مِلَّۃَ اٰبَآءِیۡۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ ؕ مَا کَانَ لَنَاۤ اَنۡ نُّشۡرِکَ بِاللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ ذٰلِکَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ عَلَیۡنَا وَ عَلَی النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجۡنِ ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَیۡرٌ اَمِ اللّٰہُ الۡوَاحِدُ الۡقَہَّارُ ﴿ؕ۳۹﴾ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّیۡتُمُوۡہَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ بِہَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ ؕ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۰﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجۡنِ اَمَّاۤ اَحَدُکُمَا فَیَسۡقِیۡ رَبَّہٗ خَمۡرًا ۚ وَ اَمَّا الۡاٰخَرُ فَیُصۡلَبُ فَتَاۡکُلُ الطَّیۡرُ مِنۡ رَّاۡسِہٖ ؕ قُضِیَ الۡاَمۡرُ الَّذِیۡ فِیۡہِ تَسۡتَفۡتِیٰنِ ﴿ؕ۴۱﴾ وَ قَالَ لِلَّذِیۡ ظَنَّ اَنَّہٗ نَاجٍ مِّنۡہُمَا اذۡکُرۡنِیۡ عِنۡدَ رَبِّکَ ۫ فَاَنۡسٰىہُ الشَّیۡطٰنُ ذِکۡرَ رَبِّہٖ فَلَبِثَ فِی السِّجۡنِ بِضۡعَ سِنِیۡنَ ﴿ؕ۴۲﴾ وَ قَالَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یوسف کے ساتھ دو جوان (بھی) قید خانے میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب (کے لیے انگور) نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن سے پرندے کھا رہے ہیں، آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے، ہمارا گمان ہے کہ آپ نیک لوگوں میں سے ہیں O یوسف نے کہا: تم کو جو کھانا دیا جاتا ہے تم تک اس کے پہنچنے سے پہلے میں تم کو اس کی حقیقت بتا دوں گا، یہ ان علوم میں سے ہے جن کو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے، جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور جو لوگ آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں میں نے ان کے دین کو ترک کر دیا ہے O اور میں نے اپنے باپ دادا، ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کی اتباع کی ہے، ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک قرار دیں، یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے O اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! آیا متعدد خدا بہتر ہیں یا ایک خدا جو غالب ہے؟ O تم اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو وہ صرف چند اسماء ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیا ہے، اللہ نے ان کے ساتھ کوئی سند نہیں نازل کی، حکم صرف اللہ کا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو، یہی صحیح دین ہے، لیکن اکثر لوگ

الۡمَلِكُ اِنِّیۡۤ اَرٰی سَبۡعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاۡكُلُهُنَّ سَبۡعٌ
عِجَافٌ وَّ سَبۡعَ سُنۡۢبُلٰتٍ خُضۡرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا
الۡمَلَاُ اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡ رُءۡیَایَ اِنۡ كُنۡتُمۡ لِلرُّءۡیَا تَعۡبُرُوۡنَ ﴿۴۳﴾
قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ ۚ وَ مَا نَحۡنُ بِتَاۡوِیۡلِ الۡاَحۡلَامِ
بِعٰلِمِیۡنَ ﴿۴۴﴾ وَ قَالَ الَّذِیۡ نَجَا مِنۡهُمَا وَ ادَّكَرَ بَعۡدَ اُمَّةٍ
اَنَا اُنَبِّئُكُمۡ بِتَاۡوِیۡلِهٖ فَاَرۡسِلُوۡنِ ﴿۴۵﴾ یُوۡسُفُ اَیُّهَا
الصِّدِّیۡقُ اَفۡتِنَا فِیۡ سَبۡعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاۡكُلُهُنَّ سَبۡعٌ
عِجَافٌ وَّ سَبۡعِ سُنۡۢبُلٰتٍ خُضۡرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیۡۤ
اَرۡجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّهُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزۡرَعُوۡنَ
سَبۡعَ سِنِیۡنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدۡتُّمۡ فَذَرُوۡهُ فِیۡ سُنۡۢبُلِهٖۤ اِلَّا
قَلِیۡلًا مِّمَّا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ یَاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ سَبۡعٌ شِدَادٌ
یَّاۡكُلۡنَ مَا قَدَّمۡتُمۡ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّمَّا تُحۡصِنُوۡنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ
یَاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیۡهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیۡهِ
یَعۡصِرُوۡنَ ﴿۴۹﴾ وَ قَالَ الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِیۡ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ
الرَّسُوۡلُ قَالَ ارۡجِعۡ اِلٰی رَبِّكَ فَسۡـَٔلۡهُ مَا بَالُ النِّسۡوَةِ
الّٰتِیۡ قَطَّعۡنَ اَیۡدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ بِكَیۡدِهِنَّ عَلِیۡمٌ ﴿۵۰﴾
(یوسف:۳۶-۵۰)

نہیں جانتے O اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور رہا دوسرا تو اس کو سولی دی جائے گی، پھر پرندے اس کے سر سے (گوشت نوچ کر) کھائیں گے، تم جس کے متعلق سوال کرتے تھے اس کا (اسی طرح) فیصلہ ہو چکا ہے O اور جس کے متعلق یوسف کا گمان تھا کہ وہ ان دونوں میں سے نجات پانے والا ہے، اس سے انہوں نے کہا: تم اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا، پس شیطان نے اس کو اپنے رب سے ذکر کرنا بھلا دیا، پس وہ قید خانے میں (مزید) کئی سال ٹھہرے رہے O اور بادشاہ نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا کہ سات فربہ گائیں ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور میں نے سات سرسبز خوشے دیکھے اور (سات) سوکھے ہوئے (خوشے دیکھے)، اے میرے درباریو! میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو O انہوں نے کہا: یہ تو پریشان خواب ہیں، اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے O ان دو قیدیوں میں سے جو نجات یافتہ تھا اس نے ایک مدت کے بعد یوسف کو یاد کیا، اس نے کہا: میں تم کو اس خواب کی تعبیر بتا سکتا ہوں، مجھے (یوسف کے پاس) بھیج دو O اس نے یوسف کے پاس جا کر کہا:) اے یوسف! اے بہت سچ بولنے والے! ہمیں اس خواب کی تعبیر بتائیے کہ سات فربہ گائیں ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز خوشے ہیں، اور سات سوکھے ہوئے (خوشے ہیں) تاکہ میں لوگوں کے پاس یہ تعبیر لے کر جاؤں شاید وہ آپ کا مرتبہ جان لیں O یوسف نے کہا: تم حسب معمول سات سال تک کاشت کاری کرو گے، پھر تم جو کھیت کاٹو تو تمام غلہ کو ان کے خوشوں میں چھوڑ دینا ماسوا اس قلیل غلے کے جس کو تم کھاؤ O پھر اس کے بعد سات خشک سالی کے سخت سال آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے پہلے جمع کر کے رکھا تھا ماسوا تھوڑے سے غلے کے جس کو تم محفوظ رکھو گے O پھر اس کے

بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر بارش ہوگی اور اس میں لوگ پھلوں کو نچوڑیں گے O اور بادشاہ نے کہا: یوسف کو میرے پاس لے کر آؤ، جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا: اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، بے شک میرا رب ان کی سازش کو خوب جاننے والا ہے O

آیاتِ مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَدَخَلَ مَعَهُ۔۔۔۔۔الی آخرہ''۔ان آیات سے یہ واضح ہوا کہ جو مفسدین اور مشرکین قید میں ہوں ان کے نیک خواب کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے اور اسی سے اس باب کے عنوان کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَدَخَلَ مَعَهُ۔۔۔'' یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ دو نوجوان تھے اور وہ دونوں مصر کے بڑے بادشاہ ولید بن ریان کے غلام تھے، ان میں سے ایک روٹی پکانے والا تھا اور بادشاہ کے طعام کا کار مختار تھا، اس کا نام مجلث تھا، اور دوسرا بادشاہ کو شراب پلانے والا تھا، اس کا نام نبوء تھا، ان دونوں پر بادشاہ کسی وجہ سے غضب ناک ہوا، سو ان دونوں کو قید کر لیا اور حضرت یوسف علیہ السلام جب قید خانہ میں داخل ہوئے تو آپ نے قید خانہ کے کارکنوں کو بتایا کہ میں خوابوں کی تعبیر بتاتا ہوں، تو ان دو نوجوانوں میں سے ایک نے اپنے صاحب سے کہا: ہمیں ان کا تجربہ کرنا چاہیے، یہ عبرانی غلام ہیں، پس ان دونوں نے ایک خواب گھڑا اور حضرت یوسف علیہ السلام سے اس کے متعلق سوال کیا اور انہوں نے کچھ بھی نہیں دیکھا تھا، پس ان میں سے ایک نے کہا کہ بے شک میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں اور عمان کی لغت میں انگوروں کو خمر کہتے ہیں، ایک اعرابی کے پاس انگور تھے، اس سے پوچھا گیا: تمہارے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا: خمر، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ہے ''عصر عنبا'' یعنی میں انگور نچوڑ رہا تھا، اور اس کو خمر سے اس لیے تعبیر کیا کہ انگور کا مآل خمر ہے۔

علامہ عینی کی شرح پر مصنف کی گرفت

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ان دو قیدی جوانوں نے دراصل خواب نہیں دیکھا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش کے لیے جھوٹ بولا تھا، لیکن ان کی یہ شرح صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں تو یہ بتایا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ان کو ان کے خواب کی تعبیر بتائی، اگر انہوں نے جھوٹ بولا ہوتا تو یوسف علیہ السلام فرما دیتے کہ تم جھوٹا خواب بیان کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَ قَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۶﴾

(یوسف:۳۶)

ان میں سے ایک نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب (کے لیے انگور) نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن سے پرندے کھا رہے ہیں، آپ ہمیں اس کی تعبیر

بتایئے، ہمارا گمان ہے کہ آپ نیک لوگوں میں سے ہیں O

ان دونوں قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے اپنا اپنا خواب بیان کیا، اگر انہوں نے جھوٹ بولا ہوتا تو حضرت یوسف علیہ السلام ان سے فرماتے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو، تم لوگوں نے یہ خواب نہیں دیکھا کیونکہ آپ نبی تھے، نیز حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي (یوسف: ۳۷)

یوسف نے کہا: تم کو جو کھانا دیا جاتا ہے تم تک اس کے پہنچنے سے پہلے میں تم کو اس کی حقیقت بتادوں گا، یہ ان علوم میں سے ہے جن کو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ میں کھانا پہنچنے سے پہلے تم کو تمہارے خواب کی تعبیر بتاؤں گا، اگر ان قیدیوں نے خواب نہ دیکھا ہوتا تو یوسف علیہ السلام یہ کیسے فرماتے کہ میں تم کو تمہارے خواب کی تعبیر بتاؤں گا، پھر انہوں نے یہ فرمایا کہ اس خواب کا علم مجھے میرے رب نے سکھایا ہے، علامہ عینی نے کہا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس ارشاد کا معنی یہ تھا کہ میں تمہارے پاس کھانا پہنچنے سے پہلے تمہیں اس کھانے کی حقیقت بتادوں گا کہ وہ کس قسم کا کھانا ہے اور کس رنگ کا ہے، لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ ان قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے اپنے خوابوں کی تعبیر طلب کی تھی، اس میں یہ واضح دلیل ہے کہ ان دونوں قیدیوں نے واقعتاً خواب دیکھا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو ان کے خواب کی تعبیر بتائی تھی۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ثعلبی نے وثوق سے کہا ہے کہ نان بائی کا نام راشان تھا اور شراب پلانے والے کا نام مرطس تھا، اور انہوں نے حکایت کی ہے کہ بادشاہ نے ان دونوں پر یہ تہمت لگائی تھی کہ انہوں نے کھانے میں اور شراب میں زہر ملانے کا ارادہ کیا ہے، پس بادشاہ نے ان دونوں کو قید کر لیا یہاں تک کہ شراب پلانے والے کی براءت ظاہر ہوگئی اور نان بائی کی براءت ظاہر نہیں ہوئی، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان دونوں نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے امتحان کا ارادہ کیا تھا، امام طبری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ ان دونوں نے کچھ نہیں دیکھا تھا، ان دونوں نے اپنی رائے سے یہ بات کہی تھی تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا امتحان لیں، اور اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔ اور امام حاکم نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کی ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بیان کی تو ان دونوں نے کہا: ہم دونوں تو آپ سے کھیل رہے تھے یعنی مذاق کر رہے تھے، تو یوسف علیہ السلام نے کہا: ''قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ ۝'' (تم جس کے متعلق سوال کرتے تھے اس کا (اسی طرح) فیصلہ ہو چکا ہے) یہ معاملہ اسی طرح تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۶۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگرچہ ایک ضعیف روایت اس سلسلہ میں موجود ہے کہ ان دونوں نے خواب نہیں دیکھا تھا وہ یونہی حضرت یوسف علیہ السلام کا امتحان لے رہے تھے لیکن قرآن مجید کے ظاہر الفاظ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا منصبِ نبوت اس روایت کی تائید نہیں کرتے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

نیز ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ'' یعنی ہمیں اس خواب کی تعبیر بتایئے کہ اس خواب کا ہمارے

ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

نیز ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝'' یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ان عالموں میں سے ہیں جو علم کو اچھی طرح جانتے ہیں، یہ فراء کی تفسیر ہے، اور امام ابن اسحاق نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ'' حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ اس لیے کہا کہ انہوں نے یہ ناپسند کیا کہ ان کے سوال کی تعبیر ان کو بیان کریں، کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ ان میں سے ایک کے اوپر کوئی ناگوار چیز آئے گی، اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے سوال سے اعراض کیا اور دوسری بات شروع کر دی، پس ان دونوں سے فرمایا کہ تم دونوں نیند کی حالت میں جو رزق دیا جاتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتادوں گا، یعنی یہ بتاؤں گا کہ تم نے کون سا طعام کھایا ہے اور کتنا کھایا ہے اور کب کھایا ہے، اس سے پہلے کہ وہ کھانا تمہارے پاس آئے، پس ان دونوں نے کہا: یہ تو نجومیوں اور کاہنوں کا فعل ہے، پس حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں کاہن نہیں ہوں، یہ ایک علم ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے، پھر ان کو یہ خبر دی کہ وہ مومن ہیں، پس کہا: میں نے اس قوم کے دین اور شریعت کو چھوڑ دیا اور اپنے آباء واجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملتِ حنیفیہ کی پیروی کی، اور یہ توحید اور علم اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے، پھر ان دونوں کو اپنے دین کے متعلق بتایا اور اس کی تعلیم دی، پھر ان کو اسلام کی دعوت دی، پھر ان کی طرف اور قید خانہ والوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جب کہ ان کے سامنے بت رکھے ہوئے تھے جن بتوں کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے، تو ان سے کہا: اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! یہ بتاؤ کہ کیا متفرق رب بہتر ہیں جو نہ نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع دے سکیں یا ایک اللہ واحد قہار بہتر ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کر رہے ہو، وہ صرف نام ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، نہ ان پر کوئی حجت اور برہان ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ذٰلِكَ الدِّيْنُ'' یعنی وہ دین جس کی طرف میں نے تمہیں دعوت دی ہے، وہ توحید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو واحد ماننا اور شرک کو ترک کرنا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''الدِّيْنُ الْقَيِّمُ'' یعنی وہی دینِ مستقیم ہے، پھر ان دونوں کے خوابوں کی تعبیر بتائی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ'' جب ان دونوں جوانوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر سنی تو ان دونوں نے کہا: ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا، ہم تو یونہی کھیل رہے تھے، تب یوسف علیہ السلام نے فرمایا ''قُضِيَ الْاَمْرُ'' یعنی جس چیز کے متعلق تم نے سوال کیا تھا، اس کا تمہارے متعلق اللہ تعالیٰ حکم دے کر فارغ ہو چکا ہے، اور یوسف علیہ السلام نے اس وقت اس شخص سے کہا جس کے متعلق انہیں علم تھا کہ یہ نجات یافتہ ہے اور وہ شراب پلانے والا تھا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ'' یعنی اپنے مالک کے سامنے میرا ذکر کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ'' یعنی شیطان نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے رب کا ذکر بھلا دیا حتیٰ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے غیر سے مصیبت سے نجات کو طلب کیا اور مخلوق سے مدد طلب کی، اسی وجہ سے وہ قید خانہ میں چند سال رہے۔

علامہ ابن ملقن نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مجاہد نے بتایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا

کریں اور اسی سے فریاد کریں حتیٰ کہ انہوں نے ان دو قیدیوں میں سے ایک سے یہ کہا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۱۶۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام غم اور پریشانی کے غلبہ سے یہ بھول گئے کہ انہیں مخلوق سے مدد نہیں طلب کرنی چاہیے تھی، ہر چند کہ مخلوق سے مدد طلب کرنا بھی جائز ہے اور اس پر دلائل موجود ہیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام سے غیر اللہ سے مدد کی طلب کی بناء پر مواخذہ کیا اور ان کی قید کی مدت سات سال تک بڑھادی گئی، کیونکہ یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں اور ان کے منصب اور ان کی شان کے لائق یہ نہ تھا کہ وہ اپنی پریشانی میں کسی غیر سے مدد طلب کرتے اور قید خانہ کے ایک ساتھی سے یہ کہتے کہ تم بادشاہ کے سامنے میری مظلومیت کا ذکر کرنا تا کہ مجھے جلد رہائی حاصل ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اور ''بِضْعَ سِنِیْنَ'' (چند سال) کی مدت میں اختلاف ہے، امام ابوعبیدہ نے کہا: وہ تین سے لے کر پانچ سال تک ہیں، اور مجاہد نے کہا: تین سال سے لے کر سات سال تک ہیں، اور قتادہ اور الاصمعی نے کہا ہے کہ وہ تین سے لے کر نو سال ہیں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: دس سال سے کم ہیں۔ اور اکثر مفسرین نے کہا: اس سے مراد سات سال ہیں۔

اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کی غم سے نجات کا زمانہ قریب آیا تو مصر کے بڑے بادشاہ نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا اور کہا کہ بے شک میں نے سات موٹی تازہ گائیں دیکھی ہیں جو خشک دریا سے نکلیں اور ان کو سات دبلی گائیوں نے کھالیا، اور ان دُبلی گائیوں کے پیٹ میں وہ فربہ گائیں پہنچ گئیں اور ان میں سے کچھ بھی دکھائی نہیں دیا، اور بادشاہ نے سات سرسبز خوشے دیکھے جن میں دانے لگے ہوئے تھے، اور دوسرے خشک خوشے دیکھے جو کٹ چکے تھے، پس خشک خوشے سرسبز خوشوں پر لپٹ گئے اور ان پر غالب آ گئے، بادشاہ نے جادوگروں کو اور کاہنوں کو اور قیافہ شناس لوگوں کو جمع کیا اور ان پر یہ خواب بیان کیا اور کہا:

''یٰٓاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ'' یعنی اے سردارو! تم مجھے میرے اس خواب کی تعبیر بیان کرو، انہوں نے کہا:

''هذا الذی رایتهٗ اضغاث احلام'' یہ جو آپ نے خواب دیکھا ہے، یہ تو پریشان خواب ہے، یعنی جس میں چیزیں خلط ملط ہو گئی ہیں اور باطل سے مشابہ ہو گئی ہیں، اور اضغاث کا لفظ ''ضغث'' کی جمع ہے، اور اس کا معنی ہے: سوکھی ہوئی گھاس اور سوکھی ہوئی لکڑیاں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا'' یعنی شراب پلانے والے نے کہا، اور اس کو ایک مدت دراز کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی حاجت یاد آئی، اس نے بادشاہ سے کہا: میں تمہیں اس خواب کی تعبیر کی خبر دیتا ہوں، تم مجھے یوسف علیہ السلام کے پاس بھیج دو، پس انہوں نے اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف بھیجا، اس نے جا کر کہا: اے یوسف! ہمیں اس خواب کی تعبیر بتائیں یعنی بادشاہ کے خواب کی تعبیر، تو حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتائی، ثعلبی نے کہا: تم اپنی عادت کے مطابق سات سال تک کاشت کاری کرتے رہو گے، پھر اس گندم کو اس کے خوشوں میں چھوڑ و تا کہ وہ باقی رہے اور خراب نہ ہو، پھر اس کے بعد سات قحط کے سال آئیں گے تو ان سالوں میں تم اس غلہ کو خرچ کرنا جس کو تم نے جمع کیا ہے، پھر جب وہ ساقی بادشاہ کی طرف واپس گیا اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر بتائی تو بادشاہ نے کہا کہ یوسف کو یہاں پر لے کر آؤ، پس جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اس قاصد نے آ کر بتایا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنے رب یعنی اپنے بادشاہ کی طرف واپس جاؤ اور

اس سے سوال کرو، ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔۔الخ، اور یہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس لیے فرمایا تا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عذر ظاہر ہو جائے اور بادشاہ ان عورتوں کے معاملہ میں ان کی صحت کو جان لے، اور تمام قصہ اپنی جگہ پر مذکور ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَادَّكَرَ افْتَعَلَ مِنْ ذَكَرَ۔
''اذکر'' یہ لفظ ذکر باب افتعال سے ہے۔

أُمَّةٌ: قَرْنٌ۔
امت کا معنی ہے: قرن اور زمانہ۔

وَتُقْرَأُ أَمَهٍ: نِسْيَانٍ۔
اور اس کو ''اَمَہ'' نسیان سے پڑھا جاتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَعْصِرُونَ الْأَعْنَابَ وَالدُّهْنَ۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ''یعصرون'' کا معنی ہے: وہ عناب اور تیل کو نچوڑیں گے۔

تُحْصِنُونَ: تَحْرُسُونَ۔
تحصنون کا معنی ہے: تم محفوظ رکھو گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس تعلیق میں ان الفاظ کی تفسیر کی گئی ہے، اور امام بخاری نے کہا ہے: ''یُقرا امہ'' اور اس کی تفسیر امام بخاری نے نسیان سے کی ہے۔ امام طبری نے از عکرمہ روایت کی ہے کہ یہ قراءت شاذہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے، کہا جاتا ہے ''رجل ماموہ'' جس کی عقل جا چکی ہو، یعنی اس پر نسیان کا غلبہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۷۔۲۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَأَبَا عُبَيْدٍ أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ ثُمَّ أَتَانِي الدَّاعِي لَأَجَبْتُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از مالک از الزہری، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک سعید بن المسیب اور ابوعبید ان دونوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں قید خانہ میں اتنی مدت رہتا جتنی مدت حضرت یوسف علیہ السلام رہے تھے، پھر مجھے قید سے بلانے کے لیے کوئی آتا تو میں اس کے بلانے پر لبیک کہتا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۷۲، ۳۳۷۵، ۳۳۸۷، ۴۵۳۷، ۴۶۹۴، ۶۹۹۲، صحیح مسلم: ۱۵۱، سنن ابن ماجہ: ۴۰۲۶، مسند احمد: ۸۱۲۹)

صحیح البخاری: ۶۹۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، وہ ابن محمد بن اسماء بن عبید الضبعی ہیں، انہوں نے اپنی پھوپھی جویریہ بن اسماء سے سنا اور یہ دونوں نام علَم ہیں اور مذکر اور مؤنث میں مشترک ہیں، اور ابو عبید کا نام سعد بن عبید ہے، اور یہ عبدالرحمٰن بن ازہر بن عوف کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لولبثت فی السجن مالبث یوسف'' یعنی اگر میں اتنی مدت قید میں رہتا جتنی مدت حضرت یوسف علیہ السلام رہے، پھر بادشاہ مجھے بلاتا تو میں اس کے بلانے پر جلدی چلا جاتا اور اپنے نکلنے کے لیے کوئی اور شرط نہ لگاتا۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام کو جب بادشاہ نے بلایا تو انہوں نے یہ شرط لگائی کہ پہلے ان عورتوں کا حال پوچھو تا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت ظاہر ہو جائے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ہو، کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تواضعاً فرمایا، یا مصلحت کے بیان کے لیے فرمایا، کیونکہ قید خانہ سے نکلنے کے لیے بہت ساری مصلحتیں ہیں، اس لیے قید خانہ سے جلدی نکل جانا اولیٰ ہے، گویا حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی چاہیے تھا کہ وہ خانہ سے نکلنے میں جلدی فرماتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۹۔۲۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۹۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کافر کے سچے خواب کا نبوت کا جزو نہ ہونا

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے (قیدیوں، مفسدین اور مشرکین کے خواب کا بیان)، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مشرکین ایسا خواب دیکھیں جو سچا خواب ہو، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قید خانہ میں دو قیدیوں کا دیکھا ہوا خواب سچا تھا، مگر یہ جائز نہیں ہے کہ ان کے خواب کی نبوت کی طرف ایسی اضافت کی جائے جیسے مومن کے خواب کی نبوت کے اجزاء کی طرف اضافت ہوتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''نیک خواب جس خواب کو نیک بندہ دیکھتا ہے یا نیک بندہ کے لیے جو خواب دکھایا جاتا ہے، وہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے'' اس میں یہ دلیل ہے کہ ہر وہ خواب جس کی تعبیر صحیح ہو اور اس کی حقیقت بھی ہو، وہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو نہیں ہوتا۔

ابوالحسن بن ابی طالب نے کہا: ان دو قیدی جوانوں کے خواب کے صدق میں ان کے خلاف دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کافر کا خواب سچا نہیں ہوتا۔

کافر کے سچے خواب اور مومن کے سچے خواب کے درمیان فرق

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب کافر نے کوئی سچا خواب دیکھا تو مومن کے خواب کی اس کے خواب پر کیا فضیلت ہوگی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا معنی ہوگا کہ ''مومن کا سچا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مومن کے خواب کو کافر کے خواب پر فضیلت اور برتری حاصل ہے، کیونکہ مومن اپنے خواب سے مستقبل کی خبر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اکرام پر مطلع کرتا ہے، کیونکہ مومن کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسان کی بشارت دے اور اپنے اعمال کے مقبول ہونے کی خبر دے، اور اپنے اعمال میں سے گناہوں کے ارتکاب پر ڈرائے، اور جو اس نے ناجائز امیدیں قائم کر رکھی ہیں ان کو ہٹائے، اور یہ جائز ہے کہ مومن اپنے خواب سے دنیا کی نعمتوں کی بشارت دے اور دنیا کی تکالیف کی خبر دے، اور کافر کے لیے اگر چہ یہ جائز ہے کہ وہ اپنے کفر سے ڈرائے، پس کافر کے پاس ایسے اعمال نہیں ہیں جو ثواب آخرت کو واجب کرتے ہوں، اور ہر وہ چیز جس سے کافر کے حال کی بشارت دی جائے اور اس کے اعمال پر رشک کیا جائے تو یہ اس کے دشمن کی طرف سے دھوکا ہے، لہٰذا سچے خواب سے اس کا حصہ مومن کے خواب سے کم کر دیا جاتا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا ''مومن کا خواب اور نیک مرد کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے'' تو اس حدیث میں آپ نے نہ کافر کا ذکر کیا، نہ بدعتی کا ذکر کیا، تو اس لیے ہم نے اس سے کافر کے دیکھے ہوئے خواب کو نکال دیا کہ کافر کا خواب اگر سچا بھی ہو تو وہ نبوت کے اجزاء میں سے کوئی جزو نہیں ہوتا، کیونکہ احادیث میں اس کے لیے مومن کے خواب کی شرط ہے، اور کافر کا دیکھا ہوا سچا خواب ہم نے اس حدیث کے تحت داخل کیا ہے، آپ کا ارشاد ہے کہ ''خواب اللہ کی طرف سے ہے''۔ اور اس میں آپ نے مومن یا غیر مومن کی شرط نہیں لگائی، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ کفار جو خواب دیکھتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کے سچے خواب نبوت کا جزو ہوتے ہیں، مگر امام اشعری اور ابن طیب نے یہ کہا ہے کہ کافر جو خواب دیکھتے ہیں خواہ وہ حق ہو یا باطل ہو، اگر وہ سچا ہو تو اس کی نسبت اللہ کی طرف ہوتی ہے، اور اگر وہ خواب باطل ہو تو اس کی نسبت شیطان کی طرف ہوتی ہے۔

کافر کے خواب کو صالح کہنے کا جواز

پس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کیا یہ جائز ہے کہ ہم کافر کے دیکھے ہوئے خواب کو صالح کہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! اور اس کو بشارت بھی کہہ سکتے ہیں، جیسا کہ کافر یا اس کے غیر کے لیے مومنین خواب دیکھیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''صالح خواب جس کو مرد خود دیکھتا ہے یا اس کے لیے کوئی شخص دیکھتا ہے'' اس کلام میں یہ احتمال ہے کہ اس خواب کو کافر مومنین کے لیے دیکھے اور وہ خواب مومنین کے لیے صالح ہو جیسا کہ کافر خواب میں اپنے لیے ہدایت اور ایمان کو دیکھے تو وہ انجامِ کار اس کے لیے صالح ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی اس پر حجت ہے اور خواب میں اس کو زجر و توبیخ کرنا ہے، جب اس طرح اللہ تعالیٰ دنیا میں کفار کو بیداری میں رسولوں کو اور مومنین کو دکھاتا ہے تاکہ ان پر حجت قائم ہو، اسی طرح جائز ہے کہ خواب میں ان کو خبریں دکھائے تاکہ ان پر حجت قائم ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور تواضع حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو خود سے افضل قرار دینا

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: اس باب کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اگر میں اتنی مدت قید میں رہتا جتنی مدت حضرت یوسف رہے، پھر میرے پاس بادشاہ کی طرف سے بلانے والا آتا تو میں ضرور اس کے بلانے پر چلا جاتا''۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع ہے، تاکہ آپ کی مدح و ثنا میں اور آپ کی نعت گوئی میں مبالغہ نہ کیا جائے اور غلو نہ کیا جائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''میری مدح میں مبالغہ نہ کرو جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت المسیح کی مدح میں مبالغہ کیا، اور تم یہ کہو کہ

میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں"۔ اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس سیادت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے، آپ نے اس کا بیان فرمایا، کیونکہ آپ کا ارشاد ہے: "میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں ہے" لیکن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جب انبیاء اور رسل علیہم السلام کا ذکر کیا جائے تو تواضع کی جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے مقام کی بلندی

اس حدیث میں حضرت یوسف علیہ السلام کے مقام کی بلندی ہے کہ جب ان کو قید خانہ سے رہائی کے لیے بلایا گیا تو انہوں نے کہا: "اپنے آقا کی طرف لوٹ جاؤ"۔ اور انہوں نے اس وقت تک قید خانہ سے نکلنے کا ارادہ نہیں کیا جب تک کہ عزیزِ مصر کی بیوی اپنے متعلق یہ اقرار نہ کرلے کہ اسی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہکانے کا ارادہ کیا تھا، پس اس نے اپنے نفس پر یہ اقرار کرلیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی تصدیق کردی اور کہا "میں خود اس کو اپنے نفس کی طرف راغب کرتی تھی اور بے شک وہ سچوں میں سے تھے۔۔۔(یوسف:۵۱)"۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ سے باہر آگئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا حلم، ان کا صبر اور ان کا امتحان میں ثابت قدم رہنا

علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی حلم اور صبر کے ساتھ صفت بیان کی، اور یہ کہ جب انہیں بلایا گیا تو وہ قید خانہ سے باہر نہیں آئے اور فرمایا: "اگر میں ان کی جگہ ہوتا پھر مجھے قید خانہ سے باہر آنے کے لیے بلایا جاتا تو میں ضرور بلانے والے کے بلانے پر چلا جاتا اور نہ ٹھہرتا"۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسین تواضع ہے، کیونکہ اگر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جگہ ہوتے تو جلدی کرتے اور قید خانہ سے باہر آجاتے، لیکن اس میں آپ کی کوئی کمی نہیں ہے اور نہ حضرت یوسف علیہ السلام کی کوئی کمی ہوتی اگر وہ اس پیغام لانے والے کے ساتھ قید خانہ سے باہر آجاتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف یہ ارادہ کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے امتحان اور اس کی آزمائش کو ثقیل اور بھاری نہیں سمجھتے تھے کہ وہ قید خانہ سے باہر آنے میں جلدی کرتے، لیکن وہ صبر کرنے والے تھے اور ثواب کی نیت کرنے والے تھے۔

دیگر انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع

اور اس حدیث میں "کتاب الانبیاء" کی حدیث پر اضافہ ہے جس میں مذکور ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہم ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں جب انہوں نے اپنے رب سے کہا: آپ مجھے دکھائیں کہ آپ مردوں کو کس طرح زندہ کریں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ کا اس پر ایمان نہیں ہے؟ اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے انہوں نے کہا تھا: کاش! مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط پناہ گاہ میں پناہ لیتا، اور اگر میں قید خانہ میں اتنی مدت رہتا۔۔۔۔۔الحدیث"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے مقابلہ میں تواضع کا بیان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو مردوں کو زندہ کرنے کے مشاہدہ کی دعا کی تھی، اس کی توجیہ

علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ ایک قوم نے اس آیت کو سنا اور کہا کہ حضرت ابراہیم نے شک کیا تھا اور ہمارے نبی علیہ السلام نے شک نہیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں"۔ آپ کا یہ ارشاد بطور

تواضع تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی ذات پر مقدم رکھنے کے لیے تھا، اور ہمیں اس پر شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائے گا حالانکہ ہمارا مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت کم ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کیسے شک کرتے!

حضرت یونس علیہ السلام کے مقابلہ میں تواضع

اور اسی تواضع کی مثل آپ کا یہ ارشاد ہے: ''مجھے یونس ابن متی پر فضیلت مت دو''۔ آپ نے حضرت یونس علیہ السلام کا خصوصیت سے ذکر فرمایا حالانکہ وہ اولوالعزم رسولوں کی طرح نہیں تھے، پس جب آپ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ آپ کو حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت دی جائے تو دیگر اولوالعزم رسولوں پر اگر آپ کو فضیلت دی جاتی تو اس کو آپ کیسے پسند فرماتے جیسے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام پر، آپ نہیں پسند فرماتے تھے کہ آپ کو ان پر فضیلت دی جائے۔

عین الیقین کا علم الیقین سے اعلیٰ اور اقویٰ ہونا

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو کہا: ''لیکن میں نے یہ سوال اس لیے کیا ہے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے'' کیونکہ یقین کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ یقین ہے جو سن کر حاصل ہوتا ہے، اور دوسرا وہ یقین ہے جو دیکھ کر حاصل ہوتا ہے، اور جو یقین دیکھ کر حاصل ہو، وہ زیادہ اعلیٰ اور زیادہ قوی ہوتا ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''خبر معائنہ اور مشاہدہ کی مثل نہیں ہے''، کیونکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے یہ ذکر کیا کہ بنی اسرائیل بچھڑے کی عبادت کرنے کے لیے بیٹھ گئے ہیں تو انہوں نے تورات کی تختیاں نہیں پھینکیں، لیکن جب انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ بنی اسرائیل بچھڑے کی عبادت کے اوپر جمے بیٹھے ہیں تو وہ غصہ میں آ گئے اور تختیوں کو پھینک دیا اور تختیاں ٹوٹ گئیں، اسی طرح قیامت پر ایمان رکھنے والے، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر اور جنت اور دوزخ پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب حق ہے، لیکن جب وہ قیامت کے دن اپنی نظروں سے یہ مناظر دیکھ لیں گے تو ان کا یقین اعلیٰ درجہ کا ہو جائے گا، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا کہ ان کے دل کو اعلیٰ درجہ کا یقین حاصل ہو جائے۔

حضرت لوط علیہ السلام کے مقابلہ میں تواضع کی توجیہ

علامہ قتیبہ کے علاوہ دوسرے علماء نے کہا: ''جب فرشتے خوب صورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے تو وہ ان کے آنے سے غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا اور انہوں نے کہا: آج کا دن بڑا سخت ہے، اور ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور وہ پہلے ہی برے کام (نوخیز لڑکوں سے اپنی جنسی خواہش پوری کرنا) کرتے تھے، حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں اور میرے مہمانوں کے متعلق مجھے شرمندہ نہ کرو، کیا تم میں کوئی ایک نیک شخص ہے، انہوں نے کہا: آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی قوم کی بیٹیوں میں ہماری کوئی دلچسپی نہیں ہے اور آپ خوب جانتے ہیں کہ ہماری کیا خواہش ہے۔'' (ہود: ۷۶۔۷۹)

''قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ (ہود: ۸۰)'' (لوط نے کہا: کاش! مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط پناہ گاہ میں پناہ لیتا)۔

جس وقت حضرت لوط علیہ السلام کا سینہ تنگ ہو گیا تھا اور وہ اپنی قوم کے متعلق زیادہ پریشان ہو گئے تھے تو اس وقت وہ یہ چاہتے

تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کسی مضبوط پناہ گاہ میں رکھے، اس لیے انہوں نے اس طرح کہا۔اور مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد جو بھی نبی بھیجا وہ اپنی قوم کے سرداروں میں سے بھیجا۔

اور حضرت لوط علیہ السلام اپنے اس قول کی وجہ سے متوکلین کی صفات سے باہر نہیں نکلے، لیکن قوم کے فحش کاموں کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی قوم پر سخت غصہ آیا اور انہوں نے شدتِ غضب میں یہ کہا: کاش! میرے پاس کوئی مضبوط پناہ گاہ ہوتی، پس بظاہر ان کا یہ قول توکل سے خارج ہے لیکن ان کا مقصد وہی تھا جو متوکلین کا مقصد ہوتا ہے، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لوط علیہ السلام کے ظاہر قول کے اعتبار سے تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے، وہ کسی مضبوط پناہ گاہ کی خواہش کرتے تھے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۴۹۔۵۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۰۔ بَابُ: مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ — جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو اس کا کیا حکم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ ابْنُ سِيرِينَ إِذَا رَآهُ فِي صُورَتِهِ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۶۶، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از یونس از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، سو وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں دیکھے گا، اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

امام ابوعبداللہ نے کہا کہ امام ابن سیرین نے کہا: جب وہ شخص آپ کو آپ کی صورت میں دیکھے۔

صحیح البخاری: ۶۹۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ یہ حدیث باب مذکور کے عنوان کی وضاحت کرتی ہے، بایں طور کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا صحیح ہے اس کا انکار نہیں کیا جائے گا۔ اور جس نے آپ کو خواب میں دیکھا وہ پریشان اور

بے تکے خواب نہیں ہیں اور نہ شیطان کی تشبیہات میں سے ہیں، اور اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا'' یعنی اس کا خواب برحق ہے اور اس کا خواب صحیح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں صفاتِ محمودہ پر دیکھنا دنیا میں خوش حالی اور دین میں عقائد کے صحیح ہونے پر دلیل ہے

ابوالحسن نے از حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب اپنی ''مدخلِ کبیر'' میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا زراعت اور کاشت کاری کے سرسبز اور زرخیز ہونے پر اور بارشوں کے ہونے پر اور رحمت کی کثرت پر اور مجاہدین کی مدد پر اور دین کے غلبہ پر اور میدانِ جہاد میں لڑنے والے مسلمانوں کی کامیابی پر اور کفار کی ہلاکت پر اور مسلمانوں کے غلبہ پر دلالت کرتا ہے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں صفاتِ محمودہ پر دیکھا جائے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں صفاتِ مکروہہ پر دیکھا جائے تو وہ دین میں بدعات اور فتنوں کے ظہور پر دلالت کرتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدان کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے، اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، یہ ابن یزید الایلی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الزہری کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب التعبیر میں از ابوالطاہر بن سرح روایت کی ہے، اور امام ابوداؤد نے کتاب الادب میں از احمد بن صالح روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فسیرانی فی الیقظۃ'' اور صحیح مسلم میں مذکور ہے ''فکما رانی فی الیقظۃ'' صحیح البخاری کی روایت سے مراد یہ ہے کہ جس نے آپ کو آپ کے زمانہ میں خواب میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو آپ کی طرف ہجرت کرنے کی توفیق دے گا اور آپ سے ملاقات کا شرف عطا فرمائے گا، یا اس روایت کا معنی ہے کہ وہ اس خواب کی تعبیر کی تصدیق کو آخرت میں دیکھ لے گا، یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخصوص طریقہ سے دیکھے گا اور اسے آپ کا قرب حاصل ہوگا اور آپ کی شفاعت حاصل ہوگی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا یتمثل الشیطان بی'' یعنی شیطان کے لیے میری صورت کی مثال حاصل نہیں ہوگی اور وہ میرے مشابہ نہیں ہو سکے گا۔ علماء نے کہا ہے: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیداری میں شیطان کو آپ کی صورت میں متمثل ہونے سے ممنوع قرار دیا ہے، اسی طرح خواب میں بھی شیطان کو آپ کی صورت میں متمثل ہونے سے ممنوع قرار دیا ہے تاکہ حق، باطل کے ساتھ مشتبہ نہ ہو جائے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں امام بخاری کا یہ قول مذکور ہے کہ ابن سیرین نے کہا: جب کسی شخص نے خواب میں آپ کو آپ کی صورت میں دیکھا۔

امام بخاری کی شیخ سے روایت ہے کہ جب محمد بن سیرین کے سامنے کوئی مرد یہ بیان کرتا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے تو ابنِ سیرین اس سے پوچھتے بتاؤ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس صفت میں دیکھا ہے، اگر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی صفت بیان کرتا جس کو ابنِ سیرین نہیں پہچانتے تھے تو اسے کہتے تھے کہ تم نے آپ کو نہیں دیکھا، اور اس تعلیق کی سند صحیح ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ امام ابنِ ابی عاصم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ میں ہر صورت میں دکھائی دیتا ہوں'' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں صالح ہے جو التوأمۃ کا آزاد شدہ غلام ہے اور وہ ضعیف راوی ہے، کیونکہ آخری عمر میں اس کا حافظہ مختلط ہو گیا تھا، اور یہ اس سے روایت ہے جس نے اختلاط کے بعد اس سے حدیث کو سنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۰۔۲۱۱)

صحیح البخاری ۶۹۹۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا'' پس ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ آپ کے زمانہ میں جن لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور آپ کی طرف ہجرت نہیں کی تو اللہ عزوجل نے ان کے اس خواب کو اس بات کی علامت بنا دیا کہ وہ عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھیں گے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: یعنی اس خواب کی تصدیق اور اس کی صحت بیداری میں ہو گی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن بیداری میں آپ کی تمام امت دیکھے گی، خواہ اس نے آپ کو خواب میں دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غیب کی خبر دی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے شیطان کو آپ کی صورت میں متمثل ہونے سے منع کر دیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا وہ آخرت میں آپ کے قریب ہو گا اور اس کو آپ کی شفاعت حاصل ہو گی، یہ علامہ نووی کا قول ہے۔

علامہ قزاز نے بیان کیا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ جو آپ پر ایمان لایا اور وہ آپ سے غائب تھا اور اس نے آپ کی زیارت نہیں کی تو وہ عنقریب آپ کو بیداری میں دیکھے گا، اور اس میں ہر اس شخص کے لیے بشارت ہے جو آپ پر ایمان لایا اور اس نے آپ کی زیارت نہیں کی، کیونکہ ضروری ہے کہ وہ موت سے پہلے آپ کو بیداری میں دیکھے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے: جس نے خواب میں آپ کو اس صفت پر دیکھا جو زندگی میں آپ کی صفت معروف تھی تو اس نے آپ کو برحق دیکھا، پس اگر اس نے اس صورت کے خلاف دیکھا تو یہ خواب تاویل پر مبنی ہو گا حقیقت پر مبنی نہیں ہو گا۔

اور علامہ المازری نے کہا ہے کہ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا خواہ صفتِ معروفہ پر دیکھا یا صفتِ غیر معروفہ پر دیکھا، اس

نے آپ ہی کو دیکھا۔

علامہ باقلانی نے کہا ہے: جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس کا خواب صحیح ہے، کسی نے پوچھا: کیا اس نے رسول اللہ ﷺ کی اس صورت کو دیکھا جس صورت میں آپ تھے یا کوئی اور صورت اس کے مشابہ دیکھی، تو انہوں نے کہا: اس نے آپ کے مشابہ صورت دیکھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۱۶۵۔۱۶۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۹۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی تحقیق کہ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنے والا آپ کو خواب میں آپ کی معروف صورت کے مطابق دیکھے یا کسی اور صورت کے مطابق دیکھے، ہر صورت میں اس کا خواب برحق ہے

قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کو خواب میں صفتِ معلومہ کے مطابق دیکھنا یہ حقیقت کا ادراک ہے، اور نبی ﷺ کو آپ کی صفتِ معلومہ کے غیر پر دیکھنا یہ آپ کی مثال کا ادراک ہے، کیونکہ صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام کو زمین متغیر نہیں کرتی، اور آپ کی ذاتِ کریمہ کا ادراک آپ کی حقیقت کا ادراک ہے اور آپ کی صفات کا ادراک آپ کی مثال کا ادراک ہے۔

علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حدیث میں مذکور ہے "جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مجھ ہی کو دیکھا یا اس نے برحق دیکھا"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے آپ کو آپ کی اس صورت پر دیکھا جو آپ کی حیات میں تھی تو اس کا خواب برحق ہے، اور جس نے آپ کو اس صورت کے غیر پر دیکھا تو اس کا خواب تاویل پر مبنی ہے۔

پھر علامہ نووی نے قاضی عیاض کے اس قول کا رد کیا اور کہا: یہ ضعیف ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس نے آپ کو حقیقت میں دیکھا ہے خواہ اس نے آپ کو آپ کی صفتِ معروفہ پر دیکھا ہو یا کسی اور صفت پر دیکھا ہو۔

اور علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس حدیث کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے، پس بعض علماء نے کہا: یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے، پس جس نے آپ کو نیند میں دیکھا، اس نے آپ کو حقیقت میں دیکھا جیسے اس نے آپ کو بیداری میں دیکھا ہو، اور اس قول پر یہ لازم آتا ہے کہ جس شخص نے بھی آپ کو خواب میں دیکھا، اس نے اسی صورت میں دیکھا جس میں آپ کی وفات ہوئی ہے، اور ایک وقت میں دو مختلف جگہوں سے دو آدمی آپ کو نہ دیکھ سکیں۔ اور یہ کہ اس وقت آپ زندہ ہوں اور اپنی قبر سے باہر آئیں اور بازاروں میں چلیں اور لوگوں سے خطاب کریں، اور اس سے لازم آئے گا کہ آپ کی قبر آپ کے جسم مبارک سے خالی ہو، پس قبر میں کوئی چیز نہ ہو جس کی زیارت کی جائے، اور یہ تمام امور جہالات پر مبنی ہیں۔

اور اس حدیث کی تاویل میں صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ مقصود ہے کہ ہر حالت میں آپ کی زیارت باطل نہیں ہے اور نہ وہ پریشان خواب ہے بلکہ فی نفسہٖ وہ خواب برحق ہے، خواہ آپ کو آپ کی صورت کے غیر پر دیکھا جائے، کیونکہ یہ صورت شیطان کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ قاضی ابوبکر بن الطیب وغیرہ کا قول ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی

ہے کہ اس نے حق دیکھا ہے جس میں آپ دیکھنے والے کو آپ کسی چیز کی خبر دیتے ہیں، اگر وہ خبر ظاہر شریعت کے مطابق ہے تو فبہا ورنہ اس کی تاویل کی کوشش کی جائے گی اور اس کے معاملہ کو مہمل نہیں چھوڑا جائے گا، کیونکہ یا تو آپ خیر کی بشارت دیں گے یا شر سے ڈرائیں گے تا کہ دیکھنے والا ڈرے، یا اس کو کسی برے کام سے باز رکھنے کا فرمائیں گے، یا اس کو کسی حکم پر متنبہ فرمائیں گے جو اس کے دین یا دنیا میں واقع ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت بیداری میں بھی زیارت کی بشارت ہے

صالحین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، پھر انہوں نے آپ کی بیداری میں زیارت کی اور آپ سے ان مسائل کے متعلق سوال کیا جن مسائل میں وہ خوف زدہ تھے، تو آپ نے ان کو ایسے طریقہ کی طرف ہدایت دی جس سے وہ معاملہ ان پر واضح ہو گیا۔

بیداری میں زیارت پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا اشکال

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: اس میں سخت اشکال ہے، اگر اس کو اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے تو پھر یہ لوگ صحابہ قرار پائیں گے اور یہ ممکن ہوگا کہ قیامت تک صحابہ باقی رہیں۔ اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ بہ کثرت لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا، پھر ان میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ انہوں نے آپ کو بیداری میں بھی دیکھا ہے اور صادق کی خبر اس کے خلاف نہیں ہوتی۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی کے اشکال کا مصنف کی طرف سے جواب

میں کہتا ہوں: جن کاملین نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت کی، اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ ان پر صحابہ کا اطلاق کیا جائے، کیونکہ صحابہ وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں ایمان کے ساتھ آپ کی زیارت کریں، اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی زیارت کریں ان کا صحابی ہونا لازم نہیں آتا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے اشکالِ مذکور کا علامہ ابن ابی جمرہ کی طرف سے جواب

علامہ ابن ابی جمرہ نے اس کو اولیاء اللہ کی کرامات پر محمول کیا ہے، پھر انہوں نے یہ ذکر کیا کہ یہ چیز نیک لوگوں کے ساتھ خاص ہے یا دوسروں کو بھی یہ چیز حاصل ہوتی ہے، کیونکہ خرقِ عادت کبھی زندیق کے لیے بھی ہوتی ہے تا کہ اس کو ڈھیل دی جائے جس طرح صدیق کے لیے خرقِ عادت بہ طورِ کرامت ہوتا ہے، اور ان میں فرق اس طرح ہوگا کہ جو کتاب اور سنت کی اتباع کرتا ہے اس کو جو خرقِ عادت حاصل ہوگا وہ کرامت ہوگی، اور جو کتاب وسنت کے خلاف عمل کرتا ہے، اس کے لیے خرقِ عادت اسے ڈھیل دینے کے لیے ہوگا اور وہ زندیق ہوگا۔

اشکالِ مذکور کے دیگر جوابات

(۱) آپ نے جو فرمایا ہے کہ "جو مجھے خواب میں دیکھے گا وہ عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا" یہ عام ہے یعنی حقیقتاً بیداری میں دیکھے گا یا کسی تاویل اور تعبیر سے بیداری میں دیکھے گا۔

(۲) آپ کا یہ ارشاد آپ کے زمانہ کے مومنین کے ساتھ مخصوص ہے، یعنی آپ کے زمانہ میں جو لوگ آپ پر ایمان لائے اور انہوں

نے آپ کو نہیں دیکھا وہ عنقریب آپ کی زیارت کریں گے۔

(۳) ہوسکتا ہے کہ وہ آئینہ کے اندر آپ کو دیکھ لیں، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آئینہ میں آپ کی صورت کو دیکھا۔

(۴) جنہوں نے دنیا میں آپ کو خواب میں دیکھا، وہ قیامت کے دن آپ کو زیادہ خصوصیت کے ساتھ دیکھیں گے کہ ان کو آپ کا قرب حاصل ہوگا اور آپ ان کی شفاعت فرمائیں گے۔

(۵) جنہوں نے دنیا میں آپ کو خواب میں دیکھا، وہ عنقریب دنیا میں آپ کو بیداری میں دیکھیں گے اور آپ سے ہم کلام ہوں گے، اور اس پر وہی اشکال ہے (مصنف کی طرف سے اس کا جواب ذکر کیا جا چکا ہے)۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۶۵۔۱۶۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی تحقیق کہ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے والے بیداری میں حقیقتاً آپ کی زیارت سے مشرف ہوں گے

یہاں پر یہ سوال ہے کہ کیا یہ بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے ساتھ مخصوص ہے یا آپ کی وفات کے بعد کو بھی شامل ہے، دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ بشارت صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے یا دیگر انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خواب میں زیارت کرنے والوں کو بھی شامل ہے، یا یہ بشارت ہر خواب میں آپ کی زیارت کرنے والے کو شامل ہے، یا یہ بشارت ان کے ساتھ مخصوص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے متبع ہوں اور کامل مسلمان ہوں؟

رہا یہ سوال کہ یہ بشارت بر سبیل عموم ہے یا آپ کی حیات کے ساتھ مخصوص ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا یہ تقاضا ہو کہ یہ بشارت آپ کی حیات کے ساتھ مخصوص ہے، اور جو شخص بغیر کسی دلیل کے اس میں تخصیص کا دعویٰ کرے اس کا قول ضعیف ہے۔

بعض لوگوں نے یہ کہا کہ جو دار البقاء میں ہیں وہ دار الفناء میں کس طرح دکھائی دیں گے؟ ان کا یہ قول دو وجہ سے مردود ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں یہ قید لگا رہے ہیں کہ یہ بشارت آپ کی حیات کے ساتھ مخصوص ہے' جب کہ آپ نے کوئی قید نہیں لگائی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی قدرت سے جاہل ہیں اور اس کو عاجز سمجھتے ہیں، کیا انہوں نے بنی اسرائیل کی گائے کے قصہ کو نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى ـــ (البقرہ: ۷۳)" (سو ہم نے کہا: اس گائے کے ایک ٹکڑے کو اس مقتول پر مارو، اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائے گا)، پس میت کے اوپر گائے کے ایک ٹکڑے کو مارا گیا تو وہ ٹھیک ٹھاک زندہ ہو گیا اور اس مردہ نے اپنے قاتل کی خبر دی، اور یہ اس کی موت کے چالیس سال کے بعد کا واقعہ ہے' کیونکہ اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کو گائے کی تلاش تک مؤخر کر دیا تھا، کیونکہ جس صفت کے مطابق گائے کو ذبح کرنا تھا، وہ گائے ان کو چالیس سال کے بعد حاصل ہوئی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں عزیر کا قصہ بیان فرمایا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے چار پرندے لیے اور ان کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پرندوں کو زندہ کر دیا، پس جس ذات نے مردہ کے اوپر گائے کے بعض حصہ کے مارنے کو اس کی حیات کا سبب بنا دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو پرندوں کے زندہ کرنے کا سبب بنا دیا اور عزیر نے جو تعجب کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے تعجب کو ان کے گدھے کے زندہ کرنے کا سبب بنا دیا جب کہ وہ سو سال تک مردہ رہا تھا تو وہ ذات اس پر کیوں قادر نہیں ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کرے، اس زیارت کو اس کا سبب بنا دے کہ وہ بیداری میں بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہو جائے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ نکالا اور آئینہ نکالا اور کہا: یہ آپ کا جبہ ہے اور یہ آپ کا آئینہ ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے آئینہ میں دیکھا تو اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت تھی اور میری اپنی صورت نہیں تھی۔

اور بہت متقدمین اور متاخرین سے منقول ہے کہ انہوں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور وہ اس حدیث کو ظاہر پر محمول کرتے تھے اور انہوں نے بعد میں بیداری میں آپ کی زیارت کی اور آپ سے ان مسائل کے متعلق دریافت کیا جن میں وہ متردد تھے تو آپ نے ان کو خبر دی جس سے وہ خوش ہو گئے، اور جو شخص اس بات کا منکر ہے وہ یا تو کراماتِ اولیاء کا مصدِّق ہے یا مکذِّب ہے، اگر وہ کراماتِ اولیاء کا مکذِّب ہے تو ہماری اس سے بحث نہیں ہے، کیونکہ کراماتِ اولیاء قوی دلائل سے ثابت ہے، اور ہم کتاب کے شروع میں اس پر بحث کر چکے ہیں، اور اگر وہ کراماتِ اولیاء کا مصدِّق ہے تو اولیاء اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ خلافِ عادت کاموں کو ظاہر فرماتا ہے عالم عُلوی میں بھی اور عالمِ سُفلی میں بھی، تو جو شخص کراماتِ اولیاء کی تصدیق کرتا ہو وہ اس کا کیسے انکار کرے گا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی وہ عنقریب آپ کی بیداری میں بھی زیارت کرے گا۔

اس پر دلیل کہ شیطان کسی نبی کی صورت کی مثل نہیں بنا سکتا

کیا تمام انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اس بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہیں کہ شیطان ان کی صورت اور ان کی مثل نہیں اختیار کر سکتا، یا یہ چیز ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حدیث میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ چیز ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یا تمام رسولوں کے لیے عام ہے، اور نہ یہ ایسے امور ہیں کہ جن کو قیاس سے جانا جائے یا عقل سے جانا جائے۔ اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند مقام ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیز تمام انبیاء علیہم السلام کے لیے عام ہے، اور شیطان انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی نبی کی صورت نہیں بن سکتا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عزت و کرامت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا گوشت زمین کے اوپر حرام ہے حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں سے باہر آئے ہیں تو آپ نے انبیاء علیہم السلام کو اس کرامت میں اپنی مثل قرار دیا۔ (بہجۃ النفوس ج ۴ ص ۲۳۷۔۲۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۸ھ)

خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے والے کے لیے آپ کی مثال کا ثبوت

علامہ عبدالرؤف المناوی المصری المتوفی ۱۰۰۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جوشخص نبی ﷺ کی خواب میں زیارت کرتا ہے، وہ بیداری میں بھی نبی ﷺ کی زیارت کرتا ہے، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ آپ کے جسم کو دیکھتا ہے بلکہ مثال کو دیکھتا ہے، پس جو شکل دکھائی دیتی ہے وہ نہ آپ کی روح ہوتی ہے نہ آپ کا شخص ہوتا ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ وہ آپ کی مثال ہوتی ہے، اس چیز کو امام حجۃ الاسلام نے ذکر کیا ہے۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''شیطان میری مثل نہیں بن سکتا'' یعنی شیطان اس کی طاقت نہیں رکھتا خواہ دیکھنے والا آپ کو آپ کی صفتِ معروفہ پر دیکھے یا کسی اور صفت پر دیکھے، کیونکہ اللہ سبحانہٗ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے اور گمراہوں کے لیے ہدایت دینے والا بنایا ہے اور آپ شیاطین کے وسوسوں سے محفوظ ہیں۔ پھر آپ کی جو صورت دکھائی دے اگر وہ آپ کی صورتِ حقیقیہ ہو خواہ کسی وقت کی صورت ہو جب آپ شباب میں تھے یا جب آپ شباب سے اوپر عمر میں تھے یا ادھیڑ عمر میں تھے یا اخیر عمر میں تھے، تو یہ کسی تاویل کی محتاج نہیں ہے، اور اسی وجہ سے کہا ہے: جس نے آپ کو بڑھاپے کی حالت میں دیکھا تو وہ اسلام کے انتہائی درجہ پر ہے، اور جس نے آپ کو جوانی کی حالت میں دیکھا تو وہ انتہائی جنگ کی حالت میں ہے، اور جس نے آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو وہ آپ کی سنت پر عامل ہے، اور جس نے آپ کو آپ کی حالت اور ہیئت پر دیکھا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ دیکھنے والا اچھے حال میں ہے اور وہ کمالِ وجاہت میں ہے اور کامیابی میں ہے، اور اس کے برعکس دیکھا تو وہ اس کے برعکس حال پر دلیل ہے، کیونکہ آپ شفاف آئینہ کی مثل ہیں اور اس آئینہ میں اس کے مقابل کی صورت مرتسم ہوتی ہے اگرچہ آپ کی ذات ہمیشہ حسین حال پر ہوتی ہے اور اسی سے معلوم ہوا کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں آپ کا اوصافِ مختلفہ کے ساتھ دکھائی دینا صحیح ہے جیسا کہ سورج کو ہر انسان ایک ساعت میں صفاتِ مختلفہ کے ساتھ مشرق اور مغرب میں دیکھتا ہے، اسی طرح آپ ہیں۔

علامہ البارزی اور الیافعی اور الجیلی اور الشاذلی اور المرسی اور القسطلانی وغیرہم سے منقول ہے کہ ان سب نے آپ کی بیداری میں زیارت کی ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی نے کہا ہے کہ اربابِ قلوب اپنی بیداری میں ملائکہ کا اور ارواحِ انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان سے ان کی آوازوں کو سنتے ہیں اور ان سے ان کے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ انتہیٰ۔

علامہ القولوی نے کہا ہے: جس کی مناسبت انبیاء اور اولیاء میں سے ارواحِ کاملین کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہے تو وہ اس پر قادر ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ جمع ہو خواہ نیند میں خواہ بیداری میں۔

علامہ قرطبی نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے: اس قول سے یہ لازم آئے گا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں سے نکل جائیں اور بازاروں میں چلیں اور لوگوں سے کلام کریں، لیکن ان کا یہ کلام اس لیے صحیح نہیں ہے کہ کراماتِ اولیاء ثابت ہیں، پس عقلاً اور شرعاً اور عادتاً اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ جو ولی بعید ہو اس کو اللہ سبحانہٗ یہ عزت عطا فرمائے کہ اس کے اور نبی ﷺ کی ذاتِ شریفہ کے درمیان کوئی ستر اور حجاب نہ ہو جیسے آئینہ اپنے پیچھے کی چیزوں کی حکایت کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ اپنی قبرِ مبارک میں زندہ ہیں، پس اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ولی کو یہ عزت عطا فرمائے کہ وہ آپ سے ہم کلام ہو اور اپنی سر کی آنکھوں سے آپ کی زیارت کرے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: اگر یہ بات صحیح مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ آپ کو دیکھنے والے صحابی ہوں۔ اور ان کی یہ

بات مردود ہے، اس لیے کہ صحابی ہونے کی شرط یہ ہے کہ دیکھنے والا آپ کو آپ کی حیاتِ ظاہرہ میں دیکھے۔

(شرح شمائل ترمذی ج ۲ ص ۲۹۱۔ ۲۹۲، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

۶۹۹۴۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِي وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مختار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثابت البُنانی نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بنا سکتا اور مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۲۶۴، ۲۲۶۶، سنن ترمذی: ۲۲۷۶، سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۱، مسند احمد: ۳۵۴۹، سنن دارمی: ۲۱۳۹)

صحیح البخاری: ۶۹۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں نبی ﷺ کی خواب میں زیارت کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی اسی کا بیان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کے تمام رجال بصری ہیں۔

اس حدیث کی امام ترمذی نے شمائل میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقد رآنی'' ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دیکھنے والے کا دیکھنا صحیح ہے اور یہ کوئی پریشان اور بے تکا خواب نہیں ہے اور نہ شیطان کی تشبیہات میں سے ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس حدیث کی بعض سندوں سے روایت ہے کہ اس نے حق دیکھا ہے۔

علامہ الطیبی نے کہا ہے: یہاں پر شرط اور جزا متحد ہیں (کیونکہ شرط ہے ''من رانی فی المنام'' اور جزا ہے ''فقد رآنی'')، اور یہ انتہائی کمال پر دلالت کرتا ہے، یعنی اس نے ایسا خواب دیکھا ہے جس کے بعد اور کوئی چیز نہیں ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ خبر کے معنی میں ہے، یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا اور پھر اس کی خبر دی تو یہ خواب برحق ہے، یہ پریشان خواب اور شیطان کے تخیلات میں سے نہیں ہے، اور اس کا دیکھنا خبر دینے کا سبب ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ خواب کیسے برحق ہوگا حالانکہ آپ مدینہ میں ہیں اور دیکھنے والا مشرق میں ہوتا ہے یا مغرب میں ہوتا ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ خواب ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے اور اس میں عقلاً یہ شرط نہیں ہے کہ خواب دیکھنے والا جس کو خواب میں دیکھے اس کے سامنے ہو یا اس کے بالمقابل ہو یا اس کے مقارن ہو، اور نہ یہ کہ اس کی آنکھوں سے شعاع بصری نکلے، اس قسم کی کوئی شرط نہیں ہے، اسی لیے جائز ہے کہ چین میں کوئی نابینا آدمی اندلس کی زمین کو دیکھے، اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ کئی مرتبہ خواب میں دیکھنے والا آپ کو آپ کی صفتِ معروفہ کے خلاف دیکھتا ہے اور دو شخص آپ کو ایک حالت میں دو مختلف جگہوں میں دیکھتے ہیں اور جسمِ واحد تو صرف ایک جگہ پر ہوتا ہے۔

علامہ نووی نے اس کے جواب میں بعض لوگوں سے نقل کر کے لکھا ہے: یہ دیکھنے والے کا گمان ہے کہ اس نے آپ کو اس طرح دیکھا ہے، اور کبھی دیکھنے والا بعض خیالات کو مشاہدہ میں دیکھتا ہے، پس آپ کی ذاتِ شریفہ قطعی طور پر دکھائی دیتی ہے، اس میں کوئی خیال اور گمان نہیں ہوتا لیکن یہ امور کبھی خیالی ہوتے ہیں اور دیکھنے والے کو عارض ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فان الشیطان لا یتمثل بی" اور کتاب العلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہوسکتا، اور امام ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شیطان کے لیے میری صورت میں متمثل ہونا مناسب نہیں ہے، اور صحیح مسلم میں یہ ہے کہ وہ میرے مشابہ نہیں ہوسکتا، اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شیطان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ میری صورت کی مثل بن سکے، اور حضرت ابوقتادہ کی روایت ہے جو عنقریب آئے گی کہ شیطان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ میری صورت میں دکھائی دے۔ اور اس باب کے آخر میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ شیطان میری طرح نہیں بن سکتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۱۔ ۲۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَمَنْ رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفِثْ عَنْ شِمَالِهِ ثَلَاثًا وَلْيَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَرَاءَى بِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی جعفر، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی از قتادہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک خواب اللہ کی طرف سے ہے اور حُلُم شیطان کی طرف سے ہے، پس جس شخص نے کوئی ایسی چیز دیکھی جس کو وہ ناپسند کرتا ہو تو وہ بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے اور شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرے تو وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا، اور شیطان میرا قصد نہیں کرسکتا۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۲، ۵۷۴۷، ۶۹۸۴، ۶۹۸۶، ۶۹۹۵، ۶۹۹۶، ۷۰۰۵، ۷۰۴۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۱، سنن ترمذی: ۲۲۷۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۱،

سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۹، مسند احمد: ۲۲۰۵۸، موطا امام مالک: ۱۷۸۴، سنن دارمی: ۲۱۴۱)

صحیح البخاری: ۶۹۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ "شیطان میرا قصد نہیں کرسکتا"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۶۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ خَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ رضی الله عنه قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ تَابَعَهُ يُونُسُ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۶۷، مسند احمد: ۷۵۰۰، سنن دارمی: ۲۱۴۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن خلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے الزبیدی نے حدیث بیان کی از الزہری، انہوں نے کہا کہ ابوسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا۔
اس حدیث کی یونس اور زہری کے بھتیجے نے متابعت کی ہے

صحیح البخاری: ۶۹۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فقد رای الحق" یعنی اس کا خواب صحیح ہے، پریشان خواب نہیں ہے اور نہ خیالات باطلہ ہیں، علامہ الطیبی نے کہا کہ حق یہاں پر مصدر مؤکد ہے، یعنی اس نے جو کچھ دیکھا وہ برحق دیکھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَكَوَّنُنِي۔

(صحیح مسلم: ۲۲۶۷، مسند احمد: ۷۵۰۰، سنن دارمی: ۲۱۴۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق دیکھا، کیونکہ شیطان میری طرح نہیں ہوسکتا۔

صحیح البخاری: ۶۹۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فان الشیطان لا یتکوننی" یعنی شیطان میری مثل نہیں ہوسکتا، یا شیطان میری شکل نہیں بناسکتا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۹۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے والا صرف آپ کی وفات سے پہلے بیداری میں آپ کی زیارت کرے گا

اس حدیث میں مذکور ہے "جس نے میری خواب میں زیارت کی وہ عنقریب بیداری میں میری زیارت کرے گا" یہ صرف آپ کی وفات سے پہلے صحیح ہے اور آپ کی وفات کے بعد یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ آپ کو بیداری میں دیکھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہو گئے اور آپ اپنی قبر میں باقی ہیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۸۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

شیخ ابن عثیمین کی شرح پر مصنف کا تعاقب

شیخ ابن عثیمین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اپنے اوپر اور عام لوگوں پر قیاس کیا ہے کہ وہ وفات کے بعد قبر سے باہر نہیں آسکتے، اگر اس اصول کو مان لیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام کو مسجد اقصیٰ میں جو نماز پڑھائی اور آسمانوں پر حضرت آدم، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت یوسف اور حضرت ہارون اور حضرت ادریس اور حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام سے جو ملاقات کی اس کے متعلق کیا کہا جائے گا؟ اور جب یہ تمام انبیاء علیہم السلام وفات اور مدفون ہونے کے بعد مسجد اقصیٰ میں آسکتے ہیں اور آسمانوں پر جاسکتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیونکر ممکن نہیں کہ آپ بھی وفات کے بعد اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائیں اور اپنے محبین کو اپنی زیارت کرائیں۔

آپ کی وفات کے بعد جس نے آپ کو خواب میں دیکھا، اس کے آپ کو بیداری میں دیکھنے کے متعلق فقہاء اسلام کی تصریحات

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ نے "تنویر الحوالک" میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی زیارت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ مجھ

کو عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا''۔ (صحیح البخاری: ۶۹۹۳، صحیح مسلم: ۲۲۶۶، مسند احمد: ۷۱۴۳)

علامہ ابن ابی جمرہ نے لکھا ہے کہ متعدد عارفین نے نیند کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت کی اور آپ سے سوالات کر کے دینی مسائل کی مشکلات کو سمجھا اور اس حدیث کی تصدیق کی۔

علماء کا اس میں کافی اختلاف ہے کہ آپ کو بیداری میں دیکھنے والا آپ کے جسم اور بدن کو دیکھے گا یا آپ کی مثال کو دیکھے گا، علامہ جلال الدین سیوطی نے عبارات علماء کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ احادیث اور عبارات علماء سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم مبارک اور اپنی روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ اطراف عالم میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف فرماتے ہیں، اور آپ اسی حالت میں جس حالت میں آپ وفات سے پہلے تھے اور اس میں بالکل فرق نہیں ہوا، اور آپ زندہ ہونے کے باوجود لوگوں کی نظروں سے اس طرح غائب ہیں جس طرح فرشتے ان کی نظروں سے غائب ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو آپ کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہتا ہے تو آپ کے اور اس بندے کے درمیان جو حجابات ہوتے ہیں وہ اٹھا دیتا ہے، اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، تو پھر آپ کی مثال کی کیا ضرورت ہے، اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور ان کو اپنی قبروں سے باہر جانے اور اس جہان میں تصرف کرنے کا اذن دیا گیا ہے اور اس پر بہ کثرت احادیث ناطق اور شاہد ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: میرا ظن غالب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی زیارت اس طرح نہیں ہوتی جیسے عام طور پر لوگ ایک دوسرے کو دنیا میں دیکھتے ہیں، یہ ایک حالت برزخیہ اور امر وجدانی ہے، اس کی حقیقت کو وہی شخص پا سکتا ہے جس کو یہ مرتبہ حاصل ہوا ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دیکھنے والا آپ کی روح کو دیکھتا ہے اور وہ روح کسی صورت میں متمثل ہو جاتی ہے جب کہ وہ روح اس وقت آپ کے جسم مبارکہ میں بھی ہوتی ہے جس طرح وہ روضہ مبارک میں ہے جس طرح حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں حاضر ہوتے ہیں یا کسی اور صورت میں اور اس وقت وہ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی جدا نہیں ہوتے، اور رہا آپ کا جسم مثالی، تو اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قدسیہ متعلق ہوتی ہے، اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ غیر متناہی اجسام مثالیہ ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ آپ کی روح واحدہ متعلق ہو، اور یہ اس طرح ہو جیسے روح واحدہ کا تعلق ایک جسم کے متعدد اجزاء کے ساتھ ہوتا ہے، اور ہماری اس تقریر سے شیخ ابو العباس تجی کے اس قول کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ انہوں نے آسمان، زمین عرش اور کرسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرا ہوا دیکھا اور یہ عُقدہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد مقربین نے ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۲۔ ۵۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اور علامہ سراج الدین ابن الملقن نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النحر نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور وہ نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت فیض حاصل کرتے تھے، انہوں نے ایک رات میں سترہ (۱۷) مرتبہ آپ کی زیارت کی، ایک مرتبہ آپ نے ان سے فرمایا: اے خلیفہ! تم میری زیارت کے لیے اتنے بے قرار نہ ہوا کرو، کیونکہ کتنے اولیاء تو میرے دیدار کی حسرت میں ہی فوت ہو چکے ہیں، اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے ''لطائف المنن'' میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ابو العباس المرسی سے کہا: آپ نے بہت سے شہروں میں بہت سے لوگوں سے ملاقات کی ہے، آپ اپنے اس

ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کر لیں، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا، اور انہوں نے کہا کہ اگر میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے اوجھل پاؤں تو میں اس ساعت میں خود کو مسلمان شمار نہیں کرتا اور اس قسم کی عبارات اولیاء کرام سے بہت منقول ہیں۔

(روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے، جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے اس کو زیارت ہو جاتی ہے، کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیس مرتبہ بیداری میں زیارت کی ہے، (علامہ عبدالوہاب شعرانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میں نے پچھتر مرتبہ بیداری میں زیارت کی ہے اور بالمشافہ ملاقات کی ہے) (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴، لواقح الانوار القدسیہ، ص ۱۷۔ سعیدی غفرلہٗ) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا۔۔ الیٰ قولہ۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ سے "صحیح البخاری" پڑھی، پھر امام شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا، ان میں سے ایک حنفی تھا، اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا: بیداری میں آپ کی زیارت محقق ہے اور اس کا انکار جہالت ہے۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴، مطبع حجازی، مصر)

میں کہتا ہوں: اتنی کثیر تصریحات کے بعد شیخ ابن عثیمین کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کے انکار کو کون اہمیت دے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۱۔ بَابُ: رُؤْيَا اللَّيْلِ رات کے وقت خواب دیکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رات کے وقت جو خواب دیکھا جائے کیا وہ اس خواب کے برابر ہوتا ہے جو دن کے وقت دیکھا جائے، یا اس میں کوئی فرق ہے؟

ایک قول یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ زیادہ سچا خواب وہ ہوتا ہے جو سحر کے وقت دیکھا جائے، اس حدیث کی امام احمد نے مرفوعاً روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور علامہ نصر بن یعقوب الدینوری نے ذکر کیا ہے کہ اگر رات کے شروع حصہ میں خواب دیکھا جائے تو اس کی تعبیر دیر سے آتی ہے اور آدھی رات کو خواب دیکھا جائے تو اس کی تعبیر جلدی آتی ہے اور سب سے زیادہ خواب کی تعبیر اس خواب کی آتی ہے جو سحر کے وقت دیکھا جائے خاص طور پر طلوع فجر کے وقت۔ اور امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ دوپہر کے وقت خواب دیکھنے کی تعبیر جلدی آتی ہے۔

رَوَاهُ سَمُرَةُ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث روایت کی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

یعنی رات کے خواب کے متعلق حضرت سمرہ بن جندب الفزاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی نے حدیث روایت کی ہے، اوران کی حدیث کتاب التعبیر کے آخر میں آئے گی۔ان شاء اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ الْبَارِحَةَ إِذْ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ حَتَّى وُضِعَتْ فِي يَدِي قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَذَهَبَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَنْتُمْ تَنْتَقِلُونَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن المقدام العجلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن الطفاوی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مفاتیح الکلم (کلمات کی چابیاں) دی گئیں، اور رُعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، اور جس وقت میں گزشتہ رات سویا ہوا تھا تو مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں حتیٰ کہ میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور تم ان خزانوں کو منتقل کر رہے ہو۔

(صحیح البخاری: ۲۹۷۷، ۶۹۹۸، ۷۰۱۳، ۷۲۷۳، صحیح مسلم: ۵۲۳، سنن نسائی: ۳۰۸۹، مسند احمد: ۹۵۵۷)

صحیح البخاری: ۶۹۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے ''اور جس وقت کہ میں گزشتہ رات سویا ہوا تھا''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عبدالرحمٰن الطفاوی، اس میں بنوطفاوہ کی طرف نسبت ہے، یا طفاوہ کی طرف نسبت ہے جو ایک جگہ کا نام ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، وہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، اور وہ ابن سیرین ہیں۔ اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

حدیثِ مذکور کے معانی

''مفاتیح الکلم'' اور ''جوامع الکلم'' کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مفاتیح الکلم''، یعنی الفاظ کم ہوں اور معانی بہت زیادہ ہوں، اور یہ آپ کی انتہائی بلاغت ہے،

اور دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ "مجھے جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے"۔

امام بخاری نے کہا ہے: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جوامع الکلم وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن امورِ کثیرہ کو جمع فرماتا ہے جو آپ سے پہلے آسمانی کتابوں میں لکھے گئے تھے، کسی ایک امر کے متعلق یا دو امروں کے متعلق یا اس کی مثل۔

رُعب سے آپ کی مدد کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "نُصِرتُ بالرُعب" یعنی لشکرِ اسلام کی ہیبت سے دشمن شکست کھا جاتے ہیں اور خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور گھوڑے اور اونٹ دوڑائے بغیر وہ اطاعت کر لیتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "البارِحة" یہ گزری ہوئی رات کا نام ہے خواہ وہ زوال سے پہلے ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تنتقلونها" یعنی تم مالِ غنیمت حاصل کرتے ہو، اور تم مالِ غنیمت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہو جیسا کہ مسلمانوں نے کسریٰ کے خزانوں کو اور قیصر کے دفینوں کو منتقل کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۳۔ ۲۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ أُرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا آدَمَ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ لَهُ لِمَّةٌ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلَى رَجُلَيْنِ أَوْ عَلَى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ إِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ أَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات مجھے اپنے آپ کو کعبہ کے پاس خواب میں دکھایا گیا، میں نے ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا، جیسے تم کسی بہت خوبصورت گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھتے ہو، ان کے حسین لمبے لمبے بال تھے جیسے تم بہت خوبصورت لمبے بالوں والا کوئی آدمی دیکھتے ہو اور ان سے پانی کے قطرے گر رہے تھے اور وہ دو آدمیوں کے سہارے یا دو آدمیوں کے کندھوں کے سہارے بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ پس مجھے بتایا گیا کہ یہ المسیح ابن مریم (علیہما السلام) ہیں، پھر میں ایک گھونگھریالے بالوں والے کے ساتھ تھا جس کی دائیں آنکھ کانی تھی اور وہ انگور کے دانے کی طرح ابھری ہوئی تھی، میں نے سوال کیا یہ کون ہے؟ پس بتایا گیا کہ یہ المسیح الدجال ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۵۹۰۲، ۶۹۹۹، ۷۰۲۶، ۷۱۲۸)

صحیح البخاری: ۶۹۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "رات کو خواب دیکھنا" اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے "مجھے آج رات خواب میں دکھایا گیا"۔
یہ حدیث کتاب اللباس میں از عبداللہ بن یوسف گزر چکی ہے اور امام مسلم نے اس کو کتاب الایمان میں از یحییٰ بن یحییٰ روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "أُرانی اللیلة" یعنی میں نے اپنے آپ کو دیکھا، اور "اللیلة" میں بر بنائے ظرف نصب ہے، اور عنقریب باب طواف بالکعبة میں ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت آئے گی کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں کعبہ کے گرد طواف کر رہا ہوں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "مِن أُدمِ الرجال" اُدم میں ہمزہ پر پیش ہے اور دال ساکن ہے، یہ آدم کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: گندمی رنگ والا۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ وہ رنگ ہے جو گندمی رنگ کی طرف مائل ہو، اور ابو عبد الملک نے کہا ہے کہ آدم کا معنی ہے: جس میں سیاہی کم ہو۔
اس حدیث میں مذکور ہے "لهٔ لِمّةٌ" اس میں لام کے نیچے زیر ہے اور میم پر تشدید ہے، اور لمۃ ان بالوں کو کہتے ہیں جو کانوں کی لَو سے متجاوز ہوں، اور "اللِمَم" لمۃ کی جمع ہے اور جب بال کندھوں تک پہنچ جائیں تو ان کو "جمة" کہتے ہیں اور جو اس سے کم ہوں تو ان کو "الوَفرة" کہتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "رَجَّلَها" جیم پر تشدید ہے، یعنی بالوں کو سنوارا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "او علی عواتق رِجلین" اس میں راوی کو شک ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دو آدمیوں کے سہارے طواف کر رہے تھے یا دو آدمیوں کے کندھوں کے سہارے طواف کر رہے تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "جعد" یعنی وہ بال سیدھے نہ ہوں گھنگریالے ہوں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "قطط" یہ گھونگھریالے بالوں کا مبالغہ ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "طافية" جب کوئی چیز پانی کی سطح سے ابھر کر اوپر آ جائے تو کہا جاتا ہے "طفا الشیء علی الماء" خلاصہ یہ ہے کہ دجال کی آنکھ اس کے چہرے پر ابھری ہوئی ہوگی جیسے انگور کا دانہ ہوتا ہے۔
علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ دجال کی آنکھ نکلی ہوئی ہوگی اور اس کی روشنی جا چکی ہوگی جیسا کہ انگور کا پانی سوکھ جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "المسیح الدجال"۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب وہ کسی آفت زدہ بیمار آدمی پر ہاتھ پھیرتے تو وہ تندرست ہو جاتا، اور دجال کے مسیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ رگڑی ہوئی تھی۔ ہم نے اپنی کتاب "زین المجالس" میں دجال کو دجال کہنے کی دس وجوہ بیان کی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہنے کی تئیس وجوہ بیان کی ہیں، لیکن یہاں پر ہم نے طوالت سے

بچنے کے لیے اختصار کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۴۔۲۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۰۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا: مجھے آج رات خواب میں دکھایا گیا، اور پھر حدیث بیان کی۔

(صحیح البخاری: ۷۰۴۶، صحیح مسلم: ۲۲۶۹، سنن ترمذی: ۲۲۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۶۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۸، مسند احمد: ۲۱۱۴، سنن دارمی: ۲۱۵۶)

وَتَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَسُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

زہری کی متابعت سلیمان بن کثیر نے اور زہری کے بھتیجے نے اور سفیان بن حسین نے زہری سے کی ہے از عبید اللہ از حضرت ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَوْ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور الزبیدی نے کہا از الزہری از عبید اللہ، کہ حضرت ابن عباس یا حضرت ابو ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

وَقَالَ شُعَيْبٌ وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَكَانَ مَعْمَرٌ لَا يُسْنِدُهُ حَتَّى كَانَ بَعْدُ۔

اور شعیب اور اسحاق بن یحییٰ نے از الزہری روایت کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے تھے، اور معمر اس حدیث کی سند نہیں بیان کرتے تھے حتیٰ کہ بعد میں انہوں نے اس کی سند بیان کی۔

صحیح البخاری: ۷۰۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں بھی رات کو خواب میں دیکھنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، یہ یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر ہیں جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن عبد اللہ کا ذکر ہے، یہ ابن عتبہ بن مسعود الہذلی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انی أریت" یہ مجہول کا صیغہ ہے، اور ایک روایت میں ہے "انی رایت" یعنی میں نے دیکھا، اور امام

بخاری نے اتنی مقدار پر اکتفاء کرلیا، اور عنقریب "باب من لم یر الرؤیا لاول عابر" یہ حدیث مکمل آئے گی اور وہیں اس کی شرح آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۲۔ بَابُ: الرُّؤْيَا بِالنَّهَارِ — دن کے وقت خواب دیکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس خواب کا بیان کیا گیا ہے جس کو دن میں دیکھا گیا ہو۔

وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ رُؤْيَا النَّهَارِ مِثْلُ رُؤْيَا اللَّيْلِ۔

اور ابن عون نے از ابن سیرین روایت کی کہ دن میں دیکھا ہوا خواب رات میں دیکھے ہوئے خواب کی مثل ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

یعنی دونوں خوابوں کا حکم ایک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۰۰۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ فَنَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام حرام بنت ملحان کے پاس جاتے تھے اور وہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، پس ایک دن آپ ان کے پاس گئے، انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا، اور وہ آپ کے سر میں جوئیں دیکھ رہی تھیں، پس رسول اللہ ﷺ سو گئے، پھر آپ بیدار ہوئے اور اس وقت آپ ہنس رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۷۸۸، ۲۷۹۹، ۲۸۷۷، ۲۸۹۴، ۶۲۸۲، ۷۰۰۱، ۲۷۸۹، ۲۸۰۰، ۲۸۷۸، ۲۸۹۵، ۲۹۲۴، ۷۰۰۲، صحیح مسلم: ۱۹۱۲، سنن ترمذی: ۱۶۴۵، سنن النسائی: ۳۱۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۴۹۰، سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۶، مسند احمد: ۱۳۷۷۹، موطا امام مالک: ۱۰۱۱، سنن دارمی: ۲۴۲۱)

۷۰۰۲۔ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ شَكَّ إِسْحَاقُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو کیا چیز ہنساتی ہے؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے تھے، وہ اس سمندر کے وسط میں تختوں پر اس طرح سوار تھے جس طرح تختوں پر بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں، یا جیسے تختوں پر بادشاہ ہوتے

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَا قَالَ فِي الْأُولَى قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِي زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ۔

ہیں، راوی اسحاق کو شک ہے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے، پس ان کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا کی، پھر آپ نے اپنا سر رکھ دیا، پھر آپ بیدار ہوئے اور اس وقت آپ ہنس رہے تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو کیا چیز ہنساتی ہے؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے تھے، اسی طرح فرمایا جس طرح پہلی بار فرمایا تھا، حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: میں نے عرض: کیا یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے، آپ نے فرمایا: تم پہلوں میں سے ہو، پس حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں خشکی میں سوار ہوئیں تو جس وقت وہ سمندر سے نکلیں تو سواری نے ان کو گرا دیا، پس وہ شہید ہو گئیں۔

(صحیح البخاری: ۲۷۸۸، ۲۷۹۹، ۲۸۷۷، ۲۸۹۴، ۶۲۸۲، ۷۰۰۱، ۲۷۸۹، ۲۸۰۰، ۲۸۷۸، ۲۸۹۵، ۲۹۲۴، ۷۰۰۲، صحیح مسلم: ۱۹۱۲، سنن ترمذی: ۱۶۴۵، سنن النسائی: ۳۱۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۴۹۰، سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۶، مسند احمد: ۱۳۷۷۹، موطا امام مالک: ۱۰۱۱، سنن دارمی: ۲۴۲۱)

صحیح البخاری: ۷۰۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "پس رسول اللہ ﷺ سو گئے پھر آپ بیدار ہوئے اور اس وقت آپ ہنس رہے تھے"۔

یہ حدیث کتاب الجہاد میں از عبداللہ بن یوسف گزر چکی ہے، اور کتاب الاستیذان میں از اسماعیل گزر چکی ہے، اور امام مسلم نے کتاب الجہاد میں اس کی از یحییٰ بن یحییٰ روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کے جانے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "یدخل علی ام حرام بنت ملحان" حضرت ام حرام، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے پاس جانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ آپ کی رضاعی خالہ تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے جوئیں نکالنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "تفلی" یہ ترمی کے وزن پر ہے، یعنی جوئیں نکالتی تھیں۔

میں کہتا ہوں: جوئیں میل کچیل اور گندگی سے پیدا ہوتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں سب سے بڑھ کر طیب وطاہر اور نظیف تھے، اس لیے آپ اس سے بری ہیں کہ آپ کے سر میں جوئیں ہوں، اور ہوسکتا ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا آپ کے سر کو سہلا رہی ہوں جس کو راوی نے سر میں جوئیں دیکھنے سے تعبیر کیا، کیونکہ اس زمانہ میں عام طور پر لوگوں کے سروں میں جوئیں ہوتی تھیں، یا جیسے عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کے سر میں جوئیں دیکھتی ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ قرار دینے پر علامہ عینی کا تبصرہ

اس حدیث میں مذکور ہے "فی زمان معاویة" بعض شارحین نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح تھی اور یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس زمانہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے اور خلیفہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے، اور اگر ہم یہ مان لیں کہ وہ حضرت معاویہ کے زمانہ کا یہ واقعہ ہے تب بھی خلافت کا دعویٰ صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی" اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے لوگوں کو ملوک اور بادشاہ کا نام دیا گیا ہے، خواہ وہ اپنے آپ کو خلفاء کہتے ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۶۔۲۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۳۔ بَابٌ: رُؤْيَا النِّسَاءِ — خواتین کے خواب کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں عورتوں کے خواب کا بیان ہے، علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس پر اتفاق ہے کہ مومنہ صالحہ اس حدیث کے تحت داخل ہے کہ مومن صالح کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے۔

نیز علامہ بن بطال نے کہا ہے: عورتوں کا خواب صحیح ہوتا ہے جیسے مردوں کا خواب صحیح ہے اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۰۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ بَايَعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُمُ اقْتَسَمُوا الْمُهَاجِرِينَ قُرْعَةً قَالَتْ فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ وَأَنْزَلْنَاهُ فِي أَبْيَاتِنَا فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَلَمَّا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عُفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا جو کہ انصار کی ایک خاتون تھیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، وہ بیان کرتی ہیں کہ صحابہ کرام

تُوُفِّيَ غُسِّلَ وَكُفِّنَ فِي أَثْوَابِهِ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَمَا يُدْرِيكِ أَنَّ اللهَ أَكْرَمَهُ فَقُلْتُ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَمَّا هُوَ فَوَاللهِ لَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ وَوَاللهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللهِ مَاذَا يُفْعَلُ بِي فَقَالَتْ وَاللهِ لَا أُزَكِّي بَعْدَهُ أَحَدًا أَبَدًا۔

نے قرعہ اندازی کے ذریعہ مہاجرین کو اپنے اپنے حصہ میں تقسیم کر دیا، حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس ہمارے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا قرعہ آ گیا، اور ہم نے ان کو اپنے گھروں میں داخل کر لیا، پھر ان کو وہ درد ہو گیا جس درد میں ان کی وفات ہو گئی، پس جب ان کی وفات ہو گئی، انہیں غسل دیا گیا اور انہیں ان کے کپڑوں میں کفن پہنایا گیا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: اے ابوالسائب! آپ پر اللہ کی رحمت ہو، میں آپ کے متعلق گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت دی ہے، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کس چیز نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت دی ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ قربان ہوں، پھر کس کو اللہ تعالیٰ عزت دے گا؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہے وہ تو اللہ کی قسم! ان کے پاس یقینی بات آ گئی ہے، اور اللہ کی قسم! بے شک میں ان کے لیے خیر کی امید رکھتا ہوں، اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا! حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس کے بعد کسی کی تحسین نہیں کروں گی۔

(صحیح البخاری: ۱۲۴۳، ۲۶۸۷، ۳۹۲۹، ۷۰۰۳، ۷۰۰۴، ۷۰۱۸، مسند احمد: ۲۶۹۱۱)

صحیح البخاری: ۷۰۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے ''پس میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے لیے ایک چشمہ جاری تھا، تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس خواب کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: یہ عثمان کا عمل ہے، اور یہ حدیث ابھی آئے گی، اور یہی اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی توجیہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت ام العلاء ابنۃ الحارث بن ثابت بن حارثہ بن ثعلبہ ابن حلاس بن امیہ الانصاریہ کا ذکر ہے، یہ ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی اور رسول اللہ ﷺ ان کی بیماری میں ان کی

عیادت فرماتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انھم اقتسموا المھاجرین" یعنی انصار میں سے ہر ایک نے جب مہاجرین مدینہ آئے تو ان میں سے ایک ایک کو لے لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فطار لنا" یعنی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا قرعہ ہمارے نام نکل آیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فوجع" یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابا السائب" یہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واللہ ما ادری وانا رسول اللہ" یعنی اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغفور ہیں، کیونکہ آپ کے تمام اگلے پچھلے بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں کی مغفرت کر دی گئی ہے اور آپ کے لیے وہ مقاماتِ محمودہ ہیں جو دوسروں کے لیے نہیں ہیں تو پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں علمِ تفصیلی کی نفی ہے، اور آپ کو جو معلوم تھا وہ علمِ اجمالی تھا۔

علامہ داؤدی نے اس کے جواب میں کہا ہے: یہ آپ نے اس وقت کہا جب آپ کو یہ خبر نہیں دی گئی تھی کہ اہلِ بدر جنت میں داخل ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۰۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی فوت شدہ شخص کے متعلق مغفور کہنے کا عدمِ جواز

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی فعل کے متعلق وثوق سے خبر دے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر ضرور رحم فرمائے گا یا ضرور اس کی مغفرت فرما دے گا یا ضرور اس کو عزت دے گا، لیکن اس طرح کہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے خیر کی امید ہے، اور یہ کہ ہم وثوق سے کہیں کہ اللہ نے اس کو عزت دی ہے یا اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو ڈھانپ لیا ہے، تو یہ کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ اس چیز کی خبر دینا ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے در پے نہ ہو، بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے (روزِ قیامت) سوال کیا جائے گا O

(بنی اسرائیل: ۳۶)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ لوگوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص مرحوم ہے یا فلاں شخص مغفور ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس سے مقصود خبر دینا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر رحم فرما دیا ہے یا اس کی مغفرت فرما دی ہے تو یہ جائز نہیں ہے، اور اگر اس سے مراد یہ ہو کہ ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا اور اس کی مغفرت فرمائے گا تو یہ جائز ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۹۴۔۴۹۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور سے بعض لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کا انکار کرنا

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صریح ارشاد ہے کہ اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب نہیں ہے۔

ان لوگوں کا یہ قول صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "ما ادری" سو اس حدیث میں درایت کی نفی ہے اور درایت کا معنی ہے: کسی چیز کو قیاس سے جاننا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کے احوال کو قیاس سے نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے جانتے ہیں۔ اور متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی عاقبتِ محمودہ کی خبر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۷۹﴾ (بنی اسرائیل:۷۹)

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَوۡ اَنَّہُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ جَآءُوۡکَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰہَ وَ اسۡتَغۡفَرَ لَہُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا ﴿۶۴﴾ (النساء:۶۴)

اور جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو یہ آپ کے پاس آ جاتے، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا پاتے O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ﴿۵﴾ (الضحیٰ:۴)

اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَ یَہۡدِیَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ﴿۲﴾ (الفتح:۲)

تا کہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام، اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو صراطِ مستقیم پر برقرار رکھے O

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد درج ذیل آیت کا حکم منسوخ ہو گیا:

قُلۡ مَا کُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَاۤ اَدۡرِیۡ مَا یُفۡعَلُ بِیۡ وَ لَا بِکُمۡ ؕ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ وَ مَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۹﴾ (الاحقاف:۹)

آپ کہیے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور نہ میں از خود جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور (نہ میں از خود یہ جانتا ہوں کہ) تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، میں صرف

اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے اور
میں صرف واضح طور پر عذاب سے ڈرانے والا ہوں O

یعنی ان آیات کے نزول کے بعد اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ آپ یہ کہیں کہ ''میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور میں نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت فرمادی ہے اور آپ کو مقامِ محمود عطا فرمایا ہے، اور آپ کو گناہگاروں کی شفاعت کا منصب عطا فرمایا ہے، اور آپ کو یہ بھی بتا دیا کہ آپ کی امت کے ساتھ کیا کیا جائے گا، آپ نے بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کی مغفرت فرمادی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق فرمایا کہ وہ غزوہ بدر میں حاضر تھے اور تمہیں کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ اہلِ بدر کی طرف متوجہ ہوا، پس فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۰۰۷، صحیح مسلم: ۲۴۹۴، سنن ترمذی: ۳۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۲۶۵۰، مسند احمد: ۶۰۱)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد صحابہ کرام کو دنیا میں جنت کی بشارت دی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر جنت میں ہیں، اور عمر جنت میں ہیں، اور عثمان جنت میں ہیں، اور علی جنت میں ہیں، اور طلحہ جنت میں ہیں، اور زبیر جنت میں ہیں، اور عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں، اور سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں، اور سعید جنت میں ہیں، اور ابوعبیدہ بن الجراح جنت میں ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۴۷، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۳)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة'' (حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اہلِ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں)۔

(سنن ترمذی: ۳۷۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳)

نیز آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''اے فاطمہ! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار ہو، یا فرمایا مومنین کی عورتوں کی سردار ہو''۔ (صحیح البخاری: ۶۲۸۵، صحیح مسلم: ۲۴۵۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۱)

سو واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مقامِ بلند کا بھی علم عطا کیا گیا تھا اور اپنے امتیوں کے مقامات کا بھی علم عطا کیا گیا تھا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۰۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا وَقَالَ مَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِهِ قَالَتْ وَأَحْزَنَنِي فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ لِعُثْمَانَ عَيْنًا تَجْرِي فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ ذٰلِكَ عَمَلُهُ۔

(مسند احمد: ۲۶۹۱۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری اسی حدیث کی روایت کی اور اس حدیث میں کہا: میں (از خود) نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا، حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: اور مجھے غمزدہ کر دیا، پس میں سو گئی، پس میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے لیے ایک چشمہ جاری ہے، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی

تو آپ نے فرمایا: یہ ان کا عمل ہے۔

صحیح البخاری: ۷۰۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ اسی حدیث کا ایک حصہ ہے جو ابھی ابوالیمان الحکم بن نافع کی سند سے گزری ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۴۔ بَابٌ: اَلْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ — براخواب شیطان کی طرف سے ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ بُرا خواب شیطان کی طرف سے ہے، اور حَلم میں حاء پر اگر زبر ہو تو اس کا معنی گزر چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
حُلم میں حاء پر پیش ہو اور لام پر جزم ہو تو اس کا معنی ہے: سونے والا جو خواب دیکھتا ہے، اور حُلم کی شیطان کی طرف اضافت کی وجہ یہ ہے کہ یہ جھوٹ اور ڈرانے میں شیطان کے مناسب ہے، اس کے برخلاف سچے خواب، ان کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے اور یہ اضافت تعظیم کے لیے ہے، اگرچہ ہر خواب اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے اور مقدر کرنے سے ہوتا ہے جیسا کہ تمام لوگ اللہ کے بندے ہیں خواہ وہ نافرمان ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ (الزمر: ۵۳)

آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا، بے شک وہی بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۷۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

فَاِذَا حَلَمَ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

جب کوئی شخص برا خواب دیکھے تو وہ بائیں جانب تھوک دے اور اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرے۔

۷۰۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بُکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب از ابوسلمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت

وَفُرْسَانِهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ الرُّؤْيَا مِنَ اللهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا حَلَمَ أَحَدُكُمُ الْحُلْمَ يَكْرَهُهُ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ وَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْهُ فَلَنْ يَضُرَّهُ۔

ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اور آپ کے گھوڑے سواروں میں سے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (نیک) خواب اللہ کی طرف سے ہے، اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے، پس جب تم میں سے کوئی شخص برا خواب دیکھے جو اس کو ناگوار ہو تو وہ بائیں جانب تھوک دے اور اس خواب کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، تو وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۲، ۵۷۴۷، ۶۹۸۴، ۶۹۸۶، ۶۹۹۵، ۶۹۹۶، ۷۰۰۵، ۷۰۴۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۱، سنن ترمذی: ۲۲۷۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۹، مسند احمد: ۲۲۰۵۸، موطا امام مالک: ۱۷۸۴، سنن دارمی: ۲۱۴۱)

صحیح البخاری: ۷۰۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ بابِ مذکور کا عنوان ہے کہ برا خواب شیطان کی طرف سے ہے اور حدیث میں بھی اسی کا ذکر ہے۔

یہ حدیث باب ''من رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور ابوقتادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے''۔ امام بخاری نے اس کا حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی تعظیم اور ان کے وجہِ افتخار کے لیے ذکر کیا ہے اور تا کہ ناواقف لوگوں کو ان کے مرتبہ اور مقام کا علم ہو، اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابہ میں سے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وہ آپ کے گھوڑے سواروں میں سے تھے'' ان کے گھوڑے سواری کا بیان یہ ہے کہ انہوں نے غزوۂ خیبر کے دن بیس (۲۰) مردوں کو قتل کیا، تو شارع علیہ السلام نے ان بیس مردوں سے اتارا ہوا سامان ان کو عطا فرمایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خواب اللہ کی طرف سے ہے'' یعنی جو خواب محبوب ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''حُلم شیطان کی طرف سے ہے'' یعنی جو ناپسندیدہ خواب ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے، یعنی یہ خواب کی طبیعت کے اعتبار سے ہے ورنہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۵- بَابُ: اللَّبَنِ

خواب میں دودھ دیکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص خواب میں دودھ کو دیکھے تو اس کی کیا تعبیر بیان کی جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۰۶- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ مِنْ أَظْفَارِي ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي يَعْنِي عُمَرَ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْعِلْمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حمزہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ بے شک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میرے پاس (خواب میں) دودھ کا پیالہ لایا گیا، پس میں نے اس سے پیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ اس کی سیرابی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے، پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عطا فرما دیا، یعنی عمر کو، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر کی ہے؟ آپ نے فرمایا: علم۔

(صحیح البخاری: ۸۲، ۳۶۸۱، ۷۰۰۶، ۷۰۰۷، ۷۰۲۷، ۷۰۳۲، صحیح مسلم: ۲۳۹۱، سنن ترمذی: ۲۲۸۴، مسند احمد: ۵۵۲۹، سنن دارمی: ۲۱۵۴)

صحیح البخاری: ۷۰۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح سے ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کو واضح کرتی ہے کہ خواب میں دودھ کو دیکھنا علم سے کنایہ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، یہ ابن یزید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمزہ، یہ ابن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو اپنے باپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب العلم میں سعید بن عفیر سے گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لاری الرِّیَّ" اس میں لام تاکید کے لیے ہے اور "الرِّیَّ" میں راء کے نیچے زیر ہے اور یاء پر تشدید ہے اور اس کا معنی ہے سیر ہونا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یخرج من اظفاری" ایک روایت میں ہے کہ وہ دودھ میرے ناخنوں کے نیچے سے بہہ رہا تھا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ "خروج" کا لفظ عن کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: وہ دودھ بدن سے نکلتا تھا، یا ناخنوں میں ظاہر ہوتا تھا۔

علامہ کرمانی نے مزید یہ کہا ہے "الرِّیَّ" یعنی سیرابی ایک معنوی چیز ہے اور خروج ظاہری چیز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سیرابی کا اثر نکلتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۹۔ ۲۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۶۔ بَابٌ: إِذَا جَرَى اللَّبَنُ فِي أَطْرَافِهِ أَوْ أَظَافِيرِهِ

جب دودھ جسم کے اعضاء میں یا ناخنوں میں جاری ہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ دودھ اس کے اعضاء میں جاری ہو رہا ہے یا اس کے ناخنوں میں تو اس کی کیا تعبیر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۰۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ مِنْ أَطْرَافِي فَأَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ فَمَا أَوَّلْتَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْعِلْمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حمزہ بن عبد اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میرے پاس (خواب میں) دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس سے پیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ (دودھ سے) سیرابی میرے اعضاء سے نکل رہی ہے، پس میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب کو دیا، پس جو لوگ آپ کے گرد تھے انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ

نے اس خواب کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپ نے فرمایا: علم۔

(صحیح البخاری: ۸۲، ۳۶۸۱، ۷۰۰۶، ۷۰۰۷، ۷۰۲۷، ۷۰۳۲، صحیح مسلم: ۲۳۹۱، سنن ترمذی: ۲۲۸۴، مسند احمد: ۵۵۲۹، سنن دارمی: ۲۱۵۴)

صحیح البخاری: ۷۰۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہی حدیث ہے جو اس سے پہلے ''باب اللبن'' میں گزر چکی ہے۔

پہلے اس حدیث کی عبدان سے روایت کی تھی اور اب اس حدیث کی علی بن عبداللہ المدینی سے روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۷۔ باب: اَلْقَمِيصِ فِي الْمَنَامِ — خواب میں قمیص کو دیکھنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب میں قمیص کو دیکھنے کی کیا تعبیر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۰۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذٰلِكَ وَمَرَّ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ قَالُوا مَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الدِّينَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد ابراہیم نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابوامامہ بن سہل نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں اور ان کے اوپر قمیصیں ہیں، ان میں سے بعض قمیصیں پستانوں تک پہنچتی تھیں، اور بعض قمیصیں اس سے نیچے تک پہنچتی تھیں، اور عمر بن الخطاب میرے سامنے سے گزرے اور ان پر اتنی لمبی قمیص تھی جس کو وہ گھسیٹ رہے تھے، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر لی ہے، آپ نے فرمایا: دین۔

(صحیح البخاری: ۲۳، ۳۶۹۱، ۷۰۰۸، ۷۰۰۹، صحیح مسلم: ۲۳۹۰، سنن ترمذی: ۲۲۸۵، سنن نسائی: ۵۰۱۱، مسند احمد: ۱۱۴۰۵، سنن دارمی: ۲۱۵۱)

صحیح البخاری: ۷۰۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں بھی خواب میں قمیص کو دیکھنے کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی یہی بیان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند کے وہی رجال ہیں جو اس سے پہلی حدیث کے رجال ہیں، لیکن وہاں ابن شہاب کے بعد حمزہ بن عبداللہ کا ذکر ہے اور یہاں ابن شہاب کے بعد ابوامامہ بن سہل کا ذکر ہے، اور ان کا نام اسعد بن سہل بن حنیف انصاری ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا تھا، اور کہا جاتا ہے کہ آپ نے ان کا نام رکھا اور ان کے دادا کے نام پر ان کی کنیت رکھی، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی حدیث کو نہیں سنا اور انہوں نے اپنے باپ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۰۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لباس سے مراد بندے کے اعمال ہیں

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی کتاب میں قمیص کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ (المدثر: ۴)　اور اپنا لباس پاک رکھیے ۝

اس سے مراد یہ ہے کہ نیک عمل کریں اور زمانہ جاہلیت میں لوگ جن ناجائز کاموں کو مباح سمجھتے تھے ان سے اپنے آپ کو پاک رکھیں، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ اور عرب یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے دین میں نیک کام کرتا ہو تو کہا جاتا ہے "فلان نقی الثوب" یعنی اس شخص کے کپڑے صاف ستھرے ہیں۔

خواب کی تعبیر ظاہر الفاظ پر مبنی نہیں ہوتی بلکہ ضربِ مثال پر مبنی ہوتی ہے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تمام خواب اس ظاہر عبارت پر مبنی نہیں ہوتے جو خواب میں دکھائی دیتے ہیں بلکہ خواب کی تعبیر مثالوں پر مبنی ہوتی ہے، پس دین کی مثال قمیص سے بیان کی جاتی ہے اور ایمان اور علم کی مثال دودھ سے بیان کی جاتی ہے، کیونکہ جس طرح قمیص بدن کی شرمگاہ کو چھپاتی ہے اسی طرح دین ان برے اعمال کو چھپاتا ہے جن کو انسان حالتِ کفر میں کرتا ہے یا حالتِ جہالت میں کرتا ہے۔ اور یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ دودھ سے اجسام کی حیات ہوتی ہے جیسا کہ علم کے ساتھ دلوں کی حیات ہوتی ہے، اس وجہ سے علم کے لیے دودھ کی مثال بیان کی جاتی ہے۔

بیداری میں لمبی قمیص کے مذموم ہونے اور خواب میں مستحسن ہونے کی توجیہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ کیا وجہ ہے کہ بیداری میں تو اتنی لمبی قمیص کی مذمت کی جاتی ہے جو پیروں کے نیچے گھسٹ رہی ہو اور اس کو تکبر پر محمول کیا جاتا ہے اور نیند میں لمبی قمیص کا ہونا مستحسن قرار دیا جاتا ہے۔

علامہ المہلب نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ دنیا میں قمیص، ستر اور زینت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (الاعراف:۳۲)

(اے نبی!) آپ کہیے: اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے اور اس کی دی ہوئی پاک چیزوں کو۔

اور آخرت میں لباس تقویٰ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ (الاعراف:۲۶)

اے اولادِ آدم! بے شک ہم نے تم پر ایسا لباس نازل کیا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور وہ تمہاری زینت (بھی) ہے، اور تقویٰ کا لباس، وہی سب سے بہتر لباس ہے۔

پس جب کہ لباس دنیا میں زینت ہے تو اس میں سے اس لباس کو حرام قرار دیا جو تکبر کی طرف پہنچائے، پس واجب ہے کہ یہ زینت دنیا میں عبودیت کی علامت کے ساتھ مقرون ہو، اور جب کہ آخرت کے اندر لباس میں تکبر کا احتمال نہیں ہے تو آخرت میں لمبا لباس جو پیروں تلے گھسٹ رہا ہو وہ مستحسن ہے، کیونکہ وہ زیادہ عبادت اور زیادہ محاسن اعمال پر دلالت کرتا ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۸۔ بَابُ: جَرِّ الْقَمِيْصِ فِي الْمَنَامِ — خواب میں قمیص کو گھسیٹنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ وہ اتنی لمبی قمیص پہنے ہوئے ہے جو اس کے پیروں کے نیچے گھسٹ رہی ہے تو اس کی کیا تعبیر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۰۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ عُرِضُوْا عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُوْنَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابو امامہ بن سہل نے خبر دی از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے

بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الدِّينَ۔

خواب میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے جارہے ہیں اور ان پر قمیصیں ہیں، پس بعض قمیصیں پستانوں تک پہنچتی تھیں، اور بعض قمیصیں اس سے نیچے تھیں، اور میرے سامنے عمر بن الخطاب پیش کیے گئے اور ان پر جو قمیص تھی وہ اس کو گھسیٹ رہے تھے، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر لی ہے، آپ نے فرمایا: دین۔

(صحیح البخاری: ۲۳، ۳۶۹۱، ۷۰۰۸، ۷۰۰۹، صحیح مسلم: ۲۳۹۰، سنن ترمذی: ۲۲۸۵، سنن نسائی: ۵۰۱۱، مسند احمد: ۱۱۴۰۵، سنن دارمی: ۲۱۵۱)

صحیح البخاری: ۷۰۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

یہ وہی حدیث ہے جو بابِ سابق میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۰۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اہلِ تعبیر کا اس پر اتفاق ہے کہ دین کو قمیص سے تعبیر کیا جاتا ہے اور قمیص کا طول اس پر دلالت کرتا ہے کہ لمبی قمیص پہننے والا بعد والوں کی بہ نسبت زیادہ نیک اعمال کا حامل ہے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگ دین میں قلت اور کثرت اور قوت اور ضعف کے ساتھ متصف ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے والے تھے اور تمام صحابہ سے زیادہ ان کا ایمان قوی تھا۔

(۳) اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کی فضیلت کو اس کے سامنے اور اس کے منہ پر بیان کرنا جائز ہے، بشرطیکہ یہ اطمینان ہو کہ اس فضیلت کے بیان کرنے سے وہ شخص فتنہ میں مبتلا نہیں ہوگا اور اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا نہیں سمجھے گا۔

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی بزرگ خواب دیکھے تو اس کے ماتحت اور اس کے متبع لوگ اس شخص سے اس کے دیکھے ہوئے خواب کی تعبیر پوچھیں۔

(۵) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے زیادہ دین دار ہیں، اس پر یہ اشکال ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ تو بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں، پھر اس خواب کی کیا توجیہ ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے تھے ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں تھے، یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے اور ان کی قمیص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قمیص سے بھی لمبی تھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلتِ جزوی معلوم ہوتی ہے، لیکن دوسری احادیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بہ کثرت فضائل ہیں اور ایسے فضائل ہیں جو اس فضیلت پر زائد ہیں۔

(۶) جس طرح قمیص بدن کے عیوب کو چھپاتی ہے، اسی طرح دین انسان کے برے اعمال کو چھپاتا ہے۔

(۷) آپ نے بعض ایسے لوگ دیکھے جن کی قمیص ان کے پستانوں تک تھی، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل میں کفر نہیں ہے اور وہ مومن ہیں لیکن وہ بعض نافرمانیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور جن کی قمیص اتنی لمبی تھی جو ان کے پیروں سے بھی متجاوز تھی تو اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے خالص نیک اعمال کیے۔

(۸) علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا: اس حدیث میں آپ کے سامنے جو لوگ پیش کیے گئے اس سے مراد خصوصاً امتِ محمدیہ کے افراد ہیں اور وہ دین کے تقاضوں پر عمل کرتے ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس میں بلند مقام پر تھے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۷۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۹- بَابُ: الْخُضَرِ فِي الْمَنَامِ وَالرَّوْضَةِ الْخَضْرَاءِ

خواب میں سبز رنگ کو دیکھنے اور سرسبز باغ کو دیکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

الخُضَر میں خاء پر پیش ہے اور ضاد ساکن ہے، یہ اخضر کی جمع ہے اور یہ مشہور رنگ ہے جو اصل رنگوں میں سے ایک ہے، اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے خواب میں سبز رنگ کو دیکھنے سے کیا مراد ہے۔ اس باب کے عنوان میں الروضۃ الخضراء کا ذکر ہے، علامہ الکیروانی نے کہا ہے: وہ باغ جس کی سرسبز پیداوار معروف نہ ہو، اس کو اس کی تر و تازگی اور حسین رونق کی وجہ سے اسلام کے ساتھ سے تعبیر کیا جاتا ہے، نیز اس سے ہر فضیلت والی جگہ کو تعبیر کیا جاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور ذکر کے حلقے اور خیر کے مجامع اور صالحین کی قبریں۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جگہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۹۵، صحیح مسلم: ۱۳۹۰، سنن ترمذی: ۳۹۱۶، سنن نسائی: ۶۹۵، مسند احمد: ۱۵۹۹۸، موطا امام مالک: ۴۶۳)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغات کے پاس سے گزرو، تو پس

چر لیا کرو، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: المساجد، پھر پوچھا گیا: یارسول اللہ! اس میں چرنا کیا ہے؟ فرمایا: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ (سنن ترمذی: ۳۵۰۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر صرف جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوگی۔ (سنن ترمذی: ۲۴۶۰)

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۱۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ قَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ كُنْتُ فِي حَلْقَةٍ فِيهَا سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَابْنُ عُمَرَ فَمَرَّ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالُوا هَذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّهُمْ قَالُوا كَذَا وَكَذَا قَالَ سُبْحَانَ اللهِ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ يَقُولُوا مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ إِنَّمَا رَأَيْتُ كَأَنَّمَا عَمُودٌ وُضِعَ فِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فَنُصِبَ فِيهَا وَفِي رَأْسِهَا عُرْوَةٌ وَفِي أَسْفَلِهَا مِنْصَفٌ وَالْمِنْصَفُ الْوَصِيفُ فَقِيلَ ارْقَهْ فَرَقِيتُهُ حَتَّى أَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقَصَصْتُهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَمُوتُ عَبْدُ اللهِ وَهُوَ آخِذٌ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حرمی بن عمارۃ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قرۃ بن خالد نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین، انہوں نے کہا: قیس بن عباد بیان کرتے ہیں کہ میں ایک حلقہ میں تھا جس میں حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے، پس حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ گزرے تو ان صحابہ نے کہا: یہ مرد اہلِ جنت میں سے ہے، میں نے حضرت عبداللہ بن سلام سے کہا کہ یہ صحابہ آپ کے متعلق اس طرح اور اس طرح کہتے ہیں، حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: سبحان اللہ! ان لوگوں کو وہ بات نہیں کہنی چاہیے جس کا انہیں یقینی علم نہیں ہے، میں نے (خواب میں) صرف ایک ستون دیکھا گویا کہ وہ سرسبز باغ میں نصب تھا اور اس کے سر کے اوپر ایک دستہ تھا اور اس کے نیچے ایک خادم تھا۔ اور منصف کا معنی خادم ہے، پس کہا گیا: اس پر چڑھو، میں اس ستون پر چڑھا حتیٰ کہ میں نے اس کے دستہ کو پکڑ لیا، پھر میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ اس حال میں وفات پائے گا کہ وہ مضبوط دستہ کو پکڑے ہوئے ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۳۸۱۳، ۷۰۱۰، ۷۰۱۴، صحیح مسلم: ۲۴۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۰، مسند احمد: ۲۳۲۷۵)

صحیح البخاری: ۷۰۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے جز وثانی کے ساتھ مطابقت ہے جس میں سرسبز باغ کا ذکر ہے۔اور اس حدیث میں بھی سرسبز باغ کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن محمد کا ذکر ہے، یہ مُسندی اور الجُعفی کے لقب سے معروف ہیں، اور جُعفی میں جوف بن سعد کی طرف نسبت ہے۔علامہ الجوہری نے کہا: یہ یمن کے ایک قبیلہ کے باپ ہیں اور ان کی اسی کی طرف نسبت ہے۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حرمی بن عمارۃ، حَرَمی میں حاء اور راء پر زبر ہے اور عُمارۃ میں عین پر پیش ہے۔اور اس حدیث کی سند میں قرۃ بن خالد کا ذکر ہے،لفظِ قُرّۃ میں قاف پر پیش ہے راء مشدد ہے، یہ ابن خالد السدوسی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں قیس بن عباد کا ذکر ہے، یہ البصری اور التابعی ہیں اور بہت بڑے ثقہ ہیں۔یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدینہ آئے اور جس نے ان کا شمار صحابہ میں کیا اس کو وہم ہوا، اور ان کا ذکر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مناقب میں اسی حدیث کے تحت ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی حلقۃ" اس میں لام ساکن ہے اور اس کی جمع "حِلَق" آتی ہے، اور علامہ جوہری نے کہا: حلقہ کی جمع حَلَق ہے حاء کے زبر کے ساتھ، اور یہ خلافِ قیاس ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اور اس حلقہ میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ تھے" یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔

بعض صحابہ کی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق جنتی ہونے کی اور ان کے انکار کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "ھذا رجل من اھل الجنۃ" ان صحابہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جنتی اس لیے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہمیشہ اسلام پر قائم رہیں گے حتیٰ کہ ان کی وفات ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقلت لہ" قیس بن عباد نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن سلام سے کہا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال سبحان اللہ" یعنی حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: سبحان اللہ۔حضرت عبداللہ بن سلام نے تعجب سے سبحان اللہ کہا اور انہوں نے ان صحابہ کے قول کا بطور تواضع انکار کیا اور اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ ان کی طرف انگلیوں سے اشارہ کر کے کہا جائے کہ یہ جنتی شخص ہے، تو ان کے دل میں فخر آ جائے۔

علامہ کرمانی نے کہا: اولیٰ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے یہ اس لیے کہا کہ ان صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً یہ نہیں سنا تھا کہ عبداللہ بن سلام اہلِ جنت سے ہیں بلکہ انہوں نے یہ بطورِ استدلال اور اجتہاد کہا تھا، پس وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انما رایت" یعنی جب حضرت عبداللہ بن سلام نے ان صحابہ کے قول پر انکار کیا تو اس خواب کا ذکر کیا، اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے ان صحابہ کے وثوق اور یقین پر انکار کیا اور اصلِ خبر پر انکار نہیں کیا کہ وہ اہلِ جنت

سے ہیں، اور جو لوگ تواضع کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوں، ان کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کانما عمود وضع فی روضۃ خضراء" ابن عون کی روایت میں ہے کہ وہ ستون باغ کے وسط میں تھا، اور اس روایت میں باغ کی یہ صفت نہیں ہے کہ وہ سرسبز تھا، اور کتاب المناقب میں ابن عون کی روایت ہے: گویا کہ میں نے ایک خواب کو دیکھا، پھر اس کی وسعت کو اور اس کے سرسبز ہونے کو بیان کیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق جنتی ہونے کی بشارت کا بطور استدلال ہونا

علامہ کرمانی نے کہا ہے: ہوسکتا ہے روضۃ سے مراد وہ تمام احکام ہوں جن کا تعلق دین کے ساتھ ہے، اور عمود سے مراد ارکانِ خمسہ ہوں، اور "العروۃ الوثقیٰ" سے مراد دین ہو۔

التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے ذکر کیا ہے: عمود ہر اس چیز پر دلالت کرتا ہے جس پر اعتماد کیا جائے مثلاً قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں، اور دین کی فقہ۔ اور عمود کی جگہ اور خواب کی صفات تعبیر کی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح "العروۃ" سے مراد اسلام اور توحید ہے اور یہی "العروۃ الوثقیٰ" یعنی مضبوط دستہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ سو جو شخص طاغوت سے کفر کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا تو اس نے ایسا مضبوط دستہ پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ (البقرہ:۲۵٦)

پس شارع علیہ السلام نے یہ خبر دی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی وفات ایمان پر ہوگی۔ اور جب کہ اس خواب میں ان کے جنتی ہونے پر شواہد تھے تو صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ ان کی وفات اسلام پر ہوگی، ان کو جنتی قرار دیا۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ ان صحابہ نے ان کو اصحابِ جنت میں سے اس لیے کہا کہ وہ بدری صحابی ہیں، اور اصحابِ بدر کے لیے حدیث میں بشارت ہے کہ "اللہ تعالیٰ اہلِ بدر کی طرف متوجہ ہوا، پس فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے"۔

(صحیح البخاری:۳۰۰۷، صحیح مسلم:۲۴۹۴، سنن ترمذی:۳۳۰۵، سنن ابوداؤد:۲٦۵۰، مسند احمد:٦۰۱)

اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص بھی اسلام اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر فوت ہوا، وہ جنت میں داخل ہوگا خواہ وہ بعض سزاؤں کا مستحق ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مِنصف" (میم کے نیچے زیر ہے) اس سے مراد ہے خادم، اور یہ لفظ ابنِ سیرین کی تفسیر ہے اور حدیث میں مدرَج ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ارقہ" یعنی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ اس ستون پر چڑھیں، وہ کہتے ہیں کہ میں اس ستون پر چڑھا حتیٰ کہ میں نے دستہ کو پکڑ لیا، اور ان کے مناقب میں مذکور ہے کہ میں اس ستون پر چڑھا حتیٰ کہ اس کی بلندی پر پہنچ گیا حتیٰ کہ میں نے دستہ کو ہاتھ سے پکڑ لیا، پھر جب میں بیدار ہوا تو وہ دستہ میرے ہاتھ میں تھا۔ اور صحیح مسلم میں مذکور ہے حتیٰ کہ مجھے ایک ستون پر لایا گیا جس کا سرآسمان میں تھا اور اس کا نچلا حصہ زمین میں تھا اور اس کے اوپر کے حصہ پر ایک دستہ تھا، پس مجھ سے فرمایا: اس کے اوپر چڑھو، میں نے کہا: میں کیسے چڑھوں؟ تو اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اٹھا کر اس دستہ کے قریب کردیا، پھر ستون پر ضرب لگائی تو وہ گر گیا اور میں اس دستہ کے ساتھ لٹکا ہوا تھا حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۲۔ ۲۲۴، دارالکتب

العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۱۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے خواب کی بعض تفصیلات

خرشہ کی روایت میں ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا میرے پاس ایک مرد آیا، اس نے مجھ سے کہا: اٹھو! پس اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے ساتھ لے گیا، پس میں ایک راستہ پر تھا جو بائیں جانب تھا، میں اس راستہ پر چلنے لگا تو مجھ سے اس مرد نے کہا: اس راستہ پر نہ چلو، یہ اصحاب الشمال کا راستہ ہے، اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ جب میں جا رہا تھا تو میرے سامنے بائیں جانب ایک راستہ ظاہر ہوا، میں نے اس پر چلنے کا ارادہ کیا تو اس مرد نے مجھ سے کہا: تم اس کے اہل نہیں ہو، اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے: اس وقت ایک راستہ میری دائیں جانب تھا تو مجھ سے کہا کہ اس راستہ پر چلو، پھر میرے سامنے ایک پہاڑ آیا تو مجھ سے کہا: اس پہاڑ پر چڑھو، پس جب میں نے اس پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو میں گر گیا حتیٰ کہ ایسا کئی بار ہوا۔ اور سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ وہ پھسلنے والا پہاڑ تھا، تو اس مرد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے کر اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا، اور اس پہاڑ کی چوٹی پر لوہے کا ایک ستون تھا اور اس میں ایک سونے کا دستہ تھا، اس آدمی نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اوپر لے گیا حتیٰ کہ میں نے اس دستہ کو پکڑ لیا تو اس نے مجھ سے کہا: اس کو مضبوطی سے پکڑ لو، پھر اس نے ستون کو اپنے پیر سے مارا تو وہ گر گیا اور میں نے دستہ کو پکڑا ہوا تھا۔

اور ابن عون کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ باغ اسلام کا باغ ہے اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے، اور وہ دستہ مضبوط دستہ ہے جس کو پکڑنے والا اسلام پر قائم رہے گا حتیٰ کہ اس کی وفات ہو جائے۔ اور سنن نسائی میں خرشہ کی روایت ہے کہ میں نے اچھا خواب دیکھا اور اس راستہ سے مراد محشر ہے۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ جو راستہ بائیں جانب ہے وہ اصحاب الشمال کا راستہ ہے اور جو راستہ دائیں جانب ہے وہ اصحاب الیمین کا راستہ ہے، اور سنن النسائی کی روایت میں ہے: ایک طریقہ اہلِ نار کا ہے اور ایک طریقہ اہلِ جنت کا ہے، اور وہ پہاڑ شہداء کا ٹھکانا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔ اور اس حدیث میں خواب کی تعبیر کا بیان ہے اور عمود کی تاویل ہے اور پہاڑ کی تاویل ہے اور سرسبز باغ کی تاویل ہے اور عروہ کی تاویل ہے، اور یہ سب امور نبوت کی خبروں سے متعلق ہیں۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی موت شہادت کی صورت میں نہیں ہوئی، وہ اپنے بستر پر فوت ہوئے، ان کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے شروع میں مدینہ میں ہوئی تھی۔

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو ان صحابہ نے اہلِ جنت سے اس لیے کہا کہ وہ اہلِ بدر سے تھے، لیکن حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اہلِ بدر سے بالکل نہیں ہیں۔ واللہ اعلم

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۷۷۔۱۷۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اوران کے جنتی ہونے کے متعلق حدیث

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام بن الحارث الاسرائیلی ثم الانصاری، ان کی کنیت ابو یوسف ہے، اور یہ یوسف بن یعقوب صلی اللہ علیہما وسلم کی اولاد میں سے ہیں اور یہ انصار کے حلیف تھے، زمانہ جاہلیت میں ان کا نام الحصین تھا، جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھ دیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۴۳ھ میں ان کی مدینہ میں وفات ہوئی، یہ الاحبار میں سے ایک تھے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اس وقت یہ مسلمان ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اہلِ مدینہ کی ایک جماعت میں سے باہر نکلا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں جب آپ مدینہ میں آئے، میں نے آپ کی طرف دیکھا اور آپ کے چہرہ میں غور کیا، پس مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے، اور میں نے آپ سے جو پہلی حدیث سنی وہ یہ تھی:

''اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، اور کھانا کھلاؤ، اور رشتہ داروں سے ملاپ رکھو، اور رات کو اٹھ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو گے''۔ (سنن ترمذی: ۲۴۸۵، سنن دارمی ج ۲ ص ۲۷۵، الترغیب ج ۱ ص ۴۲۳)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے لیے جنت کی بشارت دی۔

ابوادریس الخولانی نے الزید بن عمیرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''وہ جنت کے دس میں سے دسویں ہیں''۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۳، رقم الحدیث: ۲۲۱۰۴، موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۲۱ھ، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۲۷۰، التاریخ الصغیر للبخاری ج ۱ ص ۷۳، ابن عساکر ج ۶ ص ۲۰۵، ج ۷ ص ۴۵۰)

شیخ شعیب الارنؤط نے اس حدیث کی تخریج میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی حسب ذیل محدثین نے روایت کی ہے:

(سنن ترمذی: ۳۸۰۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۵۳، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۶۵، التاریخ الاوسط للبخاری ج ۱ ص ۹۸، صحیح ابن حبان ۷۱۶۵، المعجم الکبیر للطبرانی ۸۵۱۴، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۵۲، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۶۳۷)

ہم نے اس حدیث کو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے باب میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ حدیث حسن الاسناد ہے، صحیح ہے۔

ابن وہب اور ابومسہر اور ایک جماعت نے امام مالک بن انس سے روایت کی ہے از ابی النضر از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ زمین پر چلتے ہوں، ان میں سے کسی کے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ وہ اہلِ جنت میں سے ہے سوائے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے، اور یہ حدیث بھی ثابت صحیح ہے اور کسی کو بھی اس حدیث کی سند پر اعتراض نہیں ہے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۳ ص ۵۳-۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ، لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام بن الحارث الاسرائیلی ابویوسف حلیف الخزرج من الانصار، اس وقت اسلام لائے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ میں تشریف لائے، ان کا نام الحُصَین تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھ دیا اور ان کو جنت کی بشارت دی۔
یہ حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ بیت المقدس کی فتح کے بعد جابیہ میں داخل ہوئے اور یہ مدینہ منورہ میں ۴۳ھ میں فوت ہوئے، اور ان سے صحاحِ ستہ کے تمام مؤلفین نے حدیث روایت کی ہے۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱۰ ص ۲۰۵، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حافظ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت اسلام لائے جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے، پہلے ان کا نام الحُصَین تھا، پھر نبی ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا اور ان کو جنت کی بشارت دی۔ اور متعدد مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ یہ مدینہ منورہ میں ۴۳ھ میں فوت ہوئے۔

ابو عروبہ نے ان کا شمار بدریین میں کیا ہے (یعنی بدری صحابہ میں)، اور وہ اس قول کے ساتھ منفرد ہیں۔ اور رہے امام ابن سعد تو انہوں نے ان کا ذکر ان صحابہ میں کیا ہے جو غزوۂ خندق میں اور اس کے بعد کے مشاہد میں حاضر تھے۔

(تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:
حضرت عبداللہ بن سلام بن الحارث الاسرائیلی الیوسفی ابو یوسف حلیف القواقل الخزرجی، یہ اس وقت اسلام لائے جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت المقدس کی فتح کے موقع پر حاضر ہوئے، ان سے پچیس حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں۔ امام بخاری ایک اور حدیث کے ساتھ منفرد ہیں، نبی ﷺ نے ان کو جنت کی بشارت دی، اس پر اتفاق ہے کہ یہ مدینہ منورہ میں ۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۲ ص ۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

۲۰۔ بَابُ: كَشْفِ الْمَرْأَةِ فِي الْمَنَامِ

خواب میں عورت کے منکشف ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد کے لیے خواب میں عورت کو منکشف کیا جائے بایں طور کہ اس کا چہرہ کھول کر دیکھ لے تاکہ وہ اس سے نکاح کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۱۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ إِذَا رَجُلٌ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَيَقُولُ هَذِهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے)

امْرَأَتُكَ فَاكْشِفْهَا فَإِذَا هِيَ أَنْتِ فَأَقُولُ إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ۔

فرمایا: تم مجھے دو مرتبہ خواب میں دکھائی گئیں، جب ایک مرد تم کو (تمہاری تصویر کو) ریشم کے کپڑے میں اٹھائے ہوئے تھا، پس وہ کہہ رہا تھا: یہ آپ کی بیوی ہے، پس میں نے اسے کھول کر دیکھا تو وہ تم تھیں، پس میں کہہ رہا تھا کہ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جاری کر دے۔

(صحیح البخاری: ۳۸۹۵، ۵۰۷۸، ۵۱۲۵، ۷۰۱۱، ۷۰۱۲، صحیح مسلم: ۲۴۳۸، مسند احمد: ۲۴۴۵۰)

صحیح البخاری: ۷۰۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابق حدیث کے اس جملہ میں ہے "پس آپ اسے کھول کر دیکھیں"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبید بن اسماعیل کا ذکر ہے، یہ الھباری القرشی الکوفی ہیں، ان کا نام اصل میں عبداللہ ابو محمد ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو اسامہ کا ذکر ہے، یہ حماد بن اسامہ اللیثی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن عروہ ہیں جو اپنے والد عروہ بن الزبیر سے از ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام بخاری نے کتاب النکاح میں بھی روایت کی ہے اور امام مسلم نے فضائل میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "أُرِيتُكِ" (ہمزہ پر پیش ہے اور راء کے نیچے زیر ہے) اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خطاب ہے، یعنی تم مجھے دکھائی گئیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مرتین" اور صحیح مسلم میں مذکور ہے "مرتین او ثلاثا" دراصل یہ شک ہشام کی طرف سے ہے ورنہ دو مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دکھائی دینا محقق ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر ایک مرد اٹھائے ہوئے تھا، دوسری روایت میں ہے کہ فرشتہ اٹھائے ہوئے تھا، ان دونوں روایتوں میں تطبیق

اس حدیث میں مذکور ہے "اذا رجل يحملك" اور اس کے قریب والے باب میں مذکور ہے "پس ایک فرشتہ تم کو اٹھائے ہوئے تھا" اور دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ فرشتہ مرد کی شکل میں متشکل تھا اور اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاذا هي انتِ" علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں اس طرح دیکھا جس طرح آپ ان کو بیداری میں دیکھتے ہیں، پس خواب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی مراد

تھیں نہ کہ کوئی اور۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یمضہ" یعنی اس خواب کو نافذ کر دے اور اس کو مکمل کر دے۔

علامہ عینی کا علامہ کرمانی کی شرح پر تعاقب

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خواب آپ نے نبوت سے پہلے دیکھا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبوت کے بعد دیکھا ہو، جب آپ کو یہ علم ہو گیا تھا کہ آپ کا خواب وحی ہے، پس آپ نے اس خواب کو لفظِ شک کے ساتھ تعبیر کیا اور اس کا معنی یقین ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حماد بن سلمہ نے یہ روایت اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ایک لڑکی کو ریشم کے ایک ٹکڑے میں لایا گیا، پس میں نے اس کو کھول کر دیکھا تو وہ تم تھیں۔ اور اس تصریح سے علامہ کرمانی کا ذکر کیا ہوا احتمال مندفع ہو جاتا ہے، یعنی یہ قطعی طور پر اعلانِ نبوت کے بعد کا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۴۔۲۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۱۔ بَابُ: ثِيَابِ الْحَرِيرِ فِي الْمَنَامِ — ریشم کے کپڑے کو خواب میں دیکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ریشم کے کپڑے کو خواب میں دیکھنے کا بیان کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورت کو اور ریشم کو خواب میں دیکھنے کی تحقیق

عورت کو خواب میں دیکھنے کی کئی وجوہ ہیں، ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ جس عورت کو خواب میں دیکھا وہ بیداری میں اس کی بیوی ہو گی اور اس صورت کے مشابہ ہو گی جو اس نے خواب میں دیکھی تھی، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صورت دیکھی تو دنیا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں۔

اور کبھی عورت کو خواب میں دیکھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ خواب دیکھنے والا فتنہ میں مبتلا ہو گا۔

اور کبھی عورت کو خواب میں دیکھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ خواب دیکھنے والے کو دنیا حاصل ہو گی اور دنیا میں عزت ملے گی اور رزق میں کشادگی ہو گی۔

علامہ ابن ابی طالب نے کہا ہے کہ خواب میں عورت کے اوپر ریشم کے کپڑے کو دیکھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ عورت اس کے نکاح میں آئے گی، اور عزت اور خوش حالی اور فربہی اور سونے کے زیورات پہننے پر دلالت کرتا ہے۔ اور لباس پہننے والے کے

جسم پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ لباس پہننے والے سے مقترن ہوتا ہے اور اس سے ناپسندیدہ چیزوں کو دور کرتا ہے، پس خاص طور پر لباس لوگوں کے مراتب اور ان کے احوال اور ان کے مذاہب اور ان کی اجناس پر دلالت کرتا ہے، پس ہر جنس جس طرح کا لباس پہنتی ہے خواہ وہ عرب ہوں، خواہ عجم ہوں، خواہ خوشحال ہوں، خواہ فقراء ہوں، اس کے حال کا لباس سے پتا چلتا ہے۔ اور مردوں کے لیے ریشم کے پہننے میں کوئی خیر نہیں ہے، اور ریشم مرتبہ اور سلطنت اور مال کی وسعت پر دلالت کرتا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۵۴، ۵۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۰۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أُرِيتُكِ قَبْلَ أَنْ أَتَزَوَّجَكِ مَرَّتَيْنِ رَأَيْتُ الْمَلَكَ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَقُلْتُ لَهُ اكْشِفْ فَكَشَفَ فَإِذَا هِيَ أَنْتِ فَقُلْتُ إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ ثُمَّ أُرِيتُكِ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَقُلْتُ اكْشِفْ فَكَشَفَ فَإِذَا هِيَ أَنْتِ فَقُلْتُ إِنْ يَكُ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا: تم سے نکاح کرنے سے پہلے تم مجھے دو مرتبہ دکھائی دی گئیں، میں نے دیکھا کہ فرشتہ تمہیں ریشم کے کپڑے میں اٹھائے ہوئے ہے (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر کو)، پس میں نے اس فرشتہ سے کہا: اس کو کھولو، پس انہوں نے اس کو کھولا تو وہ تم تھیں، پس میں نے کہا: اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو اس کو مکمل کر دے گا، پھر تم مجھے دکھائی دیں کہ فرشتہ تم کو ریشم کے ایک کپڑے میں اٹھائے ہوئے ہے، میں نے کہا: اس کو کھولو، پس اس نے کھولا تو وہ تم تھیں، میں نے کہا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ اس کو مکمل کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۸۹۵، ۵۰۷۸، ۵۱۲۵، ۷۰۱۱، ۷۰۱۲، صحیح مسلم: ۲۴۳۸، مسند احمد: ۲۴۳۵۰)

صحیح البخاری: ۷۰۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہی حدیث ہے جو اس سے پہلے باب میں ذکر کی گئی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں، الکلاباذی نے کہا: یہ محمد بن سلام ہیں یا محمد بن المثنیٰ ہیں، اور ان میں سے ہر ایک ابی معاویہ محمد بن حازم سے روایت کرتا ہے، اور السرخسی نے ابوذر کی روایت میں وثوق سے کہا ہے کہ یہ محمد بن العلاء ابوکریب ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے" اکشف فکشف "اس سے پہلی روایت میں گزر گیا ہے کہ ریشم کے کپڑے کو کھولنے والے رسول اللہ ﷺ تھے،اور یہاں پر مذکور ہے کہ فرشتہ نے ریشم کے کپڑے کو کھولا۔اور اس میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ نے جو فرمایا: "اس کو کھولو" اس سے مراد ہے مجھے اسے کھولنے کا حکم دیا گیا ہے، یا ہر ایک نے اس کپڑے کو تھوڑا سا کھولا۔اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کی طرف کھولنے کی نسبت اس حیثیت سے ہے کہ آپ نے کھولنے کا حکم دیا تھا اور فرشتہ کی طرف کھولنے کی نسبت اس حیثیت سے ہے کہ انہوں نے کھولا تھا۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۲۔ بَابُ: الْمَفَاتِيحِ فِي الْيَدِ ہاتھ میں چابیوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب میں چابیوں کو دیکھنے کی کیا تعبیر ہے،اور تعبیر بیان کرنے والوں نے کہا ہے کہ چابی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر مال، عزت، سلطنت، نیکی، علم اور حکمت ہے۔پس جس شخص نے دیکھا کہ وہ چابی سے دروازہ کھول رہا ہے تو اس کی ضرورت اس سے پوری ہوگی جس کے ہاتھ سے اس کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔اور اگر اس نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چابی ہے تو وہ عظیم سلطنت کو پائے گا،اور اگر وہ جنت کی چابی دیکھے تو وہ دین میں عظیم سلطنت کو پائے گا یا نیکی کے بہت اعمال کو پائے گا، یا حلال مال اور وراثت سے خزانہ کو پائے گا،اور اگر کعبہ کی چابی کو دیکھے تو اس کو سلطنت یا امامت حاصل ہوگی اور باقی چابیوں کو بھی اسی پر قیاس کرے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے:اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ خواب میں کسی دروازہ کو کھولے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی دعا قبول ہوگی۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۱۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِي قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَبَلَغَنِي أَنَّ جَوَامِعَ الْكَلِمِ أَنَّ اللَّهَ يَجْمَعُ الْأُمُورَ الْكَثِيرَةَ الَّتِي كَانَتْ تُكْتَبُ فِي الْكُتُبِ قَبْلَهُ فِي الْأَمْرِ الْوَاحِدِ وَالْأَمْرَيْنِ أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عُفیر نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا: مجھے عُقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے،اور رُعب سے میری مدد کی گئی ہے،اور جس وقت میں سویا ہوا تھا تو مجھے (خواب میں) روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں اور ان کو میرے ہاتھ میں رکھ دیا گیا۔

محمد نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جوامع الکلم کا معنی یہ ہے کہ وہ امورِ کثیرہ جو آپ سے پہلے (آسمانی) کتابوں میں لکھے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ ان کو کسی ایک جملہ میں یا دو جملوں میں یا اس کی مثل میں جمع کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۹۷۷، ۶۹۹۸، ۷۰۱۳، ۷۲۷۳، صحیح مسلم: ۵۲۳، سنن نسائی: ۳۰۸۹، مسند احمد: ۷۵۵۷)

صحیح البخاری: ۷۰۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں"۔

اس حدیث کے رجال کا عنقریب ذکر ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس تعلیق میں مذکور ہے "قال محمد" اور ایک روایت میں ہے "قال ابوعبداللہ" کہا گیا ہے کہ اس سے مراد امام بخاری ہیں، کیونکہ امام بخاری کا نام محمد ہے اور ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۳۔ بَابُ: التَّعْلِيقِ بِالْعُرْوَةِ وَالْحَلْقَةِ — خواب میں دستہ اور کنڈہ سے لٹکنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ دستہ یا کنڈہ کے ساتھ لٹکا ہوا ہے اس کی کیا تعبیر ہے، اہلِ تعبیر نے بیان کیا ہے کہ جو کنڈہ اور دستہ مجہول ہو وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو اس کے ساتھ لٹک جائے وہ اپنے دین میں قوی ہے اور مخلص ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۱۴۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ ح وَحَدَّثَنِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَأَيْتُ كَأَنِّي فِي رَوْضَةٍ وَوَسَطَ الرَّوْضَةِ عَمُودٌ فِي أَعْلَى الْعَمُودِ عُرْوَةٌ فَقِيلَ لِي ارْقَهْ قُلْتُ لَا أَسْتَطِيعُ فَأَتَانِي وَصِيفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِي فَرَقِيتُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ازہر نے حدیث بیان کی از ابن عون، ح اور مجھے خلیفہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از محمد، انہوں نے کہا: ہمیں قیس بن عباد نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، وہ بیان

فَاسْتَمْسَكْتُ بِالْعُرْوَةِ فَانْتَبَهْتُ وَأَنَا مُسْتَمْسِكٌ بِهَا فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ رَوْضَةُ الْإِسْلَامِ وَذَلِكَ الْعَمُودُ عَمُودُ الْإِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ عُرْوَةُ الْوُثْقَى لَا تَزَالُ مُسْتَمْسِكًا بِالْإِسْلَامِ حَتَّى تَمُوتَ۔

کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا گویا کہ میں ایک باغ میں ہوں اور باغ کے درمیان میں ایک ستون ہے اور ستون کی بلندی کے اوپر ایک دستہ ہے، پس مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھو، میں نے کہا: میں نہیں چڑھ سکتا، تو میرے پاس ایک خادم آیا، اس نے میرے کپڑوں کو اٹھایا، پس میں چڑھا اور میں نے اس دستہ کو پکڑ لیا، پھر میں بیدار ہو گیا اور میں نے اس دستہ کو پکڑا ہوا تھا، پس میں نے یہ خواب نبی ﷺ کے سامنے بیان کیا، آپ نے فرمایا: یہ باغ اسلام کا باغ ہے، اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ دستہ عروۃ الوثقیٰ (یعنی مضبوط دستہ) ہے، تم ہمیشہ اسلام پر قائم رہو گے حتیٰ کہ فوت ہو جاؤ۔

(صحیح البخاری: ۳۸۱۳، ۷۰۱۰، ۷۰۱۴، صحیح مسلم: ۲۴۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۰، مسند احمد: ۲۳۷۷۵)

صحیح البخاری: ۷۰۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "پس میں نے دستہ کو پکڑ لیا" اور یہ وہی حدیث ہے جو ابھی گزری ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں پر دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے، پہلی سند از عبد اللہ بن محمد ہے جو المسندی کے نام سے معروف ہیں، اور اس سند میں ازہر کا ذکر ہے، یہ ابن سعد السمان البصری ہیں از عبد اللہ بن عون از محمد بن سیرین از قیس بن عُباد۔
اور دوسری سند از خلیفہ ہے، یہ ابن خیاط ہیں۔ اور از معاذ بن معاذ، یہ تمیمی ہیں۔ از عبد اللہ بن عون از محمد بن سیرین از قیس بن عُباد۔۔۔ الخ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فانتبهت وانا مستمسك بها"، یعنی جب میں بیدار ہوا تو وہ دستہ میرے ہاتھ میں تھا۔
اگر یہ سوال کیا جائے کہ بیدار ہونے کے بعد وہ دستہ ان کے ہاتھ میں کیسے آیا؟
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۲۔ بَابُ عَمُوْدِ الْفُسْطَاطِ تَحْتَ وِسَادَتِہٖ — خواب میں خیمہ کے ستون کو اپنے تکیہ کے نیچے دیکھنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے خواب میں خیمہ کے ستون کو اپنے تکیہ کے نیچے دیکھا، اس خواب کی کیا تعبیر ہے۔

اس عنوان میں عمود کا لفظ ہے، اس کا معنی معروف ہے یعنی ستون، اس کی جمع اعمدۃ اور ''عُمُد'' ہے اور عمود اس کو کہتے ہیں جس لکڑی سے خیمہ کو بلند کیا جاتا ہے، اور عمود کا اطلاق ان پتھروں پر بھی کیا جاتا ہے جن سے گھروں کو بلند کیا جاتا ہے، اور اس کا اطلاق لوہے کے کھمبے پر بھی کیا جاتا ہے، ''عمود الصبح'' کا معنی ہے: صبح کی ابتدائی روشنی۔

اور اس عنوان میں ''الفُسطاط'' کا لفظ ہے، فاء پر پیش بھی ہے اور فاء کے نیچے زیر بھی ہے، اس کا معنی ہے: خیمہ عظیمہ۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے ''السُّرادِق'' یعنی شامیانہ، یا اوپر لٹکایا ہوا پردہ۔

اس عنوان میں مذکور ہے ''تحتَ وِسادتہ'' اور نسفی کی روایت میں ہے ''عِندَ وسادتہ'' اور وِسادۃ کے معنی تکیہ ہے، اس عنوان کے بعد امام بخاری نے کوئی حدیث ذکر نہیں کی، اور اس کے بعد یہ باب ''الاستبرق و دخول الجنۃ فی المنام'' ہے یعنی ریشم اور خواب میں جنت میں داخل ہونا۔

اور رہے علامہ ابن بطال، تو انہوں نے ان دونوں عنوانوں کو ایک باب میں جمع کر دیا، انہوں نے کہا: ''باب عمود الفسطاط تحت وسادتہ و دخول الجنۃ فی المنام'' اور اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث ہے جو آئے گی۔

علامہ ابن بطال نے جو کہا کہ میں نے علامہ المہلب سے سوال کیا کہ امام بخاری نے کس طرح یہ عنوان قائم کیا اور اس عنوان کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کی؟ تو علامہ المہلب نے کہا: شاید کہ امام بخاری نے یہ خیال کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث زیادہ کامل ہے، کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ ریشم کا ٹکڑا اس ستون کے اوپر شامیانے کی طرح تھا جو ستون زمین میں گاڑا ہوا تھا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس ستون کو اکھاڑا اور اس کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ دیا اور وہ اس ریشم کے ٹکڑے کے ساتھ اس کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور وہ ''استبرق'' یعنی دبیز ریشم کی مثل ہودج تھا اور جنت میں اڑ رہا تھا، اور جب کہ یہ حدیث امام بخاری کی سند کے ساتھ مروی نہیں تھی تو امام بخاری نے اس کا ذکر نہیں کیا، لیکن انہوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے، تاکہ یہ عنوان اس پر دلالت کرے کہ یہ بھی مروی ہے، یا ان کا ارادہ تھا کہ اس کی سند بیان کر کے اس حدیث کو اپنی احادیث کے ساتھ ملا دیں گے لیکن ان کو موت جلدی آ گئی اور وہ اپنی کتاب کی تہذیب نہیں کر سکے۔ واللہ اعلم (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۷۔۲۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: ''السرقۃ'' کا معنی ہے ''الکلۃ'' یعنی باریک پردہ، اور یہ عربوں کے نزدیک ہودج کی مثل ہے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ستون ہونا ان کے اسلام پر ثابت قدم ہونے کی دلیل ہے، اور اور خیمہ کی رسی سے مراد

ہے دین اور شریعت کا علم جس کی وجہ سے مسلمان اس پر قادر ہوتا ہے کہ وہ جنت میں جہاں چاہے جائے، اور اس کو ریشم سے تعبیر کیا ہے، اس سے مراد دین کا شرف اور اس کا مرتبہ ہے، کیونکہ ریشم دنیا کے معزز ترین لباسوں میں سے ہے، اسی طرح علمِ دین بھی اشرف العلوم ہے، اور خواب میں جنت میں داخل ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بیداری میں بھی جنت میں داخل ہوگا، کیونکہ بعض خوابوں کی توجیہ اس سے ہوتی ہے کہ جس طرح خواب میں دیکھا ہے اسی طرح بیداری میں ہوگا، اور دخولِ جنت کی تعبیر بھی اسلام ہے جو کہ جنت کا سبب ہے، پس جو اسلام میں داخل ہوا وہ جنت میں داخل ہوگیا، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ﴿۳۰﴾ (الفجر: ۲۹۔۳۰) پھر تو میرے نیک بندوں میں داخل ہوجاO اور میری جنت میں داخل ہوجاO

اور ریشم کا ہوا میں اڑنا اس قوت کے سبب سے ہے جو قوت اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل ہونے کی عطا فرمائی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ عزت اور قوت دی کہ وہ جنت میں جہاں چاہتے اڑتے پھرتے تھے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درخت سے لٹکا ہوا ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: میں نے علامہ المہلب سے سوال کیا، میں نے کہا: امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ خیمہ کا ستون تکیہ کے نیچے ہے، اور حدیث میں نہ ستون کا ذکر ہے، نہ خیمہ کا اور نہ تکیہ کا، تو انہوں نے مجھ سے کہا: اس باب میں جو حدیث ہے کہ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے، میں اس ریشم کے ٹکڑے کے ساتھ جہاں بھی جنت میں جانا چاہوں وہ ریشم کا ٹکڑا میرے ساتھ اڑ کر آجاتا ہے) وہ اس حدیث سے زیادہ کامل اور جامع ہے جو انہوں نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں ذکر کی ہے۔

اور اس حدیث میں یہ ہے کہ "جو ستون زمین میں گاڑا ہوا تھا اس کے اوپر ریشم کا ٹکڑا تھا جو شامیانے کی مثل تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس ستون کو اکھاڑ کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور وہ اس ریشم کو پکڑ کر کھڑے ہوگئے اور وہ ریشم استبرق کے ہودج کی مثل تھا، پس وہ جنت میں جہاں جانے کی نیت کرتے تو وہ ریشم کا ٹکڑا ان کی طرف آجاتا" لیکن امام بخاری اس حدیث کی سند سے راضی نہیں ہوئے تو انہوں نے اس کو ذکر نہیں کیا اور اس کو بطور عنوان کے ذکر کردیا۔

اور امام بخاری نے صحیح البخاری میں اس طرح کے کئی عنوان قائم کیے ہیں مثلاً انہوں نے یہ عنوان قائم کیا "باب اذا حرق المسلم هل یحرق؟" (جب مشرک، مسلمان کو جلائے تو کیا مشرک کو بھی جلایا جائے گا؟) پھر اس باب کے تحت انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے العرنیین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں، اور یہ ذکر نہیں کیا کہ عُرنیین نے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں، اور انہوں نے یہ عنوان اس لیے قائم کیا تاکہ دلالت کرے کہ عُرنیین کے اس فعل کی بھی روایت کی گئی ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۵۷۔۵۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کی شرح سے حافظ ابن حجر عسقلانی کا اختلاف

علامہ المہلب مالکی کے کلام کو اکثر شارحین نے نقل کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے، اور علامہ ابن بطال پر ذمہ داری ہے کہ اس کے اصل ماخذ کو بیان کرتے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو اس باب میں داخل کرنا اس باب کے مطابق نہیں ہے بلکہ اس کا ایک باب مستقل ہے۔

اور معتمد یہ ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان کے ساتھ اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام طبرانی اور امام حاکم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے عمود الکتاب (دین کے ستون) کو دیکھا، جس کو میں نے اپنے سر کے نیچے سے اٹھایا، پھر میری نظر نے اس کا پیچھا کیا تو وہ ستون شام کی طرف چلا گیا، سنو! جب فتنے واقع ہوں گے تو ایمان شام میں ہوگا، اور دوسری روایت میں ہے کہ جب فتنے واقع ہوں گے تو شام میں امن ہوگا۔

اور امام طبرانی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حوالہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے شبِ معراج ایک سفید ستون دیکھا جیسے وہ ایک جھنڈا ہے جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں، میں نے کہا: تم کیا اٹھائے ہوئے ہو؟ انہوں نے کہا: عمود الکتاب (یعنی دین کا ستون) ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اس ستون کو شام میں رکھ دیں۔

یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے اور اس کی بعض سندیں ضعیف بھی ہیں، پس شاید کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان لکھا اور حدیث کے لیے خالی جگہ چھوڑ دی تاکہ غور کر کے وہاں کوئی حدیث لکھیں، لیکن ان کو لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا اور انہوں نے خیمہ کے ستون کے ساتھ عنوان قائم کیا، اور علماء نے کہا ہے کہ جس نے خواب میں ستون کو دیکھا تو اس کی تعبیر دین ہے، اور انہوں نے کہا کہ عمود کی تفسیر دین اور غلبہ ہے اور خیمہ کی تفسیر میں کہا کہ جس نے یہ خواب میں دیکھا کہ اس نے خیمہ لگایا ہے تو اس کو عنقریب قدرت حاصل ہوگی یا وہ کسی بادشاہ سے مقابلہ کرے گا اور کامیاب ہوگا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۸۰۔۱۸۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۵۔ بَابُ: الْإِسْتَبْرَقِ وَدُخُولِ الْجَنَّةِ فِي الْمَنَامِ

خواب میں دبیز ریشم کو دیکھنے اور جنت میں داخل ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں خواب میں استبرق کو دیکھنے کا بیان ہے، استبرق کا لفظ اصل میں فارسی ہے اور اس کو عربی کا لفظ بنایا گیا ہے اور اس کا معنی ہے: دبیز ریشم۔ اور خواب میں ریشم کو دیکھنے کی تعبیر دین اور علم میں شرف اور عزت ہے، کیونکہ ریشم دنیا کے معزز ترین لباسوں میں سے ہے، اسی طرح دین کا علم اشرف العلوم ہے۔

اور اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے کہا ہے: خواب میں جنت میں داخل ہونے کا بیان، اور خواب میں جنت کو دیکھنا

اس پر دلالت کرتا ہے کہ خواب دیکھنے والا بیداری میں بھی جنت میں داخل ہوگا، اور اس کی تعبیر اسلام میں دخول کے ساتھ بھی کی جاتی ہے جو کہ جنت میں دخول کا سبب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۷۔۲۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۱۵۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ فِي يَدِي سَرَقَةً مِنْ حَرِيرٍ لَا أَهْوِي بِهَا إِلَى مَكَانٍ فِي الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ بِي إِلَيْهِ۔

(صحیح مسلم: ۲۴۷۸، مسند احمد: ۴۴۸۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا تھا، میں اس ٹکڑے کو جہاں بھی لے جانے کا ارادہ کرتا وہ مجھے اڑا کر وہاں لے جاتا۔

۷۰۱۶۔ فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ إِنَّ أَخَاكِ رَجُلٌ صَالِحٌ أَوْ قَالَ إِنَّ عَبْدَ اللهِ رَجُلٌ صَالِحٌ۔

(صحیح البخاری: ۱۱۲۲، ۷۰۱۵، صحیح مسلم: ۲۴۷۸، مسند احمد: ۴۴۸۰)

پس میں نے اس خواب کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کیا، پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: بے شک تمہارا بھائی نیک مرد ہے، یا فرمایا: بے شک عبد اللہ نیک مرد ہے۔

صحیح البخاری: ۷۰۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے جزو اول کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے ''میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا ہے''، اور جزو ثانی کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے ''میں اس ریشم کے ٹکڑے کے ساتھ جنت میں جس جگہ بھی جانے کا ارادہ کرتا تو وہ ٹکڑا مجھے وہاں اڑا کر لے جاتا''۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ عنوان کے جزو اول میں استبرق کا لفظ ہے، اور حدیث میں ''سرقة من حریر'' کا لفظ ہے، تو یہ مطابقت تو نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ استبرق کا ٹکڑا بھی ریشم کی ایک قسم ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں معلی بن اسد کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور یہ ابن اسد العمی ہیں اور ان کی کنیت ابو الہیثم البصری ہے، یہ بہز بن اسد کے بھائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں وُہیب کا ذکر ہے، یہ وہب کی تصغیر ہے، یہ ابن خالد البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں نافع کا ذکر ہے جو اپنے مولیٰ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب صلوٰۃ اللیل میں از ابی النعمان گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اھوی بھا" ھویٰ کے معنی ہیں "سقط" یعنی گر گیا۔ الاصمعی نے کہا ہے: جب تم کوئی چیز پھینکو تو کہتے ہو "اھویت بالشیء"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الا طارت بی الیہ" ریشم کے ٹکڑے کا اڑنا ایسی قوت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی ہے کہ وہ جنت میں جہاں چاہے جا سکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "او قال ان عبد اللہ"۔ راوی کو شک ہے کہ آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے تمہارا بھائی فرمایا تھا یا عبد اللہ فرمایا تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عبد اللہ نیک جوان ہے، کاش! وہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھا کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۷۔۲۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۶۔ بَابُ: الْقَيْدِ فِي الْمَنَامِ — خواب میں پاؤں کی بیڑیوں کو دیکھنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے خواب میں بیڑیوں کو دیکھا، امام بخاری نے اس خواب کی تعبیر کو نہیں بیان کیا اور اس کی تعبیر کے لیے اس باب کی حدیث کو کافی قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ عَوْفًا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ تَكْذِبُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ وَمَا كَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَإِنَّهُ لَا يَكْذِبُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَقُولُ هٰذِهٖ قَالَ وَكَانَ يُقَالُ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ حَدِيثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيفُ الشَّيْطَانِ وَبُشْرَى مِنَ اللهِ فَمَنْ رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلَا يَقُصَّهُ عَلَى أَحَدٍ وَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ قَالَ وَكَانَ يُكْرَهُ الْغُلُّ فِي النَّوْمِ وَكَانَ يُعْجِبُهُمُ الْقَيْدُ وَيُقَالُ الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّينِ وَرَوَى قَتَادَةُ وَيُونُسُ وَهِشَامٌ وَأَبُو هِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عوف سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سیرین نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہوگا تو مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مومن کا خواب نبوت کے چھیالیسویں جزو سے ہے اور جو خواب نبوت کا جزو ہو، وہ جھوٹا نہیں ہوگا۔

محمد نے کہا: میں بھی یہی کہتا ہوں، انہوں نے بیان کیا کہ کہا جاتا ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں: دل کے خیالات، شیطان کا ڈرانا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری، پس جس شخص نے کوئی ایسی چیز دیکھی جو اس کو ناپسند ہو تو اس کو کسی کے سامنے بیان نہ

ﷺ وَأَدْرَجَهُ بَعْضُهُمْ كُلَّهُ فِي الْحَدِيثِ وَحَدِيثُ عَوْفٍ أَبْيَنُ وَقَالَ يُونُسُ لَا أَحْسِبُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْقَيْدِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ لَا تَكُونُ الْأَغْلَالُ إِلَّا فِي الْأَعْنَاقِ۔

کرے اور اسے چاہیے کہ کھڑا ہو جائے اور نماز پڑھے، انہوں نے کہا کہ وہ خواب میں طوق دیکھنے کو ناپسند کرتے تھے اور خواب میں پیروں کی بیڑیوں کے دیکھنے کو پسند کرتے تھے، کہا جاتا ہے کہ پیروں کی بیڑیوں کی تعبیر دین میں ثابت قدم رہنا ہے۔

اور قتادہ اور یونس اور ہشام اور ابو ہلال نے از ابن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ روایت کی ہے، اور بعض نے کُل کو حدیث میں داخل کر دیا اور عوف کی حدیث زیادہ واضح ہے اور یونس نے کہا: میں یہی گمان کرتا ہوں کہ نبی ﷺ سے بیڑیوں کے متعلق مروی ہے۔

اور امام ابو عبداللہ نے کہا کہ طوق صرف گلے میں ڈالے جاتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۲۶۳، سنن ترمذی: ۲۲۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۷، مسند احمد: ۱۰۲۱۲)

صحیح البخاری: ۷۰۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ "وہ خواب میں پاؤں کی بیڑیوں کے دیکھنے کو پسند کرتے ہیں"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن الصباح، یہ العطار البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معتمر، یہ ابن سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عوف، یہ الاعرابی ہیں۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اذا اقترب الزمان لم تکد تکذب رؤیا المومن" علامہ خطابی نے کہا: اس کی شرح میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے کہ جب رات کا زمانہ اور دن کا زمانہ برابر ہو جائے اور یہ عموماً فصلِ بہار کے ایام میں ہوتا ہے اور یہ وہ وقت ہے جب انسان کی طبائع اربعہ غالباً معتدل ہوتی ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ زمانہ کے قریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ زمانہ کی مدت ختم ہو جائے گی جب قیامت کا وقت آ جائے گا۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا کہ صحیح دوسرا معنی ہے۔ اور علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا کہ زمانہ کے قریب ہونے سے مراد ہے دنوں اور راتوں سے گھنٹوں کا کم ہونا، اور کم ہونے سے مراد ہے ان کا جلدی گزر جانا، اور یہ اس وقت ہوگا جب

قیامت کا قائم ہونا قریب ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ آخر زمانہ میں مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا، اس سے مراد یہ ہے کہ مومن کا دیکھا ہوا خواب اسی طرح واقع ہوجائے گا جس طرح اس نے دیکھا تھا اور اس میں تعبیر کی ضرورت نہیں ہوگی، لہٰذا اس میں جھوٹ داخل نہیں ہوگا۔ اور اس زمانہ میں مومن کے خواب کے جھوٹا نہ ہونے کی حکمت یہ ہے کہ اس زمانہ میں مومن اجنبی ہوگا جیسا کہ حدیث میں امام مسلم نے روایت کی ہے ''بدء الاسلام غریبا وسیعود غریبا'' (اسلام ابتدا میں بھی اجنبی تھا اور آخر میں بھی اجنبی ہوگا)، پس اس وقت مومن کے ساتھ مانوس اور اس کے مددگار کم لوگ ہوں گے، پس سچے خوابوں کے ساتھ اس کی تکریم کی جائے گی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس زمانہ سے مراد حضرت المہدی کا زمانہ ہے، جب عدل پھیل جائے گا اور امن بہ کثرت ہوگا اور خیر اور رزق میں کشادگی ہوگی۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس آخر زمانہ سے مراد وہ زمانہ ہے جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا زمانہ ہوگا، جب وہ دجال کو قتل کرچکے ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہوگا''۔ اس کی تشریح اس سے پہلے کی جاچکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال محمد'' اس سے مراد محمد بن سیرین ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وانا اقول'' اس سے اس جملہ مذکورہ کی طرف اشارہ ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: اس سے مراد یہ مقالہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وانا اقول ھذہ'' اسی طرح اس حدیث کی تمام سندوں میں مذکور ہے۔

اور علامہ ابن بطال کی شرح میں مذکور ہے: اور میں کہتا ہوں کہ یہ امت، قاضی عیاض نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے اور کہا کہ محمد بن سیرین کو یہ خطرہ ہوا کہ کوئی شخص اس حدیث کی یہ تاویل کرے گا جس حدیث میں مذکور ہے ''سب سے سچا خواب اس شخص کا ہوگا جو سب سے زیادہ سچ بولتا ہوگا'' یعنی جب زمانہ قریب ہوجائے گا تو صرف اسی شخص کا خواب سچا ہوگا جو نیک مرد ہوگا۔

اور میں کہتا ہوں کہ یہ امت، یعنی اس امت کے تمام افراد کا خواب صادق ہے خواہ وہ نیک ہوں اور خواہ بد ہوں، تاکہ ان کے خواب کا سچا ہونا ان کے لیے زجر و توبیخ کا سبب ہوجائے اور ان کے خلاف حجت ہوجائے، کیونکہ علماء کی موت اور برائیوں کے ظہور کی وجہ سے دین کی علامتیں مٹ چکی ہوں گی اور اس کے آثار بھی مٹ چکے ہوں گے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ شرح اس پر موقوف ہے کہ اس تعلیق میں امت کے لفظ کا اضافہ ثابت ہو اور میں نے اس کو اصول کی کسی کتاب میں نہیں پایا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۸۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر کا ان الفاظ کو اصول میں نہ پانا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ کسی اور نے ان الفاظ کو اصول میں نہ پایا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "وکان یقال الرؤیا ثلاث۔۔ الخ" یعنی محمد بن سیرین نے کہا ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں۔ اور ابن سیرین نے یہ نہیں معین کیا کہ یہ بات کہنے والا کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ کہنے والے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور بعض راویوں نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور بعض نے اس کو موقوف بیان کیا ہے یعنی صحابہ کرام کا قول۔

خواب کی اقسام

اور امام احمد نے از ہوذہ بن خلیفہ از عوف بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب کی تین قسمیں ہیں، جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اور اس حدیث کی امام ترمذی اور امام نسائی نے از سعید بن ابی عروبہ از قتادہ از ابن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب کی تین قسمیں ہیں، ایک خواب برحق ہے، اور دوسرا خواب وہ ہے جو انسان کی اپنے دل سے کی ہوئی باتوں پر مشتمل ہوتا ہے (ہم لوگ عموماً جو خواب دیکھتے ہیں وہ یہی خواب ہوتا ہے) اور تیسرا خواب وہ ہے جس میں شیطان ڈراتا ہے۔

اور امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے از عبد الوہاب الثقفی از ایوب از محمد بن سیرین روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں: پس نیک خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے اور باقی حدیث اسی کی مثل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حدیث النفس" یعنی ان میں سے خواب کی پہلی قسم حدیث النفس ہے، اور یہ وہ ہے کہ بیداری میں کسی شخص کے خیال میں جو چیزیں ہوتی ہیں وہ ان کے متعلق خواب دیکھتا ہے، (ہمارے خواب عموماً اسی قسم کے ہوتے ہیں)۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وتخویف الشیطان" اور خواب کی وہ قسم ہے جو ناپسندیدہ اور ڈراؤنے خواب ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وبشریٰ" یعنی خواب کی تیسری قسم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہوتی ہے اور یہ پسندیدہ خواب ہے۔

اور امام ابن ماجہ نے حضرت عوف بن مالک سے سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب کی تین قسمیں ہیں، ایک ان میں سے وہ ہے جس میں انسان ابن آدم کو ڈراتا ہے تاکہ وہ غمگین ہو، اور دوسری قسم وہ ہے کہ انسان بیداری میں جو کچھ سوچتا ہے اس کو وہ خواب میں دیکھتا ہے۔ اور تیسری قسم وہ ہے جو نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ان قسموں میں خواب کی قسموں کا حصر نہیں ہے، کیونکہ چار اور قسمیں بھی ثابت ہیں، پہلی قسم وہ ہے جو حدیث النفس ہے اور یہ وہ ہے جس کا اس باب کی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے، دوسری قسم ہے: شیطان کا انسان کے ساتھ کھیلنا۔ اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرا سر کاٹ دیا گیا ہے اور میں اس کے پیچھے جا رہا ہوں، اور دوسری روایت میں ہے کہ میرا سر لڑھکتا ہوا جا رہا ہے اور میں اس کے پیچھے دوڑ رہا ہوں، آپ نے فرمایا: تم اس خواب کی کسی کو خبر نہ دینا، خواب میں شیطان تمہارے ساتھ کھیلتا ہے، اور مسلم

کی ایک اور روایت میں ہے: جب شیطان تم میں سے کسی ایک کے ساتھ خواب میں کھیلے تو اس کی لوگوں کو خبر نہ دے۔اور خواب کی تیسری قسم وہ ہے جو انسان اپنی عادت اور معمول کے مطابق خواب میں کوئی کام دیکھتا ہے، مثلاً اس کی عادت ہے کہ وہ شام کے وقت کھانا کھاتا ہے، پس وہ کھانا کھا کے سو جاتا ہے، پس وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ کھانا کھا رہا ہے، یا وہ بہت زیادہ کھانا کھا کر یا پانی پی کر سو گیا اور اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ قے کر رہا ہے، اور اس خواب میں اور حدیث نفس میں عموم وخصوص کی نسبت ہے، چوتھی قسم ''اضغاث احلام'' ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''و کان یکرہ'' یعنی ابن سیرین نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خواب میں طوق دیکھنے کو ناپسند کرتے تھے، کیونکہ طوق اہلِ دوزخ کی صفات میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾　جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور ان کو زنجیروں کے ساتھ گھسیٹا جائے گاO (المومن: ۷۱)

اور کبھی طوق کفر پر دلالت کرتا ہے، اور کبھی طوق ایذاء دینے والی عورت پر دلالت کرتا ہے۔اور معبرین (اہل تعبیر) نے کہا ہے کہ اگر طوق کے ساتھ پیروں کی بیڑیاں بھی ہوں تو یہ زیادہ مکروہ خواب ہے، اور اگر ہاتھوں میں بیڑیاں ہوں یعنی ہتھکڑیاں تو یہ خواب اچھا ہے، کیونکہ اس کا مطلب ہے اس کے ہاتھ شر سے روک دیے گئے۔اور کبھی خواب دیکھنے والے کی حالت کے اعتبار سے طوق بخل پر دلالت کرتا ہے اور اگر اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بخیل ہے، اگر اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے پیروں میں بیڑیاں ہیں اور طوق ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ قید خانہ میں رہے گا اور مصائب میں گرفتار ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی الدین'' حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سب ابن سیرین کا کلام ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ پاؤں کی بیڑیوں سے مراد دین میں ثابت قدمی ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔اور ایک قول یہ ہے کہ اس تعلیق میں مذکور ہے کہ '' آپ طوق کو ناپسند کرتے تھے'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طوق کو ناپسند کرتے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: علامہ کرمانی نے یہ تمام عبارت علامہ طیبی کے کلام سے لی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وکان یعجبھم'' یہ لفظ جمع کے ساتھ ہے یعنی صحابہ کو خواب میں بیڑیاں دیکھنا پسند تھا۔اور ''یکرہ'' میں افراد کے ساتھ ہے، علامہ طیبی نے کہا ہے: جمع کی ضمیر اہلِ تعبیر کے لیے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وکان یقال القید ثبات فی الدین'' علامہ المہلب نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ قید یعنی پاؤں کی بیڑیوں کی تعبیر دین میں ثابت قدمی ہے۔اور قتادہ اور یونس اور دوسروں سے اس کی تفسیر میں مروی ہے کہ بیڑیاں انسان کو گناہوں سے روکتی ہیں۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۰۔۲۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۱۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب میں بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کو دیکھنے کی مختلف تعبیریں

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا: "پاؤں کی بیڑیوں کی تعبیر دین میں ثابت قدمی ہے"۔ اور قتادہ اور یونس وغیرہم نے کہا ہے کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ پاؤں کی بیڑیاں انسان کو گناہوں سے روکتی ہیں اور اس کو مقید کرتی ہیں۔

اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ کبھی قید یعنی بیڑیوں کو خواب میں دیکھنے کی کئی تعبیریں ہوتی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے پیروں میں بیڑیاں دیکھیں اور وہ کسی سفر کے اندر ہو تو وہ اس جگہ پر قیام کرے گا سوا اس کے کہ وہ خواب میں یہ دیکھے کہ وہ بیڑیاں اس سے کھول دی گئی ہیں۔ اسی طرح جس شخص نے خواب میں دیکھا کہ مسجد میں اس کے پیروں میں بیڑیاں ہیں، یا کسی اور ایسی جگہ جو خیر کی طرف منسوب ہو اس میں اس کے پیروں میں بیڑیاں ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دین پر قائم رہے گا اور اپنے رب کی اطاعت پر لازم رہے گا اور اس کی عبادت کرتا رہے گا۔ پس اگر اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ بیمار ہے یا قید میں ہے یا مصیبت میں ہے اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس حالت میں کافی عرصہ تک باقی رہے گا، اسی طرح اگر کسی دنیا دار نے خواب میں اپنے پاؤں میں بیڑیاں دیکھیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دنیا داری میں باقی رہے گا۔

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے کہ خواب میں طوق کو دیکھنا ناپسندیدہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ طوق اہلِ دوزخ کی صفت ہے، پس ارشاد فرمایا:

إِذِ الْأَغْلٰلُ فِيْٓ أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ۝ (المومن: ۷۱)

جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور ان کو زنجیروں کے ساتھ گھسیٹا جائے گا O

پس طوق کفر پر دلالت کرتا ہے اور کبھی طوق ایسی عورت پر دلالت کرتا ہے جو اپنے خاوند کو تنگ کرتی ہو، اور جب کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ شر سے باز رہیں گے۔

زمانہ کے قریب ہونے کے معانی اور محامل

اس حدیث میں مذکور ہے "جب زمانہ قریب ہوگا تو پھر مومن کا خواب تقریباً جھوٹا نہیں ہوگا"۔

اللہ ہی جانتا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب قیامت قریب آجائے گی اور اکثر اہلِ علم وفات پا جائیں گے اور قتل وغارت اور فتنہ برپا ہونے کی وجہ سے دین کی علامتیں مٹ جائیں گی، پس اس وقت لوگ رسولوں کے انقطاع کے زمانہ میں ہوں گے اور ان کو کسی نصیحت کرنے والے کی اور دین کے احکام کی تجدید کرنے والے کی ضرورت ہوگی، جیسا کہ ہم سے پہلی امتیں تھیں۔ پس جب کہ ہمارے نبی سیدنا محمد علیہ السلام تمام رسولوں کے خاتم ہیں، اور آپ کے بعد کا زمانہ فترت کے زمانہ کے مشابہ ہے اور اب کوئی نبی نہیں آسکتا، تو اس کے عوض میں اس امت کو سچے خواب دیے گئے جو کہ نبوت کا چھیالیسواں جزو ہیں، ان خوابوں میں بشارت بھی ہوتی ہے اور ڈرایا بھی جاتا ہے۔

علامہ ابوسلیمان الخطابی نے غریب الحدیث میں از ابوداؤد السجستانی لکھا ہے کہ وہ اس حدیث کی تاویل میں یہ کہتے تھے کہ جب

زمانہ قریب ہو جائے گا تو مومن کا خواب عنقریب جھوٹا نہیں ہو گا۔

علامہ خطابی نے کہا: زمانہ کے قریب ہونے کا معنی یہ ہے کہ دن اور رات برابر ہوں گے۔ اور تعبیر بیان کرنے والے یہ زعم کرتے ہیں کہ تعبیر کے سچے ہونے کا وقت وہ ہے جب صبح کی روشنی دکھائی دیتی ہے اور جس وقت میں پھل پک جاتے ہیں اور یہ وہ دو وقت ہیں جن میں زمانہ قریب ہوتا ہے یعنی دن اور رات برابر ہوتے ہیں۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: پہلی تاویل صحیح ہے جس کا نبی ﷺ نے ارادہ کیا ہے، کیونکہ آپ سے یہ روایت ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''آخر زمانہ میں مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہو گا اور جو شخص زیادہ سچ بولتا ہو گا اس کا خواب زیادہ سچا ہو گا''۔

ابن سیرین کے نزدیک خواب کا سچا ہونا صرف آخر زمانہ کے مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: رہا ابن سیرین کا یہ کہنا کہ میں کہتا ہوں کہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ ''مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے''۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نیک مرد جو خواب دیکھتا ہے اس کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''نیک خواب جس کو نیک مرد دیکھتا ہے وہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے''۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا کہ حدیث میں ہے: ''جب زمانہ قریب ہو گا تو مومن کا خواب تقریباً جھوٹا نہیں ہو گا''۔ تو ابن سیرین کو یہ خطرہ ہوا کہ اس خواب کی یہ تعبیر کی جائے گی کہ جب زمانہ قریب ہو گا تو صرف نیک مومن کا خواب ہی سچا ہو گا، تو انہوں نے کہا: میں یہ کہتا ہوں کہ یہ امت یعنی اس پوری امت کا خواب سچا ہو گا خواہ خواب دیکھنے والی امت صالحین میں سے ہوں یا فاجرین میں سے ہوں، کیونکہ ان کا سچا خواب ان کو برے کاموں سے زجر و توبیخ کرنے والا ہو گا اور ان پر حجت ہو گا، کیونکہ اس وقت دین کی علامتیں مٹ چکی ہوں گی اور علماء کے فوت ہونے کی وجہ سے نیکی کے آثار مٹ چکے ہوں گے اور برائیوں کا غلبہ ہو گا۔ واللہ اعلم

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج۹ ص ۵۶۰۔ ۵۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۱۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زمانہ کے قریب ہونے کے متعدد معانی اور محامل

شارح بخاری علامہ داؤدی التوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: زمانہ کے قریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ دنوں اور راتوں میں گھنٹے کم ہو جائیں گے اور کم ہونے سے مراد یہ ہے کہ بہت جلدی گزر جائیں گے، اور ایسا قرب قیامت میں ہو گا، جیسا کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ زمانہ قریب ہو جائے گا حتیٰ کہ سال ایک مہینہ کی مثل ہو گا اور مہینہ ایک ہفتہ کی مثل ہو گا اور ایک ہفتہ ایک دن کی مثل ہو گا، اور دن ایک ساعت کی مثل ہو گا اور ساعت پلک جھپکنے کی مثل ہو گی۔

ایک قول یہ ہے کہ اس مذکور زمانہ سے مراد حضرت مہدی کا زمانہ ہے، جب وہ عدل کو پھیلا دیں گے اور امن بہ کثرت ہو گا اور

خیر کو اور رزق کو پھیلا دیں گے، پس یہ زمانہ اپنی لذت کی وجہ سے بہت جلدی گزر جائے گا اور حدیث میں جو ارشاد ہے کہ اس زمانہ میں مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس زمانہ میں سچے خوابوں کا غلبہ ہوگا، اگرچہ یہ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی خواب سچا نہ ہو، یہ علامہ الطیبی نے ذکر کیا ہے۔

علامہ القرطبی نے المفہم میں کہا ہے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ آخر زمانہ جس کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے، یہ زمانہ مسلمانوں کی اس جماعت کا ہے جو حضرت عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگی جب کہ حضرت عیسیٰ دجال کو قتل کر چکے ہوں گے، کیونکہ امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے "پس اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا، وہ لوگوں میں سات سال رہیں گے اور اس وقت دو آدمیوں کے درمیان عداوت نہیں ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا، پھر روئے زمین میں سے جس شخص کے دل میں بھی ایک ذرہ کے برابر نیکی یا ایمان ہوگا تو وہ ہوا اس کو قبض کر لے گی۔ الحدیث"۔

نیک اور صادق مومن کے خواب کے جزو نبوت ہونے کی توجیہ

علامہ قرطبی نے کہا: پس اس زمانہ کے لوگ اس امت کے لوگوں میں سے صدر اول کے بعد سب لوگوں سے اچھے حال پر ہوں گے، اور ان کا کلام سب سے زیادہ سچا ہوگا، اور ان کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا۔ اسی وجہ سے آپ نے اس کے بعد فرمایا: ان میں زیادہ سچا خواب اس کا ہوگا جو زیادہ سچی باتیں کرتا ہوگا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے زیادہ سچ بولنے کی وجہ سے ان کا دل روشن ہو جائے گا اور ان کا ادراک قوی ہو جائے گا، پھر ان کے ذہن میں صحیح معنی مرتسم ہوں گے، اسی طرح جس مسلمان کا غالب حال یہ ہوگا کہ وہ بیداری میں سچ بولتا ہوگا تو وہ نیند میں بھی سچے خواب دیکھے گا، اس کے برخلاف جھوٹا آدمی یا جو کبھی سچ بھی بولتا ہے اور اکثر جھوٹ بولتا ہے تو اس کا قلب فاسد ہوتا ہے اور اس کا قلب تاریک ہوتا ہے، سو وہ خلط ملط خواب اور "اضغاث احلام" دیکھتا ہے، اور کبھی نادر طور پر سچا مردہ وہ خواب دیکھتا ہے جو صحیح نہیں ہوتا اور کبھی جھوٹا آدمی وہ خواب دیکھتا ہے جو صحیح ہوتا ہے، لیکن اغلب اور اکثر وہی ہوتا ہے کہ جو زیادہ سچ بولتا ہے اس کا خواب زیادہ سچا ہوتا ہے، اور اس سے اس کی تائید ہوتی ہے جو گزر چکا ہے کہ مومن کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے بشرطیکہ وہ خواب کسی ایسے مسلمان کو دکھائی دے جو صادق ہو اور نیک ہو، اسی وجہ سے حدیث میں یہ قید ہے کہ مسلمان کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے۔ اس حدیث میں مسلمان پر اقتصار کیا ہے اور کافر کے خواب کو نکال دیا ہے اور مسلمان کو بھی نیک کے ساتھ مقید کیا ہے، سو جو نیک مسلمان ہوگا اور سچا ہوگا تو اس کا حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کے مناسب ہوگا، پس اس کی ایسی تکریم کی جائے گی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کی جاتی ہے یعنی کسی غیب پر مطلع کرنا ہے، تو مومن کو خواب میں غیب پر مطلع کیا جائے گا (نیک مسلمان کو خواب میں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات اشارتاً دکھا دیے جاتے ہیں اور یہ غیب کی خبر کو متضمن ہے)، اسی وجہ سے سچے مومن کے خواب کو نبوت کا جزو قرار دیا ہے اور رہے ہم عام لوگ تو ہمارے خواب عموماً حدیث نفس اور اضغاث احلام پر مشتمل ہوتے ہیں)، رہا کافر اور منافق اور جھوٹا شخص اور جو سچ بھی بولتا ہو اور جھوٹ بھی بولتا ہو، اگر ان کے خواب بعض اوقات سچے بھی ہو جائیں تب بھی وہ خواب نہ وحی سے مستفاد ہوتے ہیں اور نہ نبوت سے، اور نہ ان خوابوں میں غیب کی خبر کی طرف اشارہ ہوتا ہے، کیونکہ جو شخص کبھی کبھی سچ بولے تو اس کی خبر نبوت کا جزو نہیں ہوتی، کبھی کاہن بھی کلمہ حق کہتا ہے اور کبھی نجومی بھی حق بات کہتا ہے لیکن یہ بہت کم اور نادر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتح الباری ج ۸ ص ۱۸۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۷۔ بَابُ: الْعَيْنِ الْجَارِيَةِ فِي الْمَنَامِ
خواب میں جاری چشمہ کو دیکھنے کی تعبیر

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں جاری چشمہ کو دیکھے تو اس کی کیا تعبیر ہے؟

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: جاری چشمہ کی کئی وجوہ ہیں، اگر اس چشمہ کا پانی صاف ہو تو اس کی تعبیر نیک اعمال ہیں ورنہ نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ جاری چشمہ کی تعبیر ہے وہ عمل جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے جیسے کوئی شخص اپنی زمین کو یا اس کی پیداوار کو وقف کر دے، یا کسی زندہ یا مردہ کے ساتھ نیکی کرے، تیسرا قول یہ ہے کہ چشمہ کا پانی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور برکت ہے اور خیر ہے اور اس سے آرزو پوری ہوتی ہے، اگر وہ خواب دیکھنے والا مستور الحال ہو یعنی اس کی برائیاں ظاہر نہ ہوں اور اگر وہ بدکار ہو تو خواب میں جاری چشمہ دیکھنے سے تعبیر یہ ہے کہ اس پر کوئی مصیبت آئے گی اور اس کے گھر والے اس کے اوپر روئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ (القمر: ۱۲)

اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیئے، سو دونوں پانی اس چیز کیلئے جمع ہو گئے جو ان کے (عذاب) کے لیے مقدر کی گئی تھی O

پس زمین میں ان کے لیے چشموں کو جاری کرنا ان کے لیے فتنہ اور آزمائش تھا جس کی وجہ سے ان کی ہلاکت جاری ہو گئی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَنْ لَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ (الجن: ۱۶۔۱۷)

اور اگر وہ راہِ راست پر رہتے تو ہم انہیں کثیر پانی سے سیراب کرتے O تاکہ اس میں ہم ان کی آزمائش کریں، اور جو اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے گا تو وہ اس کو چڑھتے ہوئے سخت عذاب میں داخل کر دے گا O

اور تعبیر بیان کرنے والا ان وجوہ میں سے اس وجہ کے مطابق خواب کی تعبیر بیان کرے جو دیکھنے والوں کے حال کے مناسب ہو۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۴۹۔۵۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

۷۰۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ وَهِيَ امْرَأَةٌ مِنْ نِسَائِهِمْ بَايَعَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَتْ طَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ فِي السُّكْنَى حِينَ اقْتَرَعَتِ الْأَنْصَارُ عَلَى سُكْنَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از خارجہ بن زید بن ثابت از حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا، اور وہ ان عورتوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی، وہ بیان کرتی ہیں

الْمُهَاجِرِينَ فَاشْتَكَى فَمَرَّضْنَاهُ حَتَّى تُوُفِّيَ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ فِي أَثْوَابِهِ فَدَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللهُ قَالَ وَمَا يُدْرِيكِ قُلْتُ لَا أَدْرِي وَاللهِ قَالَ أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ مِنَ اللهِ وَاللهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللهِ مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ قَالَتْ أُمُّ الْعَلَاءِ فَوَاللهِ لَا أُزَكِّي أَحَدًا بَعْدَهُ قَالَتْ وَرَأَيْتُ لِعُثْمَانَ فِي النَّوْمِ عَيْنًا تَجْرِي فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ ذَاكِ عَمَلُهُ يَجْرِي لَهُ۔

کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی رہائش کے لیے ہمارے نام قرعہ نکلا جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی تھی، پس حضرت عثمان بن مظعون بیمار ہو گئے، سو ہم نے ان کی تیمارداری کی حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی، پھر ہم نے ان کو ان کے کپڑوں میں لپیٹ کر کفن دیا، پس ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابوالسائب! آپ پر اللہ کی رحمت ہو! آپ کے متعلق میری یہ شہادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس نے بتایا؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتی اللہ کی قسم! آپ نے فرمایا: رہے وہ تو ان کے پاس یقینی بات آ چکی ہے اور بے شک میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے خیر کی امید رکھتا ہوں، اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، حضرت ام العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم اس کے بعد میں نے کسی کی ستائش نہیں کی، اور حضرت ام العلاء نے کہا: اور میں نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے لیے خواب میں ایک چشمہ دیکھا جو جاری تھا، پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور میں نے اس خواب کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ ان کا عمل ہے جو جاری ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۲۴۳، ۲۶۸۷، ۳۹۲۹، ۷۰۰۳، ۷۰۰۴، ۷۰۱۸، مسند احمد: ۲۶۹۱۱)

صحیح البخاری: ۷۰۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ایک جاری چشمہ دیکھا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ،

یہ عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔

یہ حدیث عنقریب بابِ ''رؤیۃ النساء'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ توفی'' حضرت عثمان بن معظون کی وفات شعبان ۳ ہجری میں ہوئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ذاك عمله يجري له'' یعنی یہ جاری چشمہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا وہ عمل ہے جس کا ثواب وفات کے بعد بھی جاری رہتا ہے جیسے صدقہ کرنا۔

علامہ مغلطائی صاحب التلویح المتوفی ۷۶۲ھ نے اپنی شرح التلویح میں اس کا انکار کیا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا ان تین اعمال میں سے کوئی عمل ہو جن کا ثواب وفات کے بعد جاری رہتا ہے، اس حدیث کی امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے: صدقہ جاریہ، یا وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے، یا نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۳۱، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۰، سنن نسائی: ۳۶۵۱، سنن ترمذی: ۱۳۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۲)

علامہ مغلطائی پر رد کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا نیک بیٹا تھا جو بدر میں حاضر ہوا اور بدر کے بعد کے غزوات میں بھی حاضر ہوا اور ان کا نام السائب ہے، وہ حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے، سو جو تین اعمال منقطع نہیں ہوتے اور وفات کے بعد ان کا اجر جاری رہتا ہے تو ان میں سے ایک عمل ان کے نیک بیٹے حضرت السائب رضی اللہ عنہ ہیں، نیز حضرت عثمان دولت مندوں میں سے تھے، پس یہ بعید نہیں ہے کہ انہوں نے صدقہ کیا ہو اور ان کی وفات کے بعد بھی اس کا اجر جاری رہا ہو، کیونکہ امام ابن سعد نے ابو بُردہ بن ابی موسیٰ سے مرسلاً روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی کے پاس گیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے پاس تھیں، تو ازواجِ مطہرات نے ان کو پریشان حال دیکھا، پس انہوں نے ان سے پوچھا: کیا وجہ ہے تم کیوں پریشان ہو؟ قریش میں تمہارے شوہر سے بڑھ کر تو کوئی غنی نہیں تھا، تو ان کی بیوی نے کہا: عثمان بن مظعون سے تو ہمیں کوئی حصہ نہیں ملا، وہ رات بھر قیام کرتے تھے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کی ازواج نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ملے، پس کہا: اے عثمان بن مظعون! کیا تمہارے لیے میری زندگی میں نمونہ نہیں ہے، انہوں نے کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں فداء ہوں کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: تم دن بھر روزے رکھتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو، انہوں نے کہا: بے شک میں کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو، کیونکہ تمہاری دونوں آنکھوں کا تم پر حق ہے اور تمہارے جسم کا حق ہے اور بے شک تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، پس تم نماز پڑھو اور سو جاؤ اور روزہ رکھو اور افطار کرو، ابو بردہ نے کہا: پھر اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی ازواجِ مطہرات کے پاس آئیں اور ان کے لباس پر ایسی خوشبو تھی جیسے دلہن کے لباس پر ہوتی ہے، ازواجِ مطہرات نے ان سے کہا: یہ تبدیلی کیسے آئی؟ تو انہوں نے بیان کیا: جو لوگوں پر مصائب آئے تھے ہم پر بھی وہ مصائب آئے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳ ص ۳۹۵، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ)

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۲۔ ۲۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے نیک اعمال کا سلسلہ جاری رہنے کے متعلق مزید شواہد

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنے کے لیے سرحدِ اسلام پر تیار رہتے تھے، اس وجہ سے بھی ان کے نیک اعمال کا سلسلہ جاری رہے گا، جیسا کہ سنن میں یہ حدیث ہے اور اس کو امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے اور امام ابن حبان نے اور حاکم نے۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مرنے والے کا نیک عمل ختم ہو جاتا ہے سوا اس کے جو اللہ کی راہ میں سرحد پر پہرا دیتا ہے، اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہے گا اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(سنن ترمذی: ۱۶۲۱، مسند احمد ج ۶ ص ۲۰، المستدرک ج ۲ ص ۱۴۴، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۷۹، مشکوٰۃ: ۳۸۲۳، کنز العمال: ۱۰۶۱۳، مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۷، سنن داری ج ۲ ص ۲۱۱، المستدرک ج ۲ ص ۷۹)

اور اس حدیث کا صحیح مسلم اور سنن نسائی اور مسند البزار میں ایک شاہد ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرحد پر ایک دن اور ایک رات اللہ کی راہ میں پہرا دینا ایک ماہ کے روزوں اور ایک ماہ کے قیام سے زیادہ افضل ہے، اور اگر وہ فوت ہو گیا تو اس کا وہ نیک عمل جاری رہے گا جو وہ کرتا تھا اور وہ قبر کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۹۱۳، الرقم المسلسل: ۴۸۴۱، سنن نسائی: ۳۱۶۷، مسند احمد: ٦٦٦٥)

اور اس حدیث کے مزید شواہد ہیں۔ پس حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے حال کو بھی اسی پر محمول کرنا چاہیے اور اب یہ اشکال اصل سے زائل ہو جائے گا کہ علامہ مغلطائی نے کہا ہے: حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا کوئی ایسا عمل نہیں تھا جس کا ثواب جاری رہتا، کیونکہ ان کے ایسے کثیر اعمال ہیں جن کی وجہ سے وفات کے بعد بھی ان کے ثواب کا سلسلہ جاری ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۸۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲٦ھ)

۲۸۔ بَابُ: نَزْعِ الْمَاءِ مِنَ الْبِئْرِ حَتَّى يَرْوَى النَّاسُ
خواب میں یہ دیکھنا کہ کنویں سے پانی نکالتے رہنا حتیٰ کہ لوگ سیراب ہو جائیں

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا کہ وہ کنویں سے پانی نکال رہا ہے حتیٰ کہ اتنا پانی نکالا کہ جس سے لوگ سیراب ہو جائیں اس کے خواب کی تعبیر۔

رَوَاهُ أَبُوهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

اس حدیث کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کنویں سے پانی نکالا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۱۹۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما حَدَّثَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَا أَنَا عَلَى بِئْرٍ أَنْزِعُ مِنْهَا إِذْ جَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ الدَّلْوَ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ فَغَفَرَ اللهُ لَهُ ثُمَّ أَخَذَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَدِ أَبِي بَكْرٍ فَاسْتَحَالَتْ فِي يَدِهِ غَرْبًا فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِي فَرْيَهُ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں صخر بن جویریہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت کہ میں کنویں پر اس کنویں سے پانی نکال رہا تھا اس وقت میرے پاس ابوبکر آئے اور عمر آئے، پس ابوبکر نے ڈول پکڑا، پس ایک ڈول یا دو ڈول پانی نکالا اور ان کے پانی نکالنے میں کچھ کمزوری تھی، پس اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، پھر اس ڈول کو ابن الخطاب نے ابوبکر کے ہاتھ سے لے لیا، پھر حضرت عمر کے ہاتھ میں وہ ڈول بہت بڑا ڈول بن گیا، پس میں نے پانی کھینچنے میں عمر کی مثل کسی شخص کو غیر معمولی ماہر نہیں دیکھا، انہوں نے بہت پانی نکالا حتیٰ کہ لوگوں نے اونٹوں کو پلانے لیے پانی سے حوض بھر لیے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۳۳، ۳۶۸۰، ۴۹۸۰، صحیح مسلم: ۲۳۹۲، سنن ترمذی: ۲۲۸۹، مسند احمد: ۴۷۹۹)

صحیح البخاری: ۷۰۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے ''کنویں سے اتنا پانی کھینچنا کہ جس سے لوگ سیراب ہو جائیں'' اور حدیث میں بھی اسی کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یعقوب بن ابراہیم بن کثیر، یہ الدورقی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں شعیب بن حرب کا ذکر ہے، یہ المدائنی ہیں اور ان کی کنیت ابوصالح ہے، یہ اصل میں بغداد کے رہنے والے تھے، پھر مدائن میں رہنے لگے تو ان کو مدائنی کہا جانے لگا، پھر مکہ میں منتقل ہو گئے، پھر وہیں رہے حتیٰ کہ ان کی مکہ میں وفات ہو گئی اور صحیح البخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے۔اور اس حدیث کی سند میں صخر بن جویریہ کا ذکر ہے، یہ جاریۃ کی تصغیر ہے۔

یہ حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ذنوبا" اس کا معنی ہے: جوڈول پانی سے بھرا ہوا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "او ذنوبین" یہ راوی کا شک ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم اخذھا ابن الخطاب" یعنی پھر اس ڈول کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لے لیا۔اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کے والی ہوئے، اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تصریح نہیں فرمائی تھی، لیکن حدیث میں متعدد اشارات ہیں جن سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تصریح معلوم ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاستحالت فی یدہ غربا" یعنی وہ ڈول، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بہت بڑا ڈول بن گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عبقری" اس کا معنی ہے: وہ شخص جو اپنے عمل میں کامل اور حاذق ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یفری فریه" یعنی ایسا عجیب و غریب عمل کرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی ضرب الناس بعطن" عطن کا معنی ہے: کنویں کے گرد وہ جگہ جو اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے بنائی جائے اور وہاں اونٹ بیٹھ کر پانی پئیں۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۳۔۲۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۱۹، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں مذکور مثال سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت اور اس کی کیفیت کا بیان

علامہ ابوسلیمان خطابی نے کہا ہے کہ امام ابوعبید اور علامہ ابن قتیبہ اور ایک جماعت نے اس حدیث کے الفاظ کی تفسیر کی ہے، اور ان میں سے کوئی بھی اس حدیث کا معنی بیان کرنے کے درپے نہیں ہوا، اور ہم نے جان لیا کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی مثال ہے اور مثال سے کسی چیز کے علم کو قریب کرنا اور اس کی وضاحت کرنا مراد ہوتی ہے، اور اس مثال کا فائدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوپر فضیلت کو بیان کرنا ہے، کیونکہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قوت کا بیان ہے جس میں ضعف تھا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث سے ان دونوں کی خلافت کو ثابت کرنے کا ارادہ فرمایا ہو، اور ان کی خلافت

کی مدت کی خبر دی ہو، اور ان کی خلافت کے احوال کی خبر دی ہو، پس مسلمانوں کے معاملات کو کنویں کے ساتھ تشبیہ دی، کیونکہ کنویں میں وہ پانی ہوتا ہے جس سے بندوں کی حیات ہوتی ہے اور شہر کی صلاح ہوتی ہے، اور مسلمانوں کے والی کو اس سے تشبیہ دی جو کنویں سے پانی نکال رہا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور ان کے پانی نکالنے میں ضعف تھا، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت کے کم ہونے کی طرف اشارہ ہے اور دو ڈول سے مراد ان کی خلافت کے دو سال ہیں اور کچھ مہینے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے میں اور دعوت و تبلیغ کی اصلاح میں گزر گئے اور ان کو اتنی فرصت نہیں ملی کہ وہ شہروں کو فتح کرتے اور مالِ غنیمت کو اکٹھا کرتے، اس وجہ سے ان کے کنویں سے پانی نکالنے میں ضعف تھا۔

اور رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، تو ان کی خلافت کے ایام بہت طویل تھے اور ان کا دائرہ مملکت بہت وسیع تھا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر عراق کو اور عراق کے مضافات کو اور مصر کو اور شام کے اکثر شہروں کو فتح کیا اور آپ نے ان کے اموالِ غنیمت کو حاصل کیا اور مسلمانوں میں تقسیم کیا، پس مسلمانوں کا حال بہت اچھا ہو گیا اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بہت خیر کو پایا۔ واللہ اعلم

علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ علامہ طبری نے بھی اسی طرح لکھا ہے جس طرح علامہ خطابی نے لکھا ہے۔

اور علامہ خطابی نے کہا کہ عرب فخر اور غلبہ کو ظاہر کرنے کے لیے پانی پلانے کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

عبقری کا معنی

الاصمعی نے کہا: میں نے ابوعمرو بن العلاء سے العبقری کے معنی کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی قوم کا عبقری ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی قوم کا سردار ہے اور اپنی قوم کا بڑا ہے اور اپنی قوم میں سب سے قوی ہے۔

امام ابوعبید نے کہا: اس کی اصل یہ ہے کہ یہ عبقر کی طرف نسبت ہے، اور یہ وہ زمین ہے جہاں پر جنات رہتے تھے، پس کسی بلند چیز کے لیے عبقر کی مثال ذکر کرتے ہیں۔

ابن درید نے کہا: جب عرب کسی چیز کو اچھا سمجھیں اور اس کی شدت پر تعجب کریں تو اس کو عبقر کی طرف منسوب کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں "ظلم عبقری" یعنی بہت شدید اور فاحش ظلم، قرآن مجید میں ہے:

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ (متقین) سبز قالینوں اور نفیس بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے ○ (الرحمٰن: ۷۶)

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۶۳۔ ۵۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۹۔ بَابُ: نَزْعِ الذَّنُوبِ وَالذَّنُوبَيْنِ مِنَ الْبِئْرِ بِضَعْفٍ — کنویں سے ایک ڈول یا دو ڈولوں کو کمزوری کے ساتھ نکالنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانی سے بھرے ہوئے ڈول کو کنویں سے ضعف اور کمزوری کے ساتھ نکالا جائے۔ (عمدۃ

القاری ج ۲۴ ص ۲۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رُؤْيَا النَّبِيِّ ﷺ فِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ النَّاسَ اجْتَمَعُوا فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ قَامَ ابْنُ الْخَطَّابِ فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَمَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَفْرِي فَرْيَهُ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود، وہ نبی ﷺ کے اس خواب کو بیان کرتے ہیں جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق تھا، انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہوئے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور ان کے نکالنے میں کمزوری تھی، اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، پس وہ بہت بڑا ڈول ہو گیا، پس میں نے پانی کھینچنے میں عمر کی مثل کسی شخص کو غیر معمولی ماہر نہیں دیکھا، انہوں نے بہت پانی نکالا حتیٰ کہ لوگوں نے اونٹوں کو پلانے کے لیے پانی سے حوض بھر لیے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۳۳، ۳۹۸۰، صحیح مسلم: ۲۳۹۲، سنن ترمذی: ۲۲۸۹، مسند احمد: ۴۷۹۹)

صحیح البخاری: ۷۰۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہی حدیث ہے جو بابِ سابق میں گزر چکی ہے سوا اس کے کہ یہاں اس حدیث کو دوسری سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن یونس، اور وہ احمد بن عبداللہ بن یوسف الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زُہیر، یہ ابن معاویہ الجُعفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از موسیٰ بن عقبہ۔۔۔۔۔۔ الخ

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدٌ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلَى قَلِيبٍ وَعَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْهَا ذَنُوبًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عُفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عُقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سعید نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے

أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَأَخَذَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ۔

فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا، میں نے اپنے آپ کو ایک کنویں کے پاس دیکھا، اور اس کنویں کے اوپر ایک ڈول تھا، میں نے اس کنویں سے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پانی نکالا، پھر وہ ڈول ابن ابی قحافہ نے لے لیا اور انہوں نے اس سے ایک ڈول یا دو ڈول پانی نکالا، اور ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری تھی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، پھر وہ ڈول ایک بڑا ڈول بن گیا، پھر اس کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا، پس میں نے لوگوں میں سے کوئی ماہر شخص نہیں دیکھا جو عمر بن الخطاب کی طرح کنویں سے پانی نکال رہا ہو حتیٰ کہ لوگ اونٹوں کو سیراب کر کے انہیں بٹھانے کی جگہ لے گئے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۶۴، ۷۰۲۱، ۷۰۲۲، ۷۴۷۵، صحیح مسلم: ۲۳۹۲، مسند احمد: ۵۸۹۰)

صحیح البخاری: ۷۰۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کی مثل ہے۔ امام بخاری نے اس کی روایت سعید بن عُفیر سے کی ہے از اللیث بن سعد از عُقیل بن خالد از محمد بن مُسلم بن شہاب الزہری از سعید بن المسیب۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "علی قلیب" اس کا معنی ہے: کنویں پر۔ جب کنواں کھودا جاتا ہے تو اس کی مٹی پلٹ دی جاتی ہے اور قلب کے معنی پلٹنا ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابن ابی قحافہ" یہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اور ابو قحافہ کا نام عثمان ہے، اور عبد اللہ بن عثمان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واللہ یغفر لہ" اس دعائیہ کلمہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کوئی کمی نہیں ہے، اور نہ ان کے گناہ کی طرف اشارہ ہے، اور یہ ایک دعائیہ کلمہ ہے جس کا عرب لوگ اپنے کلام میں ذکر کرتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی نزعہ ضعف" اس حدیث سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی خلافت کی کیفیت کے حال کو بیان کیا ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران لوگوں نے بہت نفع حاصل کیا ہے، کیونکہ ان کی خلافت کا زمانہ طویل تھا اور اسلام ان کے زمانہ خلافت میں بہت پھیلا اور فتوحات بہت زیادہ ہوئیں اور بہت شہر فتح ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

٣٠۔ بَابُ: الْاِسْتِرَاحَةِ فِي الْمَنَامِ
خواب میں آرام کرنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں خواب میں آرام کرنے کی کیفیت کا بیان ہے، اہلِ تعبیر نے بیان کیا ہے کہ اگر آرام کرنے والا اپنی پیٹھ پر چت لیٹا ہوا ہو تو اس کا معاملہ قوی ہوگا اور دنیا اس کے ماتحت ہوگی کیونکہ زمین زیادہ قوی ہے، اس کے برخلاف جو شخص اوندھا لیٹا ہوا ہو اس کے حال کا پتا نہیں چلتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ أَنِّي عَلَى حَوْضٍ أَسْقِي النَّاسَ فَأَتَانِي أَبُو بَكْرٍ فَأَخَذَ الدَّلْوَ مِنْ يَدِي لِيُرِيحَنِي فَنَزَعَ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ فَأَتَى ابْنُ الْخَطَّابِ فَأَخَذَ مِنْهُ فَلَمْ يَزَلْ يَنْزِعُ حَتَّى تَوَلَّى النَّاسُ وَالْحَوْضُ يَتَفَجَّرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں لیٹا ہوا تھا تو میں نے دیکھا میں حوض پر لوگوں کو پانی پلا رہا ہوں، پس میرے پاس ابوبکر آئے اور انہوں نے ڈول کو میرے ہاتھ سے لیا تا کہ مجھے راحت پہنچائیں، پس انہوں نے دو ڈول پانی نکالا، اور ان کے پانی نکالنے میں کچھ ضُعف تھا اور اللہ ان کی مغفرت فرمائے، پھر ابن الخطاب آئے، انہوں نے ان سے ڈول لے لیا، پس وہ پانی نکالتے رہے حتیٰ کہ لوگ چلے گئے اور حوض سے پانی ابل رہا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۶۴، ۷۰۲۱، ۷۰۲۲، ۷۴۷۵، صحیح مسلم: ۲۳۹۲، مسند احمد: ۲۷۴۵۹)

صحیح البخاری: ۷۰۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "تا کہ وہ مجھے راحت پہنچائیں"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن ابراہیم، یہ ابن راہویہ کے نام سے معروف ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر السعدی ہوں، کیونکہ یہ دونوں امام عبدالرزاق سے روایت کرتے ہیں۔ اور معمر ابن راشد ہیں۔ اور ہَمّام، ابن منبہ

ہیں،اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''علی حوض'' علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس سے پہلی روایت میں ''علی بئر وعلی قلیب'' مذکور تھا،انہوں نے اس کا جواب دیا کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ ایسا جواب ہے جس سے سوال کرنے والا خوش نہیں ہوگا۔اصل جواب یہ ہے کہ کنویں سے بھی پانی نکال کر لوگوں کو سیراب کیا جاتا ہے اور وہ خود بھی پیتے ہیں اور اپنے جانوروں کو بھی پلاتے ہیں،اسی طرح حوض سے بھی پانی لے کر لوگوں کو پلایا جاتا ہے اور ان کے جانوروں کو پلایا جاتا ہے،تو اس تشبیہ کی وجہ سے اس حدیث میں کنویں کی جگہ حوض کے لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتی تولی الناس'' یعنی لوگ اعراض کر کے چلے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۶،دار الکتب العلمیہ ،بیروت،۱۴۲۱ھ)

۳۱۔بَابُ: اَلْقَصْرِ فِی الْمَنَامِ — خواب میں محل دیکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ،اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب میں محل دیکھنے یا خواب میں محل میں داخل ہونے کی کیا تعبیر ہے؟

اہل تعبیر نے بیان کیا ہے کہ خواب میں محل دیکھنے کی تعبیر دین دار لوگوں کے لیے عمل صالح ہے اور غیر دین دار لوگوں کے لیے قید اور تنگی ہے،اور کبھی خواب میں محل دیکھنے کو نکاح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۶،دار الکتب العلمیہ ،بیروت،۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ قُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ قَالُوا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَبَكَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ قَالَ أَعَلَيْكَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ أَغَارُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عُفیر نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عُقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب،انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا،پس وہاں ایک عورت محل کی ایک جانب وضو کر رہی تھی، میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا محل ہے،پھر مجھے عمر کی غیرت یاد آئی،پس میں پیٹھ موڑ کر چلا گیا،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پس حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رونے لگے، پھر کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہو جائیں یا رسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟

(صحیح البخاری: ۳۲۴۲، ۳۶۸۰، ۵۲۲۷، ۷۰۲۳، ۷۰۲۵، صحیح مسلم: ۲۳۹۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷، مسند احمد: ۸۲۶۵)

صحیح البخاری: ۷۰۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان ہے ''خواب میں محل کو دیکھنا'' اور حدیث میں اسی کا ذکر ہے۔

اس حدیث کے رجال کا عنقریب ذکر کیا گیا ہے اور یہ حدیث صفتِ جنت اور فضائل عمر رضی اللہ عنہ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاذا امراۃ تتوضا'' علامہ خطابی سے منقول ہے کہ یہ وضو لغوی تھا شرعی نہیں تھا اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: جنت دارِ تکلیف نہیں ہے، پھر اس عورت کے وضو کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ پھر یہ جواب دیا کہ اس عورت کا وضو کرنا بطورِ تکلیف نہیں تھا۔

اور علامہ القرطبی نے کہا ہے: وہ عورت اس لیے وضو کر رہی تھی کہ اس کا حُسن زیادہ ہو اور نور زیادہ ہو، اور یہ وضو اس لیے نہیں کر رہی تھی کہ چہرہ سے میل کچیل اور گندگی اور نجاست زائل ہو، کیونکہ جنت گندگی، میل کچیل اور نجاست سے منزہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ وضو حقیقتاً ہو، اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ جنت اگر چہ دارِ تکلیف نہیں ہے مگر یہ وضو کرنا بطورِ تکلیف نہیں تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محل کی جانب جو عورت وضو کر رہی تھی اس کا مصداق اور اس خواب کی تعبیر

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عورت حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جنت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محل کی ایک جانب دیکھا اس وقت وہ زندہ تھیں، اور جمہور اہل تعبیر کے مطابق اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اہلِ جنت سے ہیں، کیونکہ جس کو کسی نے جنت میں داخل دیکھا تو وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا، تو جس کو سید الصادقین نے جنت میں داخل دیکھا تو وہ کیونکر جنت میں داخل نہیں ہوگا!

اور ان کا جنت میں وضو کرنا، اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بہت صاف ستھری خاتون تھیں اور پاکیزہ رہنے والی خاتون تھیں، رہا یہ کہ ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محل کی ایک جانب دیکھا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کو پائیں گی اور ایسا ہی ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِقَصْرٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقَالُوا لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَمَا مَنَعَنِي أَنْ أَدْخُلَهُ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِلَّا مَا أَعْلَمُ مِنْ غَيْرَتِكَ قَالَ وَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا، پس اچانک میں سونے کے ایک محل کے پاس تھا، میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ قریش کے ایک مرد کا ہے، پس اے ابن الخطاب! مجھے اس محل میں داخل ہونے سے صرف اس چیز نے منع کیا کہ مجھے تمہاری غیرت کا علم تھا، انہوں نے کہا: اور کیا میں آپ پر غیرت کروں گا یا رسول اللہ!

(صحیح البخاری: ۳۶۷۹، ۵۲۲۶، ۷۰۲۴، صحیح مسلم: ۲۳۹۴، مسند احمد: ۱۴۵۸۴)

صحیح البخاری: ۷۰۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن علی، یہ ابن بحر بن کثیر ابو حفص الباہلی البصری الصیر فی ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معتمر بن سلیمان کا ذکر ہے، یہ ابن طرخان البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن عمر کا ذکر ہے، یہ ابن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الرجل من قریش" اس پر یہ اعتراض ہے کہ دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قرائن سے یا وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۲۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے جنت کی بشارت

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس خواب میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے لیے جنت میں محل کی بشارت ہے، اور اس خواب کو بغیر کسی پہیلی کے اور بغیر کسی اشارہ کے دکھایا گیا ہے، اسی طرح جو عورت خواب میں دکھائی گئی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت صاف ستھری اور روشن عورت ہے، کیونکہ جنت میں نماز کے لیے وضو نہیں ہوتا اور نہ عبادت کے لیے وضو ہوتا ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہر شخص پر اس اعتبار سے حکم لگایا جاتا ہے جو اس کی خلقت کی حیثیت سے معلوم ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محل میں داخل نہیں ہوئے جب آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت کو یاد کیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ وہ آپ پر غیرت نہیں کریں گے کیونکہ آپ تمام مومنین کے باپ ہیں، اور مومنین کے بیٹوں کو دنیا اور آخرت کی جو خیر حاصل ہوتی ہے تو وہ آپ کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور آپ کے ہاتھوں سے حاصل ہوتی ہے، لیکن آپ نے یہ ارادہ کیا کہ آپ وہ کام کریں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ادب کے موافق ہو۔

امام ابن سیرین نے کہا ہے: جس شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں داخل ہوا ہے تو وہ ان شاء اللہ جنت میں داخل ہوگا، کیونکہ اس شخص نے جو نیکیاں پہلے بھیجی ہیں یہ ان کی وجہ سے بشارت ہے۔

خواب میں جنت کو دیکھنے کی متعدد تعبیریں

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خواب میں جنت کو دیکھنے کی کئی تعبیریں ہیں، ایک تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص حج کرے گا اور کعبہ میں پہنچ جائے گا اور وہ حج اس کو جنت کی طرف لے جائے گا، اور اگر کافر خواب میں جنت کو دیکھے یا فاسق خواب میں جنت کو دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کافر، کفر کو ترک کر کے اسلام قبول کرلے گا جو دخولِ جنت کا سبب ہے، اور فاسق خواب میں جنت کو دیکھے تو وہ اپنے فسق سے توبہ کرلے گا، اور اگر کوئی بیمار خواب میں جنت کو دیکھے تو وہ اسی بیماری میں فوت ہو جائے گا، کیونکہ جنت مومنین کا اجر ہے، اور اگر کوئی کنوارا خواب میں جنت کو دیکھے تو اس کا نکاح ہو جائے گا کیونکہ آخرت دار النکاح ہے اور دار الازواج ہے، اور اگر کوئی فقیر خواب میں جنت کو دیکھے تو وہ خوشحال ہو جائے گا، اور کبھی جنت میں دخول جمعہ اور جماعت کی طرف دوڑ کر جانے پر دلالت کرتا ہے اور دارِ علم پر اور ذکر کے حلقوں پر اور جہاد پر اور سرحد کی حفاظت کرنے پر اور ہر اس عبادت پر دلالت کرتا ہے جو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔

خواب میں وضو کرنے کی تعبیر

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ وضو کر رہا ہے تو یہ سلطنت کی طرف وسیلہ ہے، اور جو شخص خوف زدہ ہو وہ اگر خواب میں وضو کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو خوف سے امان حاصل ہوگی اور بعض اوقات خواب میں وضو کرنا ثواب پر اور گناہوں کے مٹنے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ احادیث میں ہے کہ ''جب کوئی شخص وضو کرتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں''۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۶۵۔۵۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۳۲۔ بَابُ: الْوُضُوءِ فِي الْمَنَامِ
خواب میں وضو کرنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب میں وضو کرنے کی کیا تعبیر ہے، اہلِ تعبیر نے بیان کیا ہے کہ خواب میں وضو کرنا سلطان کی طرف یا کسی عمل کی طرف وسیلہ ہے، پس اگر خواب میں وضو پورا کر لے تو بیداری میں اس کی مراد حاصل ہو جائے گی، اور اگر پانی کے نہ ملنے کی وجہ سے اس کا وضو کرنا مشکل ہو یا اس سے وضو کر لے جس سے وضو کر کے نماز جائز نہیں ہے تو پھر مراد حاصل نہیں ہوگی۔ اور خوف زدہ آدمی وضو کرے تو یا تو اس کو ثواب حاصل ہوگا یا اس کے گناہ مٹ جائیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۷۔۲۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۵۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ فَقَالُوا لِعُمَرَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكَى عُمَرُ وَقَالَ عَلَيْكَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ أَغَارُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ بے شک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: جس وقت کہ میں سویا ہوا تھا میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا، پس اس وقت ایک عورت ایک محل کی جانب وضو کر رہی تھی، میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محل ہے، پھر مجھے ان کی غیرت یاد آئی، پھر میں پیٹھ موڑ کر چل دیا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ روئے اور کہا: آپ کے اوپر میں غیرت کروں گا یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۳۲۴۲، ۳۶۸۰، ۵۲۲۷، ۷۰۲۳، ۷۰۲۵، صحیح مسلم: ۲۳۹۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷، مسند احمد: ۸۲۶۵)

صحیح البخاری: ۷۰۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے باب میں بیان کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۳۔ بَابُ: الطَّوَافِ بِالْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ — خواب میں کعبہ کا طواف کرنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے خواب میں دیکھا کہ وہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے تو اس کی کیا تعبیر ہے۔

اہلِ تعبیر نے کہا ہے کہ طواف کرنا حج پر دلالت کرتا ہے اور نکاح کرنے پر دلالت کرتا ہے اور امام سے مطلب کے حصول پر دلالت کرتا ہے اور ماں باپ کی نیکی پر دلالت کرتا ہے، اور عالمِ دین کی خدمت پر دلالت کرتا ہے، اور امام کے حکم پر عمل کرنے پر دلالت کرتا ہے، اگر خواب دیکھنے والا رقیق القلب ہو تو وہ اس کے مالک کی خیر خواہی پر دلالت کرتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ سَبْطُ الشَّعَرِ بَيْنَ رَجُلَيْنِ يَنْطُفُ رَأْسُهُ مَاءً فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا ابْنُ مَرْيَمَ فَذَهَبْتُ أَلْتَفِتُ فَإِذَا رَجُلٌ أَحْمَرُ جَسِيمٌ جَعْدُ الرَّأْسِ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا هَذَا الدَّجَّالُ أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ وَابْنُ قَطَنٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ۔

(صحیح البخاری: ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۵۹۰۲، ۶۹۹۹، ۷۰۲۶، ۷۱۲۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، پس اس وقت ایک گندمی رنگت والا مرد جس کے بال سیدھے تھے، وہ دو مردوں کے درمیان سہارا لیے ہوئے تھے اور ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو مجھے بتایا کہ یہ ابن مریم ہیں، پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک مرد سرخ رنگ کا تھا اور بھاری جسم والا تھا، اس کے سر کے بال گھونگھریالے تھے اور اس کی دائیں آنکھ کانی تھی، اور اس کی آنکھ گویا کہ ابھرا ہوا انگور تھی، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو بتایا کہ یہ دجال ہے، لوگوں میں اس کے زیادہ مشابہ ابن قطن ہے، اور ابن قطن بنوالمصطلق کا مرد تھا جو قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتا تھا۔

صحیح البخاری: ۷۰۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔اور یہ حدیث باب "رؤیا اللیل" میں گزر چکی ہے، اور کتاب احادیث الانبیاء میں بھی باب "وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ (مریم:١٦)" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ینطف" یعنی اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: "النطف" کا معنی ہے: پانی گرانا، اور ان کے سر سے پانی کے قطرے اس لیے گر رہے تھے کہ اس رات بارش ہوئی تھی۔

اور علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے زم زم کے پانی سے غسل کیا ہو اور اس کی وجہ سے پانی کے قطرے گر رہے ہوں، یا اس سے مراد ان کی لطافت اور نظافت ہے، اور حقیقت میں پانی کا گرنا مراد نہیں ہے۔

علامہ ابوالقاسم الاندلسی نے کہا ہے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس صورت کے مطابق صفت کی گئی ہے جس صورت پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا اور یہ خواب برحق ہے، کیونکہ شیطان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں متمثل نہیں ہوسکتا، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں ہیں اور زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو چاہے وہ کرتا ہے۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: کتاب الانبیاء کے باب مریم میں یہ گزرا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سرخ رنگ کے گھونگھریالے بالوں والے تھے۔اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ طواف کا وقت نہیں تھا کوئی اور وقت تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فذھبت التفت"۔

ابوالقاسم اندلسی نے کہا: دجال کا وصف بھی اس کی صورت کے مطابق بیان کیا گیا ہے اور انہوں نے کہا: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ دجال مکہ میں داخل ہوگا مدینہ میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ جو فرشتے مدینہ کے درجات پر ہیں وہ اس کو مدینہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔

صاحب التوضیح نے کہا: علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا: اس دلیل پر اعتراض ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: دجال مکہ میں اس وقت داخل نہیں ہوگا جب مکہ کی شان وشوکت کے ظہور کا وقت ہوگا، نیز وہ مستقبل میں نہیں داخل ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابن قطن" اس کا نام عبدالعزیٰ بن قطن بن عمرو بن حبیب بن سعید بن عائذ بن مالک بن خزیمہ

ہے، اور یہ المصطلق بن سعد ہے جو کعب اور عدی کا بھائی ہے، اور عمرو بن ربیعہ کی اولاد ہے۔ الزہری نے کہا: ابن قطن خزاعہ کا ایک مرد تھا جو زمانہ جاہلیت میں مر گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۸۔ ۲۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۲۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دجال کی مخصوص صفات بیان کرنے کی توجیہ اور دجال کی تکذیب پر دلیل

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی صفات بیان فرمائیں اور دجال کی صفات بیان فرمائیں، یہ وہ صفات ہیں جن صفات پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا اور ان دونوں کی صفات اس لیے بیان فرمائیں کہ ان دونوں کا ظہور ایک زمانہ میں ہوگا، اور اس وجہ سے کہ حدیث میں وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے، پس دجال کی ایسی صفات بیان کیں کہ دیکھنے والے کو کوئی اشتباہ نہیں ہوگا کہ یہ دجال ہے، اور ان میں سے ایک وصف یہ ہے کہ یہ کانا ہوگا، اور یہ شخص اپنے خدا ہونے کا مدعی ہوگا اور عقل والے اس کو جائز نہیں قرار دیں گے کہ جو شخص الوہیت کا اور قدرت کا مدعی ہو وہ کانا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر آفات اور حوادث کا آنا جائز نہیں ہے، اور اس پر آفت آئی کہ یہ کانا ہو گیا، پس یہ اس کی تکذیب پر دلیل ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۳۴۔ بَابٌ: إِذَا أَعْطَى فَضْلَهُ غَيْرَهُ فِي النَّوْمِ — خواب میں اپنا پس خوردہ دوسرے کو دینے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص خواب میں اپنا بچا ہوا دودھ دوسرے کو دے تو اس کی کیا تعبیر ہے؟

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَجْرِي ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلَهُ عُمَرَ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْعِلْمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حمزہ بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس سے پیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ دودھ سے سیری جاری ہو رہی ہے، پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر کو دے دیا، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی

ہے؟ آپ نے فرمایا: علم۔

(صحیح البخاری: ۸۲، ۳۶۸۱، ۷۰۰۶، ۷۰۰۷، ۷۰۲۷، ۷۰۳۲، صحیح مسلم: ۲۳۹۱، سنن ترمذی: ۲۲۸۴، مسند احمد: ۵۵۲۹، سنن دارمی: ۲۱۵۴)

صحیح البخاری: ۷۰۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے، اور یہ حدیث اسی کتاب کے باب اللبن میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۵۔ بَابُ: الْأَمْنِ وَذَهَابِ الرَّوْعِ فِي الْمَنَامِ

خواب میں خوف کے دور ہونے اور حصولِ امن کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب میں کوئی شخص دیکھے کہ اس کا خوف دور ہو گیا ہے اور اس کو امن حاصل ہو گیا ہے تو اس کی کیا تعبیر ہے؟

اہلِ تعبیر نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ کسی چیز سے اس کا خوف دور ہو گیا ہے تو وہ اس چیز سے ڈرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۸۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ إِنَّ رِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَانُوا يَرَوْنَ الرُّؤْيَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَيَقُصُّونَهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَيَقُولُ فِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا شَاءَ اللهُ وَأَنَا غُلَامٌ حَدِيثُ السِّنِّ وَبَيْتِي الْمَسْجِدُ قَبْلَ أَنْ أَنْكِحَ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي لَوْ كَانَ فِيكَ خَيْرٌ لَرَأَيْتَ مِثْلَ مَا يَرَى هَؤُلَاءِ فَلَمَّا اضْطَجَعْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ قُلْتُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ لِي خَيْرًا فَأَرِنِي رُؤْيَا فَبَيْنَمَا أَنَا كَذَلِكَ إِذْ جَاءَنِي مَلَكَانِ فِي يَدِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبید اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عفان بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں صخر بن جویریہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے چند اصحاب رسول اللہ ﷺ کے عہد میں خواب دیکھتے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ کو وہ خواب بیان کرتے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ اس خواب کی وہ تعبیر بیان فرماتے جو اللہ تعالیٰ چاہتا تھا، اور میں کم عمر لڑکا تھا، اور نکاح سے پہلے میرا گھر مسجد تھی، میں نے اپنے دل میں کہا: اگر اس میں کوئی خیر ہو تو تم بھی ایسا خواب دیکھو گے جیسا یہ لوگ خواب دیکھتے ہیں، پس جب میں ایک رات لیٹا تو

يُقْبِلَانِ بِي إِلَى جَهَنَّمَ وَأَنَا بَيْنَهُمَا أَدْعُو اللهَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَهَنَّمَ ثُمَّ أُرَانِي لَقِيَنِي مَلَكٌ فِي يَدِهِ مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ فَقَالَ لَنْ تُرَاعَ نِعْمَ الرَّجُلُ أَنْتَ لَوْ كُنْتَ تُكْثِرُ الصَّلَاةَ فَانْطَلَقُوا بِي حَتَّى وَقَفُوا بِي عَلَى شَفِيرِ جَهَنَّمَ فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ لَهُ قُرُونٌ كَقَرْنِ الْبِئْرِ بَيْنَ كُلِّ قَرْنَيْنِ مَلَكٌ بِيَدِهِ مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ وَأَرَى فِيهَا رِجَالًا مُعَلَّقِينَ بِالسَّلَاسِلِ رُؤُوسُهُمْ أَسْفَلَهُمْ عَرَفْتُ فِيهَا رِجَالًا مِنْ قُرَيْشٍ فَانْصَرَفُوا بِي عَنْ ذَاتِ الْيَمِينِ

میں نے دعا کی: اے اللہ! اگر تیرے علم میں میری کوئی خیر ہے تو مجھے بھی خواب دکھا، پس جب میں اسی حال میں تھا تو اچانک میرے پاس دو فرشتے آئے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا تھا، وہ مجھے دوزخ کی طرف لے جا رہے تھے، میں ان دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا: اے اللہ! میں دوزخ سے تیری پناہ میں آتا ہوں، پھر میں نے دیکھا کہ مجھ سے ایک فرشتہ ملا، اس کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا تھا، پس اس نے کہا: تم نہ ڈرو، تم نیک مرد ہو بشرطیکہ تم بہ کثرت نمازیں پڑھا کرو، پھر مجھے لے گئے حتیٰ کہ انہوں نے مجھے دوزخ کے کنارے پر ٹھہرا دیا اور دوزخ کے چاروں طرف اس طرح منڈیر تھی جس طرح کنویں کی منڈیر ہوتی ہے، اور اس کی منڈیر میں سینگ تھے جیسا کہ کنویں کی منڈیر میں دو جانبیں ہوتی ہیں اور ہر دو جانب کے درمیان ایک فرشتہ تھا، اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ہتھوڑا تھا، اور میں نے دیکھا کہ اس کنویں میں کچھ مرد تھے جو زنجیروں سے لٹکے ہوئے تھے اور ان کے سر ان کے نیچے تھے، میں نے پہچانا ان میں سے کچھ مرد قریش کے تھے، پھر فرشتے مجھے دائیں جانب لے گئے۔

(صحیح البخاری: ۴۴۰، ۱۱۲۱، ۱۱۵۶، ۳۷۳۸، ۳۷۴۰، ۷۰۱۵، ۷۰۲۸، ۷۰۳۰، صحیح مسلم: ۲۴۷۹، سنن ترمذی: ۳۲۱، سنن نسائی: ۷۲۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۹، مسند احمد: ۶۲۹۴)

۷۰۲۹۔ فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ عَبْدَ اللهِ رَجُلٌ صَالِحٌ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ نَافِعٌ فَلَمْ يَزَلْ بَعْدَ ذَلِكَ يُكْثِرُ الصَّلَاةَ۔

پس میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بیان کیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عبد اللہ نیک مرد ہے، پس نافع نے کہا: اس کے بعد ہمیشہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بہ کثرت نمازیں پڑھتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۲۲، ۱۱۵۷، ۳۷۳۹، ۳۷۴۱، ۷۰۱۶، ۷۰۲۹، ۷۰۳۱، صحیح مسلم: ۲۴۷۹، سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۹، مسند احمد: ۶۲۹۴، سنن دارمی: ۱۴۰۰)

صحیح البخاری: ۷۰۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "تم نہیں ڈرائے گئے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبیداللہ بن سعید کا ذکر ہے، یہ ابو قدامہ الیشکری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عفان بن مسلم کا ذکر ہے، یہ الصفار البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں صخر کا ذکر ہے، ان کا بیان عنقریب ہو چکا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی کتاب الصلوٰۃ میں از عبداللہ بن محمد روایت کی ہے، اور صلوٰۃ اللیل میں از یحییٰ بن سلیمان روایت کی ہے اور اس کی شرح گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فیقول فیھا" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خواب کی تعبیر بیان فرماتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وبیتی المسجد" یعنی میں نکاح سے پہلے مسجد میں سویا کرتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مقمعۃ" اس کی جمع مقامع ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ وہ لکڑی ہے جس سے ہاتھی کے سر پر ضرب لگائی جاتی ہے، اور دوسروں نے کہا: یہ لوہے کا چابک ہے جس کا سر ٹیڑھا ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لہٗ قرون" یہ قرن کی جمع ہے، اس سے مراد کنویں کی وہ جانبیں ہیں جن کو پتھروں سے بنایا جاتا ہے اور ان کے اوپر ایک لکڑی لٹکا دی جاتی ہے اور عادت یہ ہے کہ ہر کنویں کی دو قرن یعنی دو جانبیں ہوتی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رؤوسھم اسفلھم" یعنی وہ الٹے لٹکے ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۰۔۲۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۲۹، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث کی کئی طریقوں سے تفسیر کی گئی ہے:

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور فوائد مثلاً سنتوں کے ترک پر عذاب کا جواز، دلیل سے کسی کے فرشتہ ہونے پر یقین کرنا، خواب میں بیان کردہ تعبیر کا بیداری میں معتبر ہونا اور خواب کی تعبیر کا انبیاء علیہم السلام کے کلام سے مستفاد ہونا

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سنتوں کے ترک پر عذاب

دینا جائز ہے۔ اور اس حدیث میں فرشتہ کا یہ قول ہے کہ تم اچھے مرد ہو، اگر تم تہجد کی نماز پڑھ لو اور تفسیر کا یہ اضافہ حدیث کی تمام سندوں سے روایت کی تفسیر ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دلیل سے کسی چیز پر حکم لگانا جائز ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس جو دو مرد آئے ان کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دلیل سے یہ معلوم کیا کہ وہ فرشتے ہیں، کیونکہ وہ دونوں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جہنم پر لے گئے اور وہاں جا کر ان کو نصیحت کی، اور شیطان کسی کو نصیحت نہیں کرتا اور نہ کسی کو خیر اور نیکی کی بات بتاتا ہے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کے وعظ اور نصیحت کرنے سے اور خیر اور نیکی کو یاد دلانے سے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ فرشتے ہیں، فرشتوں نے کہا کہ تم دوزخ سے نہ ڈرو، اس سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ استدلال کیا کہ وہ دوزخی نہیں ہیں، کیونکہ جب دلیل سے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ دونوں فرشتے ہیں تو فرشتوں کا کلام برحق ہوتا ہے۔

(۳) اس میں یہ دلیل ہے کہ خواب میں جس بات کی تفسیر کی جائے بیداری میں بھی وہی تفسیر ہوتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کی تفسیر کے اوپر کوئی اضافہ نہیں فرمایا۔

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اصل تعبیر وہ ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام کی طرف سے ہو، اسی وجہ سے صحابہ کرام یہ تمنا کرتے تھے کہ وہ کوئی خواب دیکھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تفسیر فرمائیں تو ان کے پاس آپ کی بیان کردہ تعبیر دلیل ہو جائے، اور یہی امام اشعری کا مذہب ہے کہ اصل تعبیر وہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کی طرف سے توقیفی ہو اور ان کی زبان سے صادر ہو۔ امام اشعری نے جو کہا وہ اگرچہ صحیح ہے لیکن یہ تمام لوگوں کے خوابوں کی تعبیر کے لیے عام نہیں ہے، پس جو شخص خواب کی تعبیر میں غیر معمولی علم رکھتا ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ اچھی طرح غور و فکر کر کے خواب کی تعبیر معلوم کرے جب تک کہ اس خواب کی تعبیر کسی حدیث سے معلوم نہ ہو جائے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۲۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مزید مسائل اور فوائد

(۱) علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ترک سنن پر وعید کا وقوع جائز ہے اور ان پر عذاب دیا جانا بھی جائز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ شرط لگانی ضروری ہے کہ جو شخص سنتوں کے ترک پر مواظبت اور دوام کرے وہ عذاب کا مستحق ہوگا اور جو سنتوں سے اعراض کرے وہ عذاب کا مستحق ہوگا، اور اگر کبھی کبھی کسی سنت کو ترک کیا ہے تو اس پر عذاب کی وعید نہیں ہوگی، کیونکہ وعید اور عذاب صرف حرام کے ارتکاب پر ہوتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ سنت کو علی وجہ الاعراض ترک کیا جائے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں سونا جائز ہے، مصنف کے نزدیک مسجد میں سونے کی عادت بنا لینا مسجد کے آداب کے خلاف ہے، البتہ کوئی شخص مسافر ہو یا کوئی شخص محلہ کا رہنے والا ہو لیکن عارضی طور پر کسی وجہ سے اس کو مسجد میں سونا پڑے تو اس کے جواز کی گنجائش ہے جیسے شادی سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مسجد میں سونا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک موقع پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر دوپہر کو مسجد میں جا کر سو گئے تھے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باری باری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خواب کو بیان کرنا جائز ہے۔

(۴) اس حدیث سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ادب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے از خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا خواب نہیں بیان کیا بلکہ انہوں نے یہ خواب اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا تا کہ وہ ان کی رہنمائی کریں کہ تہجد کی نماز پڑھنے میں فضیلت ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۹۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۶۔ بَابُ: الْأَخْذِ عَلَى الْيَمِيْنِ فِي النَّوْمِ — سوتے وقت دائیں پہلو پر لیٹنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں سوتے وقت دائیں پہلو پر لیٹنے کا بیان ہے اور خواب میں اپنے آپ کو دائیں کروٹ یا دائیں پہلو پر دیکھنا اس کی دلیل ہے کہ وہ اصحاب الیمین میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۳۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا شَابًّا عَزَبًا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ أَبِيتُ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ مَنْ رَأَى مَنَامًا قَصَّهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ لِي عِنْدَكَ خَيْرٌ فَأَرِنِي مَنَامًا يُعَبِّرُهُ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ مَلَكَيْنِ أَتَيَانِي فَانْطَلَقَا بِي فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لِي لَنْ تُرَاعَ إِنَّكَ رَجُلٌ صَالِحٌ فَانْطَلَقَا بِي إِلَى النَّارِ فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَإِذَا فِيهَا نَاسٌ قَدْ عَرَفْتُ بَعْضَهُمْ فَأَخَذَا بِي ذَاتَ الْيَمِينِ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِحَفْصَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نوجوان کنوارا تھا اور میں مسجد میں سوتا تھا، اور جو شخص بھی کوئی خواب دیکھتا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرتا، تو میں نے دل میں کہا: اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میری کوئی خیر ہے تو مجھے بھی خواب دکھا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے تعبیر بیان فرمائیں، پس میں سو گیا تو میں نے دیکھا دو فرشتے میرے پاس آئے اور وہ مجھے لے گئے، پھر ان فرشتوں سے ایک تیسرا فرشتہ آ کر ملا اور اس نے مجھ سے کہا: تم نہ ڈرو، تم نیک مرد ہو، پس وہ دونوں مجھے دوزخ کی طرف لے گئے، پس دوزخ کی منڈیر کنویں کی منڈیر کی طرح بنی ہوئی تھی اور اس میں کچھ لوگ تھے جن میں سے بعض کو میں پہچانتا تھا، پس ان دونوں فرشتوں نے مجھے دائیں جانب سے پکڑا، پس جب میں صبح کو اٹھا تو میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔

(صحیح البخاری: ۴۴۰، ۱۱۲۱، ۱۱۵۶، ۳۷۳۸، ۳۷۴۰، ۷۰۱۵، ۷۰۲۸، ۷۰۳۰، صحیح مسلم: ۲۴۷۹، سنن ترمذی: ۳۲۱، سنن نسائی: ۷۲۲، سنن

ابن ماجہ:۳۹۱۹،مسند احمد:۶۲۹۴)

۷۰۳۱۔فَزَعَمَتْ حَفْصَةُ أَنَّهَا قَصَّتْهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ عَبْدَ اللهِ رَجُلٌ صَالِحٌ لَوْ كَانَ يُكْثِرُ الصَّلَاةَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بَعْدَ ذٰلِكَ يُكْثِرُ الصَّلَاةَ مِنَ اللَّيْلِ۔

پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ خواب بیان کیا، آپ نے فرمایا: بے شک عبداللہ نیک مرد ہے، کاش کہ وہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھا کرے۔

اور الزہری نے کہا: اور اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو اٹھ کر بکثرت نماز پڑھا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری:۱۱۲۲،۷۰۱۵،صحیح مسلم:۲۴۷۸،مسند احمد:۴۴۸۰)

صحیح البخاری:۷۰۳۱،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "پس ان دونوں فرشتوں نے مجھے دائیں طرف سے پکڑا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، یہ المسندی کے نام سے معروف ہیں اور یہ حدیث ابھی بابِ سابق میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "عزبا" اس کو الاعزب بھی کہا جاتا ہے، اس کا معنی ہے: جس کی بیوی نہ ہو اور جس کا گھر بار نہ ہو۔

حدیث مذکور سے مستنبط فوائد و مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کنوارا ہو، اس کے لیے مسجد میں سونا جائز ہے جیسا کہ احکام المسجد میں اس کا عنوان بیان کیا گیا ہے۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باری باری خواب کو بیان کرنا جائز ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی نیک مرد کی خبر کو قبول کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری:۷۰۳۱،کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسجد میں سونے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں سوتے تھے، اس سے علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جب انسان کو

ضرورت ہو تو مسجد میں سونا جائز ہے، لیکن جب ضرورت نہ ہو تو پھر مسجد میں سونا نہیں چاہیے سوائے نادر صورتوں کے مثلاً کوئی مسلمان مسجد میں اعتکاف کرے تو اس کے لیے اب مسجد میں سونا جائز ہے، یا کوئی مسلمان کسی گاؤں یا بستی کے پاس سے گزرے اور وہاں ٹھہرے اور وہاں کوئی اس کے سونے کی جگہ نہ ہو تو وہ مسجد میں سو جائے، پس اگر کوئی شرعی ضرورت جیسے اعتکاف ہے وہ میسر نہ ہو یا کوئی عادی ضرورت جیسے کسی شخص کا کوئی گھر نہ ہو تو پھر اس کے لیے مسجد میں سونے کی گنجائش ہے۔

اور اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت بھی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی کوئی خواب دکھائے جس کی تعبیر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم کریں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کو ایک خواب دکھایا جس کی تعبیر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے دریافت کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں سے محبت کرنا اور ان سنتوں پر عمل کرنے کے لیے ان کو تلاش کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو تلاش کرنے پر تمام صحابہ سے زیادہ حریص تھے حتیٰ کہ وہ سفر میں بھی یہ معلوم کرتے کہ آپ نے کس جگہ قیام کیا ہے تا کہ وہ بھی اسی جگہ قیام کریں، اور کس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے تا کہ اسی جگہ وہ نماز پڑھیں، اگرچہ دوسرے صحابہ اس چیز کو امرِ اتفاقی پر محمول کرتے تھے لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدتِ محبت کی وجہ سے سفر میں آپ کے احوال کو بھی تلاش کرتے تھے تا کہ آپ کے احوال اور افعال کے مطابق اپنے احوال اور افعال بنائیں۔

دوزخ کے مخلوق اور موجود ہونے پر دلیل

اس عجیب و غریب خواب میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان فرشتوں کو دیکھا اور دوزخ کو دیکھا اور دوزخ کے کنارے کھڑے ہوئے، اور دوزخ میں ان لوگوں کو دیکھا کہ جن کے سر الٹے تھے یعنی وہ الٹے لٹکے ہوئے تھے اور اس میں قریش کے ایسے لوگ تھے جن کو وہ پہچانتے تھے، اور یہ تمام چیزیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ دوزخ اب بھی موجود ہے جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِينَ ۝ (آل عمران: ۱۳۱) اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے O

پس دوزخ اب بھی موجود ہے اور جو لوگ دوزخ میں تھے وہ بھی اب موجود ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن لحی الخزاعی کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی انتڑیوں کو گھسیٹ رہا تھا، العیاذ باللہ۔ کیونکہ یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے عرب میں شرک کو داخل کیا، اور یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے اونٹنیوں کو بتوں کے نام پر چھوڑا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۱۲، صحیح مسلم: ۹۰۱)

کثرت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو آدمی کثرت کے ساتھ نمازیں پڑھے، وہ تحسین اور ثناء کا مستحق ہے۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا

ہوں تو آپ نے فرمایا: تم کثرتِ سجود سے اپنے نفس پر میری مدد کرو۔

(صحیح مسلم: ۴۸۹، سنن ابوداؤد: ۱۳۲۰، سنن ترمذی: ۳۴۰۴، سنن نسائی: ۱۱۳۴، سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۷، مسند احمد: ۱۵۵۷۸)

پس نماز ایسا نیک کام ہے جس میں ہمیشہ خیر رکھی گئی ہے، پس انسان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ بہ کثرت نمازیں پڑھے، اور جب انسان کثرت کے ساتھ نماز پڑھنے کی عادت ڈال لے گا تو نماز اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو جائے گی، لیکن ہم نماز سے حقیقی نماز مراد لیتے ہیں جو مسلمان اور اس کے رب کے درمیان وسیلہ ہے اور وہ ایسی نماز ہے کہ جب بندہ نماز پڑھے تو اس کا دل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو، صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، یا وہ اللہ اکبر کہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا اس کے ذہن میں تصور ہو اور جب قرآن کریم پڑھے تو وہ یہ غور کرے کہ یہ اللہ رب العالمین کا کلام ہے، اور جب وہ رکوع کرے تو یہ غور کرے کہ وہ اللہ عزوجل کے لیے خضوع کر رہا ہے، اور جب سجدہ کرے تو یہ سمجھے کہ اس نے اپنے جسم کے اعلیٰ ترین عضو کو قدموں کی جگہ ڈال دیا ہے، اور یہ محض اللہ عزوجل کی تواضع اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہے، اور جب وہ ان معانی پر غور کیے بغیر نماز پڑھے گا تو ایسا ہوگا جیسے وہ کوئی عادتاً کام کر رہا ہے نہ رکوع اور سجود کے وقت عاجزی کا تصور کرے گا اور نہ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت یہ تصور کرے گا کہ وہ اللہ رب العالمین کا کلام پڑھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو حقیقی نماز پڑھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۵۱۲۔ ۵۱۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۷۔ بَابُ: الْقَدَحِ فِي النَّوْمِ — خواب میں پیالہ کو دیکھنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو خواب میں پیالہ دیا جائے تو اس کی کیا تعبیر ہے، اہل التعبیر نے کہا ہے: خواب میں پیالہ کی تعبیر عورت ہے یا مال ہے جو عورت کی جہت سے ملے اور شیشہ کا پیالہ پوشیدہ چیزوں کے ظہور پر دلالت کرتا ہے، اور سونے اور چاندی کا پیالہ عمدہ تعریف و تحسین پر دلالت کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْعِلْمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حمزہ بن عبداللہ از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس سے دودھ پیا، پھر میں نے اس سے بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب کو دے دیا، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپ نے

فرمایا: علم۔

(صحیح البخاری: ۸۲، ۳۶۸۱، ۷۰۰۶، ۷۰۰۷، ۷۰۲۷، ۷۰۳۲، صحیح مسلم: ۲۳۹۱، سنن ترمذی: ۲۲۸۴، مسند احمد: ۵۵۲۹، سنن دارمی: ۲۱۵۴)

صحیح البخاری: ۷۰۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور یہ حدیث عنقریب باب "اذا اعطیٰ فضله غيره فی المنام" میں گزر چکی ہے۔ اور اس کی شرح بھی کی جا چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۸۔ بَابٌ إِذَا طَارَ الشَّيْئُ فِي الْمَنَامِ — کسی چیز کے خواب میں اڑنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب خواب میں دیکھنے والا یہ دیکھے کہ ایسی چیز اڑ رہی ہے جس کی عادت سے اڑنا نہیں ہے، امام بخاری نے اس عنوان کا جواب نہیں لکھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس خواب کی تعبیر جس طرح مناسب ہو کی جائے گی، اہل تعبیر نے کہا ہے: جب کسی شخص نے دیکھا کہ کوئی چیز آسمان کی طرف اڑ رہی ہے تو اس پر کوئی بیماری آئے گی، اور اگر وہ چیز آسمان میں غائب ہو گئی اور واپس لوٹ کر نہیں آئی تو وہ مر جائے گا، اور اگر وہ چیز واپس لوٹ کر آ گئی تو وہ اپنی بیماری سے شفاء پا جائے گا، اور اگر اس نے کسی چیز کو چوڑائی کی جانب اڑتے ہوئے دیکھا تو وہ سفر کرے گا اور جس قدر بلندی میں وہ چیز اڑتی رہے گی اتنی اس کو بلندی حاصل ہو گی۔ اور اگر وہ چیز پروں کے ساتھ اڑتی ہے تو اس کو مال ملے گا یا سلطنت ملے گی، اور اگر بغیر پروں کے اڑتی ہے تو وہ جو کام کرے گا اس میں اس کو دھوکا پیش آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۳۳۔ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْجَرْمِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ نَشِيطٍ قَالَ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما عَنْ رُؤْيَا رَسُولِ اللهِ ﷺ الَّتِي ذَكَرَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے سعید بن محمد ابو عبداللہ الجرمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن عبیدہ بن نشیط، انہوں نے بیان کیا کہ عبید اللہ بن عبداللہ نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کے اس خواب کے متعلق دریافت کیا جس کا آپ نے ذکر کیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۰، ۴۳۷۳، ۴۳۷۸، ۷۰۳۲، ۷۴۶۱، صحیح مسلم: ۲۲۷۳)

۷۰۳۴۔ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذُكِرَ لِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ أَنَّهُ وُضِعَ فِي يَدَيَّ

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھ سے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو

سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقُطِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا فَأُذِنَ لِي فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ الَّذِي قَتَلَهُ فَيْرُوزُ بِالْيَمَنِ وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ۔

میں نے دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھے گئے، پس میں ان دونوں سے گھبرایا اور میں نے ان دونوں کو ناپسند کیا، پس اس وقت مجھے اجازت دی گئی تو میں نے ان دونوں کو پھونک ماری، سو وہ دونوں کنگن اڑ گئے، پس میں نے ان کنگنوں کی تعبیر یہ لی کہ دو کذاب نکلیں گے، حضرت عبید اللہ نے کہا: ایک ان میں العنسی تھا جس کو فیروز نے یمن میں قتل کر دیا اور دوسرا مسیلمہ تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۱، ۴۳۷۴، ۴۳۷۵، ۴۳۷۹، ۷۰۳۴، ۷۰۳۷، صحیح مسلم: ۲۲۷۴، سنن ترمذی: ۲۲۹۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۲، مسند احمد: ۲۷۴۶۹)

صحیح البخاری: ۷۰۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے ''پس میں نے ان دونوں کنگنوں پر پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سعید بن محمد کا ذکر ہے، یہ الجرمی اور الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یعقوب بن ابراہیم کا ذکر ہے، یہ اپنے باپ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف سے روایت کرتے ہیں، یہ بغداد میں قضاء پر مقرر تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں صالح کا ذکر ہے، یہ ابن کیسان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی عبیدہ کا ذکر ہے، ان کا نام عبد اللہ بن عبیدہ بن نشیط ہے، یہ عظیم کے وزن پر ہے۔ اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے از ابی عبیدہ کنیت کے ساتھ، اور صحیح ابن عبیدہ عبد اللہ ہے جو موسیٰ بن عبیدہ کے بھائی ہیں، کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کی ولادت میں اسی (۸۰) سال کا عرصہ ہے۔ اور جو عبد اللہ بڑے تھے ان کو الحرور یہ نے ۱۳۰ھ میں قدید میں قتل کر دیا تھا۔ اور ان دونوں کے متعلق ربذی القرشی العامری بھی کہا جاتا ہے، اور یہ یمن کی طرف منسوب ہے، امام بخاری کی اس عبد اللہ سے اس حدیث کے علاوہ صحیح البخاری میں اور کوئی روایت نہیں ہے۔ اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔

یہ حدیث اس سند کے ساتھ مغازی کے اواخر میں العنسی کے قصہ میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ذُكِرَ لِي'' یہ مجہول کا صیغہ ہے، علامہ کرمانی نے کہا: اگر تم یہ سوال کرو کہ اس حدیث کا کیا حکم ہے

کیونکہ اس میں ذکر کرنے والے کے نام کی تصریح نہیں کی گئی؟

تو میں کہوں گا کہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ یہ ایک صحابی کی روایت ہے جو مجہول الاسم ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ تمام صحابہ عدول (نیک) ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سواران" یہ لفظ سوار کا تثنیہ ہے اور سوار کا معنی کنگن ہے، علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ لفظ اسواران ہے، التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: یہاں پر "اسواران" بھی مذکور ہے جس میں واؤ کے بعد الف ہے، اور الف کے بغیر بھی اس کی روایت ہے اور اہلِ لغت کے نزدیک اس کا استعمال اکثر ہے، علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ پھونکنے کے باب سے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فوضع" یعنی آپ کے ہاتھ میں دو کنگن رکھ دیے، اسی طرح الشیخ ابوالحسن نے کہا ہے۔ اور دوسروں کے نزدیک اسواران ہے اور وہی صحیح ہے۔ صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: اصول میں سواران ہے الف کے حذف کے ساتھ، اگرچہ علامہ ابن بطال نے اس کا الف کے اثبات کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ امام ابوعبیدہ نے کہا ہے: یہ لفظ پیش اور زیر کے ساتھ ہے یعنی سُوار اور سِوار۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ففظعتھما" یعنی میں نے ان کے معاملہ کو بہت عظیم جانا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کذابین" علامہ المہلب نے کہا ہے: یعنی میں اس کی تعبیر دو جھوٹوں کے ساتھ کرتا ہوں، کیونکہ کذب کا معنی ہے: کسی چیز کی خبر دینا جو اس طرح نہ ہو، اور آپ کے ہاتھ میں کنگن اپنی وضع کے مطابق نہیں ہے کیونکہ کنگن مردوں کے زیورات میں سے نہیں ہے اور اس کا سونے کا کنگن ہونا یہ خبر دیتا ہے کہ وہ ایسی چیز ہے جو آپ سے چلی جائے گی اور اس کے لیے بقاء نہیں ہے، اور اُڑنا اس سے عبارت ہے کہ اس کو ثبات نہیں ہے۔ اور "نفخ" یعنی پھونک مارنا اس طرف اشارہ ہے کہ اس کا زوال بغیر کسی مشقت سے سہولت کے ساتھ ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے العنسی (عین پر زبر نون ساکن) اس کا نام اسود الصنعانی تھا اور اس کو "ذوالحمار" بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس نے اپنے گدھے کو سکھایا تھا کہ جب وہ اس سے کہے سجدہ کر تو گدھا اپنا سر نیچے جھکا دیتا، اس کو فیروز الدیلمی نے قتل کر دیا تھا۔ اور دوسرا مسیلمہ بن حبیب الحنفی الیمانی تھا، اس کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا جنہوں نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا اور اس پر مفصل گفتگو علامات نبوت کے باب میں ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۲۔ ۲۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۳۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کا بیان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تعبیر دو جھوٹوں کے ساتھ کی

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: یہ خواب اپنے طریقہ پر نہیں ہے بلکہ یہ ضرب المثال کے طریقہ پر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعبیر دو جھوٹوں کے ساتھ لی، کیونکہ جھوٹ اسے کہتے ہیں کہ کسی چیز کی ایسی خبر دی جائے جس کے مطابق

وہ چیز نہ ہو، اور اس کو غیر محل میں رکھا گیا ہو، پس جب آپ نے دو کنگنوں کو اپنی کلائیوں میں دیکھا اور کلائیاں کنگن کے لیے موزوں نہیں ہیں کیونکہ کنگن مردوں کے زیورات میں سے نہیں ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اس شخص کا فیصلہ کرے گا جو ایسی چیز کا دعویٰ کرے گا جو اس کے لیے نہیں ہے، جیسا کہ دو کنگن آپ کے ہاتھوں میں رکھے گئے، اور یہ کنگن سونے کے تھے اور سونے کا استعمال دین میں ممنوع ہے، تو اس میں کئی وجوہ سے اس کے جھوٹ پر دلالت ہے:

(۱) کسی چیز کا غیر محل میں رکھنا، کیونکہ کنگنوں کا محل مرد کی کلائیاں نہیں ہیں۔

(۲) سونے کا مردوں کے لیے مستعمل ہونا، اور یہ ممنوع ہے۔ اور سونے کو عربی میں ذھب کہتے ہیں اور ذہب، ذہاب سے ماخوذ ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ یہ وہ چیز ہے جو جانے والی ہے اور باقی نہیں رہے گی، پھر آپ کو یہ اجازت دی گئی کہ آپ پھونک مار کر ان کو اڑا دیں، اس کی یہ تعبیر ہے کہ یہ ان دونوں کا (اسود عنسی اور مسیلمہ کا) معاملہ باقی نہیں رہے گا۔ اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام وحی کے ساتھ ہے جو آپ پر اس وقت نازل ہوئی اور آپ نے ان دونوں کو زائل کر دیا۔

آسمان کی طرف اڑنے کی متعدد تعبیریں

علامہ کرمانی نے کہا: جس آدمی نے خواب میں دیکھا کہ وہ آسمان اور زمین کے درمیان اڑ رہا ہے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ اڑ کر جا رہا ہے تو اگر یہ خواب ''اضغاث احلام'' سے ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ تمنا کرے گا اور فکر کرے گا اور اپنی آرزوؤں میں دھوکا کھائے گا۔ اور اگر یہ خواب صحیح ہو اور وہ آسمان کی چوڑائی میں اڑ رہا ہو تو وہ بے شک دور دراز کا سفر کرے گا اور جتنی دور کا سفر کرے گا اتنا زیادہ بلند مرتبہ کو پائے گا، جتنا وہ اڑنے میں زمین سے بلند ہوگا۔ پس اگر وہ آسمان کی طرف سیدھا اڑا ہے اور ادھر ادھر نہیں مڑا تو اسے کوئی بیماری پیش آئے گی، اور اگر وہ آسمان تک پہنچ گیا تو وہ اپنی بیماری میں انتہاء کو پہنچ جائے گا اور اگر وہ آسمان میں غائب ہو گیا اور لوٹ کر نہیں آیا تو مر جائے گا، اور اگر وہ زمین کی طرف لوٹ آیا تو تندرست ہو جائے گا، اور علامہ ابن ابی طالب العابر نے کہا: اگر وہ پروں کے ساتھ اڑا ہے تو اس کو سفر در پیش ہوگا اور اگر بغیر پروں کے اڑا ہے تو جس کام میں وہ داخل ہوگا اس میں اس کو دھوکا پیش آئے گا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۳۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی کا قصہ

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ الاسود الکذاب بنو عنس سے تھا، اور اس کے ساتھ دو جن تھے ایک کو سحیق کہا جاتا تھا اور دوسرے کو ''شُقیق'' کہا جاتا تھا، اور یہ دونوں جن اسود عنسی کو لوگوں کے پیش آنے والے معاملات کی خبر دیتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صنعاء میں باذان نامی عامل تھا جو فوت ہو گیا تھا، پھر اسود عنسی کے جن نے آ کر اس کو اس کی خبر دی، پس وہ اپنی قوم کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ صنعاء پر قابض ہو گیا اور باذان کی بیوی المرزبانۃ سے اس نے نکاح کر لیا، پھر فیروز اپنے ساتھیوں کے ساتھ رات کو

اسود کے اوپر داخل ہوا اور اس کی بیوی المرزبانہ نے اس کو خالص شراب پلائی تھی حتیٰ کہ وہ نشہ میں مدہوش تھا اور اس کے دروازہ پر ایک ہزار پہرہ دار تھے، پس فیروز اور اس کے ساتھیوں نے دیوار میں نقب لگائی حتیٰ کہ وہ اسود عنسی کے پاس داخل ہو گئے، پھر فیروز نے اس کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ دیا، اور اس کی بیوی کو اور جو گھر کا ساز و سامان انہیں پسند آیا اسے لوٹ کر لے گئے اور انہوں نے مدینہ منورہ یہ خبر بھیج دی، یہ خبر اس وقت پہنچی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی، عروہ بیان کرتے ہیں کہ اسود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک دن اور ایک رات پہلے مارا گیا، پس آپ کے پاس وحی آ گئی تھی تو آپ نے اپنے اصحاب کو اس کی موت کی خبر دے دی تھی، پھر یہ خبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۱۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۹۔ بَابٌ: إِذَا رَأَى بَقَرًا تُنْحَرُ — خواب میں گائے کو نحر (ذبح) کیے جانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ گائے کو نحر (ذبح) کیا جا رہا ہے، تو اس کی کیا تعبیر ہے، سو اس کی تعبیر اس کے حال کے مناسب کی جائے گی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ گائے کو نحر کیا جا رہا ہے تو آپ کے اس خواب کی تعبیر یہ تھی کہ آپ کے صحابہ غزوۂ احد میں قتل کر دیے گئے۔

اور علامہ المہلب نے کہا ہے کہ آپ نے جو خواب میں دیکھا گائے ذبح کی گئی، یہ ضرب المثل کی طرح ہے، کیونکہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ گائے کو نحر (ذبح) کیا جا رہا ہے، پس گائے سے مراد آپ کے اصحاب ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ تعبیر لی کہ اس جنگ میں آپ کے صحابہ کو شہید کر دیا جائے گا، اور جب کہ گائے کی طبیعت میں یہ ہے کہ وہ سینگ مار کر اپنا دفاع کرتی ہے جیسا کہ جنگ میں مجاہدین اپنا دفاع کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کو نحر کے ساتھ تشبیہ دی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۳۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِي إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرٌ فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ وَرَأَيْتُ فِيهَا بَقَرًا وَاللهِ خَيْرٌ فَإِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ أُحُدٍ وَإِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللهُ مِنَ الْخَيْرِ وَثَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِي آتَانَا اللهُ بِهِ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید، از جد خود حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے اس زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجور کے درخت تھے، پس میرا خیال اس طرف گیا کہ یہ یمامہ کی زمین ہے یا ھجر کی زمین ہے، پس یہ مدینہ تھا یثرب، اور میں نے اس میں ایک گائے کو دیکھا، اور اللہ کی قسم! یہ خیر ہے، پس یہ مومنین تھے غزوہ احد کے دن، اور خیر وہ تھی جو اللہ تعالیٰ خیر کو لے

کر آیا اور اس صدق کے ثواب کو جو اللہ تعالیٰ ہمارے پاس یوم بدر کے بعد لایا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۲، ۳۹۸۷، ۴۰۸۱، ۷۰۳۵، ۷۰۴۱، صحیح مسلم: ۲۲۷۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۱، سنن دارمی: ۲۱۵۸)

صحیح البخاری: ۷۰۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "میں نے خواب میں گائے کو دیکھا"۔
اگر تم یہ سوال کرو کہ باب کا عنوان ہے "گائے کو نحر کیا جا رہا تھا" اور اس باب کی حدیث میں گائے کو نحر کرنے کا ذکر نہیں ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ گویا کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کی بعض سندوں کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور میں نے گائے کو نحر ہوتے ہوئے دیکھا۔ الحدیث،
الثوری نے کہا ہے: صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی حدیث پر یہ اضافہ خواب کی تعبیر کو مکمل کرتا ہے، پس گائے کو نحر کرنے کی تعبیر یہ ہے کہ ستر (۷۰) صحابہ کرام کو غزوۂ احد میں قتل کیا گیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن العلاء، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں جو ابو کریب محمد بن علاء الہمدانی الکوفی ہیں، اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسامہ، ان کا نام حماد بن اسامہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُرید، یہ ابن عبداللہ ہیں جو اپنے دادا ابو بردہ سے روایت کرتے ہیں، ان کا نام الحارث ہے، دوسرا قول ہے کہ ان کا نام عامر ہے، وہ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔
یہ حدیث اس سند کے ساتھ مکمل علامات نبوت میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اُراہُ" یعنی میں گمان کرتا ہوں، ایک قول یہ ہے کہ اس لفظ کے قائل امام بخاری ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا: اس قول کے قائل وہ راوی ہیں جو حضرت ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فذھب وھلی" یعنی میرا وہم اس طرف گیا۔
علامہ ابن التین نے کہا ہے: ہم نے "وھلی" میں ھاء پر زبر کی روایت کی ہے اور اہل اللغۃ نے ھاء پر سکون کی روایت کی ہے، وھل تو اس وقت کہا جاتا ہے جب تمہارا وہم کسی معنی کی طرف جائے اور تم کسی اور معنی کا ارادہ کرتے ہو۔
علامہ نووی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے وہم۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الیمامة" یہ مکہ اور یمن کے درمیان شہر کا نام ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "اوالھجر" یہ یمن کے شہر کا نام ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "یثرب" یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کا نام ہے، زمانہ جاہلیت میں اس کو یثرب کہتے تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "واللہ خیر" یعنی جو غزوۂ بدر میں قتل ہو گئے ان کا قتل ہو جانا دنیا میں باقی رہنے سے بہتر تھا، یا اللہ تعالیٰ نے جو کام تمہارے لیے کیا ہے وہ بہتر ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "بعد بدر" یعنی خیبر کی فتح اور پھر مکہ کی فتح، اُحد کے بعد یہ فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خیر سے مراد مالِ غنیمت ہو جو بعد کی فتوحات میں حاصل ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۴۔۲۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۳۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب میں گائے کو نحر ہوتے ہوئے دیکھنے کی متعدد تعبیریں

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس خواب کی دو تعبیریں ہیں، پس یہ خواب اس اعتبار سے ہے جس اعتبار سے یہ خواب دیکھا گیا ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایسی زمین کی طرف ہجرت کر کے جا رہا ہوں جہاں پر بہ کثرت کھجور کے درخت ہیں"، اور اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی جس میں بہ کثرت کھجور کے درخت تھے، پس آپ نے جس طرح خواب دیکھا تھا اسی طرح اس کی تعبیر واقع ہوئی۔
اس خواب کی دوسری تعبیر یہ ہے کہ آپ نے خواب میں گائے کو نحر ہوتے ہوئے دیکھا، پس گائے سے مراد آپ کے اصحاب ہیں اور آپ کے اصحاب جو جہاد کے حال میں ہتھیار اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں اور ہتھیاروں سے اور نیزوں سے حملہ کرتے ہیں ان کو تشبیہ دی گئی ہے گائے کے سینگوں کے ساتھ، اور جب کہ گائے کی طبیعت یہ ہے کہ وہ اپنے دفاع میں سینگ مارتی ہے اور اپنے سینگوں سے حملہ کو روکتی ہے، اسی طرح مجاہدین بھی نیزوں سے حملوں کو روکتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے کے نحر کیے جانے کو صحابہ کرام کے قتل کیے جانے سے تعبیر فرمایا۔

"واللہ خیر" کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "واللہ خیر" یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو اللہ کی راہ میں مقتول فی سبیل اللہ ہونے کا ثواب ہے وہ دنیا میں زندگی گزارنے سے بہتر ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احد میں مسلمانوں کے لیے جو کارروائی مقدر کی تھی کہ وہ قتل کر دیے گئے، یہ ان کے لیے بہتر ہے۔
علامہ ابن ابی طالب نے کہا ہے: گائے جب مدینہ میں داخل ہو تو اگر وہ موٹی تازی ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ زرخیزی کا سال ہوگا، اور اگر وہ دبلی ہو تو وہ مصائب اور قحط کا سال ہوگا۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۷۰۔۵۷۱، دار الکتب

صحیح بخاری: ۷۰۳۵ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گائے کو خواب میں دیکھنے کی مزید تعبیریں

اہلِ تعبیر نے کہا ہے: اگر خواب میں ایک گائے کو دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو بیوی ملے گی اور خادم ملے گا اور زمین ملے گی اور اگر خواب میں بیل کو دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ حملہ آور زمین پر آ کر حملہ کریں گے اور زمین کو الٹ پلٹ کر دیں گے جیسا کہ بیل زمین میں ہل چلاتا ہے تو زمین کو الٹ پلٹ کر دیتا ہے۔

اور اگر خواب میں دیکھے کہ گائے کسی شہر میں پہنچ گئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کشتیوں کے ذریعہ اس شہر پر حملہ کر کے اسے فتح کیا جائے گا اور اگر وہ زمین خشک ہے تو کوئی لشکر آ کر اس شہر پر حملہ کرے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۹۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۰- بَابُ: اَلنَّفْخِ فِي الْمَنَامِ　　خواب میں پھونک مارنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ خواب میں پھونک مارنے کی کیا تعبیر ہے، اہلِ تعبیر نے کہا ہے کہ پھونکنے سے کلام مراد لیا جاتا ہے اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ پھونک مارنے کی تعبیر یہ ہے کہ جس چیز پر پھونک ماری ہے وہ بہت آسانی کے ساتھ زائل ہو جائے گی کیونکہ پھونک مارنا سہولت پر دلالت کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۳۶- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کی، آپ نے فرمایا: ہم آخر سابق ہیں۔

(صحیح البخاری: ۲۳۸، ۸۷۶، ۲۹۵۶، ۳۴۸۶، ۶۶۲۴، ۶۸۸۷، ۷۰۳۶، ۷۴۹۵، صحیح مسلم: ۸۵۵، سنن نسائی: ۱۳۶۷، مسند احمد: ۱۰۱۷۰)

۷۰۳۷- وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ أُوتِيتُ خَزَائِنَ الْأَرْضِ فَوُضِعَ فِي يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَكَبُرَا عَلَيَّ وَأَهَمَّانِي فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ أَنَا

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت کہ میں سویا ہوا تھا اس وقت میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے، پس میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھے گئے جو مجھ پر دشوار ہوئے، اور انہوں نے مجھے غمزدہ کر دیا، پس میری طرف وحی کی گئی

بَيْنَهُمَا صَاحِبَ صَنْعَاءَ وَصَاحِبَ الْيَمَامَةِ

کہ میں ان دونوں پر پھونک ماروں، پس میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے، پس میں نے ان دونوں کی تعبیر یہ لی کہ یہ وہ دو کذاب ہوں گے جن دونوں کے درمیان میں ہوں، ایک صاحب صنعاء ہے اور دوسرا صاحب الیمامہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۱، ۴۳۷۴، ۴۳۷۵، ۴۳۷۹، ۷۰۳۴، ۷۰۳۷، صحیح مسلم: ۲۲۷۴، سنن ترمذی: ۲۲۹۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۲، مسند احمد: ۲۷۴۶۹)

صحیح البخاری: ۷۰۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس میں پھونک مارنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن ابراہیم، اور یہ ابن راہویہ کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معمر کا ذکر ہے، یہ ابن راشد ہیں۔ اور ہمام کا ذکر ہے، یہ ابن منبہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فکبُرا علیّ" پس وہ دونوں کنگن مجھ پر دشوار گزرے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے: آپ نے ان کے معاملہ کو سنگین سمجھا، کیونکہ سونا عورتوں کے زیورات میں سے ہے اور وہ مردوں پر حرام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واھمّانی" یعنی ان دونوں کنگنوں نے مجھ کو غمزدہ کر دیا اور قلق میں ڈال دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الذین انا بینھما" یعنی جس وقت آپ نے یہ قصہ بیان فرمایا اس وقت وہ دونوں کذاب موجود تھے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں مذکور ہے کہ وہ دونوں میرے بعد نکلیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان دونوں کے بعد میں نکلنے سے مراد یہ ہے کہ ان کی شوکت اور ان کے ساتھ جنگ اور ان کے دعویٰ نبوت کا ظہور بعد میں ہوگا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے جو لکھا ہے اس پر اعتراض ہے، کیونکہ یہ تمام چیزیں اسود کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں صنعاء میں ظاہر ہوئیں، اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کی شوکت بڑھ گئی اور اس نے مسلمانوں سے جنگ کی، اور وہ شہر پر غالب آ گیا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اس کو قتل کر دیا گیا، اور رہا مسیلمہ تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں نبوت کا دعویٰ کیا لیکن آپ کی

حیات میں اس کی شوکت نہیں بڑھی اور نہ اس سے جنگ ہوئی، اس سے جنگ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ہوئی۔
تنبیہ: علامہ عینی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی پوری عبارت نقل نہیں کی، ہم ان کی عبارت کا وہ حصہ نقل کر رہے ہیں جس کو علامہ عینی نے چھوڑ دیا ہے۔

اس پر یہ سوال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تو صرف اسود عنسی کو غلبہ حاصل ہوا تھا اور مسیلمہ کذاب کو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد غلبہ حاصل ہوا۔ اور مسیلمہ نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، لیکن آپ کی حیات میں اس کی شوکت انتہا کو نہیں پہنچی اور نہ اس سے جنگ ہوئی مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

پس یا تو اس کو تغلیب پر محمول کیا جائے گا، یعنی اسود عنسی کے معاملہ کو مسیلمہ کذاب کے معاملہ پر غلبہ دے دیا، اور یا حدیث میں جو مذکور ہے "میرے بعد" اس سے مراد ہے میری نبوت کے بعد۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کنگنوں کے متعلق وحی سے تاویل لی ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے پھونک مارنے سے شگون لیا ہو کہ یہ ایسے کمزور حریف ہیں کہ یہ تو ایک پھونک سے اڑ جائیں گے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۹۷۔۱۹۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی کا اعتراض خود اعتراض کا محل ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس صورت میں صادق ہے کہ مسیلمہ کذاب کا خروج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا۔ رہا حافظ ابن حجر عسقلانی کا اسود عنسی کے متعلق کلام، تو وہ اس حیثیت سے ہے کہ اسود عنسی کے اتباع اور پیروکار مسیلمہ کے تابع ہو گئے تھے اور انہوں نے مسیلمہ کی شوکت کو تقویت دی تھی، اس لیے اس پر یہ اطلاق کیا کہ ان کا خروج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۱۔ بَابٌ: إِذَا رَأَى أَنَّهُ أَخْرَجَ الشَّيْءَ مِنْ كُورَةٍ فَأَسْكَنَهُ مَوْضِعًا آخَرَ

جب کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے ایک چیز کو ایک جانب سے نکالا اور دوسری جانب میں رکھ دیا، اس کی تعبیر کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے ایک چیز کو ایک جانب سے یا ایک سوراخ سے نکالا اور دوسری جانب یا دوسرے سوراخ میں رکھ دیا تو اس کی کیا تعبیر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۳۸۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي أَخِي عَبْدُ الْحَمِيدِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ رَأَيْتُ كَأَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ أُخْرِجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ حَتَّى قَامَتْ بِمَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ فَأَوَّلْتُ أَنَّ وَبَاءَ الْمَدِينَةِ نُقِلَ إِلَيْهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی عبدالحمید نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبداللہ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سیاہ فام عورت کے بال بکھرے ہوئے ہیں، اس کو مدینہ سے نکال دیا گیا حتیٰ کہ وہ مہیعہ میں چلی گئی اور یہ الجحفہ ہے، تو میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ مدینہ کی وبا الجحفہ میں منتقل ہو گئی ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۰۳۹، ۷۰۴۰، سنن ترمذی: ۲۲۹۰، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۴، مسند احمد: ۵۸۱۵)

صحیح البخاری: ۷۰۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے ماخوذ ہے کہ "مدینہ کی وبا الجحفہ میں منتقل ہو گئی" اور اس پر یہ صادق آتا ہے کہ ایک چیز ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ چلی گئی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن عبداللہ، یہ اسماعیل بن ابی اویس ہیں جو اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام ترمذی نے کتاب التعبیر میں از محمد بن بشار روایت کی ہے، اور امام نسائی نے کتاب التعبیر میں از یوسف بن سعید روایت کی ہے، اور امام ابن ماجہ نے کتاب التعبیر میں از محمد بن بشار روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ثائرۃ الراس" اس کا معنی ہے جس کے سر کے بال منتشر ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مہیعہ" اس کی تفسیر حدیث میں ہے "الجحفہ" اور یہ تفسیر موسیٰ بن عقبہ کا قول ہے اور حدیث مدرج ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۶۔ ۲۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۳۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وبا کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی توجیہ

علامہ المہلب مالکی بیان کرتے ہیں: بعض تعبیر بیان کرنے والوں نے کہا ہے کہ اس خواب کی تعبیر بطور ضرب المثل ہے کہ جس سیاہ فام عورت کے بال بکھرے ہوئے تھے اس سے بیماری اور تکلیف کی تعبیر لی گئی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ تعبیر کی کہ وہ ایک بیماری ہے اور اس کو دوسری جگہ اس لیے منتقل کیا کہ ''الجحفہ'' کے رہنے والے حد سے تجاوز کرنے والے اور سرکش تھے اور لوگوں کو تکلیف دیتے تھے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ جحفہ میں بشر کم رہتے تھے، تو گویا آپ نے یہ اجتہاد کیا کہ قلیل لوگوں کو وبا میں مبتلاء کیا جائے اور کثیر لوگوں کو بلاء سے محفوظ رکھا جائے۔

خواب کی تعبیر بیان کرنے والے عالم علی بن ابی طالب نے کہا ہے کہ اس عورت کا سیاہ فام ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ناپسندیدہ ہے، پس اس خواب کی تعبیر ہے حرام دنیا اور حرام بیوی، پس جس شخص نے ایسی بیوی کے ساتھ خواب میں وطی کی تو وہ کسی نامناسب کام میں داخل ہوگا، یا تو وہ حرام کھانا کھائے گا یا حرام مشروب پیئے گا یا حرام کپڑے مثلاً غصب شدہ کپڑے پہنے گا یا کسی غصب شدہ مکان میں رہے گا۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۳۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خوابِ مذکور کی مزید تعبیر کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت دیکھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے'' اور اس کی تشبیہ اس طرح سے ہے کہ سیاہ فام عورت سے برائی اور بیماری کی تعبیر کی گئی ہے اور اس کے سر کے بکھرے ہوئے بالوں سے یہ تعبیر لی گئی ہے کہ وہ برائی اور شر کو پھیلائے گی، اس کو مدینہ سے نکال دیا جائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بالوں کا بکھرا ہوا ہونا اس سے مراد ہے جسم کے رونگٹوں کا کھڑا ہونا، اور رونگٹوں کے کھڑے ہونے سے مراد ہے انسان کا وحشت زدہ ہونا، پس اسی طرح بخار میں بھی انسان وحشت زدہ ہوتا ہے، تو اس خواب کی تعبیر ہے کہ انسان کو بخار آئے گا اور وہ وحشت زدہ ہوگا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''اقشعرار'' سے مراد یہ ہو کہ قحط سالی ہوگی اور لوگ پیاس سے بے چین ہوں گے۔ اور دوسروں نے کہا کہ سر کے بالوں کا بکھرا ہوا ہونا بخار پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ بخار بدن میں منتشر ہو جاتا ہے اور انسان کو اس میں بہت وحشت ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۹۸۔۱۹۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۲۔ بَابُ: اَلْمَرْأَةِ السَّوْدَاءِ — خواب میں سیاہ فام عورت کو دیکھنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب میں سیاہ فام عورت کو دیکھنے کی کیا تعبیر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما فِي رُؤْيَا النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَدِينَةِ رَأَيْتُ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ حَتَّى نَزَلَتْ بِمَهْيَعَةَ فَتَأَوَّلْتُهَا أَنَّ وَبَاءَ الْمَدِينَةِ نُقِلَ إِلَى مَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابوبکر المقدمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ مدینہ میں نبی ﷺ کے خواب کے متعلق بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک سیاہ فام عورت دیکھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے وہ مدینہ سے نکل گئی حتیٰ کہ مہیعہ میں چلی گئی، پس میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ مدینہ کی وبا مہیعہ میں منتقل ہوگئی ہے اور یہ الجحفہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۰۳۹، ۷۰۴۰، سنن ترمذی: ۲۲۹۰، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۴، مسند احمد: ۵۸۱۵)

صحیح البخاری: ۷۰۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہی حدیث ہے جو اس سے پہلے باب میں ذکر کی گئی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ اس حدیث کا کیا حکم ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ترکیب سے لازم آتا ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا "میں نے دیکھا" اور یہاں پر یہ لفظ مقدر ہے کہ آپ نے فرمایا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۳۔ بَابُ: الْمَرْأَةِ الثَّائِرَةِ الرَّأْسِ

خواب میں ایسی عورت کو دیکھنے کا بیان جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہوں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب میں ایسی عورت کو دیکھا جائے جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہوں تو اس خواب کی کیا تعبیر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۰۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ رَأَيْتُ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ حَتَّى قَامَتْ بِمَهْيَعَةَ فَأَوَّلْتُ أَنَّ وَبَاءَ الْمَدِينَةِ نُقِلَ إِلَى مَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن ابی اویس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت دیکھی جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے، وہ مدینہ سے نکلی اور مہیعہ میں چلی گئی، میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ مدینہ کی وباء مہیعہ میں منتقل ہوگئی ہے اور وہ الجحفہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۰۳۸، ۷۰۳۹، ۷۰۴۰، سنن ترمذی: ۲۲۹۰، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۴، مسند احمد: ۵۸۱۵)

صحیح البخاری: ۷۰۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہی حدیث ہے جس کی شرح ابھی گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۴۔ بَابٌ: إِذَا هَزَّ سَيْفًا فِي الْمَنَامِ — خواب میں تلوار ہلانے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے خواب میں تلوار کو ہلایا تو اس کی کیا تعبیر ہے۔

اس کا جواب محذوف ہے یعنی اس خواب کی کئی تعبیریں ہو سکتی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ رَأَيْتُ فِي رُؤْيَايَ أَنِّي هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ فَإِذَا هُوَ مَا أُصِيبَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهُ أُخْرَى فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ فَإِذَا هُوَ مَا جَاءَ اللهُ بِهِ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِينَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ بن ابی بردہ، از ابوبردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی تو تلوار کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا، تو اس کی تعبیر وہ تھی جو مسلمانوں پر احد کے دن مصیبت آئی، پھر میں نے دوبارہ تلوار

ہلائی تو یہ بہت اچھی حالت میں لوٹ آئی، اس کی تعبیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی اور مسلمان مجتمع ہو گئے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۲، ۳۹۸۷، ۴۰۸۱، ۷۰۳۵، ۷۰۴۱، صحیح مسلم: ۲۲۷۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۱، سنن دارمی: ۲۱۵۸)

صحیح البخاری: ۷۰۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب مذکور کا عنوان ہے خواب میں تلوار ہلانا، اور اس حدیث میں بھی یہی ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن العلاء، یہ ابو کریب ہیں اور ان کا ذکر عنقریب ہو چکا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو اسامہ، یہ حماد بن اسامہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُرید بن عبد اللہ، جو اپنے دادا عامر یا حارث سے روایت کرتے ہیں از ابو موسیٰ اشعری، اور ان کا نام حضرت عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۴۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تلوار کی تعبیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں: یہ خواب بطور ضرب المثل ہے، اور تلوار سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نہیں ہیں لیکن جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ حملہ کرتے تھے جس طرح تلوار سے حملہ کرتے ہیں اور ان سے اس طرح مستغنی ہوتے تھے جس طرح تلوار سے مستغنی ہوتے ہیں تو آپ نے اپنے اصحاب کو تلوار سے تعبیر کیا۔

خواب میں تلوار دیکھنے کی مزید تعبیریں

اور تلوار کی خواب میں کئی تعبیریں ہیں، پس جس نے خواب میں تلوار کو لٹکایا تو وہ سلطنت کو حاصل کرے گا یا ولایت کو یا امامت کو یا امانت کو، یا اس کو بیوی ملے گی جس سے وہ نکاح کرے گا اگر وہ کنوارا ہو تو۔ اور اگر شادی شدہ ہو تو اس کی بیوی سے لڑکا پیدا ہوگا اگر اس کی بیوی حاملہ ہو تو۔ پھر اگر اس نے اس تلوار کو میان سے نکالا اور میان ٹوٹ گئی اور تلوار سلامت رہی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی عورت مر جائے گی اور بچے نجات پائیں گے اور تلوار ٹوٹ گئی اور میان سلامت رہی تو اس کے بچے مر جائیں گے اور ماں سلامت رہے گی۔ اور بعض اوقات تلوار سے تعبیر اس کے باپ سے لی جاتی ہے یا اس کے چچا سے یا اس کے بھائی سے اور وہ مر جاتا ہے۔ اگر اس نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں تلوار ہے اور وہ تیار ہوا کہ دشمن سے مقابلہ کرے گا یا کسی شخص کو مارے گا تو اس کی تلوار سے اس

کی زبان کی تعبیر لی جائے گی جس سے وہ اپنے دشمن سے لڑتا ہے، اور اگر اس کی کوئی نیت نہ ہو اور وہ اس تلوار کے ساتھ مسجد میں ہو یا لوگوں کے درمیان ہو اور لوگ اس کے پاس وضو کر رہے ہوں یا اس نے اپنی ڈاڑھی میں کوئی چیز دیکھی تو وہ اپنی حجت کو قائم کرے گا اور نصیحت کرے گا اور اپنی زبان سے علم کو اور نیکی کے حکم دینے کو اور برائی سے روکنے کو ظاہر کرے گا۔ اور بعض اوقات تلوار کی تعبیر ظالم بادشاہ سے لی جاتی ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۴۵۔ بَابٌ: مَنْ كَذَبَ فِي حُلُمِهِ

جس نے جھوٹا خواب بیان کیا، اس کے گناہ کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنے خواب میں جھوٹ بولا، اس کا کیا گناہ ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلُمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ أَوْ يَفِرُّونَ مِنْهُ صُبَّ فِي أُذُنِهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ صَوَّرَ صُورَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا وَلَيْسَ بِنَافِخٍ قَالَ سُفْيَانُ وَصَلَهُ لَنَا أَيُّوبُ وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَوْلَهُ مَنْ كَذَبَ فِي رُؤْيَاهُ وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ الرُّمَّانِيِّ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَوْلَهُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً وَمَنْ تَحَلَّمَ وَمَنِ اسْتَمَعَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَنِ اسْتَمَعَ وَمَنْ تَحَلَّمَ وَمَنْ صَوَّرَ نَحْوَهُ تَابَعَهُ هِشَامٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس شخص نے ایسا خواب بیان کیا جو اس نے نہیں دیکھا تھا، اسے اس کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ دو جَو کے درمیان گرہ لگائے اور وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکے گا، اور جس شخص نے کسی قوم کی بات سننے کے لیے کان لگائے اور وہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں تو اس کے کانوں میں قیامت کے دن پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا، اور جس نے کوئی تصویر بنائی اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس میں جان ڈالے اور وہ اس میں جان نہیں ڈال سکے گا۔

سفیان نے کہا: اس حدیث کو ایوب نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۱۰، سنن ترمذی: ۱۷۵۱، ۲۲۸۳، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۴، مسند احمد: ۱۸۶۹)

اور قتیبہ نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از عکرمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، اس قول کو بیان کیا جس نے اپنے خواب میں جھوٹ بولا۔

اور شعبہ نے کہا از ابی ہاشم الرمانی، میں نے عکرمہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس قول کو بیان کیا کہ جس نے تصویر بنائی اور جس نے جھوٹا خواب بیان کیا اور جس نے کسی کی بات کان لگا کر سنی۔

ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ جس نے کسی کی بات کان لگا کر سنی اور جس نے جھوٹا خواب بیان کیا اور جس نے کوئی تصویر بنائی، اسی حدیث کی مثل۔

خالد کی متابعت ہشام نے کی ہے از عکرمہ از ابن عباس ان کے قول کی۔

(صحیح البخاری: ۲۲۲۵، ۵۹۶۳، ۷۰۴۲، صحیح مسلم: ۲۱۱۰، سنن ترمذی: ۱۷۵۱، سنن نسائی: ۵۳۵۸، مسند احمد: ۳۳۸۴)

صحیح البخاری: ۷۰۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے ''جس نے ایسا خواب بیان کیا جس کو اس نے نہیں دیکھا''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، وہ السختیانی ہیں۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے کتاب الادب میں از مسدد روایت کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کی کتاب اللباس میں از قتیبہ روایت کی ہے اور امام نسائی نے اس حدیث کی کتاب الزینت میں از قتیبہ روایت کی ہے، اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی کتاب الرویا میں از بشر بن ہلال روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مَن تحلّم" یعنی جس نے تکلف سے خواب کو بیان کیا، کیونکہ باب تفعّل ماخذ کے تکلف کے لیے آتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کُلِّف" یہ مجہول کا صیغہ ہے، یعنی اس کو قیامت کے دن مکلف کیا جائے گا بایں طور کہ اس کو عذاب دیا جائے گا، اور یہ تکلیف بھی عذاب کی ایک قسم ہے اور اس سے استدلال کرنا ضعیف ہے کیونکہ یہ استدلال تکلیف مالا یطاق کے جواز کو مستلزم ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ قیامت دارِ تکلیف نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولن یفعل" یعنی وہ دو جَو میں گرہ لگانے پر قادر نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وھم لہ کارھون" یعنی وہ ان لوگوں کی بات سنے گا جو اس کو بات سنانا نہیں چاہتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الآنك" اس کا معنی ہے: پگھلا ہوا سیسہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وکلف" ہوسکتا ہے کہ یہ عطفِ تفسیری ہو اور عذاب کی تفسیر ہو یا عذاب کی کوئی اور قسم ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان ینفخ فیہ" یعنی اس تصویر میں جان ڈالے اور وہ اس تصویر میں جان ڈالنے پر قادر نہیں ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۸۔۲۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِنَّ مِنْ أَفْرَى الْفِرَى أَنْ يُرِيَ عَيْنَيْهِ مَا لَمْ تَرَ۔

(مسند احمد: ۵۶۷۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار مولیٰ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو اس نے نہیں دیکھی۔

صحیح البخاری: ۷۰۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب مذکور کا عنوان ہے جھوٹا خواب بیان کرنا، اور جو شخص اپنے آنکھوں سے دیکھے ہوئے ایسے خواب کو بیان کرے جو اس نے نہیں دیکھا تو وہ جھوٹا خواب ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن مسلم، یہ الطوسی ہیں، یہ بغداد میں رہتے تھے اور امام بخاری ان سے تین سال پہلے فوت ہوگئے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد الصمد، یہ ابن عبد الوارث بن سعد ہیں، انہوں نے اپنی عمر میں امام بخاری کو پایا۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن دینار، ان کے متعلق اختلاف ہے، ابن المدینی نے کہا: یہ بہت سچے ہیں، اور یحییٰ بن معین نے کہا: میرے نزدیک ان کی حدیث ضعیف ہے، اس کے باوجود امام بخاری نے ان کے شیخ علی سے روایت کی ہے، اور امام بخاری نے ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی مگر جب اس حدیث کا کوئی متابع ہو یا شاہد ہو، اور امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من افری الفری" یعنی وہ جھوٹوں میں سب سے بڑا جھوٹ ہے، یعنی ایسا جھوٹ ہے جس پر تعجب ہوتا ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ اس کی آنکھوں نے وہ خواب نہیں دیکھا بلکہ اس کی آنکھوں کی طرف اس خواب کی نسبت کی گئی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس سے مقصود آنکھوں کی طرف نسبت کرنا ہے اور آنکھوں کے دیکھنے کی خبر دینا ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ بیداری میں جھوٹ بولنے کا زیادہ ضرر ہوتا ہے کیونکہ وہ دوسرے شخص کی طرف متعدی ہوتا ہے اور بہت خرابیوں کو متضمن ہوتا ہے، پس جھوٹے خواب کو سنگین قرار دینے کی کیا توجیہ ہے؟

میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ خواب نبوت کا جزو ہے، اور خواب میں جھوٹ بولنے والا اللہ پر جھوٹ بولتا ہے اور وہ بہت سنگین اور سب سے بڑا جھوٹ ہے اور وہ سزا دینے کے زیادہ لائق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۰۔۲۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۴۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بیداری میں جھوٹ بولنے کی بہ نسبت جھوٹا خواب بیان کرنے پر زیادہ گرفت کی توجیہ

علامہ محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس کی کیا توجیہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے جھوٹا خواب بیان کرنے والے کی یہ سزا بیان فرمائی ہے کہ اسے قیامت کے دن دو جَو کے درمیان گرہ لگانے کا مکلف کیا جائے گا، جب کہ خواب میں جھوٹ بولنے والا بھی بیداری میں جھوٹ بولنے والے کی مثل ہے اور کبھی بیداری میں جھوٹ بولنے کا جرم خواب میں جھوٹ بولنے کے جرم سے زیادہ سنگین ہوتا ہے جب کہ کوئی شخص بیداری میں کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دے جس کی وجہ سے اس شخص پر کوئی حد واجب ہو جائے یا اس کو قتل کرنا واجب ہو جائے یا اس سے کوئی مال حاصل کیا جائے، اور اگر کوئی شخص جھوٹا خواب بیان کرتا ہے تو اس میں اس قسم کا ضرر نہیں ہوگا کیونکہ اس کا ضرر صرف اس کے خواب میں ہوگا اور کسی چیز میں نہیں ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بیداری کے جھوٹ اور خواب کے جھوٹ دونوں میں فرق ہے، پس خواب میں اپنی آنکھوں کے متعلق جو جھوٹ بولتا ہے، وہ زیادہ عبرت ناک سزا کا مستحق ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً متواتر یہ حدیث منقول ہے کہ سچا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے اور نبوت کا جزو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتا ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص جھوٹا خواب بیان کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے کہ اس نے خواب میں وہ چیز دیکھی ہے جو اس نے نہیں

دیکھی، اور جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ زیادہ سنگین جھوٹ ہے اور وہ اس کے زیادہ لائق ہے کہ اس کو اس کی سزا دی جائے جس جھوٹ سے اس نے کسی کا حق ضائع کیا یا کسی شخص کے اوپر حد یا سزا کو واجب کیا اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ (ھود:۱۸)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان تراشے، یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور تمام گواہ یہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا، سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو O

پس اس آیت سے ظاہر ہو گیا جو ہم نے بیان کیا ہے کہ بیداری میں جھوٹ بولنا اس کی مثل نہیں ہے جو آدمی جھوٹا خواب بیان کرتا ہے، کیونکہ بیداری میں جھوٹ بولنا مخلوق پر جھوٹ باندھنا ہے اور جھوٹا خواب بیان کرنا خالق پر جھوٹ باندھنا ہے۔

جس کام کی بندہ میں طاقت نہ ہو اس کام کا بندوں کو مکلف کرنے کے متعلق فقہاء کے مذاہب

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے ''جو شخص جھوٹا خواب بیان کرتا ہے اس کو قیامت کے دن دو جَو کے درمیان گرہ لگانے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ دو جَو کے درمیان گرہ نہیں لگا سکے گا''۔

اس حدیث میں اشاعرہ کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ بندہ کو اس کام کا مکلف کرنا جائز ہے جس کی اس میں طاقت نہ ہو اور قرآن مجید سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ (القلم:۴۲)

جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور ان کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے O

اس آیت میں بتایا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا اور وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے اور اس میں اس کام کے ساتھ مکلف کرنے کی دلیل ہے جس کی بندہ میں طاقت نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے بندوں میں جو چاہے کرے، اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور بندوں سے ان کے ہر کام کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

ماتریدیہ اور معتزلہ نے تکلیف مالایطاق سے منع کیا ہے اور کہا ہے: یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ:۲۸۶) اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔

اور انہوں نے ''يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ۔۔۔ (القلم:۴۲)'' کا یہ جواب دیا ہے اور اسی طرح دو جَو کے درمیان گرہ لگانے کے مکلف کرنے کا بھی یہ جواب دیا ہے اور اسی طرح اور جو احکام ہیں ان کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ آخرت کے احکام ہیں اور آخرت دار تکلیف نہیں ہے، آخرت دار جزاء ہے، پس اشاعرہ کی اس میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ خبر دی ہے کہ وہ دنیا میں بندوں کو صرف انہی عبادات کا مکلف کرتا ہے جن کی بندے طاقت رکھتے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کاموں کا مکلف کرے جو دنیا میں بندوں کی طاقت اور ان کی قدرت میں نہیں ہیں تو یہ البقرہ:۲۸۶ کے خلاف ہوگا۔ اور احادیث کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے، اور نہ احادیث کو اس پر محمول کرنا جو قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہو یہ بھی جائز نہیں

ہے۔اور اس تاویل کی بناء پر قرآن مجید کی آیات باہم متضاد نہیں رہتیں۔

دوسروں کی باتیں کان لگا کر سننا مطلقاً ممنوع ہے یا اس وقت ممنوع ہے جب ان باتوں کو سننے سے ان کو حرج ہو؟

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے: اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ جس حدیث میں فرمایا ہے: ''جس نے ان لوگوں کی بات سنی جو اس کو ناپسند کرتے تھے اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا''۔

پس انہوں نے کہا: یہ بتاؤ کہ اگر اس نے ان لوگوں کی باتیں سنی ہوں جن باتوں کے سننے سے باتیں کرنے والوں کو کوئی ضرر نہ ہو اور سننے والے کو اس میں عظیم نفع حاصل ہو خواہ اس کے دین میں یا اس کی دنیا میں، کیا اس صورت میں اس کا ان کی باتوں کو سننا جائز ہے خواہ باتیں کرنے والے اس کو ناپسند کرتے ہوں؟

اس کا جواب یہ ہے: باتیں سننے والے کو جب تک وہ باتیں سنے گا نہیں یہ پتا نہیں چلے گا کہ ان باتوں کے سننے سے اس کو نفع ہوگا یا نہیں، اور جب وہ باتوں کو سنے گا تو یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے، پس اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی باتیں سنے خواہ لوگوں کی باتوں کو اس سے ضرر نہ ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً اور بالعموم لوگوں کی باتوں کو سننے سے منع فرمایا ہے، پس کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کی باتیں سنے جو اس کے سننے کو ناپسند کرتے ہیں۔اور اگر اس نے لوگوں کی باتیں سنیں تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو بخش دے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو عذاب دے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جس شخص نے لوگوں کی باتیں سنیں اور اس کو یہ پتا نہیں تھا کہ آیا وہ اس کی باتیں سننے کو ناپسند کرتے ہیں یا نہیں، کیا پھر بھی اس کے کانوں کے اندر پگھلا ہوا سیسہ قیامت کے دن ڈالا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محل یہ ہے کہ جس شخص نے ان لوگوں کی باتیں سنیں جو اپنی باتوں کے سننے کو ناپسند کرتے ہوں تو وہ اس وعید کا مصداق ہوگا، اور جس کو ان کی ناپسندیدگی کا علم نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ان کی باتیں پھر بھی نہ سنے الا یہ کہ وہ لوگ اجازت دیں، کیونکہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ جب دو آدمی آپس میں سرگوشی کر رہے ہوں تو تیسرا آدمی ان کے درمیان داخل نہ ہو۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۷۴-۵۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۴۶-بَابٌ: إِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ فَلَا يُخْبِرْ بِهَا وَلَا يَذْكُرْهَا

جب کوئی شخص خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو نہ کسی کو اس کی خبر دے اور نہ اس کا ذکر کرے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اس کی نہ کسی کو خبر دے اور نہ اس کا ذکر کرے، اور یہ دونوں لفظ متقارب ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ لَقَدْ كُنْتُ أَرَى الرُّؤْيَا فَتُمْرِضُنِي حَتَّى سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ وَأَنَا كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا تُمْرِضُنِي حَتَّى سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ اللهِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا يُحَدِّثْ بِهِ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ وَإِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَلْيَتْفِلْ ثَلَاثًا وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا أَحَدًا فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن الربیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدربہ بن سعید، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں (برے) خواب دیکھتا تھا اوران سے میں بیمار ہوجاتا تھا حتیٰ کہ میں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں بھی (برے) خواب دیکھتا تھا پس میں بیمار ہوجاتا تھا حتیٰ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، پس جب تم میں سے کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو یہ خواب صرف اسی کے سامنے بیان کرے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور جب وہ ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے اس خواب کے شر سے پناہ طلب کرے، اور شیطان کے شر سے پناہ طلب کرے اور تین مرتبہ تھوک دے، اور وہ خواب کسی کو بیان نہ کرے تو پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۲، ۵۷۴۷، ۶۹۸۴، ۶۹۸۶، ۶۹۹۵، ۶۹۹۶، ۷۰۰۵، ۷۰۴۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۱، سنن ترمذی: ۲۲۷۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۹، مسند احمد: ۲۲۰۵۸، موطا امام مالک: ۱۷۸۴، سنن دارمی: ۲۱۴۱)

صحیح البخاری: ۷۰۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے ''اس خواب کی کسی کو خبر نہ دے'' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ خواب کسی کے سامنے بیان نہ کرے، اور ان دونوں لفظوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن الربیع، یہ ابوزید الہروی ہیں جو ہروی کپڑے فروخت کرتے تھے اور اہل بصرہ سے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدربہ، یہ ابن سعید الانصاری ہیں جو یحییٰ بن سعید انصاری کے بھائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں اور ابوسلمہ کی از ابوقتادہ حدیث باب ''من رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں اور باب ''الحلم من الشیطان'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

محب کے سامنے خواب بیان کرنے کے فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے "فلا یحدث به الا من یحب" یعنی وہ اپنا اچھا خواب صرف اسی شخص کے سامنے بیان کرے جو اس سے محبت کرتا ہے، کیونکہ اگر اس نے کسی ایسے شخص کے سامنے وہ خواب بیان کیا جو اس سے وہ محبت نہیں کرتا، تو وہ کبھی خواب کی تعبیر اپنے بغض کی وجہ سے ایسی بیان کرے گا یا اپنے حسد کی وجہ سے ایسی بیان کرے گا جس سے اس کو نقصان ہوگا، اور خواب اس کی بیان کردہ تعبیر کے مطابق ہوگا اور جو اس کا محب ہوگا وہ اس خواب کی وہی تعبیر بیان کرے گا جو اچھی ہو، اور جو شخص پہلے تعبیر بیان کرتا ہے خواب اسی پر واقع ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خواب پہلی تعبیر بیان کرنے والے پر مرتب ہوتا ہے"۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۵)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اپنا خواب یا عالم کے سامنے بیان کرو یا خیر خواہ کے سامنے بیان کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولیتفل" یعنی اسے چاہیے کہ وہ تھوک دے، اور یہ شیطان کو دھتکارنے کے لیے اور اس کو نجس قرار دینے کے لیے ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ جو خواب شیطان کی طرف سے ہو، لیکن جو خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے خواہ وہ خیر ہو یا شر ہو تو وہ لامحالہ واقع ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵۱-۲۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۵- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يُحِبُّهَا فَإِنَّهَا مِنَ اللهِ فَلْيَحْمَدِ اللهَ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِهَا وَإِذَا رَأَى غَيْرَ ذَلِكَ مِمَّا يَكْرَهُ فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا وَلَا يَذْكُرْهَا لِأَحَدٍ فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ۔

(سنن ترمذی: ۳۴۵۳، مسند احمد: ۱۰۶۷۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے اور دراوردی نے حدیث بیان کی از یزید از عبد اللہ بن اسامہ بن الہاد اللیثی از عبد اللہ بن خباب از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جس کو وہ پسند کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اسے چاہیے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور اس کو بیان کرے اور اگر اس کے سوا ایسا خواب دیکھا جس کو وہ ناپسند کرتا ہے تو وہ خواب شیطان کی طرف سے ہے، پس اس کو اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور اس کا کسی سے ذکر نہ کرے تو وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا۔

صحیح البخاری: ۷۰۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن حمزہ کا ذکر ہے، یہ ابواسحاق الزبیر الاسدی المدنی ہیں جو عبدالعزیز بن ابی حازم سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام سلمہ بن دینار ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الدراوردی، ان کا نام عبدالعزیز بن محمد ہے، ان کا ذکر باب ''الرؤیا من اللہ'' میں ہو چکا ہے، اسی طرح یہ حدیث بھی گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۴۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اچھے خواب کو صرف محب کے سامنے بیان کرنے کی وجہ

محب کے سامنے اچھا خواب بیان کرنے کا اس لیے حکم فرمایا ہے کہ جس چیز سے انسان خوش ہوتا ہے اس سے اس کا محب اور دوست رنجیدہ نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے دوست کی خوشی سے خوش ہوتا ہے اور اس کو اس بات کی حرص نہیں ہوتی کہ اس کے اچھے خواب کی بری تاویل بیان کی جائے۔ اور اگر انسان نے اپنا اچھا خواب اس شخص کے سامنے بیان کیا جو اس سے محبت نہیں کرتا تو وہ اس سے محفوظ نہیں ہے کہ وہ اس کی کوئی بری تاویل بیان کرے گا، اور بعض اوقات خواب اس بری تعبیر کے مطابق واقع ہو جاتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''خواب پہلی تعبیر کے مطابق ہوتا ہے'' اور جب اس نے ایسا خواب دیکھا جو اس کو ناپسند ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس کے ضرر سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اس خواب کے شر سے پناہ طلب کرے اور شیطان کے شر سے پناہ طلب کرے اور بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے اور وہ خواب کسی کے سامنے بیان نہ کرے تو اس خواب سے اس کو ضرر نہیں ہوگا۔

برے خواب کو دوسروں سے چھپانے کی توجیہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ خواب کی قسموں میں سے ڈرانے والے خواب ہیں اور مرد کو تنبیہ کرنے والے خواب ہیں تا کہ کوئی مصیبت پیش آنے سے پہلے انسان اس کی تیاری کرلے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں پر نرمی ہے اور آسانی ہے تا کہ بندے اچانک کسی مصیبت میں مبتلاء نہ ہوں، اور جب بندے پہلے سے کسی مصیبت یا کسی شدت کے لیے تیار رہوں گے تو یہ ان کے لیے اچانک کسی مصیبت کے ٹوٹ پڑنے کی بہ نسبت زیادہ آسان ہوگا، اور یہ پہلے ہمیں معلوم ہے کہ صحیح خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے خواہ وہ کسی بات سے ڈرانے والا ہو، تو پھر اس خواب کو چھپانے کی کیا حکمت ہے؟

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے اس سوال کے جواب میں یہ کہا ہے کہ جب کوئی انسان اپنے ناپسندیدہ خواب کی کسی کو خبر دے گا تو وہ اس خطرہ سے مامون نہیں ہے کہ کوئی شخص اس کی تعبیر کسی آفت اور مصیبت سے دے گا، اور وہ یہ سن کر خوف اور

دہشت میں مبتلا ہوگا اور اس ناپسندیدہ چیز کے پیش آنے کا انتظار کرتا رہے گا اور اس کا حال پریشان ہوگا، اور اس خواب کے شر سے نجات پانے کی امید نہیں رہے گی۔ اور جب اس خواب کی ایسی بھیانک تعبیر نہیں بیان کی جائے گی تو اس کا ذہن اور اس کا دل خوف اور امید کی حالت میں رہے گا اور وہ زیادہ بے چین اور بے قرار نہیں ہوگا، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ کی امت کسی مصیبت کے انتظار میں بے چین نہ رہے، کیونکہ کبھی خواب کی تعبیر بہت دیر سے ظاہر ہوتی ہے اور اکثر انسان جو برے خواب دیکھتا ہے وہ شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔

برے خواب کو دیکھ کر بائیں جانب تین مرتبہ تھوکنے کی توجیہ

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ نے لکھا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں جانب تین مرتبہ تھوکنے کا جو حکم دیا ہے اس کی اصل وجہ کا تو اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے لیکن جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کسی نجس چیز کو اور گھناؤنی چیز کو دیکھ کر تھوکتا ہے اور شیطان سے بڑھ کر کوئی نجس اور گھناؤنی چیز نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب بندہ شیطان کا ذکر کرے تو تین دفعہ تھوک دے، رہا یہ کہ بائیں جانب تھوکنے کا کیوں حکم دیا ہے اس لیے کہ عرب کے نزدیک جس قدر آفات اور مصائب ہیں وہ بائیں جانب سے آتی ہیں، اسی لیے بائیں جانب سے کوئی پرندہ آئے تو وہ اس سے بدفال نکالتے ہیں اور دائیں جانب سے پرندہ آئے تو اس سے نیک فال نکالتے ہیں۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۷۶۔۵۷۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۴۷۔ بَابٌ: مَنْ لَمْ يَرَ الرُّؤْيَا لِأَوَّلِ عَابِرٍ إِذَا لَمْ يُصِبْ

اس کا بیان کہ جس شخص کا یہ گمان نہ ہو کہ خواب پہلی تعبیر کے مطابق واقع ہوتا ہے جب وہ تعبیر صحیح نہ ہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ اگر تعبیر صحیح نہیں ہے تو خواب پہلی تعبیر کے مطابق ہوتا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: خواب کی تعبیر بیان کرنے والوں کے اقوال میں پہلی تعبیر بیان کرنے والے کا قول معتبر ہوتا ہے، اگر اس کی تعبیر صحیح ہے تو قبول کی جائے گی، اور اگر اس کی تعبیر صحیح نہیں ہے تو قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ خواب کی تعبیر کا وقوع اس پر موقوف نہیں ہے کہ تعبیر صحیح ہے، پس باب کے عنوان کا معنی یہ ہے کہ جس کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ خواب کی تعبیر پہلی بیان کرنے والے کے مطابق ہوتی ہے جب کہ اس کا بیان خطاء پر مبنی ہو، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "تم نے خواب کی تعبیر میں بعض خطا کی ہے" اور اس سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے "خواب کی تعبیر پہلے تعبیر کرنے والے کے مطابق ہوتی ہے"۔ اور یہ حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید الرقاشی ہے مگر اس حدیث کا ایک شاہد ہے جس کو امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی سند صحیح قرار دی ہے، ابورزین عقیلی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تک خواب کی تعبیر نہ بیان کی جائے وہ خواب اڑنے والا ہوتا ہے اور جب اس کی تعبیر بیان کر دی جائے تو وہ خواب واقع ہو جاتا ہے" اور امام

ابوداؤد اور امام ترمذی کی روایت میں ہے" وہ گر جاتا ہے"۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ کرمانی نے جو یہ بیان کیا ہے، یہ اس باب کے عنوان کے معنی کو بیان کرنے کے لیے مناسب نہیں ہے، اس کو ہر وہ شخص سمجھ لے گا جس میں تھوڑا سا بھی ادراک اور ذوق ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطُفُ السَّمْنَ وَالْعَسَلَ فَأَرَى النَّاسَ يَتَكَفَّفُونَ مِنْهَا فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ وَإِذَا سَبَبٌ وَاصِلٌ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ فَأَرَاكَ أَخَذْتَ بِهِ فَعَلَوْتَ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَانْقَطَعَ ثُمَّ وُصِلَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَاللهِ لَتَدَعَنِّي فَأَعْبُرَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اعْبُرْهَا قَالَ أَمَّا الظُّلَّةُ فَالْإِسْلَامُ وَأَمَّا الَّذِي يَنْطُفُ مِنَ الْعَسَلِ وَالسَّمْنِ فَالْقُرْآنُ حَلَاوَتُهُ تَنْطُفُ فَالْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْآنِ وَالْمُسْتَقِلُّ وَأَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ فَالْحَقُّ الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ تَأْخُذُ بِهِ فَيُعْلِيكَ اللهُ ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ رَجُلٌ مِنْ بَعْدِكَ فَيَعْلُو بِهِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَيَعْلُو بِهِ ثُمَّ يَأْخُذُهُ رَجُلٌ آخَرُ فَيَنْقَطِعُ بِهِ ثُمَّ يُوَصَّلُ لَهُ فَيَعْلُو بِهِ فَأَخْبِرْنِي يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ أَصَبْتُ أَمْ أَخْطَأْتُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا قَالَ فَوَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ لَتُحَدِّثَنِّي بِالَّذِي أَخْطَأْتُ قَالَ لَا تُقْسِمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان سے حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک مرد نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا: میں نے آج رات خواب میں سائبان (ابر یا بادل) کو دیکھا جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے، پس میں نے دیکھا کہ لوگ اس گھی اور شہد کو اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں، پس کچھ لوگ زیادہ لے رہے ہیں اور کچھ لوگ کم لے رہے ہیں، اور میں نے دیکھا کہ ایک رسی آسمان سے زمین تک پہنچی ہوئی ہے، میں نے دیکھا کہ آپ نے اس رسی کو پکڑا اور اس کے ساتھ اوپر چڑھ گئے، پھر ایک دوسرے مرد نے اس رسی کو پکڑا وہ بھی اس کے ساتھ اوپر چڑھ گئے، پھر تیسرے شخص نے اس رسی کو پکڑا وہ بھی اوپر چڑھ گئے، پھر ایک اور آدمی نے رسی کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی، پھر جڑ گئی، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں، اللہ کی قسم! آپ ضرور مجھے اجازت دیں کہ میں اس خواب کی تعبیر بیان کروں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس خواب کی تعبیر بیان کرو، انہوں نے کہا: رہا وہ سائبان تو وہ اسلام ہے، اور جو اس سے شہد اور گھی ٹپک رہا ہے، پس وہ قرآن ہے، اس کی شیرینی ٹپک رہی ہے، پس کچھ لوگ زیادہ قرآن کو حاصل کر رہے ہیں اور کچھ لوگ کم قرآن کو حاصل کر رہے ہیں اور رہی وہ رسی جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکی ہوئی ہے، پس اس سے مراد وہ دینِ برحق ہے جس پر آپ قائم ہیں، آپ اس دین کو

پکڑے ہوئے ہیں، پس اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے پاس بلالے گا پھر آپ کے بعد کوئی اور مرد اس رسی کو پکڑ کر اوپر جائے گا، پھر کوئی اور مرد اس رسی کو پکڑ کر اوپر جائے گا، پھر تیسرا مرد اس رسی کو پکڑے گا تو وہ رسی ٹوٹ جائے گی اور پھر وہ رسی اس کے لیے جوڑ دی جائے گی، پھر وہ اس کے ساتھ اوپر چڑھ جائے گا، پس مجھے بتایئے یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور میری ماں فداء ہوں کہ اس خواب کی تعبیر میں نے صحیح بیان کی ہے یا خطا کی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے بعض تعبیر صحیح بیان کی ہے اور بعض میں خطاء کی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یارسول اللہ! آپ مجھے ضرور بتائیں کہ میں نے خواب کی تعبیر میں کیا خطاء کی ہے؟ آپ نے فرمایا: تم قسم نہ کھاؤ۔

(صحیح البخاری: ۷۰۰۰، ۷۰۴۶، صحیح مسلم: ۲۲۶۹، سنن ترمذی: ۲۲۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۶۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۸، مسند احمد: ۲۱۱۴، سنن دارمی: ۲۱۵۶)

صحیح البخاری: ۷۰۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے آخری حصہ میں ہے، یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خواب کی بعض تعبیر صحیح بیان کی اور بعض صحیح نہیں تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ظُلّة" ظاء پر پیش ہے، اس کا معنی ہے: بادل جس کا سایا ہوتا ہے، اور ہر وہ چیز جس کا سایا ہو جیسے سائبان، اس کو "ظلة" کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تنطف" یعنی اس سائبان یا بادل سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یتکففون" یعنی لوگ اپنے ہاتھوں میں ان قطرات کو جمع کر رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فالمستکثر والمستقل" یعنی بعض لوگ اس میں سے زیادہ قطرات کو لے رہے تھے اور بعض لوگ کم قطرات کو لے رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سبب" اس کا معنی ہے رسی۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فعلوت''یعنی آپ اس رسی سے اوپر چڑھ گئے، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند کر دیا۔
اس حدیث میں مذکور ہے''ثم یاخذ بہ رجل من بعدك''یعنی پھر اس رسی کو کوئی اور مرد پکڑے گا اور اس مرد سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو آپ کے بعد امت کے اندر حق کو قائم کریں گے۔
اس حدیث میں مذکور ہے''ثم یاخذ رجل آخر فیعلوبہ''یعنی پھر ایک اور مرد اس رسی سے اوپر چڑھے گا اور اس سے مراد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے''ثم یاخذ بہ رجل آخر فینقطع بہ''یعنی پھر ایک اور مرد اس رسی کو پکڑے گا تو وہ رسی ٹوٹ جائے گی، اس سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے''ثم یوصل لہ''یعنی پھر وہ رسی ان کے لیے جوڑ دی جائے گی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعبیر میں کیا خطا واقع ہوئی، اس کا بیان

علامہ المہلب المالکی لکھتے ہیں: اس تعبیر میں خطاء یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ اضافہ کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے وہ رسی جوڑ دی جائے گی، اور انہیں چاہیے یہ تھا کہ وہ تعبیر میں اتنا ہی بیان کرتے جتنا خواب میں مذکور تھا یعنی وہ رسی جڑ گئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء کو بیان نہیں فرمایا اور اس کو چھپایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اوپر پیش آنے والے فتنوں سے غمگین نہ ہوں، پس وہ چوتھے شخص تھے جن کے لیے رسی ٹوٹی اور پھر جڑ گئی یعنی دوسروں کے لیے خلافت ہوگئی۔
اور قاضی عیاض مالکی المتوفی ۵۴۴ھ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء یہ تھی کہ انہوں نے تعبیر میں کہا''ویوصل لہ''یعنی ان کے لیے رسی کو جوڑ دیا جائے گا، جب کہ اصل خواب میں تھا''یوصل''اور اس میں''لہ''کا اضافہ نہیں تھا، اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت متصل نہیں ہوئی بلکہ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت ہوگئی۔
حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ لفظ''لہٗ''وغیرہ کا اضافہ ابن وہب کی روایت میں ثابت ہے اور اس کو یونس نے امام مسلم سے روایت کیا ہے، اور حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے دو صاحبوں تک پہنچنے کے لیے رسی کو پکڑیں گے تو جو مصائب ان پر پیش آئے ان کی وجہ سے وہ رسی ٹوٹ جائے گی، پس رسی ٹوٹنا ان مصائب سے عبارت ہے، پھر ان کے لیے شہادت ہوئی تو وہ اپنے صاحبوں کے ساتھ متصل ہوگئے، اس کو اس سے تعبیر کیا کہ وہ رسی جڑ گئی اور وہ اپنے صاحبوں کے ساتھ متصل ہوگئی۔
اس حدیث میں مذکور ہے''فاخبرنی یا رسول اللہ بابی''یعنی آپ پر میرے باپ فدا کیے جائیں آپ مجھے خبر دیں کہ میری تعبیر صحیح ہے یا خطا ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے''اصبت بعضا واخطات بعضا''یعنی تم نے تعبیر میں بعض صحیح چیز بیان کی اور بعض میں خطاء کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تعبیر میں صحت اور خطاء کا ذکر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعبیر میں صحیح یہ تھا کہ انہوں نے بادل کی تعبیر اسلام کی نعمت سے لی اور یہ کہ اس رسی سے مراد دینِ برحق ہے اور اسی پر عمل کرتے ہوئے آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل ہوگئے۔
رہا یہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو تعبیر میں خطاء کی وہ کیا ہے تو اس میں علماء اور شارحین کا اختلاف ہے۔ پس علامہ المہلب نے

کہا کہ خطاء کی جگہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا "ثم یوصل له" یعنی پھر ان کے لیے رسی جوڑی جائے گی اور "له" کا اضافہ کیا۔

علامہ الاسماعیلی نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء یہ ہے کہ جب ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے خواب کو بیان کیا تو دوسروں کی بہ نسبت اس خواب کی تعبیر بیان کرنے کے زیادہ حق دار نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، پس جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اس خواب کی تعبیر بیان کریں گے تو یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء تھی، علامہ الاسماعیلی نے اس کو علامہ ابن قتیبہ سے نقل کیا ہے اور علماء کی ایک جماعت نے ان کی موافقت کی ہے، علامہ نووی نے دوسروں کی اتباع کرتے ہوئے اس پر تعاقب کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ اس کو خطاء قرار دینا فاسد ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس خواب کی تعبیر بیان کرنے کی اجازت دی تھی، پس آپ نے فرمایا کہ "تم تعبیر بیان کرو"۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خواب کی تعبیر بیان کرنے کے لیے نہیں فرمایا بلکہ خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سبقت کی اور یہ سوال کیا کہ ان کو خواب کی تعبیر بیان کرنے کی اجازت دیں تو آپ نے اجازت دے دی، پس آپ نے فرمایا: "تم نے جو خواب کی تعبیر بیان کرنے کا سوال کیا اور اس میں سبقت کی تو یہ تمہاری خطاء تھی"، اور آپ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم نے خواب کی تعبیر میں خطاء کی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء یہ تھی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خود تعبیر بیان کی، اور اگر انہوں نے تعبیر میں کوئی خطاء کی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس خطاء پر برقرار نہ رکھتے۔

علامہ ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خواب کی تعبیر میں خطاء یہ تھی کہ خواب میں دو چیزوں کا ذکر تھا شہد کا اور گھی کا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں چیزوں کی ایک تفسیر بیان کی اور انہیں یہ چاہیے تھا کہ گھی کی تفسیر قرآن کے ساتھ کرتے اور شہد کی تفسیر سنت کے ساتھ کرتے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا "تم نے خطاء بھی کی اور صحیح بھی کہا" اس سے مراد یہ ہے کہ خواب کی تعبیر کا مرجع ظن اور گمان ہے اور ظن میں خطاء بھی ہوتی ہے اور صحیح بات بھی ہوتی ہے۔

اور علامہ الکرمانی نے کہا: اگر تم یہ سوال کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خطاء کی جگہ نہیں بیان کی اور تم لوگ خطاء کی نشاندہی کر رہے ہو؟

انہوں نے کہا: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب احتمالات ہیں ان میں کسی چیز کے اوپر جزم اور وثوق نہیں ہے، یا اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے خطاء اور صواب کو بیان نہیں کیا کہ لوگوں میں اس سے فساد اور خرابیاں نہ ہوں، اور اب یہ احتمال زائل ہو چکا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تم قسم نہ کھاؤ" علامہ داؤدی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ تم بار بار قسم نہ کھاؤ کیونکہ میں تمہیں خواب کی تعبیر نہیں بتاؤں گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم اس خواب کی تعبیر میں غور و فکر کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم نے تعبیر بیان کرنے میں کیا خطاء کی ہے۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود یہ حکم دیا ہے کہ قسم کھانے والے کو اس کی قسم میں سچا کرو۔

تو میں کہوں گا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے کہ جب قسم پوری کرنے میں کوئی خرابی نہ ہو، اور یہاں پر اگر ان کی قسم پوری کی جاتی تو خرابیاں لازم آتیں، مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو فتنے برپا ہوئے اور اس کے نتیجہ میں انہیں قتل کیا گیا، اس کا بیان لازم آتا۔ یا اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر مطلع ہونا امرِ غیب پر مطلع ہونے کو مستلزم ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کا فتویٰ دینا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم سے خواب کی تعبیر میں کبھی خطاء ہوتی ہے اور کبھی وہ صواب کو پہنچتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۲۔ ۲۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۴۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں مذکور خواب کی تعبیر

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں سائبان یا بادل کی تعبیر اسلام ہے، کیونکہ سائبان اور بادل اللہ تعالیٰ کی اہلِ جنت پر نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، اسی طرح بادل بنی اسرائیل کے اوپر سایا کرتے تھے اور اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر بادل سایا کرتے تھے جب آپ اعلانِ نبوت سے پہلے کہیں جاتے تھے، اور بادل یا سایا دار چیز انسان کو دھوپ سے محفوظ رکھتی ہے، اسی طرح اسلام مومنوں کو تکالیف سے محفوظ رکھتا ہے اور مومنین کو دنیا اور آخرت میں نعمتیں دیتا ہے۔

رہا شہد، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو لوگوں کے لیے شفاء قرار دیا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (یونس: ۵۷)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک عظیم نصیحت اور دلوں کی بیماری کی شفا آ گئی اور وہ مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ○

اس آیت میں "شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ" عام ہے، اور قرآن مجید روحانی امراض کے علاوہ جسمانی امراض کے لیے بھی شفاء ہے۔

حضرت ابوالاحوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہے، انہوں نے اس کو خمر (شراب) پینے کا مشورہ دیا، پھر کہا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے نجس چیز میں شفاء نہیں رکھی، شفاء صرف دو چیزوں میں ہے: قرآن اور شہد میں اور ان میں دل کی بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔ (المعجم الکبیر: ۸۹۱۰)

اور قرآن مجید کی تلاوت ہمیشہ کانوں کو شہد کی طرح میٹھی لگتی ہے۔

اور سبب سے مراد رسی ہے اور عہد اور میثاق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ۔ (آل عمران: ۱۱۲)

وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ان پر ذلت لازم کر دی گئی ہے سوا اس کے کہ وہ (کبھی) اللہ کی رسی اور (کبھی) لوگوں کی رسی (سے سہارا لیں) اور وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے اور ان پر محتاجی لازم کر دی گئی۔

اور جس مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسی کو پکڑا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں حق کے اوپر قائم رہے، پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حق پر قائم رہے، پھر ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حق پر قائم رہے اور یہ وہی ہیں جن سے رسی ٹوٹ گئی۔

خواب کی تعبیر بیان کرنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء

علامہ المہلب المالکی لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیان کی ہوئی تعبیر میں خطاء یہ ہے جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "واخطأت بعضا" یعنی تم نے بعض تعبیر میں خطاء کی ہے، اور وہ خطاء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں ہے "ثم وصل له" یعنی ان کے لیے پھر رسی جوڑ دی گئی، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ چاہیے تھا کہ وہ "ثم وصل" کہہ کر ٹھہر جاتے کیونکہ خواب میں اتنا ہی ذکر ہے اور "له" کو ذکر نہ کرتے، کیونکہ اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ کسی اور نے اس رسی کو جوڑ دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء کو ظاہر نہیں کیا اس کی توجیہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خطاء کی جگہ کو چھپایا تاکہ لوگ اس بات سے غمزدہ نہ ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ایسے مصائب پیش آئیں گے، اور وہ چوتھے مرد تھے جن کی رسی ٹوٹی اور پھر جڑ گئی، یعنی خلافت ان کے علاوہ کسی اور سے واصل ہو گئی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب پہلے تعبیر کرنے والے کے مطابق ہوگا" اور امام ابوعبید اور دیگر علماء نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر پہلے تعبیر کرنے والا صحیح تعبیر بیان کر دے تو خواب اس پر محمول ہوگا ورنہ جو اس کے بعد صحیح تعبیر بیان کرے گا اس پر خواب محمول ہوگا۔ اور مدار صرف خواب کی صحیح تعبیر بیان کرنے والے کے اوپر ہے تاکہ بندہ نے جو خواب دیکھا تھا وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مراد کو ظاہر کرے۔ اور خواب دیکھنے والے کو چاہیے کہ وہ کسی دوسرے سے اس کی تعبیر نہ پوچھے سوا اس صورت کے کہ پہلے تعبیر بیان کرنے والے نے صحیح تعبیر نہ کی ہو، پھر دوسرے تعبیر بیان کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اس چیز کو بیان کرے جو پہلے سے جہالت یا خطاء ہوئی ہے اور از خود اس خواب کی تعبیر بیان کرے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم نے بعض تعبیر صحیح کہی ہے اور بعض میں خطاء کی ہے"۔ اگر خواب کی پہلے تعبیر بیان کرنے والا مطلقاً صحیح تعبیر بیان کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ نہ فرماتے "تم نے بعض تعبیر میں خطاء کی ہے"۔

خواب کی تعبیر سے خواب میں فرق نہیں پڑتا

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: خواب کی تعبیر بیان کرنے والا جو تعبیر بیان کرتا ہے اس سے خواب میں تغیر نہیں ہوتا، اور مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خواب میں جو اشارہ کیا ہے اس کو اپنی طرف سے بدل دے۔

خواب کی تعبیر صرف عالم یا خیر خواہ سے معلوم کی جائے

علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے: خواب دیکھنے والے کو یہ چاہیے کہ وہ اپنے خواب کی تعبیر صرف عالم، خیر خواہ اور امین سے معلوم کرے، جیسا کہ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اپنا خواب صرف عالم کے سامنے بیان کرو یا خیر خواہ کے سامنے یا تمہارے گھر والوں میں سے جو عقل مند ہو اس کے سامنے بیان کرو، کیونکہ وہ عنقریب نیک بات کہے گا"۔

اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ جس خواب کی تعبیر اچھی بیان کی جاتی ہے اس خواب کی دلالت ناپسندیدہ اور شر پر نہیں ہوگی۔ امام مالک سے کہا گیا کہ آپ خواب کی تعبیر اچھی بیان کرتے ہیں اور ہو سکتا ہے وہ خواب اللہ تعالیٰ کے نزدیک شر ہو کیونکہ حدیث میں ہے "خواب پہلے تعبیر بیان کرنے والے کے مطابق ہوتا ہے" تو امام مالک نے کہا: معاذ اللہ! خواب نبوت کے اجزاء میں سے ہے تو کیا نبوت کے اجزاء سے کھیل کیا جائے گا؟ لیکن عالم اور خیر خواہ سے جس خیر کی توقع رکھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ سچی تعبیر بیان کرے گا یا اس کے لیے خیر کی دعا کرے گا یا شر کو دور کرنے کی دعا کرے گا۔ اور جب اس کو تعبیر کا علم نہ ہو تو وہ کہے گا کہ یہ خواب تمہارے لیے خیر ہے اور تمہارے دشمن کے لیے شر ہے۔

خواب کی بعض تعبیر سے سکوت کرنے کا جواز

علامہ المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو چاہیے کہ خواب کی بعض تعبیر سے اس وقت سکوت کرے جب اسے یہ خوف ہو کہ اس تعبیر سے عام لوگوں کو غم ہوگا، اور اگر خواب کی تعبیر سے صرف ایک آدمی کو غم ہو اور تعبیر بیان کرنے والے سے پوچھا جائے تو اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس تعبیر کو بیان کر دے تاکہ وہ اس کو صبر پر تیار کرے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا کہ ایک عورت نے خواب دیکھا ہے کہ اس کے گھر کی کوئی قیمتی چیز ٹوٹ گئی تو انہوں نے کہا "تمہارا خاوند مر جائے گا اور تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا" یہ اس وقت کہا جب انہوں نے دیکھا کہ وہ عورت غمزدہ ہوئی ہے۔

قسم کھانے والے کی قسم کو سچا کرنے کے حکم کا عمومی طور پر نہ ہونا

حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ قسم کھانے والے کی قسم کو سچا کیا جائے، یہ حکم بالعموم نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دی کہ وہ ضرور ان کو بتائیں کہ خواب کی تعبیر میں ان سے کیا خطاء ہوئی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کی قسم میں سچا نہیں کیا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ قسم کو پورا کرنا اس وقت جائز ہے جب کہ اس سے مسلمانوں کو ضرر نہ ہو، اسی طرح جب کسی ناجائز کام پر قسم کھائی جائے تو اس قسم کو بھی پورا نہیں کیا جائے گا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک مرد نے اگر اپنے بھائی کو یہ قسم دی کہ وہ ضرور شراب پیئے یا ضرور اللہ کی نافرمانی کرے تو اس پر فرض ہے کہ وہ اس کو اس قسم میں سچا نہ کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر شاگرد اپنے استاد کو قسم دے کہ وہ اس کو اس مسئلہ کا فتویٰ دینے کی اجازت دے تو یہ جائز ہے، کیونکہ یہ قسم دینا رغبت کے لیے ہے اور تجربہ کے لیے ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۷۸۔۵۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۴۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب کا خواب کی تعبیر کے مطابق ہونے کے متعلق احادیث

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ، اپنی سندِ حسن کے ساتھ از سلیمان بن یسار روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ بیان کرتی ہیں کہ اہلِ مدینہ میں ایک عورت تھی جس کا خاوند تاجر تھا اور وہ تجارت کے سلسلہ میں

آتا جاتا رہتا تھا، پس جب بھی اس کا خاوند غائب ہوتا تو وہ خواب دیکھتی تھی، اور وہ بہت کم غائب ہوتا تھا مگر اس کو حاملہ چھوڑ کر جاتا تھا، پس وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتی اور کہتی کہ میرا شوہر تجارت کے لیے نکل کر گیا ہے اور مجھے حاملہ چھوڑ کر گیا ہے، پس میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر کا ایک ستون ٹوٹ گیا اور مجھ سے ایک کانا لڑکا پیدا ہوا ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر ہے، تمہارا خاوند ان شاء اللہ سلامتی کے ساتھ لوٹ آئے گا اور تمہارے ہاں ایک نیک لڑکا پیدا ہوگا، پھر اس عورت نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ یہی خواب دیکھا اور ہر مرتبہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تو آپ اس سے ہر بار یہی فرماتے کہ خیر ہے، تمہارا خاوند ان شاء اللہ سلامتی کے ساتھ لوٹ آئے گا اور تم سے ایک نیک لڑکا پیدا ہوگا، پھر اس کا خاوند لوٹ آیا اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، پس ایک دن وہ آئی جیسا کہ وہ آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں تھے اور اس نے وہ خواب دیکھا تھا تو میں نے اس سے پوچھا: اے اللہ کی بندی! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز کا سوال کرنا چاہتی ہو؟ اس نے کہا کہ میں خواب دیکھتی ہوں تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی ہوں اور آپ سے اس خواب کے متعلق سوال کرتی ہوں تو آپ فرماتے ہیں: خیر ہے، پھر اسی طرح ہوجاتا جس طرح آپ فرماتے ہیں، میں نے اس سے کہا: تم مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا خواب دیکھا ہے، اس نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آجائیں گے تو پھر میں آپ کو بتاؤں گی جیسا کہ میں آپ کے سامنے خواب بیان کرتی ہوں، پس اللہ کی قسم! میں نے اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑا حتیٰ کہ اس نے مجھے خواب بیان کردیا، پس میں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم نے اپنے خواب کو سچ بیان کیا ہے تو تمہارا خاوند فوت ہوجائے گا اور تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو فاسق وفاجر ہوگا، پس وہ عورت بیٹھ کر رونے لگی کہ مجھے کیا ہوا جو میں نے آپ کے سامنے اپنا خواب بیان کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور اس وقت وہ رو رہی تھی، آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اس کو کیا ہوا ہے اے عائشہ! تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واقعہ سنایا اور انہوں نے خواب کی وہ تعبیر سنائی جو انہوں نے کی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو اے عائشہ! جب تم کسی مسلمان کے خواب کی تعبیر بیان کرو تو اس کی تعبیر خیر کے ساتھ بیان کرو، کیونکہ خواب تعبیر بیان کرنے والے کے مطابق ہوجاتا ہے، پس اس کا خاوند مر گیا اور میں نے اس عورت کو نہیں دیکھا مگر اس کے ہاں ایک فاسق وفاجر لڑکا پیدا ہوا۔ (سنن دارمی: ۲۱۶۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نیز امام سعید بن منصور الخراسانی المکی المتوفی ۲۲۷ھ عطاء بن ابی رباح سے مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، پس اس نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر کا ایک قیمتی برتن ٹوٹ گیا ہے اور اس عورت کا خاوند موجود نہیں تھا (غائب تھا) تو آپ نے فرمایا: اللہ تمہارے خاوند کو واپس لے آئے گا، پس اس کا خاوند صحیح وسالم آگیا۔۔۔الحدیث

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ خواب کی جو تعبیر بیان کی جائے، خواب اسی تعبیر کے مطابق ہوتا ہے۔

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خواب کی تعبیر بیان کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے اس میں بعض خطاء کی ہے'' اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما دیتے کہ انہوں نے کیا خطاء کی ہے تو اس خواب کی وہی صحیح تعبیر ہوتی اور پہلی تعبیر کا اعتبار نہ ہوتا۔ اور وہ جو حدیث میں ہے کہ ''خواب پہلی تعبیر کے مطابق ہوتا ہے'' یہ اس وقت ہے جب وہ تعبیر صحیح ہو، ورنہ جو تعبیر صحیح ہو خواب اس کے مطابق ہوتا ہے۔

خواب دیکھنے والے اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والے کے آداب

امام عبدالرزاق بن ہمام المتوفی ۲۱۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کوئی خواب دیکھے اور وہ اپنے بھائی کے سامنے وہ خواب بیان کرے تو اس کو چاہیے کہ کہے: یہ خواب ہمارے لیے خیر ہے اور ہمارے دشمنوں کے لیے شر ہے۔ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں لیکن اس کی سند منقطع ہے۔

امام طبرانی اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن زمل الجہنی سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے تو فرماتے: تم میں سے کسی نے خواب میں کچھ دیکھا ہے، ابن زمل نے بیان کیا: پس میں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے خواب دیکھا ہے، تو آپ نے فرمایا: تم کو خیر حاصل ہوگی اور شر سے تم محفوظ رہو گے، اور یہ خواب ہمارے لیے خیر ہے اور ہمارے دشمنوں کے لیے شر ہے، والحمد للہ رب العالمین، تم اپنا خواب بیان کرو۔ الحدیث، اور اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے۔

اور تعبیر بیان کرنے والے ائمہ نے کہا ہے کہ خواب دیکھنے والے کے آداب سے یہ ہے کہ وہ سچ بولنے والا ہو اور وضو کر کے دائیں کروٹ پر سویا ہو اور سوتے وقت ان سورتوں کی تلاوت کرے: والشمس، واللیل، والتین، سورۃ الاخلاص اور معوذتین، اور یہ دعا کرے: اے اللہ! میں برے خوابوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور نیند اور بیداری میں شیطان کے کھیلنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے نیک، سچے اور نفع آور خواب کی دعا کرتا ہوں، اے اللہ! مجھے خواب میں وہ چیز دکھا جو مجھے پسند ہو، اور اس کے آداب سے یہ ہے کہ وہ اپنا خواب نہ عورت کے سامنے بیان کرے اور نہ دشمن کے سامنے اور نہ جاہل کے سامنے۔ اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والے کے آداب سے یہ ہے کہ وہ خواب کی تعبیر نہ طلوع شمس کے وقت بیان کرے، نہ غروب شمس کے وقت، نہ زوال کے وقت اور نہ رات میں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۰۳۔ ۲۰۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۸۔ بَابُ: تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ — صبح کی نماز کے بعد خواب کی تعبیر بیان کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب کی تعبیر صبح کی نماز کے بعد بیان کرنی چاہیے، ایک قول یہ ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے امام عبدالرزاق کی اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ اپنا خواب عورت کے سامنے نہ بیان کرو اور اس وقت تک بیان نہ کرو حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے، اور اس میں اہل تعبیر کے اس قول کے رد کی طرف اشارہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ تعبیر طلوع شمس کے بعد بیان کی جائے اور عصر سے لے کر غروب آفتاب تک بیان کی جائے، کیونکہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ طلوع شمس سے پہلے خواب کی تعبیر بیان کرنا مستحب ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ خواب کی تعبیر صبح کی نماز کے وقت بیان کرنا دوسرے اوقات کی بہ نسبت زیادہ اولیٰ ہے، کیونکہ خواب دیکھنے والے کو اس وقت خواب یاد ہوتا ہے اور تعبیر بیان کرنے والے کا ذہن بھی مستحضر ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۷۔ حَدَّثَنِي مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ أَبُو هِشَامٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ رضى الله عنه قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِمَّا يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ لِأَصْحَابِهِ هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْ رُؤْيَا قَالَ فَيَقُصُّ عَلَيْهِ مَنْ شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُصَّ وَإِنَّهُ قَالَ ذَاتَ غَدَاةٍ إِنَّهُ أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ وَإِنَّهُمَا ابْتَعَثَانِي وَإِنَّهُمَا قَالَا لِي انْطَلِقْ وَإِنِّي انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا وَإِنَّا أَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ وَإِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِصَخْرَةٍ وَإِذَا هُوَ يَهْوِي بِالصَّخْرَةِ لِرَأْسِهِ فَيَثْلَغُ رَأْسَهُ فَيَتَهَدْهَدُ الْحَجَرُ هَا هُنَا فَيَتْبَعُ الْحَجَرَ فَيَأْخُذُهُ فَلَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ حَتَّى يَصِحَّ رَأْسُهُ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُودُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْأُولَى قَالَ قُلْتُ لَهُمَا سُبْحَانَ اللهِ مَا هٰذَانِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُسْتَلْقٍ لِقَفَاهُ وَإِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوبٍ مِنْ حَدِيدٍ وَإِذَا هُوَ يَأْتِي أَحَدَ شِقَّيْ وَجْهِهِ فَيُشَرْشِرُ شِدْقَهُ إِلَى قَفَاهُ وَمَنْخِرَهُ إِلَى قَفَاهُ وَعَيْنَهُ إِلَى قَفَاهُ قَالَ وَرُبَّمَا قَالَ أَبُو رَجَاءٍ فَيَشُقُّ قَالَ ثُمَّ يَتَحَوَّلُ إِلَى الْجَانِبِ الْآخَرِ فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِالْجَانِبِ الْأَوَّلِ فَمَا يَفْرُغُ مِنْ ذٰلِكَ الْجَانِبِ حَتَّى يَصِحَّ ذٰلِكَ الْجَانِبُ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُودُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْأُولَى قَالَ قُلْتُ سُبْحَانَ اللهِ مَا هٰذَانِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى مِثْلِ التَّنُّورِ قَالَ فَأَحْسِبُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ فَإِذَا فِيهِ لَغَطٌ وَأَصْوَاتٌ قَالَ فَاطَّلَعْنَا فِيهِ فَإِذَا فِيهِ رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ وَإِذَا هُمْ يَأْتِيهِمْ لَهَبٌ مِنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ فَإِذَا أَتَاهُمْ ذٰلِكَ اللَّهَبُ ضَوْضَوْا قَالَ قُلْتُ لَهُمَا مَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے مؤمّل بن ہشام ابوہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر اپنے اصحاب سے پوچھتے تھے: کیا تم میں سے کسی ایک نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ پس جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا وہ آپ کے سامنے خواب بیان کرتا، اور ایک دن صبح کے وقت آپ نے ہم سے فرمایا: بے شک آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے، ان دونوں نے مجھے اٹھایا اور ان دونوں نے مجھ سے کہا: چلیے! میں ان کے ساتھ چلا، ہم ایک مرد کے پاس آئے جو لیٹا ہوا تھا اور دوسرا مرد اس کے اوپر ایک پتھر لے کر کھڑا ہوا تھا، اور وہ اس پتھر کو اس کے سر پر مارتا، پس اس کا سر ٹوٹ جاتا اور وہ پتھر یہاں سے لڑھکتا ہوا چلا جاتا، پھر وہ شخص اس پتھر کے پیچھے جا کر اس کو پکڑ لیتا، ابھی وہ واپس نہیں آتا تھا کہ اس کا سر جڑ کر ٹھیک ہو جاتا تھا جیسے پہلے تھا، پھر وہ دوبارہ اس کے سر کے اوپر پتھر مارتا جیسے پہلی مرتبہ مارا تھا، میں نے ان دونوں سے کہا: سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ تو ان دونوں نے مجھ سے کہا: چلیے، چلیے! پس ہم گئے حتیٰ کہ ہم ایک مرد کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل چت لیٹا ہوا تھا، اور دوسرا آدمی اس کے اوپر لوہے کا ایک آنکڑا لے کر کھڑا ہوا تھا، اور وہ شخص اس کے چہرہ کی ایک جانب آتا اور اس کے جبڑے کو اس کی گدی تک اور اس کی ناک کو گدی تک چیرتا اور اس کی آنکھوں کو گدی تک چیرتا اور بعض اوقات اس کے راوی ابورجاء نے کہا: اس کو پھاڑتا، پھر اس شخص کی دوسری جانب جاتا، پس اس جانب بھی اسی طرح کرتا جس طرح پہلی جانب کیا تھا، اور وہ ایک جانب سے فارغ نہیں ہوتا تھا حتیٰ کہ وہ جانب اسی طرح صحیح ہو جاتی جس طرح پہلے

هٰؤُلَاءِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ حَسِبْتُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ أَحْمَرَ مِثْلِ الدَّمِ وَإِذَا فِي النَّهَرِ رَجُلٌ سَابِحٌ يَسْبَحُ وَإِذَا عَلَى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ حِجَارَةً كَثِيرَةً وَإِذَا ذٰلِكَ السَّابِحُ يَسْبَحُ مَا يَسْبَحُ ثُمَّ يَأْتِي ذٰلِكَ الَّذِي قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةَ فَيَفْغَرُ لَهُ فَاهُ فَيُلْقِمُهُ حَجَرًا فَيَنْطَلِقُ يَسْبَحُ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَيْهِ كُلَّمَا رَجَعَ إِلَيْهِ فَغَرَ لَهُ فَاهُ فَأَلْقَمَهُ حَجَرًا قَالَ قُلْتُ لَهُمَا مَا هٰذَانِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ كَرِيهِ الْمَرْآةِ كَأَكْرَهِ مَا أَنْتَ رَاءٍ رَجُلًا مَرْآةً وَإِذَا عِنْدَهُ نَارٌ يَحُشُّهَا وَيَسْعَى حَوْلَهَا قَالَ قُلْتُ لَهُمَا مَا هٰذَا قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى رَوْضَةٍ مُعْتَمَّةٍ فِيهَا مِنْ كُلِّ لَوْنِ الرَّبِيعِ وَإِذَا بَيْنَ ظَهْرَيِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ طَوِيلٌ لَا أَكَادُ أَرَى رَأْسَهُ طُولًا فِي السَّمَاءِ وَإِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ أَكْثَرِ وِلْدَانٍ رَأَيْتُهُمْ قَطُّ قَالَ قُلْتُ لَهُمَا مَا هٰذَا مَا هٰؤُلَاءِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فَانْتَهَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ عَظِيمَةٍ لَمْ أَرَ رَوْضَةً قَطُّ أَعْظَمَ مِنْهَا وَلَا أَحْسَنَ قَالَ قَالَا لِي ارْقَ فِيهَا قَالَ فَارْتَقَيْنَا فِيهَا فَانْتَهَيْنَا إِلَى مَدِينَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ فَأَتَيْنَا بَابَ الْمَدِينَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا فَفُتِحَ لَنَا فَدَخَلْنَاهَا فَتَلَقَّانَا فِيهَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ وَشَطْرٌ كَأَقْبَحِ مَا أَنْتَ رَاءٍ قَالَ قَالَا لَهُمُ اذْهَبُوا فَقَعُوا فِي ذٰلِكَ النَّهَرِ قَالَ وَإِذَا نَهَرٌ مُعْتَرِضٌ يَجْرِي كَأَنَّ مَاءَهُ الْمَحْضُ فِي الْبَيَاضِ فَذَهَبُوا فَوَقَعُوا فِيهِ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوءُ عَنْهُمْ فَصَارُوا فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَ قَالَا لِي هٰذِهِ جَنَّةُ عَدْنٍ وَهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ

تھی، پھر وہ لوٹ کر اس جانب آجاتا، پھر اس کے ساتھ اسی طرح کرتا جس طرح پہلی مرتبہ کیا تھا، میں نے کہا: سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں نے مجھ سے کہا: چلیے، چلیے! پس ہم گئے حتیٰ کہ ہم ایک تنور کی مثل پر پہنچے، راوی نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اس تنور میں شور تھا اور آوازیں تھیں، پس ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو اس میں مرد اور عورتیں برہنہ تھیں، اور جب ان کے اوپر نیچے سے شعلہ آتا، جب آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لیتی تو وہ چلّاتے، میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ راوی نے کہا: میرا گمان ہے آپ نے فرمایا: ان دونوں نے مجھ سے کہا: چلیے، چلیے! آپ نے بتایا کہ ہم چلے یہاں تک کہ ہم ایک دریا پر پہنچے، راوی نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ سرخ خون کا دریا تھا اور اس دریا میں ایک مرد تیر رہا تھا، پس جب وہ تیر کر دریا کے کنارے پر آتا تو دوسرا مرد جس کے اپنے پاس بہت سارے پتھر تھے، یہ تیرنے والا جب اس شخص کے پاس پہنچتا جس نے پتھر جمع کر رکھے تھے تو وہ اس تیرنے والے کے منہ میں پتھر ڈال دیتا، وہ پھر تیرنے لگتا اور پھر اس کے پاس لوٹ کر آتا اور وہ جب بھی اس کے پاس آتا تو وہ اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا، آپ نے فرمایا: میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ چلیے، چلیے! پس ہم ایک انتہائی بدصورت مرد کے پاس پہنچے جیسا بدصورت تم نے کبھی دیکھا ہو اور اس کے پاس آگ تھی، وہ شخص اس آگ کو جلاتا تھا اور اس کے اردگرد دوڑتا تھا، میں نے ان دونوں سے کہا: یہ کیا ہے؟ راوی نے کہا: ان دونوں نے مجھ سے کہا چلیے، چلیے! پس ہم ایک بہت بڑے باغ کے پاس پہنچے، اس باغ میں موسم بہار کا ہر قسم کا پھول تھا اور اس باغ کے درمیان میں ایک طویل القامت مرد تھا، قریب ہے کہ میں اس کے طول کی وجہ سے اس کا سر آسمان میں بھی نہیں دیکھ سکتا تھا، اور اس مرد کے گرد بہ کثرت بچے تھے جن

قَالَ فَسَمَا بَصَرِى صُعُدًا فَإِذَا قَصْرٌ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَيْضَاءِ قَالَ قَالَا لِى هٰذَاكَ مَنْزِلُكَ قَالَ قُلْتُ لَهُمَا بَارَكَ اللهُ فِيكُمَا ذَرَانِى فَأَدْخُلَهُ قَالَا أَمَّا الْآنَ فَلَا وَأَنْتَ دَاخِلَهُ قَالَ قُلْتُ لَهُمَا فَإِنِّى قَدْ رَأَيْتُ مُنْذُ اللَّيْلَةِ عَجَبًا فَمَا هٰذَا الَّذِى رَأَيْتُ قَالَ قَالَا لِى أَمَا إِنَّا سَنُخْبِرُكَ أَمَّا الرَّجُلُ الْأَوَّلُ الَّذِى أَتَيْتَ عَلَيْهِ يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ وَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِى أَتَيْتَ عَلَيْهِ يُشَرْشَرُ شِدْقُهُ إِلَى قَفَاهُ وَمَنْخِرُهُ إِلَى قَفَاهُ وَعَيْنُهُ إِلَى قَفَاهُ فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُو مِنْ بَيْتِهِ فَيَكْذِبُ الْكَذْبَةَ تَبْلُغُ الْآفَاقَ وَأَمَّا الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ الْعُرَاةُ الَّذِينَ فِى مِثْلِ بِنَاءِ التَّنُّورِ فَإِنَّهُمُ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِى وَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِى أَتَيْتَ عَلَيْهِ يَسْبَحُ فِى النَّهَرِ وَيُلْقَمُ الْحَجَرَ فَإِنَّهُ آكِلُ الرِّبَا وَأَمَّا الرَّجُلُ الْكَرِيهُ الْمَرْآةِ الَّذِى عِنْدَ النَّارِ يَحُشُّهَا وَيَسْعَى حَوْلَهَا فَإِنَّهُ مَالِكٌ خَازِنُ جَهَنَّمَ وَأَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيلُ الَّذِى فِى الرَّوْضَةِ فَإِنَّهُ إِبْرَاهِيمُ عليه السلام وَأَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِينَ حَوْلَهُ فَكُلُّ مَوْلُودٍ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ يَا رَسُولَ اللهِ وَأَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ وَأَمَّا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَانُوا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنًا وَشَطْرٌ قَبِيحًا فَإِنَّهُمْ قَوْمٌ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللهُ عَنْهُمْ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۷۵، سنن ترمذی: ۲۲۹۴، مسند احمد: ۱۹۵۹۰)

کو میں نے دیکھا، آپ نے فرمایا: میں نے ان دونوں سے کہا: یہ محل کون ہے اور یہ بچے کون ہیں تو آپ نے فرمایا: ان دونوں نے مجھ سے کہا: چلیے، چلیے! پھر ہم ایک بہت بڑے باغ تک پہنچے، میں نے اتنا بڑا اور اتنا حسین باغ اس سے پہلے نہیں دیکھا، راوی نے کہا کہ ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ آپ اس باغ پر چڑھیں، پس ہم اس میں چڑھے تو ہم ایسے شہر تک پہنچے جس کی اینٹیں سونے کی اور چاندی کی تھیں، پھر ہم اس شہر کے دروازہ تک پہنچے، پس ہم نے اس کا دروازہ کھلوایا، سو وہ دروازہ ہمارے لیے کھول دیا گیا، سو ہم اس میں داخل ہوئے، پس وہاں ہم ایسے لوگوں سے ملے جن کے جسم کا آدھا حصہ اتنا حسین تھا تم نے کبھی دیکھا ہو اور ان کا بقیہ آدھا اتنا بدصورت تھا جو تم نے کبھی دیکھا ہو، راوی نے کہا: ان دونوں نے ان لوگوں سے کہا: جاؤ اور دریا میں کود جاؤ، آپ نے بتایا کہ وہاں پر ایک دریا جاری تھا جس کا پانی انتہائی سفید تھا، وہ لوگ اس دریا میں کود گئے پھر جب وہ ہمارے پاس لوٹے تو ان کے آدھے جسم کی بدصورتی زائل ہو چکی تھی اور وہ انتہائی حسین صورت میں بن چکے تھے، آپ نے فرمایا کہ ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ یہ "جنت عدن" ہے اور یہ آپ کا ٹھکانا ہے، آپ نے فرمایا: پھر میں نے اپنی نظر اوپر اٹھائی تو وہاں ایک محل تھا جو سفید بادل کی طرح تھا، ان دونوں نے مجھ سے کہا: یہ آپ کی منزل ہے، میں نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے، مجھے اس محل میں داخل ہونے دو، ان دونوں نے کہا: لیکن ابھی نہیں، اور آپ اس میں داخل ہوں گے، میں نے ان سے کہا: آج رات میں نے بہت عجیب و غریب چیزیں دیکھیں، سو وہ کیا چیزیں ہیں جو میں نے دیکھی ہیں، تو ان دونوں نے مجھ سے کہا: ہم عنقریب آپ کو بتائیں گے، آپ نے پہلا مرد جو دیکھا جس کا سر پتھر سے توڑا جا رہا تھا، یہ وہ مرد ہے جو قرآن کا علم حاصل کرتا تھا اور اس پر عمل کو چھوڑ دیتا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا، اور دوسرا مرد

جس کے پاس آپ آئے جس کا جبڑا گدی تک اور اس کی ناک گدی تک اور اس کی آنکھ اس کی گدی تک چیری جا رہی تھی، یہ وہ مرد ہے جو صبح اپنے گھر سے اٹھتا ہے تو جھوٹی خبر بیان کرتا ہے اور وہ خبر ساری دنیا میں پہنچ جاتی ہے، اور آپ نے جو تنور کی شکل میں مرد اور عورت برہنہ دیکھے، یہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں ہیں، اور آپ نے جس مرد کو دیکھا جو دریا میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر ڈالے جا رہے تھے یہ سود کھانے والا ہے، اور آپ نے جو آگ کے گرد بہت بدصورت مرد کو دیکھا جو آگ جلا رہا تھا اور آگ کے گرد دوڑ رہا تھا، یہ مالک ہیں جو جہنم کے پہرے دار ہیں، اور وہ طویل القامت مرد جس کو آپ نے باغ میں دیکھا تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو بچے ان کے گرد تھے ان میں سے ہر وہ پیدا ہونے والا بچہ ہے جو فطرت پر فوت ہو گیا ہے، راوی نے کہا: پس بعض مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! اور مشرکین کی اولاد؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کی اولاد بھی، اور رہے وہ لوگ جن کا آدھا جسم حسین تھا اور باقی آدھا جسم بدصورت تھا، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نیک اعمال بھی کیے اور برے اعمال بھی کیے، اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا۔

صحیح البخاری: ۷۰۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "صبح کے وقت خواب کی تعبیر بیان کرنا" اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد خواب کی تعبیر بیان فرمائی، کیونکہ اس حدیث میں غداۃ کا لفظ ہے، اور اس کا معنی ہے: طلوع آفتاب سے پہلے کا وقت۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مؤمل، یہ محمد کے وزن پر ہے، یہ ابن ہشام ابو ہاشم ہیں اور ان کی کنیت ان کے باپ کے نام کے موافق ہے اور یہ اسماعیل بن ابراہیم کے داماد ہیں جو ابن علیہ کے نام سے مشہور ہیں اور انہی سے مؤمل روایت کرتے ہیں۔ اور

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عوف، یہ الاعرابی کے نام سے مشہور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابورجاء، ان کا نام عمران العطاردی ہے۔ اور اس حدیث کی سند کے تمام راوی بصری ہیں۔

اس حدیث کی امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الجہاد، کتاب بدء الخلق اور کتاب الادب اور کتاب احادیث الانبیاء اور کتاب التفسیر میں روایت کی ہے اور سب جگہ اس حدیث کے مختلف قطعات بیان کیے ہیں اور مکمل حدیث صرف اس جگہ بیان کی ہے اور یا پھر کتاب الجنائز کے اخیر میں بیان کی ہے۔ اور امام مسلم نے اس کی کتاب الرؤیا میں از محمد بن بشار اختصار سے روایت کی ہے، اور امام ترمذی نے بھی کتاب الرؤیا میں از بندار مختصراً روایت کی ہے۔ اور امام نسائی نے اس کی از محمد بن عبدالاعلیٰ کتاب الرؤیا میں روایت کی ہے اور اس حدیث کی اکثر شرح کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے، اور یہاں پر ہم بعض ان الفاظ کی شرح ذکر کریں گے جن کا ذکر پہلے نہیں ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۶-۲۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۴۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انه اتاني الليلة اتيان" یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دو آنے والے آئے۔ جریر کی روایت میں ہے کہ میں نے دیکھا دو مرد میرے پاس آئے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے دیکھا دو فرشتے آئے، اور حدیث کے آخر میں آئے گا کہ یہ دو فرشتے حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وانما ابتعثاني" ابتعثاني کا معنی ہے: ان دونوں نے مجھے بھیجا، اسی طرح علامہ الجوہری نے "الصحاح" میں بیان کیا ہے کہ "بعثه" اور "ابتعثه" کا معنی ہے "ارسله" یعنی اس کو بھیجا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو لے گیا۔ اور علامہ ابن ہبیرہ نے کہا ہے کہ "ابتعثاني" کا معنی ہے کہ ان دونوں نے مجھے بیدار کیا، اور ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا ہو کہ ان دونوں نے آپ کو بیدار کیا، پس آپ نے وہ دیکھا جو خواب میں دیکھا، اور نیند سے بیدار ہونے کے بعد آپ نے ان کو اس طرح دیکھا جس طرح بیداری میں دیکھتے ہیں، لیکن جب آپ نے مثال دیکھی تو اس کو تعبیر سے کھولا اور یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ آپ نے خواب میں دیکھا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واني انطلقت معهما" جریر بن حازم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں ان کے ساتھ "الارض المقدسه" کی طرف گیا اور مسند احمد میں مذکور ہے کہ میں ان کے ساتھ ایک ہموار زمین کی طرف گیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: پس وہ دونوں مجھے آسمان کی طرف لے گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وانا اتينا على رجل مضطجع" اور جریر کی روایت میں ہے: ہم ایک ایسے مرد کے پاس گئے جو اپنی گدی کے بل لیٹا ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واذا آخر قائم عليه بصخرة" اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: پس میں ایک فرشتہ کے پاس سے گزرا اور اس کے سامنے ایک آدمی تھا اور فرشتہ کے ہاتھ میں ایک بڑا پتھر تھا جس پتھر کو وہ اس آدمی کی کھوپڑی پر مار رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یھوی" اس کا معنی ہے: کسی چیز کا اوپر سے نیچے کی طرف گرنا، اگر دور سے گرے تو اس کے لیے "اھوی" کا لفظ آتا ہے اور اگر قریب سے گرے تو اس کے لیے "ھوی" کا لفظ آتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بالصخرۃ لراسه فیثلغ" "یثلغ" کا معنی ہے: وہ اس کو توڑ دیتا، یعنی پتھر اس کے سر پر مارتا تو اس کے سر کو توڑ دیتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیتدھدہ الحجر" "تدھدہ" کا معنی ہے: اوپر سے نیچے کی طرف لڑھکنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیتبع الحجر فلا یرجع الیه حتی یصح راسه" یعنی وہ اس پتھر کی طرف جاتا ابھی اس کی طرف لوٹ کر نہیں آتا تھا کہ اس کا سر جڑ کر صحیح ہو جاتا، مسند احمد میں ہے کہ اس کا سر ایسے ہی ہو جاتا جیسا کہ تھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: جب پتھر اس کے سر پر مارتا تو پتھر ایک جانب ہوتا اور دماغ دوسری جانب ہوتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مثل ما فعل به المرۃ الاولی" یعنی جس طرح پہلے اس کے سر پر پتھر مارا تھا اسی طرح دوسری مرتبہ اس کے سر پر پتھر مارتا۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے: جو آدمی رات کی نماز پڑھے بغیر سو جاتا ہو اس کو یہ سزا دی گئی کہ اس کے سر پر پتھر مارا گیا جس سے اس کا سر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، کیونکہ نیند کی جگہ سر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انطلق، انطلق" اسی طرح اس حدیث کے تمام مواضع میں تکرار کے ساتھ ہے، اور بعض مواضع میں صرف "انطلق" ہے یعنی فرشتہ نے صرف ایک مرتبہ کہا: چلیے!

اس حدیث میں مذکور ہے "فانطلقنا فاتینا علی رجل مستلق لقفاہ واذا آخر قائم علیه بکلوب من حدید" یعنی پس ہم چل پڑے حتیٰ کہ ہم ایک مرد کے پاس آئے جو اپنی گدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور دوسرا آدمی لوہے کا آنکڑا لیے ہوئے اس کے سر پر کھڑا ہوا تھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اس وقت میں ایک فرشتہ کے ساتھ تھا اور اس کے آگے ایک آدمی تھا اور فرشتہ کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا تھا، پس وہ آنکڑا اس کے دائیں جبڑے میں ڈالتا پس اس کو چیرتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیشرشر شدقه الی قفاہ" یعنی وہ اس آنکڑے سے اس کے جبڑے کو گدی تک کاٹ دیتا، الشدق کا معنی ہے: منہ کی جانب یعنی جبڑا۔ جریر کی روایت میں ہے: پس اس آنکڑے کو اس کے جبڑے میں داخل کرتا اور جبڑے کو چیر کر گدی تک لے جاتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ومنخرہ" یہ واحد کا صیغہ ہے اور یہی مناسب ہے اور ایک روایت میں ہے "منخریه" "منخر" کا معنی ہے: نتھنا یعنی ناک کا سوراخ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم یتحول الی الجانب الآخر" جریر بن حازم کی روایت میں ہے: پھر وہ اس آنکڑے کو نکال کر اس کے دوسرے جبڑے میں داخل کرتا اور یہ جانب جڑ جاتی اور اس کے ساتھ اسی طرح کیا جائے گا۔

علامہ ابن العربی نے کہا: جو مرد دنیا میں جھوٹ بولتا تھا اس کو یہ سزا دی جائے گی کہ آنکڑا اس کے جبڑے میں داخل کر کے اور اس کے جبڑے کو گدی تک چیر دیا جائے گا، گویا وہ اپنے منہ سے جھوٹ بولتا تھا اور اس کو پھیلاتا تھا، اس لیے اس کے منہ کو یہ سزا دی جائے گی۔ اور اسی طرح آخرت میں سزائیں دی جاتی ہیں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: ایک روایت میں ہے کہ وہ چت لیٹا ہوا تھا، دوسری روایت میں ہے کہ وہ کروٹ کے بل لیٹا ہوا تھا، تیسری روایت میں ہے کہ وہ آدمی بیٹھا ہوا تھا، اور چوتھی روایت میں ہے کہ وہ کھڑا ہوا تھا۔ اور ان میں سے ہر روایت اس مرد کے حال کے اختلاف پر محمول ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاتینا علی مثل التنور" یعنی پھر ہم تنور کی مثل ایک بناء پر آئے۔ جریر بن حازم نے یہ اضافہ کیا کہ اس تنور کا اوپر تنگ تھا اور اس کا نچلا حصہ کشادہ تھا اور اس کے نیچے آگ جل رہی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واحسب انه کان یقول فاذا فیه لغط واصوات" جریر کی روایت میں ہے کہ اس تنور میں ایک سوراخ بنا ہوا تھا جس میں مرد اور عورتیں تھیں اور ان کے شور کی آوازیں آ رہی تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واذا هم یاتیهم لهب من اسفل منهم فاذا اتاهم ذالك اللهب ضوضوا" علامہ ابن الاثیر متوفی ۶۰۲ھ نے کہا ہے "الضوضاة" کا معنی ہے: لوگوں کی آوازیں اور ان کا شور۔ اور جریر بن حازم کی روایت میں ہے: جب وہ آگ ان مردوں اور عورتوں کے قریب ہوتی تو وہ اوپر اٹھ جاتے حتیٰ کہ وہ تنور سے نکلنے کے قریب ہوتے اور جب آگ بجھ جاتی تو واپس تنور کی تہہ میں لوٹ جاتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سابح" اس کا معنی ہے: تیرنے والا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کلما رجع الیه" جریر بن حازم کی روایت میں ہے: جو مرد دریا میں تھا جب وہ دریا سے نکلنے کا ارادہ کرتا تو دوسرا مرد جس کے ہاتھ میں پتھر تھا وہ اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اس کو وہیں لوٹا دیتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یحشّها" جریر بن حازم کی روایت میں ہے "یحششها" یعنی وہ آگ جلاتا تھا۔ الجوہری نے کہا ہے "حششت النار احشّها حشّا" اس کا معنی ہے: میں نے آگ کو جلایا۔ اور التحذیر میں مذکور ہے "حششت النار بالحطب" یعنی میں نے لکڑیوں میں آگ جلائی یا لکڑیوں کو آگ میں ڈالا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاتینا علی روضة معتمة" اس کا معنی ہے: ہم ایک سرسبز باغ میں آئے۔

علامہ داؤدی المتوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: جب کوئی باغ سبزہ سے ڈھکا ہوا ہو تو کہا جاتا ہے "اعتمت الروضة"۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے: میں کہتا ہوں کہ "العتمة" کا معنی ہے: سخت اندھیرا۔ اور مطلب یہ ہے کہ وہ باغ اتنا زیادہ سبز تھا کہ باغ پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اور ابن درید نے کہا ہے: اس باغ میں بہت زیادہ درخت تھے۔ اور خلیل نے کہا ہے: اس باغ میں گھاس بہت زیادہ تھی، اور جریر بن حازم کی روایت میں ہے: وہ ایک سرسبز باغ تھا جس میں بڑے بڑے درخت تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من کل لون الربیع" یعنی اس باغ میں ہر قسم کے پھول اور کلیاں تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واذا حول الرجل من اکثر ولدان رایتهم قط" یعنی اس باغ میں ایک طویل القامت مرد تھا اور اس کے گرد بہت زیادہ بچے تھے۔ علامہ الطیبی نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ اس مرد کے گرد اتنے زیادہ بچے تھے کہ میں نے اتنے زیادہ بچے اس سے پہلے نہیں دیکھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانتهینا الی روضة عظیمة لم ار روضة قط اعظم منها ولا احسن قال قالا لی ارق فیها" یعنی

اس سرسبز باغ کے بعد ہم ایک بہت بڑے باغ کی طرف پہنچے، میں نے اس سے پہلے اتنا بڑا اور حسین باغ نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا کہ ان دونوں فرشتوں نے مجھ سے کہا: آپ چڑھیے! پس میں اس باغ میں چڑھا۔ امام احمد اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا اور مجھے اس درخت پر چڑھنے کے لیے کہا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانتهينا الى مدينة مبنية بلبن ذهب ولبن فضة" یعنی ہم ایک ایسے شہر تک پہنچے جس کی اینٹیں سونے کی تھیں اور چاندی کی تھیں۔ اور جریر بن حازم کی روایت میں ہے: ان دو فرشتوں نے مجھے ایک گھر میں داخل کر دیا کہ میں نے اس سے حسین گھر پہلے نہیں دیکھا تھا اور اس گھر میں بوڑھے مرد تھے اور جوان تھے اور عورتیں تھیں اور بچے تھے، پھر ان دونوں فرشتوں نے مجھے اس گھر سے نکالا اور ایک اور گھر میں داخل کر دیا جو اس سے بھی زیادہ حسین تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فتلقانا فيها رجال شطر من خلقهم" یعنی وہاں ہم ایسے مردوں سے ملے جن کا آدھا جسم حسین تھا اور باقی آدھا قبیح تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقعوا في ذالك النهر" یعنی پھر ان کو ایک دریا میں کودنے کا حکم دیا کہ وہ اس دریا میں کود یں، تو ان کا پورا جسم حسین ہو گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "كان ماؤه المحض" یعنی اس دریا کا پانی خالص میٹھا تھا یا خالص کھارا تھا۔ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ گویا اس صاف پانی کی وجہ سے ان کے جسم میں جو قباحت اور بدصورتی تھی وہ دھل کر صاف ہو گئی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس پانی سے مراد اللہ تعالیٰ کا عفو اور درگزر ہو یا ان کی توبہ ہو جیسا کہ حدیث میں ہے: اے اللہ! میری خطاؤں کو پانی سے اور برف سے اور اولوں سے دھو ڈال۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ذهب ذالك السوء عنهم" یعنی ان سے وہ بدصورتی دور ہو گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قال لي هذه جنة عدن" ان دو فرشتوں نے کہا کہ یہ شہر جنت عدن ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فسما" یعنی آپ نے اوپر کی طرف دیکھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مثل الربابة" اس کا معنی ہے: سفید بادل۔

علامہ خطابی نے کہا: ربابہ ان بادلوں کو کہتے ہیں کہ جن کے اوپر تلے بادل ہوں، اور جریر بن حازم کی روایت میں ہے "پس میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو وہ بادل تھے"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ذراني فادخله، قالا: اما الآن فلا، وانت داخله" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو فرشتوں سے فرمایا: مجھے چھوڑو میں اس گھر میں داخل ہوتا ہوں، ان دونوں نے کہا: ابھی نہیں، اور آپ اس گھر میں داخل ہوں گے۔ جریر بن حازم کی روایت میں ہے: پس میں نے یہ کہا: مجھے چھوڑو، میں اپنے گھر میں داخل ہوتا ہوں، تو ان دونوں نے کہا: ابھی آپ کی عمر باقی ہے جس کو آپ نے پورا نہیں کیا، اور اگر آپ اپنی عمر پوری کر لیتے تو اپنے گھر میں داخل ہو جاتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاني قد رايت منذ الليلة عجبا فما هذا الذي رايت" یعنی میں نے اس رات بہت عجیب و غریب چیزیں دیکھی ہیں، پس وہ کیا چیزیں ہیں جن کو میں نے دیکھا ہے؟ اور جریر کی روایت میں ہے: میں نے ان فرشتوں سے کہا: تم دونوں مجھے ساری رات گھماتے رہے ہو، پس مجھے خبر دو کہ میں نے کیا چیزیں دیکھی ہیں، تو ان دونوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیرفضہ" یعنی وہ مرد قرآن مجید کو چھوڑ دیتا تھا۔ ابن ہبیرہ نے کہا: قرآن مجید کو حفظ کرنے کے بعد اس کو چھوڑنا بہت بڑا گناہ ہے، اور تمام چیزوں میں اشرف قرآن مجید ہے تو چونکہ اس نے اشرف کو چھوڑا اس لیے اس کے اعضاء میں جو سب سے اشرف ہے یعنی سر اس کو سزا دی گئی، سو اس کے سر کو پتھر سے توڑا جا رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وینام عن الصلوٰۃ المکتوبۃ" یعنی وہ مرد فرض نماز کو پڑھے بغیر سو جاتا تھا۔ اور جریر بن حازم کی روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن کا علم دیا، پس وہ رات کو سو جاتا تھا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ اس کو اس لیے عذاب دیا جا رہا تھا کہ وہ رات کو قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرتا تھا، اور عوف کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو فرض نماز کے ترک کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو ان دونوں کاموں کے مجموعہ پر عذاب دیا جا رہا ہو یعنی قرآن مجید کی تلاوت کے ترک کرنے اور قرآن مجید کے تقاضوں کے عمل پر ترک کی وجہ سے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیکذب الکذبۃ تبلغ الآفاق" یعنی جس شخص کے جبڑے کو چیرا جا رہا تھا وہ جھوٹ بولتا تھا جو تمام دنیا میں پھیل جاتا تھا، پس اس کو قیامت تک یہی سزا دی جاتی رہے گی۔ اور وہ چونکہ اپنے منہ سے جھوٹ بولتا تھا اس لیے اس کے منہ کو سزا دی جا رہی تھی اور اس کے جبڑے کو گدی تک چیرا جا رہا تھا اور قیامت تک اس کے ساتھ یونہی ہوتا رہے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فھم الزناۃ" یعنی جو لوگ برہنہ آگ کے تنور میں جل رہے تھے وہ زنا کرنے والے تھے اور ان کو نیچے سے عذاب دیا جا رہا تھا کیونکہ وہ گناہ بھی اپنے نچلے اعضاء سے کرتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانہ آکل الربا" یعنی جو شخص خون کے دریا میں کنارے تک پہنچنے کے لیے تیر رہا تھا وہ سود کھانے والا تھا۔ ابن ہبیرہ نے کہا کہ سود کھانے والے کو یہ سزا دی گئی کہ وہ سرخ دریا میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر ڈالے جا رہے تھے، کیونکہ اصل میں سود سونے کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے اور سونا سرخ رنگ کا ہوتا ہے، اور رہا فرشتہ کا اس کے منہ میں پتھر مارنا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ سود کی کمائی اسے کسی چیز سے بچا نہیں سکتی۔ اسی طرح سود خور یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال زیادہ ہو رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کے مال کو کم کر رہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واما الرجل الطویل الذی فی الروضۃ فانہ ابراھیم" یعنی وہ لمبے قد والا مرد جو باغ میں ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور جریر بن حازم کی روایت میں ہے: جو بوڑھا آدمی درخت کی جڑ میں ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور باقی انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہاں دکھایا گیا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلمانوں کے باپ ہیں، قرآن مجید میں ہے:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ۔ (الحج:٧٨) (یہ) تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واما الولدان الذین حولہ فکل مولود مات علی الفطرۃ" یعنی جن بچوں کو آپ نے حضرت ابراہیم کے گرد دیکھا، یہ ہر وہ بچہ ہے جو فطرت پر مرا۔ اور النضر بن شمیل کی روایت میں ہے کہ ہر وہ بچہ ہے جو فطرت پر پیدا ہوا۔ اور یہ دوسری روایت کے زیادہ مشابہ ہے جس میں مذکور ہے "اور اولاد المشرکین" اور جریر کی روایت میں ہے "پس یہ لوگوں

کی اولاد ہیں"۔ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: پھر ہم گئے تو ہم ان بچوں کے قریب تھے جو دو دریاؤں کے درمیان کھیل رہے تھے، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو فرشتے نے بتایا کہ یہ مومنین کی اولاد ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واولاد المشرکین" یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گرد مسلمانوں کی اولاد بھی تھی اور مشرکین کی اولاد بھی تھی۔

اس پر یہ سوال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب مشرکین کی اولاد سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ اپنے آباء کا جزو ہیں، اور یہ اس حدیث کے معارض ہے، کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کی اولاد بھی جنت میں ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ وہ اپنے آباء کا جزو ہیں، یہ دنیا میں ان کا حکم ہے، اور اس حدیث میں ان کا آخرت میں حکم بیان فرمایا ہے۔

اور جریر بن حازم نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے: پہلا وہ گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے وہ عام مومنین کا گھر ہے، اور یہ گھر شہداء کا گھر ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔

برزخ میں نیکوکاروں اور بدکاروں کے احوال

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: پھر ہم چل کر گئے تو وہاں ایسے مرد اور عورتیں تھیں جو دیکھنے میں انتہائی قبیح اور انتہائی بدبودار تھے، ان سے پاخانے کی بدبو آتی تھی، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو فرشتہ نے کہا: یہ زنا کرنے والی عورتیں اور زنا کرنے والے مرد ہیں، پھر ہم چلتے گئے تو ہم نے ایسے مردوں کو دیکھا جن کے جسم بہت پھولے ہوئے تھے اور بہت زیادہ بدبودار تھے، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو فرشتہ نے کہا: یہ کفار کے مردے ہیں، پھر ہم چلتے ہوئے گئے تو وہاں کچھ مرد درخت کے سائے کے نیچے سوئے ہوئے تھے، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ وفات یافتہ مسلمان ہیں، پھر ہم چلتے ہوئے گئے تو ہم ایسے مردوں کے پاس پہنچے جو بہت حسین تھے اور بہت خوشبودار تھے، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔۔۔ الحدیث

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معراج کا وقوع کئی مرتبہ ہوا، بیداری میں بھی اور نیند میں بھی اور یہ مختلف اقسام پر مشتمل ہے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض نافرمانوں کو برزخ میں عذاب دیا جائے گا۔

(۳) اس حدیث میں فرض نماز کو ترک کر کے سونے سے ڈرایا گیا ہے۔

(۴) اور قرآن مجید کو حفظ کر کے اسے چھوڑنے پر بھی عذاب کی وعید ہے۔

(۵) اس حدیث میں زنا پر، سود کھانے پر اور عمداً جھوٹ بولنے پر بھی وعید ہے۔

(۶) جس شخص کے لیے جنت میں محل بنایا گیا ہو جب تک وہ دنیا میں ہو وہ اس محل میں نہیں جائے گا بلکہ وفات کے بعد جائے گا حتیٰ کہ نبی اور شہید بھی۔

(۷) اس حدیث میں شہداء کی فضیلت ہے اور جنت میں ان کا گھر تمام گھروں سے بلند ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا گھر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درجہ سے بھی بلند ہو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام وہاں پر بچوں کی کفالت کی وجہ سے ہوں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھر اس سے بھی بلند ہو اور وہ شہداء کی منازل سے بلند ہو جیسا کہ حدیثِ معراج میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں دیکھا، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی اولاد میں سے نیکوکاروں اور بدکاروں کی روحوں کو دیکھ رہے تھے اور نیک روحوں کو دیکھ کر خوش ہوتے اور بری روحوں کو دیکھ کر روتے، حالانکہ ان کا گھر اعلیٰ علیین میں ہے، اور جب قیامت ہوگی تو ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے گھر میں ہوگا۔

(۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں، اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے گا۔ اے اللہ! تو اپنی رحمت سے ہم سے بھی درگزر فرما، تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

(۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواب کے متعلق سوال کرنا چاہیے اور خواب کی تعبیر کی فضیلت اور صبح کی نماز کے بعد اس کا استحباب ہے، کیونکہ یہ وہ وقت ہے جب انسان کا ذہن حاضر ہوتا ہے۔

(۱۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام نماز کے بعد اپنے اصحاب کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے اور ان سے دین کی باتیں کرے، جب اس نماز کے بعد کوئی سنت نہ ہو۔ اور آپ نے یہ ارادہ کیا کہ ان کو نصیحت کریں اور ان کے درمیان فیصلہ کریں۔

(۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کو ترک کرنا کسی حکمت کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے بلکہ مشروع ہے جیسے خطبہ دیتے وقت خطیب نمازیوں کی طرف منہ کرتا ہے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرتا ہے۔

(میں کہتا ہوں: اسی حکم میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر کوئی زیارت کرنے والا مواجہہ شریف میں حاضر ہوتا ہے تو آپ کی قبرِ انور کی طرف اس کا منہ ہوتا ہے اور قبلہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہے، سو جب نمازیوں کی وجہ سے قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کرنے کی وجہ سے قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا کس طرح باعثِ ملامت ہوگا؟ لیکن ہمارے دور میں نجدی، زیارت کرنے والوں کو ملامت کرتے ہیں اور طعن کرتے ہیں کہ تم قبر کی طرف منہ کر رہے ہو اور قبلہ کی جانب پیٹھ کر رہے ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)

(۱۲) علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں جن گناہوں کی سزائیں بیان کی گئی ہیں وہ سب ظاہر ہیں سوائے زانیوں کی سزا کے، اس میں خفاء ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ ان کا برہنہ ہونا بھی ان کی رسوائی ہے اور زانی، زنا کرنے کے لیے تنہائی کو طلب کرتا ہے تو اس کے مناسب تنور تھا، جس طرح اس حدیث میں گناہوں کی سزائیں بیان کی گئی ہیں اسی طرح اہلِ ثواب کے درجات بھی بیان کیے گئے ہیں، انبیاء علیہم السلام کے درجات اور امت کے درجات بیان کیے گئے ہیں اور امت میں سب سے بلند درجہ شہداء اور صالحین کا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۰۔ ۲۱۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

تنبیہ: کتاب التعبیر میں ننانوے (۹۹) احادیثِ مرفوعہ ہیں، ان میں سے بیاسی (۸۲) احادیث موصولہ ہیں اور باقی تعلیقات اور متابعات ہیں، اور مکرر احادیث پچھتر (۷۵) ہیں، اور بقیہ چوبیس (۲۴) احادیث خالص ہیں۔

”کتاب التعبیر“ کی تکمیل

الحمدللہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین! آج ۱۹ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ/ 24 نومبر 2013ء بروز اتوار اللہ تعالیٰ کے بے حد انعام واکرام سے ”کتاب التعبیر“ میں مذکور احادیث کی شرح مکمل ہوگئی، اس شرح میں میں نے زیادہ تر علامہ

المہلب بن احمد بن اسید الاسدی التمیمی المالکی التوفی ۴۳۵ھ، اور علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ، اور حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اور علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ سے استفادہ کیا ہے اور کہیں کہیں بقدرِ ضرورت میں نے کسی حدیث کی شرح میں اپنی رائے کا بھی ذکر کیا ہے، اگر میری لکھی ہوئی وہ رائے حق اور صواب ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اگر اس کے برعکس ہے تو وہ میرے مطالعہ کی کمی اور فکر کی غلطی کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں۔

میں نے اپنی اس کتاب میں متعدد شروح کا مطالعہ کیا ہے۔ ان میں التوضیح لشرح الجامع الصحیح قابلِ ذکر ہے جو علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ کی لکھی ہوئی ہے، اور یہ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی دونوں کے استاذ ہیں، لیکن ان کی شرح کا بیشتر حصہ علامہ ابن بطال کی شرح سے نقل پر مشتمل ہوتا ہے، اسی طرح علامہ بدرالدین عینی کی شرح کا زیادہ تر حصہ علامہ ابن بطال اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح سے نقل پر مشتمل ہوتا ہے اور خالصتاً شرح علامہ ابن بطال اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی ہوتی ہے، تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی کی عادتِ کریمہ یہ ہے کہ وہ جب حدیث کا ذکر کرتے ہیں تو پوری حدیث نہیں لکھتے اس کا ایک جز لکھ دیتے ہیں اور بعض اوقات ایک طویل حدیث کا اس طرح اختصار کرتے ہیں کہ اصل مطلب فوت ہو جاتا ہے، ایسے میں، مَیں اصل حدیث کی کتابوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اور جو حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی نے پوری نہیں لکھی اس کو پورا ذکر کر دیتا ہوں اور اس کا حوالہ بھی لکھ دیتا ہوں، اسی طرح جس حدیث کا وہ اختصار کرتے ہیں اس کو بھی میں پورا لکھ دیتا ہوں، غالباً اس زمانہ کا طریقِ تصنیف یہ تھا کہ بس لکھتے چلے جاتے تھے نہ پیراگراف بناتے تھے، نہ ذیلی سرخیاں قائم کرتے تھے، سو میں علامہ المہلب، علامہ ابن بطال اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی طویل شرح میں پیرابندی بھی کرتا ہوں اور مضمون کی مناسبت سے سرخیاں بھی قائم کرتا ہوں، ان شارحین کے علاوہ میں نے اپنی اس شرح میں علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی التوفی ۶۵۶ھ، علامہ عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المالکی التوفی ۶۹۹ھ، علامہ محمد بن یوسف الکرمانی الشافعی التوفی ۷۸۶ھ، علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی التوفی ۸۹۳ھ، علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی التوفی ۹۱۱ھ، کی شروح سے بھی استفادہ کیا ہے، تاہم ان شروح سے بہت کم استفادہ کیا گیا ہے، زیادہ تر انہی شروح سے استفادہ کیا ہے جن کا میں نے ابتداءً ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام شارحین کے درجات بلند فرمائے اور ان کی کتب کے فیضان کو تا قیامت جاری وساری رکھے۔

کتاب التعبیر کی تکمیل کے بعد اب ان شاء اللہ ''کتاب الفتن'' کی شرح کا آغاز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی توفیق مرحمت فرمائے کہ میں اس کی شرح میں صحیح حقائق کو پیش کروں اور پڑھنے والوں کو میری اس کتاب اور میری تمام تصانیف کے مطالعہ سے مسلکِ حق پر قائم رکھے اور میری اور میرے تمام قارئین کی مغفرت فرمائے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۹۲۔ کِتَابُ الۡفِتَنِ

فتنوں کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کتاب میں فتنوں کا بیان کیا گیا ہے، فِتَن، فتنۃ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: آزمائش، رسوائی اور عذاب۔ کہا جاتا ہے کہ فتنۃ کا اصل معنی آزمائش ہے، پھر اس کو آزمائش کے نتیجہ میں اور ناپسندیدہ انجام میں استعمال کیا گیا، پھر اس کا اطلاق ہر ناپسندیدہ چیز پر کیا گیا خواہ ناپسندیدہ چیز کفر ہو یا گناہ ہو یا رسوائی ہو یا فسق و فجور ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

''کتاب الفتن'' کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنوں سے اور فتنوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے تھے اور فتنوں کے وقوع سے خوف زدہ رہتے تھے، کیونکہ فتنے دین کو لے جاتے ہیں اور اس کو ضائع کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتَّقُوۡا فِتۡنَةً لَّا تُصِيۡبَنَّ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡكُمۡ خَآصَّةً ۚ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۝ (الانفال: ۲۵) اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں اور یقین رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ○

آپ نے فرمایا: جب فتنہ عام ہوگا تو ہر شخص ہلاک ہو جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ظہور ہوگا اور برائی پھیل جائے گی۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی موجود ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبث زیادہ ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۶، ۳۵۹۸، ۷۰۵۹، ۷۱۳۵، صحیح مسلم: ۲۸۸۰، سنن ترمذی: ۲۱۸۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۳، مسند احمد: ۲۶۸۷۰)

علماء نے کہا ہے کہ خبث کی تفسیر ''اولاد الزنا'' ہے، پس جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ظہور ہوگا اور اس میں تغیر نہیں کیا جائے گا تو جو مومن ان نافرمانیوں کو دل سے برا جانتے ہوں ان پر واجب ہے کہ وہ اس شہر کو چھوڑ دیں اور اس شہر سے بھاگ جائیں، اگر انہوں نے اس طرح نہیں کیا تو انہوں نے اپنے آپ کو ہلاک ہونے کے لیے پیش کر دیا، سنو! مومنین کے لیے ہلاکت طہارت ہے اور فاسقین کے لیے سزا ہے، سلف صالحین نے اسی طرح کہا ہے۔

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے: جب زمین میں برائی کو کھلے عام کیا جائے تو تم اس زمین سے ہجرت کر کے کہیں اور چلے جاؤ اور اس زمین میں نہ ٹھہرو۔ اور امام مالک نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے فعل سے استدلال کیا جب وہ حضرت معاویہ

رضی اللہ عنہ کی زمین سے نکل گئے جس وقت انہوں نے سود کی برسرِ عام اجازت دی حالانکہ سود گناہِ کبیرہ ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونے کے برتنوں کو سونے کے وزن سے زیادہ فروخت کرنے کی اجازت دی تو ان سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ اس بیع سے منع فرماتے تھے مگر یہ کہ برابر ہو، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس قسم کی بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، پس حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے معاویہ سے کون معذور رکھے گا، میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی خبر دیتا ہوں اور یہ مجھے اپنی رائے سے خبر دیتے ہیں، میں اس زمین میں نہیں رہوں گا جہاں پر تم ہو۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۲۔ ۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں: سونے کے برتن خالص سونے سے نہیں بنائے جاتے بلکہ اس میں کچھ کھوٹ بھی شامل ہوتا ہے، تو ہو سکتا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے سونے کے برتنوں کی سونے کے عوض بیع کو جائز قرار دیا ہو، اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اس ظاہر حدیث پر عمل کیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

کتاب الفتن کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

فِتَن کا لفظ "فتنة" کی جمع ہے۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی متوفی ۵۰۲ھ "فتنة" کا معنی لکھتے ہیں:

فتنة کا اصل معنی یہ ہے کہ سونے کو آگ میں ڈال دیا جائے تاکہ کھرا سونا کھوٹے سونے سے ممتاز ہو جائے، اور انسان کو جو آگ میں ڈالا جائے گا اس کے لیے بھی فتنہ کا استعمال ہوتا ہے اور عذاب پر بھی فتنہ کا اطلاق ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ (الذاریات: ۱۴) اب اپنے اس عذاب کو چکھو، یہی وہ عذاب ہے جس کو تم جلد طلب کرتے تھے ○

اور فتنہ کا اطلاق امتحان اور آزمائش پر بھی کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد ہے:

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۣ (طٰہٰ: ۴۰) اور آپ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے آپ کو اس غم سے نجات دی، اور ہم نے آپ کی کئی طرح آزمائش کی۔

اور انسان کو جو مصیبت اور راحت میں مبتلاء کیا جاتا ہے اس پر بھی فتنہ کا اطلاق ہوتا ہے، اور مصیبت میں اس کا اطلاق زیادہ ظاہر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (الانبیاء: ۳۵) اور ہم تم کو بری اور اچھی حالت میں مبتلا کر کے آزماتے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: جو افعال اللہ تعالیٰ سے صادر ہوں اور جو افعال بندوں سے صادر ہوں ان پر بھی فتنہ کا اطلاق ہوتا ہے جیسے آفات اور مصائب، قتل، عذاب، معصیت اور دیگر مکروہ کام، پس اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوں تو وہ حکمت پر مبنی ہوتے ہیں اور اگر انسان سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر صادر ہوں تو وہ مذموم ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿۱۰﴾ (البروج: ۱۰) بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو (آگ کی) مصیبت میں ڈالا ہے، پھر انہوں نے توبہ نہیں کی تو ان کے

لیے دوزخ کا (عام) عذاب اور (خصوصاً) جلنے کا عذاب ہے O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكَ۔ (المائدہ:۴۹)

اور یہ کہ آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں، کہیں یہ آپ کو ان بعض احکام سے ہٹا نہ دیں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کیے ہیں O

اور علامہ راغب اصفہانی کے علاوہ دوسروں نے کہا ہے: فتنہ کا اصل معنی آزمائش ہے، پھر اس کا اطلاق ہر ناپسندیدہ چیز پر کیا گیا ہے خواہ وہ کفر ہو، گناہ ہو، آگ میں جلانا ہو، یا رسوائی ہو یا فسق و فجور ہو۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

ا۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً (الانفال:۲۵)

ان احادیث کا بیان جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق وارد ہیں: ''اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں''

وَمَا كَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یُحَذِّرُ مِنَ الْفِتَنِ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنوں سے جو ڈراتے تھے اس کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل اور امام بزار نے از مطرّف بن عبداللہ بن الشخیر روایت کی ہے کہ ہم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگِ جمل کے قصہ میں کہا: اے ابو عبداللہ! تمہیں اس جنگ میں کیا چیز لائی؟ تم نے اس خلیفہ کو ضائع کر دیا جس کو مدینہ میں قتل کیا گیا تھا یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو، پھر اب تم ان کے خون کے قصاص کو طلب کرنے کے لیے بصرہ میں آئے ہو، پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہ آیت پڑھی تھی:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۞ (الانفال:۲۵)

اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں اور یقین رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے O

لیکن ہمارا یہ گمان نہیں تھا کہ ہم ہی اس آیت کا مصداق ہوں گے حتیٰ کہ ہم سے جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔

اور امام طبری نے از الحسن البصری روایت کی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں اس آیت سے خوف دلایا گیا تھا اور اس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم نے یہ گمان نہیں کیا تھا کہ ہم اس آیت کے حکم کے ساتھ مخصوص ہیں۔

اور امام نسائی نے بھی اس سند کے ساتھ اس کی روایت کی ہے۔

اور امام ابوجعفر الطبری نے از السدّی روایت کی ہے کہ یہ آیت خصوصاً اہلِ بدر کے متعلق نازل ہوئی ہے، پھر جنگِ جمل کے دن ان پر وہ فتنہ آیا۔

اور امام الطبری نے از علی بن ابی طلحہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ جب ان کے سامنے کوئی برائی ظاہر ہو تو وہ وہاں پر نہ ٹھہریں ورنہ عذاب ان کو بھی شامل ہوگا۔

اور اس اثر کی شاہد یہ حدیث ہے:

حضرت عدی بن عمیرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ عزوجل مخصوص لوگوں کے عمل کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتا حتیٰ کہ وہ لوگ اپنے سامنے برائی کو دیکھیں اور وہ اس برائی کے انکار پر قادر ہوں، پس جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کو اور عام لوگوں کو سب کو عذاب دے گا، اس حدیث کی امام احمد نے سندِ حسن کے ساتھ روایت کی ہے، اور امام ابوداؤد نے بھی اس کی العرس بن عمیرہ سے روایت کی ہے اور اس کے مزید شواہد بھی ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۷۔ ۲۱۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۰۴۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ قَالَتْ أَسْمَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ أَنَا عَلَى حَوْضِي أَنْتَظِرُ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ فَيُؤْخَذُ بِنَاسٍ مِنْ دُونِي فَأَقُولُ أُمَّتِي فَيَقَالُ لَا تَدْرِي مَشَوْا عَلَى الْقَهْقَرَى قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلَى أَعْقَابِنَا أَوْ نُفْتَنَ۔

(صحیح البخاری: ۶۵۹۳، ۷۰۴۸، صحیح مسلم: ۲۲۹۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن السری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، آپ نے فرمایا: بے شک میں حوض کے اوپر انتظار کر رہا ہوں گا کہ کون میرے پاس آئے گا، پس میرے سامنے کچھ لوگوں کو پکڑا جائے گا، پس میں کہوں گا: یہ میری امت ہے! پس (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: آپ (از خود) نہیں جانتے یہ لوگ الٹے پیر پھر گئے تھے۔ ابن ابی ملیکہ اس حدیث کو روایت کرتے وقت دعا کرتے: "اے اللہ! ہم اس سے تیری پناہ چاہتے ہیں کہ ہم الٹے پیر پھر جائیں یا فتنہ میں مبتلا ہو جائیں"۔

صحیح البخاری: ۷۰۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ معنوی طور پر مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے، وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں بشر بن السری کا ذکر ہے، یہ بصری ہیں اور انہوں نے مکہ میں رہائش رکھی، یہ وعظ کرتے تھے اور امام بخاری نے صرف اسی جگہ ان سے روایت کی ہے۔ اور اس

حدیث کی سند میں نافع بن عمر کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ القرشی ہیں اور اہلِ مکہ میں سے ہیں، امام ابوداؤد نے کہا: یہ ایک سو انہتر (۱۶۹) ہجری میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی ملیکہ کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ ہے اور ان کے والد ملیکہ کا نام زُہیر ہے، اور عبداللہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں مکہ کے قاضی تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انا علی حوضی" یعنی میں قیامت کے دن اپنے حوض پر انتظار کر رہا ہوں گا کہ میرے پاس حوض سے پینے کے لیے کون آتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیقول" یعنی اللہ عزوجل فرمائے گا: آپ نہیں جانتے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مشوا علی القھقری" اس کا معنی ہے الٹے پیر چلنا۔ الازہری نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پچھلے دین سے مرتد ہو گئے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ لَيُرْفَعَنَّ إِلَيَّ رِجَالٌ مِنْكُمْ حَتَّى إِذَا أَهْوَيْتُ لِأُنَاوِلَهُمُ اخْتُلِجُوا دُونِي فَأَقُولُ أَيْ رَبِّ أَصْحَابِي يَقُولُ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ از ابووائل، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں، تم میں سے چند لوگوں کو ضرور میری طرف اٹھایا جائے گا حتیٰ کہ جب میں یہ ارادہ کروں گا کہ ان کو حوض سے پانی پلاؤں تو ان لوگوں کو میرے پاس سے کھینچ لیا جائے گا، پس میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، اللہ عزوجل فرمائے گا: آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئے کام نکالے۔

(صحیح البخاری: ۶۵۷۵، ۶۵۷۶، ۷۰۴۹، صحیح مسلم: ۲۲۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۷، مسند احمد: ۳۶۳۲)

صحیح البخاری: ۷۰۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعوانہ، یہ الوضاح الیشکری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مغیرہ، یہ الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابووائل، یہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔

یہ حدیث کتاب الحوض میں از عمرو بن علی گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فرطکم" یعنی میں تم پر مقدم ہوں گا۔ "فرط" اس کو کہتے ہیں جو حوض پر آنے والوں سے پہلے پہنچ جائے اور ان کو پانی پلانے کا انتظام کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اختلجوا" یعنی ان کو میرے پاس سے کھینچ لیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ما احدثوا" یعنی وہ نئے کام جن کو اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں کیا اور تمام بدعات اور ظلم اور جور اس حدیث کے معنی میں داخل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ فَمَنْ وَرَدَهُ شَرِبَ مِنْهُ وَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهُ أَبَدًا لَيَرِدُ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا، جو اس حوض پر آئے گا وہ اس سے پیئے گا اور جو اس سے پی لے گا اسے پھر بعد میں کبھی پیاس نہیں لگے گی، اور ضرور کچھ لوگوں کو میرے پاس سے لوٹایا جائے گا، میں ان کو پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان کچھ حائل کر دیا جائے گا۔

۷۰۵۱۔ قَالَ أَبُو حَازِمٍ فَسَمِعَنِي النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ وَأَنَا أُحَدِّثُهُمْ هٰذَا فَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْتَ سَهْلًا فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَأَنَا أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ لَسَمِعْتُهُ يَزِيدُ فِيهِ قَالَ إِنَّهُمْ مِنِّي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا بَدَّلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِي۔

(صحیح البخاری: ۶۵۸۵، صحیح مسلم: ۲۲۹۱، مسند احمد: ۲۲۳۱۵)

ابو حازم نے کہا: پس مجھ سے النعمان بن ابی عیاش نے سنا اور میں ان سے یہ حدیث بیان کر رہا تھا، انہوں نے پوچھا: کیا آپ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے اسی طرح یہ حدیث سنی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے کہا: اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے اور اس میں انہوں نے یہ اضافہ کیا کہ آپ نے فرمایا کہ بے شک یہ لوگ مجھ سے ہیں، پس کہا جائے گا: آپ (از خود) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد (دین میں) کیا تبدیلی کر دی، پس میں کہوں گا: دوری ہو، دوری ہو، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلی کی ہے۔

صحیح البخاری: ۷۰۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن بکیر، اور وہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر المخزومی المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یعقوب بن عبدالرحمٰن، وہ ابن محمد بن عبداللہ القاری ہیں جو عرب کے قبیلہ القارۃ سے تھے، یہ اصل میں مدینہ کے رہنے والے تھے، پھر الاسکندریہ میں انہوں نے رہائش اختیار کی۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحازم، ان کا نام سلمہ بن دینار ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے النعمان بن ابی عیاش، اور ابوعیاش کا نام زید بن الصامت الزرقی الانصاری المدنی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت سہل بن سعد الانصاری الساعدی رضی اللہ عنہ۔

جن لوگوں کو حوض سے واپس کردیا جائے گا، ان کے متعلق تحقیق

جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے، اگر یہ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سے بیزار ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے اور ان کو دور کرنے میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے، اور اگر وہ ان لوگوں میں سے تھے جو مرتد نہیں ہوئے تھے لیکن انہوں نے معصیتِ کبیرہ کا ارتکاب کیا تھا خواہ وہ بدن کے اعمال سے ہو خواہ وہ بدعت ہو اور دل کے اعمال سے ہو۔

تو اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کیا ہو اور ان کی بات نہ سنی ہو، اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے گناہوں کی سزا دے، پھر اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ یہ آپ کی امت کے اہلِ کبائر کی عام شفاعت کے تحت داخل ہوں، پھر ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے جب موحدین کو دوزخ سے نکالا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۳۔ ۲۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ہمارے دور کے معمولات اہلِ سنت پر اشکال کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین میں نئے کام ایجاد کر لیے ان کو حوض سے دور کر دیا جائے گا"۔ اس پر یہ اشکال ہے کہ ہمارے دور میں اہلِ سنت نے اذان سے پہلے اور اذان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا رواج بنالیا اور عہدِ رسالت میں یہ معمول نہیں تھا، اسی طرح نماز کے بعد جو دعا کی جاتی ہے اس میں آیت درود کے پڑھنے کو معمول بنالیا ہے حالانکہ عہدِ رسالت وصحابہ میں یہ معمول نہیں تھا، اور جمعہ کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو معمول بنالیا ہے، حالانکہ عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں یہ معمول نہیں تھا، کیا اس حدیث کی بناء پر یہ لوگ بھی قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض سے دور کر دیئے جائیں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اذان کے بعد آٹھویں صدی ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کا رواج ہوا۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء سات سو اکیاسی ۷۸۱ھ کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی، اس کے

بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا، اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو مرتبہ سلام پڑھا جانے لگا اور یہ بدعتِ حسنہ ہے۔

علامہ شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

مؤذنین نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا، وہ ان نمازوں میں صلوٰۃ وسلام کو اذان سے پہلے پڑھتے اور مغرب کی اذان میں صلوٰۃ وسلام بالکل نہیں پڑھتے کیونکہ اس کا وقت تنگ ہوتا ہے، اس کی ابتداء سلطان ناصر صلاح الدین ابوالمظفر یوسف بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی۔ اس سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا کہ اذان کے بعد اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی یہ صورت تھی السلام علی الامام الظاہر۔ پھر اس کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں جاری رہا تا آنکہ سلطان صلاح الدین نے اس کو ختم کیا، اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے، مکروہ ہے بدعت ہے یا جائز ہے، اس کے استحباب پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا گیا ہے "نیکی کے کام کرو"، اور یہ بات واضح ہے کہ صلوٰۃ وسلام عبادت کے قصد سے پڑھا جاتا ہے خصوصاً جب کہ اس کی ترغیب میں کثیر احادیث وارد ہیں، علاوہ ازیں اذان کے بعد دعا کرنے اور تہائی رات کے اخیر میں دعا کرنے کی فضیلت میں بھی احادیث ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعتِ حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو حسنِ نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔ (القول البدیع ص ۱۹۲۔ ۱۹۳، ردالمحتار ج ۱ ص ۳۶۲، استنبول ۱۳۲۷ھ)

تحقیق یہ ہے کہ صرف اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا چاہیے اور اذان کو "الله اکبر، الله اکبر" سے شروع کرنا چاہیے۔ اور اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم موذن سے سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے اس کی مثل کہو، پھر مجھ پر صلوٰۃ پڑھو، کیونکہ جس نے مجھ پر ایک صلوٰۃ پڑھی اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوات پڑھتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے الوسیلہ کا سوال کرو، کیونکہ الوسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں، پس جس نے میرے لیے الوسیلہ کا سوال کیا اس کے لیے میری شفاعت جائز ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: ۳۸۴، سنن ابوداؤد: ۵۲۳، سنن ترمذی: ۳۶۱۴، سنن نسائی: ۶۷۴، مسند احمد: ۶۵۷۹)

رہا نماز کے بعد دعا میں آیتِ درود کو پڑھنا، سو اگر کوئی شخص اس عمل کو واجب قرار دیتا ہے تو یہ بدعتِ سیئہ ہے ورنہ بدعتِ حسنہ ہے اور رہا نمازِ جمعہ کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا، سو یہ بھی اہل سنت کے نزدیک واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے، چنانچہ سب نمازی نہیں پڑھتے، اس لیے اہل سنت کے یہ معمولات بطورِ استحباب ہیں بطورِ وجوب نہیں ہیں اور ان پر یہ صادق نہیں آتا کہ انہوں نے ایک نئے کام کو لازم کر لیا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۲۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم سَتَرَوْنَ بَعْدِي أُمُورًا تُنْكِرُونَهَا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ عنقریب تم میرے بعد ایسے امور دیکھو گے جو تم کو برے معلوم ہوں گے

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ۔

اور عبداللہ بن زید نے کہا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم صبر کرو حتیٰ کہ تم مجھ سے حوض پر ملاقات کرو۔

تعلیقِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ عبداللہ بن زید بن عاصم الانصاری العاصمی ہیں، اور ان کی حدیث ایک طویل حدیث کی طرف ہے جس کی امام بخاری نے کتاب المغازی کے غزوۂ حنین میں روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۵۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً وَأُمُورًا تُنْكِرُونَهَا قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللهَ حَقَّكُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زید بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میرے بعد تم عنقریب دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ایسے کام دیکھو گے جو تم کو برے لگیں گے، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! پس اس صورت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو ان کے حقوق ادا کرو اور اپنے حق کا اللہ سے سوال کرو۔

(صحیح البخاری: ۳۶۰۳، ۷۰۵۲، صحیح مسلم: ۱۸۴۳، سنن ترمذی: ۲۱۹۰، مسند احمد: ۴۱۱۶)

صحیح البخاری: ۷۰۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان اس حدیث کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں۔ اور زید بن وہب کا ذکر ہے، یہ ابوسلیمان الہمدانی الجہنی الکوفی ہیں، ان کا تعلق قضاعہ سے تھا، یہ نبی ﷺ کی طرف نکلے تو نبی ﷺ کی وفات ہو گئی اور یہ ابھی راستہ میں تھے اور اس حدیث کی سند میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"وامورا تنکرونها" یعنی تم دین کے کاموں میں ایسے کام دیکھو گے جو تم کو برے لگیں گے۔
اس حدیث میں مذکور ہے"ادوا الیهم حقهم" یعنی امراء اور حکام کو ان کے حقوق ادا کرو، یعنی زکوٰۃ میں جس مال کو دینا واجب ہے وہ ان کو ادا کرو، اور امراء اور حکام جب تمہیں جہاد کے لیے بلائیں تو جاؤ۔

ظالم حکام کے خلاف جہراً دعا نہ کی جائے

اس حدیث میں مذکور ہے"وسلوا الله حقکم" علامہ داؤدی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہارے لیے تمہارا حق ان سے وصول کرے اور تم کو پہنچائے۔ اور زید نے کہا: اللہ تعالیٰ سے یہ دعا آہستگی سے مانگو، کیونکہ بلند آواز سے اگر یہ دعا کرو گے تو یہ امراء اور حکام کے خلاف سب وشتم شمار کیا جائے گا اور اس سے فتنہ پیدا ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر حکام خلافِ شرع کام کریں تو ان برے کاموں کو برا سمجھا جائے اور ان کے خلاف بغاوت نہ کی جائے

اس حدیث میں مذکور ہے"تم اللہ تعالیٰ سے اپنے حق کا سوال کرو"۔
یعنی تم یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان امراء اور حکام کے دلوں میں انصاف ڈال دے، یا اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ان سے بہتر امراء اور حکام مقرر فرما دے، اور یہ شرح مخاطبین کے عموم کی وجہ سے ظاہر ہے۔
علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی سے نقل کیا ہے کہ یہ ارشاد خصوصیت سے انصار کے ساتھ متعلق ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ ارشاد تمام مسلمانوں کے لیے عام نہ ہو، کیونکہ حدیث میں ہے:
امام طبرانی یزید بن سلمہ الجعفی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر ہم پر ایسے امراء مقرر کیے جائیں جو ہم سے وہ حقوق وصول کرلیں جو ان کے حقوق ہم پر ہیں اور ہم کو ہمارے حقوق ادا کرنے سے انکار کریں، کیا ہم ان سے قتال کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! ان پر ان اعمال کا بوجھ ہوگا جو انہوں نے کیے ہیں اور تم پر تمہارے ان اعمال کا بوجھ ہوگا جو تم نے کیے ہیں۔
امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایسے امیر ہوں گے جن کے بعض کام تمہیں اچھے لگیں گے اور بعض کام تمہیں برے لگیں گے، پس جس نے ان کو ناپسند کیا وہ بری ہوگیا، اور جس نے ان برے کاموں پر انکار کیا وہ سلامت رہا، لیکن جو ان برے کاموں پر راضی ہوا اور ان کی متابعت کی، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم ان سے قتال نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔
اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اسی معنی کی روایت کی ہے، ہم نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اس وقت ان کی بیعت کو نہ توڑ دیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں، اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے:"جب تم اپنے حکمرانوں سے

ناپسندیدہ کاموں کو دیکھو تو ان کے عمل کو ناپسند کرو اور ان کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچو''۔

اسماعیلی نے از ابی مسلم الخولانی از حضرت ابی عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ از حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے، پس کہا: بے شک آپ کے بعد آپ کی امت فتنہ میں مبتلاء ہوگی اور قرآن پڑھنے والے ان حکام کی اتباع کریں گے اور فتنہ میں مبتلاء ہوں گے، میں نے پوچھا: پس ان سے کوئی شخص کیسے سلامت رہے گا؟ تو حضرت جبریل نے کہا: ان سے رکا رہے اور صبر کرے، اگر وہ ان کے حقوق ادا کرے تو لے لے، اور اگر ان کے حقوق کی ادائیگی سے منع کریں تو چھوڑ دے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۹۔ ۲۲۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۰۵۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ الْجَعْدِ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از عبد الوارث از الجعد از ابو رجاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس نے اپنے امیر کے کسی کام کو ناپسند کیا تو اس کو چاہیے کہ صبر کرے کیونکہ جو شخص سلطان کی اطاعت سے ایک بالشت بھی نکلا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

(صحیح البخاری: ۷۰۵۴، ۷۱۴۳، صحیح مسلم: ۱۸۴۹، مسند احمد: ۲۸۲۱، سنن دارمی: ۲۵۱۹)

صحیح البخاری: ۷۰۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد الوارث، یہ ابن سعید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الجعد، یہ ابو عثمان الصیر فی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو رجاء، یہ عمران العطاردی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''من خرج من السلطان'' یعنی جس شخص نے سلطان کی اطاعت سے خروج کیا اس کو چاہیے کہ وہ اس مکروہ کام پر صبر کرے اور امام کی اطاعت سے خروج نہ کرے، کیونکہ اس طرح لوگوں کی جانیں محفوظ رہیں گی اور فتنہ ٹھنڈا ہوگا سوا اس کے کہ امام کفر کرے اور دعوت اسلام کے خلاف ظاہر کرے، تو اب خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان حاکم فسق اور ظلم کی وجہ سے حکومت سے معزول نہیں ہوتا اور اس سے اس کی سلطنت میں نزاع کرنا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''شبرا'' یعنی جس شخص نے ایک بالشت کے برابر بھی امام کی اطاعت سے خروج کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: یعنی جس نے سلطان کی ایک بالشت کے برابر معصیت کی وجہ سے اس سے جنگ کی، ابن ابی جمرہ نے کہا: اس

سے مراد یہ ہے کہ جس نے سلطان سے کی ہوئی بیعت کی گرہ کو کھولنے کی کوشش کی خواہ وہ تھوڑی سی کوشش بھی ہو اور بالشت کے برابر بھی ہو، کیونکہ اس کوشش سے ناحق خوں ریزی کا دروازہ کھلے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۲۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اور علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: یعنی ایک بالشت کے برابر بھی فتنہ ہو تو اس میں امام کے خلاف خروج نہ کرے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بالشت کی جو تفسیر ان دونوں حضرات نے کی ہے وہ بعید ہے اور صحیح وہ ہے جو ہم نے ذکر کی ہے یعنی جس نے ایک بالشت کے برابر بھی امام کی اطاعت سے خروج کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وہ جاہلیت کی موت مرے گا" یعنی جیسے زمانہ جاہلیت کے اندر لوگ اس امام کو نہیں پہچانتے تھے جس کی اطاعت کی جائے سو وہ ایسی موت مرے گا اور یہ مراد نہیں ہے کہ وہ کافر ہو کر مرے گا بلکہ وہ گناہ گار ہو کر مرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۵۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ حَدَّثَنِي أَبُو رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از الجعد ابی عثمان، انہوں نے کہا: مجھے ابورجاء العطاردی نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی آپ نے فرمایا: جس نے اپنے امیر سے کوئی ناگوار چیز دیکھی تو وہ اس پر صبر کرے کیونکہ اس نے جماعت سے ایک بالشت کے برابر بھی علیحدہ ہوا تو وہ زمانہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

(صحیح البخاری: ۷۰۵۳، ۷۰۵۴، ۷۱۴۳، صحیح مسلم: ۱۸۴۹، مسند احمد: ۲۸۲۱، سنن دارمی: ۲۵۱۹)

صحیح البخاری: ۷۰۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

جماعت سے علیحدہ ہونے کا محمل

کہا گیا ہے کہ جماعت سے علیحدہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ حاکم کے ہاتھ پر جو بیعت کی ہے اس کو توڑنے کی کوشش کی جائے خواہ تھوڑی سی کوشش بھی کیوں نہ ہو جس کو بالشت کے برابر سے کنایہ کیا ہے، کیونکہ ایسا اقدام ناحق خوں ریزی کی طرف پہنچاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۵۵۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث

أُمَيَّةَ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ قُلْنَا أَصْلَحَكَ اللهُ حَدِّثْ بِحَدِيثٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهِ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ دَعَانَا النَّبِيُّ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ۔

بیان کی از عمرو از بکیر از بسر بن سعید از جنادہ بن ابی امیہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور وہ بیمار تھے، پس ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے، آپ ہمیں ایسی حدیث بیان کیجئے جس سے اللہ تعالیٰ آپ کو نفع پہنچائے جس حدیث کو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بلایا، پس آپ نے ہم کو بیعت کیا۔

(صحیح البخاری:۱۸، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹، ۴۸۹۴، ۶۷۸۴، ۶۸۰۱، ۶۸۷۳، ۷۰۵۵، ۷۱۹۹، ۷۲۱۳، ۷۴۶۸، صحیح مسلم:۱۷۰۹، سنن ترمذی:۱۴۳۹، سنن نسائی:۴۱۶۱، سنن دارمی:۲۴۵۳)

۷۰۵۶۔ فَقَالَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةً عَلَيْنَا وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللهِ فِيهِ بُرْهَانٌ۔

(صحیح البخاری:۷۲۰۰، صحیح مسلم:۱۷۰۹)

پس حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا اور ہم نے آپ سے احکام سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی خواہ ہماری خوشی ہو یا ناخوشی ہو، خواہ ہماری مشکل ہو اور خواہ آسانی ہو، اور خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے کہ ہم حکومت کے معاملہ میں حکام سے جھگڑا نہیں کریں گے سوا اس کے کہ تم کفرِ صریح دیکھو، تمہارے پاس اللہ کی طرف سے اس کفر پر دلیل ہو۔

صحیح البخاری:۷۰۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، اور وہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن وہب، وہ عبداللہ بن وہب المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو، وہ ابن الحارث ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بکیر، وہ ابن عبداللہ بن الاشج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُسر، وہ ابن سعید مولی الحضرمی ہیں جو اہلِ مدینہ سے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جنادہ، یہ ابن ابی امیہ الدوسی ہیں اور ایک قول ہے کہ السدوسی ہیں اور یہی صحیح ہے، اور ابوامیہ کا نام کثیر ہے، جنادہ سڑسٹھ (۶۷) ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ”فقلنا اصلحك الله“ ہوسکتا ہے کہ ان کا ارادہ یہ ہو کہ وہ ان کو یہ دعا دیں کہ ان کے جسم کو اللہ تعالیٰ مرض سے عافیت میں رکھے، یا یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو لوگ عادتاً بولتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”فبایعنا“ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بیعت کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وان لا ننازع الامر اھلہ" اس حدیث میں امر سے مراد ملک اور امارت ہے، اور مسند احمد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اگر تم یہ دیکھو کہ حق تمہارا ہے تب بھی تم اس میں اپنی رائے سے عمل نہ کرو بلکہ حاکم کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اور حاکم کی اطاعت سے خروج نہ کرو۔

ظالم حکام کے خلاف خروج کرنے کے متعلق فقہاء کے نظریات

اس حدیث میں مذکور ہے "الا ان تروا کفرا" یعنی سوا اس کے کہ تم حکام سے کوئی ایسا برا کام دیکھو جس کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہو کہ یہ قواعدِ اسلام کے خلاف ہے۔

علامہ النووی نے کہا ہے کہ کفر سے مراد یہاں پر معاصی ہیں یعنی نافرمانیاں ہیں بایں طور کہ حاکم نیک کام نہ کرتا ہو اور فسق وفجور کرتا ہو۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ کفر اپنے ظاہر پر محمول ہے، یعنی حاکم اپنے قول اور فعل سے صریح کفر کرے اور اس کے خلاف نزاع نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس سے جنگ اور قتال نہ کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بواحا" یعنی جو بالکل ظاہر ہو اور دلائل سے ثابت ہو۔ اور امام طبرانی نے احمد بن صالح سے روایت کی ہے کہ اس کا معنی ہے کفرِ صریح۔

اس حدیث میں مذکور ہے "برھان" یعنی اس کام کے کفر ہونے پر تمہارے پاس دلیل ہو، قرآن مجید کی کوئی آیت ہو یا کوئی ایسی صاف اور صریح حدیث ہو جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اگر ظالم حکام کو حکومت سے علیحدہ کرنا بغیر فتنہ اور ظلم کے ممکن ہو تو پھر ان کو حکومت سے اتارنا واجب ہے، ورنہ ان کے اوپر صبر کرنا واجب ہے۔ اور بعض شارحین نے لکھا ہے کہ ابتداءً فاسق کو حاکم نہیں بنانا چاہیے، اگر حاکم بننے کے بعد وہ ظلم کرے جب کہ پہلے وہ نیک ہو تو اس کے خلاف خروج کرنے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کے خلاف خروج کرنا منع ہے سوا اس کے کہ وہ کوئی کفرِ صریح کرے تو اب اس کے خلاف خروج کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۶۔۲۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا وَلَمْ تَسْتَعْمِلْنِي قَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فلاں شخص کو عامل بنایا ہے اور مجھے عامل نہیں بنایا؟ آپ نے فرمایا: تم عنقریب میرے بعد دوسروں کی ترجیح دیکھو گے، پس تم صبر کرنا حتیٰ کہ مجھ سے ملاقات کرو۔

(صحیح البخاری: ۳۷۹۲، ۷۰۵۷، صحیح مسلم: ۱۸۴۵، سنن ترمذی: ۲۱۸۹، سنن نسائی: ۵۳۸۳، مسند احمد: ۱۸۶۱۳)

صحیح البخاری: ۷۰۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ معنوی مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عرعرہ، یہ القرشی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اُسید، یہ اسد کی تصغیر ہے اور حُضیر ابن سماک بن عتیق ابی عبید الانصاری الاشھلی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "استعملت فلانا" یعنی آپ نے فلاں شخص کو منصب عطا کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انکم سترون بعدی اثرۃ فاصبروا" اس سے غرض یہ ہے کہ فلاں شخص کو منصب دینا خصوصاً اس کی مصلحت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس میں تمہاری اور تمام مسلمانوں کی مصلحت ہے، ہاں میرے بعد تم مناصب کے دیے جانے میں ترجیحات دیکھو گے، اور یہ میرے زمانہ میں نہیں ہے بلکہ میرے زمانہ کے بعد مستحقین کو چھوڑ کر دوسروں کو مناصب دیے جائیں گے سو تم اس پر صبر کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۵۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ظالم حکام کے خلاف خروج کی ممانعت

اس باب کی احادیث میں اس پر دلیل ہے کہ ظالم حکام کے خلاف خروج کو ترک کرنا واجب ہے اور ان کے احکام کو سننا اور ان کی اطاعت کرنا ضروری ہے اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص غلبہ سے امام بن جائے اس کی اطاعت کرنا لازم ہے جب تک کہ وہ جمعہ کو قائم کرتا رہے اور جہاد کو قائم کرتا رہے، اور اس کی اطاعت کرنا اس کے خلاف خروج کرنے سے بہتر ہے، کیونکہ اس سے لوگوں کی جانیں محفوظ رہتی ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "عنقریب تم میرے بعد دیکھو گے کہ تم پر ترجیح دی جائے گی اور ایسے کام دیکھو گے جن کو تم برا جانو گے" پس آپ نے بیان کیا کہ عنقریب ایسے امراء ہوں گے جو مسلمانوں سے اپنے حقوق وصول کریں گے اور ان لوگوں کو ترجیح دیں گے جو ترجیح کے مستحق نہیں ہوں گے اور اس میں عدل نہیں کریں گے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کاموں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کی اطاعت کے لزوم کا حکم دیا ہے۔

علی بن معبد نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ امامت ضروری ہے خواہ نیک ہو یا بد ہو، ان سے پوچھا گیا: نیک امامت کا ہونا تو ضروری ہے، پس بد امامت کے ہونے کی کیا توجیہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: امامت کی وجہ سے حدود قائم کی جاتی ہیں اور راستے پر امن ہوتے ہیں اور مالِ غنیمت اور فے کی تقسیم کی جاتی ہے اور دشمنوں کے خلاف جہاد کیا جاتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے

کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے سلطان کی اطاعت سے ایک بالشت کے برابر بھی خروج کیا وہ زمانہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاکم کا حکم سننے اور اس کی اطاعت کرنے پر بیعت کی حتیٰ کہ اس پر بیعت کی کہ حاکم سے ہم اس کی حکومت کے خلاف قتال نہیں کریں گے سوا اس کے کہ تم کفر صریح دیکھو۔ پس یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ائمہ کے خلاف خروج کو ترک کیا جائے گا ورنہ مسلمانوں کے اتحاد کی لاٹھی ٹوٹ جائے گی اور اس سے خوں ریزی ہوگی، سوا اس کے کہ امام کفر کرے اور اسلام کی دعوت کے خلاف کا اظہار کرے تب مخلوق کے لیے اس کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۳۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم هَلَاكُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيْ أُغَيْلِمَةٍ سُفَهَاءَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میری امت کی ہلاکت جاہل لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں عنوان اسی طرح مذکور ہے اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ ''میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی''۔ اور امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میری امت کا فساد قریش کے جاہل لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگا۔

اس عنوان میں ''اغیلمة'' کا ذکر ہے، یہ غلمة کی تصغیر ہے جو غلام کی جمع ہے، اور اس جمع کا واحد ''غلیّم'' ہے، جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے بالغ ہونے تک اس کو غلام کہا جاتا ہے، اور اس کی جمع غلمان، غلیمة اور غلمة ہے۔ اور کبھی غلام کا اطلاق اس مرد پر بھی ہوتا ہے جو طاقت ور ہو۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: ''اغیلمة'' سے مراد یہاں پر بچے ہیں اس لیے ان کی تصغیر کی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۵۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَدِّي قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْمَدِينَةِ وَمَعَنَا مَرْوَانُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ يَقُولُ هَلَكَةُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ لَعْنَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ غِلْمَةً فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَوْ شِئْتُ أَنْ أَقُولَ بَنِي فُلَانٍ وَبَنِي فُلَانٍ لَفَعَلْتُ فَكُنْتُ أَخْرُجُ مَعَ جَدِّي إِلَى بَنِي مَرْوَانَ حِينَ مُلِّكُوا بِالشَّأْمِ فَإِذَا رَآهُمْ غِلْمَانًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے دادا نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ مروان بھی تھا، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے الصادق المصدوق کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی، پس مروان نے کہا: ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو، پس حضرت

أَحْدَاثًا قَالَ لَنَا عَسٰى هٰؤُلَاءِ أَنْ يَكُونُوا مِنْهُمْ قُلْنَا أَنْتَ أَعْلَمُ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں چاہوں کہ میں بتاؤں بنی فلاں اور بنی فلاں، تو میں ایسا کر سکتا ہوں۔ پس میں اپنے دادا کے ساتھ بنو مروان کی طرف جاتا جب وہ شام کے حاکم مقرر ہو گئے تھے، پس جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نوعمر لڑکے دیکھے تو ہم سے کہا: قریب ہے کہ یہ لوگ انہی میں سے ہوں گے، ہم نے کہا: آپ زیادہ جانتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۶۰۴، ۳۶۰۵، ۷۰۵۸، صحیح مسلم: ۲۹۱۷، مسند احمد: ۷۹۴۵، ۸۱۰۵)

صحیح البخاری: ۷۰۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ جو باب کا عنوان ہے وہ اس حدیث کے ایک جملہ کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اخبرنی جدی" یعنی عمرو بن سعید نے کہا کہ مجھے میرے دادا نے خبر دی، اور ان کے دادا سعید بن عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ ہیں اور عمرو بن سعید کو عبدالملک بن مروان نے قتل کر دیا تھا جب وہ ستر (۷۰) ہجری کے بعد دمشق کی طرف نکلا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کنت جالسا مع ابی هریرة" یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ومعنا مروان" یہ ابن الحکم بن العاص بن امیہ ہے جو خلیفہ ہو گیا تھا، اور یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم ہوا۔ اور سعید بن العاص عمر کے والد ہیں اور یہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حاکم ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الصادق المصدوق" یعنی وہ فی نفسہٖ صادق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو صادق قرار دیا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "هلكة امتی" امت سے مراد اس زمانہ کے لوگ ہیں اور جو اس زمانہ کے قریب کے لوگ ہیں اور قیامت تک کی تمام امت مراد نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لعنة الله عليهم غلمة" یعنی مروان نے کہا: ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور اس پر تعجب ہے کہ مروان نے ان لڑکوں پر لعنت کی حالانکہ وہ انہی لڑکوں کی اولاد سے تھا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان سے اس کے اوپر لعنت کرائی، اور مروان کے والد حکم اور اس کی اولاد پر لعنت کے متعلق کئی احادیث وارد ہیں جن کو امام طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حین ملکو بالشام" جب وہ لوگ شام کے حاکم ہو گئے، اس میں شام کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے، حالانکہ جب وہ خلیفہ ہو گئے تو تمام ممالک اسلامیہ کے حاکم ہو گئے تھے۔ اور شام کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کے مکان شام میں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "احداثا" یہ حدیث کی جمع ہے یعنی نوجوان لڑکے، اور ان میں پہلا یزید تھا اس پر وہ نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے اور وہ عموماً شہروں کا حاکم بزرگوں کو نہیں بناتا تھا اور اپنے رشتہ داروں میں سے کم عمروں کو بناتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۸۔۲۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۵۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ظالم حکام کے خلاف خروج نہ کرنے پر مزید دلائل

اس حدیث میں بھی اس پر دلیل ہے کہ ظالم حکام کے خلاف خروج کو ترک کرنا چاہیے، اور ان کی اطاعت کرنا واجب ہے اور ان کے احکام کو سننا بھی واجب ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ظالم حکام کے اسماء اور ان کے آباء کے اسماء پر مطلع فرمادیا اور ان کو یہ حکم نہیں دیا کہ ان کے خلاف خروج کریں اور نہ یہ حکم دیا کہ ان سے جنگ کریں، اگرچہ آپ نے یہ خبر دی تھی کہ آپ کی امت کی ہلاکت ان کے ہاتھوں سے ہوگی، کیونکہ ان کے خلاف خروج کرنا امت کی ہلاکت سے زیادہ شدید ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے دو امروں میں سے آسان امر کو اختیار کیا اور دو ہلاکتوں میں سے کم درجہ کی ہلاکت کو اختیار کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کے علم میں یہ بات جاری ہے کہ ظالم حکام عادل حکام سے زیادہ ہیں اور وہ اس امت پر غلبہ حاصل کریں گے، اور یہ حدیث خوارج کا رد کرنے میں بہت قوی دلیل ہے۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث سے کیا ارادہ ہے کہ "میری امت ان کے ہاتھوں ہلاک ہوگی" آیا ان کے ہاتھوں دین میں ہلاک ہوگی یا دنیا میں ان کے قتل کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے دونوں ہلاکتوں کا ارادہ فرمایا، اور علی بن معبد کی روایت میں اس کا بیان ہے وہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں بچوں کی حکومت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں" پس ان کے اصحاب نے پوچھا: بچوں کی حکومت کون سی ہے؟ تو انہوں نے کہا: اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے اور اگر تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تم کو ہلاک کر دیں گے، تو ان کی اطاعت کرنے سے دین میں ہلاکت ہوگی اور تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تم کو قتل کر کے ہلاک کر دیں گے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۷۔۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۵۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لڑکوں کی حکومت کا مصداق

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں جاتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے: ''اے اللہ! مجھے سن ساٹھ (٦٠) ہجری نہ پائے اور نہ بچوں کی حکومت پائے''۔

اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ لڑکوں کی حکومت کی ابتداء سن ساٹھ (٦٠) ہجری میں ہوئی، کیونکہ یزید بن معاویہ اس سال خلیفہ بنایا گیا اور وہ چونسٹھ (٦٤) ہجری تک زندہ رہا اور پھر مر گیا، پھر اس کا بیٹا معاویہ حکمران ہوا اور وہ چند مہینوں کے بعد مر گیا۔

تنبیہ: مروان نے ان مذکور لڑکوں پر لعنت کی حالانکہ ظاہر یہ ہے کہ مروان خود ان کی اولاد سے تھا، پس گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان پر یہ لعنت جاری فرمائی تا کہ یہ ان پر لعنت کرنے کے سلسلہ میں قوی دلیل ہو جائے اور وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور متعدد احادیث ثابت ہیں جن میں مروان کے والد حکم پر لعنت ہے اور اس کی اولاد پر لعنت ہے، ان احادیث کی امام طبرانی وغیرہ نے روایت کی ہے، بعض احادیث میں اعتراض ہے اور بعض احادیث عمدہ ہیں۔ (فتح الباری ج ٨ ص ٢٢٣، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

حکم بن ابی العاص اور مروان پر لعنت کے متعلق روایات

الفا کہی نے اپنی سند کے ساتھ عطاء خراسانی سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب آپ کے پاس آئے اور اس وقت آپ الحکم بن ابی العاص پر لعنت فرما رہے تھے، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس پر کیوں لعنت فرما رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ دیوار کے سوراخ سے مجھ پر جھانک رہا تھا اور میں اپنی فلاں زوجہ کے ساتھ تھا، پس اس نے میرے سامنے تیوری چڑھائی، پس صحابہ نے کہا: کیا ہم بھی اس پر لعنت نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: گویا کہ میں اس کے بیٹوں کی طرف دیکھ رہا تھا وہ میرے منبر پر چڑھ رہے تھے اور اتر رہے تھے، صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے ان کو پکڑا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں اور آپ نے حکم بن ابی العاص کو مدینہ بدر کر دیا۔

زہیر بن محمد اپنی سند کے ساتھ مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے تو حکم بن ابی العاص گزرا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی پشت سے جو پیدا ہوگا اس پر میری امت افسوس کرے گی۔

ابن ابی خیثمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کے قصہ میں جب وہ یزید بن معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے رک گئے تھے تو انہوں نے مروان سے کہا: اے مروان! تو گواہ ہو جا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے باپ پر لعنت کی تھی اور تو اس کی پشت میں تھا۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج ٢ ص ٩١۔ ٩٢، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤١٥ھ)

٤۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ عرب کے لیے اس شر پر افسوس ہے جو قریب آ چکا ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصیت سے عرب کا ذکر فرمایا، کیونکہ عرب سب سے پہلے اسلام میں داخل ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٤ ص

۲۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۵۹۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ أَنَّهُ سَمِعَ الزُّهْرِيَّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُنَّ أَنَّهَا قَالَتْ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ النَّوْمِ مُحْمَرًّا وَجْهُهُ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ وَعَقَدَ سُفْيَانُ تِسْعِينَ أَوْ مِائَةً قِيلَ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے الزہری سے سنا از عروہ از حضرت زینب بنت ام سلمہ از حضرت ام حبیبہ از حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے اور اس وقت آپ کا چہرہ سرخ تھا، آپ فرمارہے تھے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، عرب کے لیے اس شر کی وجہ سے افسوس ہے جو قریب آچکا ہے، یاجوج اور ماجوج کی دیوار سے آج اتنا کھول دیا گیا ہے۔ اور سفیان نے اپنی انگلی سے نوے یا سو کا عقد بنایا، آپ سے کہا گیا: کیا ہم ہلاک ہوجائیں گے اور ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبث زیادہ ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۶، ۳۵۹۸، ۷۰۵۹، ۷۱۳۵، صحیح مسلم: ۲۸۸۰، سنن ترمذی: ۲۱۸۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۳، مسند احمد: ۲۶۸۷۰)

صحیح البخاری: ۷۰۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ یہ عنوان اس حدیث کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عیینہ، یہ سفیان ہیں۔ اس حدیث کی سند میں تین صحابیات کا ذکر ہے: حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لے پالک تھیں، اور ان کی والدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں، اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں، ان کا نام رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما ہے، اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جو ام المومنین ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳ ہجری میں ان سے نکاح کیا تھا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ویل للعرب" "ویل کا لفظ "ویہ" کی مثل ہے، مگر "ویل" اس وقت کہا جاتا ہے جب مستحق لوگوں کی ہلاکت ہو اور "ویہ" کا لفظ اس وقت کہا جاتا ہے جب ان کی ہلاکت ہو جو مستحق نہیں ہیں۔ اور عرب سے مراد دینِ اسلام والے لوگ ہیں، اور ان کا خصوصیت سے ذکر اس لیے کیا کہ شر کا بڑا حصہ ان کی طرف لوٹے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من ردم یاجوج و ماجوج" ردم وہ سد یا رکاوٹ ہے جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یاجوج ترک ہیں اور بغداد میں ان کے ساتھ وہ ہوا جو ہوا۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ ترک نے رکاوٹ یا سد نہیں بنائی تھی اور ہمارے اور ان کے درمیان رکاوٹ یاجوج اور ماجوج نے بنائی تھی اور وہ دونوں اولادِ آدم سے ہیں اور یافث بن نوح علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ اور جو بغداد میں واقع ہوا تھا وہ چنگیز خان کے بیٹے ہلاکو کا قصہ ہے، کیونکہ اسی نے خلیفہ المعتصم باللہ العباسی کو قتل کیا تھا اور بغداد کو ۶۵۶ھ میں تباہ کر دیا تھا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "عقد سفیان تسعین و مائۃ" یعنی سفیان نے نوے اور سو کا عقد بنایا، اور وہ یہ ہے کہ انگشتِ سبابہ کو ہتھیلی کی جڑ پر رکھا جائے اور انگوٹھے کو اس پر موڑا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

یاجوج ماجوج اور ان کی رکاوٹ کے متعلق علامہ ابن ملقن کی شرح

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
"ردم" سے مراد وہ دیوار ہے جس کو ذوالقرنین نے دو پہاڑوں کے درمیان بنایا تھا تاکہ یاجوج اور ماجوج اس دیوار کے پار نہ جا سکیں، اور کہا جاتا ہے کہ یاجوج اور ماجوج ہر روز اس دیوار کو کھودتے تھے کہ وہ قریب ہو جائیں اور اس کے پار گزر جائیں، پھر جب شام ہوتی تو کہتے کہ اب ہم کل آ کر بقیہ کام کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو پہلے ہی کی طرح بنا دیتا، پھر اسی طرح ہوتا رہے گا یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ یاجوج اور ماجوج اس دیوار کے پار نکل جائیں تو وہ ان شاء اللہ کہیں گے، پھر وہ جتنا سوراخ کریں گے وہ سوراخ باقی رہے گا، پھر اگلے دن اس سوراخ کو مزید چوڑا کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (الانبیاء: ۹۶)	حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج (کی دیوار) کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے ○

جب یاجوج اور ماجوج کی دیوار کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے، اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے قریب وہ دیوار ٹوٹ جائے گی جس کو ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے حملوں کو روکنے کے لیے بنایا تھا، اس رکاوٹ کے ٹوٹتے ہی یاجوج ماجوج اس طرح اُمڈ آئیں گے جس طرح دریا کا بند ٹوٹ جائے تو سیلاب اُمڈ آتا ہے، یاجوج ماجوج کا یہ حملہ ان کی پیش قدمی اور یورش آخری زمانہ میں ہوگی اور اس کے بعد قیامت بہت جلد واقع ہوگی۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۲۹۴، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

یاجوج ماجوج اور ان کی رکاوٹ کے متعلق مصنف کا مختار

یاجوج اور ماجوج کے متعلق متقدمین اور متاخرین علماء کے درمیان کافی اختلاف ہے اور کوئی حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے، البتہ ہمارا مختار یہ ہے کہ چونکہ قرآن اور حدیث میں یاجوج اور ماجوج کا ذکر آیا ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ یاجوج اور ماجوج کا نکلنا برحق ہے اور وہ قربِ قیامت میں نکلیں گے، رہا یہ کہ اب وہ کہاں ہیں اور وہ کونسی مخلوق ہیں تو اس بحث میں ہم نہیں پڑتے، جیسا کہ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ دوزخ ہے اور ہم یہ نہیں جانتے کہ دوزخ کس جگہ ہے آیا سات زمینوں کے نیچے دوزخ ہے یا جو

سمندر ہے یہی دوزخ بنا دیا جائے گا، اس سلسلہ میں قرآن مجید اور حدیث میں نص صریح نہیں ہے، اس لیے ہم اس کے محل وقوع کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں، اسی طرح یاجوج اور ماجوج کے مصداق اور ان کے محل وقوع کو بھی ہم اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں اور صرف یہ بات یقین سے کہتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کا قرب قیامت میں ظہور برحق ہے اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔

٧٠٦٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَحَدَّثَنِي مَحْمُودٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى قَالُوا لَا قَالَ فَإِنِّي لَأَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَوَقْعِ الْقَطْرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری ح اور مجھے محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے مکانوں میں سے کسی مکان کے اوپر جھانکا، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ صحابہ نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں کے درمیان فتنے اس طرح گر رہے ہیں جس طرح بارش کے قطرے گرتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ١٨٧٨، ٢٤٦٧، ٣٥٩٧، ٧٠٦٠، صحیح مسلم: ٢٨٨٥، مسند احمد: ٢١٢٤١)

صحیح البخاری: ٧٠٦٠، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اشرف" اس کا معنی ہے: بلندی سے دیکھنا یا جھانکنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "أطم" اس کا معنی ہے: قلعہ اور محل۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان جنگیں جاری ہوں گی جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل اور یوم حرۃ، اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر معجزہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٤ ص ٢٧٠۔ ٢٧١، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٥۔ بَابُ: ظُهُورِ الْفِتَنِ

فتنوں کا ظاہر ہونا

٧٠٦١۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از

وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّمَ هُوَ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ وَقَالَ شُعَيْبٌ وَيُونُسُ وَاللَّيْثُ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: زمانہ قریب ہوتا جائے گا اور عمل کم ہوتے جائیں گے، اور دلوں میں بخل ڈال دیا جائے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور ہرج بہ کثرت ہوگا، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ قتل ہے، قتل ہے۔

اور شعیب، اور یونس، اور اللیث، اور زہری کے بھتیجے، نے از الزہری از حمید از ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۸۵، ۱۰۳۶، ۱۴۱۲، ۳۶۰۸، ۳۶۰۹، ۴۶۳۵، ۴۶۳۶، ۶۵۰۶، ۶۹۳۵، ۷۰۶۱، ۷۱۵۱، ۷۱۲۱، صحیح مسلم: ۱۵۷، سنن ابوداؤد: ۴۲۵۵، سنن ابن ماجہ: ۴۰۴۷، مسند احمد: ۷۱۴۶)

صحیح البخاری: ۷۰۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "اور فتنے ظاہر ہوں گے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عیّاش بن الولید، یہ الرقام البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالاعلیٰ، یہ ابن الاعلیٰ السامی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزہری، یہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن المسیب، یہ تابعی ہیں۔

زمانہ کے قریب ہونے کے متعدد محامل

اس حدیث میں مذکور ہے "یتقارب الزمان" علامہ حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے: زمانہ قریب ہو جائے گا حتیٰ کہ ایک سال ایک مہینہ کی مثل گزرے گا اور مہینہ ایک جمعہ کی مثل اور جمعہ ایک دن کی مثل اور دن ایک ساعت کی مثل گزرے گا، اور اس کی وجہ زندگی سے لذت کا حصول ہے، کیونکہ جب زندگی میں لذت کا حصول ہو تو وقت گزرنے کا پتا نہیں چلتا، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت المہدی کا ظہور ہوگا اور وہ تمام زمین میں عدل کو پھیلا دیں گے۔ اور اسی طرح خوشی کے ایام بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔

علامہ الکرمانی نے کہا کہ یہ شرح اس کے مناسب نہیں ہے کہ فتنوں کا ظہور ہوگا اور بہ کثرت قتل ہوں گے۔ اور کہا گیا ہے کہ زمانہ کے قریب ہونے سے مراد ہے کہ دن اور رات برابر ہوں گے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب دن اور رات برابر ہوں گے تو قیامت قائم ہوگی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گھنٹے، دن اور راتیں چھوٹے ہو جائیں گے۔

علامہ طحاوی نے کہا ہے کہ کبھی اس طرح ہوگا کہ اس زمانہ کے لوگوں کے احوال علم کو طلب کرنے میں خصوصاً اور جہل پر راضی ہونے میں پلٹ جائیں گے، اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ لوگ علم میں برابر نہیں ہوں گے کیونکہ علم کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿٧٦﴾ (یوسف:۷۶) اور ہر (متناہی) علم والے سے بڑھ کر ایک عظیم علم والا ہے O

اور یہ اس وقت برابر ہوں گے جب سب لوگ جاہل ہوں۔

علامہ عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں: ہوسکتا ہے زمانہ کے قریب ہونے سے مراد یہ ہو کہ حکومتیں جلدی جلدی ختم ہو جائیں گی اور زمانہ گزرتا جائے گا یہاں تک کہ تمام زمانہ گزر جائے گا۔

علامہ علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ دین کی قلت میں اس زمانہ کے لوگوں کے احوال مختلف ہوں گے حتیٰ کہ ان میں ایسا شخص نہیں ہوگا جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے، کیونکہ فسق و فجور کا اس زمانہ کے لوگوں پر غلبہ ہوگا، اور حدیث میں ہے: ''لوگ ہمیشہ خیریت سے رہیں گے جب تک ان میں اہل فضل اور اہل صلاح باقی رہیں گے اور مصائب کے وقت وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہیں گے اور ان کی آراء سے شفاء حاصل ہوگی اور ان کی دعاء سے تبرک حاصل ہوگا اور ان کے اقوال اور ان کے آثار پر عمل کیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور عمل کم ہو جائیں گے''، یعنی عمل حسی طور پر کم ہو جائیں گے جو دین کے کم ہونے کی وجہ سے کم ہوں گے، اور معنوی سبب یہ ہوگا کہ چونکہ ان کا کھانا اور پینا حلال نہیں ہوگا، اس لیے ان سے نیک عمل نہیں ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ویلقی الشح''، ''الشح'' کا معنی ہے: بخل اور حرص، یعنی لوگوں کے دلوں میں بخل بھی ڈال دیا جائے گا اور حرص بھی ڈال دی جائے گی۔ اور بخل کی وجہ سے وہ مالی واجبات ادا نہیں کریں گے۔

علامہ کرمانی نے کہا: بُخل کا دلوں میں ڈالا جانا تمام زمانوں میں ثابت ہے، پھر انہوں نے کہا کہ اس سے مراد ہے بُخل کا غلبہ اور اس کی کثرت بایں طور کہ تمام لوگ بخل کے آثار کو دیکھیں، یہ اس زمانہ میں ہوگا۔

دلوں میں بخل ڈالے جانے پر ایک سوال کا جواب

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ کتاب الانبیاء علیہم السلام کے نزول عیسیٰ علیہم السلام کے باب میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنا زیادہ مال بہائیں گے کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا۔ اور کتاب الزکوٰۃ میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم میں سے کوئی ایک شخص اپنی زکوٰۃ کو لے کر گھومے پھرے گا اور اسے کوئی شخص نہیں ملے گا جو اس کی زکوٰۃ کو قبول کرے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں قیامت کی علامتوں میں سے ہیں، لیکن ان میں سے ہر ایک اُس زمانہ میں ہوگی جس زمانہ میں دوسری نشانی نہیں پائی جائے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وتظھر الفتن'' اس سے مراد ہے فتنے بہت زیادہ ہوں گے اور پھیل جائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ایم ھو؟'' یعنی ھرج کیا چیز ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ قتل ہے، وہ قتل ہے، یہ آپ نے دو بار فرمایا۔ اور ''ایم ھو'' ای شیء کا اختصار ہے جیسے ای شیء کی جگہ أیش کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۱۔۲۷۲، دار الکتب

العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۶۲، ۷۰۶۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَأَيَّامًا يَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش از شقیق، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، پس ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کے سامنے ضرور کچھ ایام ہیں جن میں جہل کا نزول ہوگا اور ان ایام میں علم کو اٹھالیا جائے گا اور ان ایام میں ہرج بہ کثرت ہوگا اور ہرج قتل ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۰۶۴، ۷۰۶۵، صحیح مسلم: ۲۶۷۲، سنن ترمذی: ۲۲۰۰، سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۰، مسند احمد: ۳۶۸۷)

صحیح البخاری: ۷۰۶۲، ۷۰۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ معنوی طور پر مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، اور یہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شقیق بن سلمہ، اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ جن کا نام عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہما ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ینزل فیھا الجھل" جہل کے نزول کا معنی یہ ہے کہ علم اٹھ جائے گا اور علماء کی وفات سے علم اٹھ جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۶۴۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ قَالَ جَلَسَ عَبْدُ اللهِ وَأَبُو مُوسَى فَتَحَدَّثَا فَقَالَ أَبُو مُوسَى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ أَيَّامًا يُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما بیٹھ کر باتیں کررہے تھے، پس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ قیامت کے سامنے ایسے ایام ہوں گے جن میں علم اٹھالیا جائے گا اور ان ایام میں جہل کا نزول ہوگا اور ان ایام میں ہرج زیادہ ہوگا، اور ہرج، قتل ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۰۶۴، ۷۰۶۵، صحیح مسلم: ۲۶۷۲، سنن ترمذی: ۲۲۰۰، سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۰، مسند احمد: ۳۶۸۷)

صحیح البخاری: ۷۰۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث مذکور کی ایک اور سند ہے اور ان تینوں روایات میں ہرج کی تفسیر قتل کے ساتھ کی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۶۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ إِنِّي لَجَالِسٌ مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى رضی الله عنهما فَقَالَ أَبُو مُوسَى سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ مِثْلَهُ وَالْهَرْجُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ الْقَتْلُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک میں حضرت عبداللہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، پس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے۔۔۔۔اس حدیث کی مثل۔ اور ہرج حبشی زبان میں قتل کو کہتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۷۰۶۴، ۷۰۶۵، صحیح مسلم: ۲۶۷۲، سنن ترمذی: ۲۲۰۰، سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۰، مسند احمد: ۳۶۸۷)

صحیح البخاری: ۷۰۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے جس میں قتیبہ سے روایت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ وَأَحْسِبُهُ رَفَعَهُ قَالَ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ أَيَّامُ الْهَرْجِ يَزُولُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ فِيهَا الْجَهْلُ قَالَ أَبُو مُوسَى وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از واصل از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، میں گمان کرتا ہوں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے سامنے کچھ ایام ہوں گے جن میں ہرج ہوگا اور ان ایام میں علم زائل ہو جائے گا اور جہل ظاہر ہوگا، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: حبشی زبان میں ہرج کا معنی قتل ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۰۶۲، ۷۰۶۳، ۷۰۶۴، ۷۰۶۵، صحیح مسلم: ۲۶۷۲، سنن ترمذی: ۲۲۰۰، سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۰، مسند احمد: ۳۶۸۷)

صحیح البخاری: ۷۰۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۶۷۔ وَقَالَ أَبُوعَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ الْأَشْعَرِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ تَعْلَمُ الْأَيَّامَ الَّتِي ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَيَّامَ الْهَرْجِ نَحْوَهُ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ۔

(صحیح مسلم: ۲۹۴۹، مسند احمد: ۴۱۳۲)

اور ابوعوانہ نے کہا از عاصم از ابی وائل از الاشعری، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ان ایام کو جانتے ہیں جن کا نبی ﷺ نے ذکر کیا تھا کہ ان ایام میں قتل ہوگا۔۔۔ اس حدیث کی مثل۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: برے لوگوں میں سے وہ لوگ ہیں جن کو قیامت پائے گی اور وہ اس وقت زندہ ہوں گے۔

صحیح البخاری: ۷۰۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ خبر ہے کہ کفار اور منافقین مخلوق میں سب سے بدترین ہیں اور یہ اس وقت زندہ ہوں گے۔

قیامت کے وقت نیک لوگوں کے موجود ہونے کا بھی ثبوت

اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: ''اور وہ'' کا لفظ اگرچہ عام ہے لیکن اس سے مراد خصوص ہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت اکثر اور اغلب بدترین لوگوں میں قائم ہوگی، کیونکہ دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے چند لوگ حق پر قائم رہیں گے اور جو ان کو ضرر پہنچانا چاہے وہ اس پر قادر نہیں ہوگا حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی''۔ پس اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قیامت نیک اور افضل لوگوں پر بھی قائم ہوگی اور وہ اپنے دین پر اس طرح صابر ہوں گے جیسا کہ کوئی شخص انگاروں کو پکڑے ہوئے ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۔ بَابٌ: لَا يَأْتِي زَمَانٌ إِلَّا الَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ

ہر زمانہ کے بعد والے زمانہ کا پہلے زمانہ سے بدتر ہونا

۷۰۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن

عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ أَتَيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَلْقَى مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ اصْبِرُوا فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ إِلَّا الَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ حَتَّى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهُ مِنْ نَبِيِّكُمْ صلى الله عليه وسلم۔

(سنن ترمذی: ۲۲۰۶، مسند احمد: ۱۱۹۴۸)

یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزبیر بن عدی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، پس ہم نے ان سے حجاج کے مظالم کی شکایت کی جو ہمیں حجاج کی طرف سے پہنچے، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم صبر کرو، کیونکہ تم پر جو زمانہ بھی آئے گا اس کے بعد کا زمانہ اس سے زیادہ برا ہو گا حتیٰ کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔ یہ حدیث میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

صحیح البخاری: ۷۰۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ جو باب کا عنوان ہے وہ بعینہٖ حدیث میں مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن یوسف، یہ ابواحمد البخاری البیکندی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزبیر بن عدی، یہ الکوفی الہمدانی ہیں، یہ کم عمر تابعین میں سے ہیں، یہ تہران کی قضاء کے والی مقرر ہوئے اور امام بخاری نے ان سے صرف یہی حدیث روایت کی ہے۔

اس حدیث کی امام ترمذی نے کتاب الفتن میں از ابن بشار روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

حجاج بن یوسف کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے "مانلقی من الحجاج" اس کا پورا نام حجاج بن یوسف الثقفی ہے، یہ مشہور گورنر تھا۔

شعبی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے زمانہ کے خلفاء اور حکمران جب کسی مجرم کو پکڑتے تو اس کو لوگوں کے سامنے کھڑا کرتے اور اس کا عمامہ اتار دیتے، پھر جب زیاد کو اس کے جرائم کی وجہ سے کوڑے لگائے گئے، پھر مصعب بن زبیر نے اس میں اضافہ کیا اور اس کی ڈاڑھی مونڈ لی، پھر جب بشر بن مروان کا زمانہ آیا تو وہ مجرم کے ہاتھ میں کیلیں ٹھوک دیتا، پھر جب حجاج بن یوسف کا زمانہ آیا تو اس نے کہا: یہ سب کھیل ہے اور اس نے مجرم کو تلوار سے قتل کر دیا۔

اس اشکال کا جواب کہ عمر بن عبد العزیز کا زمانہ حجاج بن یوسف کے زمانہ کے بعد ہے حالانکہ عمر بن عبد العزیز کا زمانہ حجاج کے زمانہ سے بہتر تھا

اس حدیث میں مذکور ہے ''جو بعد کا زمانہ ہوگا اس میں زیادہ شر ہوگا''۔ اس پر یہ سوال کیا گیا ہے کہ مطلقاً یہ کہنا مشکل ہے کیونکہ بعض زمانوں کے بعد کے زمانوں میں شر پہلے زمانہ سے کم تھا اور یہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ہیں جو حجاج کے کچھ عرصہ کے بعد خلیفہ ہوئے اور ان کے زمانہ کی خیر بہت مشہور ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ ان کے زمانہ میں تو شر ختم ہو چکا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حسن بصری نے یہ کہا کہ اکثر اور اغلب حال یہی ہے کہ بعد کا زمانہ پہلے زمانہ کی بہ نسبت زیادہ شر پر مشتمل ہوتا ہے، پھر ان پر سوال کیا گیا کہ عمر بن عبد العزیز کا زمانہ حجاج کے بعد تھا تو انہوں نے کہا کہ حجاج کے زمانہ میں صحابہ کی بہت بڑی تعداد زندہ تھی اور عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں وہ صحابہ فوت ہو چکے تھے اور جس زمانہ میں صحابہ ہوں وہ زمانہ اس زمانہ سے بہتر ہے جس زمانہ میں صحابہ نہ ہوں، کیونکہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے ''خیر القرون قرنی'' یعنی تمام زمانوں میں بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر وہ لوگ ہیں جو اس کے بعد ہوں۔ اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد ہے ''میرے اصحاب میری امت کے لیے امان ہیں، پس جب میرے اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وعید آ جائیں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے''۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے متعلق کیا کہو گے کیونکہ ان کا زمانہ دجال کے زمانہ کے بعد ہے اور ان کا زمانہ دجال کے زمانہ سے بہتر ہے؟

علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں زمانہ سے مراد وہ زمانہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوگا۔ یا اس سے مراد اس زمانہ کی جنس ہے جس میں امراء ہوں گے، اور یہ بات بداہۃً معلوم ہے کہ نبی معصوم علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی شر نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۵۔۲۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةً فَزِعًا يَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ مَاذَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ يُرِيدُ أَزْوَاجَهُ لِكَيْ يُصَلِّينَ رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری ح اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از ہند بنت الحارث الفراسیہ، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان کیا کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے اور آپ فرما رہے تھے: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے کس قدر خزانے نازل فرمائے اور کس قدر فتنے نازل فرمائے، حجرہ والیوں کو کون بیدار کرے گا؟ آپ کی مراد ازواجِ مطہرات تھیں تا کہ وہ نماز پڑھیں، بہت سی وہ عورتیں ہیں جو دنیا میں لباس پہنی ہوں اور

آخرت میں برہنہ ہوں گی۔

(صحیح البخاری: ۱۱۵، ۱۱۲۶، ۳۵۹۹، ۵۸۴۴، ۶۲۱۸، ۷۰۶۹، سنن ترمذی: ۲۱۹۶، مسند احمد: ۲۶۰۰۵، موطا امام مالک: ۱۶۹۵)

صحیح البخاری: ۷۰۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فرمایا ہے کہ "کس قدر فتنے نازل کیے گئے" یعنی کس قدر شرور نازل کیے گئے۔ اور جس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تھے اس رات میں آپ نے پچھلی راتوں سے زیادہ شر کے نزول کو دیکھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی امام بخاری نے دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے، ان میں سے ایک سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں اور اس سند میں مذکور ہے شعیب، یہ ابن ابی حمزہ ہیں۔ اور اس سند میں مذکور ہے الزہری، اور یہ محمد بن مسلم الشہاب الزہری ہیں از ہند۔

اور دوسری سند میں مذکور ہے اسماعیل، یہ ابن ابی اویس ہیں جو اپنے بھائی عبدالحمید بن سلیمان بن بلال سے روایت کرتے ہیں از ابن شہاب از ہند بنت الحارث الفراسیہ، اور ہند محمد بن المقداد کی زوجہ کا نام ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ صحابیہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

آخرت میں برہنہ ہونے کے متعدد محامل

اس حدیث میں مذکور ہے "کاسیة فی الدنیا عاریة فی الآخرة" آخرت میں برہنہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے دنیا میں کوئی نیک عمل نہیں کیا ہوگا جس کا ثواب انہیں آخرت میں ملے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دنیا میں ایسے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی جو شفاف ہوں گے، اس سے آر پار ان کا جسم دکھائی دے گا اور ان کی شرمگاہ مستور نہیں ہوگی، تو اس کی سزا آخرت میں ان کو یہ ملے گی کہ وہ برہنہ ہوں گی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ دنیا میں وہ نعمتوں کا لباس پہنے ہوئے ہوں گی اور شکر سے خالی ہوں گی، تو آخرت میں وہ بے لباس ہوں گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۶۔۲۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے"

۷۰۷۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أَنَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے

رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۷۴، ۷۰۷۰، صحیح مسلم: ۹۸، سنن نسائی: ۴۱۰۰، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۶، مسند احمد: ۴۴۵۳)

صحیح البخاری: ۷۰۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ بابِ مذکور کا عنوان بعینہ اس حدیث کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

''مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے والا ہم میں سے نہیں ہے'' کے متعدد محامل

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلیس منا'' اس کا معنی ہے: وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے، یا اس کا معنی ہے کہ وہ ہمارے طریقہ کی اتباع کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ مسلمان کا مسلمان پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی مدد کرے اور اس کی خاطر لڑے نہ کہ اس کے خلاف ہتھیار اٹھائے تاکہ وہ اس سے لڑے یا اس کو قتل کرے۔

علامہ کرمانی نے کہا: یعنی وہ ہماری سنت کی پیروی کرنے والا نہیں ہے، اور ہمارے طریقہ پر اور ہمارے راستہ پر چلنے والا نہیں ہے، یا آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ ہمارے دین پر نہیں ہے۔

اس پر یہ سوال ہے کہ جب مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں اور ایک ان میں کا باغی ہو تو اس کو کیا کہو گے؟

پھر علامہ کرمانی نے یہ جواب دیا کہ جو گروہ باغی ہوگا وہ نبی ﷺ کے طریقہ کی اتباع کرنے والا نہیں ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از حضرت ابو بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۷۴، ۷۰۷۰، صحیح مسلم: ۹۸، سنن نسائی: ۴۱۰۰، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۶، مسند احمد: ۴۴۵۳)

صحیح البخاری: ۷۰۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث بھی اس سے پہلی حدیث کی مثل ہے۔
اس حدیث کی امام بخاری نے محمد بن العلاء سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ عَلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ۔

(صحیح مسلم: ۲۶۱۷، مسند احمد: ۲۷۴۳۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی از معمر از ہمام، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے (دینی) بھائی پر ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا ہوسکتا ہے کہ شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کو چھڑوا دے، پس وہ دوزخ کے گڑھے میں گر جائے۔

صحیح البخاری: ۷۰۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی امام بخاری نے محمد سے روایت کی ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ محمد ذہلی ہیں، اسی طرح ابو علی الجیانی نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ محمد بن یحییٰ الذہلی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ یہ محمد بن رافع ہوں کیونکہ امام مسلم نے اس حدیث کی از محمد بن رافع از عبد الرزاق روایت کی ہے۔

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ احتمال بعید ہے کیونکہ امام مسلم کا اس حدیث کو از محمد بن رافع از عبد الرزاق روایت کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ امام بخاری نے بھی اس حدیث کی اسی طرح روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فانه لا يدري لعل الشيطان ينزغ في يده" اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار گرا دے اور کسی مسلمان کے اوپر ضرب ثابت ہوجائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فيقع في حفرة من النار" یعنی اس سے ایسا کام ہوجائے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو اور وہ اس وجہ سے دوزخ کے عذاب میں داخل ہوجائے۔

حدیث مذکور سے مستنبط مسئلہ

اس حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ ایسا کام کیا جائے جس سے کوئی ممنوع کام واقع ہوجائے خواہ وہ ممنوع کام محقق نہ ہو،

عام ازیں کہ سنجیدگی سے وہ کام کیا جائے یا مذاق سے۔ اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اپنے (دینی) بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کیا فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۳۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرٍو يَا أَبَا مُحَمَّدٍ سَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ مَرَّ رَجُلٌ بِسِهَامٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَمْسِكْ بِنِصَالِهَا قَالَ نَعَمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عمرو سے کہا: اے ابومحمد! کیا آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک آدمی تیر لے کر مسجد میں گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اس تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھو، انہوں نے کہا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۴۵۱، ۷۰۷۳، ۷۰۷۴، صحیح مسلم: ۲۶۱۴، سنن نسائی: ۷۱۸، سنن ابوداؤد: ۲۵۸۶، سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۷، مسند احمد: ۱۳۸۹۸، سنن دارمی: ۶۳۳)

صحیح البخاری: ۷۰۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "اس کی نوک پکڑ لو" کیونکہ اگر اس کی نوک کو نہیں پکڑو گے تو ہوسکتا ہے کہ یہ نوک کسی کو چبھ جائے اور وہ زخمی ہوجائے اور یہ اس حدیث کے معنی میں ہے کہ جس نے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھایا۔۔۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو، وہ ابن دینار ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ بِأَسْهُمٍ قَدْ أَبْدَى نُصُولَهَا فَأُمِرَ أَنْ يَأْخُذَ بِنُصُولِهَا لَا يَخْدِشُ مُسْلِمًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد مسجد میں تیروں کے ساتھ گزرا جن کی نوکیں اس نے ظاہر کی ہوئی تھیں، تو اس کو حکم دیا گیا کہ ان کی نوکوں کو پکڑ لے، وہ

نوکیں کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دیں۔

(صحیح البخاری: ۴۵۱، ۷۰۷۳، ۷۰۷۴، صحیح مسلم: ۲۶۱۴، سنن نسائی: ۷۱۸، سنن ابوداؤد: ۲۵۸۶، سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۷، مسند احمد: ۱۳۸۹۸، سنن دارمی: ۶۳۳)

صحیح البخاری: ۷۰۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک اور سند ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا أَوْ فِي سُوقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلَى نِصَالِهَا أَوْ قَالَ فَلْيَقْبِضْ بِكَفِّهِ أَنْ يُصِيبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْهَا شَيْءٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص ہماری مسجد میں سے گزرے یا ہمارے بازار میں گزرے اور اس کے ساتھ تیر ہو تو وہ اس کی نوک کو پکڑ کر رکھے، یا فرمایا: اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر رکھے کہیں وہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کو چبھ نہ جائے۔

(صحیح البخاری: ۴۵۲، صحیح مسلم: ۲۶۱۵، سنن ابوداؤد: ۲۵۸۷، سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۸)

صحیح البخاری: ۷۰۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "پس وہ ان تیروں کی نوک کو پکڑ کر رکھے تاکہ کوئی مسلمان اس کی نوک سے زخمی نہ ہو جائے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسامہ، ان کا نام حماد بن اسامہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُرید، یہ بُرید بن عبداللہ ہیں جو اپنے دادا ابوبُردہ عامر یا حارث سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٨۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

نبی ﷺ کا یہ ارشاد: تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں دوسرے باب کی حدیث کو بعینہٖ ذکر کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۶۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۸، ۶۰۴۴، ۷۰۷۶، صحیح مسلم: ۶۴، سنن ترمذی: ۲۶۳۵، سنن نسائی: ۴۱۰۵، سنن ابن ماجہ: ۶۹، مسند احمد: ۳۶۴۹)

صحیح البخاری: ۷۰۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ معنوی مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "سباب المسلم" اس حدیث پر یہ سوال ہے کہ مسلمان کو گالی دینا اور اس سے لڑنا گناہِ کبیرہ ہے، تو اس سے لڑنے کو کفر قرار دینے کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص اس گناہِ کبیرہ کو حلال سمجھ کر کرے تو وہ کافر ہو جائے گا، یا نبی ﷺ نے یہ ارشاد بطور تغلیظ فرمایا تاکہ لوگ مسلمان کو گالی دینے اور اس سے لڑنے سے احتراز کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۷۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے

سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے واقد بن محمد نے خبر دی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

(صحیح البخاری: ۱۲۱، ۴۴۰۵، ۶۸۶۹، ۷۰۸۰، صحیح مسلم: ۶۵، سنن نسائی: ۴۱۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۲، مسند احمد: ۱۸۶۸۶)

صحیح البخاری: ۷۰۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ بابِ مذکور کے عنوان میں بعینہٖ یہ حدیث ذکر کی گئی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

مسلمانوں کے ایک دوسرے کو قتل کرنے پر کفر کے اطلاق کی توجیہات

اس حدیث پر بھی یہ اعتراض ہے کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنا کفر نہیں ہے، پھر اس پر کفر کا اطلاق کس طرح کیا گیا ہے؟

اس اعتراض کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) لغت میں کُفر کا معنی ستر ہے یعنی چھپانا، اسی وجہ سے کسان کو کافر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بیج کو زمین میں چھپا دیتا ہے، اس اعتبار سے اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میرے بعد تم حق کو چھپانے والے نہ بن جانا اور حق کو چھپا کر ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

(۲) تم ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا کر ان کو قتل کرنا شروع نہ کر دینا، یعنی کسی کی تکفیر صرف اس وقت کی جائے جب وہ کسی ایسے امر کا انکار کرے جو اس دلیل سے ثابت ہو جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو اور محض ظنیات کی وجہ سے کسی کی تکفیر نہ کی جائے۔

(۳) مسلمانوں کا ایک دوسرے سے لڑنا اور ایک دوسرے کی گردنیں مارنا کُفرانِ نعمت ہے، کیونکہ مسلمانوں کی جمعیت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اور ایک دوسرے کو قتل کر کے مسلمانوں کی جمعیت اور اکثریت کو کم کیا جاتا ہے۔ اور کُفر کا معنی جس طرح کُفر باللہ ہے، اسی طرح کُفر کا معنی کفرانِ نعمت بھی ہے۔

(۴) مسلمانوں کا ایک دوسرے کی گردنیں مارنا ایسا فعل ہے جو کُفر حقیقی کی طرف لے جاتا ہے۔

(۵) علامہ داؤدی نے کہا ہے: مسلمانوں کے ساتھ ایسا فعل نہ کرو جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور ان کے ساتھ کوئی ایسا فعل نہ کرو جو حلال نہ ہو اور تم اس کو حرام سمجھتے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ وَعَنْ رَجُلٍ آخَرَ هُوَ أَفْضَلُ فِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قرۃ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں

نَفْسِي مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ أَلَا تَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ فَقَالَ أَلَيْسَ بِيَوْمِ النَّحْرِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا أَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ وَأَبْشَارَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ فَلْيُبَلِّغْ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّهُ رُبَّ مُبَلِّغٍ يُبَلِّغُهُ لِمَنْ هُوَ أَوْعَى لَهُ فَكَانَ كَذَلِكَ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ حُرِّقَ ابْنُ الْحَضْرَمِيِّ حِينَ حَرَّقَهُ جَارِيَةُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ أَشْرِفُوا عَلَى أَبِي بَكْرَةَ فَقَالُوا هَذَا أَبُو بَكْرَةَ يَرَاكَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَحَدَّثَتْنِي أُمِّي عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ قَالَ لَوْ دَخَلُوا عَلَيَّ مَا بَهَشْتُ بِقَصَبَةٍ۔

نے کہا: ہمیں ابن سیرین نے حدیث بیان کی از عبدالرحمن بن ابی بکرہ از حضرت ابی بکرہ، وہ ایک اور مرد سے روایت کرتے ہیں اور وہ میرے دل میں عبدالرحمن بن ابی بکرہ سے افضل ہیں اور وہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا، پس فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ آج کونسا دن ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، انہوں نے بتایا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر (قربانی) کا دن نہیں ہے؟ ہم نے کہا کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے، کیا یہ حرمت والا شہر (مکہ) نہیں ہے؟ ہم نے کہا کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں اور تمہاری جسمانی کھالیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن اور اس مہینے میں اور اس شہر میں ایک دوسرے پر حرام ہیں، سنو! کیا میں نے تبلیغ کردی ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے کہا: اے اللہ تو گواہ ہوجا، پس حاضر غائب کو (یہ حدیث) پہنچادے، کیونکہ بعض اوقات جس کو حدیث پہنچائی جائے وہ حدیث کو والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے، پس اسی طرح ہوا، اور آپ نے فرمایا: تم میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو، پھر جب وہ دن آیا جس دن ابن حضرمی کو جاریہ بن قدامہ نے جلا ڈالا، تو ابن حضرمی نے کہا: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو جھانک کر دیکھو، لوگوں نے بتایا کہ یہ ابوبکرہ ہیں اور آپ کو دیکھ رہے ہیں، عبدالرحمن نے کہا: پس مجھے میری ماں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بتایا، انہوں نے کہا: اگر یہ لوگ میرے گھر میں داخل ہوجائیں (اور مجھ پر حملہ کریں) تو میں ان کو بانس کی ایک چھڑی بھی نہیں ماروں گا (چہ جائیکہ ان کو ہتھیاروں سے ماروں)۔

(صحیح البخاری: ۶۷، ۱۰۵، ۱۷۴۱، ۳۱۹۷، ۴۴۰۶، ۴۶۶۲، ۵۵۵۰، ۷۰۷۸، ۷۴۴۷، صحیح مسلم: ۱۶۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۳۳، مسند احمد:

۱۹۸۷۳، سنن دارمی: ۱۹۱۶)

صحیح البخاری: ۷۰۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ یہ حدیث بھی بابِ مذکور کے عنوان کا ایک جزو ہے۔

یہ حدیث کتاب الحج میں "باب الخطبة ایام منی" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "عن ابی بکرۃ" ان کا نام نفیع بن الحارث الثقفی ہے، یہ بصرہ میں آ کر ٹھہرے تھے اور وہاں سے کوفہ منتقل ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عن رجل آخر" یعنی حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ایک دوسرے مرد سے روایت کرتے ہیں اور اس دوسرے مرد کا نام حُمید بن عبدالرحمٰن بن عوف ہے، اس کی کتاب الحج میں تصریح ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خطب الناس" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایامِ حج میں قربانی کے دن خطبہ دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اعراضکم" یہ "عرض" کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: عزت اور خاندانی شرافت۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابشارکم" یہ بشر کی جمع ہے جس کا معنی ہے جسم کی ظاہری کھال۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الیس بیوم النحر" علامہ کرمانی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے سوال کیا کہ یہ کون سا مہینہ ہے، پھر خود بتایا، یہ سوال اس لیے تھا کہ ان کے ذہنوں میں جو اس مہینہ کی حرمت اور تعظیم تھی اس کی تاکید کی جائے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ اسی طرح اس شہر کی بھی حرمت اور تعظیم ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ خطبہ منیٰ میں دیا تھا اور آپ کا مقصد اس سے اس وہم کو دور کرنا تھا کہ منیٰ حرم سے خارج ہے، یا اس وہم کو دور کرنا تھا کہ اب یہ شہر حرام نہیں رہا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتحِ مکہ کے دن اس میں قتال کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فکان کذالک" یعنی اسی طرح ہوا، یہ محمد بن سیرین کا کلام ہے جو اس حدیث میں بطورِ جملہ معترضہ ذکر کیا گیا ہے، یعنی بہ کثرت ایسا ہوا کہ جن کو حدیث سنائی گئی ان کو وہ حدیث ان سے زیادہ یاد تھی جنہوں نے خود وہ حدیث سنی تھی۔

جاریہ بن قدامہ کا ابن الحضرمی کو آگ میں جلانے کا قصہ

اس حدیث میں مذکور ہے "جس دن ابن الحضرمی کو جلا دیا گیا"۔ ابن الحضرمی سے مراد عبداللہ بن عمرو بن الحضرمی ہیں، ان کے باپ حضرت عمرو بن الحضرمی رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہوں نے جنگِ بدر کے دن سب سے پہلے مشرکین میں سے کسی شخص کو قتل کیا تھا اور عبداللہ اس واقعہ کو دیکھنے والے تھے، بعض شارحین نے عبداللہ بن عمرو بن الحضرمی کو صحابہ میں شمار کیا اور حضرمی کا نام عبداللہ بن عمار ہے، یہ

زمانہ جاہلیت میں بنوامیہ کے حلیف تھے اور العلاء بن حضرمی مشہور صحابی ہیں جو عبداللہ بن عمرو بن الحضرمی کے چچا ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حین حرقه جارية بن قدامه'' ان کا پورا نام ابن قدامہ بن مالک بن زہیر بن الحصین التمیمی السعدی ہے۔

العسکری نے ''الصحابہ'' میں بیان کیا ہے کہ اس کا قصہ یہ تھا کہ جاریہ کو محرق یعنی جلانے والے کا لقب دیا گیا تھا، کیونکہ انہوں نے حضرمی کے بیٹے کو بصرہ میں جلا دیا تھا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن الحضرمی کو بصرہ بھیجا تھا تا کہ وہ بصرہ کے لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے پر آمادہ کریں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جاریہ بن قدامہ کو بھیجا، انہوں نے ابن الحضرمی کو ایک مکان میں گھیر کر بند کر دیا اور جاریہ نے اس مکان میں آگ لگا دی۔

امام ابوجعفر طبری نے ۳۸ھ کے حوادث میں اس قصہ کا ذکر کیا ہے، اس میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جاریہ بن قدامہ کو بھیجا، اس نے ابن الحضرمی کو ایک گھر میں محصور کر دیا جس گھر میں ابن حضرمی ٹھہرے ہوئے تھے، پھر اس گھر میں ابن حضرمی کو اور ان کے ساتھیوں کو جلا ڈالا اور یہ ستر (۷۰) یا چالیس (۴۰) مرد تھے۔

علامہ کرمانی نے علامہ المہلب سے نقل کیا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ابن الحضرمی ایسے مرد تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے انکار کیا تھا، پس ان کی طرف جاریہ بن قدامہ نے ایک لشکر بھیجا اور عراق کی ایک جانب میں ان پر فتح حاصل کی، اور حضرت ابوبکرہ الثقفی الصحابی وہاں رہتے تھے، پس جاریہ نے ابن حضرمی کو سولی دینے کا حکم دیا، سو ان کو سولی دی گئی، پھر ان کو اس تنے کی آگ میں ڈال کر جلا دیا گیا جس تنے میں ان کو سولی دی گئی تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: بہترین بات وہ ہے جس کو العسکری اور الطبری نے ذکر کیا ہے، اور جس کا المہلب نے ذکر کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا اس حدیث کے پیشِ نظر حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ سے الگ رہنا

اس حدیث میں مذکور ہے ''اشرفوا على ابى بكرة'' اس کا قصہ یہ ہے کہ جب جاریہ بن قدامہ نے ابن الحضرمی کو جلا ڈالا تو انہوں نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو جھانک کر دیکھو کیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت پر قائم ہیں یا نہیں تو ان کے لشکر نے کہا: یہ ابوبکرہ موجود ہیں اور آپ کو دیکھ رہے ہیں، اور جو کچھ آپ نے ابن الحضرمی کے ساتھ کیا اس کو بھی دیکھ رہے ہیں اور انہوں نے آپ کی اس کاروائی پر کوئی انکار نہیں کیا اور نہ کوئی ہتھیار اٹھایا، پس جب حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو سنا اور وہ بالکونی میں تھے تو انہوں نے کہا: اگر یہ لوگ میرے گھر میں گھس کر آتے اور مجھ پر حملہ کرتے تو میں بانس کی ایک چھڑی بھی ان کو نہ مارتا چہ جائیکہ ان لوگوں سے قتال کرتا، کیونکہ میں اسلام میں فتنہ کو جائز نہیں سمجھتا اور نہ دو فریقوں میں سے کسی ایک فریق کی تحریک کو جائز سمجھتا ہوں۔ (حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے پیشِ نظر کہی: ''تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو'' اس لیے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے دو فریقوں کی آپس میں لڑائی کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔)

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۱۔ ۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۸۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جاریہ بن قدامہ کے ابن الحضرمی کو آگ میں زندہ جلانے کے قصہ کی مزید وضاحت

امام ابوجعفر طبری نے ۳۸ھ کے حوادث میں از ابوالحسن المدائنی لکھا ہے، اسی طرح اس کو عمر بن شبۃ نے ''اخبار البصرۃ'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ سے نکلے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے حاکم تھے، اور انہوں نے زیاد بن سمیہ کو بصرہ پر اپنا نائب بنادیا، ادھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمرو بن الحضرمی کو بصرہ بھیجا تا کہ وہ ان کے لیے بصرہ کی حکومت حاصل کریں، وہ بنوتمیم میں آکر ٹھہرے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے حامی ان سے آکر مل گئے، پس زیاد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا اور ان سے مدد طلب کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس اعین بن ضبیعہ المجاشعی کو بھیجا جس کو دھوکے سے قتل کر دیا گیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد جاریہ بن قدامہ کو بھیجا، اس نے ابن الحضرمی کو اس گھر میں محصور کر دیا جس گھر میں وہ ٹھہرا ہوا تھا، پھر اس گھر میں آگ لگادی اور اس کے ساتھ ان کے ستر (۷۰) یا چالیس (۴۰) ساتھی تھے، وہ سب جل کر راکھ ہو گئے۔ الطبری نے لکھا ہے کہ جاریہ بن قدامہ یزید بن معاویہ کی خلافت میں فوت ہو گیا۔

اہلِ علم نے جو اس واقعہ کی تاریخ لکھی ہے مثلاً المدائنی وغیرہ نے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے واقعہ تحکیم کے بعد اہلِ بصرہ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کریں، پھر اس کے بعد خوارج کا واقعہ پیش آیا، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف گئے اور النہروان میں حاضر ہوئے، پس زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جاریہ بن قدامہ غلبہ پانے اور ابن الحضرمی اور ان کے ساتھیوں کو جلانے کے بعد بصرہ کے لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت پر تیار کر رہے تھے، اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ فتنہ کے ایام میں لڑائی کو ترک کرنا چاہیے جیسا کہ صحابہ کی ایک جماعت کی رائے تھی۔ پھر بعض لوگوں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی طرف جاریہ بن قدامہ کو متوجہ کیا تا کہ ان کو بھی لڑائی میں شامل کریں تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اگر یہ لوگ میرے گھر میں گھس آئیں اور مجھ سے قتال کریں تب بھی میں ان کی طرف ایک چھڑی کو نہیں اٹھاؤں گا۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید میں دیگر احادیث

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے جو جواب دیا یہ اس حدیث کے موافق ہے جس کو امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فتنہ کے متعلق ذکر کیا، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اگر میں اس فتنہ کو پاؤں؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے ہاتھ کو اور اپنی زبان کو روکو اور اپنے گھر میں داخل ہو جاؤ، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ اگر کوئی شخص میرے گھر میں داخل ہو جائے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنی کوٹھڑی میں داخل ہو جاؤ، میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ اگر وہ میری کوٹھڑی میں داخل ہو جائیں؟ تو آپ نے فرمایا: تم اپنے سجدہ کی جگہ میں داخل ہو جاؤ، اور اپنے ہاتھ کو پہنچوں کے پاس سے پکڑ لو اور کہو: میرا رب اللہ ہے، حتیٰ کہ تم اسی پر مر جاؤ۔ اور امام طبرانی نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ تم اپنے گھر میں داخل

ہو جاؤ اور اپنا ذکر گمنامی میں رکھو، حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر ان میں سے کوئی ایک ہمارے گھر میں داخل ہو جائے تو آپ نے فرمایا: تم اپنے ہاتھ کو پکڑے رکھو، اور تم اللہ کے وہ بندے بنو جو مقتول ہے نہ کہ قاتل، اور امام مسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر مجھے مجبور کیا جائے حتیٰ کہ مجھے دو صفوں میں سے ایک صف کی طرف لے جایا جائے، پھر ایک تیر آ کر مجھے لگے یا مجھے کوئی مرد تلوار سے مارے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے گناہ اور تمہارے گناہ کے ساتھ لوٹے گا۔۔۔ الحدیث، اور اس معنی میں بہ کثرت احادیث مروی ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۳۷۔۲۳۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۰۷۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَرْتَدُّوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن اشکاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از والد خود از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میرے بعد مرتد ہو کر کفار نہ ہو جانا کہ تم میں سے بعض دوسروں کی گردنیں ماریں۔

(صحیح البخاری: ۱۲۱، ۴۴۰۵، ۶۸۶۹، ۷۰۸۰، صحیح مسلم: ۶۵، سنن نسائی: ۴۱۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۲، مسند احمد: ۱۸۶۸۶)

صحیح البخاری: ۷۰۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں عنوان کا ایک جزو مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن اشکاب، یہ کم عمر کوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن فضیل، یہ فضل کی تصغیر ہے، یہ اپنے والد فضیل بن غزوان سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا ترتدوا" اور کتاب الحج میں اس روایت میں "لا ترجعوا" ہے۔ اور اس کا سیاق زیادہ مکمل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۸۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ جَدِّهِ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِتِ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از علی بن مدرک، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو زرعہ بن عمرو بن جریر سے سنا از ان کے دادا جریر، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع

پر فرمایا: لوگوں کو خاموش کرو، پھر فرمایا: میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا اور تمہارے بعض دوسروں کی گردنیں ماریں۔

(صحیح البخاری: ۱۲۱، ۴۴۰۵، ۶۸۶۹، ۷۰۸۰، صحیح مسلم: ۶۵، سنن نسائی: ۴۱۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۲، مسند احمد: ۱۸۶۸۶)

صحیح البخاری: ۷۰۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن مدرک، یہ کوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوزُرعہ، ان کا نام ھرم بن عمرو بن جریر بن عبد اللہ البجلی ہے۔ اور ابوزرعہ بن عمرو کی صرف یہی حدیث صحیح البخاری میں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۹- بَابٌ: تَكُونُ فِتْنَةٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ

ایسے فتنہ کا بیان جس فتنہ میں بیٹھنے والا اس فتنہ میں کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا

۷۰۸۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَحَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَتَكُونُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ فَمَنْ وَجَدَ مِنْهَا مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ح ابراہیم نے کہا: اور مجھے صالح بن کیسان نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب ایسے فتنے ہوں گے کہ ان فتنوں میں بیٹھنے والا اس سے بہتر ہوگا جو ان فتنوں میں کھڑا ہو، اور جو ان فتنوں میں کھڑا ہو وہ اس سے بہتر ہوگا جو ان فتنوں میں چل رہا ہو، اور ان فتنوں میں چلنے والا اس سے بہتر ہوگا جو ان فتنوں میں دوڑ رہا ہو۔ اور جو ان فتنوں کی طرف دور سے بھی جھانک کر دیکھے گا تو وہ فتنے اس کو بھی لپیٹ لیں گے، پس جو شخص ان فتنوں سے کوئی بچنے کی جگہ پائے یا پناہ کی جگہ پائے تو وہ اس کی پناہ میں آجائے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۰۱، ۷۰۸۱، ۷۰۸۲، صحیح مسلم: ۲۸۸۶، مسند احمد: ۷۷۳۷)

۷۰۸۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان

الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَتَكُونُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ۔

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنے ہوں گے، ان فتنوں میں بیٹھنے والا ان فتنوں میں کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ اور جو ان فتنوں کو جھانک کر دیکھے گا تو وہ اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے، پس جس کو ان فتنوں سے کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا بچنے کی جگہ مل جائے تو وہ اس جگہ چلا جائے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۰۱، ۷۰۸۱، ۷۰۸۲، صحیح مسلم: ۲۸۸۶، مسند احمد: ۷۷۳۷)

فتنوں سے دور رہنے سے متعلق دیگر احادیث

امام مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنہ ہوگا، اس فتنہ میں سونے والا بیدار سے بہتر ہوگا، اور بیدار اس سے بہتر ہوگا جو اس فتنہ میں کھڑا ہو، اور جو کھڑا ہو وہ اس سے بہتر ہوگا جو اس فتنہ میں دوڑ رہا ہو، پس جس شخص کو اس سے بچنے کی جگہ ملے یا پناہ کی جگہ ملے تو وہ اس کی پناہ کو طلب کرے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۸۷، الرقم المسلسل: ۷۱۴۴)

نیز امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنے ہوں گے، سنو! پھر ایسا فتنہ ہوگا کہ اس فتنہ میں بیٹھنے والا اس سے بہتر ہوگا جو اس فتنہ میں چل رہا ہو، اور اس فتنہ میں چلنے والا اس سے بہتر ہوگا جو اس فتنہ کی طرف دوڑ رہا ہو، سنو! جب وہ فتنہ نازل ہو یا واقع ہو جائے تو جس کے پاس اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں سے جا کر مل جائے، اور جس کے پاس بکریاں ہوں تو وہ اپنی بکریوں سے جا کر مل جائے، اور جس کے پاس کوئی زمین ہو تو وہ اس زمین پر چلا جائے، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک مرد نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ جس شخص کے نہ اونٹ ہوں اور نہ بکریاں ہوں اور نہ زمین ہو؟ پھر آپ نے فرمایا: وہ اپنی تلوار کی دھار کو پتھر پر مار کر توڑ دے، پھر نجات حاصل کرے اگر نجات کی وہ طاقت رکھے، پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے، اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے! اگر مجھے جبراً دو لڑنے والی صفوں میں سے کسی ایک صف کی طرف لے جایا جائے یا کسی ایک جماعت کی طرف لے جایا جائے، پھر ایک آدمی مجھ پر تلوار مارے یا کوئی چیز آ کر لگے جو مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے گناہ اور تمہارے گناہ کے ساتھ لوٹے گا اور اصحاب نار میں سے ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۸۷، الرقم المسلسل: ۷۱۴۴، سنن ابوداؤد: ۴۲۵۶، مسند احمد: ۲۰۵۱۲)

مذکورہ احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آیا ان احادیث میں ہر فتنہ سے دور رہنے کا حکم دیا ہے یا کسی مخصوص فتنہ سے؟

اگر تم یہ سوال کرو کہ ان احادیث سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان جو فتنہ بھی ہو اس سے دور رہا جائے، یا کسی مخصوص فتنہ سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، اگر ہر فتنہ سے دور رہنے کا حکم ہے تو جو فتنے امت میں گزر چکے ہیں ان کے متعلق کیا کہا جائے گا حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ ان فتنوں میں امت کے بہترین لوگ کھڑے ہوئے، اور اگر تم کہو کہ اس سے مراد مخصوص فتنہ ہے تو اس کی خصوصیت پر کیا دلیل ہے؟

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے اس سوال کے جواب میں یہ کہا ہے: اس مسئلہ میں سلف صالحین کا اختلاف ہے، پس بعض نے کہا کہ اس سے مراد تمام فتنے ہیں اور مرد پر لازم ہے کہ ان فتنوں کے دوران اپنے گھر میں رہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان فتنوں میں بیٹھنے والا اس سے بہتر ہے جو ان فتنوں میں کھڑا ہو''۔ اور صحابہ میں سے جو ان فتنوں سے دور رہے اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہے وہ حضرت حذیفہ، حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت ابوذر، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت اسامہ بن زید، حضرت اہبان بن صیفی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عمر اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہم تھے۔

اور تابعین میں سے شریح اور ابراہیم نخعی ہیں۔

دو لڑنے والے فریقوں میں سے جب ایک فریق خطاء پر ہو تو ان کا حکم

پھر امام طبری نے ان کی دلیل ذکر کی ہے کہ جب دو فریق تاویل سے لڑیں تو اگر ایک فریق خطاء پر ہو تو وہ مجتہد کی مثل ہے اور جب مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں اپنے اپنے اجتہاد سے لڑیں تو ان کی مدد کو ترک کر دیا جائے اور گھروں میں لازم رہا جائے جیسا کہ شارح علیہ السلام نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اور حضرت محمد بن مسلمہ کو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر ان صحابہ کو حکم دیا جن کا ابھی ذکر ہوا ہے۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا: جب مسلمانوں کے درمیان فتنہ ہو تو اپنے گھروں میں رہنا واجب ہے اور کسی ایک فریق کی مدد کرنا ممنوع ہے، ہاں! اگر کسی کی جان پر کوئی حملہ آور ہو تو وہ شہید ہوگا، یہ حضرت عمران بن حصین، حضرت ابن عمر اور حضرت عبیدہ السلمانی رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔

جب دو فریق آپس میں لڑیں اور دونوں خطاء پر ہوں تو ان کا حکم

اور دوسرے علماء نے کہا: جب دو فریق آپس میں قتال کریں، پس اگر وہ دونوں فریق خطاء پر ہوں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیں اور ان کو سزا دیں اور اگر ان میں سے ایک فریق خطاء پر ہو تو جو خطاء پر ہو اس کے ہاتھ پکڑنا واجب ہے اور دوسرے فریق کی مدد کرنا واجب ہے، یہ حضرت علی، حضرت عمار، حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ ایک روایت ہے۔ اور حضرت اویس قرنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتل کیے گئے جیسا کہ ابراہیم بن سعد نے کہا ہے۔ اور

الزہری نے از حمزہ بن عبداللہ بن عمر روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے اپنے دل میں کسی چیز پر اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا افسوس اس پر ہوا کہ میں نے اس باغی جماعت کے خلاف قتال کیوں نہیں کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔

(المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۵۰۲، سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۷۲)

اور ابراہیم النخعی سے پوچھا گیا کہ علقمہ افضل ہیں یا اسود؟ تو انہوں نے کہا: علقمہ افضل ہیں کیونکہ وہ جنگ صفین میں حاضر تھے اور ان کی تلوار خون سے رنگین تھی۔

ان فتنوں کا بیان جن کے دوران فتنوں سے الگ رہنا واجب ہے

اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے: دو مسلمانوں کے درمیان لڑائی ہو اور ان کی جماعت کا کوئی امام نہ ہو جو ظالم سے مظلوم کا حق لے سکے، پس یہ وہ قتال اور لڑائی ہے اور فتنہ ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام نے کہا ہے کہ اپنے گھروں میں چھپے رہو اور تلواروں کو توڑ دو خواہ وہ دونوں لڑنے والے خطاء پر ہوں یا ان میں سے ایک لڑنے والا خطاء پر ہو، یہ الاوزاعی کا قول ہے۔

اور امام ابوجعفر طبری نے کہا ہے: عہد توڑنے والوں اور فاسقوں اور خروج کرنے والوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے، اور حکم دیا گیا ہے کہ جاہلوں اور ظالموں کا ہاتھ پکڑ لیا جائے، اور صحیح بات یہ ہے کہ فتنہ اصل میں آزمائش ہے اور مسلمانوں پر حق کو قائم کرنا اور حق والوں کی مدد کرنا اور برائی پر انکار کرنا واجب ہے۔ اور جب دونوں فریق حق پر ہوں تو ان کے خلاف قتال کرنا عقلاً محال ہے، اور شارع علیہ السلام نے جو کہا ہے کہ فتنہ کے دوران بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے، یہ اس فتنہ میں ہے جب دونوں فریق باطل پر ہوں، ایسی صورت میں فتنہ میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے، اسی طرح جب دیکھنے والے کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہو کہ ان میں سے کون خطاء پر ہے اور کون صواب پر ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ایک خاص فتنہ کے متعلق ہو، اور آپ نے اس فتنہ کی طرف دوڑنے سے منع فرمایا ہو اور اکثر صحابہ اپنے زمانہ کے فتنوں کی طرف نہیں گئے جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت اسامہ بن زید، حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت ابومسعود انصاری، حضرت ابن عمر اور حضرت ابوموسیٰ وغیرہم، رضی اللہ عنہم ان تمام کو شمار کرنا مشکل ہے۔

اور اہل عراق نے حضرت علی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عہد توڑنے والوں سے اور خروج کرنے والوں سے قتال کریں۔

اور اہل شام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت کی ہے کہ یہ وہی ہیں جو حق پر قتال کرتے ہیں اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کا ذکر کیا، پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گزرے تو آپ نے فرمایا: یہ اور اس کے اصحاب اس دن حق پر ہوں گے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۶) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۳۲۱۔ ۳۲۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

باب مذکور کی احادیث کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

احادیثِ مذکورہ میں فتنوں سے مراد کا بیان اور ان فتنوں سے اجتناب کی ترغیب

ان احادیث میں فتنوں سے ڈرایا ہے اور فتنوں میں داخل ہونے سے اجتناب کرنے پر برانگیختہ کیا ہے، اور ان فتنوں کا شر ان فتنوں کے ساتھ تعلق پر موقوف ہے اور فتنوں سے مراد وہ لڑائی ہے جو ملک اور حکومت کی طلب میں اختلاف کی وجہ سے پیدا ہو جب کہ یہ معلوم نہ ہو کہ ان حکومت کے طلب گاروں میں حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے۔

بعض متقدمین کے نزدیک فتنوں کے ایام میں مطلقاً فتنوں سے الگ رہنا واجب ہے

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے: سلف صالحین کا ان احادیث کے مصداق میں اختلاف ہے، پس بعض متقدمین نے ان احادیث کو عموم پر محمول کیا ہے، اور یہ وہ حضرات ہیں جو مطلقاً مسلمانوں کی لڑائیوں کے درمیان الگ رہے جیسے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عمر، حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہم وغیرہم، اور انہوں نے ان احادیث کے ظواہر سے استدلال کیا ہے، پھر ان اصحاب کا فتنوں سے الگ رہنے کی کیفیت میں اختلاف ہے، پس ایک جماعت نے کہا کہ فتنوں کے ایام میں گھروں میں رہنا لازم ہے، اور دوسری جماعت نے کہا: بلکہ فتنوں کے ایام میں فتنوں والے شہر سے کسی دوسرے شہر میں منتقل ہو جائے۔

فتنوں سے الگ رہنے والے پر اگر فتنہ کرنے والے حملہ آور ہوں تو وہ ان کے مقابلہ میں کیا کرے؟

پھر ان کا اختلاف ہے، پس ان میں سے بعض نے کہا: جب فتنوں سے الگ رہنے والے پر فتنہ برپا کرنے والے حملہ آور ہوں تو وہ اپنا ہاتھ روکے رکھے خواہ اس کو قتل کر دیا جائے، اور بعض نے کہا: بلکہ وہ اپنی جان اور مال سے اور اپنے اہل وعیال سے مدافعت کرے، اور اگر اس مدافعت کے نتیجہ میں اس نے قتل کر دیا یا خود قتل ہو گیا تو وہ معذور ہے۔

جمہور کے نزدیک جب دو جماعتیں آپس میں لڑیں اور ان میں سے کوئی ایک جماعت خطاء پر ہو تو اس کے خلاف لڑنے کا وجوب

اور دوسرے فقہاء نے کہا: جب ایک جماعت امامِ برحق کے خلاف بغاوت کرے اور جو حقوق اس پر واجب ہیں ان کو ادا نہ کرے اور جنگ کی آگ بھڑکائے تو اس سے قتال کرنا واجب ہے، اور اسی طرح اگر دو جماعتیں لڑیں تو ہر وہ شخص جو ان میں سے خطا کرنے والی جماعت کے ہاتھ پکڑنے پر قادر ہو، اس پر واجب ہے کہ وہ خطاء کرنے والی جماعت کا ہاتھ پکڑ لے اور جس جماعت کا موقف صحیح ہے اس کی مدد کرے، اور یہ جمہور کا قول ہے۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان جب لڑائی ہو اور جماعت کا امام نہ ہو تو اس وقت لڑنا ممنوع ہے، اور اس باب کی احادیث اسی صورت پر محمول ہیں۔

فتنہ کے دوران فریقِ حق کی اعانت کرنے کا وجوب

اور امام طبری نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ فتنہ اصل میں آزمائش ہے اور جس کا موقف باطل ہو تو ہر اس شخص پر جو اس کے خلاف لڑ سکتا ہو، لڑنا واجب ہے، پس جس نے فریقِ حق کی مدد کی، اس نے درست کیا اور جس نے فریقِ باطل کی اعانت کی، اس

نے خطاء کی۔

باب مذکور کی احادیث میں فتنہ سے الگ رہنے کا محمل

اگر مسلمانوں پر یہ اشکال ہو جائے کہ ان میں سے کون سا فریق حق ہے اور کون سا فریق باطل ہے تو ان ہی سے اس حدیث میں قتال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث آخر زمانہ کے ساتھ مخصوص ہیں، جب کہ لوگ محض حکومت کی طلب کے لیے ایک دوسرے سے لڑیں گے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۴۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

سعیدی: دراصل یہ تمام تحقیق تفصیل سے علامہ ابن بطال مالکی نے اپنی شرح میں لکھی ہے جس کا خلاصہ علامہ ابن ملقن نے بیان کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی تحقیق کا خلاصہ لکھا ہے اور علامہ بدرالدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۳۔۲۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال نے اس کو اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۲۲۔۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۰۔ بَابٌ: إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا

جب دو مسلمان تلواروں سے مقابلہ کریں تو ان کا حکم

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں تو ان کا کیا حکم ہے؟

امام بخاری نے عنوان میں ان کے حکم کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ اس باب کی حدیث سے ان کا حکم متعین ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ دونوں اہلِ دوزخ سے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۸۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ رَجُلٍ لَمْ يُسَمِّهِ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ خَرَجْتُ بِسِلَاحِي لَيَالِيَ الْفِتْنَةِ فَاسْتَقْبَلَنِي أَبُو بَكْرَةَ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ قُلْتُ أُرِيدُ نُصْرَةَ ابْنِ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَكِلَاهُمَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ قِيلَ فَهٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ إِنَّهُ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ لِأَيُّوبَ وَيُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ يُحَدِّثَانِي بِهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایک مرد جس کا نام نہیں لیا گیا از الحسن، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں فتنہ کی راتوں میں اپنے ہتھیاروں کو لے کر نکلا تو مجھے سامنے سے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ملے، انہوں نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد کی مدد کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ لڑیں تو وہ دونوں اہلِ دوزخ سے ہیں، سوال کیا گیا: یہ تو قاتل ہے

فَقَالَا إِنَّمَا رَوَى هَذَا الحَدِيثَ الْحَسَنُ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ بِهَذَا وَقَالَ مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَيُونُسُ وَهِشَامٌ وَمُعَلَّى بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْأَحْنَفِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ وَرَوَاهُ بَكَّارُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ وَقَالَ غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَمْ يَرْفَعْهُ سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ۔

تو مقتول کے اہل دوزخ سے ہونے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اس نے بھی اپنے صاحب کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

حماد بن زید نے کہا: میں نے یہ حدیث ایوب اور یونس بن عبید کے سامنے بیان کی اور میں یہ ارادہ کرتا تھا کہ وہ دونوں بھی مجھے یہ حدیث بیان کریں، تو ان دونوں نے کہا: اس حدیث کی الحسن نے از الاحنف بن قیس از ابوبکرہ روایت کی ہے۔

ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے اسی طرح یہ حدیث بیان کی اور مؤمّل نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب اور یونس اور ہشام اور معلّی بن زیاد نے حدیث بیان کی از الحسن از الاحنف از ابی بکرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور اس حدیث کی معمر نے از ایوب روایت کی ہے۔

اس حدیث کی بکار بن عبد العزیز نے از والد خود از حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے۔

اور غندر نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی ہے از منصور از ربعی بن حراش از حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور اس حدیث کو سفیان نے از منصور مرفوعاً روایت نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۳۱، ۶۸۷۵، ۷۰۸۳، صحیح مسلم: ۲۸۸۸، سنن نسائی: ۴۱۲۰، سنن ابوداؤد: ۴۲۶۸، سنن ابن ماجہ: ۳۹۶۵، مسند احمد: ۱۹۹۹۵)

صحیح البخاری: ۷۰۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے ''جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن عبدالوہاب، یہ ابومحمد الحجبی البصری ہیں، امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حماد، وہ ابن زید ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ''عن رجل''، بعض شارحین نے کہا ہے کہ یہ عمرو بن عبید ہیں جو معتزلہ کے شیخ ہیں اور الحافظ المزی نے ''تہذیب الکمال'' میں کہا ہے کہ یہ بد حافظہ تھے، اور صاحب

التلویح (علامہ مغلطائی حنفی المتوفی ۷۶۲ھ) نے کہا ہے کہ یہ ہشام بن حسان ابوعبداللہ الفردوسی ہیں، اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے بھی ان ہی کی اتباع کی ہے۔ اور اسی طرح علامہ کرمانی نے بعض لوگوں سے نقل کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحسن، یہ البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لیالی الفتنۃ" اس سے مراد ہے وہ جنگ جو حضرت علی اور ان کے اصحاب اور حضرت عائشہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے درمیان ہوئی، یعنی جنگِ جمل اور جنگ صفین۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاستقبلنی ابوبکرۃ" ان کا نام حضرت نفیع بن الحارث الثقفی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ارید نصرۃ ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور مسلم کی روایت میں ہے: پس حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے احنف! واپس جاؤ، اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ "جب دو مسلمان آپس میں لڑیں": علامہ کرمانی نے کہا: یعنی جب ان میں سے ہر ایک دوسرے پر ضرب لگائے تو وہ دونوں اہلِ دوزخ سے ہیں، اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے "پس قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اهل النار" یعنی وہ دوزخ کے مستحق ہیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ کبھی ان کو معاف فرمادیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ کو علامہ کرمانی کا ان کی اجتہادی خطاء قرار دینا

علامہ کرمانی نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں مجتہد صحابی ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اجتہاد میں خطاء لاحق ہوئی۔

علامہ عینی کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر طعن کرنا

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ کیسے کہا جائے گا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد میں خطاء کرنے والے تھے اور ان کے اجتہاد پر کیا دلیل ہے، حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث پہنچ چکی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: "ابن سمیہ پر افسوس ہے اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی" اور ابن سمیہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہیں جن کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت نے قتل کیا تھا، تو کیا معاویہ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ ان کا معاملہ برابر سرابر ہوجائے چہ جائیکہ ان کو ایک اجر ملے؟

علامہ عینی کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے طعن پر مصنف کی طرف سے جواب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

(اے مسلمانو!) تم میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہوسکتا جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) قتال کیا، ان کا (ان مسلمانوں سے) بہت بڑا

درجہ ہے جنہوں نے بعد میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) قتال کیا، اللہ نے ان سب سے اچھے انجام کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ سے اچھے انجام کا وعدہ فرمایا ہے، اور ان صحابہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ نیز حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو برا نہ کہو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی ایک اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی صدقہ کرے تو ان کے دیے ہوئے ایک کلوگرام یا نصف کلوگرام صدقہ کے برابر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۷۳، صحیح مسلم: ۲۵۴۰، سنن ترمذی: ۳۸۶۱، سنن ابوداؤد: ۴۶۵۸، سنن ابن ماجہ: ۱۶۱، مسند احمد: ۱۰۶۹۵)

اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی فضیلت ثابت ہے کہ اگر وہ ایک کلو یا نصف کلو کھجوریں صدقہ کر دیں تو وہ بعد والوں کے کیے ہوئے احد پہاڑ جتنے صدقہ سے بھی افضل ہے۔

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خصوصی فضیلت کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی اے اللہ! اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۴۲، مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۶)

ابوامیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وضو کرانے کا برتن لے لیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تھے، حضرت معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے تو آپ نے وضو کرتے ہوئے ایک یا دو مرتبہ سر اٹھا کر دیکھا، پھر فرمایا: اے معاویہ! جب تمہیں کسی جگہ کا حاکم بنایا جائے تو اللہ عزوجل سے ڈرنا اور عدل کرنا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب سے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے یہ یقین تھا کہ مجھے کسی جگہ کا حاکم بنایا جائے گا حتیٰ کہ میں حکومت میں مبتلاء ہو گیا۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۱، تاریخ کبیر للبخاری ج ۳ ص ۹۶ ۴ طبع قدیم، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۸۶، مسند ابویعلیٰ: ۷۳۸۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۱۴۷۔۱۴۸، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۴۴۶)

علامہ شعیب الارنؤوط نے کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال صحیح اور ثقات ہیں تاہم ابوامیہ کے دادا اور وہ سعید بن العاص ہیں ان کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سماع ہم پر واضح نہیں ہوا، اور حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۸۶، حاشیہ مسند احمد ج ۲۸ ص ۱۳۰، موسسۃ الرسالہ، بیروت)

اور علامہ احمد البناء المتوفی ۱۳۷۸ھ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ''المعجم الاوسط'' میں بھی ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کے یہ الفاظ ہیں: ''اے اللہ! ان کی نیکی کو قبول فرما اور ان کی تقصیرات سے درگزر فرما''۔

(الفتح الربانی ج ۴ ص ۴۰۶، بیت الافکار الدولیۃ، اردن، ۲۰۰۷ء)

علامہ عینی نے کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر کیا دلیل ہے جب کہ ان کو یہ حدیث پہنچ چکی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افسوس ہے ابن سمیہ پر، اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور ابن سمیہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہیں جن کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت نے قتل کیا تو کیا معاویہ اس پر راضی نہیں کہ ان کا معاملہ برابر برابر ہو جائے چہ جائیکہ ان کو ایک اجر ملے؟

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ قول صحیح نہیں ہے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی نہیں تھے اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو باغی سمجھتے تھے، اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (الحجرات:۹) جو جماعت باغی ہے اس سے اس وقت تک قتال کرتے رہو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت صراحۃً باغی ہوتی تو وہ ان سے کبھی جنگ موقوف نہ کرتے اور کبھی تحکیم کو قبول نہ کرتے، اور اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صراحۃً باغی قرار دیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا کہا جائے گا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی اور باغی کے خلاف قتال کرنے کو ختم کر دیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تو آپ باغی کہہ دیں گے کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی یہ کہیں گے کہ انہوں نے قرآن مجید کے حکم کی مخالفت کی، میں نے ایک رافضی عالم کے سامنے یہ دلیل پیش کی تو اس نے کہا: جب کوئی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے کے لیے تیار نہیں تھا تو اکیلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیا کرتے؟ میں کہتا ہوں: جب اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ باغی کے خلاف قتال کرتے رہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لازم تھا کہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے تو وہ ان کے خلاف قتال کرتے رہتے خواہ ان کی جان چلی جاتی، جیسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کیا اور اپنے موقف پر قائم رہے حتیٰ کہ انہوں نے اپنی جان دے دی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تو بہ طریقِ اولیٰ یہ لازم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے، اور اس اشکال سے صرف اسی صورت میں نجات مل سکتی ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صراحۃً باغی نہیں تھے بلکہ وہ تاویل اور اجتہاد سے حضرت علی کے خلاف جنگ کر رہے تھے، اور اس تاویل اور اجتہاد میں ان سے خطاء واقع ہوئی اور جب مجتہد سے خطاء واقع ہو جائے تو اس کو پھر بھی ایک اجر ملتا ہے جیسا کہ علامہ کرمانی نے کہا ہے۔

اور ہماری تقریر کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ملا علی قاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا، یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اگر مجھے پہلے اس حدیث کا پتا چل جاتا تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔ (شرح الشفاء ج ۱ ص ۶۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ملا علی قاری نے جس روایت کا حوالہ دیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت رُویم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھ سے کشتی لڑیئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: میں تم سے کشتی لڑوں گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ ہرگز کبھی مغلوب نہیں ہوگا، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی کو پچھاڑ دیا، جنگِ صفین کے دن

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھ سے اس حدیث کا پہلے ذکر کیا جاتا تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۶۱، رقم الحدیث: ۱۳۴۶۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نیز اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صراحۃً باغی ہوتے اور انہوں نے عمداً بغیر تاویل کے امامِ برحق کے خلاف خروج کیا ہوتا تو ان کے صاحبزادے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ان سے کبھی صلح نہ کرتے۔

نیز جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے پر ملامت کی گئی تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: دن اور رات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا حتیٰ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران بن جائیں گے، پس میں نے جان لیا کہ اللہ کا حکم نافذ ہونے والا ہے، پس میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میرے اور ان کے درمیان مسلمانوں کا خون بہایا جائے۔ (تاریخ الدمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۷۱، رقم الحدیث: ۱۳۵۰۲، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حسن (بصری) فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تھے اور (سیدنا) حسن بن علی ان کے ایک پہلو میں تھے اور آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی (سیدنا) حسن بن علی کی طرف اور آپ فرماتے: میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح فرمادے۔ (صحیح البخاری ۲۷۰۴، سنن ترمذی: ۳۷۷۳، سنن نسائی: ۱۴۱۰)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کو مسلمانوں کی عظیم جماعت فرمایا، اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت مسلمانوں کی عظیم جماعت ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو اس جماعت کے امیر تھے تو وہ بھی عظیم مسلمان قرار پائے۔

نیز حارث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس آئے تو آپ نے ایسی باتیں فرمائیں جو اس سے پہلے نہیں فرماتے تھے، آپ نے فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی امارت کو ناپسند مت کرو، اللہ کی قسم! اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر حنظل کی طرح گرنے لگیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۴۳، تاریخ الدمشق ج ۶۲ ص ۱۰۵۔۱۰۶)

یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور معاویہ کی طرف سونپ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۳۷۸۶۹، تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۹۷، بیروت)

اس تمام تفصیل سے واضح ہوگیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صفین میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ ہوئی وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بغاوت نہیں تھی بلکہ وہ اپنے نزدیک یہ سمجھتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لازم ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیں اور چونکہ اس وقت تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلینِ عثمان سے قصاص لینے کے لیے کوئی کاروائی نہیں کی تھی، اس لیے انہوں نے کہا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس وقت تک اطاعت نہیں کریں گے جب تک کہ وہ قاتلینِ عثمان سے قصاص نہیں لیتے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصاص نہ لینے کی وجہ یہ تھی کہ اب تک شرعی شہادت سے یہ ثابت نہیں ہوا تھا کہ فلاں فلاں شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے، یا کوئی شخص خود اعتراف کرتا کہ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے، تو جب تک دلیلِ شرعی سے قاتلینِ عثمان متعین نہ

ہو جاتے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے کیسے قصاص لیتے! اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے: ٹھہرو! حتیٰ کہ ہم پر معاملہ دلیل سے واضح ہو جائے، اور اس معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف برحق تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے اجتہاد میں خطاء لاحق ہوئی لیکن یہ اجتہادی خطاء تھی، اس وجہ سے وہ پھر بھی ایک اجر کے مستحق ہیں جیسا کہ علامہ کرمانی نے بیان کیا ہے اور ہم اس حدیث کی شرح کے اخیر میں علامہ ابن بطال مالکی، علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی ایسی صریح عبارات پیش کریں گے جن سے علامہ عینی کا رد ہوتا ہے اور ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور الزہری نے از حمزہ بن عبداللہ بن عمر از والد خود روایت کی ہے: مجھے اپنے دل میں اس سے زیادہ اور کسی بات پر افسوس نہیں ہوا کہ میں نے اس باغی جماعت کے ساتھ کیوں قتال نہیں کیا جیسا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت عبداللہ بن عمرو اس حدیث کو روایت کرنے والے ہیں اور انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ خبر دی ہے تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت میں کیسے ہوں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا: میں نے اپنی تلوار نہیں ماری اور نہ میں نے اپنا نیزہ کسی کو گھونپا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ کی اطاعت کرو تو میں نے اپنے والد کی اطاعت کی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ابراہیم نخعی سے پوچھا گیا کہ علقمہ اور اسود میں کون افضل ہے؟ تو انہوں نے کہا: علقمہ افضل ہیں کیونکہ وہ صفین میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے اپنی تلوار خون سے رنگین کر دی تھی۔

اور ایک قول ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیادوں میں تھے، اس کو ابراہیم بن سعد نے بیان کیا ہے۔

اور علامہ الکرمانی نے کہا ہے: امام برحق کی مدد کرنا اور باغیوں سے مدافعت کرنا واجب ہے، پس حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے حسن بصری کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت میں حاضر ہونے سے کیوں منع کیا؟

پھر اس کا یہ جواب دیا: شاید اس وقت تک حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ پر حقیقتِ حال منکشف نہیں ہوئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قیل فھذا القاتل" اس کے قائل حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ہیں، یعنی یہ قاتل تو دوزخ کا مستحق ہے، پس مقتول کا کیا گناہ ہے، وہ کیوں دوزخ کا مستحق ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ یہ مقتول بھی اپنے صاحب کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تھا، اور کتاب الایمان میں یہ ارشاد اس طرح ہے کہ یہ بھی اپنے صاحب کو قتل کرنے پر حریص تھا۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ معصیت کا ارادہ کرنے والا جب معصیت نہ کرے تو وہ اہلِ دوزخ سے کیونکر ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس نے اپنے عمل پر وثوق کیا اور اس پر اصرار کیا تو وہ بھی نافرمانی کرنے والا ہو گیا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔

علماء نے کہا ہے: قاتل اور مقتول کے دوزخی ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ دوزخ کے مستحق ہیں، لیکن ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوض ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو دوزخ میں عذاب دے جیسا کہ باقی موحدین کا معاملہ ہے، اور اگر چاہے تو ان کو معاف فرما دے اور ان کو بالکل عذاب نہ دے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حدیث ان مسلمانوں پر محمول ہے جو ایک دوسرے کے

خلاف جائز سمجھ کر تلوار اٹھائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۵۔۲۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنگ صفین میں لڑنے والے فریقین کے متعلق تحقیق

صحیح البخاری کی اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''پس قاتل اور مقتول دوزخ میں ہیں''۔ یہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کے متعلق نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے تاویل سے باہم قتال کیا تھا، اور بعض علماء نے کہا ہے: اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ ان دونوں جماعتوں میں سے کون سی جماعت حق کے زیادہ قریب تھی تو اس کے جواب میں کہا جائے گا: ہمارے نزدیک یہ دونوں جماعتیں محمودہ تھیں، مجتہدہ تھیں، نیک اور متقی تھیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ان کے متعلق کوئی حکم بیان نہیں کیا، حالانکہ وہ حق کی زیادہ معرفت رکھنے والے تھے، پس ان دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح کیسے دی جائے گی؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سب کے شہید ہونے کی شہادت دی۔ (حضرت طلحہ اور حضرت الزبیر رضی اللہ عنہما دونوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص لینے کا مطالبہ کرنے والے تھے) اور جس کو قتل کرنا جائز ہو وہ کیسے شہید ہوگا؟ اور ان دو فریقوں میں سے کسی ایک فریق کے متعلق برحق ہونے کا کس طرح کہا جائے گا جب کہ یہ دونوں فریق شہداء ہیں۔

خالد بن خداش نے از الدراوردی از سہیل از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم حراء پہاڑ پر تھے، سو وہ ہلنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے حراء! ساکن ہو جا، کیونکہ تجھ پر ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے اور شہید ہیں''۔

اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کی تعظیم اور توقیر کریں اور ان کی لغزشوں کے ذکر سے رکے رہیں اور ان کی خوبیوں اور فضائل کو بیان کریں، اور ان اصحاب میں سے جس نے کسی تاویل کو اختیار کیا تو وہ معذور ہے، اگرچہ بعض اصحاب دوسرے بعض اصحاب سے افضل ہیں اور ان کے فضائل زیادہ ہیں۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۲۸۔۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنگِ صفین میں لڑنے والوں میں سے کسی ایک کا بھی باغی نہ ہونا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب دو مسلمان باہم تلواروں سے لڑیں اور دونوں جماعتوں کی دین میں تاویل ہو اور ان میں سے کسی ایک کا باغی ہونا ظاہر نہ ہو تو پھر ان کے ساتھ لڑائی میں شریک نہ ہوا جائے اور گھروں میں لازم رہا جائے، اسی وجہ سے حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت اسامہ بن زید، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت حذیفہ اور صحابہ کی ایک

جماعت رضی اللہ عنہم ان لڑائیوں سے الگ رہی، کیونکہ ان پر یہ منکشف نہیں ہوا کہ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون باغی ہے، لیکن جب یہ معلوم ہو جائے کہ ایک جماعت باغی ہے تو کسی مسلمان کے لیے فرقہ باغیہ کے قتال سے الگ ہونا جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (الحجرات:۹) جو جماعت باغی ہے اس سے اس وقت تک قتال کرتے رہو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

اور اگر مسلمان اس باغی جماعت سے قتال نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فریضہ باطل ہو جاتا۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ''قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں'' اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کے متعلق نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے جو باہم قتال کیا وہ تاویل سے کیا اور دونوں فریق ہمارے نزدیک محمودہ ہیں، مجتہدہ ہیں، نیک ہیں اور متقی ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ان لڑائیوں سے الگ رہے اور انہوں نے اس کے متعلق کوئی بیان نہیں کیا اور وہ حق کو زیادہ جاننے والے تھے، پس ان دو فریقوں میں سے ایک فریق کو دوسرے کے اوپر کس طرح راجح قرار دیا جائے گا؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے کی شہادت دی، پس وہ کیسے شہید ہوگا جس کو قتل کرنا حلال ہو اور دو فریقوں میں سے کسی ایک کے لیے یہ حکم کیسے دیا جائے گا کہ وہ دوسرے پر راجح ہے حالانکہ دونوں شہید ہیں۔ (یہ پوری عبارت علامہ ابن بطال کی شرح سے منقول ہے)۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۳۳۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: علامہ ابن بطال مالکی اور علامہ ابن الملقن شافعی جنگِ صفین میں لڑنے والے دونوں فریقوں یعنی حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں میں سے کسی ایک کو بھی برحق اور دوسرے کو خطاء پر نہیں قرار دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جماعتوں کے شرکاء کو شہید فرمایا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شہید فرمایا ہے اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بھی شہید فرمایا ہے حالانکہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما جنگِ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے والے تھے، تاہم جمہور اہلِ سنت کے نزدیک اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف برحق تھا اور ام المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اجتہاد میں خطاء لاحق ہوئی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حدیثِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں باہم لڑنے والوں کے متعلق اہلِ سنت کا موقف

اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ میں سے کسی ایک پر بھی ان کی باہم لڑائیوں کی وجہ سے طعن کرنا جائز نہیں ہے خواہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں سے حق پر کون ہے، کیونکہ انہوں نے ان جنگوں میں صرف اجتہاد سے قتال کیا اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں خطاء کرنے والے کو معاف فرما دیا ہے، بلکہ یہ ثابت ہے کہ اس کو بھی ایک اجر ملے گا اور جس کا موقف صحیح ہوگا اس کو دو اجر ملیں

گے، جیسا کہ عنقریب اس کا بیان کتاب الاحکام میں آئے گا۔

اور یہی وجہ ہے کہ جن صحابہ نے جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں لڑنے سے توقف کیا ان کا عدد ان سے بہت کم ہے جو ان جنگوں میں شریک ہوئے، اور وہ سب صحابہ تاویل کرنے والے تھے اور ان شاء اللہ ان کو اجر ملے گا۔ اس کے برخلاف جن لوگوں نے ان کے بعد دنیا کی طلب میں قتال کیا ان کا یہ حکم نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۴۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۱۔ بَابٌ: كَيْفَ الْأَمْرُ إِذَا لَمْ تَكُنْ جَمَاعَةٌ

جب مسلمانوں کی جماعت نہ ہو تو پھر لوگ کیا کریں؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب اختلاف اور فتنہ ہو اور مسلمان کسی ایک خلیفہ پر متفق اور مجتمع نہ ہوں اس وقت کیا کیا جائے، اس کا حاصل یہ ہے کہ جب لوگوں میں اختلاف ہو اور کوئی خلیفہ مقرر نہ ہو تو اس سے پہلے کہ مسلمان کسی خلیفہ پر متفق نہ ہوں تو پھر مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ امام بخاری نے اس عنوان کا حکم بیان نہیں کیا اور وہ اس باب کی حدیث سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ایسی صورت میں مسلمانوں کو تمام لوگوں کو چھوڑ کر جنگل میں چلے جانا چاہیے خواہ جنگل میں وہ درخت کی جڑیں کھاتے رہیں حتیٰ کہ انہیں موت آ جائے، اور یہ ان کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی جماعت میں داخل ہوں جن کا کوئی امام نہ ہو، کیونکہ یہ خطرہ ہوگا کہ لوگ اپنی اپنی خواہشوں پر عمل کریں گے اور اپنی اپنی رائے پر عمل کریں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۸۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الْحَضْرَمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ أَنَّهُ سَمِعَ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُولُ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَنَا اللهُ بِهَذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَالَ قَوْمٌ يَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا قُلْتُ يَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جابر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے بُسر بن عبید اللہ الحضرمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابوادریس الخولانی سے سنا، انہوں نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں آپ سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا اس خوف سے کہ کہیں وہ شر مجھے نہ پالے، پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم جاہلیت اور شر میں تھے، پس اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس خیر کو لے آیا، پس کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: کیا اس شر کے بعد کوئی خیر ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور اس میں دھواں

رَسُولَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذٰلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ۔

ہوگا، میں نے پوچھا: وہ دھواں کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: لوگ میری سیرت کے خلاف عمل کریں گے، تم ان میں سے اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے کام بھی، میں نے پوچھا: کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کچھ بلانے والے دوزخ کے دروازوں پر ہوں گے، جو ان کے بلانے پر جائے گا وہ اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمارے لیے ان کی صفت بیان فرمائیں، آپ نے فرمایا: وہ ہماری ہی قوم سے ہوں گے اور ہماری زبانوں سے بات کریں گے، میں نے پوچھا: پس اگر شر کا وہ زمانہ مجھے پالے تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم مسلمانوں کی جماعت اور مسلمانوں کے امام کے ساتھ لازم رہنا، میں نے پوچھا: اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت نہ ہو اور ان کا کوئی امام نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: پھر تم تمام فرقوں سے الگ ہوجانا، اگرچہ تم کسی درخت کی جڑ کھاتے رہو حتیٰ کہ تمہیں موت آجائے اور تم اسی حال پر رہو۔

(صحیح البخاری: ۳۶۰۶، ۳۶۰۷، ۷۰۸۴، صحیح مسلم: ۱۸۴۷، سنن ابوداؤد: ۴۲۴۴، سنن ابن ماجہ: ۳۹۷۹، مسند احمد: ۲۲۷۷۱)

صحیح البخاری: ۷۰۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیثِ مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے مستنبط کی جاسکتی ہے "پس اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت نہ ہو اور امام نہ ہو"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جابر، یہ عبدالرحمٰن بن زید بن جابر ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُسر، یہ ابن عبداللہ الحضرمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوادریس، یہ عائذ اللہ الخولانی ہیں۔

یہ حدیث علامات نبوت میں از یحییٰ بن موسیٰ گزرچکی ہے اور امام مسلم نے اس کو کتاب الفتن میں از محمد بن المثنیٰ روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انا کنا فی جاھلیۃ وشر" اس سے اسلام سے پہلے کفر کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے جب لوگ ایک

دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ایک دوسرے کو لوٹ لیتے تھے اور بے حیائی کے کام کرتے تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "بهذا الخير" یعنی اسلام اور ایمان کا زمانہ آیا اور لوگ امن سے رہنے لگے اور برے کاموں سے اجتناب کرنے لگے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "دخن" دَخن سے مراد ہے دُخان یعنی دھواں، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ خالص خیر نہیں ہوگی بلکہ اس میں کدورت ہوگی جو آگ کے دھویں کے منزلہ میں ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ "دَخن" سے مراد یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں کینہ رکھیں گے اور ان کے دلوں میں فساد ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ دَخن سے مراد ہر ناپسندیدہ کام ہوگا۔
علامہ نووی نے کہا ہے: دَخن سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کے دل ایک دوسرے کے لیے صاف نہیں ہوں گے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "تعرف منهم وتنكر" یعنی اس زمانہ کے لوگوں کے اعمال اچھے بھی ہوں گے اور برے بھی ہوں گے۔

ظہورِ اسلام کے بعد شر اور خیر کے زمانہ کا مصداق

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ شر کے بعد خیر کا زمانہ وہ ہے جو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا، اور جس زمانہ میں لوگ اچھے کام بھی کریں گے اور برے کام بھی کریں گے، یہ عمر بن عبد العزیز کے بعد امراء کا زمانہ ہے، اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو بدعت اور گمراہی کی دعوت دیں گے جیسے الخوارج۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شر کے زمانہ سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا زمانہ ہو، اور اس کے بعد خیر کے زمانہ سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہو، اور "دخن" سے مراد خوارج اور ان کی مثل دوسرے گمراہ لوگ ہیں، اور اس کے بعد جو شر کا زمانہ ہے، اس سے مراد ان لوگوں کا زمانہ ہے جو منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لعنت کرتے تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "دعاة على ابواب جهنم" یعنی ایسے لوگ امراء ہوں گے جن کی اتباع کرنا دوزخ میں جانے کا موجب ہوگی۔
اس حدیث میں مذکور ہے "من جلدتنا" یعنی وہ لوگ ہماری قوم سے ہوں گے اور ہماری زبان اور ہماری ملت سے ہوں گے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ لوگ عرب ہوں گے۔ اور علامہ داؤدی نے کہا کہ وہ لوگ بنو آدم سے ہوں گے اور قاضی عیاض نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ظاہر میں ہماری ملت پر ہوں گے اور باطن میں ہمارے مخالف ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جس جماعت کے ساتھ لازم رہنے کا حکم دیا ہے اس کے مصداق کے متعلق علماء کے اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے "ولو ان تعض باصل شجرة" علامہ بیضاوی نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ جب زمین میں کوئی خلیفہ نہ ہو تو تم پر لازم ہے کہ زمانہ کی شدت پر صبر کرتے ہوئے تم لوگوں سے علیحدہ جنگلوں میں رہو، اور درخت کی جڑیں کھا کر تا حیات گزارہ کرو۔

اس حدیث میں فقہاء کی جماعت کی یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ لازم رہنا چاہیے، کیونکہ آپ نے یہ حکم نہیں دیا کہ مسلمان اپنے اتحاد کی لاٹھی کو توڑ دیں۔

اس امر کی صفت میں اختلاف ہے، پس بعض علماء نے کہا کہ جماعت کے ساتھ لازم رہنا چاہیے اور جماعت ''السواد الاعظم'' ہے اور ان کا استدلال امام ابن ماجہ کی اس حدیث سے ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کے اکہتر (۷۱) فرقے تھے اور میری امت کے عنقریب بہتّر (۷۲) فرقے ہوں گے اور وہ سب فرقے دوزخی ہوں گے سوا ایک کے، اور وہ ایک فرقہ وہ ہے جو جماعت ہو یعنی ''سوادِ اعظم'' ہو۔

اور دوسرے علماء نے کہا: جس جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لازم رہنے کا حکم دیا ہے یہ علماء کی جماعت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علماء کو اپنی مخلوق کے اوپر حجت بنایا ہے، اور عام لوگ اپنے دینی مسائل میں انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور انہی کی اتباع کرتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر مجتمع نہیں فرمائے گا۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا: اس جماعت سے مراد صحابہ کی جماعت ہے جنہوں نے دین کو قائم کیا اور ان کے علاوہ فقہاء نے کہا: اس سے مراد اہلِ اسلام کی جماعت ہے جب تک وہ کسی امرِ واجب پر مجتمع رہیں، اور جب ان میں کوئی مخالف ہو تو پھر وہ مجتمع نہیں ہوں گی۔

مسلمانوں کے بہتر فرقوں کا بیان

اور امام ابومحمد الحسن بن احمد بن اسحاق التستری نے اپنی کتاب ''افتراق الامۃ'' میں لکھا ہے: اہل السنۃ والجماعۃ ایک فرقہ ہے، اور خوارج کے پندرہ (۱۵) فرقے ہیں اور شیعہ کے تینتیس (۳۳) فرقے ہیں، اور المعتزلہ کے چھ (۶) فرقے ہیں، اور المرجئہ کے بارہ (۱۲) فرقے ہیں، اور المشبہہ کے تین (۳) فرقے ہیں اور الجہمیہ کا ایک فرقہ ہے، اور الضراریۃ کا بھی ایک فرقہ ہے اور الکلابیہ کا بھی ایک فرقہ ہے۔

اور فرقوں کے اصول دس ہیں:

(۱) اہل السنۃ (۲) الخوارج (۳) الشیعہ (۴) الجہمیہ (۵) الضراریہ (۶) المرجئہ (۷) النجاریہ (۸) الکلابیہ (۹) المعتزلہ (۱۰) المشبہہ۔

اور ابوالقاسم الفورانی نے اپنی کتاب ''فرق الفرق'' میں لکھا ہے کہ غیر اسلامی فرقے یہ ہیں:

(۱) الدہریہ (۲) الہیولی، جو اصحاب العناصر الثنویہ ہیں (۳) الدیصانیہ (۴) المانویۃ (۵) الطباعیۃ (۶) الفلکیۃ (۷) القرامطۃ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۸۔۲۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مسلمانوں کے فرقوں کے متعلق مصنف کی تحقیق

علامہ عینی نے جو مسلمانوں کے بہتّر (۷۲) فرقوں کی نشاندہی کی ہے ان میں سے اکثر فرقے مردہ مذاہب پر مشتمل ہیں اور

اب ان کا نام ونشان نہیں ہے، اور کچھ نئے فرقے وجود میں آچکے ہیں جو پہلے نہیں تھے مثلاً اہل قرآن، اور منکرین حدیث، مرزائیہ، قادیانی جماعت، لاہوری جماعت، ذکری فرقہ، بہائی فرقہ، آغاخانی، جماعت المسلمین، دیوبندیہ، وہابیہ، جماعت اسلامی، سپاہ صحابہ، وغیرہ۔

ہماری رائے یہ ہے کہ جن مسائل اعتقادیہ میں ان فرقوں کو شبہات واقع ہوئے اور انہوں نے دلائل سے اپنی رائے کو حق سمجھا، اور ان شبہات کو دور کرنے کے لیے علماء اہل سنت نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ ان تک نہیں پہنچ سکے وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں یا جن لوگوں تک وہ دلائل پہنچ گئے لیکن ان دلائل سے ان کا شرح صدر نہیں ہوسکا اور ہنوز ان کے شبہات باقی رہے، وہ بھی معذور ہیں لیکن جن لوگوں پر حجت تمام ہوگئی اور وہ محض کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے اپنے باطل موقف پر ڈٹے رہے تو اگر ان کا موقف کسی کفر کو مستلزم ہے تو وہ دائماً دوزخ میں رہیں گے، اور اگر ان کا موقف کسی گمراہی کو مستلزم ہے تو وہ دوزخ میں دخول کے مستحق ہیں الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمادے، مثلاً جو شیعہ حضرت علی کی الوہیت کے معتقد ہیں، یا جو وحی لانے میں حضرت جبرائیل کی خطاء کے قائل ہیں یا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف (تہمت) لگاتے ہیں، یا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرتے ہیں، یا جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تین یا چھ صحابہ کے علاوہ سب صحابہ مرتد ہوگئے تھے، یا جو امامت کو نبوت سے افضل قرار دیتے ہیں، یہ سب کافر ہیں، اور جو خلفاء ثلاثہ کو مفضول کہتے ہیں یا ان پر سب کرتے ہیں (گالی دیتے ہیں) وہ کافر نہیں ہیں، لیکن وہ بدترین فسق اور گمراہی میں مبتلا ہیں، اسی طرح جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صریح کفریہ عبارات لکھیں وہ کافر ہیں اور جو لوگ ان عبارات پر مطلع ہوگئے اور ان پر وجہ کفر منکشف ہوگئی لیکن وہ مذہبی تعصب اور ہٹ دھرمی سے ان عبارات کو صحیح کہتے ہیں وہ بھی کافر ہیں، لیکن جو لوگ ان عبارات پر مطلع نہیں ہیں یا ان پر وجہ کفر منکشف نہیں ہوئی اس لئے وہ تکفیر نہیں کرتے، سو ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ نہیں ہے۔ تاہم اس قاعدہ سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کی تکفیر پر پوری ملتِ اسلامیہ کا اجماع ہے جیسے مرزائیہ کا قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ یا اور کوئی ایسا فرقہ جس کی تکفیر پر پوری ملت اسلامیہ متفق ہو اور اس کی تکفیر واضح اور غیر مشتبہ ہو، اور بعض اعتقادی مسائل میں شبہ کی وجہ سے اختلاف کرتے ہیں مثلاً علم غیب اور تصرف میں ذاتی اور عطائی کا فرق نہیں کرتے یا بدعتِ حسنہ کا انکار کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق نہیں کرتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت، آپ کے معجزانہ تصرفات اور آپ کی علمی، روحانی اور بعض مواقع پر حسی نورانیت کے قائل ہیں، آپ کی حیات کے معتقد ہیں اور قبر انور پر آپ سے شفاعت طلب کرنے اور یارسول اللہ کہنے کے معتقد ہیں، ان پر کفر کا حکم نہیں ہے، ان مسائل میں اختلاف محض فروعی ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۲- بَابُ: مَنْ كَرِهَ أَنْ يُكَثِّرَ سَوَادَ الْفِتَنِ وَالظُّلْمِ

فتنہ پروروں اور ظالموں کی جماعت کو بڑھانے کی ممانعت

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے فتنہ اور ظلم کی جماعت کی کثرت کو ناپسند کیا اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس باب کی حدیث

ے اس کا حکم واضح ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۸۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ وَغَيْرُهُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ بَعْثٌ فَاكْتُتِبْتُ فِيهِ فَلَقِيتُ عِكْرِمَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَنَهَانِي أَشَدَّ النَّهْيِ ثُمَّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا مَعَ الْمُشْرِكِينَ يُكَثِّرُونَ سَوَادَ الْمُشْرِكِينَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَيَأْتِي السَّهْمُ فَيُرْمَى فَيُصِيبُ أَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهُ أَوْ يَضْرِبُهُ فَيَقْتُلُهُ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ﴾ (النساء: ۹۷)

(صحیح البخاری: ۴۵۹۶، ۷۰۸۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حیوۃ وغیرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاسود نے حدیث بیان کی، اور اللیث نے کہا از ابی الاسود، وہ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ مدینہ کا ایک لشکر تیار کیا گیا اور میرا نام اس میں لکھ دیا گیا، پھر میں عکرمہ سے ملا اور میں نے ان کو خبر دی تو انہوں نے مجھے اس میں شرکت سے سختی سے منع کیا، پھر بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے خبر دی ہے کہ کچھ مسلمان جو مشرکین کے ساتھ رہتے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کی جماعت کی کثرت کا سبب بنتے، پھر کوئی تیر آتا اور ان میں سے کسی کو لگ جاتا اور ہلاک کر دیتا، یا انہیں کوئی تلوار سے قتل کر دیتا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''بے شک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے'' (النساء: ۹۷)

صحیح البخاری: ۷۰۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن یزید، یہ المقری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حیوۃ، اور یہ حیوٰۃ بن شریح التجیبی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ابوالاسود، یہ محمد بن عبدالرحمن الاسدی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وغیرہ'' علامہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ نے کہا ہے: اس سے مراد ابنِ لہیعہ ہیں اور ان کی مراد یہ ہے کہ ابن لہیعہ ابوالاسود سے اور محمد بن عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں۔ اور علامہ الکرمانی نے کہا: یہاں عمدًا کی روایت بھی کی گئی ہے جو الحراۃ کی ضد ہے، اور پہلا قول صحیح ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقطع علی اھل المدینۃ بعث فاکتتبت" یعنی اہلِ مدینہ کے ایک لشکر کو مقرر کیا گیا اور میرا نام بھی اس میں لکھا گیا۔ علامہ الکرمانی نے کہا: یہ معروف کا صیغہ ہے، یعنی میں نے خود اپنا نام اس لشکر میں لکھا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۸۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص جس جماعت میں شامل ہو اس کا اسی جماعت میں شمار ہونا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص جس قوم کے ساتھ راضی ہو اس کا اسی قوم میں شمار ہوتا ہے خواہ وہ قوم نیک ہو یا فاسق ہو، اور وہ اجر میں اور گناہ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مجرم کو پناہ دی یا کسی مبتدع کو پناہ دی اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔

رہا صالحین کی مجلس میں شریک ہونا تو اس کے متعلق حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ فرشتے ہیں جو راستوں میں گھومتے رہتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں، پس اگر ان کو ایسے لوگ مل جائیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہوں تو وہ نداء کرتے ہیں آؤ اپنی حاجت کی طرف، اور اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: فرشتو گواہ ہو جاؤ! میں نے ان سب لوگوں کو بخش دیا، تو فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ کہے گا: ان میں فلاں بندہ تھا جو اہل ذکر میں سے نہیں تھا یہ تو کسی کام سے آیا تھا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ ایسی مجلس والے ہیں کہ جو ان کی مجلس میں شریک ہو جائے وہ محروم نہیں ہوتا۔

پس اگر فاسقوں کی مجلس ہو اور کوئی شخص اس میں بیٹھا ہو اور فاسقوں کو اور ان کے فسق کو ناپسند کرتا ہو اور ان سے علیحدہ ہونے کی طاقت نہ رکھتا ہو کیونکہ اسے اپنی جان پر خوف ہو یا کسی اور عذر کی وجہ سے وہ وہاں سے نہ اٹھ سکتا ہو اور نہ ان کو منع کر سکتا ہو تو امید کی جاتی ہے کہ اس کو ان کے گناہ سے نجات ملے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۸۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی عذرِ صحیح کی وجہ سے فساق کی مجلس میں شرکت پر مواخذہ نہ ہونا

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے اختیار سے نافرمانوں کی مجلس میں بیٹھے اور اس کے بیٹھنے کا کوئی صحیح قصد نہ ہو مثلاً وہ ان کی برائی پر رد کرنا چاہتا ہو یا کسی مسلمان کو ان کے ہاتھوں ہلاکت سے بچانا چاہتا ہو تو اس شخص سے اس مجلس میں بیٹھنے کی بناء پر مواخذہ ہوگا اور جو ان کی مجلس سے اٹھنے پر قادر ہو وہ معذور نہیں ہوگا جیسا کہ جو لوگ اسلام لائے اور ان کو مشرکین نے ہجرت کرنے سے روکا، پھر وہ مشرکین کے ساتھ ان کے لشکر میں نکلتے تھے اور ان کا قصد مسلمانوں سے لڑنا نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کی نظروں میں کفار کے لشکر کی کثرت کو بیان کرنا تھا تو ان سے مواخذہ کیا گیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۴۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۴۔ بَابٌ: إِذَا بَقِيَ فِي حُثَالَةٍ مِنَ النَّاسِ — جب کوئی شخص ردّی لوگوں میں باقی رہ جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں حثالہ کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: ہر چیز کے ردّی اجزاء جن میں کوئی فائدہ نہ ہو یعنی کسی چیز کا اصل جوہر نکلنے کے بعد جو پھوک اور تلچھٹ باقی رہ جائے جیسے آٹے کو چھاننے کے بعد بھوسی باقی رہ جائے۔

اس باب کے عنوان کا جواب مذکور نہیں ہے یعنی اس وقت کیا کیا جائے۔

امام ابن حبان نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم ردّی لوگوں میں سے باقی رہ جاؤ گے، جب لوگوں کے عہود اور ان کی امانات خراب اور فاسد ہو جائیں گے اور وہ آپس میں اختلاف کریں گے اور اس طرح ہو جائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں، انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ایسی صورت میں آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم خاص لوگوں کے ساتھ رہنا اور عام لوگوں کو چھوڑ دینا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس حدیث کی روایت نہیں کی، کیونکہ یہ حدیث العلاء بن عبدالرحمٰن بن یعقوب سے مروی ہے اور وہ امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہیں تو انہوں نے اس معنی پر مشتمل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روایت کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ حَدَّثَنَا حُذَيْفَةُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم حَدِيثَيْنِ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَظِرُ الْآخَرَ حَدَّثَنَا أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوا مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ عَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ فَيَبْقَى فِيهَا أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ وَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ فَلَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ فَيُقَالُ إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا وَيُقَالُ لِلرَّجُلِ مَا أَعْقَلَهُ وَمَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از زید بن وہب، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حدیثیں بیان فرمائیں، ان میں سے ایک حدیث کے مصداق کو میں نے دیکھ لیا اور دوسری کا میں انتظار کر رہا ہوں، انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں نازل کی گئی، پھر انہوں نے قرآن کا علم حاصل کیا، پھر انہوں نے سنت کا علم حاصل کیا، اور انہوں نے ہمیں اس علم کے اٹھ جانے کو بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرد سوئے گا تو امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی، پس وہ اس کے نشان کو ایک دھبہ جتنا دیکھے گا، پھر وہ

أَظْرَفَهُ وَمَا أَجْلَدَهُ وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ وَلَقَدْ أَتَى عَلَيَّ زَمَانٌ وَلَا أُبَالِي أَيُّكُمْ بَايَعْتُ لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا رَدَّهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامُ وَإِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا رَدَّهُ عَلَيَّ سَاعِيهِ وَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ أُبَايِعُ إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا۔

دوبارہ سوئے گا اور پھر امانت نکال لی جائے گی تو اس کے دل میں آبلا (چھالا) کی طرح اس کا نشان رہ جائے گا، جیسے تم نے کوئی چنگاری اپنے پاؤں پر گرائی ہو اور اس کی وجہ سے چھالا پڑ جائے، تم اس میں سوجن دیکھو گے لیکن اندر کچھ نہیں ہوگا، اور لوگ خرید و فروخت کریں گے لیکن کوئی امانت ادا کرنے والا نہیں ہوگا، پھر کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار آدمی ہے، اور کسی مرد کے متعلق کہا جائے گا: وہ کس قدر عقلمند ہے، اور کتنا خوش گفتار ہے، اور اس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا، اور مجھ پر ایک زمانہ گزر گیا اور پہلے میں اس کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ میں تم میں سے کس شخص کے ساتھ خرید و فروخت کروں، اگر وہ شخص مسلمان ہوتا تو اس کا اسلام اس کو حق ادا کرنے پر مجبور کرتا، اور اگر وہ نصرانی ہوتا تو اس کے حکام اس کو ادائیگی حق پر مجبور کرتے، لیکن آج کل میں صرف فلاں شخص اور فلاں شخص سے ہی خرید و فروخت کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۴۹۷، ۷۰۸۶، ۷۲۷۶، صحیح مسلم: ۱۴۳، سنن ترمذی: ۲۱۷۹، سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۳، مسند احمد: ۲۲۷۴۴)

صحیح البخاری: ۷۰۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ معنوی مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں نبوت کی دی ہوئی خبروں میں سے ایک خبر کا علم ہے، کیونکہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ "ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے دین فاسد ہو جائیں گے اور اس زمانہ میں امانت دار لوگ کم ہوں گے"۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی، حدیث کا خلاصہ اور حدیث کے فوائد

اس حدیث میں "جذر" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: اصل۔ یعنی ان کی امانت ان کی فطرت میں داخل تھی، اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے سے حاصل ہوگئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الوکت" اس کا معنی ہے: تھوڑا سا اثر۔ اور ایک قول ہے سیاہ دھبہ، دوسرا قول ہے ایسا رنگ جو پہلے

رنگ کے خلاف ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''المجل'' اس کا معنی ہے: ہاتھوں میں کام کرنے سے جو چھالا پڑ جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''منتبر'' اس کا معنی ہے ابھار، اور منبر کا لفظ بھی اسی سے بنا ہے۔ اور اس حدیث میں جو خرید و فروخت کا ذکر ہے، اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مجھے پہلے یہ علم تھا کہ لوگوں میں امانت عام ہے تو میں ہر کسی سے لین دین کا معاملہ کر لیتا تھا، کیونکہ مجھے لوگوں کی امانت داری پر اعتماد تھا، پس اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا دینِ اسلام اس کو خیانت سے روکتا، اور اگر وہ نصرانی یا کافر ہوتا تو اس کا حاکم اس کو خیانت سے منع کرتا، لیکن آج کل امانت اٹھ چکی ہے، پس اب مجھے خرید و فروخت میں کسی پر اعتماد نہیں ہے سوائے فلاں شخص اور فلاں شخص کے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۴۔ بَابُ: التَّعَرُّبِ فِي الْفِتْنَةِ

ایامِ فتنہ میں دیہاتوں میں رہنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں ''تعرب'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: تکلف سے اعرابی بننا اور گاؤں اور دیہات میں رہنا، دوسرا قول ہے کہ ''تعرب'' کا معنی ہے: اعراب اور دیہاتیوں کے ساتھ رہنا اور وہ یہ ہے کہ مہاجر اس شہر سے منتقل ہو جائے جس شہر کی طرف اس نے ہجرت کی تھی اور پھر کسی گاؤں یا دیہات میں رہے، پس وہ ہجرت کرنے کے بعد اعرابی ہو جائے، اور یہ مسلمانوں پر حرام تھا سوا اس کے کہ شارع علیہ السلام اس کی خصوصی اجازت دیں، اور امام بخاری نے عنوان کو فتنہ کے ساتھ اس لیے مقید کیا ہے کہ شریعت میں یہ اجازت ہے کہ فتنہ کے ایام میں انسان گاؤں اور دیہات میں یا جنگلوں اور پہاڑوں میں چلا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۲۔ ۲۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۸۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى الْحَجَّاجِ فَقَالَ يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ ارْتَدَدْتَ عَلَى عَقِبَيْكَ تَعَرَّبْتَ قَالَ لَا وَلَكِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَذِنَ لِي فِي الْبَدْوِ وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ خَرَجَ سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ إِلَى الرَّبَذَةِ وَتَزَوَّجَ هُنَاكَ امْرَأَةً وَوَلَدَتْ لَهُ أَوْلَادًا فَلَمْ يَزَلْ بِهَا حَتَّى قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِلَيَالٍ فَنَزَلَ الْمَدِينَةَ۔

(صحیح مسلم: ۱۸۶۲، سنن نسائی: ۴۱۸۶، مسند احمد: ۱۶۰۷۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حجاج کے پاس گئے تو اس نے کہا: اے ابن الاکوع! کیا تم اپنی ایڑیوں پر الٹے پاؤں پلٹ کر اعرابی بن گئے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گاؤں میں رہنے کی اجازت دی ہے۔

اور یزید بن ابی عبید بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا تو حضرت سلمہ بن الاکوع ربذہ کی طرف

چلے گئے اور وہاں ایک عورت سے نکاح کر لیا اور ان کی اس سے اولاد ہوئی، پھر وہ مسلسل وہیں رہتے رہے حتیٰ کہ وفات سے چند دن پہلے لوٹ آئے اور مدینہ منورہ میں رہے۔

صحیح البخاری: ۷۰۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں باب مذکور کے عنوان کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حاتم کا ذکر ہے، یہ ابن اسماعیل الکوفی ہیں۔ اور یزید کا ذکر ہے، یہ ابن ابی عبید ہیں جو حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

حجاج بن یوسف کے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ

اس حدیث میں مذکور ہے "انه دخل على الحجاج" حجاج کا پورا نام ہے حجاج بن یوسف الثقفی، کیونکہ جب حجاج حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے کے بعد حجاز کا والی مقرر ہوا تو یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف گیا اور یہ ۷۴ھ کا واقعہ ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر سن ۶۰ھ میں فوت ہوئے تھے، اور انہوں نے حجاج بن یوسف کی امارت کا زمانہ نہیں پایا۔

شہر کو ترک کر کے گاؤں میں رہائش اختیار کرنے پر وعید

اس حدیث میں مذکور ہے "ارتددت على عقبيك" یعنی حجاج نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم اپنی ایڑیوں پر پلٹ گئے ہو؟ گویا کہ اس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کو امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سود کھانے والا اور سود کھلانے والا اور سود کا معاملہ لکھنے والا جب انہیں سود کا علم ہو اور حسن کے لیے جسم پر گدوانے والی اور گودنے والی اور صدقہ سے منع کرنے والا اور ہجرت کے بعد مرتد ہو کر اعرابی بننے والا ان سب پر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے قیامت تک لعنت ہے۔ (سنن نسائی: ۵۱۱۲)

حجاج بن یوسف کا مطلب یہ تھا کہ تم مدینہ چھوڑ کر گاؤں میں سکونت کر کے اعرابی بننے کی وجہ سے مرتد ہو گئے ہو؟ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! میں جو دیہات میں رہ رہا ہوں تو میں نے اپنی ہجرت سے رجوع نہیں کیا لیکن میں نے گاؤں اور

دیہات میں فتنہ کی وجہ سے سکونت کی۔

ربذہ کا بیان

''رَبَذَہ'' کے لفظ میں راء اور باء پر زبر ہے، اور یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک ریگستان ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ربذہ وہ جگہ ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے اونٹوں کے لیے چراگاہ بنا دیا تھا، اور یہ مدینہ سے تین مراحل پر ذاتِ عرق کی جانب ہے۔

عبدالوہاب بن مندہ نے ''معرفۃ الصحابہ'' میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن بکیر وغیرہ نے کہا کہ حضرت سلمہ ۷۴ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے تھے اور ان کی عمر اس وقت اسی (۸۰) سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہجرت کی فضیلت اور ہجرت ترک کر کے اپنی جگہ پر لوٹ آنے کی مذمت

اس حدیث میں ''التعرّب'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: کوئی شخص ہجرت کرنے کے بعد اعرابی بن جائے، اور صحابہ کرام اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے تھے کہ وہ اپنی ہجرت کرنے کے بعد اعراب کی مثل ہو جائیں، کیونکہ اعراب نے ہجرت کی عبادت نہیں کی اور مہاجر پر ہجرت کے بعد اپنے وطن کی طرف لوٹنا حرام کر دیا گیا ہے، جیسا کہ اہلِ مکہ پر فرض کیا گیا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں رہیں اور آپ کی نصرت کریں، اسی وجہ سے حجاج نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابن الاکوع! تم اپنی ایڑیوں پر پلٹ گئے اور اعرابی بن گئے، یعنی تم نے اپنی اس ہجرت سے رجوع کر لیا جو محض اللہ تعالیٰ کے لیے کی تھی، اور تم مکہ چھوڑ کر مدینہ آ گئے، تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گاؤں دیہات میں رہنے کی اجازت دی ہے، پس ان کا مدینہ سے نکلنا ہجرت سے رجوع کرنا نہیں تھا اور یہ کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے لیے یہ دعا کی کہ وہ اس زمین میں نہ مریں جس زمین سے انہوں نے ہجرت کی ہے، اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھنا اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹانا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ پر افسوس کرتے تھے جو مکہ میں بیمار ہو کر فوت ہو گئے، حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ بدر میں حاضر تھے، پھر کسی وجہ سے مکہ آئے اور وہیں بیمار ہو کر فوت ہو گئے اور ان کا شمار مہاجرین ہی میں ہوا۔

اس باب کی دوسری حدیث میں ہے کہ فتنوں اور جنگوں کے وقت لوگوں کا فتنوں اور جنگوں سے بچ کر جنگلوں میں اور پہاڑوں میں اپنے دین کی حفاظت کے لیے چلے جانا بہتر ہے، تاہم علماء نے یہ کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ مسلمان شہر میں ہی رہیں اور فتنوں سے الگ رہیں کیونکہ شہر میں رہیں گے تو مساجد میں باجماعت نماز پڑھیں گے، لوگوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا موقع حاصل ہوگا، اور اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد کی کفالت کے لیے روزگار کو حاصل کرنے کے لیے محنت مشقت کریں گے اور یہ سارے امور باعثِ ثواب ہیں، جب کہ جنگلوں اور پہاڑوں میں بکریوں کے ساتھ وقت گزارنے سے اگرچہ وہ فتنوں سے تو بچیں گے لیکن دین کے ان اہم کاموں پر عمل کرنے کے مواقع ان کو نہیں ملیں گے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۷ ۳، دارالکتب

العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۰۸۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے خبر دی از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی صعصعہ از والد خود از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی، جن کو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر لے جائے گا، اور بارش نازل ہونے کی جگہوں پر اور فتنوں کی وجہ سے اپنے دین کو بچانے کے لیے وہاں چلا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۹، ۳۳۰۰، ۳۶۰۰، ۶۴۹۵، ۷۰۸۸، سنن نسائی: ۵۰۳۶، سنن ابوداؤد: ۴۲۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۰، مسند احمد: ۱۰۶۴۹)

۱۵۔ بَابُ: التَّعَوُّذِ مِنَ الْفِتَنِ

فتنوں سے پناہ طلب کرنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

فتنوں سے پناہ طلب کرنے کی تحقیق

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے لکھا ہے:

فتنوں سے پناہ مانگنے کی مشروعیت میں ان لوگوں پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے فتنہ کا سوال کریں، کیونکہ فتنہ میں منافقین کی فصل کاٹ دی جاتی ہے، اور ان کا یہ زعم ہے کہ ایک حدیث میں فتنہ کی طلب کا ثبوت ہے، حالانکہ وہ حدیث ثابت نہیں ہے بلکہ صحیح اس کے خلاف ہے، کیونکہ امام ابونعیم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ "فتنہ کو ناپسند نہ کرو، کیونکہ آخر زمانہ میں فتنہ منافقین کو ہلاک کر دے گا"۔ اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور مجہول ہے اور "کتاب الدعوات" میں متعدد احادیث میں یہ گزر چکا ہے کہ غناء کے فتنہ سے پناہ طلب کرو، اور فقر کے فتنہ سے پناہ طلب کرو، اور ارذل العمر سے پناہ طلب کرو، اور دنیا کے فتنہ سے پناہ طلب کرو، اور دوزخ کے فتنہ سے پناہ طلب کرو وغیرہ۔ اور علماء نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب کی احادیث سے اپنی امت کے لیے فتنہ سے پناہ کی طلب کے مشروع ہونے کا ارادہ فرمایا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۵۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۰۸۹۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ سَأَلُوا النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم حَتّٰى أَحْفَوْهُ بِالْمَسْأَلَةِ فَصَعِدَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں

ذاتَ يومٍ المِنبَرَ فقال لا تَسألوني عن شيءٍ إلا بيّنتُ لكم فجعلتُ أنظرُ يمينًا وشمالًا فإذا كلُّ رجلٍ لافٌّ رأسَه في ثوبِه يبكي فأنشأ رجلٌ كان إذا لاحى يُدعى إلى غيرِ أبيه فقال يا نبيَّ الله مَن أبي فقال أبوك حُذافةُ ثم أنشأ عمرُ فقال رضينا بالله ربًّا وبالإسلامِ دينًا وبمحمدٍ رسولًا نعوذُ بالله من سوءِ الفتنِ فقال النبيُّ ﷺ ما رأيتُ في الخيرِ والشرِّ كاليومِ قطُّ إنه صُوِّرت لي الجنةُ والنارُ حتى رأيتُهما دونَ الحائطِ فكان قتادةُ يذكرُ هذا الحديثَ عندَ هذه الآية ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (المائدہ:۱۰۱)

کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے بہت سوالات کیے حتیٰ کہ انہوں نے سوال میں بہت مبالغہ کیا، پس نبی ﷺ ایک دن منبر پر چڑھے، پس آپ نے فرمایا: تم مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کرو گے مگر میں تمہیں اس چیز کا بیان کروں گا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دائیں اور بائیں دیکھا تو ہر مرد اپنا سر اپنے کپڑے میں چھپائے ہوئے رو رہا تھا، پھر ایک مرد نے کہنا شروع کیا اور جب اس کا کسی سے جھگڑا ہوتا تو اس مرد کو اس کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا جاتا، اس مرد نے کہا: اے اللہ کے نبی! بتایئے میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہنا شروع کیا، پس کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر اور (سیدنا) محمد (ﷺ) کو رسول مان کر، اور ہم برے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے آج کے دن کی مثل خیر اور شر کو نہیں دیکھا، بے شک میرے لیے جنت اور دوزخ کی صورتیں پیش کی گئیں حتیٰ کہ میں نے ان دونوں صورتوں کو اس دیوار کے پاس دیکھا، اور حضرت قتادہ یہ حدیث اس آیت کی تلاوت کے وقت بیان کرتے:

''اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو نا گوار ہوں''۔ (المائدہ:۱۰۱)

(صحیح البخاری: ۹۳، ۵۴۰، ۷۴۹، ۴۶۲۱، ۶۳۶۲، ۶۴۶۸، ۶۴۸۶، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۵۹، مسند احمد: ۱۱۶۴۳)

۷۰۹۰۔ وَقَالَ عَبَّاسٌ النَّرْسِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ بِهَذَا وَقَالَ كُلُّ رَجُلٍ لَافًّا رَأْسَهُ فِي ثَوْبِهِ يَبْكِي وَقَالَ عَائِذًا بِاللهِ مِنْ سُوءِ الْفِتَنِ أَوْ قَالَ أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ سُوءِ الْفِتَنِ۔

اور عباس النرسی نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اسی طرح فرمایا، اور ہر مرد اپنا سر کپڑے میں لپیٹے ہوئے رو رہا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں برے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ

طلب کرنے والا ہوں، یا کہا: میں برے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۹۳، ۵۴۰، ۷۴۹، ۴۶۲۱، ۶۳۶۲، ۶۴۶۸، ۶۴۸۶، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۵۹، مسند احمد: ۱۱۶۴۳)

۷۰۹۱۔ وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ وَمُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا وَقَالَ عَائِذًا بِاللهِ مِنْ شَرِّ الْفِتَنِ۔

اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید اور معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی نبی ﷺ سے اسی طرح۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں فتنوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے والا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۹۳، ۵۴۰، ۷۴۹، ۴۶۲۱، ۶۳۶۲، ۶۴۶۸، ۶۴۸۶، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۵۹، مسند احمد: ۱۱۶۴۳)

احادیثِ مذکورہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور میں سائل کی تعیین

الاسماعیلی نے کہا: جس مرد نے آپ سے اپنے باپ کے متعلق سوال کیا تھا اس کا نام خارجہ تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ معروف یہ ہے کہ وہ سوال کرنے والا عبداللہ تھا جو خارجہ کا بھائی تھا، اور تفسیر مائدہ میں یہ گزر چکا ہے کہ قیس بن حذافہ نے یہ سوال کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے علمِ غیب کا بیان اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے نسب پر بھی مطلع تھے اور ان کے اخروی ٹھکانے پر بھی مطلع تھے

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تمہیں اس کی خبر دوں گا تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ بن قیس ہے، پس وہ اپنی والدہ کے پاس گئے تو ان کی والدہ نے ان سے کہا: تم نے جو نبی ﷺ سے اپنے باپ کے متعلق سوال کیا تو اس سوال پر تمہیں کس چیز نے برانگیختہ کیا تھا، کیونکہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں تھے، تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہ پسند کرتا تھا کہ مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ لوگوں میں سے حقیقت میں میرا باپ کون ہے؟"

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں دائیں بائیں دیکھتا رہا تو میں نے دیکھا ہر شخص اپنا سر کپڑے میں چھپائے ہوئے رو رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ بار بار فرما رہے تھے: مجھ سے سوال کرو" اور امام احمد نے اپنی روایت میں یہ

اضافہ کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے، تو اس مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ جنت میں ہے یا دوزخ میں، آپ نے فرمایا: دوزخ میں، اور اس کی مزید وضاحت کتاب الاعتصام میں آئے گی۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۵۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی غیب کی خبر پر حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا کامل ایمان

روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن حذافہ کی ماں نے ان سے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے تم سے زیادہ کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو اپنی ماں کی عزت کو پامال کرنے والا ہو، اگر تمہاری ماں نے زمانہ جاہلیت میں کوئی بدکاری کی ہوتی جیسے زمانہ جاہلیت کی عورتیں کرتی تھیں تو تم اپنی ماں کو لوگوں کی نگاہوں میں رسوا کر دیتے، تو ان کے بیٹے نے کہا: اللہ کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ مجھے کسی سیاہ فام غلام کے ساتھ بھی لاحق کر دیتے تو میں اس کے ساتھ لاحق ہو جاتا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی غیب کی خبر پر کامل یقین اور ایمان تھا۔ سعیدی غفرلہٗ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظیم فراست اور رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور توقیر

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی فہم اور دین کی حمایت اور رسول اللہ ﷺ سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنے میں ان کی بڑی فضیلت ہے، جب کہ انہوں نے کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد ﷺ کو رسول مان کر۔ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سوالات کرنے سے منع کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا اور یہ حکم دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آواز پر آواز نہ بلند کی جائے، اور انہوں نے اس طرح فتنہ کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی جس طرح نبی ﷺ فتنہ کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے تھے، آپ نے زندگی اور موت کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی، ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے ہر فتنہ سے آپ کو اپنی پناہ میں رکھا ہے اور ہر شر سے آپ کو محفوظ رکھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے فتنوں سے پناہ طلب کرنے کی حکمت

اور آپ فتنوں سے پناہ کی دعا اس لیے کرتے تھے تاکہ آپ کی امت کے لیے نمونہ ہو جائے، پس آپ کی امت بھی ان چیزوں سے پناہ طلب کرے جن چیزوں سے ہمارے نبی ﷺ نے پناہ طلب کی ہے۔ اور یہ اس کے خلاف ہے جو بعض کم علم لوگوں نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے فتنوں کو طلب کرو، کیونکہ فتنے منافقین کی فصل کو کاٹتے ہیں، اور انہوں نے یہ زعم کیا کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے، حالانکہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور صحیح وہ ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فتنوں سے پناہ طلب کی ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۸۔۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۶۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ اَلْفِتْنَةُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ

نبی ﷺ کا ارشاد کہ فتنہ مشرق کی طرف سے نمودار ہوگا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ حمد بن محمد خطابی التوفی ۳۸۸ھ نے لکھا ہے کہ فتنہ کا طلوع مشرق کی جانب سے ہوگا اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

اور دوسروں نے کہا: اہلِ مشرق اس زمانہ میں کفار تھے تو رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ فتنہ اس جانب سے ہوگا اور اسی طرح ہوا، سب سے بڑا فتنہ جو تمام فتنوں اور فسادات کی جڑ تھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل تھا، اور اس کا سبب جنگِ جمل اور جنگِ صفین کا واقعہ تھا، پھر نجد کی سرزمین میں اور عراق میں خوارج کا ظہور ہوا اور اس کے بعد مشرق سے ظہور ہوا، اور یہ معلوم ہے کہ بدعات کی ابتداء مشرق سے ہوئی ہے، اگرچہ جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں بہت زیادہ اہلِ شام اور اہلِ حجاز شہید ہو گئے تھے، لیکن فتنہ مشرق کی جانب سے نمودار ہوا، اور یہی مسلمانوں کے اتحاد کے ٹوٹنے کا سبب ہوا، اور اس کے بعد ایسے فسادات ہوئے جو قیامت تک جاری رہیں گے، اور رسول اللہ ﷺ امت کو ان فتنوں کے وقوع سے پہلے خبردار کرتے تھے اور یہی رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۰۹۲۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَامَ إِلَى جَنْبِ الْمِنْبَرِ فَقَالَ الْفِتْنَةُ هَا هُنَا الْفِتْنَةُ هَا هُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ أَوْ قَالَ قَرْنُ الشَّمْسِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی از معمر از الزہری از سالم از والد خود از نبی ﷺ، آپ منبر کی ایک جانب کھڑے ہوئے، پس آپ نے فرمایا: فتنہ یہاں ہوگا، فتنہ یہاں ہوگا، جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا ہے، جہاں سے سورج کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۰۴، ۳۲۷۹، ۳۵۱۱، ۵۲۹۶، ۷۰۹۲، ۷۰۹۳، صحیح مسلم: ۲۹۰۵، سنن ترمذی: ۲۲۶۸، مسند احمد: ۵۰۸۸، موطا امام مالک: ۱۸۲۴)

۷۰۹۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقِ يَقُولُ أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور اس وقت آپ کا منہ مشرق کی طرف تھا، آپ فرما رہے تھے: سنو! فتنہ یہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴،۳،۷۹،۳،۲۲۷،۳،۵۱۱،۳،۵۲۹۶،۵،۷۰۹۲، ۷۰۹۳،صحیح مسلم:۲۹۰۵،سنن ترمذی:۲۲۶۸،مسند احمد:۵۰۸۸،موطا امام مالک:
۱۸۲۲)

۷۰۹۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَفِي نَجْدِنَا قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَفِي نَجْدِنَا فَأَظُنُّهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا: ہمیں ازہر بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن عون از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت نازل فرما،اے اللہ !ہمارے یمن میں برکت نازل فرما،صحابہ نے کہا: یارسول اللہ!اور ہمارے نجد میں؟ آپ نے کہا: اے اللہ!ہمارے شام میں برکت نازل فرما،اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت نازل فرما،صحابہ نے کہا: یارسول اللہ!اور ہمارے نجد میں؟پس میرا گمان ہے کہ تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا: وہاں زلزلے نمودار ہوں گے اور فتنے نمودار ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

(صحیح البخاری:۱۰۳۷،۷۰۹۴،صحیح مسلم:۲۹۰۵،سنن ترمذی:۳۹۵۳،مسند احمد:۵۹۵۱،موطا امام مالک:۱۸۲۴)

حدیث مذکور کے فوائد از مصنف

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نجد کی سرزمین وہ جگہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی دعائے برکت سے محروم ہے،اور آپ نے نجد کی سرزمین کے متعلق فرمایا:''وہاں زلزلے ہوں گے'' اور زلزلہ میں زمین الٹ پلٹ ہوجاتی ہے،تو وہاں ایسا فتنہ برپا ہوگا جس سے لوگوں کے عقائد زیروزبر اور الٹ پلٹ ہوجائیں گے،آپ نے فرمایا:''وہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا'' نجد میں ایک جگہ ہے''عیینہ'' وہاں سے مسیلمہ کذاب کا ظہور ہوا اور وہیں سے محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ظہور ہوا جس نے صدیوں سے مسلّمہ عقائد کو الٹ پلٹ کردیا،صحابہ کرام اور اہلِ بیت اور ازواج مطہرات کی قبروں کو زمین سے ملادیا،اور لوگوں کا برسوں سے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا عقیدہ تھا اور اس نے کہا: جو رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کو قتل کرنا،ان کا مال لوٹنا اور ان کی عورتوں کو باندیاں بنانا مباح ہے۔

(ہم نے نعمۃ الباری ج ۳ ص ۱۶۰۔۱۶۹ میں تفصیل کے ساتھ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے شیطان کا سینگ ہونے کو واضح کیا ہے۔سعیدی غفرلہٗ)

۷۰۹۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ شَاهِينَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ وَبَرَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن شاہین الواسطی نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از بیان از وبرہ بن عبدالرحمٰن از سعید بن جبیر،

يَرْجُونَا أَنْ يُحَدِّثَنَا حَدِيثًا حَسَنًا قَالَ فَبَادَرَنَا إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدِّثْنَا عَنِ الْقِتَالِ فِي الْفِتْنَةِ وَاللهُ يَقُولُ ﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ ﴾ (البقرہ:۱۹۳) فَقَالَ هَلْ تَدْرِي مَا الْفِتْنَةُ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ إِنَّمَا كَانَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِينَ وَكَانَ الدُّخُولُ فِي دِينِهِمْ فِتْنَةً وَلَيْسَ كَقِتَالِكُمْ عَلَى الْمُلْكِ۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آئے، پس ہمیں امید تھی کہ وہ ہمیں کوئی عمدہ حدیث بیان کریں گے، تو ایک مرد نے ان کی طرف ہم پر سبقت کی، پس اس نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! ہمیں ایامِ فتنہ میں قتال کے متعلق حدیث بیان کریں، اور اللہ فرماتا ہے:

''اوران سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے''۔ (البقرہ:۱۹۳)

پس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہیں تمہاری ماں روئے، کیا تم جانتے ہو کہ فتنہ کیا ہے؟ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے قتال کرتے تھے اور مشرکین کا دین میں داخل ہونا فتنہ تھا، اور یہ قتال ایسا نہیں تھا جیسا تم ملک اور حکومت کے لیے قتال کرتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳۰، ۳۶۹۸، ۳۷۰۴، ۴۰۶۶، ۴۵۱۳، ۴۵۱۴، ۴۵۵۰، ۴۶۵۱، ۷۰۹۵، سنن ترمذی: ۳۷۰۶، مسند احمد: ۵۹۷۵)

صحیح البخاری: ۷۰۹۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نجد کے لیے دعا نہ کرنے کی وجہ اور قرن کا معنی

علامہ المہلب نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مشرق کے لیے دعا کو ترک کر دیا تاکہ وہ اس شر کو پھیلانے سے کمزور ہو جائیں جو مشرق کی جہت میں ہے، کیونکہ شیطان وہاں فتنوں کا غلبہ کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فتنہ وہاں سے نمودار ہوتا ہے جہاں سورج کا سینگ ہے''۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: سورج کے لیے حقیقتاً سینگ ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سینگ سے مراد شیطان کی حکومت ہو اور اس سے مراد وہ چیز ہو جس کی مدد سے شیطان گمراہ کرتا ہے اور یہ زیادہ بہتر ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیطان سورج کے طلوع کے وقت اپنا سر سورج کے بالمقابل کر لیتا ہے تاکہ شیطان کی عبادت کرنے والے اس کو سجدہ کریں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سورج کا ایک شیطان ہو اور سورج اس کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہو۔

قرن کا معنی

علامہ خطابی نے کہا ہے: ''قرن'' سے مراد لوگوں کا ایک گروہ ہے جو ایک گروہ کے فنا ہونے کے بعد دوسرا گروہ پیدا ہوگا، اور دوسروں نے کہا ہے: اس زمانہ میں اہلِ مشرق کفار تھے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ فتنہ اس جانب سے نمودار ہوگا، پھر اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے خبر دی تھی۔ اور پہلا فتنہ مشرق کی جانب سے نمودار ہوا اور وہی فتنہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ کا سبب بنا، اور

یہ وہ چیز ہے جس کو شیطان پسند کرتا تھا اور اس سے خوش ہوتا تھا، اسی طرح بدعات اسی جانب سے ظاہر ہوئیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جنگِ جمل اور صفین کی لڑائیوں میں حصہ نہ لینے کا سبب

صحیح البخاری: ۷۰۹۵ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے قتال نہ کرنے کے متعلق دریافت کیا، اس کا مطلب یہ تھا کہ جنگِ جمل اور جنگِ صفین کے فتنوں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما شریک نہیں ہوئے اور اس لڑائی میں حصہ نہیں لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے:

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (البقرہ: ۱۹۳) اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں فتنہ سے مراد کفر اور شرک ہے، اور ہم کفر اور شرک کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لڑتے رہے ہیں، اور اب جو مسلمانوں میں لڑائی ہو رہی ہے اور آپس کی جنگیں ہیں جو جنگِ جمل اور صفین میں لڑائیاں ہوئی ہیں، وہ کفر اور شرک کے خلاف نہیں تھیں بلکہ وہ ملک اور سلطنت کے حصول کے لیے تھیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۵۲۔ ۲۵۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۷۔ بَابُ: الْفِتْنَةِ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ

اس فتنہ کا بیان جو سمندر کی موج کی طرح امڈ کر آئے گا

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ خَلَفِ بْنِ حَوْشَبٍ: كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يَتَمَثَّلُوا بِهٰذِهِ الْأَبْيَاتِ عِنْدَ الْفِتَنِ قَالَ امْرُؤُ الْقَيْسِ:

اور ابن عیینہ نے خلف بن حوشب سے روایت کی ہے کہ سلف صالحین فتنوں کے وقت ان اشعار کی مثال دینا پسند کرتے تھے جو امرؤ القیس نے کہے ہیں:

الْحَرْبُ أَوَّلُ مَا تَكُونُ فَتِيَّةً — ابتداء میں جنگ ایک جوان لڑکی کی طرح دکھائی دیتی ہے

تَسْعَى بِزِينَتِهَا لِكُلِّ جَهُولِ — جو ہر جاہل کے لیے اپنی خوبصورتی اور زینت کے ساتھ دوڑتی ہے

حَتّٰى إِذَا اشْتَعَلَتْ وَشَبَّ ضِرَامُهَا — حتیٰ کہ جب جنگ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور اس کے شعلے بلند ہو جاتے ہیں

وَلَّتْ عَجُوزًا غَيْرَ ذَاتِ حَلِيلِ — تو وہ ایک بیوہ بڑھیا کی طرح اپنی پیٹھ پھیر لیتی ہے جس سے کوئی نکاح کرنا نہیں چاہتا

شَمْطَاءَ يُنْكَرُ لَوْنُهَا وَ تَغَيَّرَتْ — اس کے بال سیاہ اور سفید ہو جاتے ہیں اور اس کا رنگ ناپسند ہو جاتا ہے

مَكْرُوهَةً لِلشَّمِّ وَالتَّقْبِيلِ — اس کو سونگھنا اور اس کا بوسہ لینا ناپسندیدہ ہوتا ہے

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کو امام ابن ابی شیبہ نے از عاصم بن ضمرہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس امت میں پانچ فتنے رکھے، ایک فتنہ عامہ، پھر فتنہ خاصہ، پھر فتنہ عامہ، پھر فتنہ خاصہ، پھر ایسا فتنہ ہوگا جو سمندر کی موج کی طرح امڈ کر آئے گا اور اس میں تمام لوگ جانوروں کی طرح ہو جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۸۳۱۲، المجلس

اصلی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۷۴۳، المستدرک ج ۴ ص ۴۳۷)

اور اس کی تائید امام ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت سے ہوتی ہے جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: آپ کو فتنہ ضرر نہیں دے گا جب تک آپ کو اپنے دین کی معرفت رہے گی، فتنہ اس وقت واقع ہو گا جب آپ پر حق باطل سے مشتبہ ہو جائے گا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۵۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۰۹۶۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ يَقُولُ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ عُمَرَ إِذْ قَالَ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ لَيْسَ عَنْ هَذَا أَسْأَلُكَ وَلَكِنِ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ عُمَرُ أَيُكْسَرُ الْبَابُ أَمْ يُفْتَحُ قَالَ بَلْ يُكْسَرُ قَالَ عُمَرُ إِذًا لَا يُغْلَقَ أَبَدًا قُلْتُ أَجَلْ قُلْنَا لِحُذَيْفَةَ أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُونَ غَدٍ لَيْلَةً وَذَلِكَ أَنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مَنِ الْبَابُ فَأَمَرْنَا مَسْرُوقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَنِ الْبَابُ قَالَ عُمَرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا: تم میں سے کس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتنہ کے متعلق حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مرد اپنی اہلیہ اور اپنے مال اور اپنی اولاد اور اپنے پڑوسی کی وجہ سے جس فتنہ (گناہ) میں مبتلاء ہوتا ہے، تو نماز، صدقہ، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اس فتنہ اور گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے اس فتنہ کے متعلق سوال نہیں کر رہا، لیکن میں اس فتنہ کے متعلق سوال کر رہا ہوں جو سمندر کی موج کی طرح اُمڈ کر آئے گا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کو اس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے، بے شک آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آیا اس دروازہ کو توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بلکہ توڑا جائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر وہ دروازہ کبھی بند نہیں ہو گا، میں نے کہا: جی ہاں، ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ دروازہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! جیسا کہ میں جانتا ہوں کہ دن کے بعد رات آتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی ہے جس میں کوئی پہیلی اور بجھارت نہیں ہے، پس ہم لوگ اس سے

ڈرے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھتے کہ دروازہ کون ہے؟ پھر ہم نے مسروق سے کہا کہ آپ سوال کریں، تو انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ دروازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۲۵، ۱۴۳۵، ۱۸۹۵، ۳۵۸۶، ۷۰۹۶، صحیح مسلم: ۱۴۴، سنن ترمذی: ۲۲۵۸، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۵، مسند احمد: ۲۲۹۰۳)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مستقبل کے فتنوں اور غیب کی خبروں پر مطلع ہونا

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی، اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر دینے سے حاصل ہوا تھا، پھر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں پیش آنے والے فتنوں اور غیب کی خبروں پر مطلع فرمایا تھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتنہ کبریٰ کے متعلق خبر کیوں نہیں دی؟

علامہ خطابی نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے شر کے متعلق سوال کرتے تھے تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ شر کب اور کہاں واقع ہوگا تا کہ وہ اپنے آپ کو اس شر سے بچائیں، کیونکہ جس شخص کو آئندہ پیش آنے والے شر کا علم نہ ہو تو وہ اس میں بہت جلد واقع ہو جاتا ہے۔

اور دوسروں نے کہا ہے: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فتنہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس سے اعراض کیا، اور یہ بتایا کہ مرد کو جو اس کی بیوی اور اس کے مال اور اس کے بچوں اور پڑوس میں فتنہ پیش آتا ہے تو نماز وغیرہ سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ اور اس فتنہ کبریٰ کے متعلق نہیں بتایا جو سمندر کی موجوں کی طرح امڈ کر آئے گا تا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مغموم نہ ہوں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کو اس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے، کیونکہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے اور یہ نہیں بتایا کہ وہ دروازہ آپ خود ہیں، حالانکہ وہ یہ جانتے تھے کہ وہ دروازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسی بات نہ بتائی جائے جو ان پر دشوار ہو، اس لیے انہوں نے تعریض اور کنایہ کے ساتھ بتایا جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا کہ وہی وہ دروازہ ہیں اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے صراحۃً نہیں بتایا اور یہ ان کا حسنِ ادب تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کس دلیل سے معلوم ہوا کہ جب ان کو شہید کر دیا جائے گا تو پھر قیامت تک فتنہ ختم نہیں ہوگا؟

علامہ المہلب نے کہا ہے: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہاں سے معلوم ہوا کہ جب اس دروازہ کو توڑ دیا جائے گا تو پھر وہ دروازہ کبھی بند نہیں ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے استدلال کیا کہ دروازہ توڑنا اسی وقت ہوگا جب ان پر غلبہ حاصل کیا جائے، اور غلبہ کا حصول صرف فتنہ سے ہوگا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسروں کو یہ علم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی امت میں آپس کی لڑائیاں نہ رکھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے منع فرما دیا اور قیامت تک لوگ ایک دوسرے کو قتل کرتے رہیں گے۔

اور معمر نے اپنی سند کے ساتھ شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو قیامت تک اس تلوار کو اٹھایا نہیں جائے گا''۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ایک دوسرے سے علم حاصل کرتے تھے اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتے تھے، اور تمام صحابہ نیک اور عدول تھے اور پسندیدہ تھے اور وہ بہترین امت تھے جن کو اس امت کے لیے ظاہر کیا گیا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۵۔۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۰۹۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا إِلَى حَائِطٍ مِنْ حَوَائِطِ الْمَدِينَةِ لِحَاجَتِهِ وَخَرَجْتُ فِي إِثْرِهِ فَلَمَّا دَخَلَ الْحَائِطَ جَلَسْتُ عَلَى بَابِهِ وَقُلْتُ لَأَكُونَنَّ الْيَوْمَ بَوَّابَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَلَمْ يَأْمُرْنِي فَذَهَبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَقَضَى حَاجَتَهُ وَجَلَسَ عَلَى قُفِّ الْبِئْرِ فَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ لِيَدْخُلَ فَقُلْتُ كَمَا أَنْتَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ لَكَ فَوَقَفَ فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ قَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَاءَ عَنْ يَمِينِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَجَاءَ عُمَرُ فَقُلْتُ كَمَا أَنْتَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ لَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَجَاءَ عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ فَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَامْتَلَأَ الْقُفُّ فَلَمْ يَكُنْ فِيهِ مَجْلِسٌ ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ فَقُلْتُ كَمَا أَنْتَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ لَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَهَا بَلَاءٌ يُصِيبُهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی از شریک بن عبد اللہ از سعید بن المسیب از حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت کی وجہ سے مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ کی طرف نکلے اور میں بھی آپ کے پیچھے نکلا، پس جب آپ باغ میں داخل ہو گئے تو میں باغ کے دروازہ پر بیٹھ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ میں آج ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان بنوں گا، اور آپ نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم گئے اور قضائے حاجت کی اور کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے، آپ نے اپنی دونوں پنڈلیوں کو کھولا اور انہیں کنویں میں لٹکا دیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور باغ میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کی، تو میں نے کہا: آپ اسی طرح ٹھہرے رہیں حتیٰ کہ میں آپ کے لیے اجازت لوں، پس وہ ٹھہر گئے، پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ ابوبکر ہیں جو آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دو اور اس کو جنت کی بشارت دو، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھ گئے، پس انہوں نے بھی اپنی دونوں پنڈلیاں کھول لیں اور ان کو کنویں کی طرف لٹکا لیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو میں

فَدَخَلَ فَلَمْ يَجِدْ مَعَهُمْ مَجْلِسًا فَتَحَوَّلَ حَتّٰى جَاءَ مُقَابِلَهُمْ عَلٰى شَفَةِ الْبِئْرِ فَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ ثُمَّ دَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَجَعَلْتُ أَتَمَنّٰى أَخًا لِي وَأَدْعُو اللّٰهَ أَنْ يَأْتِيَ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَتَأَوَّلْتُ ذٰلِكَ قُبُورَهُمُ اجْتَمَعَتْ هَاهُنَا وَانْفَرَدَ عُثْمَانُ۔

نے کہا: آپ اسی طرح ٹھہریے حتیٰ کہ میں آپ کے لیے اجازت لوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اجازت دو اور اس کو جنت کی بشارت دو، پس وہ آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب بیٹھ گئے اور انہوں نے اپنی دونوں پنڈلیاں کھول کر انہیں کنویں میں لٹکا لیا، پس وہ منڈیر بھر گئی اور اس میں بیٹھنے کی جگہ نہ رہی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے، میں نے ان سے کہا: آپ اسی طرح ٹھہریں حتیٰ کہ میں آپ کے لیے اجازت طلب کروں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اجازت دو اور اس کو جنت کی بشارت دو اور اس کے ساتھ ایک مصیبت ہوگی جو اس کو پہنچے گی، پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے ان کے ساتھ بیٹھنے کی جگہ نہیں پائی، پھر وہ مڑے حتیٰ کہ ان کے مقابل کنویں کی جانب پر بیٹھ گئے، انہوں نے بھی اپنی پنڈلیاں کھول لیں اور ان کو کنویں میں لٹکا لیا، پس میں یہ تمنا کر رہا تھا کہ کاش میرا بھائی ہوتا اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ آئے، ابن المسیب نے کہا: میں نے اس کی یہ تاویل کی کہ ان کی قبریں مجتمع ہوں گی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر الگ ہوگی۔

(صحیح البخاری: ۳۶۷۴، ۳۶۹۳، ۳۶۹۵، ۶۲۱۶، ۷۰۹۷، ۷۲۶۲، صحیح مسلم: ۲۴۰۳، سنن ترمذی: ۳۷۱۰، مسند احمد: ۱۹۶۴۹)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کیا گیا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مصیبت پہنچنے کے ساتھ کیوں مخصوص فرمایا؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مصیبت کے ذکر سے کیوں مخصوص فرمایا حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی انہی کی طرح مصیبت پہنچی تھی، کیونکہ ابولولوء نے ان کو نماز میں زخمی کیا تھا اور اسی زخم کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے تھے جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ زخمی ہو کر شہید ہوئے لیکن ان پر ایسا فتنہ اور آزمائش نہیں آئی جیسا فتنہ اور آزمائش حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر آئی، ان کے اوپر ایک باغی گروہ غالب ہو کر مسلط ہو گیا اور ان سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ خلافت کو ترک کر دیں اور

ان کے گھر میں گھس کر ان پر حملہ کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف انہوں نے ظلم اور جور کی نسبت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہر ظلم اور جور سے بری تھے، اور انہوں نے محاصرہ کے دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر پانی بند کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اس قسم کے مظالم نہیں آئے، نہ کوئی ان کے گھر کی دیوار پر چڑھ کر حملہ آور ہوا، اور نہ ان کو اس شخص نے شہید کیا جو کلمہ توحید کی شہادت دیتا ہو، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جو بلاء اور آفت اور مصیبت آئی، وہ بہت شدید آفت اور مصیبت تھی۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۰۹۸۔ حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ قِيلَ لِأُسَامَةَ أَلَا تُكَلِّمُ هَذَا قَالَ قَدْ كَلَّمْتُهُ مَا دُونَ أَنْ أَفْتَحَ بَابًا أَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَفْتَحُهُ وَمَا أَنَا بِالَّذِي أَقُولُ لِرَجُلٍ بَعْدَ أَنْ يَكُونَ أَمِيرًا عَلَى رَجُلَيْنِ أَنْتَ خَيْرٌ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ يُجَاءُ بِرَجُلٍ فَيُطْرَحُ فِي النَّارِ فَيَطْحَنُ فِيهَا كَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاهُ فَيُطِيفُ بِهِ أَهْلُ النَّارِ فَيَقُولُونَ أَيْ فُلَانُ أَلَسْتَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ فَيَقُولُ إِنِّي كُنْتُ آمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا أَفْعَلُهُ وَأَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَفْعَلُهُ۔

(صحیح البخاری: ۳۲۶۷، ۷۰۹۸، صحیح مسلم: ۲۹۸۹، مسند احمد: ۲۱۷۷۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے بشر بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از سلیمان، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو وائل سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ (ولید بن عقبہ) کے متعلق (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے) بات نہیں کرتے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ان سے بات کی تھی بغیر اس کے کہ میں ایک ایسا دروازہ کھولتا جس کو سب سے پہلے کھولنے والا میں ہوتا، اور میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ میں کسی مرد سے کہوں کہ آپ سب سے بہتر ہیں جب کہ وہ دو مردوں پر امیر ہو، بعد اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن ایک مرد کو لایا جائے گا، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، وہ مرد دوزخ میں اس طرح گھوم رہا ہوگا جس طرح گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے، پس دوزخی اس کے گرد طواف کریں گے اور کہیں گے: اے فلاں! کیا تم نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے نہیں روکتے تھے؟ وہ کہے گا: بے شک میں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیکی نہیں کرتا تھا اور میں برائی سے روکتا تھا اور خود برائی کا ارتکاب کرتا تھا۔

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ولید بن عقبہ کے معاملہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے برملا بات نہ کرنے کی توجیہ

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: ابو وائل نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کہا کہ کیا آپ اس مرد سے بات نہیں کرتے، یعنی آپ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ولید بن عقبہ کے متعلق بات نہیں کرتے، کیونکہ ولید بن عقبہ سے نبیذ کی بدبو

ظاہر ہوتی ہے اور اس کا معاملہ مشہور ہو گیا ہے، اور ولید بن عقبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ماں شریک بھائی تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو متعدد مناصب پر عامل بنا دیا تھا، پس حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ آپ اس کے معاملہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کیوں نہیں کرتے، کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خاص مقربین میں سے تھے۔ اور لوگوں کا مطلب تھا کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کر کے ولید بن عقبہ کی شراب نوشی پر اس کو سزا دلوائیں، تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس معاملہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں بات کر چکا ہوں، اور میں نے کھلے عام ان سے یہ بات نہیں کی، اور میں وہ پہلا شخص نہیں ہونا چاہتا جو ائمہ اور خلفاء پر علی الاعلان انکار کرے اور ائمہ کے خلاف بغاوت کرنے کا دروازہ کھل جائے اور امت کا اتحاد منتشر ہو جائے اور جماعت متفرق ہو جائے، جیسا کہ بعد میں ایسا ہو گیا کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کھلے عام تنقید کرنے لگے، پھر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ وہ امیر کے خلاف کبھی بھی مداہنت نہیں کریں گے بلکہ تنہائی میں امیر کی خیر خواہی کرتے رہیں گے، کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ایک مرد دوزخ میں گدھے کی طرح اپنی چکی کے گرد چکر کاٹ رہا ہو گا، کیونکہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیکی نہیں کرتا تھا اور لوگوں کو برائی سے روکتا تھا اور خود برے کام کرتا تھا، اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ اس حدیث کی وجہ سے وہ کبھی کسی کے خلاف مداہنت نہیں کریں گے اور لوگوں نے ان کے خلاف جو مداہنت کا گمان کیا تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کے ماں شریک بھائی کے معاملہ میں سکوت کر کے مداہنت کر رہے ہیں اس سے انہوں نے بیزاری کا اظہار کیا۔

آیا حکام کے غلط کاموں پر ان کو ٹوکنا واجب ہے یا نہیں؟

پس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ امراء کی غلط باتوں پر علی الاعلان انکار کرنا سنت ہے، کیونکہ سفیان نے از علقمہ روایت کی ہے کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: ''کونسا جہاد افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ظالم سلطان کے سامنے حق بات کہنا''۔ (سنن نسائی: ۴۲۱۵)

علامہ ابو جعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا: سلف صالحین کا اس حدیث کی تاویل میں اختلاف ہے، پس بعض متقدمین نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ارشاد ہے کہ ''ظالم سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہا جائے'' یہ اس صورت پر محمول ہے جب بات کرنے والے کو اپنے نفس پر قتل کا خطرہ نہ ہو یا اسے اپنے نفس کے اوپر کسی مصیبت کے پیش آنے کا خطرہ نہ ہو، اور یہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے، اور یہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

اور مطرِّف بن الشخیر نے کہا: اللہ کی قسم! اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا حتیٰ کہ میں ایک مرد کی طرف کھڑا ہوتا جس کے ساتھ ہزار تلواریں ہوتیں تو میں اس کے سامنے حق بات کہتا سو وہ مجھے قتل کر دیتا، بے شک میرا قرض اس وقت تنگ ہو جاتا۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا: جو شخص سلطان سے کسی برے کام کو دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ وہ علی الاعلان اس پر انکار کرے جس طرح بھی ممکن ہو، یہ حضرت عمر بن خطاب اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل ڈالے اور اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اس کو برا کہے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو برا جانے، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے''۔

(صحیح مسلم: ۴۹، الرقم المسلسل: ۸۲، سنن ابوداؤد: ۱۱۴۰، سنن ترمذی: ۲۱۷۹، سنن نسائی: ۵۰۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۵، مسند احمد: ۱۱۰۷۳)

اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ جو شخص اپنے سلطان سے کوئی برا کام دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ دل سے اس کو ناپسند کرے نہ کہ زبان سے، اور ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم پر ایسے امراء مقرر کیے جائیں گے جن سے تم نیک کام بھی دیکھو گے اور برے کام بھی دیکھو گے، پس جس نے برے کاموں کو ناپسند کیا وہ بری ہو گیا، اور جس نے برے کاموں پر انکار کیا وہ سلامت رہا، لیکن جو ان برے کاموں پر راضی رہا اور سلطان کی پیروی کرتا رہا، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے قتال نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۸۵۴، سنن ابوداؤد: ۴۷۶۰، سنن ترمذی: ۲۲۶۵، مسند احمد: ۲۶۶۲۸)

نیز حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، سو ہم نے آپ کی بیعت کی، پس آپ نے جن چیزوں کا ہم سے عہد لیا وہ یہ کہ ہم حاکم کے ہاتھ پر بیعت کریں اور اس کے احکام سنیں اور اس کی اطاعت کریں خواہ اس میں ہماری خوشی ہو یا ناخوشی ہو، اور خواہ اس میں ہماری مشکل ہو یا آسانی ہو، اور خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے، اور ہم حاکم کی حکومت کے خلاف بغاوت نہ کریں سوا اس کے کہ تم علی الاعلان کفر دیکھو، اور تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے کفر پر دلیل ہو۔ (صحیح البخاری: ۷۰۵۵، صحیح مسلم: الرقم المسلسل: ۴۶۶۴، مسند احمد: ۲۲۷۴۲)

امام ابوجعفر طبری نے کہا کہ صحیح اور صواب یہ ہے کہ ہر جس شخص نے کسی برائی کو دیکھا اس پر اس برائی کا انکار کرنا واجب ہے جب کہ اسے اپنے نفس پر کسی سزا کا خطرہ نہ ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث وارد ہیں کہ "حاکم کے احکام سنے جائیں اور اس کی اطاعت کی جائے"۔ (صحیح مسلم: ۱۸۳۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "کسی مسلمان کے لیے اپنے آپ کو ذلیل کرنا جائز نہیں ہے، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کوئی مسلمان اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا؟ فرمایا: وہ اس مصیبت اور بلاء کے درپے ہو جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا"۔

(سنن ترمذی: ۲۲۵۴، سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۶، مسند احمد: ج ۵ ص ۴۰۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصاصِ عثمان نہ لینے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان کے خلاف نکلنا آیا صحیح تھا یا نہیں؟

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ جب دو مسلمان گروہ آپس میں لڑ رہے ہوں تو ان سے الگ رہا جائے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے نکلیں، بہ ظاہر حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کی تغلیط ہوتی ہے۔

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: یہ بات اس طرح نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے مذہب سے معروف تھا کہ وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کے موافق تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے پر متفق تھے لیکن ان کا خروج ان سے لڑنے کے لیے نہیں تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہا گیا تھا کہ آپ نکلیں تا کہ آپ لوگوں کے درمیان صلح کرائیں، کیونکہ آپ تمام مسلمانوں کی ماں ہیں اور وہ آپ سے لڑنے کی جرأت نہیں کریں گے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دو مسلمان گروہوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے نکلی تھیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعض اصحاب کی نیت یہ تھی کہ اگر ان کے مخالفین سے

نافرمانی ظاہر ہو جائے تو وہ اس جماعت سے قتال کریں گے جو نافرمانی کرے گی، اور ان میں سے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے اس رائے سے بالکل رجوع نہیں کیا اور انہوں نے یہ کہا کہ جب فارس کے لوگوں نے ایک عورت کو امیر بنا دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ فارس مغلوب ہو جائیں گے، یہ بات نہیں تھی کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کی تغلیط کی اور اسلام میں سے کوئی شخص بھی یہ بات نہیں کہتا سوائے شیعہ کے، پس حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ اگر ان سے قتال کیا گیا تو وہ شکست کھا جائیں گے، اور کبھی اہلِ حق بھی مغلوب ہو جاتے ہیں اور ان کے لیے آخرت میں اچھا انجام ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے متقین سے وعدہ فرمایا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب غزوۂ حنین اور غزوۂ احد میں بظاہر مغلوب ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ان کے لیے اچھا انجام رکھا، اور اسی طرح جو مسلمان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مظلوماً مقتول ہونے پر غضب ناک ہوئے اور انہوں نے ان کے قاتلوں کو برا جانا اور ان کے قصاص کو طلب کیا، اور اسلام میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو یہ کہتا ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھ کسی امیر کو دعوت دی ہو اور نہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی خلافت میں معارضہ کیا تھا اور نہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امارت کی مخالفت کی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صرف اس بات پر انکار کیا تھا کہ ان کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو چھوڑے رکھا اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حدود جاری نہیں کیں اور نہ ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا قصاص لیا۔ دوسری طرف لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حامی آپ کو خلافت سے بے دخل کرنا چاہتے ہیں اور آپ کی امارت اور خلافت کے خلاف قتال کرنا چاہتے ہیں، اور انہوں نے ہتھیار اٹھائے اور انہوں نے سب سے پہلے تیر برسائے اور تلواروں سے حملہ کیا اور نیزوں سے حملہ کیا حتیٰ کہ جنگ شروع ہو گئی، اور ان میں سے ہر فریق مجتہد تھا اور ہر ایک کی صحت کی ایک وجہ ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ١٠ ص ٤٧-٤٨ ملخصاً و ملتقطاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

جنگِ جمل اور صفین کے شرکاء کے متعلق مصنف کا موقف

میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف برحق تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صحیح صورتِ حال پر مطلع نہیں تھیں، اور جب وہ مطلع ہوئیں تو برسوں اس بات پر افسوس کرتی رہیں کہ وہ اس معاملہ میں کیوں داخل ہوئی تھیں، اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں کے درجات مزید بلند فرمائے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان دونوں کے دل ایک دوسرے سے صاف فرما دے گا اور وہ دونوں اس آیت کے مصداق ہوں گے:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤٥﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٤٩﴾ (الحجر: ٤٥-٤٩)

بے شک اللہ سے ڈرنے والے جنتوں اور چشموں میں ہوں گے ○ (ان سے کہا جائے گا:) تم ان میں بے خوف ہو کر سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ ○ اور ان کے دلوں میں جو رنجشیں ہوں گی ہم ان سب کو نکال لیں گے، (وہ) ایک دوسرے کے بھائی ہو کر مسند نشین ہوں گے ○ ان کو وہاں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے ○ آپ میرے بندوں کو بتا دیں کہ بے

بے شک میں بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہوں O

حضرت علی، حضرت معاویہ، حضرت طلحہ، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بھی ان آیات کے مصداق ہوں گے۔

۱۸۔ بَابٌ:

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا، اور امام بخاری کا طریقہ یہ ہے کہ جس باب کا وہ عنوان قائم نہ کریں وہ باب اس سے پہلے باب کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔

۷۰۹۹۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ لَقَدْ نَفَعَنِي اللهُ بِكَلِمَةٍ أَيَّامَ الْجَمَلِ لَمَّا بَلَغَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَنَّ فَارِسًا مَلَّكُوا ابْنَةَ كِسْرَى قَالَ لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ امْرَأَةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از الحسن از حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ جمل کے ایام میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حدیث سے نفع پہنچایا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ اہلِ فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنادیا تو آپ نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جنہوں نے اپنی حکومت کا امیر کسی عورت کو بنادیا۔

(صحیح البخاری: ۴۴۲۵، سنن ترمذی: ۲۲۶۲، سنن نسائی: ۵۳۸۸، مسند احمد: ۱۹۸۸۹)

صحیح البخاری: ۷۰۹۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنگِ جمل کے متعلق مختلف روایات

عمر بن شبہ نے ''کتاب اخبار البصرۃ'' میں جنگِ جمل کا بہت طویل قصہ لکھا ہے، میں اس کا خلاصہ اور اختصار بیان کروں گا جو سندِ صحیح یا سندِ حسن کے ساتھ مروی ہے۔

عطیہ بن سفیان الثقفی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: جب کل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا، پس وہ مسجد میں داخل ہوئے، وہاں حضرت علی اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کی جماعت تھی، پس ابوجہم بن حذیفہ نکلے، انہوں نے کہا: اے علی! آپ کی کیا رائے ہے؟ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی بات نہیں کی اور اپنے گھر چلے گئے، ان کے پاس ثرید لایا گیا، انہوں نے اس کو کھایا، پھر انہوں نے کہا: انہوں نے میرے چچا زاد کو قتل کر دیا اور ہم ان کے ملک پر غلبہ حاصل کریں؟ پھر وہ بیت المال سے نکلے، سو اس کو کھولا، پس جب لوگوں نے سنا تو انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔

مغیرہ نے از ابراہیم از علقمہ روایت کی ہے کہ اشتر نے کہا: میں نے دیکھا کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خوشی سے بیعت کر لی اور جبراً بیعت نہیں کی۔

داؤد بن ابی ہند نے الشعبی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور

وہ اس وقت مدینہ کے بازار میں تھے، پس لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: حتیٰ کہ لوگ مشورہ کرلیں، پس بعض لوگوں نے کہا: اگر لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر لے کر اپنے شہروں کو لوٹ گئے اور ان کے بعد کوئی خلیفہ نہیں ہوا تو پھر امت میں اختلاف اور فساد برپا ہو جائے گا۔

اور ابن شہاب سے روایت ہے: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے تنہائی میں ملاقات کی، پس اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ ہوا کہ لوگ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلیں گے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا، پس لوگ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور کی طرف نہیں گئے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بلایا تو ان دونوں نے بیعت کرلی۔

اور ابن شہاب نے روایت کی ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی، پھر وہ دونوں مکہ مکرمہ گئے، پھر ان دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اور وہ سب اس پر متفق ہو گئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کریں اور حتیٰ کہ قاتلینِ عثمان کو قتل کردیں۔

عوف الاعرابی نے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یعلیٰ بن امیہ کو صنعاء پر عامل بنایا تھا، پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ حج کے لیے گئے ہوئے تھے تو انہوں نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی چار لاکھ افراد سے مدد کی اور ستر مردوں کو قریش سے برانگیختہ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے اسّی (۸۰) دینار کا ایک اونٹ خریدا۔

عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جانتے ہو میں کن کے ساتھ مبتلاء ہوا ہوں، لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہت زیادہ اطاعت کرتے ہیں اور لوگوں میں سب سے سخت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہیں اور لوگوں میں سب سے بڑی مصیبت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور لوگوں میں سب سے آسان یعلیٰ بن امیہ ہیں۔

اور ابن ابی لیلیٰ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چھتیس (۳۶) ھ ربیع الآخر کے مہینہ میں نکلے۔

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آئیں تو بنو عامر کے کسی پانی کے چشمہ کے پاس ٹھہریں، تو ان پر کتے بھونکے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یہ کونسا پانی ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ الحواٴب کا پانی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرا گمان ہے کہ میں واپس جاؤں، تو آپ کے بعض ہمراہیوں نے کہا: بلکہ آپ آگے چلیں، آپ کو مسلمان دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان صلح فرمادے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے ایک دن فرمایا تھا: ''اس وقت تم میں سے کسی کا کیا حال ہوگا جب اس کے اوپر الحواٴب کے کتے بھونکیں گے''۔

اور امام بزار نے زید بن وہب کی سند سے روایت کیا ہے کہ جس وقت کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تمہارے نبی کے اہل بیت کے دو فرقے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کی گردنوں پر تلواریں ماریں گے، ہم نے کہا: اے ابو عبداللہ! جب ہم یہ وقت پائیں تو ہم کیا کریں؟ تو انہوں نے کہا: تم اس جماعت کی طرف دیکھو جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف بلائے گی کیونکہ وہ جماعت اس دن ہدایت پر ہوگی۔

اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب کو یہ خبر پہنچی جب وہ ان کے

ساتھ جا رہے تھے کہ اہلِ بصرہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی قیادت میں جمع ہو گئے ہیں، تو ان پر یہ دشوار ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! ہم ضرور اہلِ بصرہ پر غالب آئیں گے اور ہم ضرور طلحہ اور زبیر کو قتل کریں گے۔۔ الحدیث

اور امام طبرانی نے محمد بن قیس سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جنگِ جمل کے دن ذکر کیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لوگ کہتے ہیں: جنگِ جمل، لوگوں نے کہا: جی ہاں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں پسند کرتی ہوں کہ میں بیٹھی رہتی جیسے میرے سوا اور بیٹھے رہے۔

اسحاق بن راہویہ نے سالم مرادی سے روایت کی ہے کہ میں نے حسن بصری سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں حضرت طلحہ اور ان کے اصحاب کے معاملہ میں آئے تو قیس بن عباد اور عبداللہ بن الکواء دونوں کھڑے ہو گئے، ان دونوں نے کہا: ہمیں آپ بتائیے کہ آپ کس سلسلہ میں آئے ہیں، پھر ایک طویل حدیث ذکر کی کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے، پھر حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مدینہ میں مجھ سے بیعت کر و اور انہوں نے بصرہ میں میری مخالفت کی، اور اگر جس مرد نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی ہو اور وہ ان کی مخالفت کرے تو ہم اس سے قتال کریں گے، اسی طرح جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرے ہم اس سے بھی قتال کریں گے۔

اور عمر بن شبہ نے از مبارک بن فضالہ از الحسن بصری روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا تو انہوں نے کہا: آپ ضرور ماں ہیں، اور بے شک آپ کا حق بہت عظیم ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہو گی جس کی مالک عورت ہو۔

عورت کو قاضی بنانے کے متعلق فقہاء کی آراء

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے، اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عورت کو قضاء کا منصب سونپنا جائز نہیں ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور امام ابن جریر طبری نے اس کی مخالفت کی ہے، انہوں نے کہا کہ عورت کو ان معاملات میں قاضی بنانا جائز ہے جن معاملات میں عورت کی شہادت قبول کی جاتی ہے، اور بعض مالکیہ نے اس کو مطلقاً جائز کہا ہے۔ اور علامہ ابن التین نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہ ہوتیں تو وہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہوتے، کیونکہ اگر ان پر ان کی خطاء ظاہر ہو جاتی تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۶۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۰۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْيَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ الْأَسَدِيُّ قَالَ لَمَّا سَارَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَائِشَةُ إِلَى الْبَصْرَةِ بَعَثَ عَلِيٌّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عیاش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوحصین نے حدیث بیان کی،

عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ وَحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَقَدِمَا عَلَيْنَا الْكُوفَةَ فَصَعِدَا الْمِنْبَرَ فَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَوْقَ الْمِنْبَرِ فِي أَعْلَاهُ وَقَامَ عَمَّارٌ أَسْفَلَ مِنَ الْحَسَنِ فَاجْتَمَعْنَا إِلَيْهِ فَسَمِعْتُ عَمَّارًا يَقُولُ إِنَّ عَائِشَةَ قَدْ سَارَتْ إِلَى الْبَصْرَةِ وَ وَاللهِ إِنَّهَا لَزَوْجَةُ نَبِيِّكُمْ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَكِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ابْتَلَاكُمْ لِيَعْلَمَ إِيَّاهُ تُطِيعُونَ أَمْ هِيَ۔

(صحیح البخاری: ۳۷۷۲، ۷۱۰۰، ۷۱۰۱، مسند احمد: ۱۷۸۶۷)

انہوں نے کہا: ہمیں ابو مریم عبد اللہ بن زیاد الاسدی نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم بصرہ کی طرف روانہ ہوئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کو بھیجا، پس وہ دونوں ہمارے پاس کوفہ میں آئے، پس وہ دونوں منبر پر چڑھے، پس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما منبر کے سب سے اوپر والی سیڑھی پر تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نیچے والی سیڑھی پر، ہم سب ان کی طرف جمع ہو گئے، پس میں نے سنا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ کی طرف روانہ ہو گئی ہیں، اور اللہ کی قسم! وہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم کو اس میں مبتلاء کر دیا تا کہ اللہ تعالیٰ یہ ظاہر فرمائے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرتے ہو یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔

صحیح البخاری: ۷۱۰۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنگ جمل کی بعض تفصیلات

عمر بن شبہ نے سندِ جید سے روایت کی ہے کہ یہ لوگ مکہ کی طرف یکم ذوالحجہ کو روانہ ہوئے اور دوسری سند سے ذکر کیا ہے کہ نصف جمادی الثانی ۳۶ھ میں روانہ ہوئے۔

المدائنی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ ایک مرد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہ اس وقت زاویہ میں تھے، اس نے کہا: آپ ان لوگوں سے کیوں قتال کر رہے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم حق پر قتال کر رہے ہیں، اس نے کہا: وہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بھی حق پر ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان سے اس لیے قتال کر رہا ہوں کہ وہ جماعت سے خروج کر رہے ہیں اور بیعت کو توڑ رہے ہیں۔

اور امام طبری نے عاصم بن کلیب الجرمی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دیکھا کہ ایک مرد امیر تھا وہ بیمار ہو گیا اور اس کے سرہانے ایک عورت تھی اور لوگ اس مرد کا ارادہ کر رہے تھے، پس اگر وہ عورت ان کو منع کرتی تو وہ لوگ رک جاتے لیکن اس عورت نے ایسا نہیں کیا، پس لوگوں نے اس امیر کو قتل کر دیا، پھر میں نے اسی سال ایک جنگ کی تو ہمیں خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے، پس جب ہم غزوہ سے لوٹے اور بصرہ کی طرف پہنچے تو ہمیں بتایا گیا کہ یہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم ہیں، پس لوگوں کو تعجب ہوا اور لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ وہ بصرہ میں کیوں آئے ہیں تو

انہوں نے بتایا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقتول ہونے پر ناراض ہونے کی وجہ سے نکلے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم تم پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں تین وجہ سے ناراض ہیں: لڑکوں کی امارت اور چابکوں اور لاٹھیوں کا مارنا، پس اگر ہم ان باتوں پر ناراض نہ ہوں تو ہم نے انصاف نہیں کیا، وہ تین باتیں یہ ہیں: خون کی حرمت کو پامال کیا، اور اوراس مہینہ کی حرمت کو پامال کیا اور شہر کی حرمت کو پامال کیا۔

پھر ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: لوگوں نے اس مرد پر حملہ کیا اور میں ان سے بالکل الگ تھا، پھر انہوں نے مجھے خلیفہ بنا دیا، اور اگر مجھے دین پر خطرہ نہ ہوتا تو میں ان کی بات نہ مانتا، پھر مجھ سے حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما نے عمرہ میں جانے کی اجازت طلب کی تو میں نے ان سے عہد و پیمان لے کر ان کو عمرہ پر جانے کی اجازت دے دی، پھر انہوں نے حضرت ام المومنین کے سامنے وہ چیز پیش کی جو ان کے لائق نہیں تھی، پھر مجھے یہ خبر پہنچی کہ وہ حملہ کی تیاری کر رہے ہیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ان سے قتال کا ارادہ نہیں کرتے الا یہ کہ وہ ہم سے قتال کریں اور ہم صرف اصلاح کے لیے جا رہے ہیں، پھر اس قصہ کو ذکر کیا اور اس میں یہ ہے کہ ابتداءً جنگ دونوں لشکروں کے نوجوانوں کی طرف سے ہوئی جنہوں نے ایک دوسرے کو برا کہا اور ایک دوسرے پر بہتان تراشا، پھر جاہل لوگ ان کی پیروی کرنے لگے اور پھر جنگ کی آگ بھڑک اٹھی، اور انہوں نے بصرہ کے گرد خندق کھود لی، پھر کچھ لوگ قتل کیے گئے اور کچھ لوگ زخمی ہو گئے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب غالب آ گئے اور ان کے منادی نے یہ نداء کی کہ جو پیٹھ پھیر کر جا رہا ہے اس کا پیچھا نہ کرنا، اور جو زخمی ہو اس کا سامان نہ لوٹنا، اور کسی کے گھر میں داخل نہ ہونا، پھر تمام لوگ جمع ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت کی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ پر عامل بنا دیا اور وہ خود کوفہ کی طرف لوٹ گئے۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے سندِ جید سے عبدالرحمٰن بن عبذہ سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن بدیل بن ورقہ الخزاعی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمل کے دن پہنچے اور وہ اس وقت ہودج میں تھیں، انہوں نے کہا: اے ام المومنین! کیا آپ جانتی ہیں کہ میں آپ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقتول ہونے کے سلسلہ میں آیا ہوں، آپ مجھے کیا حکم دیتی ہیں؟ میں نے کہا: کیا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لازم ہو جاؤں؟، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دو، سو اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں، پھر میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر دونوں اترے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اتارا اور اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو ہم نے ان کو ایک گھر میں داخل کر دیا۔

اسحاق کی روایت میں ہے: یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کریں یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ کی طرف چلی گئیں اور اللہ کی قسم! میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ یہ تمہارے نبی کی زوجہ ہیں، اور بے شک امیر المومنین نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا ہے۔ عمار نے کہا: بے شک ہماری ماں اس سفر میں آئی ہیں اور بے شک وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس معاملہ میں مبتلاء کر دیا تا کہ یہ معلوم ہو کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرتے ہیں یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مراد اس سے یہ تھی کہ اس قصہ میں حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے باوجود نہ اسلام سے نکلیں اور نہ جنت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونے سے نکلیں، اور یہ

نیز حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے انصاف کی شدت اور ان کے تقویٰ کی قوت اور حق بات کے بیان کرنے کو ظاہر کرتی ہے۔

الاسماعیلی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار کو اور حضرت حسن بن عمار کو اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کو کوفہ کی طرف بھیجا اور انہوں نے خطبہ دیا اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مکمل فضیلت کی شہادت دیتے تھے، اور اس میں بڑی عمر والے کا زیادہ مرتبہ ہے کیونکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے اور اس وقت وہ ان پر امیر تھے جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلایا تھا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے تھے، پس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما منبر کے اوپر کے حصہ پر بیٹھے اور اس کے اوپر حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیٹھے اور بے شک حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی ان پر فضیلت تھی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے تواضعاً کیا ہو اور ان کے احترام کے لیے کیا ہو۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۶۱۔ ۲۶۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہیں اور خلیفہ کی اطاعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے، اسماعیلی کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لڑنے کے لیے برانگیختہ کیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ پیغام سنایا: میں لوگوں کو خدا کی یاد دلا کر یہ کہتا ہوں کہ وہ بھاگیں نہیں، اگر میں مظلوم ہوں تو اللہ میری مدد کرے گا اور اگر میں ظالم ہوں تو اللہ مجھ کو تباہ کرے گا، اللہ کی قسم! حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے خود مجھ سے بیعت کی، پھر بیعت توڑ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ لڑنے کے لیے نکلے۔

عبد اللہ بن بدیل کہتے ہیں: جنگ شروع ہوتے وقت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کجاوہ کے پاس آیا، میں نے کہا: ام المومنین! جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میں آپ کے پاس آیا، آپ نے خود فرمایا کہ علی بن ابی طالب کے ساتھ رہنا اور اب آپ خود ان سے لڑنا چاہتی ہیں، اس کی کیا وجہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کچھ جواب نہ دیا، آخر ان کے اونٹ کی کونچیں کاٹی گئیں، پھر میں اور ان کے بھائی محمد بن ابی بکر دونوں اترے اور کجاوہ کو اٹھا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو گھر میں زنان خانہ میں بھیج دیا۔

۷۱۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي غَنِيَّةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَامَ عَمَّارٌ عَلَى مِنْبَرِ الْكُوفَةِ فَذَكَرَ عَائِشَةَ وَذَكَرَ مَسِيرَهَا وَقَالَ إِنَّهَا زَوْجَةُ نَبِيِّكُمْ صلى الله عليه وسلم فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَكِنَّهَا مِمَّا ابْتُلِيتُمْ۔

(صحیح البخاری: ۳۷۷۲، ۷۱۰۰، ۷۱۰۱، مسند احمد: ۱۷۸۶۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی غنیّۃ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابی وائل، وہ بیان کرتے ہیں کہ کوفہ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی روانگی کا ذکر کیا اور کہا: بلاشبہ وہ دنیا اور آخرت میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں، لیکن تم ان کے متعلق مبتلاء کیے گئے ہو۔

۷۱۰۲، ۷۱۰۳، ۷۱۰۴۔ حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يَقُولُ دَخَلَ أَبُو مُوسَى وَأَبُو مَسْعُودٍ عَلَى عَمَّارٍ حَيْثُ بَعَثَهُ عَلِيٌّ إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ يَسْتَنْفِرُهُمْ فَقَالَا مَا رَأَيْنَاكَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن المحبّر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابووائل سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اور

أَتَيْتَ أَمْرًا أَكْرَهَ عِنْدَنَا مِنْ إِسْرَاعِكَ فِي هٰذَا الْأَمْرِ مُنْذُ أَسْلَمْتَ فَقَالَ عَمَّارٌ مَا رَأَيْتُ مِنْكُمَا مُنْذُ أَسْلَمْتُمَا أَمْرًا أَكْرَهَ عِنْدِي مِنْ إِبْطَائِكُمَا عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ وَكَسَاهُمَا حُلَّةً حُلَّةً ثُمَّ رَاحُوا إِلَى الْمَسْجِدِ۔

(صحیح البخاری: ۷۱۰۶، ۷۱۰۷)

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئے جب ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی طرف بھیجا تا کہ انہیں جنگ پر ابھاریں، تو ان دونوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا: جب سے آپ مسلمان ہوئے ہیں، ہم نے اس سے زیادہ کوئی بری بات نہیں دیکھی کہ آپ اس کام میں جلدی کر رہے ہیں، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے بھی جب سے تم دونوں مسلمان ہوئے ہوئے تمہاری کوئی بات اس سے بری نہیں دیکھی جو تم اس کام میں (یعنی جنگ کرنے میں) تاخیر کر رہے ہو، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ دونوں کو کپڑے کا ایک ایک نیا جوڑا پہنایا، پھر تینوں مل کر مسجد میں چلے گئے۔

احادیثِ مذکورہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ پھر وہ اس وقت جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے چلے گئے، اور محمد بن جعفر کی روایت میں ہے: پس حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ان دونوں میں سے ہر ایک کی طرف ایک حُلّہ بھیجا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ان کے درمیان جو مباحثہ ہوا، اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ دونوں فریق مجتہد تھے، اور ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ وہ حق پر ہے، اور حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ خوش حال اور جواد تھے، اور ان صحابہ کا حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کے دن اجتماع ہوا، پس حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ایک حلہ پہنایا تا کہ وہ حلہ پہن کر جمعہ کو حاضر ہوں، کیونکہ وہ سفر کے کپڑے میں تھے اور ان پر جنگ کی حالت تھی تو انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ جمعہ پڑھنے کے لیے ان کپڑوں میں جائیں اور انہوں نے ناپسند کیا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کو حلہ پہنائیں اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو حلہ نہ پہنائیں، پھر انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی حلّہ پہنایا۔ اور حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق تھے کہ جنگ سے احتراز کرنا چاہیے اور وہ ان احادیث پر عمل کرتے تھے جن میں مسلمان کے خلاف ہتھیار اٹھانے سے منع فرمایا ہے اور اس پر وعید ہے، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ بغاوت کرنے والوں سے اور عہد توڑنے والوں سے قتال کرنا چاہیے اور وہ اس آیت پر عمل کرتے تھے ''فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي'' (الحجرات: ۹) (جو فریق بغاوت کرے اس سے قتال کرو)۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۶۲۔ ۲۶۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۰۵، ۷۱۰۶، ۷۱۰۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي مَسْعُودٍ وَأَبِي مُوسَى وَعَمَّارٍ فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ مَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از شقیق بن سلمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا

مِنْ أَصْحَابِكَ أَحَدٌ إِلَّا لَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ فِيهِ غَيْرَكَ وَمَا رَأَيْتُ مِنْكَ شَيْئًا مُنْذُ صَحِبْتَ النَّبِيَّ ﷺ أَعْيَبَ عِنْدِي مِنْ اسْتِسْرَاعِكَ فِي هَذَا الْأَمْرِ قَالَ عَمَّارٌ يَا أَبَا مَسْعُودٍ وَمَا رَأَيْتُ مِنْكَ وَلَا مِنْ صَاحِبِكَ هَذَا شَيْئًا مُنْذُ صَحِبْتُمَا النَّبِيَّ ﷺ أَعْيَبَ عِنْدِي مِنْ إِبْطَائِكُمَا فِي هَذَا الْأَمْرِ فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ وَكَانَ مُوسِرًا يَا غُلَامُ هَاتِ حُلَّتَيْنِ فَأَعْطَى إِحْدَاهُمَا أَبَا مُوسَى وَالْأُخْرَى عَمَّارًا وَقَالَ رُوحَا فِيهِ إِلَى الْجُمُعَةِ۔

اور حضرت ابوموسیٰ اور عمار بھی موجود تھے، پس حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے ساتھ جتنے لوگ ہیں، اگر میں چاہوں تو آپ کے سوا ان میں سے ہر ایک کا کچھ نہ کچھ عیب بیان کرسکتا ہوں، اور جب سے آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی ہے، میں نے آپ کا اس سے زیادہ کوئی عیب والا کام نہیں دیکھا، کہ آپ اس زمانہ میں لوگوں کو جنگ کے لیے تیار کرنے میں جلدی کر رہے ہیں، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابومسعود! جب سے آپ اور آپ کے ساتھی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں آئے ہیں، میں نے آپ دونوں کا کوئی کام اس سے زیادہ عیب والا نہیں دیکھا کہ آپ دونوں اس لڑائی میں شامل ہونے سے دیر کر رہے ہیں، اس پر حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اور وہ خوش حال آدمی تھے: اے غلام! میرے پاس دو حلّے لاؤ، اور انہوں نے ان میں سے ایک حلہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو پہنا دیا اور دوسرا حلہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو پہنا دیا، اور آپ دونوں یہ کپڑے پہن کر جمعہ پڑھنے کے لیے چلیں۔

(صحیح البخاری: ۷۱۰۰،۷۱۰۱،۷۱۰۲، مسند احمد: ۱۷۸۶۷)

١٩۔ بَابٌ: إِذَا أَنْزَلَ اللهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرمائے

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان کا حکم نہیں بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرمائے تو پھر کیا ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس عنوان کا حکم اس باب کی حدیث سے ظاہر ہے کہ امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس کے حکم کو ترک کردیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۶۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۰۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما يَقُولُ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ ثُمَّ بُعِثُوا عَلَى أَعْمَالِهِمْ۔
(صحیح مسلم: ۲۸۷۹، مسند احمد: ۵۸۵۶)

کہا: مجھے حمزہ بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے اوپر عذاب بھیجتا ہے تو ان تمام لوگوں پر عذاب ہوتا ہے جو اس قوم میں ہوتے ہیں، پھر لوگوں کو ان کے اعمال کے حساب سے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

صحیح البخاری: ۷۱۰۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دنیاوی عذاب صالحین کے لیے کفارۂ سیئات ہیں اور کفار کے لیے سزا

یعنی ان میں سے ہر ایک کو قیامت کے دن اس کے عمل کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا، اگر کوئی مرد نیک ہوگا تو اس کا انجام نیک ہوگا، اور اگر کوئی بدکار ہوگا تو اس کا انجام برا ہوگا، پس یہ دنیاوی عذاب صالحین کے لیے ان کے گناہوں کا کفارہ ہیں اور فساق و فجار کے لیے عبرت ناک سزا ہیں۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب زمین میں برائی ظاہر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان میں اپنا عذاب نازل فرماتا ہے، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ان میں تو نیکوکار بھی ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! پھر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

علامہ ابن بطال نے کہا: یہ حدیث حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث کی وضاحت کرتی ہے جب انہوں نے پوچھا کہ ہم کو ہلاک کر دیا جائے گا حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبث بہت زیادہ ہو جائے گا، پس تمام لوگوں کو اس وقت ہلاک کر دیا جائے گا جب برسرِ عام اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس آخری کلام کے مناسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ برائیوں کو دیکھیں اور اس میں تبدیلی نہ کریں تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کے اوپر عذاب نازل فرمائے گا، اس حدیث کی امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں کو کفر پر عذاب دیا جائے گا ان کے درمیان بازار والے بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جنہوں نے کفر نہیں کیا ہوگا، پھر ان سب لوگوں کی عمریں پوری کی جائیں گی، پھر ان کو ان کے اعمال کے حساب سے اٹھایا جائے گا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امت کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے تو ان کی عورتوں کو پندرہ سال تک بانجھ بنا دیتا ہے تاکہ ان کے بچوں پر عذاب نہ آئے، لیکن اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ موت میں اشتراک سے یہ لازم نہیں آتا کہ ثواب یا عذاب میں بھی اشتراک ہو، بلکہ ہر ایک کو اس کے عمل کے اعتبار سے جزاء دی جائے گی، اور علامہ ابن ابی جمرہ نے یہ کہا ہے: جن لوگوں پر یہ عام عذاب واقع ہوگا یہ وہ لوگ ہیں جو نیکی کا حکم دینے اور برائی کو روکنے سے سکوت کرتے تھے، لیکن جس نے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو وہ برحق مومن ہے، اللہ تعالیٰ ان کے اوپر عذاب نہیں نازل فرمائے گا بلکہ ان سے عذاب کو دور فرمادے گا، اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے:

وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَ مَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ (القصص:۵۹)

اور آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ ان کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیتوں کو تلاوت کرتا ہو اور ہم صرف ان ہی بستیوں کو ہلاک کرنے والے ہیں جن کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوں O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ (الانفال:۳۳)

اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہوں، اور نہ اللہ (اس وقت) انہیں عذاب دینے والا ہے جب کہ یہ استغفار کر رہے ہوں O

نیکی کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے اور ظالموں کی مجلس میں بیٹھنے پر عذاب کا نزول

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ ان لوگوں پر عام عذاب آئے گا جو برائی سے نہ روکتے ہوں اور نیکی کا حکم نہ دیتے ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۔ (النساء:۱۴۰)

اور بے شک اللہ نے تم پر کتاب میں یہ حکم نازل کیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار اور ظالموں کی مجلس سے بھاگنا چاہیے، کیونکہ ان کی مجلس میں بیٹھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، یہ اس وقت ہے جب ان کی مدد نہ کی جائے اور ان کے افعال سے راضی نہ ہو، پس اگر اس نے ظالموں کی مدد کی یا ان کے افعال سے راضی ہوا تو ان کا شمار بھی ان ہی میں سے ہوگا، اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیار ثمود سے جلدی نکلنے کا حکم دیا، رہا یہ کہ لوگوں کو ان کے اعمال کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا تو یہ عدل کا تقاضا ہے، کیونکہ اعمالِ صالحہ پر آخرت میں جزاء دی جائے گی، اور رہا دنیا میں جن لوگوں پر عذاب آیا تو وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا جو انہوں نے اس سے پہلے برے کام کیے، اسی طرح جن لوگوں نے برے کاموں سے منع نہیں کیا ان کو بھی ان کی مداہنت پر سزا ملے گی، پھر قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے عمل کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی برائی کو دیکھ کر خاموش رہا اور اس سے منع نہیں کیا تو یہ بھی اس کا سنگین جرم ہے چہ جائیکہ جس نے برائی پر مداہنت کی اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ جو برائی پر راضی ہوا، تو اس کا کیا حال ہوگا جو برائی پر اعانت کرتا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۶۳۔ ۲۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۰۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ إِنَّ ابْنِي هَذَا لَسَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

۷۱۰۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ أَبُو مُوسَى وَلَقِيتُهُ بِالْكُوفَةِ وَجَاءَ إِلَى ابْنِ شُبْرُمَةَ فَقَالَ أَدْخِلْنِي عَلَى عِيسَى فَأَعِظَهُ فَكَأَنَّ ابْنَ شُبْرُمَةَ خَافَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَفْعَلْ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ قَالَ لَمَّا سَارَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رضی الله عنهما إِلَى مُعَاوِيَةَ بِالْكَتَائِبِ قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ لِمُعَاوِيَةَ أَرَى كَتِيبَةً لَا تُوَلِّي حَتَّى تُدْبِرَ أُخْرَاهَا قَالَ مُعَاوِيَةُ مَنْ لِذَرَارِيِّ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ أَنَا فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَمُرَةَ نَلْقَاهُ فَنَقُولُ لَهُ الصُّلْحَ قَالَ الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ جَاءَ الْحَسَنُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

نبی ﷺ کا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے یہ ارشاد کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل ابوموسیٰ نے حدیث بیان کی، سفیان نے کہا کہ میری حضرت ابوموسیٰ سے کوفہ میں ملاقات ہوئی، وہ ابن شبرمہ کے پاس آئے، پس انہوں نے کہا: مجھے عیسیٰ (بن موسیٰ امیر کوفہ) کے پاس لے جائیں تو میں ان کو نصیحت کروں، پس گویا کہ ابن شبرمہ اس سے ڈرے، سو انہوں نے ایسا نہیں کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حسن بصری نے حدیث بیان کی کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لشکر لے کر روانہ ہوئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو پیٹھ نہیں پھیرے گا حتیٰ کہ وہ آخر تک مقابلہ کرے گا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر مسلمانوں کے بچوں کا والی کون ہوگا؟ تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں! پس عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمٰن بن سمرہ نے کہا: ہم حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ملاقات کرتے ہیں اور ان کو صلح کی دعوت دیتے ہیں، پس حسن بصری نے کہا: میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ جس وقت نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے

مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے۔

(صحیح البخاری: ۲۷۰۴، ۳۶۲۹، ۳۷۴۶، ۷۱۰۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۶۲، سنن نسائی: ۱۴۱۰، سنن ترمذی: ۳۷۷۳، مسند احمد: ۲۰۵۹۸)

صحیح البخاری: ۷۱۰۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حسن بصری نے اس قصہ سے یہ اشارہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ واقعہ پیش آیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جب تحکیم کے معاملہ سے فارغ ہو گئے اور کوفہ کی طرف لوٹ گئے تو اہلِ شام سے لڑائی کے لیے تیار ہوئے، پھر ان کو خوارج نے نہروان میں مشغول رکھا، جیسا کہ ۳۸ھ میں ہوا، پھر وہ انتالیس (۳۹) ہجری میں تیار ہوئے پھر ان کی اہلِ شام سے لڑائی کی نوبت نہیں آئی کیونکہ اہلِ عراق کی آراء مختلف ہو گئی تھیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف لوٹ آئے، پس جب ان کو شہید کر دیا گیا اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے اور انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی تو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کو ترک کر دیا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو تسلیم کر لیا اور ان سے اس بات پر بیعت کی کہ وہ اللہ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق حکومت کریں گے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے اور لوگوں نے ان سے بیعت کر لی، پھر اس سال کا نام الجماعۃ رکھا گیا، کیونکہ تمام لوگ اس میں جمع ہو گئے تھے اور جنگ ختم ہو گئی تھی اور ہر وہ شخص جو لڑائی سے علیحدہ رہا تھا اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی جیسے حضرت ابن عمر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو تین لاکھ روپے دیے اور ایک ہزار کپڑے اور تیس غلام اور ایک سو اونٹ دیے، اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ کی طرف چلے گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف چلے گئے اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بصرہ کی طرف چلے گئے اور عبد اللہ بن عامر دمشق کی طرف چلے گئے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ "میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا"۔

اور عبد اللہ بن محمد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ "میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا"۔ اس حدیث کی امام بیہقی نے روایت کی ہے، اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث زیادہ مشہور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمِ غیب اور آپ کی نبوت کی دلیل

(۲) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ نے بعد میں پیش آنے والے معاملہ کی پہلے خبر دے دی۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت، کیونکہ انہوں نے امت کو خوں ریزی سے بچانے کے لیے اقتدار چھوڑ دیا

(۳) اس حدیث میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے، کیونکہ انہوں نے ملک کو ترک کیا نہ اس وجہ سے کہ آپ کی جماعت قلیل تھی نہ اس وجہ سے کہ آپ کی جماعت کمزور تھی، نہ کسی اور سبب کی وجہ سے، بلکہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اجر کی طرف رغبت کی کیونکہ آپ نے دیکھا کہ آپ کے اس اقدام سے مسلمانوں کی جانوں کی حفاظت ہوگی، پس آپ نے دین کی بھی رعایت کی اور

امت کی مصلحت کی بھی رعایت کی۔

خوارج کا رد

(۴) اس حدیث میں خوارج کا رد ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور ان کے اصحاب کو کافر قرار دیتے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے اصحاب کو کافر قرار دیتے ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں جماعتوں کے لیے یہ شہادت دی ہے کہ وہ مسلمانوں کی جماعت ہیں۔

مسلمانوں کے دو فریقوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت

(۵) اور اس حدیث میں لوگوں کے درمیان اصلاح کرانے کی فضیلت ہے، خصوصاً جس اقدام سے مسلمانوں کی جانوں کی حفاظت ہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاسی بصیرت

(٦) اور اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ وہ عوام پر شفقت کرتے تھے اور مسلمانوں کی رعایت کرتے تھے اور ان کی سیاسی نظر بہت قوی تھی اور وہ ملک کی تدبیر پر نظر رکھتے تھے اور انجامِ کار پر بھی ان کی بصیرت تھی۔

افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی خلافت کا جواز

(۷) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی خلافت جائز ہے کیونکہ حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں میں سے ہر ایک خلافت کے والی ہو گئے اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما اس وقت زندہ تھے اور وہ دونوں بدری صحابہ تھے اور وہ ان دونوں سے افضل تھے۔

(۸) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ خلیفہ کے لیے اپنے نفس کو معزول کرنا اس وقت جائز ہے جب اس میں مسلمانوں کی مصلحت ہو اور دین اور مال کے بدلہ میں دنیاوی مصلحت کو ترک کرنے کا ثبوت ہے۔

حکومت کے عوض مال لینے کا جواز

(۹) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شرائط پوری کرنے کے بعد حکومت کے عوض مال لینا جائز ہے، اور اگر وہ مال بیت المال سے دیا گیا ہو تو اس میں شرط یہ ہے کہ اس مال کو دینے میں عام مسلمانوں کی مصلحت ہو۔

(۱۰) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سیادت اور سرداری افضل کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ سردار وہ ہے جو قوم کا رئیس ہو۔

(۱۱) علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ سرداری کا مستحق وہ شخص ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے، لیکن عرف کے اندر سید کا اطلاق اس پر کیا جاتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (سیدتنا فاطمہ بنت محمد) کی اولاد ہو۔

جو صحابہ فریقین کی جنگ سے الگ رہے ان کی فضیلت

(۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان صحابہ کی رائے صحیح تھی جو حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان لڑائی میں شریک نہیں ہوئے اگرچہ خلافت کا حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا اور یہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور ان تمام صحابہ کا قول ہے جو ان جنگوں سے علیحدہ رہے۔

جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا برحق موقف

(۱۳) اور جمہور اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ ان لوگوں کا موقف صحیح ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی میں شریک ہوئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ (الحجرات:۹) جو جماعت باغی ہے اس سے اس وقت تک قتال کرتے رہو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کے باغی ہونے کے باوجود ان کی مذمت کا عدم جواز

پس اس آیت میں باغی جماعت سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ بات ثابت ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا وہ باغی تھے، اور یہ لوگ اس کے باوجود اس پر متفق ہیں کہ ان دونوں فریقوں میں سے کسی ایک فریق کی بھی مذمت نہیں کی جائے گی، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ان دونوں فریقوں نے اجتہاد کیا اور ایک فریق نے خطاء کی۔

بعض اہلِ سنت کا دونوں فریقوں کو صحیح قرار دینا

(۱۴) اور اہلِ سنت کی ایک قلیل جماعت کا موقف یہ تھا کہ ان دونوں جماعتوں کا اجتہاد صحیح تھا، اور یہ معتزلہ کا قول ہے، اور ایک جماعت کا مذہب یہ تھا کہ ان دونوں جماعتوں میں سے کوئی ایک جماعت صحیح تھی اور اس کا ہم تعین نہیں کر سکتے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۶۵۔۲۶۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۱۰۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو أَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ أَنَّ حَرْمَلَةَ مَوْلٰی أُسَامَةَ أَخْبَرَہُ قَالَ عَمْرٌو قَدْ رَأَیْتُ حَرْمَلَةَ قَالَ أَرْسَلَنِیْ أُسَامَةُ إِلٰی عَلِیٍّ وَقَالَ إِنَّہُ سَیَسْأَلُكَ الْآنَ فَیَقُوْلُ مَا خَلَّفَ صَاحِبَكَ فَقُلْ لَہُ یَقُوْلُ لَكَ لَوْ كُنْتَ فِیْ شِدْقِ الْأَسَدِ لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَكُوْنَ مَعَكَ فِیْہِ وَلٰكِنَّ ہٰذَا أَمْرٌ لَمْ أَرَہُ فَلَمْ یُعْطِنِیْ شَیْئًا فَذَہَبْتُ إِلٰی حَسَنٍ وَحُسَیْنٍ وَابْنِ جَعْفَرٍ فَأَوْقَرُوْا لِیْ رَاحِلَتِیْ۔

(تحفۃ الاشراف: ج ۹ ص ۷۲۔۸۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: عمرو نے بیان کیا کہ مجھے محمد بن علی نے خبر دی کہ بے شک حرملہ مولیٰ اسامہ نے ان کو خبر دی، انہوں نے کہا کہ عمرو نے بیان کیا: میں نے حرملہ کو دیکھا، انہوں نے بتایا کہ مجھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا اور کہا کہ عنقریب تم سے اب حضرت علی رضی اللہ عنہ سوال کریں گے کہ تمہارے صاحب (حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ) کیوں پیچھے رہ گئے، تو تم ان سے کہنا: وہ کہتے ہیں: اگر آپ شیر کے جبڑے میں بھی ہوتے تو مجھے یہ پسند تھا کہ میں اس میں آپ کے ساتھ ہوتا، لیکن یہ (مسلمانوں کے دو فریقوں میں جنگ) ایک ایسا معاملہ تھا کہ میں نے اس کو جائز نہیں سمجھا، پس انہوں نے مجھے کوئی چیز نہیں عطا کی، پھر میں حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہم

کے پاس گیا تو انہوں نے میری سواری پر مال لاد دیا۔

صحیح البخاری: ۷۱۱۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر عذر

اس حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں پر انکار کرتے تھے جو اس جنگ میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہوئے، خصوصاً حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جیسے شخص جو کہ اہلِ بیت میں سے تھے تو انہیں اس پر افسوس ہوا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس جنگ پر ان کا ساتھ کیوں نہیں دیا، تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے یہ عذر بیان کیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ناپسند نہیں کرتے تھے بلکہ ان سے اتنی محبت کرتے تھے کہ اگر وہ شیر کے جبڑے میں بھی ہوتے تو ان کا ساتھ دیتے، لیکن مسلمانوں کی آپس میں لڑائی کے درمیان فریق بننا انہوں نے پسند نہیں کیا۔

حضرت حسنین کریمین کا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے غلام کو مال دینے کا سبب

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے نمائندہ کو کچھ نہیں دیا، ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا اس میں سے حرملہ نے کوئی سوال کیا ہو، پس انہوں نے اس کو مال دینا جائز نہیں سمجھا کیونکہ وہ اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں تھے، اور حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے ان کو مال دیا، کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک زانو پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بٹھاتے اور دوسرے زانو پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھاتے اور دعا فرماتے: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان دونوں سے محبت کر!۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۶۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۱۔ بَابٌ: إِذَا قَالَ عِنْدَ قَوْمٍ شَيْئًا ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ بِخِلَافِهِ

جب کوئی شخص لوگوں کے سامنے ایک بات کہے پھر وہاں سے نکل کر اس کے خلاف بات کہے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس قصہ کا بیان ہے کہ پہلے اہلِ مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کی اور پھر انہوں نے اس کی بیعت سے رجوع کر لیا اور انہوں نے اس کے سامنے جو کہا تھا اس کے پیچھے اس کے خلاف کہا، اور یہ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید بن معاویہ کی بیعت کی اور اس کے سامنے کہا کہ وہ اس کی خلافت کی اطاعت کریں گے، پھر ان کو اپنے بیٹوں پر اور اپنے احباب پر یہ خطرہ ہوا کہ وہ اہلِ مدینہ کے ساتھ یزید کی بیعت کو توڑ دیں گے، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹوں کو اور اپنے خدام کو جمع کیا اور ان کو نصیحت کی اور ان کو یہ خبر دی کہ بیعت کا توڑنا سب سے بڑا غدر اور عہد شکنی ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۱۱۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ لَمَّا خَلَعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ جَمَعَ ابْنُ عُمَرَ حَشَمَهُ وَوَلَدَهُ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنَّا قَدْ بَايَعْنَا هَذَا الرَّجُلَ عَلَى بَيْعِ اللهِ وَرَسُولِهِ وَإِنِّي لَا أَعْلَمُ غَدْرًا أَعْظَمَ مِنْ أَنْ يُبَايَعَ رَجُلٌ عَلَى بَيْعِ اللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُنْصَبُ لَهُ الْقِتَالُ وَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنْكُمْ خَلَعَهُ وَلَا بَايَعَ فِي هَذَا الْأَمْرِ إِلَّا كَانَتِ الْفَيْصَلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہلِ مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کو توڑ دیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے خدام اور اپنے بیٹوں کو جمع کیا، پس فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا'' اور بے شک ہم نے اس مرد سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کی ہے اور بے شک میں اس سے بڑا غدر اور عہد شکنی نہیں جانتا کہ کسی شخص سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بیعت کی جائے، پھر اس کے خلاف جنگ نصب کی جائے، اور بے شک مجھے تم میں سے جس کے بارے میں بھی علم ہوا کہ اس نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے یا اس نے کسی اور خلیفہ سے بیعت کر لی ہے تو میرے اور اس کے درمیان تعلق منقطع ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۸۸، ۶۱۷۷، ۶۱۷۸، ۶۹۶۶، ۷۱۱۱، صحیح مسلم: ۱۷۳۵، سنن ترمذی: ۱۵۸۱، سنن ابوداؤد: ۲۷۵۶، مسند احمد: ۵۰۷۷)

صحیح البخاری: ۷۱۱۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یزید بن معاویہ کی بیعت کرنے اور بیعت توڑنے کا پس منظر

امام ابوجعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے مدینہ پر اپنے چچا زاد عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو حاکم بنا دیا، پھر یزید کی طرف اہلِ مدینہ سے ایک جماعت کا وفد گیا جن میں عبداللہ بن غسیل الملائکہ حنظلہ بن ابی عامر تھے اور عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص المخزومی تھے اور دوسرے تھے تو یزید نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور ان کو انعامات دیے، پس وہ واپس آئے اور انہوں نے یزید کے عیوب بیان کیے اور اس کی طرف یہ منسوب کیا کہ وہ خمر پیتا ہے اور اس کے علاوہ دیگر برائیوں کو منسوب کیا، پھر انہوں نے یزید کے مقرر کردہ حاکم عثمان بن محمد پر حملہ کیا اور اس کو مدینہ سے نکال دیا اور یزید بن معاویہ کی بیعت کو توڑ دیا، یہ خبر یزید کو پہنچی تو اس نے اہلِ مدینہ کے خلاف ایک لشکر بھیجا جس کا امیر مسلم بن عقبہ المری تھا اور اس کو یہ حکم دیا کہ ان کو تین دن کی مہلت دے، اگر ان تین دنوں میں اہلِ مدینہ یزید کی بیعت کی طرف رجوع کر لیں تو فبہا ورنہ تم ان پر حملہ کر دو، اور جب تم اہلِ مدینہ پر غالب آ جاؤ تو اپنے لشکر پر تین دن کے لیے مدینہ کو مباح کر دینا پھر ان سے رک جانا، پس مسلم بن عقبہ ان کے پاس

ذوالحجہ تیس (۳۰) ہجری میں پہنچا، پھر جنگ ہوئی اور انصار کے امیر عبداللہ بن حنظلہ تھے اور قریش کے امیر عبداللہ بن مطیع تھے، اور اس کے علاوہ دیگر قبائل جو تھے ان کے امیر معقل بن یسار الاشجعی تھے، اور انہوں نے مدینہ کے گرد خندق کھود لی، پھر جب یہ جنگ ہوئی تو اہلِ مدینہ کو شکست ہوگئی، ابنِ حنظلہ شہید ہو گئے اور ابنِ مطیع بھاگ گئے اور مسلم بن عقبہ نے تین دن کے لیے مدینہ کو مباح قرار دیا، پس صحابہ کی ایک جماعت کو باندھ کر قتل کر دیا گیا، ان میں حضرت معقل بن سنان تھے اور محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ تھے اور یزید بن عبداللہ بن زمعہ تھے، اور باقی ماندہ لوگوں نے اس پر بیعت کر لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں۔

اور ابوبکر بن ابی خیثمہ نے سند صحیح سے حضرت جویرہ بن اسماء سے روایت کی ہے کہ میں نے اہلِ مدینہ کے شیوخ سے سنا کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے یزید کو بلایا، پس اس سے کہا کہ تمہارے لیے اہلِ مدینہ کا ایک دن آئے گا، پس اگر وہ جنگ کریں تو تم مسلم بن عقبہ کو امیر بنا دینا، کیونکہ میں اس کی خیر خواہی کو جانتا ہوں، پس جب یزید بن معاویہ ولی عہد ہوا تو اس کے پاس عبداللہ بن حنظلہ اور ایک جماعت آئی، یزید نے ان کی تکریم کی اور ان کو انعامات دیے، پس وہ لوٹ آئے اور انہوں نے لوگوں کو یزید کے خلاف لڑائی پر برانگیختہ کیا اور اس کے عیوب بیان کیے اور لوگوں کو یزید کی بیعت توڑنے کی دعوت دی، سو انہوں نے مان لیا، پھر یزید کو یہ خبر پہنچ گئی تو اس نے مسلم بن عقبہ کی قیادت میں اہلِ مدینہ کے خلاف ایک لشکر بھیجا، پھر اہلِ مدینہ نے کثیر جماعت کے ساتھ مقابلہ کیا، پھر جب جنگ نے اپنے پنجے گاڑ دیے تو انہوں نے مدینہ کے درمیان اللہ اکبر کی آواز سنی، اس کی وجہ یہ تھی کہ بنو حارثہ نے کچھ شامیوں کو خندق کی جانب مقرر کر دیا تھا، پھر اہلِ مدینہ نے قتال کو ترک کر دیا اور اپنے اہل وعیال کے خوف سے مدینہ میں داخل ہو گئے، پھر شکست ہوگئی اور جنہوں نے قتل ہونا تھا وہ قتل ہو گئے اور مسلم بن عقبہ نے اس پر لوگوں سے بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں، وہ ان کی جانوں میں اور ان کے مالوں میں اور ان کے اہل میں جو چاہے کرے۔

اور عروہ بن زبیر نے روایت کی ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے یزید بن معاویہ کے خلاف اپنی خلافت کو ظاہر کیا، پھر یزید نے مسلم بن عقبہ کو شام کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا کہ پہلے اہلِ مدینہ سے قتال کریں پھر مکہ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کرنے کے لیے جائیں، پھر مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا اور باقی صحابہ کو وہاں قتل کر دیا، پھر مکہ کی طرف روانہ ہوا، پھر وہ راستہ میں مر گیا، اور یعقوب نے کہا ہے کہ واقعہ حرہ ذوالقعدہ ۶۳ھ میں رونما ہوا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس امام کی بیعت منعقد ہوگئی ہو اس کی اطاعت کرنا لوگوں پر واجب ہے اور اس کے خلاف خروج کرنا ممنوع ہے خواہ وہ اپنی حکومت میں ظلم کرے اور یہ کہ وہ فسق کی وجہ سے معزول نہیں ہوتا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۰۷۔ ۲۷۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۱۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنْ عَوْفٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ لَمَّا كَانَ ابْنُ زِيَادٍ وَمَرْوَانُ بِالشَّأْمِ وَوَثَبَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ وَوَثَبَ الْقُرَّاءُ بِالْبَصْرَةِ فَانْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي إِلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَيْهِ فِي دَارِهِ وَهُوَ جَالِسٌ فِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از عوف از ابوالمنہال، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب کہ ابن زیاد اور مروان شام میں تھے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما مکہ کے حکمران بن گئے تھے اور قراء بصرہ کے حکمران بن گئے

ظِلِّ عُلِّيَّةٍ لَهُ مِنْ قَصَبٍ فَجَلَسْنَا إِلَيْهِ فَأَنْشَأَ أَبِي يَسْتَطْعِمُهُ الْحَدِيثَ فَقَالَ يَا أَبَا بَرْزَةَ أَلَا تَرَى مَا وَقَعَ فِيهِ النَّاسُ فَأَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ تَكَلَّمَ بِهِ إِنِّي احْتَسَبْتُ عِنْدَ اللهِ أَنِّي أَصْبَحْتُ سَاخِطًا عَلَى أَحْيَاءِ قُرَيْشٍ إِنَّكُمْ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ كُنْتُمْ عَلَى الْحَالِ الَّذِي عَلِمْتُمْ مِنَ الذِّلَّةِ وَالْقِلَّةِ وَالضَّلَالَةِ وَإِنَّ اللهَ أَنْقَذَكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ حَتَّى بَلَغَ بِكُمْ مَا تَرَوْنَ وَهَذِهِ الدُّنْيَا الَّتِي أَفْسَدَتْ بَيْنَكُمْ إِنَّ ذَاكَ الَّذِي بِالشَّامِ وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا وَإِنَّ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُونَ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا وَإِنْ ذَاكَ الَّذِي بِمَكَّةَ وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا۔

(صحیح البخاری: ۷۲۷۱، مسند احمد: ۱۹۳۰۴)

تھے، تو میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا حتیٰ کہ ہم ان کے گھر میں داخل ہوئے اور وہ ایک سائبان کے سائے کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے جو بانس کا بنا ہوا تھا، ہم ان کے پاس بیٹھ گئے، پھر میرے والد نے ان سے بات کرنے کو کہا، پس انہوں نے کہا: اے ابو برزہ! کیا تم نہیں دیکھتے کہ لوگ کس چیز میں واقع ہو گئے ہیں، پس پہلی چیز جو میں نے ان سے سنی جس کے ساتھ انہوں نے کلام کیا وہ یہ تھی: میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی نیت کرتا ہوں، اور میں قریش کے قبیلوں کے اوپر ناراض ہوں، بے شک اے عرب کے لوگو! تم اس حال پر تھے جس کا تمہیں علم ہے، تم ذلت میں اور قلت میں اور گمراہی میں تھے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو اسلام کے سبب سے نجات دی اور محمد ﷺ کے سبب سے، حتیٰ کہ تم پر وہ حال پہنچ گیا جس کو تم دیکھ رہے ہو اور یہ دنیا جو تمہارے درمیان فاسد ہو گئی ہے، بے شک یہ شام میں ہے اور اللہ کی قسم! یہ لوگ صرف دنیا کے لیے لڑ رہے ہیں، اور بے شک جو لوگ تمہارے سامنے ہیں، اللہ کی قسم! وہ بھی صرف دنیا کے اوپر لڑ رہے ہیں، اور بے شک جو لوگ مکہ میں ہیں اللہ کی قسم! وہ بھی صرف دنیا پہ لڑ رہے ہیں۔

صحیح البخاری: ۷۱۱۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دنیاوی حکومت کے حصول کے لیے لڑنے سے بہتر یہ ہے کہ حق دار اپنے حق سے دستبردار ہو جائے

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی نیت رکھتا ہوں اور میں قریش کی جماعتوں پر ناراض ہوں، اور انہوں نے یہ بات مروان کے سامنے اس وقت نہیں کی جب انہوں نے مروان سے بیعت کی تھی اور اس کی اتباع کی تھی بلکہ اس کے بعد وہ مروان پر ناراض ہوئے، گویا کہ ان کی مراد یہ تھی کہ ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ اپنی حکومتوں کے حصول کے لیے اپنے مخالفین سے نہ لڑتے، جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا بلکہ جوان سے لڑتا، اس سے مقابلہ نہ کرتے اور جیسا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کیا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے خلافت کے معاملہ میں نزاع کیا تو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑائی کو

ترک کر دیا ہو' حضرت ابو برزہ اس پر ناراض ہوئے کہ مروان نے اپنی خلافت کے حصول کے لیے قتال کیا، اور انہوں نے شام کے لوگوں کے متعلق یہ قسم کھائی کہ یہ دنیا کے لیے لڑ رہے ہیں، اس کی توجیہ یہ ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ شام کے لوگوں کو یہ چاہیے تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی سیرت پر عمل کرتے، اور انہوں نے جو مکہ کے متعلق قسم کھائی یعنی حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے متعلق، کیونکہ جب وہ مکہ پر حکمران ہو گئے تو انہوں نے بھی دنیا کی حکومت پر (صورتاً) حرص کی، اسی طرح جو قراء بصرہ پر حکمران ہو گئے تھے کیونکہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام میں فتنہ بالکل نہیں ہے، ان کی رائے یہ تھی کہ اگر حق دار سے کوئی شخص اس کا حق چھیننے کی کوشش کرے تو وہ اس سے لڑائی نہ کرے تو اس کو اس میں اجر ملے گا، اور اپنے نفس پر ایثار کرنے کی وجہ سے اس کی دنیا میں مدح کی جائے گی، اور ان کی مراد یہ تھی کہ دنیا کی حکومت کے لیے جو لڑائی کرے گا اور مسلمانوں کی جماعت کی اتحاد کی لاٹھی کو توڑے گا اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرے گا اور خوں ریزی کا سبب بنے گا تو وہ دوزخ کے عذاب کا مستحق ہو گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جب دو مسلمان اپنی تلواروں کو ٹکرائیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں" تو حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ دنیاوی حکومت کے لیے قتال کو بالکل جائز نہیں قرار دیتے تھے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۱۱۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ الْيَوْمَ شَرٌّ مِنْهُمْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانُوا يَوْمَئِذٍ يُسِرُّونَ وَالْيَوْمَ يَجْهَرُونَ۔

(تحفۃ الاشراف: ۳۳۴۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از واصل الاحدب از ابو وائل از حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ آج کے منافقین ان سے زیادہ شر ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے منافقین تھے، اس زمانہ میں وہ نفاق کو چھپاتے تھے اور آج وہ نفاق کو ظاہر کرتے ہیں۔

۷۱۱۴۔ حَدَّثَنَا خَلَّادٌ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ إِنَّمَا كَانَ النِّفَاقُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَمَّا الْيَوْمَ فَإِنَّمَا هُوَ الْكُفْرُ بَعْدَ الْإِيمَانِ۔ (تحفۃ الاشراف: ۳۳۳۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از حبیب بن ابی ثابت از ابی الشعثاء از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نفاق تھا، لیکن آج کل وہ صرف ایمان کے بعد کفر ہے۔

صحیح البخاری: ۷۱۱۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعد کے زمانہ کے منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے منافقین سے بدتر ہیں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج کل کے منافقین ان منافقین سے بدتر ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھے، کیونکہ اس

زمانہ کے منافقین اپنے قول کو چھپاتے تھے اور ان کا شر دوسروں کی طرف متعدی نہیں ہوتا تھا لیکن آج کل کے زمانہ میں یہ لوگ اپنے نفاق کو ظاہر کرتے ہیں اور علانیہ مسلمانوں کی جماعت کے خلاف خروج کرتے ہیں، اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتے ہیں، پس آج کل کے یہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافقین سے بدتر ہیں۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اب منافقین برسرِ عام اپنے نفاق کا اظہار کرتے ہیں اور لوگوں کے خلاف ہتھیار اٹھاتے ہیں، اور ائمہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد اس کی بیعت کو توڑتے ہیں، اور یہ جاہلیت کا طریقہ ہے اور اسلام میں جاہلیت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران: ۱۰۳) اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو۔

پس اسلام میں تفرقہ ڈالنا حرام ہے اور ائمہ کی اطاعت کے خلاف خروج کرنا یہ تفرقہ ہے، اور حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے قول کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! میں قریش کی اس کارروائی سے راضی نہیں ہوں جو وہ خلافت پر لڑ رہے ہیں اور میں ان کے ان افعال پر ناراض ہوں کہ انہوں نے مسلمانوں کے درمیان خوں ریزی کو مباح قرار دیا ہے اور ان کے اموال کے لوٹنے کو مباح قرار دیا ہے، پس حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ اسلام میں قتال پر انکار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتے تھے، پس حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے احوال کو بدلنے پر قادر نہیں ہوئے سوا اس کے کہ زبان سے اس کی مذمت کریں اور دل سے اس کو برا جانیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھیں۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۳۔ ۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۲۔ بَابٌ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُغْبَطَ أَهْلُ الْقُبُوْرِ

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ قبر والوں پر رشک نہ کیا جائے

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ قبر والوں پر رشک کیا جائے گا، اور فتنوں کے ظہور کے وقت انسان موت کی تمنا کرے گا، یہ صرف اس وقت ہوگا جب باطل کے غلبہ کی وجہ سے دین کے اور دین داروں کے رخصت ہونے کا خوف ہوگا اور اللہ کی نافرمانیوں کا ظہور ہوگا اور برائیاں پھیل جائیں گی۔ علامہ ابن بطال کی بات ختم ہوئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: یہ تمنا ہر ایک کے حق میں عام نہیں ہے، بلکہ یہ تمنا نیک لوگوں کے ساتھ خاص ہے، رہے دوسرے لوگ، پس جب ان میں سے کسی ایک کے اوپر یا اس کے اہل وعیال کے اوپر کوئی دنیاوی مصیبت آئے گی اگرچہ اس مصیبت کا تعلق اس کے دین کے ساتھ نہ ہو تب وہ موت کی تمنا کرے گا، اور اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ایک مرد قبر کے پاس سے گزرے گا، پس اس قبر کے اوپر لوٹ پوٹ ہوجائے گا اور کہے گا: کاش! میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا اور اس کے ساتھ سوائے

مصیبت کے دین نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں مرد کا ذکر بطور تغلیب کے ہے ورنہ عورت بھی ایسی ہی تمنا کرے گی، اور اس کا سبب وہ ہے جو ابوحازم کی روایت میں ہے کہ: ''مصیبتیں اور شدتیں آئیں گی حتیٰ کہ موت جو سب سے بڑی مصیبت ہے وہ مرد کو آسان لگے گی، پس وہ تمنا کرے گا کہ جو اس کے اعتقاد میں سب سے آسان مصیبت ہے وہ اس پر آ جائے''، علامہ قرطبی نے اسی کو وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵ ۷ ۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۱۵۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از ابوالزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ کوئی مرد کسی مرد کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو پس یہ کہے گا: کاش کہ میں اس کی جگہ ہوتا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۷، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۷، مسند احمد: ۷۱۸۶، موطا امام مالک: ۵۷۰)

صحیح البخاری: ۷۱۱۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب کہ موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے، پھر اس حدیث میں موت کی تمنا کا کیوں ذکر کیا گیا ہے؟

علامہ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے: بعض علماء کا یہ گمان ہے کہ یہ حدیث اس حدیث کے معارض ہے جس میں موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے، کیونکہ موت کی تمنا کرنا اس وقت منع ہے جب انسان کے جسم میں کوئی شدید بیماری ہو اور اس سے تنگ آ کر وہ موت کی تمنا کرے، اور یہاں پر اس وقت موت کی تمنا کا ذکر ہے کہ جب زمانہ میں فساد عام ہو جائے اور دین پر خطرہ ہو جائے، گویا کہ ممانعت اس وقت ہے جب انسان کے جسم میں ضرر ہو لیکن جب ضرر کا تعلق دین کے ساتھ ہو تو پھر موت کی تمنا منع نہیں ہے، دوسرے علماء نے یہ کہا کہ یہاں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حدیث میں موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس حدیث میں موت کی تمنا کرنے کو جائز نہیں قرار دیا بلکہ یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے قریب لوگ موت کی تمنا کریں گے۔

اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص دین کے خطرہ کی وجہ سے موت کی تمنا کرے تو یہ پسندیدہ ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دین کے فاسد ہونے کے وقت سلف صالحین کی جماعت نے موت کی تمنا کی ہے، علامہ نووی نے کہا ہے: اس میں رئی کراہت نہیں ہے، بلکہ سلف صالحین میں سے بہت لوگوں نے موت کی تمنا کی، ان میں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، اور عیسیٰ الغفاری ہیں، اور عمر بن عبد العزیز ہیں اور دوسرے بزرگ ہیں۔ پھر علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ گویا کہ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ فتنے اور مشقتیں اس حد تک پہنچ جائیں گی کہ لوگ فتنوں کی کثرت دیکھ کر موت کی تمنا کریں گے۔

امام حاکم نے از ابوسلمہ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کی، میں نے دعا کی: اے اللہ! ابوہریرہ کو شفاء عطا فرما، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: (اے اللہ!) تم یہ دعا دوبارہ نہ کرنا، اے ابوسلمہ! اگر تم سے ہو سکے تو مر جاؤ، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! علماء پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ موت ان کے نزدیک سرخ سونے سے زیادہ پسندیدہ ہوگی، اور ان میں سے کوئی ایک ضرور اپنے بھائی کی قبر پر جائے گا تو کہے گا کہ کاش! میں اس کی جگہ ہوتا، اور کتاب الفتن میں حضرت عبداللہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قریب ہے کہ بازار میں ایک جماعت کے پاس سے ایک جنازہ گزرے گا، پس ایک مرد اس جنازہ کو دیکھے گا، پس اپنا سر ہلائے گا اور کہے گا کہ کاش! میں اس کی جگہ ہوتا، میں نے کہا: اے ابوذر! یہ تو بہت سنگین بات ہے، انہوں نے کہا: ہاں! (فتح الباری ج ۸ ص ۲۷۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۱۱۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زمانہ کے فساد کے وقت موت کی تمنا کا جواز

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''عنقریب تمہارے اوپر ایسا زمانہ آئے گا کہ اگر تم میں سے کوئی ایک شخص بازار میں موت کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھے تو وہ ضرور موت کو خرید لے گا، اور عنقریب تم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ مال کی کمی پر اس طرح رشک کیا جائے گا جس طرح مال اور اولاد کی کثرت پر رشک کیا جاتا ہے''۔ (السنن الواردہ فی الفتن ص ۱۰۰، الرقم: ۱۸۱)

لیکن جب دین کے فساد کا خوف نہ ہو اور ایمان کے نکلنے کا خوف نہ ہو تو پھر کوئی شخص اس زمانہ میں موت کی تمنا نہ کرے بلکہ یہ اس وقت کرے جب اہلِ باطل سردار بن جائیں اور نچلے اور کمینے لوگ سربلند ہو جائیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین کے فساد کے وقت موت کی تمنا کرنا جائز ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی: اے اللہ! میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور میری قوت کمزور ہو گئی ہے اور میری رعایا منتشر ہو گئی ہے، سو تو مجھے اپنی طرف اٹھا لے اس حال میں کہ مجھے ضائع کرنے والا نہ ہو۔ (موطا امام مالک: ص ۵۱۴، مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۱۵، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۹۱)

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلوت میں اپنے بعض احباب سے کہا: میرے لیے موت کی دعا کرو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۳۹۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۳۔ بَابُ: تَغْيِيرِ الزَّمَانِ حَتَّى تُعْبَدَ الْأَوْثَانُ

زمانہ کا متغیر ہونا حتیٰ کہ بتوں کی عبادت کی جائے

۷۱۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَضْطَرِبَ أَلَيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلَى ذِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، وہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا: مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْخَلَصَةِ وَذُو الْخَلَصَةِ طَاغِيَةُ دَوْسٍ الَّتِي كَانُوا يَعْبُدُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ۔

(صحیح مسلم:۲۹۰۶،مسند احمد:۷۶۲۰)

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دوس کی عورتیں ذوالخلصہ کے سامنے اپنے کولہوں کو مٹکائیں،اور ذوالخلصہ دوس کا ایک بت ہے جس کی وہ زمانہ جاہلیت میں عبادت کرتے تھے۔

۷۱۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ قَحْطَانَ يَسُوقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا:مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از ثور از ابی الغیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ،وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ایک مرد قحطان سے نکلے گا اور لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔

(صحیح البخاری:۳۵۱۷،۷۱۱۷،صحیح مسلم:۲۹۱۰،مسند احمد:۷۶۰۷)

صحیح البخاری:۷۱۱۷،کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ احادیث اور جو ان کے ہم معنی احادیث ہیں وہ سب ایک خاص زمانہ پر محمول ہیں،اور ان سے مراد یہ نہیں ہے کہ تمام روئے زمین کے اوپر دین منقطع ہو جائے گا حتیٰ کہ دین میں سے کوئی چیز باقی نہ رہے گی،کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث ثابت ہے کہ قیامت تک اسلام باقی رہے گا مگر یہ کہ کچھ کمزور ہو جائے گا اور وہ اسی طرح اجنبی ہو جائے گا جس طرح ابتداء میں اجنبی تھا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ میری امت میں سے ایک جماعت حق پر قتال کرتی رہے گی اور غالب رہے گی حتیٰ میں ان میں آخری المسیح الدجال سے قتال کرے گی۔

(سنن ابوداؤد:۲۴۸۴،مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۷،المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۷۱)

قحطان کے ایک مرد کا غلبہ کس وقت رونما ہوگا؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ پھر اس کی کیا توجیہ ہے کہ قحطان کا ایک مرد اپنی لاٹھی سے لوگوں کو ہانک کرلے جائے گا؟

علامہ المہلب نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ قحطان کا وہ مرد ان لوگوں میں سے نہیں ہوگا جو صحیح خلیفہ ہوں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب زمانہ میں تغیر آجائے گا اور اسلام کے احوال تبدیل ہو جائیں گے اور خلافت اور دین میں ان لوگوں کی پیروی کی جائے گی جو اس کے اہل نہیں ہوں گے۔

ذوالخلصہ کی تحقیق

اس حدیث میں ذوالخلصہ کا ذکر ہے،یہ قبیلہ دوس کا ایک مکان تھا جس کو انہوں نے سجدہ گاہ بنالیا تھا،یہاں پر زمانہ جاہلیت کے اندر غیر شرعی کام کیے جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات سے دو ماہ پہلے حضرت جریر البجلی نے اس مکان کو منہدم کر دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبر دینا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "دوس کی عورتیں الیات کو ذوالخلصہ کے سامنے مٹکائیں گی"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس چیز کی خبر دی ہے جو اس زمانہ کے اخیر میں واقع ہوگی، آپ کی مراد یہ ہے کہ قبیلۂ دوس کی عورتیں سواریوں پر سوار ہو کر شہروں کے بتوں کی طرف جائیں گی اور وہ اپنے کولہوں کو مٹکائیں گی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۳۹۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۴۔ بَابُ: خُرُوجِ النَّارِ — آگ کا نکلنا

وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ نَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی پہلی علامت یہ ہے کہ ایک آگ لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی۔

۷۱۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيءُ أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرَى۔
(صحیح مسلم: ۲۹۰۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، وہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا: مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ایک آگ سرزمین حجاز سے نکلے گی جس سے بُصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔

صحیح البخاری: ۷۱۱۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وقوعِ قیامت کی علامتوں کا بیان

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے آگ کا نکلنا اور اس کی سند بیان نہیں کی، کیونکہ اس کی سند اس سے پہلے کتاب الانبیاء میں بیان ہو چکی ہے۔

نعیم بن حماد کتاب الفتن میں از ابن وہب از عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یمن کی طرف سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو جمع کرے گی، لوگ اس آگ کے ساتھ صبح کو اٹھیں گے اور دوپہر کو بھی اس آگ کے ساتھ ہوں گے حتیٰ کہ شام کو جب وہ لوٹیں گے تو آگ بھی ان کے ساتھ لوٹے گی، پس جب تم اس آگ سے متعلق سنو تو شام کی طرف نکل جانا۔

اور وہ تمام امور جو ان احادیث میں ہم نے قیامت کی علامات سے متعلق ذکر کیے ہیں مثلاً آگ کا نکلنا، ان سب احادیث کا ایک ہی معنی ہے، اور دوسری احادیث میں یہ مذکور ہے کہ آگ قیامت کی آخری علامت ہوگی، اس کی روایت ابن عیینہ نے از فرات

القزاز کی ہے از ابوالطفیل از ابوسریحہ حذیفہ بن اسید، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بالکونی میں سے جھانک کر ہمیں دیکھا، پس فرمایا: تم کیا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے کہا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ قیامت نہیں قائم ہوگی حتیٰ کہ دس نشانیاں قائم ہو جائیں: (۱) دجال (۲) دھواں (۳) دابۃ الارض (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) یاجوج ماجوج (۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول (۷) اور مشرق میں زمین کا دھنسنا (۸) مغرب میں زمین کا دھنسنا (۹) اور جزیرۃ العرب کا زمین میں دھنسنا (۱۰) اور اس کے آخر میں ایک آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو ہنکا کر میدانِ محشر کی طرف نکلے گی۔

(صحیح مسلم: ۲۹۰۱، کتاب الفتن، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ)

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نشانیوں میں سے سب سے پہلی آگ کا نکلنا ہے، اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے، اور دابۃ الارض کا چاشت کے وقت لوگوں کے سامنے نکلنا ہے، اور ان میں سے جو نشانی بھی اپنی نشانی سے پہلے آ جائے تو دوسری نشانی عنقریب اس کے بعد آئے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۴۶۷، رقم الحدیث: ۳۷۷۷۲)

ان احادیث میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ تمام نشانیاں آٹھ مہینوں میں ظاہر ہوں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۰۷)

علامہ ابن التین نے کہا ہے: آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کی پہلی نشانی آگ کا نکلنا ہے۔۔ الخ، یہ آگ یمن سے نکلے گی حتیٰ کہ لوگوں کو بیت المقدس تک پہنچا دے گی اور ''الاشراط'' کے معنی ہیں ''العلامات'' اس کا واحد ''شرط'' ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ پہلی نشانی آگ کا نکلنا ہے اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے، جب قیامت قریب ہوگی اور اس کی علامات قریب ہو جائیں گی تو ہر نشانی کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ یہ پہلی نشانی ہے، کیونکہ بعض نشانیاں دوسری بعض نشانیوں کے قریب ہوں گی، اور زمانہ بہت جلدی گزرے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''بُصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہوں گی'' یعنی وہ آگ ان اونٹوں تک پہنچے گی جو بُصریٰ میں ہیں اور بُصریٰ شام کی سرزمین ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۷۔۵۸، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۳۳ ص ۳۹۸۔۳۹۹)

۷۱۱۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدِّهِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا قَالَ عُقْبَةُ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ يَحْسِرُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن سعید الکندی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عقبہ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از خبیب بن عبدالرحمٰن از جد خود حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب دریائے فرات کے پُل پر سونے کا ایک خزانہ ہوگا، پس جو شخص اس خزانہ پر حاضر ہو وہ اس میں سے کچھ نہ لے، عقبہ نے کہا: اور ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا:

ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کی مثل، مگر انہوں نے فرمایا کہ فرات کی مثل سونے کا ایک پہاڑ ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۹۴، سنن ترمذی: ۲۵۶۹، سنن ابوداؤد: ۴۳۱۳، مسند احمد: ۸۱۸۸)

صحیح البخاری: ۷۱۱۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فرات کے پُل پر سونے کے پہاڑ سے کچھ نہ لینے کی ممانعت کی توجیہ

ان دو روایتوں میں سے ایک میں ذکر ہے کہ دریائے فرات کے پل پر سونے کا خزانہ ہوگا، دوسری روایت میں ہے کہ سونے کا پہاڑ ہوگا۔ اور امام ابونعیم نے ''المستخرج'' میں ان دونوں حدیثوں کو ایک سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس کی تائید امام مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''زمین اپنے جگر کے ٹکڑوں کی قے کردے گی جو سونے اور چاندی کے ستونوں کی مثل ہوں گے، پھر ایک قاتل آئے گا اور کہے گا: اسی کی وجہ سے مجھے قتل کیا گیا تھا، پھر ایک چور آئے گا، وہ کہے گا: اسی کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا تھا، پھر وہ لوگ سونے اور چاندی کو چھوڑ دیں گے اور اس میں سے کچھ بھی نہیں لیں گے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سونے اور چاندی کو لینے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ سونے اور چاندی کو لینے سے فتنہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سونے اور چاندی کو لینے سے منع کرنے کی حکمت یہ ہو کہ یہ واقعہ زمانہ کے اخیر میں اس وقت ہوگا جب لوگ محشر میں جمع ہو جائیں گے، پس اس وقت اس سونے اور چاندی میں سے کچھ لینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور شاید یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو باب ''خروج النار'' کے تحت ذکر کیا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دریائے فرات کے پل کے اوپر سونے کا پہاڑ ہوگا جس پر لوگ قتل کریں گے، پس ہر سو میں سے ننانوے کو قتل کر دیا جائے گا اور ان میں سے ہر مرد یہ کہے گا شاید کہ میں وہ ہوتا جو نجات پا جاتا۔

نیز امام مسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ لوگ ہمیشہ دنیا کی طلب میں اختلاف کرتے رہیں گے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب فرات کے پل پر سونے کا ایک پہاڑ ہوگا، پس جب لوگ اس کے متعلق سنیں گے تو اس کی طرف جائیں گے، پس جو شخص اس کے پاس ہوگا وہ کہے گا: اگر ہم لوگوں کو چھوڑ دیں تو وہ یہ سارا سونا لے جائیں گے، آپ نے فرمایا: پس اس پر لوگ ایک دوسرے کو قتل کریں گے، پس ہر سو میں سے ننانوے لوگ قتل کر دیے جائیں گے۔

اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ یہ واقعہ اس وقت ہو کہ جب آگ لوگوں کو جمع کرنے کے لیے نکلے گی۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۸۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۵۔ بَابٌ:

۷۱۲۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا مَعْبَدٌ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ تَصَدَّقُوا فَسَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا قَالَ مُسَدَّدٌ حَارِثَةُ أَخُو عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ لِأُمِّهِ قَالَهُ أَبُو عَبْدِ اللهِ۔

باب

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں معبد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: تم صدقہ کیا کرو، کیونکہ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک شخص اپنے صدقہ کو لے کر چلے گا تو اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس کے صدقہ کو قبول کرے، مسدد نے کہا: حارثہ عبید اللہ بن عمر کا ماں شریک بھائی ہے۔
یہ امام ابوعبداللہ بخاری کا قول ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۱، ۱۴۲۴، ۷۱۲۰، صحیح مسلم: ۱۰۱۱، سنن نسائی: ۲۵۵۵، مسند احمد: ۱۸۲۵۱)

صحیح البخاری: ۷۱۲۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری نے اس باب کی احادیث سے پہلے اس کا عنوان نہیں لکھا، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ باب، بابِ سابق کے بمنزلہ فصل ہے۔

وہ کونسا زمانہ ہوگا جب کوئی شخص زکوٰۃ کو لینے والا نہ ہوگا؟

یہ وہ زمانہ ہوگا جب لوگ مال سے مستغنی ہوں گے، یا تو یہ وہ زمانہ ہوگا کہ ہر شخص اپنے فتنہ کے اندر مبتلاء ہوگا، وہ اپنے گھر والوں کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوگا چہ جائیکہ مال و متاع کی طرف متوجہ ہو اور یہ دجال کے زمانہ میں ہوگا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب بہت زیادہ امن کا حصول ہوگا اور پوری دنیا کے اندر عدل پھیلا ہوا ہوگا حتیٰ کہ ہر شخص جو کچھ اس کے پاس ہے اس کی وجہ سے دوسرے کے مال سے مستغنی ہوگا اور یہ امام مہدی اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے زمانہ میں ہوگا۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جب قربِ قیامت میں ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو میدانِ محشر کی طرف لے جائے گی، اس وقت لوگ اتنے بے نیاز ہوں گے کہ ایک باغ کو ایک اونٹ کے عوض فروخت کر دیں گے اور اس وقت کوئی شخص زیادہ مال کے حصول کی طرف متوجہ نہیں ہوگا بلکہ ہر شخص اپنی ذات کی نجات کا قصد کرے گا اور اپنی اولاد اور اپنی اہلیہ کا قصد کرے گا اور ان احتمالات میں یہ زیادہ ظاہر ہے اور یہی امام بخاری کے اس باب کے انعقاد کے مناسب ہے اور اصل علم اللہ عزوجل کے پاس ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۸۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

٧١٢١- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيمَتَانِ يَكُونُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ وَحَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبٌ مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ وَحَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ وَحَتّٰى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضَ حَتّٰى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتّٰى يَعْرِضَهُ عَلَيْهِ فَيَقُولَ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا أَرَبَ لِي بِهِ وَحَتّٰى يَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِي الْبُنْيَانِ وَحَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ وَحَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ يَعْنِي آمَنُوا أَجْمَعُونَ فَذٰلِكَ حِينَ ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ (الانعام:١٥٨) وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ وَلَا يَطْوِيَانِهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهِ فَلَا يَطْعَمُهُ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يُلِيطُ حَوْضَهُ فَلَا يَسْقِي فِيهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أُكْلَتَهُ إِلٰى فِيهِ فَلَا يَطْعَمُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو عظیم جماعتیں آپس میں قتال کریں گی اور ان دونوں جماعتوں کے درمیان بہت عظیم جنگ ہوگی، اور ان دونوں جماعتوں کا دعویٰ واحد ہوگا حتیٰ کہ تیس (٣٠) کے قریب دجال کذاب مبعوث کیے جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے، اور حتیٰ کہ علم اٹھالیا جائے گا اور بہ کثرت زلزلے ہوں گے اور زمانہ قریب ہوجائے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور ہرج بہت زیادہ ہوگا اور وہ قتل کرنا ہے حتیٰ کہ تم میں مال بہت زیادہ ہوجائے گا، پس وہ مال کو لٹائے گا حتیٰ کہ مال دار مرد یہ ارادہ کرے گا کہ کوئی اس کے صدقہ کو قبول کرلے حتیٰ کہ وہ اس مال کو پیش کرے گا، پھر جس کے اوپر وہ مال پیش کرے گا وہ کہے گا: مجھے اس مال کی کوئی ضرورت نہیں ہے حتیٰ کہ لوگ بڑی بڑی عمارتیں بنائیں گے اور حتیٰ کہ ایک مرد کسی مرد کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو یہ کہے گا: کاش کہ میں اس کی جگہ ہوتا اور حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا، پس جب سورج طلوع ہوگا اور لوگ اس کو دیکھیں گے یعنی سب ایمان لے آئیں گے اور یہ وہ وقت ہوگا جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

''اس وقت کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو''(الانعام:١٥٨)

اور قیامت ضرور قائم ہوگی جب دو مرد آپس میں اپنے کپڑوں کو پھیلائیں گے، پس وہ اس کپڑے کو فروخت نہ کرسکیں گے اور نہ لپیٹ سکیں گے اور ضرور قیامت قائم ہوجائے گی، اور ایک مرد اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر مڑ کر جائے گا پس وہ اس دودھ کو نہیں پی سکے گا

اور ضرور قیامت قائم ہو جائے گی، اور ایک شخص اپنے حوض کو مٹی سے لیپ رہا ہوگا، پس وہ اس سے پانی نہیں پیے گا اور ضرور قیامت قائم ہو جائے گی، اور کوئی شخص لقمہ اپنے منہ میں رکھے گا اور ابھی اس کو کھایا نہیں ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

(صحیح البخاری:۸۵، ۱۰۳۶، ۱۴۱۲، ۳۶۰۸، ۳۶۰۹، ۴۶۳۵، ۶۰۳۷، ۶۵۰۶، ۶۹۳۵، ۷۰۶۱، ۷۱۱۵، ۷۱۲۱، صحیح مسلم:۱۵۷، سنن ابوداؤد: ۴۲۵۵، سنن ابن ماجہ ۴۰۴۷، مسند احمد:۷۱۴۶)

صحیح البخاری: ۷۱۲۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن دو عظیم جماعتوں کے درمیان لڑائی ہوگی ان کا مصداق اور جنگِ صفین کی تفصیل

کتاب الرقاق میں یہ گزر چکا ہے کہ ان دو عظیم جماعتوں سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی جماعت ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی جماعت ہے، اور چونکہ اس حدیث میں فرمایا ہے کہ ان دونوں جماعتوں کا دعویٰ واحد ہوگا، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دونوں جماعتیں مسلمان ہوں گی اور اس حدیث میں خوارج اور ان کے موافقین کا رد ہے، کیونکہ خوارج اور ان کے موافقین حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی جماعتوں کی تکفیر کرتے ہیں اور جس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ: ''عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی'' یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف اس جنگ میں برحق تھا، کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔

اور امام بزار نے سندِ جید کے ساتھ زید بن وہب سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے دین دار لوگ ایک دوسرے کو تلواروں سے قتل کریں گے، لوگوں نے پوچھا: اس صورتِ حال میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: تم اس فرقہ کا انتظار کرنا جو تم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بلائے، تم اس جماعت کو لازم کر لینا کیونکہ وہی جماعت اس دن حق پر ہوگی۔

اور یعقوب بن سفیان نے سندِ جید کے ساتھ زہری سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: ''جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اہلِ جمل پر غالب ہو گئے ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کو طلب کیا تھا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہلِ شام کو دعوت دی، سو وہ ان کے پاس آئے، پھر ان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین کے اندر جنگ ہوئی۔

امام بخاری کے ایک شیخ یحییٰ بن سلیمان الجعفی نے ''کتاب الصفین'' میں سندِ جید کے ساتھ ابو مسلم الخولانی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلافت چھیننے کے لیے لڑ رہے ہیں، کیا آپ ان کی مثل ہیں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! اور بے شک میں ضرور جانتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں اور وہ مجھ سے زیادہ خلافت کے اور حکومت کے حق دار ہیں، لیکن کیا تم یہ نہیں جانتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مظلوماً قتل کیا گیا اور میں ان کے چچا کا بیٹا ہوں اور میں ان کا ولی ہوں اور میں ان کے خون کے قصاص کو طلب کرتا ہوں؟، پس تم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے یہ کہو کہ

آپ قاتلین عثمان کو ہمارے حوالے کر دیں تو پھر یہ جنگ نہیں ہوگی، پھر وہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام سنایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاویہ میری بیعت کر لے اور میرے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مقدمہ پیش کرے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کرنے سے انکار کیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق سے اپنے لشکروں میں چلے گئے حتیٰ کہ صفین میں آ کر ٹھہرے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی روانہ ہوئے اور صفین میں آ کر ٹھہر گئے اور یہ ذوالحجہ ۳۶ ھ کا واقعہ ہے، پھر انہوں نے ایک دوسرے کو پیغامات بھیجے لیکن کوئی فیصلہ کُن بات نہیں ہوئی، پھر جنگ چھڑ گئی حتیٰ کہ دونوں جماعتوں میں سے ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) مسلمان قتل کر دیے گئے، یہ ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ مقتولین کی تعداد اس سے بھی زیادہ تھی۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ ابورضا سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے جنگِ صفین کے دن سنا کہ جو اس سے خوش ہو کہ بڑی آنکھوں والی حوریں اس کی گردن میں بانہیں ڈالیں وہ صفین میں ثواب کی نیت سے آئے۔

اور زیاد بن حارث نے روایت کی ہے کہ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے پہلو میں کھڑا ہوا تھا تو ایک مرد نے کہا: اہلِ شام کافر ہو گئے، تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ نہ کہو، ہم دونوں کا نبی ایک ہے لیکن اہلِ شام نے حق سے انحراف کیا، پس ہم پر واجب ہو گیا کہ ہم ان سے لڑیں حتیٰ کہ وہ حق کی طرف رجوع کر لیں۔

اور امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ ھ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کی گورنری پر برقرار رکھیں حتیٰ کہ ان سے بیعت لے لی جائے، پھر وہ جو چاہیں کریں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ قبول نہیں کیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان کی بیعت نہیں کروں گا۔ پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اہلِ جمل کے ساتھ لڑائی سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ بھی باقی لوگوں کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت میں داخل ہو جائیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کیا اور ابومسلم کے ہاتھ پیغام بھیجا جیسا کہ گزر چکا ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے لشکروں کو لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے، پس دونوں کا مقابلہ صفین میں ہوا اور یہ ماہِ محرم کا پہلا عشرہ تھا، اور پہلی لڑائی یکم صفر کو ہوئی، پس جب اہلِ شام کا مغلوب ہونا قریب ہو گیا تو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے قرآن مجید کو اٹھا لیا اور کہا کہ جو قرآن مجید میں حکم ہے اس پر عمل کرو، پھر دو حاکموں کی طرف جنگ کا رجوع ہو گیا، پھر جو ہونا تھا وہ ہوا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حَکم تھے اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حَکم تھے، پھر ان دونوں میں اختلاف ہو گیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کی حکومت پر قابض ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خوارج کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو گئے۔

امام احمد نے از حبیب بن ابی ثابت روایت کی ہے کہ میں ابووائل کے پاس آیا، پس بتایا کہ ہم صفین میں تھے، پس جب اہلِ شام کا قتل ہونا زیادہ ہو گیا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف قرآن مجید کو بھیجو اور انہیں کتاب اللہ کی دعوت دو تو وہ اس کا انکار نہیں کریں گے، پھر ایک مرد آیا اور اس نے کہا: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی

کتاب حاکم ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (آل عمران: ٢٣)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا علم دیا گیا، انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ (کتاب) ان کے باہمی اختلافات میں فیصلہ کرے، پھر ان میں سے ایک فریق روگردانی کرتا ہے اور وہ ہیں ہی روگردانی کرنے والے O

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں! میں قرآن مجید کے حکم پر عمل کرنے کا زیادہ مستحق ہوں، پھر ان قراء نے کہا جو بعد میں خوارج ہو گئے: اے امیر المومنین! ہم ان لوگوں کو کس چیز کی مہلت دیں، کیا ہم ان کے اوپر اپنی تلواروں سے حملہ نہ کریں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے؟، پس حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! تم اپنی رائے کو غلط قرار دو، کیونکہ ہم حدیبیہ کے دن دیکھ چکے ہیں، پھر انہوں نے مشرکین کے ساتھ صلح کا قصہ ذکر کیا۔

اور امام ابن عساکر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوزرعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد میرے چچا کے پاس آیا، پس ان سے کہا کہ میں معاویہ سے بغض رکھتا ہوں، انہوں نے پوچھا: کیوں؟ انہوں نے کہا: اس لیے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناحق قتال کیا تو امام ابوزرعہ نے کہا: معاویہ کا رب، رب رحیم ہے اور معاویہ کا مخالف، مخالفِ کریم ہے تو تم ان دونوں کے درمیان کیوں داخل ہوتے ہو؟

جھوٹے مدعیانِ نبوت کا بیان

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''بے شک عنقریب میری امت میں تیس (۳۰) کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ نبی ہے، اور میں تمام انبیاء کا خاتم ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام احمد اور امام ابویعلیٰ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے سامنے تیس (۳۰) دجال کذاب ہوں گے۔

امام احمد اور امام طبرانی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تیس (۳۰) کذاب نکلیں، ان میں سے آخری کانا دجال ہوگا۔

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے سامنے تیس (۳۰) کذاب ہوں گے، ان میں سے ایک اسود عنسی ہے جو صاحب صنعاء ہے اور دوسرا صاحب یمامہ ہے، یعنی مسیلمہ کذاب۔

تیس (۳۰) یا اس سے زائد دجالوں کی تفصیل

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں طلیحہ بن خویلد نکلا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا، پھر اس نے توبہ کر لی اور اسلام کی طرف رجوع کر لیا، اور سجاح نامی ایک عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا، پھر اس سے مسیلمہ کذاب نے نکاح کر لیا، پھر مسیلمہ کے بعد اس عورت نے نبوت کے دعویٰ سے رجوع کر لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے"۔ ظاہر یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا، اور اس سے پہلی حدیثوں میں ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو لوگ نبوت کا دعویٰ کریں گے ان میں سے وہ ہوں گے جن کا تیس (۳۰) میں ذکر کیا گیا ہے اور جو تیس سے زائد ہیں، ہوسکتا ہے وہ فقط جھوٹے ہوں اور وہ گمراہی کی دعوت دیتے ہوں جیسے غالی رافضیہ اور باطنیہ اور حلولیہ اور اتحادیہ، اور باقی وہ فرقے جو اس چیز کی دعوت دیتے ہیں جو اس کے خلاف ہے جس کو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔

لمبی لمبی عمارتوں کے بنانے کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے "حتیٰ کہ لوگ لمبی لمبی اور بلند عمارتیں بنائیں گے"۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا یہ ارادہ ہو کہ اس کا گھر دوسرے کے گھر سے اونچا ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد گھر کی زیب و زینت پر فخر کرنا ہو یا اس سے عام ہو۔

(میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں سعودی حکمرانوں نے عیسائیوں اور مغرب کی نقالی کرتے ہوئے بڑی بڑی عمارتیں بنائی ہیں اور حرمین شریفین کے بالکل مقابل ان عمارتوں کو کھڑا کر دیا ہے جس میں معروف ترین عمارت زم زم ٹاور یا گھڑیال ٹاور ہے جو پورے مکہ میں ہر جگہ سے نظر آتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (سعیدی غفرلہٗ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا" کتاب الرقاق کے آخر میں اس کی شرح ہو چکی ہے اور علامہ القرطبی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے یہ وہ زمانہ ہو کہ جو شخص اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو اس کو ایمان نفع نہیں دے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "قیامت ضرور قائم ہوگی اور کوئی شخص لقمہ اٹھا کر منہ میں ڈالے گا اور اس کے اس لقمہ کو چبانے سے پہلے قیامت آجائے گی"۔

قیامت کا اچانک آنا

امام ابن ماجہ اور امام احمد نے روایت کی ہے اور امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی، اس رات آپ کی حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، پس ان سب نے قیامت کا ذکر کیا، پس انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ابتداء کی اور ان سے سوال کیا تو ان کے پاس قیامت کے متعلق کوئی علم نہیں تھا، پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تو ان کے پاس بھی قیامت کے متعلق کوئی علم نہیں تھا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بات پہنچی تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے یہ عہد لیا گیا ہے کہ قیامت وجبتھا کے پاس آئے گی، رہا یہ کہ وجبتھا کا مصداق کیا ہے؟ سو اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، پھر انہوں نے دجال کے نکلنے کا ذکر کیا اور بتایا کہ میں آسمان سے اس کی طرف نازل ہوں گا، پس میں اس کو قتل کروں گا، پھر یاجوج اور ماجوج کے نکلنے کا ذکر کیا، پھر ان کی موت کی دعا کی، پھر بارش کے نازل ہونے کی دعا کی جو یاجوج اور ماجوج کے مردوں کو بہا کر سمندر میں لے جائے گی، پھر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور زمین چمڑے کی طرح پھیل جائے گی، پھر مجھے یہ بتایا گیا کہ جب یہ ہو جائے گا تو لوگوں پر قیامت آجائے گی، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے پاس قیامت اچانک کب آئے گی، رات کو آئے گی یا دن کو آئے گی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۸۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۶۔ بَابُ: ذِكْرِ الدَّجَّالِ

دجال کا بیان

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

دجال کو دجال کہنے کی مناسبت

دجّال، فعّال کا وزن ہے اور یہ دجل کا مبالغہ ہے، اور ''دجل'' کا معنی ہے: کسی چیز کو ڈھانپ لینا، اور دجال کو دجال اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ ڈھانپ لے گا۔ ابن درید نے کہا: دجال کو اس لیے دجال کہا گیا ہے کہ وہ حق کو جھوٹ کے ساتھ چھپالے گا، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ زمین کی تمام اطراف میں سفر کرے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ بلکہ وہ تمام روئے زمین کو ڈھانپ لے گا۔

دجال کے متعلق یہ ذکر کہ آیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھا یا نہیں اور وہ کہاں سے نکلے گا، اس کے نکلنے کا سبب کیا ہوگا اور اس کی کیا صفات ہوں گی وغیرہ وغیرہ

علامہ قرطبی نے ''التذکرۃ'' میں لکھا ہے: دجال کو دجال کہنے کے متعلق دس اقوال ہیں اور دجال کے معاملہ میں جس چیز کو بیان کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ کیا ابن صیاد دجال تھا یا دجال کوئی اور ہے؟، اور اگر دجال کوئی اور ہے تو کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں موجود تھا یا نہیں، اور وہ کب نکلے گا اور اس کے نکلنے کا کیا سبب ہوگا، اور وہ کہاں سے نکلے گا، اور اس کی کیا صفت ہوگی، اور وہ کس چیز کا دعویٰ کرے گا، اور جب دجال کے خروج کا ظہور ہوگا تو وہ کس قسم کے خلاف عادت کاموں کو ظاہر کرے گا حتیٰ کہ اس کے پیروکار زیادہ ہو جائیں گے، اور وہ کب ہلاک ہوگا اور اس کو کون قتل کرے گا؟

رہا پہلا امر کہ ابن صیاد دجال ہے یا کوئی اور، تو اس کا بیان کتاب الاعتصام میں آئے گا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی شرح میں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔

رہا دوسرا امر کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں موجود تھا یا نہیں، پس حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے تمیم داری کے قصہ میں جو حدیث بیان کی ہے جس کی امام مسلم نے روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ دجال عہدِ رسالت میں موجود تھا اور وہ بعض جزائر میں مقید ہے اور عنقریب اس کا بیان حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں آئے گا۔

رہا تیسرا امر کہ دجال کے نکلنے کا کس وقت ظہور ہوگا، تو امام مسلم نے حضرت نواس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ دجال کے نکلنے کا ظہور اس وقت ہوگا جب مسلمان القسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔

رہا چوتھا امر کہ دجال کے نکلنے کا کیا سبب ہوگا، تو اس کے نکلنے کا سبب امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ کسی چیز پر غضب ناک ہونے کی وجہ سے نکلے گا۔

رہا یہ کہ وہ کہاں سے نکلے گا، تو وہ یقینی طور پر مشرق کی طرف سے نکلے گا، پھر ایک روایت میں مذکور ہے کہ وہ خراسان سے نکلے گا، اور امام مسلم نے روایت کی ہے کہ وہ اصبہان سے نکلے گا، اس کی امام احمد اور امام حاکم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

رہا یہ کہ دجال کی کیا صفت ہوگی، تو اس باب کی احادیث میں دجال کی صفات کا ذکر ہے۔

رہا یہ کہ وہ کس چیز کا دعویٰ کرے گا، پس بے شک جب وہ پہلی مرتبہ نکلے گا تو ایمان کا اور نیکی کا دعویٰ کرے گا، پھر نبوت کا دعویٰ کرے گا، پھر الوہیت کا دعویٰ کرے گا، اسی طرح امام طبرانی نے از سلیمان بن شہاب روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن المعتمر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: دجال میں کوئی خفاء اور پوشیدگی نہیں ہوگی، وہ مشرق کی طرف سے آئے گا، پھر وہ دین داری کا دعویٰ کرے گا، پھر اس کی اتباع کی جائے گی اور اس کا غلبہ ہوگا، وہ اسی طرح رہے گا حتیٰ کہ کوفہ میں آئے گا، پھر دین کو ظاہر کرے گا اور اس پر عمل کرے گا، پس اس کی پیروی کی جائے گی اور اس پر وہ لوگوں کو برانگیختہ کرے گا، پھر وہ یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، پھر ہر عقل والا اس سے خوف زدہ ہوگا اور اس سے الگ ہو جائے گا، پس وہ کچھ عرصہ ٹھہرا رہے گا، پھر کہے گا: میں اللہ ہوں، پھر اس کی ایک آنکھ نکال دی جائے گی اور اس کا کان کاٹ دیا جائے گا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیا جائے گا ''کافر''۔ پس ہر مسلمان کے اوپر اس کا معاملہ مخفی نہیں رہے گا، پھر جس شخص کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ اس سے الگ ہو جائے گا، تاہم اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

قرآن مجید میں دجال کا صراحۃً ذکر نہ کرنے کی توجیہ اور قرآن مجید کی آیات میں دجال کی طرف اشارات

مشہور سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو دجال کا ذکر نہیں کیا گیا، اس کی کیا حکمت ہے؟ جب کہ اس کا شر اور فتنہ بہت عظیم ہوگا اور تمام انبیاء نے دجال سے ڈرایا ہے اور دجال کے فتنہ سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی اس دعا کی تعلیم دی گئی ہے، اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) قرآن مجید میں دجال کا ذکر اس آیت میں ہے:

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا۔ (الانعام:۱۵۸)

جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو۔

امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تین چیزوں کا خروج ہوگا تو جو شخص اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو اس کو اس وقت ایمان لانا مفید نہیں ہوگا: (۱) دجال (۲) دابۃ الارض (۳) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

الانعام: ۱۵۸ کی جو تفسیر امام ترمذی نے کی ہے، اس سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں دجال کے خروج کا ذکر ہے۔

(۲) قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول کی طرف درج ذیل آیت میں اشارہ فرمایا ہے:

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝ (النساء:۱۵۹)

اور (نزولِ مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص اپنی موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لے آئے گا، اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہ ہوں گے ۝

ابو مالک نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: جب حضرت عیسیٰ بن مریم کا زمین پر نزول ہوگا تو اہل کتاب میں سے ہر شخص ان پر

ایمان لے آئے گا۔ (جامع البیان ج ٦ ص ٢٥-٢٦)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے، احکام نافذ کرنے والے، عدل کرنے والے، وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کردیں گے اور اس قدر مال لٹائیں گے کہ اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا حتیٰ کہ ایک سجدہ کرنا دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا اور اگر تم چاہو تو (اس کی تصدیق میں) یہ آیت پڑھو: ''وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ..... (النساء:١٥٩)''
(صحیح البخاری: ٣٤٤٨، صحیح مسلم: ٢٤٢)

قرآن مجید کی ایک اور آیت میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ آیت ہے:

وَ لَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ (الزخرف:٥٧)
اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم (خوشی سے) چلانے لگی O

وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (الزخرف:٦١)
اور بے شک وہ (ابن مریم) ضرور قیامت کی نشانی ہیں، سو (اے مخاطب!) تم قیامت میں شک نہ کرنا اور میری پیروی کرتے رہنا، یہی صراط مستقیم ہے O

اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی دجال کو قتل کریں گے، پس جب قرآن مجید میں ایک ضد (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا ذکر کر دیا گیا تو اس کے ذکر پر دوسری ضد (دجال) کو کافی قرار دیا گیا۔ اور اس لیے کہ دجال کا لقب المسیح ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب المسیح ہے، لیکن دجال گمراہی کا مسیح ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہدایت کے مسیح ہیں۔

(٣) قرآن مجید میں دجال کے ذکر کو اس کی تحقیر کی وجہ سے ترک کر دیا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں یاجوج اور ماجوج کا تو ذکر ہے، اور یاجوج ماجوج کا فتنہ دجال کے فتنہ سے کم نہیں ہے، اب ان دلائل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اصل سوال باقی ہے کہ قرآن مجید میں دجال کا ذکر نہ کرنے کی کیا حکمت ہے؟

ہمارے شیخ الامام البلقینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قرآن مجید میں ان مفسدین کا ذکر کیا گیا ہے جو گزر چکے ہیں اور جو مفسدین ابھی تک نہیں آئے، ان میں سے کسی کا قرآن مجید میں ذکر نہیں کیا گیا، مگر اس جواب پر پھر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج بھی مفسدین میں سے ہیں اور وہ بھی تک نہیں آئے اور ان کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔

اور امام بغوی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ دجال کا ذکر قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں مذکور ہے:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (المومن:٥٧)
آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے سے ضرور بہت بڑا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O

اس آیت میں ''النَّاس'' یعنی لوگوں کو پیدا کرنے سے مراد دجال کو پیدا کرنا ہے، اور اس آیت میں کل کا اطلاق بعض پر کیا ہے، اگر یہ جواب ثابت ہو جائے تو یہ تمام جوابوں سے بہترین جواب ہے، پس دجال ان تمام مخلوقات میں سے ہے جن کے بیان کا [illegible] نے ذمہ لیا ہے اور حقیقت میں علم اللہ ہی کے پاس ہے۔

دجال کے دیگر احوال

دجال کے ہاتھ پر جو خوارق اور خلافِ عادت کاموں کا ظہور ہوگا، ان کا عنقریب احادیث میں ذکر کیا جائے گا۔ رہا یہ کہ دجال کب ہلاک ہوگا اور اس کو کون قتل کرے گا، تو وہ زمین پر اپنے ظہور کے بعد ہلاک ہو جائے گا اور مکہ اور مدینہ کے سوا ہر جگہ اس کا ظہور ہوگا، پھر وہ بیت المقدس کا قصد کرے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کر دیں گے۔ اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

امام ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں سندِ حسن صحیح کے ساتھ حسان بن عطیہ جو ثقہ تابعین میں سے ایک ہیں، ان سے روایت کی ہے کہ دجال کے فتنہ سے صرف بارہ ہزار مرد اور سات ہزار عورتیں نجات پائیں گے اور یہ وہ خبر ہے جس کو قیاس سے نہیں بتایا جا سکتا، پس یہ اس پر محمول ہے کہ حسان بن عطیہ تابعی کی یہ حدیث مرفوع ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، لیکن انہوں نے اس کو بطور مرسل بیان کر دیا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو بعض اہلِ کتاب سے سنا ہو۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۸۸۔ ۲۸۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۲۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي قَيْسٌ قَالَ قَالَ لِي الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ مَا سَأَلَ أَحَدٌ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مَا سَأَلْتُهُ وَإِنَّهُ قَالَ لِي مَا يَضُرُّكَ مِنْهُ قُلْتُ لِأَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَنَهَرَ مَاءٍ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

(صحیح مسلم: ۲۹۳۹، سنن ابن ماجہ: ۴۰۷۳، مسند احمد: ۱۷۷۳۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال کے متعلق اتنا سوال نہیں کیا جتنا میں نے سوال کیا، اور بے شک آپ نے مجھ سے فرمایا: تم کو اس سے کیا ضرر ہوگا؟ میں نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ ہوگا اور پانی کا دریا ہوگا، فرمایا کہ وہ اللہ پر اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔

صحیح البخاری: ۷۱۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بندوں کے امتحان کے لیے دجال کو خلافِ عادت کاموں پر قدرت دینا

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ دجال ایک معین شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آزمائش کے لیے پیدا فرمایا ہے اور اس کو ایسی چیزوں پر قدرت دی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مقدورات میں سے ہیں مثلاً مردہ کو زندہ کرنا، زمین کے پوشیدہ خزانوں کو نکالنا، آسمان سے بارش کا برسانا، زمین سے سبزہ اگانا، یہ سب چیزیں دجال کے حکم سے ظاہر ہوں گی، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو ان کاموں سے عاجز کر دے گا، پھر وہ ان میں سے کسی چیز پر قادر نہیں ہوگا اور وہ الوہیت کا مدعی ہوگا اور وہ اپنے نفسِ دعویٰ میں اپنا مکذِّب ہوگا، کیونکہ اس کے حال کی صورت سے اس کے الوہیت کے دعویٰ کا کذب ظاہر ہو جائے گا، کیونکہ وہ کانا ہوگا، اور اپنے

کانے پن کو زائل کرنے سے عاجز ہوگا، اور اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ وہ کافر ہے اور اس کو زائل کرنے سے عاجز ہوگا۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ جھوٹے کے ہاتھ پر معجزہ کو ظاہر کرنا ممکن نہیں ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ الوہیت کا مدعی ہوگا اور اس کی الوہیت کا محال ہونا ظاہر ہے، لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کے برخلاف جو شخص نبوت کا مدعی ہو تو نبوت انسان کے لیے ممکن ہے، پس اگر جھوٹا نبی کوئی معجزہ پیش کرے تو سچے نبی اور جھوٹے نبی میں اشتباہ ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ جو اس کو ان خلافِ عادت کاموں پر قدرت عطا فرمائے گا، یہ بندوں کے امتحان کے لیے ہوگا۔

اس حدیث میں ہے "اس کے ساتھ روٹی کا پہاڑ ہوگا" اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے "اس کے ساتھ روٹیوں اور گوشت کے پہاڑ ہوں گے اور اس کے ساتھ دریا ہوگا"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اور یہ اللہ تعالیٰ پر اس سے زیادہ آسان ہے"۔ قاضی عیاض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر یہ اس سے زیادہ آسان ہے کہ اس کو مومنین کے گمراہ کرنے کا سبب بنائے، بلکہ وہ اس لیے ہے کہ مومنین کا ایمان زیادہ ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱ ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۱۲۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹، مسند احمد: ۴۷۸۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی دائیں طرف کی آنکھ کانی ہوگی، گویا کہ وہ ابھرا ہوا انگور ہے۔

۷۱۲۴۔ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَجِيءُ الدَّجَّالُ حَتَّى يَنْزِلَ فِي نَاحِيَةِ الْمَدِينَةِ ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ، از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دجال آئے گا حتیٰ کہ مدینہ کی ایک جانب میں اترے گا، پھر مدینہ تین مرتبہ لرزے گا، پھر ہر کافر اور منافق اس کی طرف نکلے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۱، ۷۱۲۴، ۷۱۳۴، ۷۴۷۳، صحیح مسلم: ۲۹۴۳، مسند احمد: ۱۲۵۷۴)

صحیح البخاری: ۷۱۲۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کا اس حدیث سے تعارض جس میں مذکور ہے "مدینہ میں مسیح الدجال کا رعب داخل نہیں ہوگا" اور اس کی توجیہ

حماد بن سلمہ نے از اسحاق از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ دجال "الجرف" کی بنجر زمین میں آئے گا، پس اس کے خیموں کو گرا دے گا، پھر ہر منافق اور کافر اس کے پاس آجائے گا۔

"الجُرف" مدینہ کے راستہ میں شام کی طرف ایک میل کی جگہ ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ تین میل کے فاصلہ پر جگہ ہے۔

اور امام ابنِ ماجہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دجال بنجر زمین کی انتہاء پر سرخ راستہ کے قریب اترے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مدینہ تین مرتبہ لرزے گا یا کانپے گا"۔ امام بخاری نے کتاب الحج میں از اسحاق اس سے زیادہ مکمل روایت کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر شہر کو دجال روندے گا سوا مکہ اور مدینہ کے۔

یہاں پر یہ سوال ہے کہ جب دجال مکہ اور مدینہ کو نہیں روند سکے گا تو پھر مدینہ کس وجہ سے تین مرتبہ لرزے گا، بلکہ دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں المسیح الدجال کا رعب داخل نہیں ہوگا۔

امام احمد اور امام حاکم محجن بن الادرع سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دجال آئے گا، پھر وہ احد پہاڑ پر چڑھے گا، پھر وہ مدینہ کی طرف دیکھے گا تو اپنے اصحاب سے کہے گا: کیا تم اس سفید محل کی طرف دیکھ رہے ہو؟ یہ احمد کی مسجد ہے، پھر وہ مدینہ میں آئے گا تو مدینہ کے راستوں میں سے ہر راستہ پر ایک فرشتہ تلوار سونتے ہوئے کھڑا ہوگا، پھر وہ جُرف کی بنجر زمین پر آئے گا اور وہاں کے خیموں کو اکھاڑ دے گا، پھر مدینہ تین مرتبہ لرزے گا، پھر ہر منافق اور ہر فاسق مرد اور ہر فاسق عورت اس کی طرف نکل کر جائیں گے، پھر مدینہ اس دن خالص ہو جائے گا اور وہ دن یوم الخلاص ہوگا"۔

اور اس تطبیق کا حاصل یہ ہے کہ جس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں مسیح الدجال کا رعب داخل نہیں ہوگا، اس رُعب سے مراد خوف اور گھبراہٹ ہے، حتیٰ کہ کسی کو بھی دجال کے نزول سے خوف اور گھبراہٹ نہیں ہوگی، یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو مدینہ پر غلبہ حاصل نہیں ہوگا، اور مدینہ میں جو تین مرتبہ لرزہ آئے گا اس سے مراد یہ ہے کہ ہر منافق اور ہر فاسق اس کی طرف دوڑ کر آئے گا اور اس وقت اس حدیث کا مصداق ظاہر ہوگا کہ مدینہ ایک بھٹی ہے جو اپنے میل کچیل اور زنگ کو نکال کر پھینک دیتا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۲۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَلَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ۔

(صحیح البخاری: ۱۸۷۹، ۷۱۲۵، ۷۱۲۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود از حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: مدینہ میں المسیح الدجال کا رعب داخل نہیں ہوگا، اور اس دن مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے مسلط ہوں گے۔

صحیح البخاری: ۷۱۲۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی ایک اور حدیث سے تائید

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ لوگ مسیلمہ کذاب کے متعلق بہت باتیں کرتے ہیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسیلمہ دجال سے پہلے تین کذابوں میں سے ایک کذاب ہے، اور ہر شہر میں دجال کا رعب داخل ہوگا سوائے مدینہ کے، اور مدینہ کے ہر راستہ کے اوپر دو فرشتے اس کو بھگانے کے لیے مقرر ہیں جن کی وجہ سے مدینہ میں مسیح الدجال کا رعب داخل نہیں ہوگا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۰-۲۹۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۲۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ قَالَ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَدِمْتُ الْبَصْرَةَ فَقَالَ لِي أَبُو بَكْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۷۹، ۷۱۲۵، ۷۱۲۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: مدینہ میں مسیح کا رعب داخل نہیں ہوگا، اور اس دن مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ کے اوپر دو فرشتے ہوں گے، راوی نے کہا: اور ابن اسحاق نے بیان کیا از صالح بن ابراہیم از والد خود، انہوں نے کہا: میں بصرہ میں گیا تو مجھ سے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

صحیح البخاری: ۷۱۲۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی تائید میں دوسری حدیث

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ محمد بن اسحاق (صاحب المغازی) سے روایت کرتے ہیں کہ میری حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر بستی میں دجال کا خوف داخل ہوگا سوا مدینہ کے، وہ مدینہ میں داخل ہونے کے لیے آئے گا تو اس کے ہر دروازہ کے اوپر ایک فرشتہ تلوار سونتے ہوئے کھڑا ہوگا، پس وہ اس کو بھگا دے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۹۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۲۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے

عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّي لَأُنْذِرُكُمُوهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ وَلَكِنِّي سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ۔

حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہو گئے، پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے لائق حمد و ثنا کی، پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا، پس آپ نے فرمایا: بے شک میں تم کو دجال سے ڈرا رہا ہوں، اور ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے، لیکن میں عنقریب تم سے اس کے بارے میں ایک بات کہوں گا جس کو کسی نبی نے اپنی امت سے نہیں کہا، وہ یہ ہے کہ دجال کانا ہوگا، اور بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۰۵۷، ۳۳۳۷، ۳۴۳۹، ۴۴۰۲، ۶۱۷۵، ۷۱۲۳، ۷۱۲۷، ۷۴۰۸، صحیح مسلم: ۲۹۳۱، سنن ترمذی: ۲۲۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۷۵۷، مسند احمد: ۶۳۲۹)

صحیح البخاری: ۷۱۲۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انبیاء سابقین کے دجال سے ڈرانے پر ایک اشکال کا جواب

امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو بھی نبی تھا اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا۔

اور امام احمد نے روایت کی ہے کہ بے شک ضرور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا اور ان کے بعد انبیاء علیہم السلام نے ڈرایا۔

یہاں پر یہ اشکال ہے کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ دجال اس وقت نکلے گا جب ان امور کا ظہور ہوگا جن کا ذکر کیا گیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد اس کو قتل کریں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعتِ محمدیہ کے مطابق احکام جاری کریں گے، تو حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے اس سے پہلے کیسے دجال سے ڈرایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دجال کے خروج کا وقت حضرت نوح علیہ السلام پر اور ان کے بعد کے انبیاء علیہم السلام پر مخفی تھا، پس گویا کہ انہوں نے دجال سے ڈرایا اور اس کے نکلنے کے وقت کا ذکر نہیں کیا، پس انہوں نے اپنی امتوں کو دجال کے فتنہ سے ڈرایا اور اس کی تائید بعض سندوں کے ساتھ اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر دجال نکلا اور میں تمہارے درمیان موجود ہوا تو میں اس سے مقابلہ کروں گا"۔ پس یہ ارشاد اس پر محمول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ پر دجال کے نکلنے کا وقت منکشف نہیں ہوا تھا اور اس کی علامات نہیں بتائی گئی تھیں۔

دجال کے دعویٰ الوہیت کا باطل ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''دجال کانا ہوگا اور بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اتنی مقدار پر اقتصار کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ دجال کے حادث ہونے پر دلائل بالکل ظاہر ہیں کیونکہ کانا ہونا ایک ایسا اثر ہے جس کو ہر عالم اور غیر عالم جان لیتا ہے کہ جو شخص کانا ہو اس کی خلقت ناقص ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے، لہٰذا دجال کا دعویٰ الوہیت باطل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شبِ معراج اللہ تعالیٰ کو بیداری میں دیکھنا آپ کی خصوصیت ہے

اور امام مسلم اور امام ترمذی نے از معمر از زہری یہ اضافہ کیا ہے کہ مجھے حضرت عمرو بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ نے بتایا کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا اور آپ لوگوں کو دجال سے ڈرا رہے تھے، آپ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ تم میں سے کوئی شخص بھی اپنے رب کو نہیں دیکھ سکے گا حتیٰ کہ اس پر موت آجائے۔

اور امام بزار نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس میں یہ تنبیہ ہے کہ دجال کا ربوبیت کا دعویٰ کرنا جھوٹا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا موت کے ساتھ مقید ہے، اور دجال کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ خود اللہ ہے اور لوگ اس کے باوجود اس کو دیکھ رہے ہوں گے۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس آدمی کا یہ زعم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بیداری میں دیکھتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے، اور اس پر یہ اشکال نہیں ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شبِ معراج اللہ تعالیٰ کو بیداری میں دیکھا، کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں وہ قوت عطا کی جو قوت مومنین کو آخرت میں عطا فرمائے گا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۲۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ سَبْطُ الشَّعَرِ يَنْطُفُ أَوْ يُهَرَاقُ رَأْسُهُ مَاءً قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ ذَهَبْتُ أَلْتَفِتُ فَإِذَا رَجُلٌ جَسِيمٌ أَحْمَرُ جَعْدُ الرَّأْسِ أَعْوَرُ الْعَيْنِ كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قَالُوا هٰذَا الدَّجَّالُ أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ رَجُلٌ مِنْ خُزَاعَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سالم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں نیند میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا، تو اس وقت ایک گندمی رنگ والا مرد جس کے بال سیدھے تھے اور اس کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے یا بہہ رہے تھے، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو مجھے بتایا کہ یہ حضرت ابن مریم ہیں، پھر میں جا کر مڑا تو ایک سرخ رنگ کا جسیم مرد تھا جس کے بال گھونگھریالے تھے اور اس کی آنکھ کانی تھی گویا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور کا دانہ تھا، مجھے بتایا گیا کہ یہ دجال ہے اور یہ لوگوں میں ابن قطن کے زیادہ مشابہ

ہے جو خزاعہ کا ایک مرد ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۳۴۴۲، ۵۹۰۲، ۶۹۹۹، ۷۰۲۶، ۷۱۲۸)

صحیح البخاری: ۷۱۲۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ ''میں نیند میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا'' یہ آپ کی معراجِ منامی ہے۔

دجال کے طوافِ کعبہ کرنے پر ایک اشکال کا جواب

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ دجال بھی کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا، حالانکہ یہ ثابت ہے کہ جب دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو پگھل جائے گا، اور اس اشکال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ خواب کا واقعہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کے خواب اگرچہ وحی ہوتے ہیں لیکن وہ خواب تعبیر اور تاویل کو قبول کرتے ہیں، اور قاضی عیاض نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیت اللہ کا طواف کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے، اور رہا دجال تو امام مالک کی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ دجال نے بھی طواف کیا، کیونکہ امام مالک کی روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ دجال نے طواف کیا ہو یا طواف نہ کیا ہو لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دجال کو مکہ میں دیکھنا باعثِ اشکال ہے، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ وہ نہ مکہ میں داخل ہوگا اور نہ مدینہ میں داخل ہوگا۔

قاضی عیاض مالکی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ دجال کا مکہ میں دخول اس وقت ممنوع ہے جب وہ آخر زمانہ میں نکلے گا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَسْتَعِيذُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از حضرت عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ اپنی نماز میں دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۸۳۲، ۸۳۳، ۲۳۹۷، ۶۳۶۸، ۶۳۷۵، ۶۳۷۶، ۶۳۷۷، ۷۱۲۹، صحیح مسلم: ۵۸۹، سنن نسائی: ۱۳۰۹، سنن ابوداؤد: ۸۸۰، سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۸، مسند احمد: ۲۳۷۸۰)

اس حدیث کی شرح کتاب الجمعہ سے تھوڑا پہلے باب ''الدعاء قبل السلام'' میں گزر چکی ہے۔

۷۱۳۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ فِي الدَّجَّالِ إِنَّ مَعَهُ مَاءً وَنَارًا فَنَارُهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از عبد الملک از ربعی از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم،

مَائٌ بَارِدٌ وَمَاؤُهُ نَارٌ قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ نے دجال کے متعلق فرمایا: دجال کے ساتھ پانی ہوگا اور آگ ہوگی، پس اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگا اور اس کا پانی آگ ہوگی، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۵۰، ۷۱۳۰، صحیح مسلم: ۲۹۳۴، مسند احمد: ۲۲۸۴۲)

صحیح البخاری: ۷۱۳۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام احمد اور طبرانی نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دجال کے ساتھ دو وادیاں ہوں گی، ایک وادی جنت ہوگی اور دوسری وادی دوزخ ہوگی، پس اس کی دوزخ حقیقت میں جنت ہوگی اور اس کی جنت حقیقت میں دوزخ ہوگی۔

امام ابن ماجہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دجال کے فتنہ میں سے یہ ہے کہ اس کے ساتھ جنت ہوگی اور دوزخ ہوگی اور اس کی دوزخ حقیقت میں جنت ہوگی اور اس کی جنت حقیقت میں دوزخ ہوگی، پس جو شخص اس کی دوزخ میں جائے ہو وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے تو اس کی دوزخ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی۔

دجال کی جنت کے دوزخ ہونے اور دجال کی دوزخ کے جنت ہونے کی توجیہ

یا تو دجال ساحر اور جادوگر ہوگا پس وہ کسی چیز کو اس کی اصل صورت کے برعکس دکھائے گا، یا اللہ تعالیٰ دجال کی دوزخ کو جنت بنادے گا اور اس کی جنت کو دوزخ بنادے گا اور یا یہ کہ دجال کی جنت سے مراد نعمت اور رحمت ہے اور اس کی دوزخ سے مراد آزمائش اور سزا ہے، پس جو دجال کی اطاعت کرے گا اور دجال اس کے اوپر جنت کا انعام کرے گا تو اس کا انجام دوزخ میں دخول ہوگا اور جو دجال کی اطاعت نہیں کرے گا اس کا انجام جنت میں دخول ہوگا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تمام امور دجال کے فتنہ اور اس کی آزمائش سے متعلق ہوں، پس دیکھنے والا اس کی دہشت سے دوزخ کو دیکھے گا اور اس کو جنت گمان کرے گا یا جنت کو دیکھے گا اور اس کو دوزخ گمان کرے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۴۔۲۹۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۳۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضى الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ كَافِرٌ فِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نبی کو بھی مبعوث کیا گیا اس نے اپنی امت کو کانے کذاب سے ڈرایا، سنو وہ کانا ہے اور بے شک تمہارا رب کانا نہیں ہے، اور بے شک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔ اور اس کے متعلق حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۴۰۸، صحیح مسلم: ۲۹۳۳، سنن ترمذی: ۲۲۴۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۱۶، مسند احمد: ۵۱۹۳)

صحیح البخاری: ۷۱۳۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دجال کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھے ہوئے ہونے کے متعلق متعدد روایات

امام مسلم نے از محمد بن جعفر از شعبہ روایت کی ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا "ک، ف، ر"۔

شعیب بن الحبحاب، نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا اور پھر اس کا ہجا ہوگا "ک، ف، ر" جس کو ہر مسلمان پڑھے گا۔

علامہ نووی نے لکھا ہے: صحیح مذہب جس پر محققین ہیں وہ یہ ہے کہ یہ حقیقت میں لکھا ہوا ہوگا، اور اس لکھے ہوئے کو اللہ تعالیٰ دجال کے کذب پر قطعی علامت بنائے گا، پس اللہ تعالیٰ مومن پر اس علامت کو ظاہر فرمائے گا اور جس کی شقاوت کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا اس پر ظاہر نہیں فرمائے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۷۔ بَابٌ: لَا يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِينَةَ

اس کا بیان کہ دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا

۷۱۳۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمًا حَدِيثًا طَوِيلًا عَنِ الدَّجَّالِ فَكَانَ فِيمَا يُحَدِّثُنَا بِهِ أَنَّهُ قَالَ يَأْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ فَيَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِي تَلِي الْمَدِينَةَ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ وَهُوَ خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَدِيثَهُ فَيَقُولُ الدَّجَّالُ أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ هَلْ تَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ فَيَقُولُونَ لَا فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ فَيَقُولُ وَاللهِ مَا كُنْتُ فِيكَ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْيَوْمَ فَيُرِيدُ الدَّجَّالُ أَنْ يَقْتُلَهُ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن دجال کے متعلق ایک طویل حدیث بیان کی، پس آپ نے اس حدیث میں بیان کیا کہ دجال آئے گا اور اس پر مدینہ کے راستوں میں داخل ہونا حرام کر دیا ہوگا، پس وہ ان بعض بنجر زمینوں میں اترے گا جو مدینہ کے قریب ہیں، پس اس کی طرف اس دن ایک مرد نکلے گا جو لوگوں میں سب سے بہتر ہوگا یا بہترین لوگوں میں سے ہوگا، پس وہ کہے گا: میں شہادت دیتا ہوں کہ تم دجال ہو جس کے متعلق ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث سنائی ہے، پس دجال کہے گا: یہ بتاؤ اگر میں اس شخص کو قتل کروں پھر میں اس کو زندہ کر دوں تو تم میرے متعلق شک کرو گے تو وہ لوگ کہیں گے: نہیں، پھر وہ اس شخص کو قتل کر دے گا، پھر اس کو زندہ کر دے گا، تو وہ شخص کہے گا: اللہ کی قسم! مجھے آج سے پہلے تمہارے

دجال ہونے پر زیادہ بصیرت نہیں تھی، پھر دجال اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا تو وہ اس پر قادر نہ ہو سکے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۲، ۷۱۳۲، صحیح مسلم: ۲۹۳۸، مسند احمد: ۱۰۹۲۵)

صحیح البخاری: ۷۱۳۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس مرد کو قتل کرنے پر دجال قادر نہیں ہو سکے گا اس کا مصداق

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: ہماری رائے یہ تھی کہ وہ مرد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ ہمیں ان کی دین میں قوت اور پختگی کا علم ہے۔ اور صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ ابو اسحاق نے کہا کہ وہ مرد حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۱۳۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلَا الدَّجَّالُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از نعیم بن عبد اللہ المجمر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے راستوں پر فرشتے پہرہ دے رہے ہیں نہ اس میں طاعون داخل ہوگا اور نہ دجال۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۰، ۵۷۳۱، ۷۱۳۳، صحیح مسلم: ۱۳۷۹، مسند احمد: ۷۲۴۲۲)

صحیح البخاری: ۷۱۳۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دجال کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: اس باب کی احادیث میں اہل سنت کی اس پر دلیل ہے کہ دجال کا وجود صحیح ہے اور وہ ایک معین شخص ہے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے بندوں کو آزمائش میں مبتلاء کرے گا، اور دجال کو کئی خلاف عادت کاموں پر قدرت دے گا، مثلاً وہ اس مردہ کو زندہ کر دے گا جس کو اس نے قتل کیا تھا، اور سبزہ اور دریاؤں کو ظاہر کرے گا اور جنت اور دوزخ کو ظاہر کرے گا، اور زمین کے خزانے اس کے پیچھے چلیں گے، اور وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ اگائے گی، اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ اس کو عاجز کر دے گا، تو پھر وہ اس مرد کو دوبارہ قتل کرنے پر قادر نہیں ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ دجال کے امر کو باطل کر دے گا اور حضرت عیسیٰ بن مریم اس کو قتل کر دیں گے۔

دجال کے نکلنے کے متعلق بعض خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ نے انکار کیا، انہوں نے دجال کے وجود کا انکار کیا اور احادیث صحیحہ کو رد کیا، اور ان میں سے بعض نے یہ کہا کہ دجال کا ہونا صحیح ہے لیکن اس کے ساتھ جو خلاف عادت کام ہوں گے وہ صرف خیالات ہیں،

ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اور انہوں نے کہا کہ اگر یہ امور بطور حقیقت ہوتے تو انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر اعتماد نہ ہوتا، لیکن یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ دجال نبوت کا دعویٰ نہیں کرے گا حتیٰ کہ یہ خوارق اس کے صدق پر دلیل ہو جائیں، وہ صرف الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور اس کے حال کی صورت اس کی تکذیب کرے گی، کیونکہ وہ کانا ہوگا اور اپنے کانے ہونے کے عیب کو دور نہیں کر سکے گا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۳۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْمَدِينَةُ يَأْتِيهَا الدَّجَّالُ فَيَجِدُ الْمَلَائِكَةَ يَحْرُسُونَهَا فَلَا يَقْرَبُهَا الدَّجَّالُ قَالَ وَلَا الطَّاعُونُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

(سنن ترمذی: ۲۲۴۲، مسند احمد: ۱۱۸۳۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: مدینہ میں دجال آئے گا، پس وہ دیکھے گا کہ فرشتے مدینہ کی حفاظت کر رہے ہیں، پس دجال مدینہ کے قریب نہیں آسکے گا اور نہ مدینہ میں ان شاء اللہ طاعون آئے گا۔

اس حدیث کی شرح حسب سابق ہے۔

اس حدیث میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''ان شاء اللہ مدینہ میں طاعون نہیں آئے گا'' سو یہ تبرک کے لیے فرمایا ہے۔

۲۸۔ بَابُ: يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ — یاجوج اور ماجوج کا بیان

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یاجوج اور ماجوج کا تذکرہ اور ان کی صفات اور ان کے احوال

کتاب احادیث الانبیاء کے ذوالقرنین کے باب میں ہم یاجوج وماجوج کے متعلق بیان کر چکے ہیں کہ یاجوج اور ماجوج بنو آدم سے ہیں، پھر وہ یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں، وہب وغیرہ میں اسی کو وثوق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ضحاک نے کہا کہ وہ ترک میں سے ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یاجوج ترک سے ہیں اور ماجوج الدیلم سے ہیں، اور کعب احبار سے روایت ہے کہ یاجوج اور ماجوج حضرت آدم کی بغیر حواء سے اولاد ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سو گئے تو ان کا نطفہ مٹی سے لتھڑ گیا تو اس سے یاجوج اور ماجوج پیدا ہوئے۔ اور معتمد یہ ہے کہ وہ حضرت آدم کی بغیر حواء کے اولاد نہیں ہیں ورنہ وہ اس وقت کہاں تھے جب طوفان آیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم، امام طبرانی نے الاوسط میں اور امام ابن مردویہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج ایک امت ہے اور ماجوج دوسری امت ہے اور ہر امت کی تعداد چار لاکھ ہے، ان میں سے کوئی ایک شخص اس وقت تک نہیں مرتا حتیٰ کہ وہ اپنی پشت اور اپنی نسل سے ایک ہزار آدمی نہ دیکھ لے، اور یہ سب مسلح ہوتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ جن اور انس کے دس اجزاء ہیں، پس ان میں سے نو اجزاء یاجوج اور ماجوج ہیں اور ایک جزو سے باقی لوگ پیدا ہوئے۔

کعب احبار سے روایت ہے کہ یاجوج اور ماجوج کی تین قسمیں ہیں، ان میں سے ایک قسم شمشاد کے درخت کی طرح بہت لمبی ہے، اور دوسری قسم وہ ہے کہ اس میں ہر ایک چار گز کا ہوتا ہے اور ان میں سے ایک قسم وہ ہے کہ وہ اپنے کان بچھا لیتے ہیں تو ان کا ایک کان دوسرے کان سے مل جاتا ہے۔

امام حاکم نے از ابوالجوزاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ یاجوج اور ماجوج ایک ایک بالشت کے ہیں اور دو دو بالشت کے ہیں، اور جوان میں زیادہ لمبا ہے وہ تین بالشت کے برابر ہے اور وہ اولاد آدم سے ہیں۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے: سام، حام اور یافث، پس سام سے عرب، فارس اور روم پیدا ہوئے، اور حام سے قبطی، بربر اور حبشی پیدا ہوئے، اور یافث سے یاجوج اور ماجوج اور ترک پیدا ہوئے۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

سعید بن بشیر نے قتادہ سے روایت کی ہے: یاجوج اور ماجوج کے بائیس قبیلے ہیں، ذوالقرنین نے ان میں سے اکیس (۲۱) کے اوپر ایک سد اور دیوار بنادی، اور ان میں سے ایک قبیلہ اس وقت غائب تھا کہیں جنگ پر گیا ہوا تھا اور وہ ترک ہے، پس وہ اس سد اور دیوار کے قریب باقی رہے۔

اور امام ابن مردویہ نے سدی سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ ترک یاجوج اور ماجوج کا ایک لشکر ہیں، وہ لوٹ مار کے لیے نکلے، پس ذوالقرنین آئے تو انہوں نے سد اور دیوار بنادی، پس وہ اس کے باہر باقی رہ گئے۔

''فتاویٰ شیخ محی الدین'' میں لکھا ہے کہ یاجوج اور ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں نہ کہ حواء سے، یہ جمہور علماء کے نزدیک ہے، پس وہ ہمارے باپ شریک بھائی ہیں، انہوں نے کہا: سلف صالحین میں سے کعب احبار کے سوا اور کسی نے یہ روایت نہیں کی۔ اور حدیث مرفوع میں اس کا رد ہے کیونکہ یاجوج اور ماجوج حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت سے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام قطعی طور پر حضرت حواء علیہا السلام کی ذریت سے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

یاجوج اور ماجوج اور سد ذوالقرنین کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ اس مہذب اور ترقی یافتہ دنیا میں سائنسی آلات کی مدد سے ہر چیز کے متعلق نشاندہی ہو چکی ہے کہ وہ دنیا میں کس جگہ پر واقع ہے، لیکن ابھی تک نہ سدِ ذوالقرنین کا مصداق متعین ہو سکا اور نہ یاجوج اور ماجوج کے متعلق معلوم ہو سکا کہ اس کا مصداق کون لوگ ہیں، اس وجہ سے بعض لوگوں نے سدِ ذوالقرنین اور یاجوج اور ماجوج کا انکار کیا ہے، لیکن ہم سائنس اور جغرافیہ کی تحقیق کے مقابلہ میں قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کی تصریحات کو مقدم رکھتے ہیں، اور چونکہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ

حتیٰ کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو ان کے پار انہوں نے ایک ایسی قوم دیکھی جو (ان کی) کوئی بات نہیں سمجھتی تھی O انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج زمین

لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾ (الکہف:۹۳۔۹۸)

میں فساد کر رہے ہیں تو کیا ہم آپ کو کچھ سامان مہیا کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دیں O انہوں نے کہا: میرے رب نے مجھے جن چیزوں پر قدرت دی ہے وہ زیادہ بہتر ہیں، سو تم صرف محنت سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بہت مضبوط دیوار بنادوں گا O تم میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ، حتیٰ کہ جب اس دیوار کو ان دونوں پہاڑوں کے برابر کر دیا (تو) کہا: آگ کو خوب دہکاؤ، یہاں تک کہ لوہے کی ان چادروں کو آگ بنا دیا (پھر) کہا: میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ جو میں اس پر انڈیل دوں O پھر یاجوج اور ماجوج اس دیوار پر چڑھ نہ سکے اور نہ اس دیوار میں سوراخ کر سکے O انہوں نے کہا: یہ میرے رب کی رحمت (سے بنی) ہے اور جب میرے رب کے وعدہ کا وقت آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (الانبیاء:۹۶)

حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج (کی دیوار) کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے O

یعنی قیامت کے قریب وہ سد (دیوار) ٹوٹ جائے گی جس کو ذوالقرنین نے یاجوج اور ماجوج کے حملوں کو روکنے کے لیے بنایا تھا، اس رکاوٹ کے ٹوٹتے ہی یاجوج اور ماجوج اس طرح امڈ آئیں گے جس طرح دریا کا بند ٹوٹ جائے یا سیلاب امڈ آتا ہے، یاجوج اور ماجوج کا یہ حملہ ان کی پیش قدمی اور یورش آخری زمانہ میں ہوگی، اور اس کے بعد قیامت بہت جلد واقع ہوگی۔

ان آیاتِ مقدسہ کی تصریحات کے علاوہ یاجوج اور ماجوج کے متعلق بہ کثرت احادیثِ صحیحہ ہیں جن کو امام بخاری نے یاجوج اور ماجوج کے ذکر کے عنوان سے روایت کیا ہے، سو قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کی تصریحات کی بناء پر ہمارا اس پر ایمان ہے کہ سدِ ذوالقرنین برحق ہے خواہ معلوم دنیا کو اس کا پتا ہو یا نہ ہو، اور یاجوج اور ماجوج کی قوم کو بھی اللہ تعالیٰ پیدا کر چکا ہے اور یہ کہ وہ مفسدین ہیں اور قربِ قیامت میں وہ دیوار کھول دی جائے گی اور اس دیوار کے پار سے یاجوج اور ماجوج دنیا والوں پر آ کر حملے کریں گے اور بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں کیڑا پیدا کر دے گا یہاں تک کہ وہ سب ایک دم مر جائیں گے۔ یہ احادیث برحق ہیں اور ہمارا ان پر ایمان ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۱۳۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از

مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَزِعًا يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ وَحَلَّقَ بِإِصْبَعَيْهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيهَا قَالَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَفَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخُبْثُ۔

الزہری رح اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما از حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس ایک دن گھبرائے ہوئے اور خوف زدہ یہ فرماتے ہوئے آئے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، عرب کے لیے شر سے ہلاکت ہو جو قریب آچکا ہے، آج یاجوج اور ماجوج کی دیوار سے اتنی مقدار کھل چکی ہے، اور آپ نے انگوٹھے اور اس کے قریب والی انگلی سے حلقہ بنایا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے اور ہم میں صالحین بھی ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں! جب بدکاری بہت زیادہ ہو جائے گی۔

(صحیح البخاری: ۷۱۳۶، ۳۳۴۶، ۳۵۹۸، ۷۰۵۹، ۷۱۳۵، صحیح مسلم: ۲۸۸۰، سنن ترمذی: ۲۱۸۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۳، مسند احمد: ۲۶۸۷۰)

۷۱۳۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يُفْتَحُ الرَّدْمُ رَدْمُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ وَعَقَدَ وُهَيْبٌ تِسْعِينَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: یاجوج اور ماجوج کی دیوار آج اتنی کھل گئی ہے، اور وہیب نے نوے (۹۰) کا عقد بنایا۔

(صحیح البخاری: ۷۱۳۶، ۳۳۴۶، ۳۵۹۸، ۷۰۵۹، ۷۱۳۵، صحیح مسلم: ۲۸۸۰، سنن ترمذی: ۲۱۸۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۳، مسند احمد: ۲۶۸۷۰)

صحیح البخاری: ۷۱۳۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں شر کا مصداق

علامہ القرطبی نے کہا ہے: یہ ہو سکتا ہے کہ اس شر سے وہ مراد ہو جس کی طرف حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اشارہ ہے، آپ نے فرمایا: ''آج رات کتنے فتنے نازل کیے گئے اور کتنے خزانے نازل کیے گئے'' پس اس حدیث میں آپ نے یہ اشارہ کیا کہ آپ کے بعد بہت زیادہ فتوح ہوں گی، اور لوگوں کے ہاتھوں میں بہت زیادہ مال و دولت آئے گا، پھر لوگوں کی رغبت فتنوں کے

بڑھانے میں ہوگی، اسی طرح لوگ حکومت اور اقتدار کے حصول میں بھی رغبت کریں گے اور سب سے بڑا فتنہ وہ تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رونما ہوا، جب لوگوں نے اس پر انکار کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بنو امیہ میں سے اپنے رشتہ داروں کو حاکم بنادیا حتیٰ کہ یہ چیز ان کی شہادت کا سبب بنی اور ان کے قتل ہونے کے بعد مسلمانوں کے اندر وہ فتنے پیدا ہوئے جو بہت مشہور ہیں اور اب تک جاری ہیں۔

اس حدیث میں نوّے (۹۰) کا عقد بنانے کا ذکر ہے، اور عربوں کے نزدیک اس کی مقدار معروف تھی۔

امام ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اور امام حاکم نے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ سد اور دیوار کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کرتے ہیں کہ یاجوج اور ماجوج ہر روز اس دیوار میں سوراخ کرتے ہیں حتیٰ کہ جب اس کا ایک سوراخ بنالیتے ہیں تو کہتے ہیں: چلو واپس، اب باقی کل بنائیں گے، تو اللہ تعالیٰ اس سوراخ کو بند کر کے اس دیوار کو پہلے ہی کی طرح بنادیتا ہے حتیٰ کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہوگا کہ ان کو دنیا میں بھیجے تو ان میں سے ایک شخص کہے گا: چلو واپس، اب ان شاء اللہ باقی دیوار کل کھودیں گے، اور ان شاء اللہ کہنے کی وجہ سے وہ سوراخ اسی طرح برقرار رہے گا، پھر وہاں سے نکل کر وہ لوگوں کی طرف آئیں گے۔

امام مسلم نے حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اور اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا، وہ ارشادِ خداوندی کے مطابق ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے، فرمایا: ان کے پہلے لوگ بحیرہ طبریہ سے گزریں گے اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے، پھر جب آخری لوگ گزریں گے تو کہیں گے کہ شاید یہاں کبھی پانی ہوا ہوگا، پھر وہ چل پڑیں گے یہاں تک کہ وہ بیت المقدس کے پہاڑ تک پہنچ جائیں گے اور کہیں گے: ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں، چنانچہ وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلود (سرخ) واپس بھیج دے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب محصور ہوں گے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک بھوک کی وجہ سے گائے کا سر تمہارے آج کے سو دیناروں سے زیادہ اہمیت رکھتا ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں کیڑا پیدا کر دے گا یہاں تک کہ وہ سب ایک دم مر جائیں گے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ اتریں گے تو ان کی بدبو اور خون کی وجہ سے ایک بالشت کی جگہ بھی خالی نہیں پائیں گے، پھر آپ اور آپ کے ساتھی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ لمبی گردنوں والے اونٹوں کی مثل پرندے بھیجے گا جو انہیں اٹھا کر پہاڑ کے غار میں پہنچا دیں گے، مسلمان ان کے تیر و ترکش اور کمانوں کو سات سال تک جلائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو ہر گھر اور ہر خیمہ تک پہنچے گی اور تمام زمین کو دھو کر شیشہ کی طرح صاف اور شفاف کر دے گی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۰۔ ۳۰۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

کتاب الفتن کا اختتام

''کتاب الفتن'' میں ایک سو ایک (۱۰۱) احادیثِ مرفوعہ ہیں، ان میں سے احادیثِ موصولہ کی تعداد ستاسی (۸۷) ہے، اور باقی تعلیقات اور متابعات ہیں، اور ان میں اسّی (۸۰) احادیث مکرر ہیں، اور خالص احادیث اکیس (۲۱) ہیں۔

کتاب الفتن کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا سید المرسلین محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین!

آج ۱۲ صفر ۱۴۳۵ھ/ 16 دسمبر 2013ء بروز پیر کتاب الفتن میں درج احادیث کی شرح مکمل ہوگئی۔ اے میرے مالک ومولیٰ! جس طرح آپ نے اپنے خصوصی کرم سے کتاب الفتن میں درج احادیث کی شرح لکھوادی ہے، اسی طرح اپنا کرم اور فضل جاری رکھیں اور صحیح البخاری کی بقیہ کتب اور ابواب کی شرح بھی اس ناچیز سے لکھوادیں، بے شک آپ نے میری تمام تصانیف کو میری امید سے زیادہ مقبولیت عطا فرمائی اور تیرے فضلِ خصوصی سے اور مخصوص کرم سے دنیا کے اکثر حصوں میں میری تصنیفات پڑھی جارہی ہیں اور عام مسلمان ان سے استفادہ کرتے ہیں، اسلامی تقاریب میں، جمعہ کے خطبات میں اور نمازوں کے بعد دروس میں تبیان القرآن، شرح صحیح مسلم، نعم الباری اور نعمۃ الباری سے استفادہ کرتے ہیں، اے بارِالٰہ! اس استفادہ کو تا قیامت برقرار اور جاری رکھیں اور اس میں روز افزوں اضافہ فرمائیں اور میری تحریرات سے عام مسلمانوں کو ہدایت پر قائم رکھیں اور معاندین اور مفسدین کی اصلاح فرمائیں۔

میں عرصہ دراز سے بیمار ہوں اور ۲۹ سال سے شوگر کے عارضہ میں مبتلاء ہوں، ہائی بلڈ پریشر ہے، اور دو سال سے گھٹنوں میں سخت تکلیف ہوگئی ہے اور گھٹنوں کے جوڑوں میں خلاء ہوگیا ہے جس کی وجہ سے چلنا پھرنا دشوار ہے، اور اب تقریباً پندرہ روز ہوئے یہ معلوم ہوا کہ میری دونوں آنکھوں میں موتیا اتر آیا ہے، الٹی آنکھ میں موتیا کا زیادہ اثر تھا جس کی وجہ سے الٹی آنکھ کی بینائی تقریباً ختم ہوگئی تھی، پھر ۱۰ دسمبر کو میری الٹی آنکھ کے موتیا کا آپریشن ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس آپریشن کو کامیاب فرمایا اور میری الٹی آنکھ کی بینائی بحال ہوگئی اور اب اس آنکھ سے الحمد للہ صاف نظر آتا ہے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سیدھی آنکھ کے موتیا کی بھی اصلاح فرمائے اور اس کی بینائی بھی بحال اور تیز تر کردے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتاب الفتن کی احادیث کی شرح مکمل ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی نعم الباری کی پندرہویں جلد بھی مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ نعم الباری کی سولہویں اور آخری جلد کتاب الاحکام سے شروع ہوگی۔

کلماتِ تشکر

پندرہویں جلد کی ابتداء ''کتاب الحدود'' سے ہوئی ہے اور اس کی انتہاء ''کتاب الفتن'' پر ہوئی ہے۔ پندرہویں جلد کی ابتداء ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ/ یکم اگست 2013ء بروز جمعرات کو ہوئی اور اس کا اختتام ۱۲ صفر ۱۴۳۵ / 16 دسمبر 2013ء کو ہوا۔

اس جلد کی کمپوزنگ حافظ محمد جمشید ہاشمی سلمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور اس کی پروف ریڈنگ اور تصحیح ہمارے محترم اور مکرم دوست سید عمیر الحسن برنی زید حبہٗ اور حافظ محمد اکرم ساجد دام لطفہ نے کی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل میری اس محنت کو قبول فرمائے اور نعم الباری کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں مشکور اور مسعود

فرمائے۔ میں اس جلد کے مکمل ہونے پر اپنے تمام کرم فرماؤں کا انتہائی خلوصِ قلب سے شکر گزار ہوں اور ان کے لیے دعا کرتا ہوں، خصوصاً مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن زیدت الطافہم العالیہ، اور محترم حفیظ البرکات شاہ صاحب دامت الطافہم، صاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی (بریڈ فورڈ)، مشہور اسکالر حافظ عبدالمجید (برسٹل)، مولانا حامد قیوم (ناروے)، مولانا سید محمد اشرف شاہ (ناروے)، سید جمیل الرحمٰن شاہ صاحب (لاہور)، مولانا مختار احمد (منتظم ضیاء القرآن)، مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہم۔

ان تمام مہربان اور بزرگ حضرات اور احباب کو اللہ تعالیٰ سلامت با کرامت رکھے اور مجھے اپنی بیماریوں اور کمزوریوں سے صحت اور توانائی عطا فرمائے، اس شرح کو اللہ تعالیٰ موافقین کے لیے دینِ حق پر استقامت کا سبب بنائے اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنادے، اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی میں صرف اپنا محتاج رکھے کسی مخلوق کا محتاج نہ بنائے، صحت اور عافیت کے ساتھ ہم سب کا ایمان پر خاتمہ فرمائے اور دنیا میں ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا اہل بنادے اور آخرت میں ہمیں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے اور قیامت کے مراحل کو ہمارے لیے آسان فرمادے، اور ہمیں دنیا اور آخرت میں ہر قسم کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے اور اپنے فضل و کرم اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین بجاہ سیدنا محمد سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی

بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸

۱۲ صفر ۱۴۳۵ھ/16 دسمبر 2013ء، بروز پیر

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد خامس عشر (١٥) کی ڈائری

افتتاح 22 رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ/ 1راگست 2013ء بروز جمعرات

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	ایک ماہ کی احادیث	تعدادِ حدیث
1اگست 2013ء	۲۲رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ	جمعرات	=	=	=	٦٧٧٢
یکم ستمبر 2013ء	۲۴شوال المکرم ۱۴۳۴ھ	اتوار	۳۳۳	۳۳۳	٧٠	٦٨٤١
یکم اکتوبر 2013ء	۲۴ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ	منگل	١٦٧	۵۰۰	۵٦	٦٨٩٧
یکم نومبر 2013ء	۲٦ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ	جمعۃ المبارک	١٨٣	٦٨٣	۵۵	٦٩۵٢
یکم دسمبر 2013ء	۲٦محرم الحرام ۱۴۳۴ء	اتوار	٢٦٦	٩٤٩	٩۵	٧٠٤٧
16دسمبر 2013ء	۱۲صفر المظفر	پیر	١٤٢	١٠٩١	٨٩	٧١٣٦

مصادر التحقیق فی نعم الباری

کتب سماویہ

۱۔ قرآن مجید
۲۔ تورات
۳۔ زبور
۴۔ انجیل

کتب احادیث

۵۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی 150ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ، محمد سعید اینڈ سنز کراچی، المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ ۱۴۳۱ھ

۶۔ امام مالک بن انس اصبحی، متوفی 179ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1409ھ، المکتبۃ التوفیقیہ، دار المعرفہ بیروت، 1420ھ

۷۔ امام عبد اللہ بن مبارک حنفی، متوفی 181ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۸۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی، متوفی 183ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۱۰۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1407ھ

۱۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، المسند، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1400ھ

۱۲۔ امام سلیمان بن داؤد الجارود شافعی، متوفی 204ھ، مسند ابوداؤد الطیالسی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1425ھ

۱۳۔ امام محمد بن عمر بن واقد شافعی، متوفی 207ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت، 1404ھ

۱۴۔ امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی شیعی، متوفی 211ھ، مصنف عبد الرزاق، مطبوعہ: مکتب اسلامی بیروت 1390ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۵۔ الامام الجلیل ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، متوفی 216ھ، مسند ابوعوانہ، دار المعرفہ بیروت

۱۶۔ امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی شافعی، متوفی 219ھ، المسند، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۱۷۔ امام سعید بن منصور خراسانی مکی شافعی، متوفی 227ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، دار الصمیعی 1428ھ

۱۸۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، المصنف، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی 1406ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۱۹۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۲۰۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: مجلس علمی، بیروت 1427ھ

۲۱۔ امام احمد بن حنبل، متوفی 241ھ، المسند، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت، 1398ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالفکر، بیروت 1415ھ، موسسۃ الرسالہ، بیروت 1420، عالم الکتب، بیروت 1419ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ

۲۲۔ امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی شافعی، متوفی 255ھ، سنن دارمی، مطبوعہ: دارالکتاب العربی 1407ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1420ھ

۲۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1430ھ، دارارقم، بیروت، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1431ھ، دارالفکر بیروت 1421ھ، موسسۃ الرسالہ 1431ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1425ھ، دارالعلم الحدیث: 1426ھ

۲۴۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، الادب المفرد، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1412ھ

۲۵۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری شافعی، متوفی 261ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ، دارالفکر، بیروت 1424ھ

۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ شافعی، متوفی 273ھ، سنن ابن ماجہ: مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1415ھ، دارالجیل، بیروت، دارالفکر، بیروت 1421ھ

۲۷۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی 275ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ، دارالفکر بیروت، 1421ھ

۲۸۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی 275ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۲۹۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1422ھ، دارالجیل، بیروت 1998ء، دارالمعرفہ بیروت 1423ھ

۳۰۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، 1415ھ

۳۱۔ حافظ ابوبکر عمرو بن ضحاک بن مخلد الشیبانی، متوفی، 287ھ، کتاب السنہ، المکتب الاسلامی 1400ھ

۳۲۔ امام ابن ابی عاصم شافعی، متوفی 287ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ: دارالرایہ، ریاض، 1411ھ

۳۳۔ امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار شافعی، متوفی 292ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت

۳۴۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن نسائی، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1412ھ، دارالفکر، بیروت، 1421ھ

۳۵۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت 1408ھ

۳۶۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1411ھ موسسۃ الرسالہ 1421ھ
۳۷۔ امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی شافعی، متوفی 307ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۸۔ امام احمد بن عالی المثنی التمیمی شافعی، متوفی 307ھ، مسند ابویعلی موصلی، مطبوعہ: دارالمامون التراث، بیروت، 1404ھ
۳۹۔ امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری شافعی، متوفی 307ھ، **المنتقی**، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1417ھ
۴۰۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ شافعی، متوفی 311ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت 1395ھ
۴۱۔ امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق شافعی، متوفی 316ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ: دارالباز، مکہ مکرمہ
۴۲۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ: داربلنسیہ، ریاض 1420ھ
۴۳۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، مشکل الآثار، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز 1415ھ
۴۴۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ: مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، 1404ھ، قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۵۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1427ھ
۴۶۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ مسند الطحاوی، مطبوعہ: مکتبۃ الحرمین، دبئی 1426ھ
۴۷۔ امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی شافعی، متوفی 322ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ
۴۸۔ امام ابوبکر احمد بن مروان بن محمد الدینوری القاضی المالکی، متوفی 333ھ، المجالسۃ وجواہر العلم، دارابن حزم بیروت، 1419ھ
۴۹۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1407ھ
۵۰۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1425ھ
۵۱۔ امام ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری الشافعی، متوفی 360ھ، کتاب الشریعہ، مطبوعہ: موسسۃ الریان 1429ھ
۵۲۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم صغیر، مطبوعہ: مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ 1388ھ، مکتبہ اسلامی، بیروت 1405ھ
۵۳۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم کبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت
۵۴۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم اوسط، مطبوعہ: مکتبۃ المعارف، ریاض 1405ھ، دارالفکر بیروت، 1420ھ
۵۵۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، مسند الشامیین، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1409ھ
۵۶۔ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بابن السنی، شافعی، متوفی 364ھ، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، 1408ھ

۵۷۔ امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی شافعی، متوفّٰی 365ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۵۸۔ امام ابو حفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین شافعی، متوفّٰی 385ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۵۹۔ امام الحافظ علی بن عمر الدار قطنی، متوفّٰی 385ھ، سنن الدار قطنی، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، لبنان 1422ھ

۶۰۔ امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ شافعی، متوفی 396ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۶۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری شافعی، متوفّٰی 405ھ، المستدرک، مطبوعہ: دار الباز، مکہ مکرمہ، دار المعرفہ بیروت، 1427ھ، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1420ھ

۶۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عمر واقد الواقدی شافعی، متوفّٰی 407ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۶۳۔ امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی شافعی، متوفّٰی 430ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ، دار الکتب العربی 1407ھ

۶۴۔ امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی شافعی، متوفّٰی 430ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار النفائس، بیروت

۶۵۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفّٰی 458ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان

۶۶۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفّٰی 458ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۶۷۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفّٰی 458ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۶۸۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفّٰی 458ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار لکتب العلمیہ، بیروت، 1423ھ

۶۹۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفّٰی 458ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

۷۰۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفّٰی 458ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ: مکتبۃ المینارہ، مکہ مکرمہ 1410ھ

۷۱۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفّٰی 458ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

۷۲۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفّٰی 458ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1423ھ

۷۳۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفّٰی 458ھ، البعث والنشور، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ

۷۴۔ امام ابو عمر یوسف ابن عبد البر قرطبی مالکی، متوفّٰی 463ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۷۵۔ حافظ ابی بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی المعروف بابن ابی الدنیا، متوفّٰی 184ھ، موسوعہ الامام ابن ابی الدنیا، مکتبۃ العصریہ، بیروت

۷۶۔ امام محمد بن فتوح الحمیدی شافعی، متوفّٰی 488ھ، الجمع بین الصحیحین، مطبوعہ: دار ابن حزم 1423ھ

۷۷۔ امام ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی شافعی، متوفّٰی 509ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

۷۸۔ امام حسین بن مسعود بغوی شافعی، متوفّٰی 516ھ، شرح السنہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۷۹۔ علامہ عمر بن عبد العزیز ابن مازہ البخاری الحنفی الملقب بالصدر الشہید التوفی 536ھ، شرح الجامع الصغیر، دار الکتب العلمیہ بیروت 1427ھ

۸۰۔ امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفّٰی 571ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ

۸۱۔ امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفّٰی 571ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1407ھ

۸۲۔ امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفّٰی 597ھ، جامع المسانید، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

۸۳۔ امام مجد الدین بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری شافعی، متوفّٰی 606ھ، جامع الاصول، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ، دار ابن کثیر، بیروت 1432ھ

۸۴۔ امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری شافعی، متوفّٰی 656ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ: دار الحدیث، قاہرہ 1407ھ، دار ابن کثیر، بیروت 1414ھ

۸۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفّٰی 668ھ، التذکرہ فی امور الآخرہ، مطبوعہ: دار البخاری، مدینہ منورہ

۸۶۔ امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی شافعی، متوفی 676ھ، الاذکار من کلام سید الابرار، مطبوعہ: مکتبۂ نزار مصطفی الباز 1417ھ

۸۷۔ امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، متوفّٰی 676ھ، ریاض الصالحین، قدیمی کتب خانہ، کراچی

۸۸۔ امام ابو محمد علی بن زکریا المنبجی الحنفی، متوفّٰی 686ھ، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، دار خضر، بیروت 1419ھ

۸۹۔ امام محی الدین تبریزی شافعی، متوفّٰی 742ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ: اصح المطابع، دہلی، دار ارقم، بیروت، دار ابن حزم 1423ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت

۹۰۔ امام علی بن عبد الکافی تقی الدین سبکی الشافعی، متوفّٰی 746ھ، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ: الدائر المعارف النظامیہ، بحیدر آباد، دکن

۹۱۔ تاج الدین علی بن عبد اللہ بن الحسن الارذ دیلی التبریزی الشافعی، متوفّٰی 746ھ، المعیار فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ التی استشہد بھا الفقہاء، دار الاصلاح 2009ء

۹۲۔ امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر المعروف بابن قیم الجوزیہ حنبلی، متوفّٰی 751ھ، جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علی محمد خیر الانام، مطبوعہ: دار الکتاب العربی، بیروت 1417ھ، دار الطباعۃ المحمدیہ 1388ھ

۹۳۔ حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی حنفی، متوفّٰی 762ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ: مجلسِ علمی سورۃ ہند، 1357ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۹۴۔ حافظ ابو الفرج زین الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلی البغدادی الدمشقی، متوفّٰی 795ھ، احوال القبور واحوال اھلھا الی النشور، دار الکتب العربی، بیروت 1418ھ

۹۵۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفّٰی 807ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ: دار الکتاب العربی، بیروت 1402ھ، دار الفکر،

بیروت 1414ھ
۹۶۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفّٰی 807ھ، کشف الاستار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1404ھ
۹۷۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفّٰی 807ھ، تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1420ھ
۹۸۔ امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری شافعی، متوفّٰی 840ھ، اتحاف الخیریۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ: مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت 1442ھ
۹۹۔ امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری شافعی، متوفّٰی 840ھ، زوائد ابن ماجہ علی الکتب الخمسہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1414ھ،
۱۰۰۔ حافظ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی حنفی، متوفّٰی 845ھ، الجوہر النقی، مطبوعہ: نشر السنہ ملتان
۱۰۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفّٰی 848ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ: مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ
۱۰۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفّٰی 852ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ: مکتبۃ دار الباز، مکہ مکرمہ، درالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۱۰۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفّٰی 852ھ، نتائج الافکار فی احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر، 1421ھ
۱۰۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفّٰی 852ھ، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث رافعی الکبیر، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، 1417ھ
۱۰۵۔ امام زین الدین ابو العباس احمد بن عبد اللطیف الزبیری حنفی متوفّٰی 893ھ، التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت، 1430ھ
۱۰۶۔ امام عبد الرحمٰن بن عبد السلام بن عبد الرحمٰن بن عثمان الصفوری الشافعی، متوفّٰی 894ھ، نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۰۷۔ حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی الشافعی، متوفّٰی 902ھ، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، مطبوعہ: مکتبۃ المؤید، دمشق 1408ھ
۱۰۸۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ
۱۰۹۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ
۱۱۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ
۱۱۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، البدور السافرہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ، دار ابن حزم، بیروت 1414ھ
۱۱۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۱۱۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۱۱۴۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافی، متوفی 974ھ، الصواعق المحرقہ فی الرد علی اہل البدع والزندقہ، مطبوعہ: مکتبۃ القاہرہ، مصر 1385ھ

۱۱۵۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری حنفی، متوفی 975ھ، کنز العمال، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت

۱۱۶۔ حافظ عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین المناوی الشافعی، متوفی 1031ھ، کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۱۱۷۔ امام محمد بن سلیمان المغربی المالکی، متوفی 1094ھ، جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، مطبوعہ: مکتبہ ابن کثیر 1418ھ

۱۱۸۔ امام ابوعبداللہ محمد بن درویش الحوت البیرونی الحنفی، متوفی 1276ھ، اسنی المطالب فی احادیث مختلف المراتب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1412ھ

۱۱۹۔ الحافظ ابوالفیض احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی الشافعی، متوفی 1380ھ، المداوی لعلل الجامع الصغیر وشرح المناوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1996ھ

۱۲۰۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی المتوفیٰ 1420ھ، سلسہ احادیث صحیحہ، انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع 1420ھ

۱۲۱۔ مولانا صالح بن عبداللہ بن حمید، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، دار الوسیلہ للنشر والتوزیع 1425ھ

۱۲۲۔ مولانا عبدالسلام بن محمد بن عمر علوش، کتاب الجامع فی الاحادیث القدسیہ، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامی، 1426ھ

کتب تفاسیر

۱۲۳۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء حنفی، متوفی 207ھ، معانی القرآن، مطبوعہ: بیروت

۱۲۴۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، جامع البیان، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1409ھ، دار الفکر بیروت

۱۲۵۔ امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی شافعی، متوفی 327ھ، تفسیر القرآن العظیم، مطبوعہ: نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ

۱۲۶۔ امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی 333ھ، تاویلات اہل السنہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۲۷۔ امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی 370ھ، احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، 1400ھ

۱۲۸۔ امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، متوفی 427ھ، تفسیر الثعلبی، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1422ھ

۱۲۹۔ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک القشیری الشافعی، متوفی 465ھ، تفسیر القشیری المسمّٰی لطائف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۱۳۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی، متوفی 468ھ، الوسیط، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۳۱۔ امام شیخ الاسلام ابوالمظفر السمعانی الشافعی، متوفی 489ھ، تفسیر القرآن، مطبوعہ: دار الوطن، ریاض 1418ھ

۱۳۲۔ علامہ محمود بن عمر زمخشری معتزلی، متوفی 538ھ، الکشاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ،

۱۳۳۔ علامہ ابو [illegible] 543ھ، احکام القرآن، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

۱۳۴۔ امام فخر الدین محمد [illegible] 606ھ، تفسیر [illegible]، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ

۱۳۵۔ امام فخر الدین محمد [illegible] 606ھ، اسرار التنزیل و انوار التاویل، مطبوعہ: دار الکتب الوثاق، بغداد، عراق 1990ء

۱۳۶۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1415ھ

۱۳۷۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی 685ھ، انوار التنزیل و اسرار التاویل، مطبوعہ: دار فراس للنشر والتوزیع، مصر

۱۳۸۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی، متوفی 710ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ: دار الکتب العربیہ، پشاور

۱۳۹۔ علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، متوفی 857ھ، تفسیر الثعالبی، مطبوعہ: موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت

۱۴۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جلالین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۴۱۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی 1137ھ، روح البیان، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ

۱۴۲۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی 1223ھ، تفسیر صاوی، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1421ھ

۱۴۳۔ علامہ السید عبداللہ سبر، متوفی 1242ھ، تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ: دار السرور للطباعۃ والنشر، 1421ھ

۱۴۴۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی 1270ھ، روح المعانی، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت، دار الفکر بیروت 1417ھ

۱۴۵۔ نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، فتح البیان، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۱۴۶۔ شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور

۱۴۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، بیان القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور

۱۴۸۔ علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی بریلوی، متوفی 1367ھ، خزائن العرفان

۱۴۹۔ مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1391ھ، نور العرفان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، گجرات

۱۵۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ: ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

۱۵۱۔ غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی بریلوی، متوفی 1406ھ، التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم، مطبوعہ: مکتبہ فانوس پبلی کیشنز، پاکستان 2003ء

۱۵۲۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ ازہری حنفی بریلوی، متوفی 1418ھ، ضیاء القرآن، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

۱۵۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ

۱۵۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، انوار تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1431ھ

۱۵۵۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہ، ترجمہ و تحقیق و تخریج تفسیر خازن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور 1427ھ

۱۵۶۔ مولانا حافظ محمد واحد بخش غوثوی سیالوی حنفی بریلوی غفرلہ، برکات القرآن، ترجمہ تفسیر مدارک التنزیل، فرید بک اسٹال لاہور 1430ھ

شروح احادیث

۱۵۷۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری المتوفی 318ھ، الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، مطبوعہ: دار الفلاح 1430ھ

۱۵۸۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، معالم السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۵۹۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، اعلام السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۶۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی، متوفی 449ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1420ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۱۶۱۔ حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستذکار (شرح الموطا)، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1413ھ

۱۶۲۔ حافظ ابوعمرو بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، التمہید، مطبوعہ: مکتبۃ القدوسیہ، لاہور 1404ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۶۳۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، القبس فی شرح موطا بن انس، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۶۴۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ

۱۶۵۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، اکمال المعلم بہ فوائد مسلم، مطبوعہ: دار الوفاء بیروت 1419ھ

۱۶۶۔ علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، کشف المشکل علیٰ صحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1444ھ

۱۶۷۔ امام ابومحمد عبدالجلیل بن موسیٰ اندلسی مالکی، متوفی 608ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1416ھ

۱۶۸۔ امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری شافعی، متوفی 656ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت

۱۶۹۔ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، متوفی 656ھ، المفہم، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت 1417ھ

۱۷۰۔ علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی، متوفی 661ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ 1422ھ

۱۷۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، شرح مسلم، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی 1375ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1417ھ

۱۷۲۔ امام ابومحمد عبداللہ بن ابی حمزہ الاندلسی المالکی، متوفی 699ھ، بہجۃ النفوس، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1428ھ

۱۷۳۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض 1417ھ

۱۷۴۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، الاحادیث والآثار، مطبوعہ: مکتبۃ الرشید 1429ھ

۱۷۵۔ علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی، متوفی 743ھ، شرح الطیبی، ادارۃ القرآن 1413ھ

۱۷۶۔ حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج بن عبداللہ الحنفی المتوفی 762ھ، شرح ابن ماجہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1424ھ

۱۷۷۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی، متوفی 786ھ، تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ

۱۷۸۔ علامہ محمد بن بہادر الزرکشی المتوفی 794ھ، التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ بیروت 1424ھ

۱۷۹۔ علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن، متوفی 804ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، مطبوعہ: وزارۃ الاوقاف، قطر 1429ھ

۱۸۰۔ امام قاضی بدر الدین الدمامینی المالکی، متوفی 827ھ، مصابیح الجامع، مطبوعہ: دار النور 1431ھ

۱۸۱۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی، متوفی 828ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۸۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، المکتب الاسلامی بیروت 1420ھ

۱۸۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، فتح الباری، مطبوعہ: دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور 1401ھ، بیروت 1420ھ، دار المعرفہ، بیروت 1426ھ

۱۸۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری، مکتبۃ الرشد، ریاض 1418ھ

۱۸۵۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت

۱۸۶۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر 1348ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۸۷۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع 1420ھ

۱۸۸۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی 895ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۸۹۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ: مطبع میمنہ مصر 1306ھ

۱۹۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1420ھ

۱۹۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1412ھ

۱۹۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، بیروت 1418ھ

۱۹۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الرسائل العشر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1409ھ

۱۹۴۔ علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، تحفۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1425ھ

۱۹۵۔ علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1426ھ

۱۹۶۔ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، اشرف الوسائل الی فہم الشمائل، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۹۷۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، فیض القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفی الباز،

مکہ مکرمہ 1418ھ

۱۹۸۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ: اصح المطابع، کراچی

۱۹۹۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۲۰۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۲۰۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، مرقات، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان 1390ھ

۲۰۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۲۰۳۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی غیر مقلد، متوفی 1025ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ: مطبع مصطفی البابی، مصر 1350ھ

۲۰۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ: مطبع تیج کمار لکھنو، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۰۵۔ علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری الحنفی، متوفی 1069ھ، نسیم الریاض فی شرح الشفاء قاضی عیاض، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۲۰۶۔ شیخ نورالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1073ھ، تیسیر القاری فی شرح صحیح بخاری، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۰۷۔ امام محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المصری المالکی، متوفی 1122ھ، شرح الزرقانی (شرح موطا امام مالک)، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ

۲۰۸۔ شیخ ابوالطیب صدیق بن حسن الحسینی القنوجی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، عون الباری لحل ادلۃ الصحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ

۲۰۹۔ امام محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی، متوفی 1398ھ، الفجر الساطع علی الصحیح الجامع، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1430ھ

۲۱۰۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، لامع الدراری علی جامع البخاری، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی

۲۱۱۔ شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد، متوفی 1325ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ

۲۱۲۔ شیخ وحیدالزمان غیر مقلد، متوفی 1328ھ، تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح بخاری، مطبوعہ: نعمانی کتب خانہ، لاہور 1990ھ

۲۱۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جامع الاحادیث مطبوعہ: مکتبہ مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات 1422ھ

۲۱۴۔ شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی، متوفی 1352ھ، فیض الباری، مطبوعہ: مطبع حجازی، مصر 1375ھ

۲۱۵۔ شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی، متوفی 1369ھ، فتح الملہم، مطبوعہ: مکتبۃ الحجاز، کراچی

۲۱۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی الحنفی، متوفی 1414ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکلم الطیب، بیروت 1430ھ

۲۱۷۔ شیخ محمد بن زکریا بن محمد کاندھلوی دیوبندی، اوجز المسالک الی موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۲۱۸۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی، متوفی 1421ھ، شرح صحیح بخاری، مکتبۃ الطبری، 1429ھ

۲۱۹۔ ابومحمد عبداللہ بن مانع الروقی، الحلل الابریزیہ من التعلیقات البازیہ علی صحیح البخاری، دارالتدمریہ، ریاض 1428ھ

۲۲۰۔ شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی، کشف الباری، مطبوعہ: مکتبہ فاروقیہ، کراچی
۲۲۱۔ شیخ محمد تقی عثمانی دیوبندی، انعام الباری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء

کتب اصول احادیث

۲۲۲۔ علامہ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حازم الحازمی الہمدانی التوفی 584ھ، کتاب الفیصل فی علم الحدیث، مکتبۃ الرشد، ریاض 1428ھ
۲۲۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تقریب النواوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۲۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تدریب الراوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۲۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

کتب اسماء الرجال

۲۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، التاریخ الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۲۷۔ امام احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1424ھ
۲۲۸۔ امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی شافعی، متوفی 436ھ، تاریخ بغداد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۲۹۔ حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی شافعی، متوفی 742ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ
۲۳۰۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۳۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، الکاشف، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1418ھ
۲۳۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ج، تقریب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۴۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۳۵۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۳۶۔ حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی الشافعی، متوفی 923ھ، خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۳۷۔ علامہ محمد بن طولون شافعی، متوفی 953ھ، الشذرہ فی الاحادیث المشتہرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ
۲۳۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی شافعی، متوفی 963ھ، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشریعہ الموضوعہ
۲۳۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

۲۴۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ: مکتبہ مجتبائی دہلی
۲۴۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، مطبوعہ: دار الباز للنشر والتوزیع 1405ھ
۲۴۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، مطبوعہ: مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، حلب 1389ھ
۲۴۳۔ علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی 1164ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ: مکتبہ الغزالی، دمشق
۲۴۴۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1415ھ
۲۴۵۔ یوسف عبدالرحمن المرعشلی، معجم المعاجم والمشیخات، مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

کتب لغت

۲۴۶۔ امام اللغۃ خلیل بن احمد فراہیدی، متوفی 175ھ، کتاب العین، مطبوعہ: انتشارات اسوہ، ایران 1414ھ
۲۴۷۔ امام ابوعبید القاسم بن سلام الھروی الشافعی، متوفی 224ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۲۴۸۔ امام ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، متوفی 276ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1408ھ
۲۴۹۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی، متوفی 398ھ، الصحاح، مطبوعہ: دار العلم، بیروت 1404ھ
۲۵۰۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی، متوفی 502ھ، المفردات، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1418ھ
۲۵۱۔ علامہ نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد النسفی الحنفی، متوفی 537ھ، طلبۃ الطلبہ فی الاصلاحات الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۲۔ امام ابونصر احمد بن محمد سمرقندی حنفی، متوفی 550ھ، انیس الفقہاء، فی تعریفات الالفاظ المتداولۃ بین الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ،
۲۵۳۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری الشافعی، متوفی 606ھ، نہایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۴۔ علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر رازی حنفی، متوفی 660ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۵۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۵۶۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی 711ھ، لسان العرب، مطبوعہ: نشر ادب الحوذہ، قم ایران، دار صادر، بیروت 2003ء
۲۵۷۔ علامہ علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی، متوفی 816ھ، کتاب التعریفات، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۲۵۸۔ علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی 817ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۵۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ: مکتبہ دار الایمان، مدینہ منورہ 1415ھ

۲۶۰۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی 1205ھ، تاج العروس، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریہ، مصر
۲۶۱۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد، مطبوعہ المطبع الفاثولیکہ، بیروت 1927ء
۲۶۲۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد مترجم، مطبوعہ: دار الاشاعت، کراچی
۲۶۳۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی الاعلام، مطبوعہ: دار المشرق، بیروت 1976ء
۲۶۴۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی اللغت، مطبوعہ: انتشارات اسلام 1379ء
۲۶۵۔ مولانا محمد غیاث الدین، غیاث اللغات (فارسی)، مطبوعہ: مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۲۶۶۔ الحاج مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات (اردو)، مطبوعہ، مطبع فیروز سنز لمیٹڈ
۲۶۷۔ سعدی الوجیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، پاکستان
۲۶۸۔ غلام احمد پرویز، متوفی 1985، لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام گلبرگ لاہور 1984ء
۲۶۹۔ قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری حنفی، دستور العلماء، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، بیروت 1421ھ
۲۷۰۔ ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور

کتب تاریخ، سیرت وفضائل

۲۷۱۔ امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام المعافری، متوفی 218ھ، السیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ
۲۷۲۔ امام محمد بن سعد، متوفی 230ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ: دار صادر، بیروت 1388ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ
۲۷۳۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ: دار القلم، بیروت
۲۷۴۔ امام ابو بکر محمد بن جعفر بن محمد بن سھل السامری الخرائطی، متوفی 327ھ، مکارم الاخلاق ومعالیہا ومحمود طرائقہا ومرضیہا، مطبوعہ: مطبع المدنی، موسسۃ السعودیہ، 1411ھ
۲۷۵۔ امام ابو الحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی، متوفی 405ھ، اعلام النبوۃ، دار احیاء العلوم، بیروت 1408ھ
۲۷۶۔ امام ابو سعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری شافعی، متوفی 406ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ: دار البشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ 1424ھ
۲۷۷۔ امام ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، متوفی 463ھ، تاریخ بغداد، دار الفکر بیروت، 1424ھ
۲۷۸۔ حافظ ابو عمر و یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی، متوفی 463ھ، الاستیعاب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۷۹۔ امام محی السنہ الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی الشافعی، متوفی 510ھ، الانوار فی شمائل النبی المختار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۲۸۰۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، الشفاء، مطبوعہ: عبد التواب اکیڈمی، ملتان، دار الفکر بیروت 1415ھ
۲۸۱۔ امام ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن احمد الخثعمی السہیلی، متوفی 581ھ، الروض الانف فی تفسیر سیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۲۸۲۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، الوفاء، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۲۸۳۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، مولد العروس الشہیر بابن الجوزی، مطبوعہ: المکتبۃ الثقافیہ، بیروت
۲۸۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر شافعی، متوفی 630ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، دارالفکر بیروت
۲۸۵۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی 630ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۶۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان شافعی، متوفی 681ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ: منشوارت الشریف الرضی، ایران
۲۸۷۔ امام ابوجعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری، متوفی 694ھ، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۸۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1417ھ
۲۸۹۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ الحنبلی، متوفی 751ھ، زادالمعاد، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1419ھ
۲۹۰۔ حافظ علاؤالدین ابوعبداللہ مغلطائی بن قلیج، متوفی 762ھ، الاشارۃ الٰی سیرۃ المصطفیٰ وتاریخ من بعدہ من الخلفاء، مطبوعہ: دارالقلم، دمشق 1416ھ
۲۹۱۔ علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی شافعی، متوفی 771ھ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۲۹۲۔ حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی 774ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1418ھ
۲۹۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، الاصابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۹۴۔ شیخ عبدالرحمٰن الثعلبی، متوفی 875ھ، الانوار فی آیات النبی المختار، مطبوعہ: دار ابن حزم 1426ھ
۲۹۵۔ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی شافعی، متوفی 911ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ
۲۹۶۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۹۷۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی 942ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۹۸۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، مدارج النبوۃ، مکتبہ نوریہ، سکھر پاکستان 1397ھ
۲۹۹۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی، متوفی 1124ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1393ھ
۳۰۰۔ شیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفی 1242ھ، مختصر سیرۃ الرسول، مطبوعہ: المکتبۃ السلفیہ 1399ھ

کتب فقہ حنفی

۳۰۱۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی
۳۰۲۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (شرح الکافی)، مطبوعہ: دارالمعرفہ بیروت، 1398ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۳۰۳۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: مصطفائی ہند 1291ھ

۳۰۴۔ امام محمد بن الشہیر الحاکم الشہید البلخی الحنفی، متوفی 344ھ، الکافی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۳۰۵۔ امام ابوبکر الرازی الجصاص المتوفی 370ھ، شرح مختصر الطحاوی، فتاوی فی الفقہ الحنفی، مکتبۃ الکریمیہ کانسی روڈ کوئٹہ

۳۰۶۔ ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، امجد اکیڈمی، لاہور 1397ھ

۳۰۷۔ امام ابو اللیث نصر بن محمد ابراہیم السمرقندی المتوفی 373ھ، فتاوی ابو اللیث سمرقندی، المیاۃ بمختلف الروایۃ، مکتبہ محمدیہ 1423ھ

۳۰۸۔ امام ابو اللیث نصر بن محمد ابراہیم السمرقندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، المکتبۃ الغفوریہ العاصمیہ، کراچی

۳۰۹۔ شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابو الحفص علی بن الحسن بن محمد السغدی الحنفی المتوفی 461ھ، النتف فی الفتاوی، مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ

۳۱۰۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، المبسوط، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت 1398ھ

۳۱۱۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامیہ، افغانستان 1405ھ

۳۱۲۔ علامہ علاؤ الدین محمد السمرقندی، متوفی 539ھ، تحفۃ الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۳۱۳۔ الامام الاکمل الفقیہ الامجد طاہر بن عبد الرشید البخاری، متوفی 542ھ، خلاصۃ الفتاوی مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

۳۱۴۔ الوزیر عون الدین ابو المظفر یحیی بن محمد ہبیرہ، متوفی 560ھ، الافصاح عن معانی الصحاح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۱۵۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی 587ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۱۶۔ علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی 592ھ، فتاوی قاضی خان، مطبوعہ: کبری بولاق، مصر 1310ھ

۳۱۷۔ علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی 592ھ، شرح الزیادات، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۱۸۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، ہدایہ اولین وآخرین، مطبوعہ: شرکت علمیہ، ملتان

۳۱۹۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، کتاب التجنیس والمزید، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1424ھ

۳۲۰۔ علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری، متوفی 616ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1424ھ

۳۲۱۔ علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود حنفی، متوفی 683ھ، الاختیار لتعلیل المختار، مطبوعہ: دار فراس للنشر والتوزیع

۳۲۲۔ امام فخر الدین عثمان بن علی، متوفی 743ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی 1421ھ

۳۲۳۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی 786ھ، عنایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1415ھ

۳۲۴۔ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفی 786ھ، فتاوی تاتارخانیہ، مطبوعہ: ادارۃ القرآن کراچی 1411ھ

۳۲۵۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، بنایہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1411ھ

۳۲۶۔ علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی 861ھ، فتح القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۳۲۷۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی 956ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور 1412ھ

۳۲۸۔ امام شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی، متوفی 962ھ، جامع الرموز، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

۳۲۹۔ علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی 970ھ، البحر الرائق، مطبوعہ: علمیہ، مصر 1311ھ

۳۴۰۔ امام شہاب الدین احمد محمد بن علی بن حجر الہیتمی، متوفی 974ھ، الفتاوی الکبری الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۴۱۔ امام سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی، متوفی 1005ھ، النہر الفائق، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی
۳۴۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۴۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، مناسک ملا علی قاری، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1417ھ
۳۴۴۔ ملا نظام الدین، متوفی 1061ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ: مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، 1310ھ
۳۴۵۔ علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی الفقیہ العصری الحنفی، متوفی 1069ھ، امداد الفتاح شرح نور الایضاح ونجات الارواح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ،
۳۴۶۔ علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفی 1078ھ، مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ: المکتبۃ الغفاریہ، کوئٹہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۳۴۷۔ علامہ خیر الدین رملی، متوفی 1081ھ، جامع الفصولین، مکتبۃ القدس، کوئٹہ 1300ھ
۳۴۸۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی 1088ھ، الدر المختار، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۴۹۔ علامہ السید اسعد بن ابی بکر آفندی الحنفی التوفی 110ھ، الفتاوی الاسعدیہ فی الفقہ الحنفیہ، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ
۳۵۰۔ علامہ شاہ عبد العزیز محمد دہلوی، متوفی 1229ھ، فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1390ھ
۳۵۱۔ علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی 1231ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۵۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مصر 1311ھ
۳۵۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، تنقیح الفتاوی الحامدیہ، مطبوعہ: دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ
۳۵۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، رسائل ابن عابدین شامی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور
۳۵۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، رد المحتار، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۳۵۶۔ علامہ شاہ محمد مسعود محدث دہلوی، متوفی 1309ھ، فتاویٰ مسعودی، سرہند پبلی کیشنز 1407ھ
۳۵۷۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی
۳۵۸۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، احسن الفتاویٰ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی 1425ھ
۳۵۹۔ امام احمد رضا خان بریلوی، متوفی 1340ھ، العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور 1427ھ
۳۶۰۔ علامہ سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی، متوفی 1356ھ، فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1418ھ
۳۶۱۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، بہار شریعت، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1416ھ
۳۶۲۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، فتاویٰ امجدیہ، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ 1419ھ
۳۶۳۔ شیخ محمد شفیع دیوبندی، متوفی 1396ھ، جواہر الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی 1395ھ
۳۶۴۔ مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری حنفی بریلوی، متوفی 1403ھ، فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ: کمبائن پرنٹرز، لاہور 1983ء

۳۶۵۔ مولانا وقار الدین حنفی بریلوی، متوفّٰی 1413ھ، وقار الفتاویٰ، مطبوعہ: بزم وقار الدین 1997ء

۳۶۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاگرجی الحنفی المتوفی 1414ھ، الفقہ الحنفی وادلتہ، دار الکلم الطیب، بیروت 1420ھ

۳۶۷۔ مولانا محمد عبداللہ نعیمی حنفی بریلوی، متوفّٰی 1982ء، فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ، ناشر: مفتی اعظم سندھ اکیڈمی 1411ھ

۳۶۸۔ شیخ الاسلام علامہ الشیخ عبد الغنی النابلسی الحنفی النقشبندی المتوفی 1123ھ، فتاوی النابلسی المسماۃ بنھایۃ المراد فی شرح ہدایہ، ابن العماد، مکتبہ حقانیہ کوئٹہ 1429ھ

۳۶۹۔ مفتی اہلسنت علامہ سید شجاعت علی قادری حنفی بریلوی، متوفّٰی 1993ء، فقہ اہلسنت، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1978ء

۳۷۰۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن حنفی بریلوی غفرلہ، تفہیم المسائل، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، 1407ھ

۳۷۱۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی، انوار الفتاویٰ، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ

۳۷۲۔ شیخ سعید بن علی السمرقندی الحنفی الفتاویٰ فی الحیل والمخارج المسمی بجنۃ الاحکام وجنۃ الخصام، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ

۳۷۳۔ شیخ عبد الحمید محمود طہمار، الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید، المکتبۃ الحقانیہ کوئٹہ 1418ھ

کتب فقہ شافعیہ

۳۷۴۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفّٰی 204ھ، الام، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1403ھ

۳۷۵۔ علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب الماوردی شافعی، متوفّٰی 450ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1414ھ

۳۷۶۔ علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفّٰی 455ھ، المہذب، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، 1393ھ

۳۷۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفّٰی 676ھ، شرح المہذب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت 1423ھ

۳۷۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفّٰی 676ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۳۷۹۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفّٰی 974ھ، الفتاوی الحدیثیہ، 1419ھ

کتب فقہ مالکیہ

۳۸۰۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفّٰی 256ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۸۱۔ امام ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی، متوفّٰی 494ھ، المنتقیٰ شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1331ھ

۳۸۲۔ قاضی عبدالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفّٰی 595ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

۳۸۳۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن الخطاب المغربی، متوفّٰی 954ھ، مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، مطبوعہ: مکتبۃ النجاح، لیبیا

۳۸۴۔ علامہ علی بن عبداللہ بن الخرشی، متوفّٰی 1101ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ: دار صادر، بیروت

۳۸۵۔ علامہ ابوالبرکات، احمد دردیر مالکی، متوفّٰی 1197ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

۳۸۶۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی 1219ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ: دارالفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۸۷۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، المغنی، مطبوعہ: دارالحدیث قاہرہ، 1425ھ
۳۸۸۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، الکافی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۳۸۹۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ: ریاض، دارالجیل، بیروت 1418ھ
۳۹۰۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1424ھ، دارالکتب العلمیہ بیروت 1426ھ
۳۹۱۔ علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی، متوفی 763ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت
۳۹۲۔ علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی 885ھ، الانصاف، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1387ھ
۳۹۳۔ علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی 960ھ، الاقناع، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ
۳۹۴۔ شیخ منصور بن یونس البھوتی الحنبلی، متوفی 1015ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۹۵۔ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن باز حنبلی، متوفی 1420ھ، 1999ء، مجموع فتویٰ ومقالات متنوعہ، مکتبۃ المورد، ریاض 1427ھ

کتب فقہ غیر مقلدین

۳۹۶۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی 456ھ، المحلیٰ بالآثار، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۳۹۷۔ شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی 1250ھ، نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر 1398ھ، دارالوفاء، 1421ھ
۳۹۸۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، متوفی 1367ھ، فتاویٰ ثنائیہ، مطبوعہ: النورا کیڈمی، مکتبہ ثنائیہ سرگودھا
۳۹۹۔ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، متوفی 1805ھ، فتاویٰ نذیریہ، مکتبۃ المعارف الاسلامیہ، پاکستان 1333ھ
۴۰۰۔ شیخ حافظ عبداللہ محدث روپڑی، متوفی 1920ھ، فتاویٰ اہلحدیث، مطبوعہ: داراحیاء السنۃ النبویہ، پاکستان 1404ھ

کتب اصول فقہ

۴۰۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الرسالہ، مطبوعہ: مطبع امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1312ھ
۴۰۲۔ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی، متوفی 482ھ، اصول بزدوی، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۴۰۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی الحنفی، متوفی 483ھ، اصول السرخسی، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت
۴۰۴۔ امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی 505ھ، مستصفیٰ، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ
۴۰۵۔ علامہ علاؤالدین عبدالعزیز بن احمد البخاری الحنفی، متوفی 730ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ: دارالکتاب العربی 1411ھ

۴۰۶۔ علامہ جمال الدین اسنوی، متوفی 772ھ، شرح المنہاج، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۷۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی، متوفی 861ھ تحریر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1403ھ
۴۰۸۔ علامہ ابن امیر الحاج حنفی، متوفی 879ھ، التقریر والتحریر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۹۔ بحرالعلوم عبدالعلی بن نظام الدین حنفی، متوفی 1225ھ فواتح الرحموت، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ
۴۱۰۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۴۱۱۔ علامہ محمد امین بن عمر بن عابدین شامی حنفی، متوفی 1252ھ، شرح شرح المنار للعلامۃ الشامی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی

مذاہب اربعہ

۴۱۲۔ امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی المتوفی 370ھ، مختصر اختلاف العلماء، دار البشاء الاسلامیہ، 1417ھ
۴۱۳۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی حنفی، متوفی 973ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر 1359ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۴۱۴۔ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت
۴۱۵۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دارالافتاء المصریہ القاہرہ، 1400ھ
۴۱۶۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1405ھ
۴۱۷۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، مطبوعہ: القاہرہ 1410ھ

کتب شیعہ

۴۱۸۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الاصول من الکافی، دارالکتب الاسلامیہ، تہران
۴۱۹۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۰۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، تہذیب الاحکام، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۱۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، الاستبصار، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۲۔ نہج البلاغہ (مع فارسی)، مطبوعہ: انتشارات زرین، ایران
۴۲۳۔ نہج البلاغہ (مع اردو)، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز
۴۲۴۔ شیخ عزالدین عبدالحمید بن ابی الحدید، متوفی 656ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ: موسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران
۴۲۵۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، بحار الانوار، مطبوعۃ المطبعہ الاسلامیہ، تہران 1392ھ
۴۲۶۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حق الیقین، مطبوعہ: خیابان ناصر خسرو، ایران 1347ھ
۴۲۷۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ: انصاف پریس، لاہور
۴۲۸۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حیات القلوب (مترجم) مطبوعہ: حمایت اہل بیت وقف، لاہور

۴۲۹۔ شیخ محمد بن حسین طباطبائی، متوفّٰی 1293ھ، المیزان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، ایران 1302ھ

کتب متفرقات

۴۳۰۔ ابو المعالی عبد الملک الجوینی الشہیر بامام الحرمین الشافعی، متوفّٰی 478ھ، مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق، مطبوعہ: مکتبہ قدوسیہ، لاہور 1400ھ

۴۳۱۔ امام ابو الفتح ظہیر الدین الولوالجیہ حنفی، متوفّٰی 540ھ، الفتاوی الولوالجیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۴۳۲۔ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابو بکر الدمشقی المعروف بابن قیم حنبلی، متوفّٰی 751ھ، الداء والدواء، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، 1410ھ

۴۳۳۔ علامہ علی بن سلطان القاری الحنفی، متوفّٰی 1014ھ، القائلین بوحدۃ الوجود، مطبوعہ: دار المامون للتراث 1415ھ

۴۳۴۔ میر عبد الواحد بلگرامی حنفی، متوفّٰی 1016ھ، سبع سنابل، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1402ھ

۴۳۵۔ ملا باقر مجلسی شیعی، متوفّٰی 1110ھ، ضیاء العیون، مطبوعہ: ایرانی کتب خانہ

۴۳۶۔ شیخ سید محمد اسماعیل دہلوی دیوبندی، متوفّٰی 1246ھ، تقویۃ الایمان، مطبوعہ: مطبع علیمی، اندرون لاہور

۴۳۷۔ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حنفی، متوفّٰی 1258ھ، شمائم امدادیہ، مطبوعہ: مدنی کتب خانہ، ملتان 1405ھ

۴۳۸۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفّٰی 1297ھ، آب حیات، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان 1413ھ

۴۳۹۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفّٰی 1297ھ، تحذیر الناس، دار الاشاعت، کراچی

۴۴۰۔ ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی حنفی، متوفّٰی 1304ھ، سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت 1408ھ

۴۴۱۔ شیخ محمود بن حسن دیوبندی، متوفّٰی 1339ھ، الجہد المقل فی تنزیہہ المعز والمذل، مکتبہ مدینہ، لاہور 1409ھ

۴۴۲۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفّٰی 1340ھ، ملفوظات، حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۴۴۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفّٰی 1340ھ، تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، 1401ھ

۴۴۴۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفّٰی 1340ھ، احکام شریعت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2002ء

۴۴۵۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفّٰی 1340ھ، الامن والعلی، شبیر برادرز، لاہور 1396ھ

۴۴۶۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفّٰی 1340ھ، جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ، صدیقی پبلشرز 2009ء

۴۴۷۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفّٰی 1340ھ، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ: موسسۃ رضا الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ

۴۴۸۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفّٰی 1340ھ، انباء الحی، موسسۃ رضا الجامعہ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ

۴۴۹۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی، متوفّٰی 1346ھ، البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ، مطبوعہ: مطبع بلالی، ڈھونڈ

۴۵۰۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفّٰی 1356ھ، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، گولڑہ شریف، اسلام آباد 1421ھ

۴۵۱۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفّٰی 1356ھ، ملفوظات مہریہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ، لاہور 1406ھ

۴۵۲۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اھل بہ لغیر اللہ، گولڑہ شریف، کتب خانہ درگاہ غوثیہ 1421ھ
۴۵۳۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور، 1406ھ
۴۵۴۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، مدینۃ الرسول ﷺ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز 1415ھ
۴۵۵۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تصفیہ مابین السنی والشیعہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1399ھ
۴۵۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، حفظ الایمان مع بسط البنان وتغیر العنوان، مکتبہ تھانوی، کراچی
۴۵۸۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق
۴۵۹۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، جمال الاولیاء
۴۶۰۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، خلافت وملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1975ھ
۴۶۱۔ مولانا محمد عبد اللہ معمار امرتسری غیر مقلد، محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، المکتبۃ السلفیہ، لاہور 1391ھ
۴۶۲۔ ابو الحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی حنفی بریلوی، انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1998ء
۴۶۳۔ شیخ عبد الحی الکتانی، نظام الحکومت النبویہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۴۶۴۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، متوفی 1985ء، دو اسلام، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی
۴۶۵۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ: اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور 1982ء
۴۶۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ: دانش گاہ پنجاب، لاہور
۴۶۷۔ میر عبد الواحد بلگرامی، سبع سنابل، حامد اینڈ کمپنی، لاہور
۴۶۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، اکیڈمی آف لائف اینڈ لیٹرز
۴۶۹۔ عقیدہ ختم نبوت، الادارہ لتحفظ العقائد الاسلامیہ، پاکستان
۴۷۰۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، دیوبندی، متوفی 1346ھ، المھند علی المفند، ادارہ اسلامیات 1404ھ
۴۷۱۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، منظور نعمانی، عقائد علماء دیوبند اور حسام الحرمین، دار الاشاعت، کراچی
۴۷۲۔ شیخ حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، میر محمد کتب خانہ، کراچی
۴۷۳۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور، ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ 1407ھ
۴۷۴۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، عبارات اکابر، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ
۴۷۵۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، تحفۂ قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان 2001ء
۴۷۶۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، اختلاف امت اور صراط مستقیم، مکتبہ بینات بنوری ٹاؤن، کراچی 1399ھ

۴۷۷۔ مخدوم محمد ہاشم سندھی، متوفّٰی 1174ھ، ذریعۃ الوصول الیٰ جناب الرسول، مکتبہ لدھیانوی، کراچی 1995ء

۴۷۸۔ محمد الیاس برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 2001ء

۴۷۹۔ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری بریلوی، متوفّٰی 1354ھ، فتاویٰ دیداریہ، مطبوعہ: مکتبۃ العصر، گجرات

۴۸۰۔ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی حنفی بریلوی، متوفّٰی 2003ء، مقالاتِ مفتیٔ اعظم، مطبوعہ: بزمِ رضا، لاہور 1428ھ

۴۸۱۔ مولانا محمد منشاء تابش قصوری حنفی بریلوی غفرلہ، دعوتِ فکر، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ، مرید کے شیخوپورہ 1403ھ

۴۸۲۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، حیاتِ استاذ العلماء، مطبوعہ: دارالاسلام لاہور 1433ھ

۴۸۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، توضیح البیان، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1422ھ

۴۸۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، ذکر بالجہر، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ

۴۸۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، تذکرۃ المحدثین، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ

۴۸۶۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، مقالاتِ سعیدی، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ

۴۸۷۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، مقامِ ولایت ونبوت، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ

۴۸۸۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، تاریخ نجد وحجاز، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 2004ء

۴۸۹۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہ، حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن، فرید بک اسٹال لاہور، 1425ھ

۴۹۰۔ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی حنفی بریلوی، غفرلہ سفر آخرت کی منازل، فرید بک اسٹال لاہور، 1427ھ